إِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالُ

آپ کے مسائل اور اُن کا حل

اضافہ وتخریج شدہ ایڈیشن

جلد چہارم

مسافر کی نماز، جمعہ کی نماز، نمازِ تراویح، سجدۂ سہو، اوراد و وظائف
میّت کے احکام، نمازِ جنازہ
قبروں کی زیارت، ایصالِ ثواب
آنکھوں کا عطیہ اور اعضاء کی پیوندکاری، قرآنِ کریم کی عظمت اور اس کی تلاوت
روزہ رکھنے کے مسائل
اِعتکاف کے مسائل





حضرت مولانا
محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ تعالیٰ

ترتیب وتخریج
حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید رحمہ اللہ تعالیٰ



إِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالُ (الحديث)

لاعلمی کی شفا سوال کرنے میں ہے

۴

آپ کے مسائل اور اُن کا حل

اضافہ وتخریج شدہ ایڈیشن

حضرت مولانا

محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ تعالیٰ

ترتیب وتخریج

حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید رحمہ اللہ تعالیٰ

مکتبہ لدھیانوی

18- سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی، دفتر ختم نبوت پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی

0321-2115502, 0321-2115595,02134130020

نام کتاب	:	آپ کے مسائل اور اُن کا حل
مصنف	:	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
ترتیب و تخریج	:	حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہیدؒ
قانونی مشیر	:	منظور احمد میو راجپوت (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)
طبع اوّل	:	۱۹۸۹ء
اضافہ و تخریج شدہ ایڈیشن	:	مئی ۲۰۱۱ء
کمپوزنگ	:	محمد عامر صدیقی
پرنٹنگ	:	شمس پرنٹنگ پریس

مکتبہ لدھیانوی

18- سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی

دفتر ختم نبوت پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی

0321-2115502, 0321-2115595, 02134130020

فہرست

سجدۂ سہو

مسافر کی نماز

جمعہ کی نماز

عیدین کی نماز

نمازِ تراویح

نفل نمازیں

سجدۂ تلاوت

نماز کے متفرّق مسائل

اوراد و وظائف

میّت کے اَحکام

متفرق مسائل (میّت سے متعلق)

آنکھوں کا عطیہ اور اعضاء کی پیوندکاری

نمازِ جنازہ

قبروں کی زیارت

ایصالِ ثواب

قرآنِ کریم کی عظمت اور اس کی تلاوت

روزہ رکھنے کے فضائل

رُؤیتِ ہلال

روزے کی نیت

سحری اور اِفطار

کن وجوہات سے روزہ توڑ دینا جائز ہے؟ کن سے نہیں؟

کن وجوہات سے روزہ نہ رکھنا جائز ہے؟

رمضان میں (عورتوں کے) مخصوص ایام کے مسائل

کن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا مکروہ ہو جاتا ہے؟

کن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا؟

قضا روزوں کا بیان

قضا روزوں کا فدیہ

روزہ توڑنے کا کفارہ

نفل، نذر اور منّت کے روزے

اِعتکاف کے مسائل

روزے کے متفرق مسائل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سجدۂ سہو

سجدۂ سہو کن چیزوں سے لازم آتا ہے اور کس طرح کرنا چاہئے؟

سوال:... نماز پڑھتے وقت کون کون سی یا کس قسم کی غلطی ہوجائے تو سجدۂ سہو ادا کرنا پڑتا ہے؟ اور سجدۂ سہو ادا کرنے کے لئے التحیات کے بعد سلام پھیرنا پڑتا ہے یا دُرود شریف اور دُعا بھی پڑھ کر پھر سلام پھیرنا پڑتا ہے؟

جواب:... سجدۂ سہو کے واجب ہونے کا اُصول یہ ہے کہ فرض کی تأخیر سے یا واجب چھوٹ جانے سے یا واجب کی تأخیر سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے۔[1] آگے اس اُصول کی جزئیات بے شمار ہیں۔ سجدۂ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ آخری قعدہ میں "عبدهٗ و رسولهٗ" تک پڑھ کر ایک طرف سلام پھیر دیں، پھر دو سجدے کرکے دوبارہ التحیات پڑھیں اور دُرود شریف اور دُعا کے بعد سلام پھیریں۔[2]

نماز میں ہونے والی غلطی کی تلافی کا طریقہ

سوال:... اگر ہمیں محسوس ہو کہ ہم نے نماز پڑھتے ہوئے کوئی غلطی کی ہے، یعنی دو سجدوں کے بجائے تین کرلئے تو اس کی معافی کا کیا طریقہ ہوگا؟

جواب:... اگر غلطی سے نماز کا کوئی واجب چھوٹ جائے یا کسی فرض یا واجب کے ادا کرنے میں تأخیر ہوجائے تو ایسی غلطی کی اصلاح سجدۂ سہو سے ہوجاتی ہے، اگر نماز کا کوئی فرض رہ گیا ہو تو نماز کا لوٹانا ضروری ہے، اور اگر کوئی سنت چھوٹ جائے تو معاف ہے، اس لئے نمازی کو نماز کے فرائض و واجبات اور سنن اور مستحبات معلوم ہونے چاہئیں،[3] اگر غلطی سے دو کے بجائے تین سجدے کرلئے تو سجدۂ سہو لازم آئے گا۔[4]

---

(۱) ولَا يجب السجود إلّا بترك واجب أو تأخيره أو تأخير ركن أو تقديمه أو تكراره أو تغيير واجب. (عالمگيرية ج:۱ ص:۱۲۶، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، طبع رشيدية).

(۲) وكيفيته أن يكبر بعد سلامه الأوّل ويخر ساجدًا ويسبح في سجوده ثم يتشهد ثانيًا ثم يسلم ويأتي بالصلٰوة على النبي صلى الله عليه وسلم والدعاء في قعدة السهو كذا في التبيين. (أيضًا عالمگيرية، باب سجود السهو ج:۱ ص:۱۲۵).

(۳) الأصل في هذا ان المتروك ثلاثة أنواع فرض وسنة وواجب، ففي الأوّل إن أمكنه التدارك بالقضاء يقضي وإلّا فسدت صلاته، وفي الثاني لَا تفسد، لأن قيامها بأركانها وقد وجدت، وفي الثالث إن ترك ساهيًا يجبر بسجدتي السهو كذا في التتارخانية. (عالمگيرية ج:۱ ص:۱۲۶، باب سجود السهو طبع رشيديه).

(۴) لو ركع ركوعين أو سجد ثلاثًا في ركعة لزمه السجود. (البحر الرائق ج:۲ ص:۱۰۵، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، طبع بيروت).

سجدۂ سہو کے مختلف طریقوں میں افضل طریقہ

سوال:... الف:... سجدۂ سہو التحیات پڑھنے کے بعد اور دُرود شریف سے قبل کرنا چاہئے؟

ب:... کیا سجدۂ سہو کے بعد التحیات، دُرود شریف وغیرہ دوبارہ پڑھا جائے گا؟

ج:... شافعی حضرات عموماً سجدۂ سہو کے فوراً بعد سلام پھیر دیتے ہیں، کیا یہ طریقہ ہمارے مسلک کے مطابق ہے؟

جواب:... سجدۂ سہو سلام سے پہلے بھی جائز ہے اور بعد بھی، اِمام ابوحنیفہؒ کے نزدیک افضل طریقہ وہ ہے جو آپ نے ''الف'' اور ''ب'' میں لکھا ہے۔ (۱)

نماز میں یاد آیا کہ ایک سجدہ بھول گیا تھا تو سجدہ کر کے سجدۂ سہو کرے

سوال:... کسی رکعت میں بھول کر ایک ہی سجدہ کیا اور سلام سے پہلے یاد آ گیا تو کیا کرنا چاہئے؟

جواب:... جب یاد آ جائے اس سجدے کو اَدا کرلے، پھر دستور کے مطابق سجدۂ سہو بھی کرے۔ (۲)

بھولے سے نماز کا فرض چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو سے پوری نہ ہوگی

سوال:... اگر نماز میں بھولے سے فرض چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو کرلینے سے نماز ہوجائے گی؟

جواب:... فرض ساقط ہوجانے یا بھولے سے چھوٹ جانے سے نماز کا دوبارہ اِعادہ ضروری ہے، محض سجدۂ سہو کرلینے سے نماز نہیں ہوگی۔ (۳)

اگر کوئی شخص تیسری رکعت میں بھی بھول کر بیٹھ گیا تو کیا سجدۂ سہو لازم ہے؟

سوال:... اگر کوئی آدمی ظہر کی نماز پڑھے اور وہ دُوسری رکعت میں التحیات میں بیٹھ جائے، اور پھر تیسری رکعت میں بھی بیٹھ جائے اور سجدۂ سہو نہ کرے، تو کیا نماز ہوجائے گی یا نہیں؟

جواب:... جس نماز میں سجدۂ سہو واجب ہو، اور اس کو اَدا نہ کرے، تو نماز کا لوٹانا واجب ہے۔ (۴)

پہلی یا دُوسری رکعت میں سجدہ بھول گیا تو یاد آنے پر سجدہ کر کے سجدۂ سہو کرلے

سوال:... جب کوئی آدمی پہلی رکعت یا دُوسری رکعت میں سجدہ کرنا بھول جائے تو اس کی صورت کیا ہوگی؟ اور اسے لوٹاتے

---

(۱) ومحله بعد السلام سواء كان من زيادة أو نقصان ولو سجد قبل السلام أجزأه عندنا هكذا رواية الأصول كذا في الهداية. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۲۵، باب سجود السهو).

(۲ و ۳) ان المتروک ثلاثة أنواع فرض وسنة وواجب، ففي الأول إن أمكنه التدارک بالقضاء يقضي وإلّا فسدت صلاته. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۲۶، كتاب الصلاة، باب سجود السهو).

(۴) كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها وفي الشامية: لٰكن قولهم كل صلاة أديت مع كراهة التحريم يشمل ترک الواجب وغيره ...إلخ. (شامی ج:۱ ص:۴۵۷، مطلب كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها).

کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟

جواب:... اگر ایک سجدہ کسی رکعت کا رہ گیا ہو تو سلام پھیرنے سے پہلے پہلے جب یاد آجائے ادا کرے، اور سجدۂ سہو کرے، اور اگر سلام پھیرنے کے بعد یاد آئے تو نماز دوبارہ پڑھے۔[1]

نماز میں رکعات کی کمی، بیشی پر سجدۂ سہو کرنا

سوال:... اگر نماز کے دوران بھول سے ایک رکعت کم یا زیادہ ہوجائے، دُوسری صورت میں پہلے ہی سلام پھیر لیں، تو سجدۂ سہو کیا جاسکتا ہے یا پھر نماز دوبارہ ادا کرنی چاہئے؟

جواب:... جس شخص کی تین رکعتیں ہوئی ہوں، ایک رکعت باقی تھی کہ اس نے بھول کر سلام پھیر دیا تو اُٹھ کر کھڑا ہوجائے، اپنی اس رکعت کو پوری کرے اور التحیات پڑھ کر سجدۂ سہو کرلے، اور دوبارہ تشہد، دُرود شریف اور دُعا پڑھ کے سلام پھیرے۔[2] اگر چار رکعتیں ہوچکی تھیں، مگر قعدۂ اخیرہ نہیں کیا، پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہوگیا تو اسے چاہئے کہ واپس لوٹے اور سجدۂ سہو کرکے نماز پوری کرے۔ اور اگر پانچویں رکعت بھی مکمل پڑھ لی تو اس کے فرض باطل ہوگئے، ایک رکعت اور پڑھ کر سجدۂ سہو کرکے نماز پوری کرے، یہ نفل ہوجائیں گے، اور چار فرض رکعتیں دوبارہ پڑھے۔[3]

وتر کی آخری رکعت میں دُعائے قنوت کے بغیر رُکوع کرلیا تو سجدۂ سہو کرے

سوال:... عشاء کی نماز میں وتر کی آخری رکعت میں اگر دُعائے قنوت پڑھے بغیر رُکوع کرلیا جائے تو وتر ہوں گے یا نہیں؟

جواب:... سجدۂ سہو کرلیا جائے تو نماز صحیح ہوجائے گی، ورنہ دوبارہ پڑھی جائے۔[4]

پہلے قعدے میں دُرود شریف پڑھ لے تو سجدۂ سہو لازم ہے

سوال:... میں نے ظہر کی نماز میں دو رکعت کے بعد التحیات کے بعد دُرود شریف "**اللّٰھم صل علیٰ محمد**" بھول کر پڑھ لیا تو کیا سجدۂ سہو لازم تھا؟ میں نے سہو نہیں کیا، تو اس کا کوئی کفارہ ادا کرنا پڑے گا؟

جواب:... فرض، واجب اور سنتِ مؤکدہ کے پہلے قعدے میں اگر دُرود شریف "**اللّٰھم صل علیٰ محمد**" پڑھ لے تو

---

(۱) ان المتروک ثلاثة أنواع فرض وسنة وواجب، ففی الأول إن أمكنه التدارک بالقضاء يقضی وإلّا فسدت صلاته. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۲۶، کتاب الصلاة، باب سجود السهو، طبع رشيديه کوئٹه).

(۲) ويسجد للسهو ولو مع سلامه ناويًا للقطع ما لم يتحول عن القبلة أو يتكلم لبطلان التحريمة. (شامی ج:۲ ص:۹۱).

(۳) رجل صلّى الظهر خمسًا وقعد فی الرابعة قدر التشهد ان تذكر قبل أن يقيد الخامسة بالسجدة الخامسة عاد إلى القعده وسلم كذا فی المحيط ويسجد للسهو .... وإن لم يقعد علىٰ رأس الرابعة حتى قام إلى الخامسة وإن فيه بالسجود فسد ظهره عندنا. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۲۹، باب سجود السهو).

(۴) ومنها القنوت فإذا تركها يجب عليه السهو. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۲۸، باب سجود السهو).

سجدۂ سہو لازم آئے گا،[1] سجدۂ سہو نہیں کیا تو نماز کا لوٹانا واجب ہے۔[2]

اگر سجدۂ سہو کرنا بھول جائے تو کیا کرے؟

سوال:... نماز میں جب کبھی کوئی غلطی ہوجائے تو سجدۂ سہو کا حکم ہے، لیکن بعض اوقات سجدۂ سہو کرنا بھی بھول جاتا ہوں، تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

جواب:... اگر ایسی غلطی ہوجائے جس سے سجدۂ سہو لازم آتا ہے، اور سجدۂ سہو نہ کرے تو نماز کا لوٹانا واجب ہے۔[3]

مقتدی سے غلطی ہوجائے تو وہ سجدۂ سہو نہ کرے

سوال:... باجماعت نماز ہو رہی ہے، اس دوران اگر انفرادی طور پر کسی نمازی سے کوئی غلطی سرزد ہوجائے تو کیا وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کرسکتا ہے؟

جواب:... نماز باجماعت میں اگر مقتدی سے ایسی کوئی غلطی ہوجائے جس سے سجدۂ سہو لازم آیا کرتا ہے، اس سے مقتدی کے ذمہ سجدہ واجب نہیں ہوتا، اس لئے اِمام کے سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کرنے کی ضرورت نہیں۔[4]

کیا مقتدی کی غلطی پر اُسے سجدۂ سہو کرنا ہوگا؟

سوال:... اگر کوئی شخص باجماعت نماز اَدا کر رہا ہو، اور یہ نماز چار رکعت والی ہو، اگر دو رکعت کے بعد درمیانی تشہد میں التحیات کے بعد آدھا دُرود شریف بھی غلطی سے پڑھ لیا تو وہ بعد میں سجدۂ سہو کس طرح ادا کرے گا؟ کیونکہ اِمام کے سلام پھیرنے کے بعد تو تمام نمازی بھی سلام پھیرتے ہیں، جواب دیں۔

جواب:... مقتدی کی ایسی غلطی سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا، پس اگر اِمام نے درمیانی تشہد میں دُرود شریف بھول کر پڑھ لیا تھا تو اِمام کے ذمے سجدۂ سہو لازم ہے۔[5] لیکن اگر اِمام کے پیچھے مقتدی نے بھول کر پڑھ لیا تو اس کے ذمے سجدۂ سہو نہیں۔[6]

آخری قعدے میں شریک مقتدی کیا اِمام کے ساتھ سجدۂ سہو کرے؟

سوال:... اگر کوئی شخص آخر نماز جماعت میں شریک ہونے آیا، اسی حالت میں اس شخص نے ارادہ قعدہ کیا، قبل اس کے

---

(۱) ولو كرر التشهد في القعدة الأولى فعليه السهو وكذا لو زاد على التشهد الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم كذا في التبيين وعليه الفتوىٰ. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۲۷، باب سجود السهو).

(۲ و ۳) كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها، وفي الشامية: لكن قولهم كل صلاة أديت مع كراهة التحريم يشمل ترك الواجب وغيره ...إلخ. (شامی ج:۱ ص:۴۵۷، مطلب كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها).

(۴) فأما المقتدى إذا سها في صلاته فلا سهو عليه. (بدائع الصنائع ج:۱ ص:۱۷۵، فصل في بيان من يجب عليه سجود السهو ومن لَا يجب عليه، طبع سعيد كراچی).

(۵) ایضاً حاشیہ نمبر۱ ملاحظہ ہو۔

(۶) ایضاً حاشیہ نمبر ۴ ملاحظہ ہو۔

بیٹھنے کے امام نے سجدۂ سہو کیا، آیا اس شخص کو کیا حکم ہے؟ امام کے ساتھ سجدۂ سہو کرے یا نہ کرے؟ اگر نہ کرے تو اس کی نماز ہوگی یا نہ ہوگی؟

جواب:... اس شخص پر سجدۂ سہو میں امام کے ساتھ شرکت واجب ہے، اگر شریک نہیں ہوا، تو گناہگار ہوگا۔[1]

مقتدی نے پہلی رکعت سمجھ کر دُوسری میں ثنا پڑھ لی یا پہلی کو دُوسری سمجھ کر ثنا نہیں پڑھی سجدۂ سہو نہیں

سوال:... اگر کسی شخص نے امام کے ساتھ فرض رکعتوں کی دُوسری رکعت ملائی اور یہ خیال کر کے یہ پہلی رکعت ہے، ثنا پڑھ لی، تو کیا پھر وہ سجدۂ سہو کرے؟ یا کسی نے پہلی رکعت کو دُوسری رکعت سمجھ کر ثنا نہیں پڑھی، تو پھر وہ دُوسری رکعت میں ثنا پڑھے؟

جواب:... دونوں صورتوں میں اس کے ذمے سجدۂ سہو نہیں۔[2]

جماعت میں مقتدی کا بھول کر التحیات کی جگہ سورۂ فاتحہ پڑھنا

سوال:... ایک دفعہ ایسا ہوا کہ میں نے قعدے میں بجائے التحیات کے بھول کر ''الحمد شریف'' پڑھی، ایسی صورت میں میری نماز ہوئی کہ نہیں؟ جبکہ میں جماعت میں شامل تھا۔

جواب:... نماز ہوگئی، اکیلے ہوتے تو سجدۂ سہو لازم تھا۔[3]

کیا قضا نمازوں میں بھی سجدۂ سہو کرنا ہوگا؟

سوال:... کسی بھی وقت کی فرض نماز اگر قضا ہو جائے، کیا قضا نماز میں سجدۂ سہو کرنا لازم ہے؟ اگر لازم ہے تو سجدۂ سہو آخری رکعت ہی میں ادا کیا جائے یا علیحدہ سے؟

جواب:... نماز خواہ ادا ہو یا قضا، فرض ہو یا واجب یا سنت،[4] جب اس میں ایسی بھول ہو جائے کہ واجب چھوٹ جائے یا نماز کے کسی فرض میں تأخیر ہو جائے یا کسی واجب میں تأخیر ہو جائے تو سجدۂ سہو لازم ہو جاتا ہے۔[5] اور سجدۂ سہو ہمیشہ آخری التحیات **''عبدہٗ ورسولہٗ''** پڑھنے کے بعد کیا جاتا ہے، اور سجدۂ سہو کرنے کے بعد دوبارہ التحیات، دُرود شریف اور دُعا پڑھ کر سلام پھیر دے۔[6]

---

(۱) لأن متابعة الإمام واجبة قال النبي صلى الله عليه وسلم: تابع إمامك على أيّ حال وجدته ... إلخ. (البدائع ج: ۱ ص: ۱۷۵، فصل في بيان من يجب عليه سجود السهو ومن لا يجب عليه)، أيضًا سهو الإمام يوجب عليه وعلى من خلفه السجود كذا في المحيط ولا يشترط أن يكون مقتديا به وقت السهو حتى لو أدرك الإمام بعد ما سها يلزمه أن يسجد مع الإمام تبعًا له. (عالمگیری ج: ۱ ص: ۱۲۸، باب سجود السهو).

(۲ و ۳) فأما المقتدي إذا سها في صلاته فلا سهو عليه. (بدائع ج: ۱ ص: ۱۷۵).

(۴) وحكم السهو في الفرض والنفل سواء كذا في المحيط. (عالمگیری ج: ۱ ص: ۱۲۶، باب سجود السهو).

(۵) ولا يجب السجود إلّا بترك واجب أو تأخيره أو تأخير ركن أو تقديمه أو تكراره أو تغيير واجب. (عالمگیری ج: ۱ ص: ۱۲۶، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، طبع رشيديه كوئٹه).

(۶) وكيفيته أن يكبر بعد سلامه الأوّل ويخرّ ساجدًا ويسبح في سجوده ثم يتشهد ثانيًا ثم يسلم ويأتي بالصلٰوة على النبي صلى الله عليه وسلم والدعاء في قعدة السهو كذا في التبيين. (عالمگیری ج: ۱ ص: ۱۲۶، باب سجود السهو).

سجدۂ سہو کے لئے نیت کرنا

سوال:... سجدۂ سہو کے لئے اگر ضرورت پیش آئے تو کیا اس کے لئے بھی نیت کی جائے یا جب محسوس کرے کہ سجدہ کی ضرورت ہوگئی ہے تو طریقہ کے مطابق سجدۂ سہو کرلیا جائے؟

جواب:... جب سجدۂ سہو کے ارادے سے سجدہ کرے گا، تو یہی سجدۂ سہو کی نیت ہے، زبان سے نیت کے الفاظ ادا نہیں کئے جاتے۔[1]

سجدۂ سہو میں کتنے سجدے کرنے چاہئیں؟

سوال:... سجدۂ سہو میں کتنے سجدے کئے جاتے ہیں؟

جواب:... سجدۂ سہو کے لئے دو سجدے کئے جاتے ہیں۔[2]

سجدۂ سہو کتنی مرتبہ کیا جاتا ہے؟

سوال:... سجدۂ سہو اور سجدۂ تلاوت ایک مرتبہ کیا جاتا ہے یا نماز کی طرح دو مرتبہ؟

جواب:... سجدۂ سہو دو مرتبہ کیا جاتا ہے،[3] اور سجدۂ تلاوت ایک مرتبہ، واللہ اعلم![4]

نماز میں غلطی ہونے پر کتنی دفعہ سجدۂ سہو کرنا ہوگا؟

سوال:... میرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر نماز میں غلطی ہوجائے یا بھول ہوجائے تو ایک ہی بار سجدۂ سہو کافی ہوتا ہے یا ہر غلطی یا بھول پر الگ الگ سجدۂ سہو کیا جائے، مثلاً: سنت میں غلطی ہو اور پھر فرضوں میں ہوجائے تو کتنے سجدۂ سہو کرنے چاہئیں؟

جواب:... نیت باندھنے کے بعد سلام پھیرنے تک ہر نماز مستقل ہوتی ہے، نماز کی نیت باندھنے سے لے کر سلام پھیرنے تک کے عرصے میں اگر کئی مرتبہ بھول ہوجائے تو ایک ہی مرتبہ سجدۂ سہو واجب ہوگا،[5] اور اگر سلام پھیر کر دُوسری نماز شروع کی اور اس میں بھول ہوگئی تو سجدۂ سہو پھر واجب ہوگا۔[6] مثلاً: سنت کی نیت باندھی تو اس کا سلام پھیرنے تک اس نماز میں اگر کئی جگہ بھول

---

(۱) وليس من شرط السجود أن يسلم ومن قصده السجود بل لو سلم ذاكرًا للسهو ومن عزمه أن لا يسجد كان عليه أن يسجد ولا يبطل سجوده. (فتح القدير ج:۱ ص:۳۵۵، باب سجود السهو، طبع بيروت).

(۲) يسجد للسهو في الزيادة والنقصان سجدتين بعد السلام ...إلخ. (هداية ج:۱ ص:۱۳۶، كتاب الصلاة، باب السجود، طبع محمد علي كارخانه كراچي).

(۳) أيضًا.

(۴) فإذا أراد السجود كبّر ولا يرفع يديه وسجد ثم كبّر ورفع رأسه ولا تشهد عليه ولا سلام. (عالمگيري ج:۱ ص:۱۳۵، كتاب الصلاة، الباب الثالث عشر في سجود التلاوة).

(۵) ولو سها في صلاته مرارًا يكفيه سجدتان كذا في الخلاصة. (عالمگيري ج:۱ ص:۱۳۰، سجود السهو).

(۶) فإن سجود السهو في مطلق الصلاة ولا يختص بالفرائض. (البحر الرائق ج:۲ ص:۹۸، باب سجود السهو).

ہوئی تو ایک ہی مرتبہ سجدۂ سہو واجب ہوگا، اور سنت کے بعد جب فرض کی نیت باندھی اور اس میں بھول ہوئی تو اس میں الگ سجدۂ سہو واجب ہوگا۔

اگر ثنا پڑھنا بھول گیا تو بھی نماز ہوگئی

سوال:... ایک موقع پر باوجود ٹال مٹول کے مجھے اِمام بنایا گیا، مگر ثنا بھول گئی دُوسری تمام نماز مکمل کی مگر پھر سجدۂ سہو بھی نہ کیا، اب خلجان ہے کہ کہیں نماز ضائع تو نہیں ہوگئی؟

جواب:... اگر ثنا نہیں پڑھی تو نماز ہوگئی، سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں تھی۔ [1]

کیا ایک سورۃ چھوڑ کر آگے پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم ہوگا؟

سوال:... منفرد نمازی یا اِمام صاحب چھوٹی سورۃ رکعت میں پڑھتے ہیں جیسے پہلی رکعت میں سورۂ فیل پڑھی ہے، اب دُوسری رکعت میں سورۂ ماعون پڑھ لیتا ہے، اس کو سجدۂ سہو کرنا پڑے گا یا نماز ہوجائے گی؟ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ یا تو پہلی سورۃ سے ملتی ہوئی سورۃ پڑھی جائے یا کم از کم دو سورتیں چھوڑ کر تیسری سورۃ پڑھی جائے۔

جواب:... چھوٹی سورتوں میں ایک سورۃ چھوڑ کر اگلی سورۃ پڑھنا مکروہ ہے، [2] مگر اس سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔

آیات بھولنے والے پر سجدۂ سہو

سوال:... ہم یہاں دس بارہ آدمی ایک ساتھ نماز پڑھتے ہیں، اپنا اِمام ایک شخص کو بنایا ہوا ہے، جسے قرآن مجید کی کچھ آیات مختلف سپاروں سے یاد ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ جب کبھی نماز پڑھاتے ہوئے آیات بھول جاتا ہے تو نماز کے اختتام پر سجدۂ سہو کرتا ہے، کیا کسی آیت کے بھول جانے پر سجدۂ سہو لازم ہوجاتا ہے یا اسے چھوڑ کر کوئی آیت دُوسری پڑھ جاسکتی ہے؟

جواب:... قراءت میں بھولنے سے تو سجدۂ سہو لازم نہیں آتا، البتہ اگر قراءت بھول جانے کی وجہ سے تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار خاموش کھڑا رہے، تو سجدۂ سہو لازم ہے۔ [3]

فرض کی آخری دو رکعتوں میں سورۃ ملانے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا

سوال:... نمازی تنہا (جماعت کے بغیر) اپنی چار فرض پڑھ رہا ہے، جبکہ دو رکعت میں تو سورۂ فاتحہ کے بعد دُوسری سورۃ ملانی ہے، باقی دو رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھ کر رُکوع کرنا ہوتا ہے، اگر بھول سے ان دو رکعتوں میں جن میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھنی ہے،

---

(۱) ولَا یجب بترک التعوذ والبسملة فی الأولٰی والثناء ...إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۲۶).

(۲) وإذا جمع بین سورتین .... وأما فی رکعتین إن کان بینهما سور لَا یکره وإن کان بینهما سورة واحدة قال بعضهم یکره وقال بعضهم إن کانت السورة طویلة لَا یکره هٰکذا فی المحیط. (عالمگیری ج:۱ ص:۷۸).

(۳) إذا شغله التفکر أداء عن واجب بقدر رکن .... ولم یبینوا قدر الرکن وعلٰی قیاس ما تقدم أن یعتبر الرکن مع سنته وهو مقدر بثلاث تسبیحات. (الطحطاوی علٰی مراقی الفلاح ص:۲۵۸، باب سجود السهو، طبع میر محمد).

سورۃ ملالی یا صرف تسمیہ پڑھنے پایا تھا کہ یاد آگیا اور رُکوع میں چلا گیا، اب اس پر سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

جواب:... فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں فاتحہ کے بعد سورۃ نہیں ملائی جاتی، لیکن اگر کوئی بھول کر ملالے تو اس سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔ (۱)

نماز میں اگر سورۃ پڑھنا بھول جائے تو کیا سجدۂ سہو کرنا ہوگا؟

سوال:... چار رکعت نماز میں اگر الحمد شریف کے ساتھ سورۃ ملانا بھول جائے تو سجدۂ سہو سے نماز دُرست ہوجائے گی؟ کیونکہ واجباتِ نماز میں الحمد کے ساتھ سورۃ ملانا واجب بتایا گیا ہے، اور واجب ترک ہوجانے سے سجدۂ سہو کرنا پڑتا ہے۔

جواب:... پہلی دو رکعتوں میں سورۃ ملانا واجب ہے، (۲) بھول جائے تو سجدۂ سہو لازم ہے۔ (۳)

پہلی اور دُوسری رکعت میں سورۃ ملانا بھول جائے اور تیسری، چوتھی میں ملالے تو کافی ہے

سوال:... پہلی یا دُوسری رکعت میں سورۃ ملانا بھول جائے تو اگر یاد آجائے تو تیسری یا چوتھی رکعت میں (جبکہ خالی الحمد پڑھی جاتی ہے) سورۃ الحمد کے ساتھ ملاسکتے ہیں؟

جواب:... اگر پہلی یا دُوسری رکعت میں سورۃ ملانا بھول جائے تو تیسری اور چوتھی میں سورۃ ملائے، لیکن سجدۂ سہو بھی کرے گا۔ (۴)

نماز میں اگر سورۂ فاتحہ بھولے سے رہ جائے اور سجدۂ سہو کرلے تو نماز کا حکم

سوال:... ایک نمازی سے سورۂ فاتحہ بھول کر رہ گئی، مگر کوئی سورۃ اس نے پڑھی تھی، بعد میں یاد آیا، سجدۂ سہو کرلیا، آیا ان کی نماز مکمل ہوگئی ہے کہ نہیں؟

جواب:... نماز صحیح ہوگئی۔ (۵)

نفل، سنت نماز کی دُوسری، تیسری رکعت میں فاتحہ یا کوئی سورۃ بھول جانے والے کی نماز کا حکم

سوال:... فرض نماز کے علاوہ سنت یا نفل چار رکعت والی نماز میں دُوسری تیسری میں فاتحہ یا کوئی سورۃ ملانی بھول جائے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

---

(۱) ولو قرأ فی الأخریین الفاتحة والسورة لا یلزمه السهو وهو الأصح۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۱۲۶)۔

(۲) وتجب قراءة الفاتحة وضم السورة أو ما یقوم مقامها ثلاث آیات قصار وآیة طویلة فی الأولیین بعد الفاتحة۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۷۱، کتاب الصلاة، الباب الرابع فی صفة الصلاة، الفصل الثانی)۔

(۳) ولا یجب السهو إلّا بترک واجب ... إلخ۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۱۲۶، کتاب الصلاة، الباب الثانی عشر)۔

(۴) وان قرأ الفاتحة ولم یزد علیها قرأ فی الأخریین الفاتحة والسورة .... ویسجد للسهو۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۷۱)۔

(۵) والسهو یلزم إذا زاد فی الصلاة فعلا من جنسها لیس منها، أو ترک فعلا مسنونًا، أو ترک قراءة فاتحة الکتاب۔ (اللباب فی شرح الکتاب ص:۱۰۳، باب سجود السهو، طبع قدیمی)۔

جواب:... اُس صورت پر سجدۂ سہو لازم ہے۔[1]

سنتوں کی تیسری یا چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۃ ملانا بھول جائے تو سجدۂ سہو کافی ہے

سوال:... تین یا چار رکعت سنتوں کی نماز میں تیسری یا چوتھی رکعت میں الحمد شریف کے بعد سورۃ ملانا بھول جائیں تو سجدۂ سہو کافی ہوگا یا نہیں؟

جواب:... سجدۂ سہو سے نماز کی کمی پوری ہوجائے گی۔[2]

سوال:... چار یا تین رکعت نماز فرض میں تیسری یا چوتھی رکعت میں الحمد شریف کے بعد بھول کر سورۃ پڑھ لی تو اس صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

جواب:... کچھ کرنا لازم نہیں، اس صورت میں سجدۂ سہو بھی لازم نہیں۔[3]

ایک رکعت رہنے پر الحمد کے ساتھ سورۃ نہ ملانے پر سجدۂ سہو کرے

سوال:... مقتدی ایک رکعت سے رہ گیا ہے، تو مقتدی کو اکیلے رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سورۃ پڑھنی لازم ہے، لیکن اگر مقتدی غلطی سے آمین پر ہی رُکوع میں چلا جائے تو وہ کیا کرے؟ صرف سجدۂ سہو سے نماز ہوجائے گی یا نماز پھر پڑھنی پڑے گی؟

جواب:... اگر سجدۂ سہو کرلیا تو نماز ہوگئی۔[4]

قیام میں بھولے سے التحیات پڑھنے پر کب سجدۂ سہو واجب ہوگا؟

سوال:... کیا نماز قیام میں ثنا اور سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی شخص بھولے سے التحیات پڑھے اور یاد آنے پر پھر کوئی سورۃ پڑھے تو کیا نماز مکمل ہوگئی ہے یا نہیں؟ مختصر سا جواب دیں۔

جواب:... اگر ثنا کی جگہ التحیات پڑھ لی تو سجدۂ سہو واجب نہیں، اور اگر سورۂ فاتحہ کے بجائے التحیات پڑھی تو سجدۂ سہو لازم ہے، اسی طرح اگر سورۂ فاتحہ کے بعد سورۃ کی جگہ التحیات پڑھ لی تب بھی سجدۂ سہو واجب ہے۔[5]

---

(۱) (وکل النفل والوتر) أی القراءة فرض فی جمیع رکعات النفل والوتر ...إلخ. (البحر الرائق ج:۲ ص:۶۰، باب الوتر والنفل)، فلو لم یقرأ شیئًا مع الفاتحة .... لزمه السجود ...إلخ. (أیضًا ج:۲ ص:۱۰۱، باب سجود السهو).

(۲) فلو لم یقرأ شیئًا مع الفاتحة ...... لزمه السجود ...إلخ. (البحر الرائق ج:۲ ص:۱۰۱، باب سجود السهو).

(۳) ولو قرأ فی الأخریین الفاتحة والسورة لَا یلزمه السهو وهو الأصح. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۲۶).

(۴) وأما المسبوق إذا سها فیما یقضی وجب علیه السهو، لأنه فیما یقضی بمنزلة المفرد. (بدائع الصنائع ج:۱ ص:۱۷۵، فصل فی بیان من یجب علیه سجود السهو ومن لَا یجب علیه).

(۵) ولو تشهد فی قیامه قبل قراءة الفاتحة فلا سهو علیه وبعدها یلزمه سجود السهو وهو الأصح لأن بعد الفاتحة محل قراءة السورة فإذا تشهد فیه فقد أخر الواجب وقبلها محل الثناء کذا فی التبیین. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۲۷، باب سجود السهو).

قیام میں التحیات یا تسبیح پڑھنا اور رُکوع وسجود میں قراءت کرنا

سوال:… اگر قیام میں قراءت کی بجائے التحیات یا دُعا یا تسبیح وغیرہ پڑھ لے یا اس کے برعکس رُکوع وسجدہ میں بجائے تسبیح کے قراءت کرے بھول کر، تو پھر کیا کرے؟

جواب:… قراءت کے بجائے التحیات پڑھنے سے سجدۂ سہو واجب ہوجائے گا، دُعا یا تسبیح سے بھی(۱)، رُکوع، سجدے میں قراءت نہیں کی جاتی، لیکن اس سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا۔(۲)

آخری دو رکعت میں الحمد کے بعد بسم اللہ پڑھ لی جائے تو سجدۂ سہو واجب نہیں

سوال:… ایک شخص اکیلا فرض نماز پڑھ رہا ہے، پہلی دو رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد بسم اللہ پڑھ کر کوئی اور سورۃ شروع کرے گا، بعد کی دو رکعتیں خالی ہیں، اگر غلطی سے بسم اللہ پڑھ لے تو کیا سجدۂ سہو واجب ہے کہ نہیں؟

جواب:… بعد کی دو رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھی جاتی ہے، تاہم سورۂ فاتحہ کے بعد سورۃ پڑھے تو سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا، لہٰذا بسم اللہ پڑھنے سے کچھ نہیں ہوا۔(۳)

الحمد یا دُوسری سورۃ چھوڑ دینے سے سجدۂ سہو واجب ہے

سوال:… نماز میں قراءت کرنا فرض ہے، جس کے چھوٹ جانے سے نماز دُہرانی ہوگی، اور سجدۂ سہو سے کام نہیں چلتا، اکثر مولوی صاحبان کی رائے ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد دوسری سورۃ بھولے سے رہ جائے اور رُکوع کو چلا جائے تو سجدۂ سہو سے نماز ہوجاتی ہے، کیا سورۂ فاتحہ کا ادا کرنا قراءت کے ادا کرنے کی شرط کو پورا کردیتا ہے یا سورۂ فاتحہ کو قراءت میں بھی شامل نہیں کیا جاسکتا؟ اگر سورۂ فاتحہ قراءت میں شامل نہیں تو پھر فرض ادا ہونے سے رہ گیا، سجدۂ سہو کس طرح اس کی کو پوری کردے گا؟

جواب:… نماز میں مطلق قراءت فرض ہے،(۴) اور معین طور پر سورۂ فاتحہ پڑھنا اور اس کے ساتھ کوئی سورۃ ملانا (یا ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں) یہ دونوں واجب ہیں،(۵) اس لئے اگر بالکل ہی قراءت نہیں کی تو نماز نہیں ہوئی، اور اگر سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی یا

---

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۵ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) ولو قرأ القرآن في ركوعه أو في سجوده أو في قيامه لا سهو عليه لأنه ثناء، وهٰذه الأركان موضع الثناء۔ (بدائع الصنائع ج:۱ ص:۱۷۲، بيان محل السجود للسهو)۔

(۳) (وإن قرأ الفاتحة) في احدى (الأخريين مرتين أو ضم فيهما) إليهما (سورة) وكذا لو قرأ السورة دون الفاتحة (أو قرأ التشهد مرتين .... اما تكرار الفاتحة وضم السورة فلأن الأخريين محل القراءة مطلقًا ولم يلزم منه ترك الواجب ولا تأخيره۔ (حلبي كبير ص:۴۶۰، طبع سهيل اكيڈمي لاهور)۔

(۴) قوله والقراءة لقوله تعالىٰ: فاقرؤا ما تيسر من القرآن، وحكى الشارح الإجماع علىٰ فرضيتها۔ (البحر الرائق، باب صفة الصلوٰة، ج:۱ ص:۳۰۸، طبع بيروت)۔

(۵) وتجب قراءة الفاتحة وضم السورة أو ما يقوم مقامها ... إلخ۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۷۱، باب صفة الصلوٰة)۔

سورۃ نہیں ملائی تو سجدۂ سہو واجب ہوگا،[۱] اور سجدۂ سہو کر لینے سے نماز صحیح ہوگئی۔

ظہر اور عصر میں بھول کر فاتحہ بلند آواز سے شروع کردی تو کیا سجدۂ سہو کرنا ہوگا؟

سوال:... ظہر اور عصر میں اِمام بھولے سے فاتحہ جہر سے شروع کردے اور معاً یاد آتے ہی چپ ہوجائے تو کیا نماز توڑ دے؟ اور سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟

جواب:... اگر تین سے کم آیتیں پڑھیں تھیں تو سجدۂ سہو واجب نہیں، اگر پوری رکعت میں قراءت بلند آواز سے کی تو سجدۂ سہو واجب ہوگا۔[۲]

دُعائے قنوت بھول جائے تو سجدۂ سہو کرے

سوال:... نمازِ وتر کی تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورۃ پڑھ کر رُکوع میں چلے جائیں، دُعائے قنوت پڑھنا بھول جائے تو کیا کریں؟ آیا نماز دُہرائے یا واپس لوٹ جائے؟ تفصیل سے جواب سے نوازیئے۔

جواب:... دُعائے قنوت واجب ہے، اگر بھول جائے تو سجدۂ سہو کر لینے سے نماز صحیح ہوجائے گی۔[۳]

التحیات کے بعد غلطی ہوجائے تو کیا سجدۂ سہو کرنا ہوگا؟

سوال:... نماز میں کوئی غلطی ہوجائے تو سجدۂ سہو کرتے ہیں، لیکن اگر التحیات کے بعد کوئی غلطی ہوجائے تو کیا کریں؟ یا اگر نماز کے درمیان کوئی غلطی ہوجائے اور سلام پھیرنے کے بعد یاد آئے تو کیا کریں؟

جواب:... آخری التحیات کے بعد سہو ہوجائے تو سجدۂ سہو نہیں،[۴] نماز پوری ہوگئی، سلام پھیرنے کے بعد یاد آیا کہ میرے ذمہ سجدۂ سہو تھا تو اگر سلام پھیر کر ابھی اپنی جگہ بیٹھا ہے، نماز کے منافی کوئی کام نہیں کیا تو سجدۂ سہو کرکے پھر سے التحیات پڑھے اور اگر اپنی جگہ سے اُٹھ چکا ہے یا نماز کے منافی کوئی کام کرلیا تو نماز دوبارہ پڑھے۔[۵]

چار رکعت سنتِ مؤکدہ کے درمیانی قعدہ میں التحیات سے زیادہ پڑھنے پر سجدۂ سہو

سوال:... ظہر کی چار مؤکدہ سنتیں پڑھیں، درمیان والے قعدہ میں دُرود شریف دُعا وغیرہ بھی پڑھ لی تو آیا سجدۂ سہو کرنا

---

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر۱، ۲ ملاحظہ فرمائیں، نیز ص:۵۱ کا حاشیہ نمبر۱۔

(۲) لو جهر فيما يخافت أو خافت فيما يجهر وجب عليه سجود السهو، واختلفوا في مقدار ما يجب به السهو منهما قيل يعتبر في الفصلين بقدر ما تجوز به الصلٰوة وهو الأصح ولا فرق بين الفاتحة وغيرها ...إلخ۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۱۲۸)۔

(۳) ومنها القنوت فإذا تركه يجب عليه السهو۔ (فتاویٰ عالمگیری ج:۱ ص:۱۲۸، باب سجود السهو)۔

(۴) لو شك بعد الفراغ منها أو بعد ما قعد قدر التشهد لا يعتبر۔ (شامی ج:۲ ص:۹۲، كتاب الصلاة، باب سجود السهو)۔

(۵) ان السجود لا يسقط بالسلام ولو عمدًا إلّا إذا فعل فعلًا يمنعه من البناء بأن تكلم أو قهقه أو أحدث عمدًا أو خرج من المسجد أو صرف وجهه من القبلة۔ (بدائع الصنائع ج:۱ ص:۱۷۵، فصل في بيان من يجب عليه سجود السهو ...إلخ)۔

پڑے گا یا نہیں؟ جبکہ فرضوں میں ایسا ہو جانے سے سجدۂ سہو کرنا پڑتا ہے۔

جواب:... چار رکعت والی مؤکدہ سنتوں کے پہلے قعدہ میں اگر بھول کر دُرود شریف پڑھ لے تو بعض کے نزدیک سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا، مگر صحیح یہ ہے کہ اس سے سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے، اس لئے احتیاط کی بات یہی ہے کہ سجدۂ سہو کرے۔ (۱)

سوال:... چار رکعت فرض یا سنت نماز میں دو رکعت پڑھنے کے بعد کوئی آدمی غلطی سے التحیات پڑھے بغیر کھڑا ہو جائے اور تیسری رکعت میں بیٹھ کر التحیات پڑھے اور پھر کھڑا ہو کر چوتھی رکعت پڑھے، اس کے بعد سجدۂ سہو کر لے، تو کیا اس کی نماز ہو جائے گی یا لوٹانی پڑے گی؟

جواب:... اسے تیسری رکعت پر نہیں بیٹھنا چاہئے، بلکہ آخری قعدہ میں سجدۂ سہو کر لینا چاہئے، چونکہ سجدۂ سہو کر لیا، اس لئے نماز صحیح ہوگئی۔ (۲)

سجدۂ سہو کے بعد غلطی سے دو دفعہ تشہد پڑھ لے تو دوبارہ سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں

سوال:... اگر سجدۂ سہو کے بعد غلطی سے دو دفعہ تشہد پڑھ لیا تو اَب دوبارہ سجدۂ سہو کرنا پڑے گا؟

جواب:... دوبارہ سجدۂ سہو کرنے کی ضرورت نہیں۔ (۳)

دُرود شریف اور دُعا کے بعد سجدۂ سہو کیا تو کوئی حرج نہیں

سوال:... سجدۂ سہو تو آخری رکعت میں "التحیات" کے بعد ایک طرف سلام پھیر کر کیا جاتا ہے، مگر میں دُرود اور دُعا بھی پڑھ لیتا ہوں، سجدۂ سہو کس وقت کرنا چاہئے؟ آیا شروع سے نماز پڑھنی ہوگی یا نماز اَدا ہوگئی؟

جواب:... اگر دُرود شریف پڑھنے کے بعد سجدۂ سہو کیا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں، سجدۂ سہو کے بعد دوبارہ التحیات پڑھیں اور دُرود شریف اور دُعا پڑھ کر نماز پوری کریں۔ (۴)

التحیات میں کلمہ شہادت کے بعد وضو کی دُعا زبان سے نکل گئی تو سجدۂ سہو نہیں

سوال:... ایک مرتبہ میں نے التحیات میں کلمہ شہادت کے بعد بھول کر وضو کی دُعا پڑھ دی قعدۂ اخیرہ میں، جلدی میں تھا، اس

---

(۱) ولو كرر التشهد في القعدة الأولى فعليه السهو وكذا لو زاد على التشهد الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم كذا في التبيين وعليه الفتوى كذا في المضمرات. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۲۷).

(۲) كل قعدة ليست أخيرة سواء كان في الفرض أو في النفل فإنه يلزمه سجود السهو بتركها ساهيًا ... إلخ. (البحر الرائق ج:۲ ص:۱۰۲، طبع بيروت، كتاب الصلاة، باب سجود السهو).

(۳) لو شك بعد الفراغ منها أو بعد ما قعد قدر التشهد لا يعتبر. (شامی ج:۲ ص:۹۲، كتاب الصلاة، باب سجود السهو).

(۴) وكيفيته أن يكبّر بعد سلامه الأوّل ويخر ساجدًا ويسبح في سجوده ثم يتشهد ثانيًا ... إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۲۵ الباب الثاني عشر في سجود السهو، طبع رشيديه كوئٹه).

لئے غلطی سے یہ الفاظ اَدا ہوگئے، میں نے سجدۂ سہو تو کرلیا تھا، یہ بتائیے کہ نماز ہوئی کہ نہیں؟ آیا ایسی حالت میں سجدۂ سہو کرنا چاہئے یا نماز دُہرانی چاہئے؟

جواب:… اس سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوا، نماز ہوگئی۔ (۱)

وتر کی نماز میں بھی پہلا قعدہ واجب ہے

سوال:… تین رکعت وتر نماز میں دو رکعت کے بعد تشہد میں بیٹھنا چاہئے یا نہیں؟

جواب:… وتر کی نماز میں بھی دو رکعت پر قعدہ واجب ہے،(۲) اگر بیٹھنا بھول جائے تو سجدۂ سہو لازم ہوگا۔ (۳)

وتروں میں دو رکعت کے بعد غلطی سے سلام پھیرنے پر تصحیح

سوال:… وتر میں دو رکعت کے بعد غلطی سے سلام پھیر لیا جائے اور فوراً ہی غلطی کا احساس ہوجائے تو ساتھ ہی تیسری رکعت مکمل کرکے سجدہ کرلیں یا پھر نئے سرے سے وتر پڑھنے پڑھیں گے؟

جواب:… سجدۂ سہو کرلینا کافی ہے۔ (۴)

کیا التحیات میں تھوڑی دیر بیٹھنے والا سجدۂ سہو کرے گا؟

سوال:… عصر کے چار فرض الگ پڑھ رہے ہوں، پہلی رکعت کے دُوسرے سجدے کے بعد دُوسری رکعت سمجھ کر التحیات میں تھوڑی دیر ٹھہر گئے، ابھی التحیات پڑھنا شروع نہیں کیا تھا کہ یاد آجائے کہ یہ تو پہلی رکعت ہے، کھڑے ہوجائیں، تو کیا سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟ اور کیا اسی صورت میں ہمیں دُوسری رکعت کے لئے کھڑا ہونا چاہئے جب تک کہ التحیات مکمل نہ ہوجائے۔

جواب:… ذرا سی دیر ٹھہرنے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا، یاد آنے پر فوراً کھڑے ہوجانا چاہئے، ذرا سی دیر سے مراد یہ ہے کہ تین مرتبہ ''سبحان اللہ'' کہنے کی مقدار نہ ٹھہرے۔ (۵)

---

(۱) وإذا كان آخر الصلاة دعا لنفسه بما شاء۔ (هداية ج:۱ ص:۱۱۱ باب صفة الصلاة، طبع مكتبه شركت علميه)۔

(۲) وتجب القعدة الأولى قدر التشهد إذا رفع رأسه من السجدة الثانية في الركعة الثانية في ذوات الأربع والثلاث وهو الأصح، هكذا في الظهيرية۔ (عالمگيرى ج:۱ ص:۷۱، كتاب الصلاة، الباب الرابع، الفصل الثاني عشر في واجبات الصلاة)۔

(۳) ثم ذكر التشهد يحتمل القعدة الأولى والثانية والقراءة فيهما وكل ذالك واجب وفيها سجدة السهو هو الصحيح۔ (هداية ج:۱ ص:۱۵۸، كتاب الصلاة، باب سجود السهو)۔

(۴) ويسجد للسهو ولو مع سلامه ناويًا للقطع ما لم يتحول عن القبلة أو يتكلم لبطلان التحريمة ...إلخ۔ (رد المحتار ج:۲ ص:۹۱، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، طبع سعيد)۔

(۵) والتأخير اليسير وهو ما دون ركن معفو عنه ...إلخ۔ (شامي ج:۱ ص:۴۶۰ باب سجود السهو، طبع سعيد)۔ أيضًا: وعلى قياس ما تقدم أن يعتبر الركن مع سنته وهو مقدر بثلاث تسبيحات ...إلخ۔ (مراقي الفلاح ص:۲۵۸، باب سجود السهو طبع سعيد)۔

التحیات کی جگہ سورۃ پڑھنے پر سجدۂ سہو کرے

سوال:... نماز پوری کرنے کے لئے جب التحیات پڑھتے ہیں، تو اگر التحیات کی جگہ کوئی سورۃ پڑھ لیں یا التحیات غلط پڑھ لیں تو کیا سجدۂ سہو کرنا چاہئے یا نہیں؟

جواب:... اس صورت میں سجدۂ سہو واجب ہے۔[1]

التحیات کی جگہ الحمد پڑھنے والا سجدۂ سہو کرے

سوال:... بعض اوقات نماز میں التحیات کے وقت الحمد شریف غلطی سے پڑھی جاتی ہے، اور ایسا عموماً نفل کی نماز میں ہوتا ہے، جبکہ نفل بیٹھ کر پڑھے جاتے ہیں، سجدۂ سہو سے نماز ادا ہو جاتی ہے یا دوبارہ ادا کرنی ہوگی؟

جواب:... سجدۂ سہو کرنے سے نماز ہو جائے گی۔[2] نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے، مگر افضل یہ ہے کہ کھڑا ہو کر پڑھے، بیٹھ کر پڑھنے سے ثواب آدھا رہ جاتا ہے۔[3]

کیا رُکوع کی تکبیر بھول جانے سے سجدۂ سہو لازم آتا ہے؟

سوال:... اگر کوئی شخص قیام سے رُکوع میں جاتے ہوئے "اللہ اکبر" کہنا بھول جائے تو سجدۂ سہو تو لازم نہیں آتا؟

جواب:... سجدۂ سہو واجب کے چھوڑنے پر واجب ہوتا ہے، رُکوع اور سجدے کی تکبیریں سنت ہیں، واجب نہیں، اگر کوئی ان کو بھول کر نہ کہے تو سجدۂ سہو واجب نہیں۔[4]

تین سجدے کرنے پر سجدۂ سہو واجب ہے

سوال:... بندے نے آج عصر کی نماز قریبی مسجد میں ادا کی جماعت کے ساتھ، جب اِمام صاحب چوتھی رکعت کے سجدے میں گئے تو بجائے دو سجدوں کے تین سجدے کئے، کیا اس طرح یہ نماز ہوگئی؟ جبکہ ایک سجدہ زائد ہے۔

---

(۱) واذا قرأ الفاتحة مكان التشهد فعليه السهو وكذٰلك إذا قرأ الفاتحة ثم التشهد كان عليه السهو. (عالمگيرى ج:۱ ص:۱۲۷ كتاب الصلاة، الباب الثانى عشر فى سجود السهو).

(۲) أيضًا.

(۳) يجوز النفل قاعدًا ولٰكن له نصف أجر القائم ...إلخ. (مراقى الفلاح ص:۲۲۰ كتاب الصلاة، فصل فى صلاة النفل جالسًا، طبع مير محمد كتب خانه).

(۴) ولَا يجب بترك .... تكبيرات الْإنتقالَات ...إلخ. (عالمگيرى، كتاب الصلاة، الباب الثانى عشر فى سجود السهو ج:۱ ص:۱۲۶). أيضًا: فلا يجب بترك السُّنن والمستحبات .... وتكبيرات الإنتقالَات والتسبيحات ...إلخ. (حلبى كبير ص:۴۵۵ فصل فى سجود السهو).

جواب:... اگر کسی رکعت میں بھول کر دو کے بجائے تین سجدے کرے تو اس سے سجدۂ سہو واجب ہوجاتا ہے۔[1] پس اگر آپ کے اِمام صاحب نے سجدۂ سہو کرلیا تھا تو نماز ہوگئی، اور اگر سجدۂ سہو نہیں کیا تھا تو اس نماز کا لوٹانا واجب ہے۔[2]

تکبیر کی جگہ "سمع اللہ لمن حمدہ" کہہ دیا تو کیا سجدۂ سہو کرنا ہوگا؟

سوال:... نمازِ فجر میں ہماری مسجد کے اِمام صاحب نے سجدے کی حالت میں اللہ اکبر کے بجائے سمع اللہ کہتے ہوئے پھر اللہ اکبر کہہ کر بغیر سجدۂ سہو کے نماز پوری کرلی۔ کیا ہماری نماز بغیر سجدۂ سہو کے ہوگئی یا نہیں؟

جواب:... تکبیر کے بجائے سمع اللہ یا سمع اللہ کے بجائے تکبیر کہہ دی جائے تو سجدۂ سہو لازم نہیں آتا۔[3]

اگر درمیانی قعدہ میں بیٹھنا بھول جائے تو کیا کرے؟

سوال:... اگر ایک آدمی چار رکعت نماز ادا کر رہا ہو، دو رکعت کے بعد التحیات میں نہ بیٹھے اور سیدھا کھڑا ہوجائے اور پھر جب کھڑا ہو تو یاد آئے کہ میں التحیات میں نہیں بیٹھا تو اس صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

جواب:... پہلا قعدہ واجب ہے،[4] اور اگر نماز کا واجب بھول جائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی، بلکہ سجدۂ سہو لازم آتا ہے،[5] اس لئے اگر کوئی شخص بھولے سے کھڑا ہوگیا تو اب نہ بیٹھے، بلکہ آخر میں سجدۂ سہو کرلے، نماز صحیح ہوجائے گی۔[6]

درمیانی قعدہ میں اگر دُرود بھی پڑھ لیا تو کیا سجدہ کرنا ہوگا؟

سوال:... تین یا چار رکعت والی نماز میں پہلی التحیات میں بیٹھے تو تشہد کے بعد بھول کر دُرود شریف بھی پڑھ گئے، آدھا یا

---

(۱) وذکر فی الذخیرة ان سجود السهو یجب بستة أشیاء .... ویجب بتکرار الرکن هٰذا الثالث من الستة نحو أن یرکع مرتین أو یسجد ثلاث مرات ...إلخ۔ (حلبی کبیر ص:۴۵۶ فصل فی سجود السهو، طبع سهیل اکیڈمی لاهور)۔

(۲) (ولها واجبات) لَا تفسد بترکها، وتعاد وجوبًا فی العمد والسهو إن لم یسجد .... (قوله وتعاد وجوبًا) أی بترک هٰذه الواجبات أو واحد منها .... (قوله: إن لم یسجد له) أی للسهو، وهٰذا قید لقوله والسهو، إذ لَا سجود فی العمد۔ (ردالمحتار مع الدر المختار ج:۱ ص:۴۵۶، باب صفة الصلاة، مطلب واجبات الصلاة، طبع ایچ ایم سعید۔ أیضًا: البحر الرائق ج:۱ ص:۵۱۵، باب صفة الصلاة، طبع رشیدیه)۔

(۳) لَا یجب بترک سنة .... والتسمیع والتحمید ...إلخ۔ (البحر الرائق ج:۲ ص:۱۰۶، طبع بیروت، أیضًا: فتاویٰ عالمگیری ج:۱ ص:۱۲۶، کتاب الصلاة، الباب الثانی عشر، فی سجود السهو)۔

(۴) ثم واجبات الصلاة أنواع .... ومنها القعدة الأولٰی حتّٰی لو ترکها یجب علیه السهو کذا فی التبیین۔ (فتاویٰ عالمگیری ج:۱ ص:۱۲۶، ۱۲۷، کتاب الصلاة، الباب الثانی عشر فی سجود السهو، طبع رشیدیه)۔

(۵) سجود السهو واجبة .... فلیعلم أنه لَا یجب إلّا بترک الواجب من واجبات الصلاة۔ (حلبی کبیر ص:۴۵۵، فصل فی سجود السهو، طبع سهیل اکیڈمی)۔

(۶) (سها عن القعود الأوّل من الفرض ثم تذکره، عاد إلیه) وتشهد، ولَا سهو علیه فی الأصح (ما لم یستقم قائمًا) فی ظاهر المذهب وهو الأصح (وإلّا) أی وإن استقام قائمًا (لَا، وسجد للسهو)۔ (درمختار ج:۲ ص:۸۳، ۸۴، باب سجود السهو، طبع ایچ ایم سعید، أیضًا: بخاری ج:۱ ص:۱۶۳، کتاب التهجد، باب ما جاء فی السهو إذا قام من رکعتی الفریضة، طبع قدیمی)۔

پورا، تو اس صورت میں کیا کرنا ہوگا؟ جیسے ہی یاد آئے آدھا دُرود شریف چھوڑ کر کھڑے ہوجائیں یا پھر کیا کریں؟

جواب:... دُرود شریف کو درمیان میں چھوڑ کر کھڑے ہوجائیں، اور اس بھول پر سجدۂ سہو کرلیں۔ (۱)

قعدۂ اُولیٰ میں بھول کر کھڑا ہونے والا یاد دِلانے پر بیٹھ کر سجدۂ سہو کرنے والے کی نماز

سوال:... چار فرضوں کی نماز میں ہمارے حافظ صاحب قعدۂ اُولیٰ میں نہیں بیٹھے، اور حافظ صاحب بالکل سیدھے ہوگئے اور ہم نے اللہ اکبر کرکے بٹھادیا، اور پھر التحیات پڑھ کے دو رکعتیں پوری کیں، اور بعد میں سجدۂ سہو دِیا، معلوم یہ کرنا ہے کہ ہماری نماز ہوگئی؟

جواب:... اگر دو رکعتوں پر سیدھا کھڑا ہوجائے تو دوبارہ نہیں بیٹھنا چاہئے، بلکہ سجدۂ سہو کرلینا چاہئے، تاہم اگر دوبارہ لوٹ آیا اور سجدۂ کرلیا تو نماز ہوگئی۔ (۲)

دُوسری رکعت میں سورۃ پڑھنے نہ پڑھنے میں یا پہلے قعدہ میں شک ہو تو سجدۂ سہو ضروری ہے

سوال:... ایک شخص کو شک ہوجائے کہ میں نے دُوسری رکعت میں سورۃ پڑھی ہے یا کہ نہیں؟ یا شک ہوجائے کہ میں نے پہلا قعدہ کیا یا کہ نہیں؟ تو اگر شک کی بنا پر سجدۂ سہو کرلیا جائے تو نماز ہوجائے گی؟

جواب:... اگر واجب کے رہ جانے میں شک ہوجائے تو سجدۂ سہو کرلینا ضروری ہے۔ (۳)

درمیانی قعدہ بھول کر کھڑا ہوگیا تو واپس نہ لوٹے بلکہ آخر میں سجدۂ سہو کرلے

سوال:... ایک مرتبہ ہمارے اِمام صاحب سہواً دُوسری رکعت کے بعد قعدہ کئے بغیر اُٹھ کھڑے ہوئے، نمازیوں نے ''اللہ اکبر'' کہہ کر یاددہانی کرائی، مگر چونکہ وہ یاددہانی سے قبل ہی سیدھے کھڑے ہوگئے تھے، اس لئے انہوں نے نماز جاری رکھی، اور آخری رکعت میں سجدۂ سہو کیا۔ پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ قیام کی حالت سے قعدہ میں آنے سے زیادہ بہتر ہے کہ سجدۂ سہو کیا جائے۔ غالباً انہوں نے واجب اور سنت کے الفاظ بھی اِستعمال کئے تھے، آپ بتلایئے کہ کیا اِمام صاحب نے دُرست کیا تھا کہ نہیں؟

---

(۱) لو كرر التشهد في القعدة الأولى فعليه السهو وكذا لو زاد على التشهد الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۲۷، كتاب الصلاة، الباب الثاني عشر في سجود السهو، طبع رشيديه).

(۲) فلو عاد إلى القعود بعد ذٰلك تفسد صلاته لرفض الفرض لما ليس بفرض، وصححه الزيلعي وقيل لَا تفسد لٰكنه يكون مسيئًا ويسجد لتأخير الواجب، وهو الأشبه كما حققه الكمال وهو الحق بحر ...إلخ. درمختار وفي الشامية: قوله بعد ذٰلك أي بعدها ما استقام قائمًا ...إلخ. قوله لٰكنه يكون مسيئًا أي يأثم كما في الفتح. (رد المحتار ج:۲ ص:۸۴، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، طبع ايچ ايم سعيد).

(۳) وكذا إن شك انه الظهر أو في العصر مثلًا أو شك انه صلّى ثلاثًا أو أربعًا وشغله عن التسليم ونحو ذٰلك أو فرغ من الفاتحة وتفكر أي سورة يقرأ وطال تفكره يجب عليه سجود السهو ...إلخ. (حلبي كبير ص:۴۶۵، فصل في سجود السهو، طبع سهيل اكيڈمي لَاهور).

جواب:... اِمام صاحب نے ٹھیک کیا، پہلا قعدہ چھوڑ کر اگر آدمی سیدھا کھڑا ہوجائے تو واپس نہیں لوٹنا چاہئے، آخر میں سجدۂ سہو کرلینا چاہئے۔ (۱)

اگر قعدۂ اُولیٰ کا اشتباہ ہوگیا تو سجدۂ سہو کرے

سوال:... اگر نماز میں یہ بھول جائے کہ قعدۂ اُولیٰ ہوا یا نہیں؟ تو آخر میں کیا کرنا چاہئے؟

جواب:... اگر سوچنے کے بعد غالب خیال یہی ہو کہ قعدہ اُولیٰ نہیں کیا تو سجدۂ سہو کرے۔ (۲)

بھول کر اِمام کا آخری قعدہ میں کھڑے ہونا

سوال:... ایک مسجد میں جماعت ہو رہی تھی، اِمام صاحب آخری قعدہ میں بغیر التحیات پڑھے بالکل سیدھے کھڑے ہوگئے، مگر لوگوں کے ''اللہ اکبر'' کہنے پر بیٹھ گئے، سجدۂ سہو کیا اور نماز ختم کردی۔ سائل اور اس کے دوست کا موقف یہ تھا کہ نماز دوبارہ پڑھائی جائے، کیونکہ آخری قعدہ فرض ہے اور وہ ادا نہیں ہوا، لوگ نہیں مانے اور سائل اور اس کے دوست نے نماز دوبارہ پڑھ لی۔ اگلی نماز میں سائل موجود نہ تھا، لیکن سنا ہے کہ اِمام صاحب نے بہشتی زیور پڑھ کر لوگوں کو بتایا کہ ان کا طریقہ ٹھیک تھا، اور نماز ہوگئی ہے، اس بات کا تو مجھے یقین ہے کہ قعدہ فرض کے ادا نہ کرنے پر نماز نہیں ہوتی، لیکن پھر خیال آیا کہ شاید جماعت میں اس کی رعایت دی گئی ہو اور اِمام صاحب ہی کا موقف صحیح ہو، آپ اس کا صحیح حل بتادیں۔

جواب:... آخری قعدہ فرض ہے، اگر کوئی شخص بھول کر کھڑا ہوجائے تو جب تک پانچویں رکعت کا سجدہ نہیں کیا، اس کو لوٹ آنا چاہئے، فرض میں تأخیر کی وجہ سے اس پر سجدۂ سہو واجب ہے اور نماز ہوگئی۔ لیکن اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کرلیا تو فرض نماز باطل ہوگئی، ایک اور رکعت ملاکر نماز پوری کرلے اور فرض نئے سرے سے پڑھے۔ (۳)

آپ نے جو صورت لکھی ہے، اس میں اِمام صاحب کا موقف صحیح ہے، کیونکہ اس میں فرض ترک نہیں ہوا، بلکہ فرض میں تأخیر ہوئی تھی، جس کی تلافی سجدۂ سہو سے ہوگئی۔

---

(۱) السادس القعود الأوّل وكذا كل قعده ليست أخيرة سواء كان في الفرض أو في النفل فانه يلزمه سجود السهو بتركها ساهيًا. (البحر الرائق ج:۲ ص:۱۰۲ باب سجود السهو، طبع دار المعرفة بيروت). أيضًا: سها عن القعود الأوّل من الفرض ثم تذكره، عاد إليه وتشهد، ولَا سهو عليه في الأصح ما لم يستقم قائمًا في ظاهر المذهب وهو الأصح وإلّا أي وإن إستقام قائمًا لَا وسجد للسهو. (درمختار ج:۲ ص:۸۳، باب سجود السهو).

(۲) ایضاً۔

(۳) (وان سها عن الأخير عاد ما لم يسجد) لأن فيه إصلاح صلاته .... (وسجد للسهو) لتأخيره فرضًا وهو القعود الأخير .... (فإن سجد بطل فرضه برفعه) لأنه استحكم شروعه في النافلة قبل إكمال أركان المكتوبة ...إلخ. (البحر الرائق ج:۲ ص:۱۱۰، ۱۱۱، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، طبع دار المعرفة بيروت، أيضًا: رد المحتار ج:۲ ص:۸۷، كتاب الصلاة، باب سجود السهو).

اِمام قراءت میں درمیان سے کوئی آیت چھوڑ دے تو کیا سجدۂ سہو ہے؟

سوال:... جہری نماز کے اندر قراءت کے دوران اِمام نے تقریباً تین آیات سے زیادہ پڑھنے کے بعد پوری ایک آیت چھوڑ دی، یا کچھ لفظ چھوڑ کر اسی سورۃ کو آگے سے پڑھنے لگے، نہ ہی مقتدی ٹوک سکے، کیا نماز کا اعادہ کرنا چاہئے یا سجدۂ سہو کافی ہوگا؟

جواب:... اگر پوری آیت چھوڑ دی گئی یا کچھ الفاظِ قرآنیہ چھوڑ دیئے گئے اور اس کے چھوڑنے سے معنی کے اندر کوئی تبدیلی پیدا نہ ہوئی تو ایسی صورت میں نہ نماز کا اعادہ واجب ہے، نہ سجدۂ سہو لازم ہے، نماز دُرست ہوگی۔ [1]

لقمہ دینے پر صحیح پڑھ لینے سے سجدۂ سہو لازم نہیں

سوال:... ہمارے محلے میں ایک مسجد ہے، میں اس مسجد میں نماز پڑھتا ہوں، اتفاق سے ایک دن اِمام صاحب کسی کام سے باہر گئے ہوئے تھے، لہٰذا ہم نمازیوں نے کسی دُوسرے آدمی کو اِمامت کے لئے کہا، وہ نماز پڑھانے لگے تو ان صاحب سے قراءت میں دو مقام پر غلطی ہوئی، اور نمازیوں نے ان کو لقمہ دیا اور قراءت کو صحیح پڑھایا اور اس طرح نماز ختم ہوئی، نماز جیسے ہی ختم ہوئی تو کچھ نمازیوں نے کہا کہ اِمام صاحب کو سجدۂ سہو کرنا چاہئے، لہٰذا نماز دوبارہ ادا کریں، اور کسی نے کہا کہ نماز صحیح ہوگئی، لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ سوال یہ ہے کہ اِمام صاحب سے فرض نماز میں غلطی ہوجائے (جیسی اُوپر بیان کی گئی ہے) تو کیا سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب:... اِمام صاحب کے قراءت میں بھول جانے اور پھر لقمہ دینے پر صحیح پڑھ لینے سے سجدۂ سہو لازم نہیں آتا، نماز صحیح ہوگئی۔ [2]

''مسبوق'' اور ''لاحق'' کے سجدۂ سہو کا حکم

سوال:... ہمارے اِمام صاحب مغرب کی نماز پڑھا رہے تھے اور دُوسری رکعت میں جب وہ التحیات پڑھنے بیٹھے تو اُٹھنا بھول گئے اور مزید پڑھتے رہے، پیچھے سے کسی نے ''اللہ اکبر'' کہا، اِمام صاحب اُٹھے، تیسری رکعت میں ایک مقتدی آکر شامل ہوئے، اِمام نے سجدۂ سہو کیا، ساتھ ہی بعد میں آنے والے مقتدی نے بھی سجدۂ سہو کیا، اِمام نے سلام کہا، مقتدی کھڑا ہوگیا، جب مقتدی اپنی آخری رکعت میں التحیات پڑھ رہا تھا تو ہمارے گاؤں کے مولانا صاحب نے اس سے کہا کہ سجدۂ سہو کرو، اس نے نہ کیا، حالانکہ غلطی اِمام صاحب نے کی تھی اور مقتدی نے اس کے ساتھ سجدۂ سہو بھی کیا تھا، مگر اِمام کا کہنا ہے کہ اس کو اپنی رکعت میں بھی سجدۂ سہو کرنا چاہئے تھا۔ اِمام صاحب کے پاس ایک کتاب ''رُکنِ دین'' ہے، جس میں لکھا ہوا ہے کہ مقتدی کو اپنی آخری رکعت میں سجدۂ سہو کرنا چاہئے، جبکہ ہم نے دُوسری کتابوں میں دیکھا، مگر وہاں لکھا ہے کہ سجدۂ سہو نہیں ہوگا۔ ہم سب اہلِ سنت سے تعلق رکھتے ہیں اور اس مسئلہ کا جواب

---

(۱) ومنها حذف حرف وان لم يكن على وجه الإيجاز والترخيم فإن كان لَا يغير المعنى لَا تفسد صلاته ... إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۷۹، کتاب الصلاة، الفصل الخامس في زلة القارى).

(۲) بخلاف فتحه على إمامه فإنه لَا يفسد مطلقًا لفاتح وآخذ بكل حال ... إلخ. (رد المحتار مع در مختار ج:۱ ص:۶۲۲ باب ما لَا يفسد الصلاة وما يكره فيها، طبع سعيد).

براہِ کرم قرآن وحدیث اور فقہِ حنفی کی روشنی میں تحریر فرمائیں، کیونکہ اس نمازی نے اس مسئلے پر اِمام سے جھگڑے کی بنیاد پر اِمام کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دی ہے، مقتدی نے کئی جگہ سے تصدیق کروائی تو جواب ملا کہ سجدۂ سہو نہیں ہوگا، جبکہ اِمام صاحب یہ بات کہتے ہیں کہ جو اس کتاب میں لکھا ہے وہ صحیح ہے۔ اِمام صاحب اپنی اس ایک بات پر ڈٹے ہوئے ہیں، اور تصدیق نہیں کرواتے۔ اور یہ بھی آپ بتائیں کہ اس جھگڑے میں مقتدی نے اِمام صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دی ہے اور کیا مقتدی کا یہ فعل صحیح ہے یا کہ غلط؟ اور مقتدی نماز گھر میں پڑھتا ہے۔ جن صاحب نے یہ کتاب لکھی ہے ان کا نام یہ ہے: ''حضرت مولانا شاہ رُکن الدین صاحب''، اس کتاب میں یہ سوال ہے کہ اگر لاحق کے اِمام نے اپنے سہو سے سجدہ کیا تو یہ لاحق کیا کرے؟ اور اس کا جواب یہ ہے کہ اِمام کے سہو سے لاحق پر بھی سجدۂ سہو واجب ہے، اب لاحق نماز کے آخر میں سجدہ کرے جیسے اس کے اِمام نے آخر میں کیا ہے، اور اگر اِمام کے ساتھ کرلے گا تو پھر دوبارہ اس کو کرنا چاہئے (درمختار)۔

جواب:... جو شخص دُوسری یا بعد کی کسی رکعت میں آکر جماعت میں شامل ہوا ہو، اس کو ''مسبوق'' کہتے ہیں[1] مسبوق کو چاہئے کہ جب اِمام سجدۂ سہو کرے تو یہ سلام پھیرے بغیر اِمام کے ساتھ سجدہ کرلے، اور پھر اِمام کی نماز ختم ہونے کے بعد اپنی رہی ہوئی رکعت یا رکعتیں پوری کرے، ان رکعتوں میں اگر اس کو کوئی سہو ہوجائے تو دوبارہ سجدۂ سہو کرے گا، ورنہ نہیں۔[2] درمختار میں ہے:

''والمسبوق یسجد مع إمامه مطلقًا سواء کان السهو قبل الإقتداء او بعده ثم یقضی ما فاته ولو سها فیه سجد ثانیًا۔'' (درمختار ج:۲ ص:۸۳)

''رُکنِ دین'' میں جو مسئلہ لکھا ہے، وہ صحیح ہے، مگر وہ ''مسبوق'' کا نہیں، بلکہ ''لاحق'' کا ہے، اور ''لاحق'' وہ شخص کہلاتا ہے جو ابتداء سے اِمام کے ساتھ شریک ہو، مگر کسی وجہ سے نماز کا آخری حصہ اسے اِمام کے ساتھ نہ ملا ہو۔[3] آپ کے اِمام صاحب سے یہ سہو ہوا کہ انہوں نے ''مسبوق'' اور ''لاحق'' کے درمیان فرق نہیں کیا، اس لئے ''لاحق'' کا مسئلہ ''مسبوق'' پر چسپاں کردیا۔

مسبوق اِمام کے پیچھے اگر بھول کر دُرود شریف پڑھ لے تو اس پر سجدۂ سہو نہیں

سوال:... نماز ابھی باقی ہے مگر ایک شخص (اِمام کی) آخری رکعت میں دُرود شریف بھی پڑھ لیتا ہے، تو کیا سجدۂ سہو لازم آتا ہے؟

---

(۱) والمسبوق من سبقه الإمام بها أی بکل الرکعات بأن اقتدی به بعد رکوع الأخیرة وقوله أو ببعضها أی بعض الرکعات۔ (درمختار مع ردالمحتار ج:۱ ص:۵۹۶ باب الإمامة)۔

(۲) ثم المسبوق إنما یتابع الإمام فی السهو أی فی سجدة السهو بأن سجد هو دون السلام بل ینتظر الإمام حتی یسلم فیسجد فیتابعه فی سجود السهو لا فی سلامه۔ (بدائع الصنائع ج:۱ ص:۱۷۶، فصل فی بیان من یجب علیه السهو ...إلخ)۔

(۳) واللاحق من فاتته الرکعات کلها أو بعضها لٰکن بعد إقتدائه بعذر کغفلة وزحمة وسبق حدث .... وکذا بلا عذر بأن سبق إمامه ...إلخ۔ (درمختار ج:۲ ص:۵۹۴، باب الإمامة، مطلب فی أحکام المسبوق والمدرک واللاحق)۔

جواب:... نہیں۔[1]

مسبوق اگر اِمام کے ساتھ سلام پھیر دے تو اب کیا کرے؟

سوال:... اگر ہم ایک یا دو رکعت کے بعد نماز میں شریک ہوتے ہیں لیکن اِمام کے ساتھ سلام پھیر لیتے ہیں تو اس صورت میں کیا ہمیں نماز دوبارہ ادا کرنی ضروری ہے یا نہیں؟

جواب:... نماز دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں، اگر اِمام کے ساتھ ہی سلام پھیرا تھا تو یاد آنے پر فوراً اُٹھ جائیں، اس صورت میں سجدۂ سہو کی بھی ضرورت نہیں، اور اگر امام کے بعد سلام پھیرا تو سجدۂ سہو لازم ہے۔[2]

جماعت سے چھوٹی ہوئی رکعتوں میں غلطی پر سجدۂ سہو کا حکم

سوال:... جماعت سے چھوٹی ہوئی رکعتوں میں اگر کوئی غلطی ہو جائے تو کیا سجدۂ سہو کرنا چاہئے؟

جواب:... اِمام کے فارغ ہونے کے بعد جو رکعتیں مسبوق ادا کرتا ہے، اس میں وہ منفرد یعنی تنہا نماز پڑھنے والے کے حکم میں ہوتا ہے، اس لئے ان میں اگر ایسی غلطی ہو جائے جس سے سجدۂ سہو لازم آتا ہو تو سجدۂ سہو واجب ہے۔[3]

بھول کر اِمام کے ساتھ سلام پھیرنے والا اگر فوراً سجدۂ سہو کرلے تو کیا حکم ہے؟

سوال:... میں اِمام کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا، مگر پہلی رکعت میں شامل نہ ہوسکا، سلام پھیرتے وقت میں نے بھی سلام پھیر لیا، لیکن فوراً یاد آگیا، لہٰذا میں نے سجدۂ سہو کیا اور اُٹھ کر ایک رکعت نماز پڑھ کر سلام پھیر لیا، کیا اس طریقے سے میری نماز صحیح ہوگئی؟ اگر جس رکعت میں غلطی ہو جائے تو اسی رکعت میں سجدۂ سہو کرنے میں کوئی حرج تو نہیں؟

جواب:... اگر بھول کر امام کے ساتھ سلام پھیر دے اور فوراً ہی یاد آجائے کہ میری رکعت باقی ہے تو اس سے سجدۂ سہو

---

(۱) (فإن سها المؤتم) حالة إقتدائه لم يلزم الإمام ولا المؤتم السجود، لأنه إذا سجد وحده كان مخالفًا لإمامه، وإن تابعه الإمام ينقلب الأصل متبعًا، قيدنا بحالة الإقتداء لأن المسبوق إذا سها فيما يقضيه يسجد له. (اللباب في شرح الكتاب ج:۱ ص:۱۰۳، سهو الإمام).

(۲) إن سلم قبل تسليم الإمام أو سلم معًا لا يلزمه .... وإن سلم بعد تسليم الإمام لزمه ... إلخ. (بدائع الصنائع ج:۱ ص:۱۷۶).

(۳) والمسبوق يسجد لسهوه فيما يقضي الصلاة. (فتاویٰ عالمگیری ج:۱ ص:۱۲۹، الباب الثاني عشر في سجود السهو). أيضًا: ولو سها المسبوق فيما يقضيه سجد له أي لسهوه أيضًا، ولا يجزيه سجوده مع الإمام. (مراقي الفلاح على هامش الطحطاوي ص:۲۵۳، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، طبع مير محمد كتب خانه، أيضًا: فتاویٰ شامي ج:۲ ص:۸۲، ۸۳ باب سجود السهو).

واجب نہیں ہوگا،(۱) سجدۂ سہو ہمیشہ آخری التحیات میں ادا کیا جاتا ہے، جس رکعت میں غلطی ہو، اسی میں ادا کرنا دُرست نہیں۔(۲)

ایک رکعت زیادہ پڑھ لی تو کیا سجدۂ سہو کرنے سے نماز ہوجائے گی؟

سوال:... مغرب کی نماز فرض میں اِمام صاحب نے تین کی جگہ چار رکعت پڑھادیں، سلام پھیرتے ہی لوگوں نے کہا کہ چار رکعت ہوئی ہیں، اِمام صاحب سجدۂ سہو میں چلے گئے اور نماز ختم کی اور کہا کہ جن لوگوں نے کہا تھا وہ نماز دوبارہ پڑھ لیں، باقی سب کی نماز ہوگئی، جبکہ اِمام صاحب جب چوتھی رکعت کے لئے کھڑے ہوئے تو مقتدیوں نے لقمہ بھی دیا تھا، مقتدیوں نے اِمام صاحب کو نماز دوبارہ پڑھانے کو کہا لیکن اِمام صاحب راضی نہ ہوئے، اور کہا کہ نماز ہوگئی، اس طرح تقریباً آدھے نمازیوں نے دوبارہ جماعت کرائی، آدھے اِمام صاحب کی بات پر رہے کہ نماز ہوگئی۔ اِمام صاحب نے نماز دوبارہ نہیں پڑھائی۔ آپ اب اس کو واضح کریں کہ نماز ہوئی یا نہیں؟ اس لئے کہ اگر نماز ہوگئی تو جن لوگوں نے دوبارہ نماز پڑھی ان کے لئے کیا حکم ہے؟ اور جن لوگوں نے نہیں پڑھی ان کے لئے کیا ہے؟

جواب:... اگر اِمام صاحب تیسری رکعت کے بعد التحیات میں بیٹھے تھے اور بجائے سلام پھیرنے کے چوتھی رکعت کے لئے کھڑے ہوگئے تو سجدۂ سہو کرنے سے ان کی اور جن مقتدیوں نے گفتگو نہیں کی تھی ان کی نماز ہوگئی،(۳) اور اگر تیسری رکعت پر بیٹھے نہیں تھے سیدھے کھڑے ہوگئے تھے تو کسی کی بھی نماز نہیں ہوئی، دوبارہ پڑھنا ضروری ہے۔(۴)

تین رکعت فرض کو بھول کر چار رکعت پڑھنا

سوال:... مغرب کی نماز میں اِمام صاحب آخری رکعت میں تشہد میں بیٹھے تھے، پیچھے سے کسی مقتدی نے ''سبحان اللہ'' کہا اور اس پر اِمام صاحب بیٹھے رہے، پھر کسی دُوسرے مقتدی نے ''سبحان اللہ'' کہا، اس پر اِمام صاحب کھڑے ہوگئے اور چوتھی رکعت پوری کرکے سجدۂ سہو کیا اور سلام پھیر دیا، کچھ لوگوں کے قول کے مطابق تین فرض ادا ہوگئے، جبکہ ایک زائد رکعت باطل ہوگئی، لیکن کچھ مقتدیوں کا خیال ہے کہ نماز دوبارہ پڑھنی چاہئے اس لئے کہ آخری قعدہ فرض ہے۔

جواب:... قعدۂ اخیرہ میں تشہد پڑھنے کی مقدار بیٹھنا فرض ہے، اگر قعدۂ اخیرہ بالکل ہی ترک کردیا جائے یا بقدرِ تشہد نہ بیٹھا

---

(۱) وان سلم (أی المسبوق) مع الإمام مقارنًا له أو قبله ساهیًا فلا سهو علیه لأنه فی حال إقتدائه، وإن سلّم بعده یلزمه السهو لأنه منفرد۔ (مراقی الفلاح علٰی هامش الطحطاوی ص:۲۵۳، باب سجود السهو)۔ أیضًا: المسبوق یتبع إمامه .... فإن سلم مع الإمام فإن کان عامدًا فسدت صلاته وإلّا لا۔ (ردالمحتار ج:۲ ص:۸۲ باب سجود السهو)۔

(۲) لأن سجود السهو أخر عن محل النقصان بالإجماع وإنما کان لمعنی ذٰلک المعنی یقتضی التأخیر عن السلام۔ (بدائع الصنائع ج:۱ ص:۱۷۳، فصل في بیان محل سجود السهو)۔

(۳) وإن قعد فی الرابعة مثلًا قدر التشهد ثم قام عاد وسلم صح (قوله مثلًا) أی أو قعد فی ثالثه الثلاثی أو فی ثانیه الثنائی۔ (حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار ج:۱ ص:۳۱۴، باب سجود السهو)۔

(۴) وإنما تجب الإعادة إذا ترک واجبًا عمدًا جبرًا لنقصانه۔ (البحر الرائق ج:۲ ص:۱۰۲ باب سجود السهو)۔

جائے تو فرض ادا نہ ہونے کی وجہ سے نماز فاسد ہوجائے گی، اعادہ ضروری ہوگا۔[1] جب دُوسرے مقتدی کے "سبحان اللہ" کہنے پر امام صاحب کھڑے ہوئے تو اگر وہ اس وقت تک تشہد پڑھنے کی مقدار بیٹھ چکے تھے تب تو سجدۂ سہو ادا کرنے کے بعد تین رکعت مغرب کے فرض ادا ہوگئے، اور اگر امام صاحب تشہد پڑھنے کی مقدار نہیں بیٹھے، بلکہ اس سے پہلے ہی کھڑے ہوگئے تو سجدۂ سہو کے باوجود مغرب کی فرض نماز فاسد ہوگئی، اس نماز کو دُہرایا جائے گا، البتہ پڑھی ہوئی نماز چار رکعت نفل ہوجائے گی۔[2]

چار رکعت کے بجائے پانچ پڑھنے والا سجدۂ سہو کس طرح کرے؟

سوال:... اگر چار رکعت کے بجائے پانچ رکعت پڑھ لیں اور آخر میں سجدۂ سہو کرلیا تو نماز ہوگئی یا لوٹانا لازمی ہے؟

جواب:... اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے یاد آجائے تو فوراً قعدہ میں بیٹھ جائے اور سجدۂ سہو کرلے، نماز ہوگئی، اور اگر اس وقت یاد آیا جبکہ پانچویں رکعت کا سجدہ کرلیا تھا تو ایک رکعت اور ملاکر چھ رکعتیں پوری کرلے، اب اگر چوتھی رکعت کے بعد قعدہ کیا تھا تب تو اس کے فرض ادا ہوگئے، ورنہ یہ چھ رکعتیں نفل بن گئیں، فرض دوبارہ پڑھے، مگر دونوں صورتوں میں سجدۂ سہو لازم ہے۔[3]

غلطی سے پانچ رکعتیں پڑھ لیں تو کیا سجدۂ سہو سے دُرست ہوجائیں گی؟

سوال:... ظہر کی فرض نماز میں امام صاحب نے غلطی سے پانچ رکعتیں پڑھ لیں، سلام پھیرنے کے بعد امام صاحب نے فرمایا کہ نماز دوبارہ ہوگی، جبکہ میں نے سنا ہے کہ اگر پانچ رکعتیں غلطی سے پڑھ لی جائیں اور آخر میں سجدۂ سہو کرلیا جائے تو نماز صحیح ہوجاتی ہے۔

---

(۱) ومنها أى من الفرائض الصلوٰة القعود الأخير مقدار التشهد .... والقعدة الأخيرة فرض فى الفرض والتطوع حتّٰى لو صلّٰى ركعتين ولم يقعد فى آخرهما وقام وذهب تفسد صلاته كذا فى الخلاصة ...إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۷۱ الباب الرابع فى صفة الصلاة، الفصل الأوّل فى فرائض الصلاة).

(۲) ولو سها عن القعود الأخير كله أو بعضه عاد ما لم يقيدها بسجدة .... وسجد للسهو لتأخير القعود وإن قيدها بسجدة تحول فرضه نفلًا برفعه .... وإن قعد فى الرابعة مثلًا قدر التشهد ثم قام عاد وسلم .... وإن سجد للخامسة سلموا، وضم إليها السادسة .... لتصير الركعتان له نفلًا وسجد للسهو. (تنوير الأبصار مع الدر المختار ج:۲ ص:۸۵ تا ۸۷ باب سجود السهو). وفى الطحطاوى على الدر المختار، باب سجود السهو (ج:۱ ص:۳۱۴، طبع رشيديه) (قوله مثلًا) أى أو قعد فى ثالثه الثلاثى أو ثانيه الثنائى.

(۳) رجل صلى الظهر خمسًا وقعد فى الرابعة قدر التشهد ان تذكر قبل أن يقيد الخامسة بالسجدة إنها الخامسة عاد إلى القعدة وسلم ويسجد للسهو وإن تذكر بعد ما قيد الخامسة بالسجدة انها الخامسة لَا يعود إلى القعدة ولَا يسلم بل يضيف إليها ركعة أخرىٰ حتى يصير شفعًا ويتشهد ويسلم ويسجد للسهو .... وإن لم يقعد علىٰ رأس الرابعة حتى قام إلى الخامسة إن تذكر قبل أن يقيد الخامسة عاد إلى القعدة هٰكذا فى المحيط .... وإن قيد الخامسة بالسجدة فسد ظهره عندنا كذا فى المحيط .... وتحولت صلاته نفلًا عند أبى حنيفة وأبى يوسف رحمهما الله تعالىٰ. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۲۹، الباب الثانى عشر فى سجود السهو).

جواب:… اگر چوتھی رکعت پر بیٹھ کر پانچویں کے لئے کھڑے ہوجائیں، تب تو سجدۂ سہو کرنے سے نماز ہوجائے گی، اور اگر چوتھی رکعت پر آخری قعدہ نہیں کیا، پانچویں کے لئے کھڑے ہوگئے اور پانچویں رکعت کا سجدہ بھی کرلیا تو فرض نماز بالکل باطل ہوگئی، اب اس کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہے، اس صورت میں سجدۂ سہو کرلینا کافی نہیں۔[1]

عید کی تکبیرات اِمام زیادہ کہہ دے یا کم کردے تو سجدۂ سہو کرے

سوال:… عید کی نماز میں زائد چھ تکبیروں سے اِمام سات یا آٹھ تکبیریں کہہ دے، یا اِمام سے پہلی یا دُوسری رکعت میں زائد تکبیریں چھوٹ جائیں تو کیا کرنا چاہئے؟

جواب:… دونوں صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہے،[2] لیکن اگر مجمع زیادہ ہو اور سجدۂ سہو کرنے سے مقتدیوں کی نماز میں گڑبڑ کا اندیشہ ہو تو سجدۂ سہو نہ کرے۔[3]

جمعہ اور عیدین میں سجدۂ سہو نہ کرنے کی گنجائش ہے

سوال:… نمازِ جمعہ کی آخری رکعت میں مولوی صاحب التحیات کے بعد "اللہ اکبر" کہہ کر دوبارہ سیدھے کھڑے ہوگئے اور تقریباً دو یا ڈیڑھ منٹ تک سیدھے کھڑے رہنے کے بعد فوراً بیٹھ گئے اور اس کے بعد سلام پھیر دیا، لیکن سجدۂ سہو نہیں کیا، پھر خود ہی مولوی صاحب نے یہ اعلان کیا کہ ہم آخری رکعت میں التحیات پڑھ چکے تھے، اس لئے سجدۂ سہو لازم نہیں ہے، اور جمعہ کی نماز میں چاہے فرض چھوٹ جائے یا واجب اس میں نہ تو نماز کو دوبارہ پڑھنا چاہئے اور نہ سجدۂ سہو کرنا چاہئے، کیا یہ مسئلہ دُرست ہے؟

جواب:… آخری رکعت میں التحیات پڑھ کر اگر کھڑا ہوجائے تو سجدۂ سہو لازم ہوجاتا ہے،[4] مگر جمعہ اور عیدین کی نماز میں اگر مجمع بہت زیادہ ہو اور سجدۂ سہو کرنے سے نمازیوں کی پریشانی کا اندیشہ ہو تو سجدۂ سہو نہ کرنا بہتر ہے۔[5] اور مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ

---

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۳ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) والسهو يلزم أي يجب .... إذا زاد في صلوٰته فعلًا من جنسها ليس منها .... أو ترك فعلًا مسنونًا أي واجبًا عرف وجوبه بالسُّنّة أو ترك .... تكبيرات العيدين أو بعضها أو تكبيرة الركعة الثانية منهما۔ (اللباب في شرح الكتاب ج:۱ ص:۱۰۲، ۱۰۳، باب سجود السهو، طبع قديمي)۔ أيضًا: (قوله أو تكبيرات العيدين) أو البعض لأنه واجب وكذا إذا ترك تكبيرة الركوع من صلوٰة العيد يجب السهو۔ (الجوهرة النيرة ج:۱ ص:۹۲ باب سجود السهو)۔

(۳) السهو في العيدين والجمعة والمكتوبة والتطوع واجب إلّا ان مشايخنا قالوا لَا يسجد للسهو في العيدين والجمعة لئلّا يقع الناس في الفتنة۔ (عالمگيری ج:۱ ص:۱۲۸، الباب الثاني عشر في سجود السهو)۔

(۴) ولَا يجب السجود إلّا بترك واجب أو تأخيره أو تأخير ركن أو تقديمه ...إلخ۔ (فتاوىٰ عالمگيری ج:۱ ص:۱۲۶، باب سجود السهو)۔ أيضًا: وإن قعد الأخير ثم قام، عاد وسلم من غير إعادة التشهد .... وسجد للسهو۔ (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي ص:۴۷۰، باب سجود السهو)۔

(۵) إن مشايخنا قالوا لَا يسجد للسهو في العيدين والجمعة لئلّا يقع الناس في فتنة كذا في المضمرات۔ (عالمگيری ج:۱ ص:۱۲۸)۔ أيضًا: ولَا يأتي الإمام بسجود السهو في الجمعة والعيدين دفعًا للفتنة بكثرة الجماعة۔ (حاشية الطحطاوي مع مراقي الفلاح، باب سجود السهو ص:۴۶۵، ۴۶۶ طبع قديمي)۔

جمعہ کی نماز میں چاہے فرض چھوٹ جائے دوبارہ نماز نہیں پڑھنی چاہئے، غلط ہے۔ فرض چھوٹ جانے کی صورت میں نماز کا لوٹانا ضروری ہے اور واجب چھوٹ جانے کی صورت میں سجدۂ سہو لازم ہو جاتا ہے، لیکن جمعہ اور عیدین میں اگر مجمع زیادہ ہو تو سجدۂ سہو نہ کیا جائے۔

فرضوں میں یاد آئے کہ سنتوں میں سجدۂ سہو کرنا تھا تو اَب کیا کرے؟

سوال:... ظہر کی نماز اگر الگ پڑھ رہے ہوں، چار سنت پڑھیں اور اس میں کوئی ایسی غلطی ہو جائے جس پر سجدۂ سہو واجب ہو جائے اور سجدۂ سہو کرنا بھول جائے، اب چار فرض بھی شروع کر دیں، فرض کی دُوسری رکعت میں یاد آیا کہ سجدۂ سہو سنتوں میں بھول گئے تھے تو کیا یہ چار سنتیں فرض کے بعد پڑھیں گے یا فرض کی دُوسری رکعت میں سلام پھیریں اور پھر چار سنتیں پڑھیں اور اس کے بعد چار فرض اور پھر نماز پوری کریں؟

جواب:... فرض نماز پوری کرلیں، بعد کی دو سنتیں بھی پڑھ لیں، اس کے بعد ان چار رکعتوں کو لوٹالیں۔ (۱)

نفل نماز بیٹھ کر شروع کی اس کے بعد کھڑا ہو گیا تو سجدۂ سہو نہیں

سوال:... نفل نماز کی نیت بیٹھ کر باندھی، سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد خیال آیا کہ ثواب آدھا ملے گا، کھڑا ہو گیا اور سورۃ پڑھ کر رُکوع کیا، یا ایک رکعت بیٹھ کر پڑھنے کے بعد خیال آیا تو دُوسری رکعت کھڑے ہو کر پڑھی، اس کے لئے کیا حکم ہے، کیا سجدۂ سہو کیا جائے گا یا نماز دُہرانا ہوگی؟

جواب:... جو صورت آپ نے لکھی ہے یہ بالاتفاق جائز ہے، (۲) اس لئے نہ سجدۂ سہو لازم، نہ نماز کا دُہرانا۔ اس کے برعکس نفل نماز کھڑے ہو کر شروع کرنا اور بیٹھ کر پوری کرنا حضرت اِمام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے اور حضرت اِمام ابویوسفؒ اور حضرت امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں۔ (۳)

سجدۂ سہو کب تک کر سکتا ہے؟

سوال:... نماز میں غلطی ہونے کی صورت میں سجدۂ سہو کرنا پڑتا ہے، اکثر بھول جاتا ہوں، سلام پھیرنے کے قریب یاد آتا ہے، اس وقت سوچ میں پڑ جاتا ہوں کہ سجدۂ سہو کروں یا نہیں؟ لیکن یہ سوچ کر سجدۂ سہو کر لیتا ہوں کہ نہ کرنے سے کرنا بہتر ہے، آپ یہ بتایئے کہ اگر بالکل بھول جائے اور دونوں سلام پھیرنے کے بعد یاد آئے تو کیا کرنا چاہئے؟ کیونکہ سجدۂ سہو کرنا بھول گیا؟

جواب:... نماز کے اندر جب بھی یاد آجائے سجدۂ سہو کرلیا جائے، اور سلام پھیرنے کے بعد جب تک اپنی جگہ قبلہ رُخ بیٹھے

---

(۱) (ولها واجبات) لَا تفسد بتركها، وتعاد وجوبًا في العمد والسهو إن لم يسجد .... قوله (وتعاد وجوبًا) أي بترك هٰذه الواجبات أو واحد منها (قوله: إن لم يسجد له) أي للسهو، وهٰذا قيد لقوله والسهو، إذ لَا سجود في العمد. (ردالمحتار على الدر المختار ج: ۱ ص: ۴۵۶، كتاب الصلاة، مطلب واجبات الصلاة).

(۲) ولو افتتح التطوع قاعدًا فأدى بعضها قاعدًا وبعضها قائمًا أجزأه ... إلخ. (بدائع الصنائع ج: ۱ ص: ۲۹۸).

(۳) ولو افتتح التطوع قائمًا ثم أراد أن يقعد من غير عذر فله ذٰلك عند أبي حنيفة استحسانًا وعند أبي يوسف ومحمد لَا يجوز. (بدائع الصنائع ج: ۱ ص: ۲۹۷، فصل في بيان ما يفارق التطوع الفرض فيه).

ہوں اور کوئی ایسا کام بھی نہیں کیا جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، اس وقت تک سجدۂ سہو کر سکتے ہیں۔[1] سجدۂ سہو کے بعد دوبارہ التحیات وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرا جائے،[2] اور اگر سلام پھیر کر کوئی ایسا کام کرلیا جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، تو نماز کو دوبارہ لوٹانا واجب ہے۔[3]

دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کر سکتا ہے

سوال:... نماز میں دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کرنے سے نماز ہو جاتی ہے یا کہ نہیں؟

جواب:... اگر بھول کر دونوں طرف سلام پھیر دیا ہو تو سجدۂ سہو کر سکتا ہے، بشرطیکہ اپنی جگہ سے نہ ہٹا ہو۔[4]

دُرود شریف پڑھتے وقت سجدۂ سہو یاد آئے تو کب سجدۂ سہو کرے؟

سوال:... نماز کی کتاب میں سجدۂ سہو کا طریقہ لکھا ہے کہ نماز میں کوئی غلطی ہو جائے تو نماز کے آخر میں التحیات پڑھنے کے بعد ایک طرف سلام پھیر کر دو سجدے کرلیں۔ اگر نماز کے آخر میں التحیات پڑھ کر سجدۂ سہو کرنا بھول جائے، دُرود شریف پڑھتے وقت یا دُرود شریف کے بعد دُعا پڑھتے وقت سجدہ سہو کرنا یاد آئے تو ایسی صورت میں کیا التحیات پڑھ کر سجدۂ سہو کریں گے؟ نیز یہ کہ پوری دُرود شریف یا پوری دُعا پڑھنے کے بعد سجدۂ سہو کرنا ہے یا درمیان میں جس وقت بھی یاد آئے، اسی وقت سجدۂ سہو کرنا ہے؟

جواب:... جب یاد آجائے سلام پھیر کر سجدۂ سہو کرلیا جائے، اور دوبارہ التحیات، دُرود شریف، دُعائیں پڑھ کر سلام پھیر دیا جائے۔[5]

الحمد کی جگہ التحیات پڑھ کر نماز پوری کی، وتر پڑھتے ہوئے یاد آنے پر دو وتر پر سلام پھیر دیا تو کیا سجدۂ سہو سے نماز ہو جائے گی؟

سوال:... میں سفر میں تھا، میں نے عشاء کی نماز قصر پڑھی، پھر دو رکعت سنت پڑھنا شروع کی، دُوسری رکعت میں بجائے الحمد کے التحیات کی دُعا پڑھتے ہوئے یاد آیا کہ یہ تو غلطی ہوئی، سوچا نماز پوری کرلوں، پھر سجدۂ سہو کرلوں گا، لیکن سجدۂ سہو بھی بھول گیا، نماز پوری کرلی پھر تین رکعت وتر پڑھنی شروع کی، دُوسری رکعت میں یاد آیا کہ سنت میں سجدۂ سہو رہ گیا تھا، اس لئے وہ نماز کالعدم ہوئی،

---

(۱) ویسجد للسهو ولو مع سلامه ناویًا للقطع ما لم یتحول عن القبلة أو یتکلم لبطلان التحریمة. (رد المحتار ج:۲ ص:۹۱، کتاب الصلاة، باب سجود السهو).

(۲) وکیفیته أن یکبر بعد سلامه الأوّل ویخر ساجدًا ویسبح فی سجوده ثم یفعل ثانیًا کذالک ثم یتشهد ثانیًا ثم یسلم، کذا فی المحیط. (فتاویٰ عالمگیری ج:۱ ص:۱۲۵، کتاب الصلاة، الباب الثانی عشر فی سجود السهو).

(۳) ویسجد للسهو .... ما لم یتحول عن القبلة أو یتکلم لبطلان التحریمة (قوله لبطلان التحریمة) أی بالتحول أو التکلم وقیل .... أو یخرج من المسجد. (ردالمحتار علی الدر المختار ج:۲ ص:۹۱، باب سجود السهو).

(۴) ویسجد للسهو ولو مع سلامه ناویًا للقطع ما لم یتحول عن القبلة أو یتکلم لبطلان التحریمة ...إلخ. (درمختار ج:۲ ص:۹۱، کتاب الصلاة، باب سجود السهو).

(۵) ومحله بعد السلام سواء کان من زیادة أو نقصان. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۲۵)، ایضاً صفحہ ھٰذا کا حاشیہ نمبر ۲ ملاحظہ ہو۔

لہٰذا اس وتر کی دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا کہ یہ دو رکعت سنت کا بدل ہوجائے، اس کے بعد اَز سرِ نو تین رکعت وتر پوری کی۔ سوال یہ ہے کہ اگر میں سنت میں دُوسری رکعت کے قعدے میں سجدۂ سہو کرلیتا تو کیا نماز ہوجاتی؟ یا الحمد نہ پڑھنے سے نماز سجدۂ سہو کے باوجود صحیح نہ ہوتی؟ دُوسرا سوال یہ ہے کہ میں نے جو عین نماز کے دوران وتر میں اس کو دو رکعت سنت میں تبدیل کردیا، وہ دُرست ہوا یا غلط؟

جواب:... نماز سنت (اور نفل) کی تمام رکعتوں میں قراءت فرض ہے، اگر آپ نے بھول کر التحیات شروع کردی، پھر یاد آتے پر سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی اور سورۃ پڑھ کر رُکوع کیا، تو سجدۂ سہو کئے بغیر آپ کی نماز صحیح ہوگئی، آپ پر سجدۂ سہو کرنا واجب نہیں۔[1] اور اگر آپ التحیات پڑھ کر رُکوع میں چلے گئے، قراءت چھوڑ دی، تو آپ کی نماز صحیح نہیں ہوئی، کیونکہ نماز کا فرض (یعنی قراءت) آپ سے چھوٹ گیا۔[2] اگر نماز کا واجب بھول جائیں تو اس کی تلافی سجدۂ سہو سے ہوجاتی ہے، فرض چھوٹ جائے تو اس کی تلافی سجدۂ سہو سے نہیں ہوتی۔ بعد میں وتر کی نماز میں آپ نے دو رکعت پر سلام پھیر دیا، آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا، چونکہ آپ نے نماز توڑ دی، اس لئے سنت ادا نہیں ہوئی۔

---

(۱) ولو قرأ التشهد فی القیام إن کان فی الرکعة الأولٰی لَا یلزمه شیء، وإن کان فی الرکعة الثانیة إختلف المشائخ فیه والصحیح أنه لَا یجب، کذا فی الظهیریة. ولو تشهد فی قیامه قبل قراءة الفاتحة فلا سهو علیه ...إلخ. (فتاویٰ عالمگیری ج:۱ ص:۱۲۷، الباب الثانی عشر فی سجود السهو). أیضًا: (وکل النفل والوتر) أی القراءة فرض فی جمیع رکعات النفل والوتر ...إلخ. (البحر الرائق ج:۲ ص:۲۰).

(۲) فإن کان المترک فرضًا تفسد الصلاة، وإن کان واجبًا لَا تفسد ولٰکن تنتقص وتدخل فی حد الکراهة ...إلخ. (بدائع الصنائع ج:۱ ص:۱۶۷، کتاب الصلاة، فصل فی بیان أن المتروک ساهیًا هل یقضٰی أم لَا). ولَا یجب السجود إلّا بترک واجب أو تأخیره ...... أو تغییر واجب ...إلخ. (فتاویٰ عالمگیری ج:۱ ص:۱۲۶، الباب الثانی عشر فی سجود السهو).

مسافر کی نماز

کتنے فاصلے کی مسافت پر قصر نماز ہوتی ہے؟

سوال:... قصر نماز کے لئے تین منزل ہونا ضروری ہے، ایک منزل کتنے کلومیٹر یا میل کے برابر ہوتا ہے؟

جواب:... مختار قول کے مطابق ایک منزل ۱۶ میل اور تین منزل ۴۸ میل کے برابر ہوتی ہے، اور ۴۸ میل کے ۷۷ کلومیٹر بنتے ہیں۔ [۱]

نماز کو قصر کرنے کی رعایت قیامت تک کے لئے ہے

سوال:... کیا نماز قصر کی رعایت صرف پہلے وقتوں کے لئے تھی جبکہ لوگ پیدل سفر کیا کرتے تھے یا اب بھی ہے؟

جواب:... صرف پہلے وقتوں کے لئے نہیں تھی، بلکہ قیامت تک کے لئے ہے۔ [۲]

سفر کی کیا حد ہے؟

سوال:... سفر کی کیا حد مقرّر ہے؟ اور کیا سفری نمازوں کی قضا میں بھی فرض آدھے پڑھے جائیں گے؟

جواب:... سفر کی حد ۴۸ میل ہے، [۳] سفر کی قضا نمازیں بھی آدھی پڑھی جائیں گی۔ [۴]

---

(۱) قال فی النهایة: التقدیر بثلاث مراحل قریب من التقدیر بثلاثة أیام، لأن المعتاد من الیسیر فی کل یوم مرحلة واحدة خصوصًا فی أقصر أیام السنة کذا فی المبسوط۔ (ردالمحتار ج:۲ ص:۱۲۳ باب صلاة المسافر، طبع سعید)۔

فتاویٰ رشیدیہ میں ہے: سوال: کتنی مسافت سفر میں نماز قصر کرنا چاہئے حسبِ احادیثِ صحیحہ؟ جواب: چار برید جس کی سولہ سولہ میل کی تین منزلیں ہوتی ہیں، حدیث مؤطا مالک سے ثابت ہوتی ہیں، مگر مقدار میل کی مختلف ہے، لہٰذا تین منزل جامع سب اقوال کو ہوجاتی ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، تألیف: حضرت گنگوہی رحمہ اللہ، مشمولہ: تالیفاتِ رشیدیہ ص:۳۵۸، طبع ادارہ اسلامیات لاہور)۔

(۲) عن ابن عباس رضی الله عنه قال: ان الله تعالٰی فرض الصلٰوة علٰی لسان نبیکم علی المسافر رکعتین وعلی المقیم أربعًا وفی الخوف رکعة۔ (صحیح مسلم ج:۱ ص:۲۴۱)۔ أیضًا: عن عائشة أمّ المؤمنین رضی الله عنها قالت: فرض الله الصلاة حین فرضها رکعتین رکعتین فی الحضر والسفر، فاقرت صلاة المسافر، وزیدت فی صلاة الحضر۔ (صحیح البخاری ج:۱ ص:۵۱، کتاب الصلاة، باب کیف)۔

(۳) ایضاً حاشیہ نمبر۱ ملاحظہ ہو۔

(۴) (والقضاء یحکی) أی یشابه الأداء سفرًا وحضرًا لأنه بعد ما تقرر لَا یتغیر (قوله والقضاء) أی فلو فاتته صلٰوة المسافر وقضاها فی الحضر یقضیها مقصورة کما لو أداها۔ (فتاویٰ شامی ج:۲ ص:۱۳۵ باب صلاة المسافر)۔

قصر نماز کے لئے سفر کی حد کتنی ہے؟

سوال:... سفر کی مقرّرہ حد کتنی ہے جس کے بعد سفر کی نماز قصر پڑھی جاتی ہے، یعنی چار فرض کی جگہ دو فرض پڑھے جاتے ہیں؟ اور اگر سفر نماز باجماعت پڑھی جائے تو کتنے فرض پڑھے جاتے ہیں؟ سفر کی نماز میں پوری رکعتیں یعنی پوری نماز پڑھی جائے یا صرف فرض پڑھے جائیں؟ کتنے دنوں کا قیام ہو تو تب تک پوری نماز نہ پڑھی جائے؟ اس بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب:... سفر کی نماز اَڑتالیس (۴۸) میل پر ہوتی ہے، یعنی آدمی اپنی بستی کو چھوڑ دے اور اَڑتالیس میل کا ارادہ ہو تو قصر ہے۔[۱] سفر میں اگر جماعت کی نماز پڑھائی جائے تو قصر ہی ہوگی۔ البتہ اگر نماز پڑھانے والا مقیم ہو تو اس کے پیچھے مسافر کو بھی پوری نماز پڑھنی پڑے گی۔[۲]

دورانِ سفر نمازیں مؤخر کر کے منزل پر اطمینان سے پڑھنا

سوال:... کیا دورانِ سفر نمازوں کو مؤخر کر کے منزل پر پہنچ کر بہ اطمینان تمام کو ملا کر پڑھنا دُرست ہے؟

جواب:... یہ جائز نہیں، بلکہ سفر کی نماز سفر ہی میں پڑھنی چاہئے،[۳] اگر پانی نہ ملے تو تیمّم کرے۔[۴]

گھر سے نکلتے ہی مسافر ہو جائیں گے یا اسٹیشن پہنچ کر؟

سوال:... کیا گھر سے نکلتے ہوئے مسافر ہو جائیں گے یا اسٹیشن پر پہنچ کر؟ جیسے سٹی اسٹیشن اور کینٹ اسٹیشن یا شہر سے باہر نکلنے کے بعد؟

جواب:... جب آدمی اپنے شہر کی حدود سے باہر نکل جائے تب مسافر ہوتا ہے، جب تک اپنے شہر کی حدود کے اندر رہے،

---

(۱) من خرج من عمارة موضع إقامته قاصدًا مسيرة ثلاثة أيام ولياليها بالسير الوسط مع الإستراحات المعتادة من أقصر أيام السنة .... صلي الفرض الرباعي ركعتين حتّى يدخل موضع مقامه. (درمختار ج:۲ ص:۱۲۱ باب صلاة المسافر، أيضا فتاوىٰ قاضيخان ج:۱ ص:۱۶۴، باب صلاة المسافر).

(۲) وان اقتدى مسافر بمقيم أتم أربعًا ...إلخ. (عالمگيری ج:۱ ص:۱۴۲، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر). أيضًا: وأما إقتداء المسافر بالمقيم في الوقت أتم أربعًا. (الهداية ج:۱ ص:۱۶۶، باب صلاة المسافر، طبع شركت علمية).

(۳) عن ابن مسعود رضي الله عنه: والذي لَا إله إلّا غيره! ما صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاة قط إلّا وقتها ...إلخ. (أدلة الحنفية ص:۱۱۹، باب لَا يجمع بين الصلاتين). أيضًا عن عبدالله قال: ما رأيت النبي صلى الله عليه وسلم صلّى صلاة لغير ميقاتها ...إلخ. (بخاری ج:۱ ص:۲۲۸، كتاب المناسك، باب متىٰ يصلي الفجر بجمعٍ، أيضًا: صحيح مسلم، كتاب الحج، طبع قديمي).

(۴) وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ. (المائدة:۶). أيضًا: ومن عجز عن إستعماله لبعده ميلًا .... تيمم لهٰذه الأعذار كلها. (ردالمحتار ج:۱ ص:۲۳۲، ۲۳۶ باب التيمم).

اس وقت تک مقیم ہے، مسافر نہیں۔ اسٹیشن اگر آبادی کے اندر ہو، جیسا کہ کراچی کا اسٹیشن ہے، تو وہاں آدمی مقیم ہے مسافر نہیں۔ (۱)

شہر کے اندر گاڑی میں دو رکعت پڑھنا

سوال:... بعض حضرات دیکھے گئے دو ڈھائی بجے گھر سے نکلتے ہیں اور ظہر کی نماز اسٹیشن یا گاڑی پر اَدا کرتے ہیں صرف دو رکعت، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:... گاڑی جب شہر سے باہر نکل جائے گی اس وقت مسافر ہوگا، شہر کے اندر اسٹیشن یا گاڑی میں دو رکعت پڑھنا غلط ہے۔ (۲)

مسافر، شہر کی آبادی سے باہر نکلتے ہی قصر پڑھے گا

سوال:... ایک مسافر جو کہ کسی گاڑی کے ذریعہ سفر کر رہا ہے وہ گاڑی کچھ ہی دیر بعد روانہ ہونے والی ہے یا روانہ ہوچکی ہے، لیکن اس نے ابھی ۴۸ میل کا فاصلہ طے نہیں کیا، اس وقت اگر نماز کا وقت ہوجائے تو کیا اس نماز کو بھی قصر پڑھیں گے؟

جواب:... جب مسافر ۴۸ میل یا اس سے زیادہ مسافت کے سفر کی نیت کرکے اپنے شہر کی آبادی سے نکل جائے تو قصر شروع ہوجائے گی۔ (۳)

قصر نماز کے لئے کس راستے کا اعتبار ہے؟

سوال:... میرے گاؤں سے پشاور شہر کو تین راستے جاتے ہیں، ایک راستہ اڑتالیس میل کا ہے جو سڑک اور سواری کا ہے، اور ہمیشہ ہم لوگ ۴۸ میل والے راستے پر پشاور کی طرف جاتے ہیں، اور دُوسرا راستہ چالیس میل سواری کا راستہ ہے، اور تیسرا راستہ پیادہ ۳۵ میل کا ہے۔ جب میں ۴۸ میل پر پشاور کو جاتا ہوں تو مجھے نماز قصر کا حکم ہے یا دُوسرے راستے کا حکم ہے؟ نماز قصر کروں یا پوری نماز ادا کروں؟ شرعی حکم ارشاد فرمائیں۔

---

(۱) فلا یصیر مسافرًا قبل أن یفارق عمران ما خرج منه من الجانب الذی خرج منه حتّٰی لو کان ثمة محلة منفصلة عن المصر وقد کانت متصلة به لَا یصیر مسافرًا ما لم یجاوزها، ولو جاوز العمران من جهة خروجه وکان بحذائه محلة من الجانب الآخر یصیر مسافرًا ... إلخ۔ (حلبی کبیر ج: ۱ ص: ۵۳۶، فصل فی صلاة المسافر)۔

(۲) ثم المعتبرة المجاوزة من الجانب الذی خرج منه حتی لو جاوز عمران المصر قصر۔ (عالمگیری ج: ۱ ص: ۱۳۹، کتاب الصلاة، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)۔

(۳) ومن خرج من عمارة موضع إقامته من جانب خروجه وإن لم یجاز من الجانب الآخر قاصدًا مسیرة ثلاثة أیام ولیالیها من أقصر أیام السنة .... صلّی الفرض الرباعی رکعتین وجوبًا لقول ابن عباس إن الله فرض علٰی لسان نبیکم صلاة المقیم أربعًا، والمسافر رکعتین۔ وفی الشامیة: (قوله من جانب خروجه إلخ) قال فی شرح المنیة: فلا یصیر مسافرًا قبل أن یفارق عمران ما خرج منه من الجانب الذی خرج ... إلخ۔ (ردالمحتار علی الدر المختار ج: ۱ ص: ۱۲۱، ۱۲۳، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، طبع ایچ ایم سعید)۔

جواب:... جس راستے پر سفر کیا جائے اس کا اعتبار ہے، اگر وہ اڑتالیس میل ہو تو قصر لازم ہے، خواہ دُوسرا راستہ اس سے کم مسافت کا ہو۔ [۱]

شہر کا ایک قریبی راستہ ہو، دُوسرا دُور کا تو قصر کے لئے مسافت کا اِعتبار ہوگا

سوال:... گاؤں خرم زئی اور کوئٹہ کے درمیان دو راستے ہیں، ایک راستہ ۸۷ کلومیٹر کے فاصلے کا ہے، جبکہ دُوسرا راستہ ۴۵ یا ۵۰ کلومیٹر کے فاصلے کا ہے، ہم جب ۸۷ کلومیٹر کے فاصلے سے سفر کرتے ہیں تو نماز قصر پڑھتے ہیں، جب ہم ۴۵ یا ۵۰ کلومیٹر کے فاصلے سے سفر کرتے ہیں تو ہمیں پوری نماز پڑھنی چاہئے یا قصر؟

جواب:... جس راستے سے جانا ہو، اس کا اعتبار ہے، اگر وہ مسافتِ سفر ہو تو قصر کرے، نہ ہو تو نہ کرے۔ [۲]

اگر کسی نے اڑتالیس میل سے کم والے راستے پر سفر شروع کیا اور راستے میں لمبے سفر کا ارادہ کرلیا تو قصر کرے گا

سوال:... ایک شخص نے اڑتالیس میل سے کم والے راستے پر سفر شروع کیا، تیس چالیس میل کے بعد ارادہ ساٹھ میل والے راستے پر سفر کرنے کا ہوا، ابھی جو نماز یہ پڑھے گا قصر پڑھے گا یا پوری پڑھے گا؟

جواب:... دورانِ سفر اگر اس کا اِرادہ بدل گیا تو وہ مسافر ہوگیا، اِرادہ بدلنے کے بعد وہ قصر کرے گا۔ [۳]

سال بھر سفر پر رہنے والے ڈرائیور ہمیشہ قصر کرے گا

سوال:... یہاں سعودی عرب میں ایک ٹریلا ڈرائیور سال کے بارہ مہینے سفر میں رہتا ہے، یعنی فرض کریں آج کراچی سے لاہور پہنچا، اور کل لاہور سے کراچی روانہ ہوا، تو کیا ایسی صورت میں جو سال بھر سفر میں رہتا ہے، نماز پوری پڑھے یا قصر پڑھے؟

جواب:... جب اپنے گھر سے باہر ہو تو قصر نماز پڑھے گا۔ [۴]

---

(۱) فإذا قصد بلدة وإلى مقصده طريقان أحدهما ثلاثة أيام ولياليها والآخر دونها فسلك الطريق الأبعد كان مسافرًا عندنا وإن سلك الأقصر يتم۔ (عالمگیری ج: ۱ ص: ۱۳۸، کتاب الصلاة، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)۔

(۲) فإذا قصد بلدة وإلى مقصده طريقان أحدهما مسيرة ثلاثة أيام ولياليها، والآخر دونها، فسلك الطريق الأبعد كان مسافرًا عندنا وإن سلك الأقصر يتم كذا في البحر الرائق. (عالمگیری ج: ۱ ص: ۱۳۸، کتاب الصلاة، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)۔

(۳) من خرج من عمارة موضوع إقامته قاصدًا مسيرة ثلاثة أيام ولياليها. (تنوير الأبصار). وفي الشامية قوله قاصدًا أشار به مع قوله خرج إلى أنه لو خرج ولم يقصد أو قصد ولم يخرج لا يكون مسافرًا. وفي البحر وأشار إلى أن النية لا بد ان تكون قبل الصلاة. (ردالمحتار مع الدر المختار ج: ۲ ص: ۱۲۲ باب صلاة المسافر، طبع سعید)۔

(۴) ولا يزال على حكم السفر حتى ينوي الإقامة في بلدة أو قرية خمسة عشرة يومًا أو أكثر. (عالمگیری ج: ۱ ص: ۱۳۹، کتاب الصلاة، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر، طبع رشیدیه)۔

سومیل سفر کرکے فوراً واپس آنے والا نماز قصر کرے یا پوری پڑھے؟

سوال:... ایک شخص ایک سومیل دور مثلاً: تفتان سے نوکنڈی (۱۰۰ میل) جاتا ہے، یعنی اپنے شہر سے دُوسرے شہر کسی ضروری کام کے لئے تو تین گھنٹے میں پہنچتا ہے، ظہر کی نماز راستے میں یا اسی مذکورہ شہر میں پڑھ لیتا ہے، عصر کی نماز کے وقت واپس اپنے شہر یا گاؤں میں پہنچتا ہے، پوچھنا یہ ہے کہ وہ ظہر کی نماز مسافری پڑھ لے یا پوری؟

جواب:... ظہر کی نماز کے وقت سفر میں ہے، اس لئے قصر پڑھے گا۔[1]

کیا شہر سے ۷۰ کلومیٹر دُور جانے آنے والا ٹرک ڈرائیور مسافر ہوگا؟

سوال:... میں ریتی بجری کا ٹرک چلاتا ہوں، اور سپرہائی وے روڈ پر تقریباً ۷۰ کلومیٹر آگے جاکر بجری لاتا ہوں، اگر میں وہاں ندی پر پہنچ جاؤں اور نماز کا وقت ہوجائے تو کیا میں نماز قصر کروں یا پوری نماز ادا کروں، اور خدانخواستہ اگر قضا ہوجائے تو واپس کراچی آکر مسافرانہ قضا ادا کروں یا پوری؟

جواب:... اگر آپ کراچی کی حدود ختم ہونے کے بعد ۴۸ میل (۷۷ کلومیٹر) یا اس سے زیادہ دُور جاتے ہیں تو نماز قصر کریں گے، سفر کی قضا شدہ نماز گھر پر ادا کی جائے تب بھی قصر ہی پڑھتے ہیں۔[2] مگر ۷۰ کلومیٹر قصر کی مسافت نہیں، اس لئے آپ وہاں پوری نماز پڑھیں گے۔

ریلوے ملازم مسافر کی نماز

سوال:... میں ریلوے میں ملازم ہوں، میری ڈیوٹی ٹرین کے ساتھ ہوتی ہے، میں کراچی سے کوئٹہ گاڑی کے ساتھ جاتا ہوں، کوئٹہ سے کراچی، پھر کراچی سے سکھر اور واپسی کراچی سے سرگودھا جاتا ہوں۔ اسی طرح میری ڈیوٹی کا سرکل چلتا ہے، میری رہائش اور فیملی کراچی میں ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ مجھے دورانِ سفر قصر نماز پڑھنی چاہئے یا کہ پوری نماز پڑھنی چاہئے، جبکہ گاڑی کے اندر مجھے تمام سہولتیں دستیاب ہیں؟ اسپیشل کمرہ میرے پاس ہے، جس میں ایئرکنڈیشن ہے، میں اور میرا عملہ پوری نماز پڑھتے ہیں، آپ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں کہ ہم قصر نماز پڑھیں یا کہ پوری؟ خدا آپ کو جزا دے۔

جواب:... کراچی سے باہر سفر کے دوران آپ قصر کریں گے،[3] اور کراچی آکر پوری نماز پڑھیں گے،[4] آپ کا سفر اگرچہ ڈیوٹی کی حیثیت میں ہے، لیکن سفر کے اَحکام اس پر بھی لاگو ہیں۔

---

(۱) قال: ومن سافر في آخر الوقت قبل أن يصلي، صلّى صلاة مسافر، ولو قدم مسافر في آخر الوقت قبل أن يصلي، صلّى صلاة مقيم. (شرح مختصر الطحاوي ج:۲ ص:۹۹، باب صلاة المسافر).

(۲) فلو فاتته صلاة المسافر وقضاها في الحضر يقضيها مقصورة كما لو أداها ... إلخ. (شامي ج:۲ ص:۱۳۵).

(۳) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۳ ملاحظہ ہو۔

(۴) وكذا إذا عاد من سفره إلى مصره لم يتم حتى يدخل العمران ... إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۳۹ الباب الخامس عشر في صلاة المسافر).

جہاں انسان کی جائیداد و مکان نہ ہو، وہ وطنِ اصلی نہیں ہے

سوال:... میرا آبائی گاؤں حیدرآباد سے ۱۵۰ میل دُور ہے، گاؤں میں میرے دو بھائی اور برادری کے دُوسرے لوگ اب بھی رہتے ہیں، برادری کا قبرستان بھی اسی گاؤں میں ہے۔ میری سرکاری ملازمت زیادہ تر حیدرآباد میں رہی ہے، بچوں کی تعلیم بھی زیادہ تر حیدرآباد میں ہی ہوئی ہے، ایک دو بچے اب بھی حیدرآباد میں ہی پڑھتے ہیں، بلکہ ایک دو بچوں کی ملازمت بھی حیدرآباد میں ہی ہے۔ درحقیقت ملازمت کے زمانے ہی میں، میں نے اپنی کوٹھی حیدرآباد میں بنوائی ہے، اور پنشن لینے کے بعد اپنی رہائش حیدرآباد ہی میں قائم رکھی ہے، بلکہ زرعی زمین بھی پنشن لینے کے بعد حیدرآباد کے نزدیک خریدی ہے، مطلب یہ کہ مستقل سکونت ایک طرح سے حیدرآباد میں اختیار کر رکھی ہے۔ شادی، غمی اور برادری کے معاملات میں گاؤں سے تعلق قائم رکھا ہے اور اکثر گاؤں آنا جانا رہتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ (الف) اگر میں یا میری اولاد میں سے کوئی گاؤں جائیں تو گاؤں میں یا آتے جاتے راستے میں کون سی نماز پڑھیں، قصر یا پوری؟ (ب) اگر گاؤں میں پوری نماز پڑھنی ہے اور گاؤں سے اردگرد ۵۰۰ میل کے اندر آنا جانا پڑے تو اِدھر کون سی نماز پڑھیں قصر یا پوری؟

جواب:... آپ کا گاؤں چونکہ حیدرآباد سے ۱۵۰ میل کے فاصلے پر ہے، اس لئے وہاں آتے جاتے ہوئے راستے میں تو قصر ہی ہوگی، اصل سوال یہ ہے کہ گاؤں پہنچ کر آپ وہاں مسافر ہوں گے یا مقیم؟ اور وہاں قصر کریں گے یا پوری نماز ادا کریں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ آپ نے وہاں کی سکونت ترک کردی ہے، وہاں نہ آپ کا مکان ہے، اور نہ سامان، اس لئے وہ آپ کا وطنِ اصلی نہیں رہا، آپ وہاں مسافر ہوں گے اور قصر کریں گے۔[1]

جس شہر میں مکان کرایہ کا ہو، چاہے اپنا، وہاں پہنچتے ہی مسافر مقیم بن جاتا ہے

سوال:... ہمارا ایک مستقل گھر صوبہ سرحد میں ہے، اور ایک مستقل ٹھکانا کراچی میں، اور اگر ہم سرحد سے کراچی کسی کام کے لئے آئیں اور کراچی میں پندرہ دن سے کم رہنے کا ارادہ ہو تو کیا نماز قصر پڑھنی ہوگی یا پوری؟ (الف) جب مکان کرائے کا ہو، (ب) جب مکان اپنا ہو؟

جواب:... کراچی آپ کا وطنِ اقامت ہے، جب تک آپ کا کراچی میں رہنے کا ارادہ ہے اور وہاں رہنے کے لئے کرائے کا مکان لے رکھا ہے، اس وقت تک آپ کراچی آتے ہی مقیم ہوجائیں گے، اور آپ کے لئے پندرہ دن یہاں رہنے کی نیت کرنا ضروری نہیں ہوگا، اس صورت میں آپ یہاں پوری نماز پڑھیں گے، اور جب آپ کراچی کی سکونت ختم کرکے یہاں سے اپنا سامان منتقل کرلیں گے اور کرائے کا مکان بھی چھوڑ دیں گے، اس وقت کراچی آپ کا وطنِ اقامت نہیں رہے گا، پھر اگر کبھی کراچی آنا ہوگا تو اگر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہوگی تو آپ یہاں مقیم ہوں گے، اور اگر ۱۵ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہوگی تو مسافر ہوں گے۔

خلاصہ یہ کہ جب تک یہاں آپ کا کرائے کا مکان ہے، اور جب تک یہاں آپ کا سامان رکھا ہے، اور آپ کی نیت یہ ہے

---

(۱) ویبطل الوطن الأصلی بالوطن الأصلی إذا انتقل عن الأوّل بأهله ... إلخ. (عالمگیری ج: ۱ ص: ۱۴۲ صلاة المسافر).

کہ آپ کو واپس آکر یہاں رہنا ہے، اس وقت تک یہ آپ کا وطنِ اقامت ہے۔[1]

ایک ہفتہ ٹھہرنے کی نیت سے اپنے گھر سے ساٹھ میل دُور رہنے والا شخص نماز قصر کرے

سوال:... میں نوکری کی غرض سے زیادہ تر گھر سے باہر رہتا ہوں، اور منزل اکثر ۵۰ یا ۶۰ میل سے زیادہ ہوتی ہے، اور میں ہمیشہ ایک ہفتہ کی نیت کر کے گھر سے جاتا ہوں اور ہر جمعرات کو واپس آجاتا ہوں، ان مقامات پر قصر نماز پڑھی جائے یا کہ پوری؟

جواب:... ملازمت کی جگہ اگر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرلیں تب تو آپ وہاں مقیم ہوں گے، ورنہ مسافر۔[2] آپ نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھا کریں تاکہ قصر کا سوال ہی پیدا نہ ہو،[3] بہرحال اگر اکیلے نماز پڑھنے کی نوبت آئے تو قصر ہی کریں۔

رہائش کہیں اور ہو اور والدین کو ملنے آئیں تو کون سی نماز پڑھیں؟

سوال:... مسئلہ قصر نماز کا ہے، میرے والدین یہاں چکوال میں رہتے ہیں، لیکن میں کسی وجہ سے کوئٹہ (بلوچستان) میں اپنے بڑے بھائی کے ہاں مقیم ہوں، اب اگر میں ایک ہفتے یا دس دِن کے لئے اپنے والدین کے پاس آؤں تو کیا قصر نمازیں پڑھوں؟

جواب:... اگر آپ نے کوئٹہ میں مستقل رہائش اِختیار کرلی ہے اور چکوال کو اپنا وطن نہیں سمجھتیں، تو آپ چکوال میں قصر نماز پڑھیں، بشرطیکہ وہاں پندرہ دِن رہنے کی نیت نہ ہو۔[4]

کوئٹہ سے چکوال ڈیڑھ ماہ کے لئے جانے والا وہاں سے اگر تین چار دن کے لئے لاہور جائے تو قصر کرے

سوال:... مسئلہ یہ ہے کہ میں یہاں پندرہ دن سے زائد تقریباً ڈیڑھ ماہ کے لئے (کوئٹہ سے چکوال) آئی ہوئی ہوں، اور پوری نماز پڑھ رہی ہوں، لیکن تین چار دِن کے لئے لاہور (چکوال) سے جانا پڑا، میں نے لاہور میں قصر نمازیں ادا کیں، کیا یہ دُرست ہے؟ اگر دُرست نہیں تو کفارہ کیا ہے؟

---

(۱) الوطن الأصلي هو موطن ولادته أو تأهله أو توطنه يبطل بمثله إذا لم يبق له بالأوّل أهل فلو بقي لم يبطل بل يتم فيهما أي بمجرد الدخول وإن لم ينو إقامة ... إلخ۔ (شامي ج:۲ ص:۱۳۲ باب صلاة المسافر)۔

(۲) وإن نوى الإقامة أقل من خمسة عشر يومًا قصر۔ (عالمگيري ج:۱ ص:۱۳۹، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر، طبع رشيديه كوئٹه)۔

(۳) وإن اقتدىٰ مسافر بمقيم أتم أربعًا ... إلخ۔ (عالمگيري ج:۱ ص:۱۴۲ كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر)۔

(۴) الوطن الأصلي يبطل بمثله فلو كان له أبوان ببلد غير مولده وهو بالغ ولم يتأهل به فليس ذٰلك وطنًا له إلّا إذا عزم على القرار فيه وترك الوطن الذي كان قبله۔ (شامي ج:۲ ص:۱۳۳ باب صلاة المسافر)۔ أيضًا: والوطن الأصلي هو وطن الإنسان في بلدة أو بلدة أخرىٰ إتخذها دارًا، أو توطن بها مع أهله وولده وليس من قصده الإرتحال عنها، بل التعيش بها، وهٰذا الوطن يبطل بمثله لا غير، وهو أن يتوطن في بلدة أخرىٰ وينتقل الأهل إليها، فيخرج الأوّل من يكون وطنًا أصليًّا حتّى لو دخل مسافرًا لا يتم قيدنا بكونه إنتقل عن الأوّل بأهله، لأنه لو لم ينتقل بهم، ولٰكنه استحدث أهلًا في بلدة أخرىٰ، فإن الأوّل لم يبطل، ويتم فيها۔ (البحر الرائق ج:۲ ص:۱۴۷، باب المسافر، طبع دار المعرفة، بيروت)۔

جواب:... جب آپ چکوال سے لاہور گئیں تو لاہور میں مسافر تھیں، اس لئے قصر ہی پڑھنی چاہئے تھی، اس لئے آپ نے ٹھیک کیا۔[۱]

ایک جگہ اڑھائی ماہ گزارنے والا کتنی نماز پڑھے گا؟

سوال:... ایک سوال یہ ہے کہ ہم کوئٹہ سے پنجاب کے ایک گاؤں گئے، وہاں ہم نے اڑھائی مہینے گزارے، تو کیا اس دوران سفری نماز پڑھنی چاہئے تھی یا پوری نماز؟

جواب:... اگر آدمی ایک ہی جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرلے تو مقیم ہوجاتا ہے، اس صورت میں پوری نماز پڑھنا ضروری ہے، سفر کی نماز نہیں پڑھی جائے گی۔[۲]

کراچی کا رہائشی میرپور میں آٹھ دن رہ کر کراچی آئے جائے تو وہاں کتنی نماز پڑھے؟

سوال:... میرا کراچی سے میرپورخاص غیرمعینہ مدّت کے لئے ٹرانسفر ہوگیا ہے، میرا گھربار کراچی میں ہے، میں ہر ہفتے پابندی سے کراچی آتا ہوں، میں میرپور میں اِتوار سے بدھ تک رہتا ہوں، اور جمعرات کو کراچی آجاتا ہوں، مجھے معلوم یہ کرنا ہے کہ:

۱:... مجھے قصر نماز کہاں ادا کرنی ہے؟

۲:... یا مجھے دونوں جگہ پوری نماز اَدا کرنی ہے؟

۳:... مغرب اور عشاء میں کل کتنی قصر رکعات ہوتی ہیں۔

جواب:... کراچی تو آپ کا وطن ہے، یہاں آپ ہر حال میں پوری نماز پڑھیں، میرپور میں اگر آپ کا قیام ایک بار پندرہ دن یا اس سے زیادہ اِقامت کی نیت کے ساتھ ہوجائے تو آپ وہاں مقیم ہوجائیں گے،[۳] اور جب تک وہاں ملازمت ہے وہاں جاتے ہی مقیم ہوجایا کریں گے، اگر وہاں پندرہ دن قیام کی نوبت نہیں آتی تو آپ وہاں مسافر ہیں، قصر کریں گے۔ ظہر، عصر، عشاء میں قصر کی دو دو رکعتیں ہوتی ہیں، فجر کی دو اور مغرب کی تین رکعتیں سفر میں بھی بدستور رہتی ہیں، وتر کی تین رکعتیں ہی سفر میں ادا کریں گے۔[۴]

---

(۱) من خرج من موضع إقامته قاصدًا مسيرة ثلاثة أيام ولياليها من أقصر أيام السنة .... صلى الفرض الرباعي ركعتين. (در مختار ج:۲ ص:۱۲۱ باب صلاة المسافر).

(۲) ولَا يزال على حكم السفر حتى ينوى الْإقامة فى بلدة أو قرية خمسة عشر يومًا أو أكثر. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۳۹ الباب الخامس عشر فى صلاة المسافر).

(۳) وأما فى غير وطنه فلا يصير مقيمًا إلّا بنية الْإقامة وأقل الْإقامة عندنا خمسة عشر يومًا ...إلخ. (حلبی كبير ج:۱ ص:۵۳۹ فصل فى صلاة المسافر).

(۴) صلى الفرض الرباعى ركعتين حتّى يدخل موضع مقامه أو ينوى إقامة نصف شهر بموضع صالح لها، فيقصر لها إن نوى أقل منها ...إلخ. (تنوير الأبصار مع الدر المختار ج:۲ ص:۱۲۳، ۱۲۸، باب صلاة المسافر، أيضًا: تبيين الحقائق ج:۱ ص:۵۰۹، ۵۱۳، باب صلاة المسافر طبع دار الكتب العلمية).

کراچی کا رہائشی حیدرآباد میں ملازمت کرے تو کیا قصر کرے گا؟

سوال:... آپ سے گزارش ہے کہ میری ایک مسئلے میں تشفی فرمائیں۔ میری مستقل ملازمت آج کل حیدرآباد میں ہے، جبکہ میری مستقل رہائش کراچی میں ہے، ہفتے میں کبھی ایک دفعہ اور کبھی دو دفعہ کراچی جاتا ہوں، لہٰذا میں فرض نمازیں کہاں ادا کروں؟ اور قصر نمازیں کہاں؟ چونکہ آج کل میں دونوں جگہ فرض نمازیں ہی ادا کرتا ہوں۔

جواب:... کراچی تو آپ کی رہائش ہے، اس لئے یہ تو آپ کا وطنِ اصلی ہے، اور وہاں آکر آپ کو پوری نماز پڑھنی ہوگی۔ حیدرآباد میں آپ کی ملازمت ہے، اگر آپ ایک دفعہ لگاتار پندرہ دن رہیں تو وہاں بھی مقیم ہوجائیں گے، اور جب تک آپ کی وہاں ملازمت رہے گی، آپ وہاں پہنچتے ہی مقیم ہوجایا کریں گے۔[1]

گھر سے سو میل دُور چھ دن رہنے والا وہاں کتنی نماز پڑھے؟

سوال:... میں نوکری کے سلسلے میں ہر ہفتے اپنے گاؤں سے ایک سو میل دُور جاتا ہوں، اور جمعرات کے دن واپس اپنے گاؤں آتا ہوں۔ کیا میں نماز قصر پڑھوں یا نہیں؟ بعض احباب کہتے ہیں کہ آپ اپنے گاؤں میں باقاعدہ واپس آتے ہیں اور نوکری کی جگہ فقط چھ روز ہفتے سے جمعرات تک رہتے ہیں، اس لئے آپ وہاں نوکری کی جگہ پر مسافر ہیں، اور نماز قصر یعنی دو رکعت فرض پڑھا کریں۔

جواب:... اگر آپ ایک دفعہ ملازمت کی جگہ پندرہ روز مسلسل رہنے کی نیت کرلیں تو آپ وہاں مقیم ہوجائیں گے، اس کے بعد جب تک وہاں آپ کی ملازمت ہے، جب بھی وہاں جائیں گے، مقیم ہوا کریں گے اور پوری نماز پڑھیں گے، لیکن جب تک آپ پندرہ دن قیام نہیں کریں گے، وہاں مسافر ہوں گے۔[2]

دورانِ سفر نماز پوری پڑھی جائے گی یا قصر؟

سوال:... شام کو تقریباً پانچ بجے ہم نوری آباد سے کراچی کے لئے روانہ ہوتے ہیں، اور نوری آباد سے ۵۰ کلومیٹر (۳۱ میل) دُور دورانِ سفر عصر کی نماز ادا کرتے ہیں، عصر کی نماز بھی ہم قصر ادا کرسکتے ہیں یا پھر پوری ادا کرنی ہوگی جبکہ کبھی کبھار عصر کا وقت ۵:۳۰ بھی ہوتا ہے؟

جواب:... اس کا حکم بھی وہی ہے جو اُوپر لکھا گیا، کیونکہ اگر کراچی کی آبادی سے نکلنے کے بعد نوری آباد تک مسافتِ سفر کی مقدار بنتی ہے تو آپ آتے جاتے ہوئے راستے میں بھی مسافر ہوں گے، اور راستے میں کوئی نماز پڑھیں تو قصر پڑھیں گے، اور اگر وہاں سے وہاں تک مسافتِ سفر نہیں، تو آپ راستے میں بھی مقیم ہوں گے اور پوری نماز پڑھیں گے۔

(۱ و ۲) وأما فی غیر وطنه فلا یصیر مقیمًا إلّا بنیة الإقامة وأقل الإقامة عندنا خمسة عشر یومًا ... الخ۔ (حلبی کبیر ج: ۱ ص: ۵۳۹، فصل فی صلاة المسافر، طبع سهیل اکیڈمی لاهور)۔

حیدرآباد سے نوری آباد نوکری کے لئے آنے والا وہاں پوری نماز پڑھے گا

سوال:... میرا سوال یہ ہے کہ مجھے نوکری کے سلسلے میں روزانہ حیدرآباد سے نوری آباد آنا پڑتا ہے، جو حیدرآباد سے تقریباً ۷۰ کلومیٹر پر ہے، پوچھنا یہ ہے کہ مجھے نوری آباد میں قصر نماز پڑھنی چاہئے یا پوری؟

جواب:... پوری نماز پڑھیں۔[1]

سفر کے دوران نماز کے مسائل

سوال:... ہم نوری آباد میں نوکری کرتے ہیں اور روزانہ نوری آباد سے کراچی اور کراچی سے نوری آباد بذریعہ بس سفر کرتے ہیں اور ظہر کی نماز اکثر فیکٹری میں ادا کرتے ہیں جو کہ کراچی سے ۱۰۰ کلومیٹر (۶۲ میل) دُور ہے، کیا ہم ظہر کی نماز قصر کرسکتے ہیں یا پوری نماز ادا کریں؟

جواب:... سفر کی مسافت اپنے شہر کی آبادی سے نکلنے کے بعد شروع ہوتی ہے۔ پس اگر کراچی کی آبادی سے باہر نکلنے کے بعد نوری آباد کا فاصلہ مسافتِ سفر پر ہے تو آپ نوری آباد میں مسافر ہوں گے، اور وہاں قصر پڑھیں گے (صرف سڑک پر لکھے ہوئے میلوں کو نہ دیکھا جائے)۔ اور اگر کراچی کی آبادی سے نکلنے کے بعد نوری آباد کا فاصلہ مسافتِ سفر کا نہیں رہتا تو آپ وہاں مقیم ہوں گے اور پوری نماز پڑھیں گے۔[2]

نوری آباد فیکٹری میں ہفتہ رہنے والے کراچی کے باشندے کتنی نماز پڑھیں؟

سوال:... ہمارے کچھ ساتھی ایسے بھی ہیں کہ وہ ہفتہ والے دن فیکٹری میں آتے ہیں اور پھر پورے ہفتے یہیں فیکٹری میں قیام کرتے ہیں، اور پھر جمعرات کو واپس کراچی جاتے ہیں، یعنی وہ پورا ہفتہ یہیں قیام کرتے ہیں، ان کے لئے نماز قصر کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب:... ان کا حکم بھی وہی ہے جو روزانہ آنے جانے والوں کا ہے، البتہ اگر نوری آباد کراچی سے مسافتِ قصر پر واقع ہے اور کچھ لوگ وہاں پندرہ دِن قیام کرکے مقیم ہوجائیں، تو جب تک ان کی وہاں ملازمت ہے، وہاں جاتے ہی مقیم ہوجایا کریں گے، اور پوری نماز پڑھیں گے،[3] ہاں راستے میں آتے جاتے مسافر ہوں گے۔

---

(۱) ولا بد للمسافر من قصد مسافة مقدرة بثلاثة أيام حتى يترخص برخصة المسافرين ...إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۳۹، کتاب الصلاة، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر، طبع رشیدیہ کوئٹہ).

(۲) ثم المعتبرة المجاوزة من الجانب الذی خرج منه حتی لو جاوز عمران المصر قصر .... ولا بد للمسافر من قصد مسافة مقدرة بثلاثة أيام حتى يترخص برخصة المسافرين ...إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۳۹، کتاب الصلاة، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر، طبع رشیدیہ کوئٹہ).

(۳) ولا يزال على حكم السفر حتى ينوي الإقامة في بلدة أو قرية خمسة عشر يومًا أو أكثر. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۳۹، کتاب الصلاة، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر، طبع رشیدیہ کوئٹہ).

سوال:... عصر کی نماز گرمیوں کے دنوں میں نوری آباد سے کراچی جاتے ہیں تو نوری آباد سے ۶۴ کلومیٹر دُور تقریباً ۴۰ میل (کراچی سے ۳۶ کلومیٹر، تقریباً ۲۲ میل دُور) کے فاصلے پر دورانِ سفر ادا کرتے ہیں، کیا اس صورت میں بھی نماز قصر ادا کرنی ہوگی یا پھر پوری پڑھنی ہوگی؟

جواب:... اس کا حکم اُوپر آچکا ہے۔

بیک وقت دوشہروں میں مقیم کس طرح قصر نماز پڑھے؟

سوال:... میری مستقل رہائش سمندری میں ہے، جو فیصل آباد سے ۳۰ میل پر ہے، فیصل آباد میں مستقل ملازمت کرتا ہوں اور بوجہ ملازمت فیصل آباد کو ہی وطنِ سکونت سمجھتا ہوں، دورانِ سفر قصر نماز کے لئے کس شہر کو پیشِ نظر رکھنا ہوگا، مستقل خاندانی رہائش کو یا جہاں ملازمت کرتا ہوں؟

جواب:... دونوں کا اعتبار ہوگا، جس شہر سے آپ سفر شروع کریں گے وہاں کا بھی، اور دُوسرے کا بھی، مثال کے طور پر آپ فیصل آباد سے سرگودھا کی طرف سفر کر رہے ہیں تو وہ جگہ فیصل آباد سے ۴۸ میل یا زیادہ کی مسافت پر ہونی چاہئے، تب آپ مسافر ہوں گے۔ اور اگر آپ فیصل آباد سے ٹوبہ یا گوجرہ کی طرف سفر شروع کریں تو سمندری آتے ہی آپ مقیم ہوجائیں گے، اب آگے کی جگہ اگر سمندری سے ۴۸ میل ہو تو آپ مسافر ہوں گے، ورنہ نہیں۔ اسی طرح اگر آپ کو سمندری سے سرگودھا کی طرف جانا ہے، راستے میں فیصل آباد آتا ہے، آپ وہاں پہنچتے ہی مقیم ہوجائیں گے، اب اس سے آگے کی مسافت ۴۸ میل ہو تو مسافر ہوں گے، ورنہ نہیں۔[1]

مسافر مختلف قریب قریب جگہوں پر رہے تب بھی قصر کرے

سوال:... (الف) زید کراچی سے پشاور گیا، اور پشاور میں پچیس دن رہنے کا ارادہ ہے، مگر مختلف مقامات پر دو تین دن رہنا ہے، لیکن جن مختلف مقامات پر رہتا ہے، وہ قریب قریب ہیں، ایک فرلانگ یا آدھا فرلانگ دُور دُور مختلف دیہات میں، کیا وہ نماز پوری پڑھے گا؟

سوال:... (ب) عمرو پشاور سے کراچی آیا، اور پندرہ دن سے زائد کراچی میں رہتا ہے، مگر دو دن ناظم آباد، تین دن ٹاور میں، تین دن کیماڑی میں یا اس سے بھی تھوڑا دُور یا اس سے بھی قریب قریب مقامات پر رہتا ہے، کیا پوری نماز پڑھے گا؟

جواب:... مسافر جب ایک معین مقام (شہر یا گاؤں) میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ رہنے کی نیت کرلے تو وہ مقیم ہوجاتا ہے، اور اس کے ذمہ پوری نماز پڑھنا ضروری ہے، اور اگر ایک جگہ رہنے کی نیت نہیں تو وہ بدستور مسافر رہے گا،[2] اور نماز کی قصر

---

(۱) ولا بد للمسافر من قصد مسافة مقدرة بثلاثة أيام حتّٰى يترخص برخصة المسافرين وإلّا لَا يترخص أبدًا۔ (فتاوی عالمگیری ج:۱ ص:۱۳۹ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر، طبع رشيديه كوئٹه)۔ أيضًا: وتعتبر المدة من أيّ طريق أخذ فيه، كذا في البحر الرائق۔ (أيضًا ج:۱ ص:۱۳۸، طبع دار المعرفة، بيروت)۔

(۲) ولَا يزال علٰى حكم السفر حتى ينوى الإقامة فى بلدة أو قرية خمسة عشر يومًا أو أكثر۔ (عالمگيری ج:۱ ص:۱۳۹، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر، طبع رشيديه كوئٹه)۔

کرے گا،[1] پس سوال میں ذکر کردہ پہلی صورت میں وہ مسافر ہے، کیونکہ اس کی نیت ایک جگہ رہنے کی نہیں، بلکہ مختلف جگہوں پر رہنے کی ہے، گوان جگہوں میں زیادہ فاصلہ نہیں، اور دُوسری صورت میں وہ مقیم ہوگا، کیونکہ کراچی کا پورا شہر ایک ہی ہے، اس کے مختلف محلوں یا علاقوں میں رہنے کے باوجود وہ ایک ہی شہر میں ہے۔

مرد اور عورت اپنی اپنی سسرال میں مقیم ہوں گے یا مسافر؟

سوال:... آدمی جب اپنی سسرال جائے تو کیا وہاں سفر والی نماز ادا کرے یا مقیم والی؟ بیوی خواہ اپنے والدین کے گھر ہو یا نہ ہو، تو کس طرح نماز ادا کرے؟ اگر بیوی اپنے والدین کے گھر جائے تو کیا وہ بھی مسافرہ ہے یا مقیم؟

جواب:... مرد کی سسرال اگر مسافتِ سفر پر ہے تو وہ وہاں مسافر ہوگا، اور بیوی کی اگر رُخصتی ہوچکی ہے اور وہ اپنے میکے ملنے کے لئے آتی ہے تو وہ بھی وہاں مسافر ہوگی، جبکہ اس کی نیت وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کی نہ ہو۔[2]

عورت میکے میں سفری نماز پڑھے یا پوری نماز؟

سوال:... میرے والدین مورو، سندھ میں رہتے ہیں، جبکہ میرا گھر کراچی میں ہے، لہٰذا آپ سے پوچھنا ہے کہ جب میں کراچی سے ہفتہ یا دس دن کے لئے مورو ماں باپ کے گھر آیا کروں تو چار فرض کے دو فرض پڑھوں یا پورے چار فرض پڑھوں؟ کیونکہ یہ بھی میرا یعنی ماں باپ کا گھر ہے۔ دُوسری بات یہ ہے کہ میرے شوہر جب میرے ساتھ آئیں تو وہ قصر نماز پڑھیں گے یا سسرال کی وجہ سے پوری نماز پڑھیں گے؟

جواب:... شادی کے بعد لڑکی کے لئے شوہر کا گھر اس کا وطن ہے، ماں باپ کا گھر اس کا وطن نہیں رہتا، اس لئے جب آپ اپنے میکے جائیں تو اگر وہاں پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت ہو، تب پوری نماز پڑھیں، ورنہ قصر پڑھیں، آپ کے شوہر کی بھی اگر پندرہ دن سے کم رہنے کی نیت ہو تو وہ وہاں مسافر ہوں گے۔[3]

شادی شدہ لڑکے کی مستقل سکونت کون سی کہلائے گی؟

سوال:... کہتے ہیں کہ بیٹے کا گھر شادی سے پہلے ماں باپ والا ہوتا ہے، اور شادی کے بعد وہ والا جہاں اس کے اہل خانہ رہتے ہوں، ایسی صورت میں جبکہ یہ دونوں گھر دو مختلف شہروں میں ہوں تو اس لڑکے کی سکونت کس شہر میں کہلائے گی؟

---

(۱) ولو نوى الإقامة خمسة عشر يومًا في موضعين فإن كان كل منهما أصلًا بنفسه نحو مكة ومنى والكوفة والحميرة لا يصير مقيمًا ... إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۴۰، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر).

(۲) ثم المعتبر في السفر والإقامة نية الأصل دون التبع كالخليفة والأمير مع الجند والزوج مع زوجته ... إلخ. (شرح حلبي كبير ص:۵۴۱، فصل في صلاة المسافر، طبع لاهور).

(۳) الوطن الأصلي يبطل بمثله وفي الشامية فلو كان له أبوان ببلد غير مولده وهو بالغ ولم يتأهل به فليس ذلك وطنًا له إلا إذا عزم على القرار فيه وترك الوطن الذي كان له قبله ... إلخ. (شامي ج:۲ ص:۱۳۲، باب صلاة المسافر).

جواب:... جہاں اس نے مستقل سکونت کا اِرادہ کرلیا ہو۔ [1]

بچوں سمیت دُوسرے شہر میں قیام پذیر کی نماز کا حکم

سوال:... اپنے بچوں کے ساتھ دُوسرے شہر میں رہنے والے کو قصر کی نماز کس گھر میں ادا کرنی ہوگی؟ ماں باپ کے گھر میں یا نہیں؟

جواب:... اگر ماں باپ کے گھر کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ چکا ہے تو یہاں مسافر ہوگا، اور اگر اس کو مستقل طور پر چھوڑنے کا اِرادہ نہیں کیا تو دونوں جگہ مقیم ہوگا، اور پوری نماز پڑھے گا۔ [2]

۵۶ میل دُور پندرہ دن سے کم رہنے والے کی نماز کا حکم

سوال:... میں اپنے شہر سے تقریباً ۵۶ میل دُور دُوسرے شہر کے کالج میں پروفیسر ہوں، ہر ہفتے باقاعدہ جمعرات کو گھر آتا ہوں، اور سنیچر کو واپس کالج جاکر پانچ دن گزارتا ہوں، ان دنوں میں کبھی کبھار جماعت کی نماز سے رہ جاتا ہوں تو اپنی نماز قصر سے پڑھتا ہوں، آیا مجھے قصر کی اِجازت ہے یا نہیں؟ اس کالج میں سات سال سے ملازمت ہے۔

جواب:... اگر ایک مرتبہ اپنے کالج والے شہر میں پندرہ دن گزار لیں تو اس کے بعد جب تک اس کالج میں ملازمت رہے گی، وہاں پوری نماز پڑھیں گے، لیکن اگر پندرہ دن قیام کی نوبت نہیں آئی، تو آپ وہاں مسافر ہیں۔ [3]

ہاسٹل میں رہنے والا طالبِ علم کتنی نماز وہاں پڑھے اور کتنی گھر پر؟

سوال:... میں مہران یونیورسٹی جامشورو میں پڑھتا ہوں، میرا گاؤں یہاں سے ۴۹ میل دُور ہے، اور میں ہاسٹل میں رہتا ہوں، اور ہر جمعرات کو گاؤں جاتا ہوں، یوں میرا گاؤں سے دُور پندرہ دن سے کم دن کا قیام ہے، سوال یہ ہے کہ مجھے سفری نماز پڑھنی چاہئے یا پوری؟ نیز یہ کہ گاؤں میں صرف ایک رات رہتا ہوں ہفتے میں۔

جواب:... اگر آپ ایک بار ہاسٹل میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرلیں تو ہاسٹل آپ کا ''وطنِ اِقامت'' بن جائے گا، اور جب تک آپ طالبِ علم کی حیثیت سے وہاں مقیم ہیں، وہاں پوری نماز پڑھیں گے۔ اور اگر آپ نے ایک بار بھی وہاں پندرہ دن کا

---

(۱) الوطن الأصلي يبطل بمثله وفي الشامية فلو كان له أبوان ببلد غير مولده وهو بالغ ولم يتأهل به فليس ذلك وطنًا له إلّا إذا عزم على القرار فيه وترك الوطن الذي كان له قبله ... إلخ. (شامي ج:۲ ص:۱۳۲، باب صلاة المسافر).

(۲) الوطن الأصلي يبطل بمثله إذا لم يبق له بالأوّل أهل فلو بقي لم يبطل بل يتم فيهما أي بمجرد الدخول وإن لم ينو إقامة. (شامي ج:۲ ص:۱۳۲، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، طبع ايچ ايم سعيد).

(۳) ووطن الإقامة وهو أن يقصد الإنسان أن يمكث في موضع صالح للإقامة خمسة عشر يومًا أو أكثر. (بدائع الصنائع ج:۱ ص:۱۰۳، صلاة المسافر، طبع ايچ ايم سعيد). ولا يزال على حكم السفر حتى ينوي الإقامة في بلدة أو قرية خمسة عشر يومًا أو أكثر. (عالمگيري ج:۱ ص:۱۳۹، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر).

قیام نہیں کیا تو آپ وہاں مسافر ہیں، اور قصر پڑھیں گے، اور گھر پر تو آپ ہر حال میں پوری نماز پڑھیں گے، خواہ ایک گھنٹے کے لئے آئے ہوں۔[1]

کیا سفر سے واپسی کے بعد بھی نماز قصر پڑھنی ہوگی؟

سوال:... سفر سے واپسی کے بعد کتنے دن بعد تک نمازِ سفر ادا کرنی چاہئے یا سفر کے اختتام پر بند کردی جائے؟

جواب:... سفر سے واپسی پر جب آدمی اپنے شہر کی حدود میں داخل ہوجائے، سفر کی نماز ختم ہوجاتی ہے، حدودِ شہر میں داخل ہونے کے بعد پوری نماز پڑھنا لازم ہے۔[2]

دورانِ سفر قضا شدہ نمازیں کتنی پڑھنی ہوں گی؟

سوال:... اگر سفر کی نمازیں قضا ہوجائیں تو بعد میں پوری قضا پڑھنی چاہئے یا دو رکعت قضا پڑھنی چاہئے؟

جواب:... قضا بھی دو ہی رکعت ہوگی۔[3]

قصر نماز کی قضا بھی قصر ہوگی

سوال:... اگر کوئی شخص سفر کے دوران مجبوری میں نماز اَدا نہ کرسکا تو کیا قضا نماز قصر اَدا کرے یا پوری پڑھے گا؟

جواب:... جو نمازیں سفر کے دوران ادا نہ کی گئیں ان کی قضا قصر کے مطابق ادا کی جائے گی۔[4]

پانی کے جہاز میں سفرِ حج کریں تو کیا قصر کریں گے؟

سوال:... کیا حج کا سفر بھی قصر کہلاتا ہے؟ پانی کے جہاز سے ہم سفر کریں تو نماز قصر کرنی ہوگی؟

جواب:... سفر کے دوران نماز قصر ہوگی۔[5]

---

(۱) ولا یزال علٰی حکم السفر حتّٰی ینوی الإقامة فی بلدة أو قریة خمسة عشرة یومًا أو أکثر۔ (فتاویٰ عالمگیری ج:۱ ص:۱۳۹، کتاب الصلاة، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)۔ أیضًا: ووطن الإقامة وھو أن یقصد الإنسان أن یمکث فی موضع صالح للإقامة خمسة عشرة یومًا أو أکثر۔ (بدائع الصنائع ج:۱ ص:۱۰۳)۔

(۲) وکذا إذا عاد من سفره إلٰی مصره لم یتم حتّٰی یدخل العمران ...إلخ۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۱۳۹، صلاة المسافر)۔

(۳، ۴) وفی الدر المختار: والقضاء یحکی أی یشابه الأداء سفرًا وحضرًا لأنه بعد ما تقرر لا یتغیر۔ وفی الشامیة: فلو فاتته صلٰوة المسافر وقضاها فی الحضر یقضیها مقصورة کما لو أداها، وکذا فاتته الحضر تقضی فی السفر تامة۔ (شامی ج:۲ ص:۱۳۵، باب صلاة المسافر)۔

(۵) قال محمد رحمه الله تعالٰی: یقصر حین یخرج من مصره ویخلف دور المصر کذا فی المحیط۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۱۳۹، کتاب الصلاة، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)۔

مختلف علاقوں اور کچھ دن سات میل دُور دیہات میں گزارنے والی تبلیغی جماعت پوری نماز پڑھے گی

سوال:... جیسا کہ ۸ ذوالحجہ سے ۱۵ یوم پہلے پہنچنے والوں پر مکہ مکرمہ، منیٰ، مزدلفہ، عرفات میں مقیم ہونے کی وجہ سے پوری نماز ہے، تابع ہونے کی وجہ سے، جبکہ عرفات مکہ سے تقریباً ۹ میل دُور ہے، تو اسی طرح اگر تبلیغی جماعت کے احباب کراچی شہر میں پندرہ یوم سے زیادہ مختلف علاقوں اور پھر ایک ہفتہ اسی اثنا میں ۷ میل دُور ایک دیہات میں گزاریں، یا شہر سے دو میل دُور کسی دیہات میں گزاریں اور مقامی نماز کسی مسجد میں کسی وجہ سے اگر نہ مل سکے تو یہ حضرات اس دوران پندرہ یوم سے زیادہ مختلف جگہوں میں شہر اور دیہات کے علاقوں میں نماز پوری پڑھیں یا قصر کریں؟

جواب:... منیٰ، عرفات، مزدلفہ اور مکہ مکرمہ چاروں الگ الگ جگہیں ہیں، حاجیوں کو ان چار جگہوں میں گھومنا ہوتا ہے، اگر مجموعی طور پر ان کی اِقامت کی مدّت پندرہ دن ہوتی ہے تو مسافر ہوں گے۔ ہاں منیٰ جانے سے پہلے یا منیٰ سے واپس آنے کے بعد اگر ان کی مکہ مکرمہ میں رہائش کی مدّت پندرہ دن ہو تو وہ مقیم ہوں گے۔

جو لوگ کراچی کی جماعت کے لئے آتے ہیں، اگر ان کی تشکیل کراچی کی حدود میں ہو اور پندرہ دن کے لئے ان کو کراچی کی حدود میں رہنا ہو تو وہ یہاں مقیم ہوں گے، اور اس کے بعد اگر انہیں کراچی سے باہر جانا ہے تو اس صورت میں مسافر ہوں گے، جبکہ ۴۸ میل سے زیادہ مسافت پر جائیں، اور اگر کراچی سے باہر دو چار میل کے لئے جاتے ہیں اور ان کو پھر کراچی میں واپس آجانا ہے، تو وہ مقیم ہی ہوں گے۔ ہاں اگر وہ کراچی سے باہر جاتے ہیں اور ان کی سفر کی مسافت ۴۸ میل سے زیادہ ہے، تو وہ کراچی سے نکلنے کے بعد مسافر ہو جائیں گے، خواہ دو چار میل کی قریبی بستی میں جاکر رات گزاریں۔ واللہ اعلم![1]

سفرِ حج میں نماز قصر پڑھیں گے یا پوری؟

سوال:... ۱۹۷۹ء میں ہم حج کے لئے مکہ معظمہ گئے تھے، اور وہاں ہم نے تین ماہ قیام کیا، اور سفر ہم نے بحری جہاز کے ذریعے کیا، اور جہاز میں ہم نے فرض نمازوں کو قصر نہیں پڑھا، اور نہ ہم نے نمازیں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور عرفات کے میدان میں قصر پڑھیں۔ لہٰذا پوچھنا یہ ہے کہ ہمیں سفر کے دوران اور مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور عرفات کے میدان میں فرض نمازیں قصر کرکے پڑھنا تھیں یا پوری فرض نماز پڑھنا تھی؟

---

(۱) فإذا قصد بلدة مسيرة ثلاثة أيام ولياليها كان مسافرًا عندنا .... ولو نوى الإقامة خمسة عشر يومًا في في موضعين فإن كان كل منهما أصلًا بنفسه نحو مكة ومنى .... لَا يصير مقيمًا .... ذكر في كتاب المناسك أن الحاج إذا دخل مكة في أيام العشر ونوى الإقامة نصف شهر لَا تصح لأنه لَا بُدَّ له من الخروج إلى العرفات فلا يتحقق الشرط. (عالمگيرى ج:۱ ص:۱۳۸-۱۴۰، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر).

جواب:... جہاز میں تو آپ مسافر تھے، قصر نمازیں پڑھنی تھیں،[1] اور مکہ مکرمہ اگر آپ اس وقت پہنچے کہ حج کے لئے منیٰ عرفات جانے میں پندرہ دن سے کم کا فاصلہ تھا، تو اتنے دن آپ کو مکہ مکرمہ میں بھی قصر کرنا چاہئے تھا۔[2] حج سے فارغ ہوکر جب آپ مکہ مکرمہ واپس آگئے اور وہاں پندرہ دن کا قیام طے تھا تو آپ مقیم ہوگئے،[3] پوری نماز پڑھنی چاہئے تھی۔ مکہ مکرمہ سے آپ مدینہ منورہ گئے تو راستے میں پھر آپ مسافر تھے، اور مدینہ شریف پہنچ کر اگر وہاں پندرہ دن قیام کرنا ہے تو آپ وہاں مقیم ہوگئے، ورنہ مسافر رہے۔

حاجی مکہ میں مقیم ہوگا یا مسافر؟

سوال:... حاجی مکہ میں مسافر ہوگا یا مقیم؟ جبکہ وہ پندرہ دن قیام کی نیت کرے مگر اس قیام کے دوران وہ منیٰ، عرفات بھی پانچ دن کے لئے جائے اور آئے، ایسی صورت میں وہ مقیم ہوگا یا مسافر؟ اور منیٰ اور مکہ مکرمہ شہرِ واحد کے حکم میں ہیں یا دو الگ الگ شہر؟

جواب:... مکہ، منیٰ، عرفات اور مزدلفہ الگ الگ مقامات ہیں، ان میں مجموعی طور پر پندرہ دن رہنے کی نیت سے آدمی مقیم نہیں ہوتا، پس جو شخص ۸ رذُوالحجہ کو منیٰ جانے سے پندرہ دن پہلے مکہ مکرمہ آگیا تو وہ مکہ مکرمہ میں مقیم ہوگیا، اب وہ منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں بھی مقیم ہوگا اور پوری نماز پڑھے گا۔ لیکن اگر مکہ مکرمہ آئے ہوئے ابھی پندرہ دن پورے نہیں ہوئے تھے کہ منیٰ کو روانگی ہوگئی تو یہ شخص مکہ مکرمہ میں بھی مسافر ہوگا اور منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں بھی قصر نماز پڑھے گا۔ تیرہویں تاریخ کو منیٰ سے واپسی کے بعد اگر اس کا ارادہ پندرہ دن مکہ مکرمہ میں رہنے کا ہے تو اب یہ شخص مکہ مکرمہ میں مقیم بن جائے گا، لیکن اگر منیٰ سے واپسی کے بعد بھی مکہ مکرمہ میں پندرہ دن رہنے کا موقع نہیں تو یہ شخص بدستور مسافر ہی رہے گا۔[4]

میدانِ عرفات میں قصر کیوں پڑھی جاتی ہے؟

سوال:... یوم الحج یعنی ۹ رذی الحجہ کو مقامِ عرفات میں مسجدِ نمرہ میں جو ظہر اور عصر کی نمازیں ایک ساتھ پڑھی جاتی ہیں، وہ ہمیشہ قصر کیوں پڑھی جاتی ہیں؟ جبکہ مکہ معظمہ سے عرفات کے میدان کا فاصلہ تین چار میل ہے، اور قصر کے لئے مقامِ قیام سے ۴۸ میل یا ایسے ہی کچھ فاصلے کا ہونا ضروری ہے؟

جواب:... ہمارے نزدیک عرفات میں قصر صرف مسافر کے لئے ہے،[5] مقیم پوری نماز پڑھے گا، سعودی حضرات کے

---

(۱) الأصل ان كل صلاة ثبت وجوبها في الوقت وفاتت عن وقتها أنه يعتبر في كيفية قضائها وقت الوجوب وتقضى على الصفة اللتي فاتت عن وقتها ... إلخ. (بدائع الصنائع ج:۱ ص:۵۷۲، ۵۶۳، كتاب الصلاة).

(۲) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر۱ ملاحظہ ہو۔

(۳) ولَا يزال على حكم السفر حتى ينو الإقامة في بلدة أو قرية خمسة عشر يومًا أو أكثر. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۳۹، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر).

(۴) گزشتہ صفحے کا حوالہ نمبر۱ ملاحظہ ہو، نیز: ولَا يزال على حكم السفر حتى ينوي الإقامة في بلدة أو قرية خمسة عشر يومًا أو أكثر. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۳۹، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر).

(۵) حوالہ کے لئے دیکھئے گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر۱۔

نزدیک قصر مناسک کی وجہ سے ہے، اس لئے امام خواہ مقیم ہو، قصر ہی کرے گا، اب سنا ہے کہ احناف کے مسلک کی رعایت میں امام ریاض سے لایا جاتا ہے۔

منیٰ میں قصر نماز

سوال:... کوئی شخص پاکستان سے یا دُوسرے ممالک سے حج یا عمرے کے لئے جاتا ہے تو مکہ شریف میں پندرہ سے زیادہ ایام رہنے کے بعد احرامِ حج باندھ کر منیٰ وعرفات کو جاتا ہے، اب پوچھنا یہ ہے کہ منیٰ وعرفات ومزدلفہ میں نمازیں قصر پڑھے یا پوری پڑھے؟ بعض حضرات کہتے ہیں کہ قصر پڑھے، کیونکہ نبی علیہ السلام نے مکہ میں مقیم ہونے کے باوجود نماز قصر پڑھی۔ اگر حنفی مسلک رکھنے والے نے قصر پڑھی ہو تو اس کی نمازیں ہوگئیں یا دوبارہ قضا کرے؟

جواب:... قصر کا حکم صرف مسافر کو ہے،[1] اور جو شخص منیٰ جانے سے پہلے مقیم ہو، خواہ اس وجہ سے کہ وہ مکہ مکرّمہ کا رہنے والا ہے، خواہ اس وجہ سے کہ وہ پندرہ دن یا اس سے زیادہ عرصے سے مکہ مکرّمہ میں ٹھہرا ہوا تھا، اس کو منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں قصر کی اجازت نہیں، وہ پوری نماز پڑھے اور اگر قصر کرچکا ہے تو وہ نمازیں نہیں ہوئیں، ان کو دوبارہ پڑھے۔

خلاصہ یہ کہ جو حاجی صاحبان ایسے وقت مکہ مکرّمہ جاتے ہیں کہ ۸ رتاریخ (جو منیٰ جانے کا دن ہے) تک مکہ مکرّمہ میں ان کے پندرہ دن نہیں ہوتے وہ مکہ مکرّمہ میں بھی مسافر شمار ہوں گے اور منیٰ، عرفات میں بھی، لہٰذا قصر کریں گے۔[2] اور اگر ۸ رتاریخ تک مکہ مکرّمہ میں ان کے پندرہ دن پورے ہوجاتے ہیں تو وہ مکہ مکرّمہ میں مقیم ہوجائیں گے اور منیٰ، عرفات میں بھی مقیم رہیں گے۔

اِمام مسافر کے پیچھے بھی مقیم مقتدی کو جماعت کی فضیلت ملتی ہے

سوال:... میں دھوراجی میں ایک ادارے میں زیرِ تعلیم ہوں، اس ادارے کے قریب ہی ایک مسجد ہے، جہاں میں ظہر کی نماز ادا کرتا ہوں، کچھ عرصہ قبل میں حسبِ معمول نمازِ ظہر ادا کرنے مسجد ہٰذا میں پہنچا تو جماعت کھڑی ہوچکی تھی، وضو سے فارغ ہوا تو دُوسری رکعت جاری تھی، قریب تھا کہ جماعت میں شامل ہوتا، امام نے دو رکعت کے بعد سلام پھیرلیا۔ دریافت کرنے پر پتہ یہ چلا کہ مسجد میں ایک پیر صاحب آئے ہوئے ہیں جنھوں نے امامت کی، اعلان کیا گیا کیونکہ پیر صاحب سفر میں ہیں اس لئے انہوں نے چار فرض کے بجائے دو فرض پڑھائے، لہٰذا تمام نمازی چار رکعت فرض انفرادی طور پر دوبارہ ادا کریں۔ یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ پیر صاحب سفر کے دوران کراچی میں مختصر قیام پر ہیں، اس لئے انہوں نے دو فرض پڑھے، لیکن مسجد کے نمازی تو مقامی ہیں، دریافت یہ کرنا ہے کہ لوگ مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے جاتے ہیں جس کی بڑی تاکید بھی آئی ہے، ان کی جماعتوں کی نماز ایک مسافر پیر سے امامت کرا کے ضائع کرادینا اور جماعت کی نماز کے فضائل سے محروم کردینا قرآن وسنت کی رُو سے کیا جائز ہے؟ نیز جماعت سے نماز

---

(۱) حوالہ کے لئے دیکھئے ص:۹۱ کا حاشیہ نمبر۱۔

(۲) ایضاً۔

نہ ادا کرنے کا وبال کس پر ہوگا، نمازی پر، پیر صاحب پر، یا مسجد کے منتظمین پر؟ میں اس کے بعد وہاں مسجد میں نماز پڑھنے نہیں گیا، بعد میں پتہ چلا کہ تین چار روز تک پانچوں وقت کی نمازیں پیر صاحب نے اسی طرح پڑھائیں۔ برائے مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں، اس سے بہت شک وشبہات ختم ہوں گے۔

جواب:... اگر امام مسافر ہو تو وہ دو رکعت کے بعد سلام پھیر دے گا، اور اس کے پیچھے جو مقتدی مقیم ہیں، وہ اُٹھ کر اپنی دو رکعتیں پوری کرلیں گے،[1] مقتدیوں کو چار فرض انفرادی طور پر ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور مسافر کی امامت سے اس کی اقتدا کرنے والے مقیم مقتدیوں کو بھی جماعت کا ثواب پورا ملتا ہے، اس لئے آپ کا یہ سوال ہی بے محل ہے کہ جماعت سے نماز نہ پڑھنے کا وبال کس پر ہوگا؟ کیونکہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھی گئی، اس لئے ترکِ جماعت کے وبال کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ جو مقتدی اپنی سستی کی وجہ سے آپ کی طرح دیر سے آئے اور جماعت سے محروم رہے، ان کا وبال خود انہی کی سستی پر ہے، اور آپ کا آئندہ کے لئے اس مسجد میں جانا ہی بند کردینا بھی غلط تھا۔

مقیم اِمام کی اِقتدا میں مسافر مقتدی کتنی رکعات کی نیت کرے؟

سوال:... امام مقیم، مقتدی مسافر، تو مقتدی کتنی رکعتوں کی نیت کرے گا؟ سنا ہے کہ نیت دو رکعتوں کی کرنی ہے اور پڑھنی چار ہیں؟

جواب:... امام مقیم ہو تو مقتدی بھی اس کی اِقتدا میں پوری نماز پڑھے گا، اور پوری نماز ہی کی نیت کرے گا،[2] مسافر کو قصر کا حکم اس صورت میں ہے، جب وہ اکیلا نماز پڑھ رہا ہو یا مسافر امام کی اِقتدا میں نماز پڑھ رہا ہو۔

مسافر مقتدی کی مقیم اِمام کے پیچھے نماز ٹوٹ گئی تو دوبارہ کتنی رکعتیں پڑھے؟

سوال:... کوئی مسافر، مقیم امام کی اقتدا میں چار فرض رکعت پڑھ رہا تھا کہ کسی وجہ سے نماز ٹوٹ گئی، جب امام نماز پڑھ کر سلام پھیر دے، بعد میں مسافر اکیلا نماز فاسد شدہ دوبارہ ادا کرے گا تو کتنی رکعت اس کو پڑھنی ہوں گی؟

جواب:... مقیم کی نماز پڑھے گا، یعنی پوری۔[3]

---

(۱) وصح إقتداء المقيم بالمسافر في الوقت فإذا قام أي بعد سلام الإمام إلى الإتمام لا يقرأ. (درمختار ج:۲ ص:۱۲۹، باب صلاة المسافر). أيضًا: وإن صلّى المسافر بالمقيمين ركعتين سلم وأتم المقيمون صلاتهم وصاروا منفردين كالمسبوق إلّا أنهم لا يقرؤن في الأصح ... إلخ. (عالمگيري ج:۱ ص:۱۴۲، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر).

(۲) وإن اقتدىٰ مسافر بمقيم أتم أربعًا. (عالمگيري ج:۱ ص:۱۴۲، صلاة المسافر). أيضًا: وإن اقتدى مسافر في الوقت صح وأتم، هكذا روي عن ابن عباس وابن عمر، ولأنه تبع لإمامه فيتغير فرضه إلى أربع كما يتغير بنية الإقامة لاتصال المغير بالسبب وهو الوقت. (تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر ج:۱ ص:۵۱۵ طبع بيروت).

(۳) إذا اقتدى المسافر بالمقيم في الوقت صح ولزمه الإتمام .... لو إقتدى به في الوقت ثم خرج الوقت قبل تمامها لأنه حين اقتدى صار فرضه أربعًا للتبعية مع قبول الصلوٰة للتغير وصار كالمقيم في حق تلك الصلوٰة وصلوٰة المقيم لا تصير ركعتين بخروج الوقت ... إلخ. (حلبي كبير ج:۱ ص:۵۴۲، فصل في صلاة المسافر، طبع لاهور).

ہوائی جہاز میں بیٹھ کر نماز پڑھنا اور کھانے کی میز پر سجدہ کرنا

سوال:... ہوائی جہاز میں لوگ سیٹ پر بیٹھ کر کھانے کی ٹیبل پر سجدے کرتے ہیں، اس طرح نماز دُرست ہے؟

جواب:... جہاز میں بھی کھڑے ہوکر اور قبلہ رُخ معلوم کر کے نماز پڑھنا ضروری ہے، سیٹ پر بیٹھ کر اور کھانے کی میز پر سجدہ کرنے سے نماز نہیں ہوتی۔[1]

کیا بس اور ہوائی جہاز میں نماز ادا کرنی چاہئے؟

سوال:... بس یا ہوائی جہاز کے سفر کے دوران اگر نماز کا وقت ہوجائے تو کیا بس یا ہوائی جہاز میں سفر کے دوران نماز ادا کرنا لازمی ہے؟ کیونکہ بس ڈرائیور تو عموماً بس کھڑی نہیں کرتے اور ہوائی جہاز کا معاملہ تو بالکل ہی مشکل معاملہ ہے، کیونکہ وہ تو انسان کے بس کی بات نہیں ہے، اس لئے بس یا ہوائی جہاز کے اندر نماز کس طرح ادا کی جائے؟ اور کیا ادا کرنا لازمی ہے؟

جواب:... نماز تو بس اور ہوائی جہاز کے سفر کے دوران بھی فرض ہے، قضا نہیں کرنی چاہئے۔ ہوائی جہاز کے اندر تو آدمی اطمینان سے نماز پڑھ سکتا ہے، البتہ بس میں نماز نہیں پڑھی جاسکتی،[2] اس لئے یا تو بس ڈرائیور سے پہلے معاہدہ کرلیا جائے کہ وہ نماز پڑھانے کے لئے بس کھڑی کرے، ورنہ بس کا ٹکٹ ہی اتنی مسافت کا لیا جائے جہاں پہنچ کر نماز کا وقت آنے کی توقع ہو، نماز پڑھ کر دُوسری بس پکڑلی جائے۔

ہوائی جہاز میں نماز کا کیا حکم ہے؟

سوال:... کیا ہوائی جہاز میں نماز پڑھنے سے نماز ادا ہوجاتی ہے؟

جواب:... ہوائی جہاز میں نماز اکثر علمائے کرام کے نزدیک صحیح ہوجاتی ہے، بشرطیکہ نماز کو اس کی تمام شرائطِ صحت کے ساتھ

---

(۱) ومنها القيام وهو فرض فی صلاة الفرض والوتر للقادر عليه. (عالمگیری ج:۱ ص:۶۹، کتاب الصلاة، الباب الرابع فی صفة الصلاة). أيضًا: ثم (هی) ستة .... والسادس (استقبال القبلة) حقيقةً أو حكمًا كعاجز والشرط حصوله لَا طلبه، وهو شرط زائد للإبتلاء يسقط للعجز. (درمختار ج:۱ ص:۴۲۷). باب شروط الصلاة (ومنها القيام فرض لقادر عليه) وعلى السجود. (تنوير الأبصار مع الدر المختار ج:۱ ص:۴۴۵، باب صفة الصلاة).

(۲) کیونکہ نماز کے صحیح ہونے کے لئے قبلہ رُخ ہونا ضروری ہے اور بس میں یہ ممکن نہیں۔ لَا يجوز لأحد أداء فريضة .... إلَّا متوجهًا إلى القبلة ... إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۶۳، کتاب الصلاة، الباب الثالث فی شروط الصلاة). أيضًا: ومن أراد أن يصلی فی سفينة فرضًا أو نفلًا فعليه أن يستقبل القبلة متى قدر على ذالك، وليس له أن يصلی إلى غير جهتها، حتّى دارت السفينة وهو يصلی وجب عليه أن يدور إلى جهة القبلة حيث دارت .... ومحل كل ذالک إذا خاف خروج الوقت قبل أن تصل السفينة أو القاطرة إلى المكان الذی يصلی فيه صلاة كاملة ولَا تجب عليه الإعادة ومثل السفينة القطر البخارية البرية، والطائرات الجوية ونحوها. (کتاب الفقه على المذاهب الأربعة ج:۱ ص:۱۹۷، طبع بيروت).

ادا کیا جائے، قبلہ رُخ اور دیگر شرائط میں نقص نہ رہ جائے۔[1] بعض علماء فرماتے ہیں کہ ہوائی جہاز میں نماز ادا کرنے کے بعد زمین پر احتیاطاً اس کا اعادہ بھی کرلے تو بہتر ہے، ضروری اور واجب نہیں ہے۔

بحری جہاز کا عملہ مسافر ہے، شہری بندرگاہ پر وہ مقیم بن سکتا ہے

سوال:... میں ایک بحری جہاز میں چیف انجینئر ہوں، زندگی کا بیشتر حصہ سمندروں میں سفر پر گزرتا ہے، مجھے اور میرے دُوسرے ساتھیوں کو حسبِ عہدہ رہائش، خوراک کی جملہ ضروریات (مجوزہ قانون کے تحت) میسر ہیں، یہ ٹھیک ہے کہ ہمیں بعض دفعہ لگاتار بغیر رُکے دو دو ماہ تک سفر میں رہنا پڑتا ہے، چند دن کسی بندرگاہ پر رُکے، اور پھر سفر شروع ہوجاتا ہے۔ جہاز کسی بھی بندرگاہ پر پندرہ دن سے زیادہ نہیں ٹھہرتا (بعض دفعہ ایک ماہ بھی رُک جاتا ہے)۔ میں بفضلہ تعالیٰ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ باجماعت اور بعض دفعہ اکیلے جیسا بھی موقع ہو، اپنی نمازیں فقہِ حنفی کے تحت اہلِ سنت والجماعت کے طریقے پر ادا کرتا ہوں، ہم سب اپنے آپ کو مسافر تصوّر نہیں کرتے، (کیونکہ جیسا کہ میں نے شروع میں عرض کی کہ ہمیں رہائش وخوراک اور پُرسکون ماحول حسبِ عہدہ میسر ہے)۔ چند دن ہوئے ہمارے ایک نئے ساتھی نے جو کیپٹن کے عہدے پر فائز ہوکر ہمارے جہاز کے عملے میں آشامل ہوئے ہیں، ہماری نماز کی ادائیگی پر اعتراض کیا ہے، اور اپنے اعتراض کے جواز میں ایک مولانا صاحب کا تحریری فتویٰ بھی دِکھایا ہے، جس کا لبِ لباب یہ ہے کہ: ''بحری جہازوں کے عملے اور کارکنوں کو اپنی نمازیں بحیثیت مسافر کے ادا کرنی چاہئیں، (یعنی اختصار کے ساتھ فرض نماز آدھی)، بصورتِ دیگر وہ سنتِ نبوی کے منکر ہوں گے۔'' مولانا صاحب! آپ ہمیں مندرجہ بالا حالات کے تحت جو درج کئے گئے ہیں شش وپنج سے نکالیں، کیا بحری جہاز کے عملے/ کارکن کو پوری سہولتیں میسر ہونے کے باوجود اپنے آپ کو مسافر تصوّر کرنا چاہئے؟ یا اپنی نمازیں مکمل طور پر ساکن کے تصوّر پر پڑھنی چاہئیں؟ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے مسافر کو اختصار کے ساتھ ادا کرنے کا حکم (سنتِ نبوی اور حکمِ خداوندی کے تحت) دیا جانا، سفر کی تکالیف اور مشکلات کی وجہ سے ہے۔ مولانا صاحب! اس بات کا کیا جواز ہے کہ مسافر سہولت کی خاطر فرض نماز تو اختصار کے ساتھ پڑھے، جبکہ بقیہ نماز کی سنتیں اور نوافل پورے ادا کرے؟ میرے عرض کرنے کا مدعا یہ ہے کہ مسافر کو اگر سہولت ہی لینی ہے تو صرف فرض نماز کے لئے کیوں، پوری نماز کے لئے کیوں نہیں؟ سنتیں اور نوافل پورے ادا کرنا اگر آسان ہوسکتا ہے تو فرض نماز پوری ادا کرنے میں کیا مشکل ہوسکتی ہے؟ حضرت! شریعتِ محمدی اور قرآنِ پاک کی روشنی میں دلائل کے ساتھ جواب دے کر ہمیں ذہنی کوفت اور پریشانی سے نجات دِلائیں، اس سے بہتوں کا بھلا ہوگا۔

---

(۱) الصلاة في السفينة، ومثلها الطائرة والسيارة: تجوز صلاة الفريضة في السفينة والطائرة والسيارة قاعدًا ولو بلاعذر عند أبي حنيفة ولكن بشرط الركوع والسجود، وقال الصاحبان لا تصح إلّا لعذر وهو الأظهر ...إلخ. (الفقه الإسلامي وأدلته ج:۲ ص:۴۴). أيضًا: وأما الطيارات حالة طيرانها في جو السماء أو عند وقوفها في الفضاء فيصلي فيها قائمًا بركوع وسجود مستقبلًا للقبلة عند القدرة على القيام كما يمكن ذلك في الطيارات الكبيرة ...إلخ. (معارف السنن ج:۳ ص:۳۹۵، طبع مكتبة بنورية).

جواب:...آپ کے سوال کا مختصر جواب یہ ہے کہ بحری جہاز کا عملہ تمام تر سہولتوں کے باوجود مسافر ہے۔[1] البتہ جہاز جب کسی شہر میں لنگرانداز ہوا اور بندرگاہ شہر کا ایک حصہ تصوّر کی جاتی ہو اور اس جگہ پندرہ دن کا یا اس سے زیادہ رہنے کا ارادہ ہو تو پوری نماز ادا کی جائے گی۔[2] آپ کا یہ ارشاد بجا ہے کہ: ''سفر میں نماز قصر کا حکم دیا جانا سفر کی تکالیف اور مشکلات کی وجہ سے ہے۔'' لیکن چونکہ سفر میں عموماً تکلیف و مشقت پیش آتی ہے، اس لئے شریعت نے قصر کا مدار مسافت پر رکھا ہے، ورنہ لوگوں کو یہ فیصلہ کرنے میں دُشواری پیش آتی کہ اس سفر میں تکلیف و مشقت ہے یا نہیں؟ خلاصہ یہ کہ حکم کی اصل علت تو تکلیف و مشقت ہی ہے، مگر اس کا کوئی پیمانہ مقرّر کرنا مشکل تھا، اس لئے شریعت نے اَحکام کا مدار خود تکالیف پر نہیں رکھا، بلکہ سفر پر رکھا، خواہ اس میں مشقت ہو یا نہ ہو، اس لئے آپ لوگوں کو نماز قصر ہی کرنی ہوگی۔ قصر صرف فرض رکعات میں ہوتی ہے، سنتوں اور نفلوں میں نہیں، کیونکہ سفر میں سنتیں، نفل کی حیثیت اختیار کر جاتی ہیں، اور ان کا پڑھنا اِختیاری امر بن جاتا ہے،[3] تاہم اگر سفر میں فراغت و واطمینان ہو تو سنن و نوافل ضرور پڑھنے چاہئیں، مگر فرض نماز قصر ہی ہوگی، پوری پڑھنا جائز نہیں۔

بحری جہاز کا ملازم بحری جہاز میں کتنی نماز پڑھے گا؟

سوال:...ایک شخص بحری جہاز میں ایگریمنٹ کروالیتا ہے، اب کیا وہ جہاز کے اندر قصر کی نماز پڑھے گا یا پوری نماز پڑھے گا؟ جبکہ کسی ملک میں جہاز کبھی مہینہ یا چند مہینوں کے لئے رُک بھی جاتا ہے، تو وہاں کیسی نماز پڑھنی چاہئے؟

جواب:...سفر میں ہوں تو قصر کریں اور کسی شہر میں مہینہ دو مہینے کا (پندرہ دن سے زائد) قیام ہو تو پوری نماز پڑھیں گے۔[4]

بحری جہاز اور نماز قصر

سوال:...میری ملازمت غیرملکی بحری جہاز پر ہے، جہاز پر ہماری رہائش بہت اچھی ہوتی ہے، یعنی کمرہ ایئرکنڈیشنڈ ہوتا ہے، قالین بچھا ہوتا ہے، کیا اس صورت میں ہم نماز قصر کریں اور قصر کی صورت میں سنت بھی ادا کرنی پڑے گی؟

---

(۱) اور مسافر کو قصر نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ عن عائشة أمّ المؤمنين رضى الله عنها قالت: فرض الله الصلاة حين ركعتين ركعتين فى الحضر والسفر، فاقرت صلاة السفر، وزيد فى صلاة الحضر. (صحيح البخارى ج:۱ ص:۵۱، كتاب الصلاة، باب كيف فرضت الصلاة فى الإسراء). وقال عمران بن حصين: ما رأيت النبى صلى الله عليه وسلم يصلى فى السفر إلّا ركعتين، وصلى بمكة ركعتين. (شرح مختصر الطحاوى ج:۲ ص:۹۳، باب صلاة المسافر).

(۲) عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: إن الله تعالىٰ فرض الصلاة علىٰ لسان نبيّكم على المسافر ركعتين وعلى المقيم أربعًا وفى الخوف ركعةً. (صحيح مسلم ج:۱ ص:۲۴۱). أيضًا: ولَا يزال على حكم السفر حتّٰى ينوى الإقامة فى بلدة أو قرية خمسة عشر يومًا أو أكثر. (فتاوىٰ عالمگيرى ج:۱ ص:۱۳۹، صلاة المسافر).

(۳) واحترز بالفرض عن السنن والوتر بالرباعى عن الفجر والمغرب ...إلخ. (شامى ج:۱ ص:۱۲۳)، ويأتى المسافر بالسنن إن كان فى حال أمن وقرار وإلّا بأن كان فى خوف وفرار لَا يأتى بها هو المختار ...إلخ. (درمختار مع رد المحتار ج:۲ ص:۱۳۱، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، طبع سعيد).

(۴) ایضاً حاشیہ نمبر۲۔

جواب:... سفر کی حالت میں نماز ''قصر'' ہوگی، اگر فرصت ہو، فراغت ہو تو سنتیں پڑھی جائیں، ورنہ نہ پڑھنے میں گناہ نہیں۔[1]

قدرت ہو تو ٹرین میں نماز کھڑے ہوکر پڑھنا ضروری ہے، اور قبلہ رُخ تو ہر حال میں ضروری ہے

سوال:... آپ نے ۲۹ رستمبر ۱۹۹۵ء کے اخبار میں چند مسائل ذکر کئے ہیں، ایک مسئلہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا، اخبار میں مسئلہ یوں تھا:

''سوال: چلتی ٹرین میں نماز بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں؟ اکثر لوگ برتھ پر بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں (قبلہ رُو ہوئے بغیر) قیام کرنا ضروری ہے اس حالت میں یا نہیں؟

جواب: ٹرین میں نماز پڑھتے ہوئے قیام فرض ہے، بشرطیکہ کھڑے ہونے پر قدرت ہو، اور قبلہ رُخ نماز ادا کرنا شرط ہے، تختے پر بیٹھ کر نماز اَدا کرنا دُرست نہیں۔''

اب ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ چلتی ٹرین میں قبلہ رُخ ہونا بہت مشکل ہوتا ہے، کیونکہ اگر ٹرین قبلہ رُخ جارہی ہو تو ہم برتھ پر یا سیٹ پر قبلہ رُخ کھڑے نہیں ہوسکتے، کیونکہ برتھ اور سیٹ پر شمال اور جنوب کی طرف کھڑے ہوسکتے ہیں۔

جواب:... جب نماز شروع کریں تو قبلہ رُخ ہو، جب نماز کے دوران ٹرین کا رُخ بدل جائے تو نمازی قبلے کی طرف گھوم جائے، غرضیکہ رُخ قبلے کی طرف رہنا چاہئے، بشرطیکہ پتا چل جائے۔[2]

سوال:... آپ نے لکھا ہے کہ تختے پر بیٹھ کر نماز پڑھنا دُرست نہیں، عرض یہ ہے کہ برتھ تختے کا ہے، اس پر کھڑے ہوکر کوئی نماز نہیں پڑھ سکتا، اور سیٹ بھی تختے کی ہوتی ہے، ٹرین میں اکثر زیادہ رَش ہوتا ہے، جس کی وجہ سے پوری سیٹ نماز کے لئے خالی کرنا بہت مشکل ہوتا ہے، اور سیٹ کے نیچے راستہ ہوتا ہے جس پر نماز پڑھنا صحیح نہیں ہوتا۔

جواب:... پوری سیٹ خالی کرانے کی ضرورت نہیں، نیچے فرش پر نماز پڑھی جائے اور دو منٹ کے لئے نمازیوں سے کہا جائے کہ دُوسرے کی جگہ بنادیں، میں ہمیشہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی کوشش کرتا تھا، واللہ اعلم!

کیا دورانِ سفر نماز کی ادائیگی ضروری ہے؟ نیز کس طرح ادا کرے؟

سوال:... نماز کا وقت اگر دورانِ سفر آجائے، تو کیا سواری پر بیٹھ کر نماز اَدا کی جاسکتی ہے، یا منزل پر پہنچ کر اَدا کی جائے؟ اور اس کا طریقہ کیا ہے؟

جواب:... اگر منزل پر وقت سے پہلے پہنچ جائیں گے تو منزل پر نماز اَدا کی جاسکتی ہے، لیکن وقت گزرنے کا اندیشہ ہو تو

---

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۱ اور ۳ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) لَا یجوز لأحد أداء فریضة ولَا نافلة ولَا سجدة تلاوة ولَا صلاة جنازة إلّا متوجهًا إلی القبلة .... ومن أراد أن یصلی فی سفینة تطوعًا أو فریضة فعلیه أن یستقبل القبلة ولَا یجوز له أن یصلی حیثما کان وجهه حتی لو دارت السفینة وهو یصلی توجه إلی القبلة حیث دارت ... إلخ۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۶۳، کتاب الصلاة، الباب الثالث فی شروط الصلاة، الفصل الثالث فی إستقبال القبلة، طبع رشیدیه کوئٹه)۔

سواری پر کھڑے ہوکر قبلے کی طرف منہ کرکے نماز ادا کرے، بلاوجہ سیٹ پر بیٹھ کر قبلہ رُخ ہوئے بغیر نماز پڑھنا دُرست نہیں، اگر کھڑے ہونے کی جگہ نہ ہو اور قبلہ رُخ ہونے کا امکان نہ ہو تو اس صورت میں سواری پر بیٹھ کر نماز اَدا کی جاسکتی ہے۔ [۱]

دورانِ سفر گاڑی میں نماز

سوال:... اگر دورانِ سفر گاڑی میں بیٹھ کر نماز (فرض نماز) ادا کی ہو تو مقام پر پہنچ کر اس کو لوٹانا تو نہیں پڑے گا؟

جواب:... اگر کھڑے ہوکر پڑھنے کی قدرت تھی (خواہ سہارا لے کر کھڑے ہوں) تو بیٹھ کر نماز نہیں ہوئی، دوبارہ پڑھنا ضروری ہے، اور قدرت نہیں تھی تو نماز ہوگئی۔ [۲]

دورانِ سفر ٹرین میں نماز کس سمت پڑھیں؟

سوال:... دورانِ سفر ٹرین میں نماز کس طرف رُخ کرکے پڑھی جائے؟

جواب:... قبلے کی طرف۔ [۳]

اگر قیام ممکن ہو تو چلتی ٹرین میں نماز کا قیام فرض ہے

سوال:... چلتی ٹرین میں اگر نمازی نے کھڑے ہوکر تکبیرِ اُولیٰ کہہ لی اور بقیہ نماز بیٹھ کر ادا کی تو قیام ادا ہوگیا، یا نہیں؟ اس سے نماز میں کوئی نقص تو واقع نہیں ہوا؟

جواب:... اگر قیام ممکن ہو تو پوری نماز میں قیام فرض ہے۔ [۴]

چلتی ٹرین میں بیٹھ کر نماز پڑھنا

سوال:... چلتی ٹرین میں بیٹھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں؟ اکثر لوگ برتھ پر بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں، (قبلہ رُو ہوئے بغیر) قیام کرنا ضروری ہے (اس حالت میں) یا نہیں؟

جواب:... ٹرین میں نماز پڑھتے ہوئے قیام فرض ہے، بشرطیکہ کھڑے ہونے پر قدرت ہو، اور قبلہ رُخ نماز اَدا کرنا شرط

(۱، ۲، ۳) الفريضة في السفينة والطائرة والسيارة قاعدًا ولو بلا عذر عند أبي حنيفة .... وقال الصاحبان لا تصح إلّا لعذر، والعذر كدوران الرأس، وعدم القدرة على الخروج، ويشترط التوجه للقبلة في بدأ الصلاة .... ولو ترك الإستقبال لا تجزئه الصلاة، وإن عجز عن الإستقبال يمسك عن الصلاة حتّى يقدر على الإتمام مستقبلًا ...إلخ. (الفقه الإسلامي وأدلّته ج:۲ ص:۵۴، تتمة الصلاة، الصلاة في السفينة، طبع دار الفكر، بيروت، أيضًا: عالمگيرى ج:۱ ص:۶۳، كتاب الصلاة، الباب الثالث في شروط الصلاة، طبع رشيديه).

(۴) ومنها القيام وهو فرض في صلاة الفرض والوتر للقادر عليه. (عالمگيرى ج:۱ ص:۶۹، كتاب الصلاة، باب الرابع في صفة الصلاة).

ہے، تختے پر بیٹھ کر نماز پڑھنا دُرست نہیں۔[1]

کیا ریل میں سیٹ پر بیٹھ کر کسی طرف بھی منہ کرکے نماز پڑھ سکتے ہیں؟

سوال:... اخبارِ جہاں میں بعنوان کتاب و سنت کی روشنی میں، ایک مسئلہ لکھا ہے، جس کی عبارت یہ ہے: "(سوال) اکثر و بیشتر دیکھا گیا ہے کہ ریل گاڑی اور بسوں میں بوقتِ نماز نمازی لوگ سیٹ پر بیٹھ کر جس طرف بھی منہ ہو نماز پڑھ لیتے ہیں، کتاب و سنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔ (جواب) نماز ہوجاتی ہے۔" اس سلسلے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب:... نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنا شرط ہے،[2] اور قیام بشرطِ قدرت فرض ہے،[3] فرض اور شرط فوت ہوجانے سے نماز بھی نہیں ہوتی۔ اخبارِ جہاں کا لکھا ہوا مسئلہ غلط ہے، ریل میں کھڑے ہوکر قبلہ رُخ نماز پڑھنی چاہئے۔

ریل گاڑی میں نماز کس طرح ادا کی جائے؟

سوال:... ریل کے سفر میں اگر تختے پر بیٹھ کر نماز پڑھ لی جائے اور منہ قبلہ شریف کی طرف نہ ہو تو نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس طرح نماز صحیح نہیں ہوتی، بعض کہتے ہیں کہ ہوجاتی ہے۔

جواب:... جو لوگ ریل کے تختے پر بیٹھ کر نماز پڑھ لیتے ہیں، تین وجہ سے ان کی نماز صحیح نہیں ہوتی:

اوّل:... نماز کی جگہ کا پاک ہونا شرط ہے،[4] اور ریل کے تختے کا پاک ہونا مشکوک ہے، آپ نے اکثر دیکھا ہوگا کہ چھوٹے بچے ان پر پیشاب کردیتے ہیں۔

دوم:... نماز میں قبلہ کی طرف رُخ کرنا ضروری ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی، اور ناواقف لوگوں کا یہ خیال کہ سفر میں قبلہ رُخ کی پابندی نہیں، غلط ہے۔ سفر میں بھی قبلہ رُخ کرنا اسی طرح ضروری ہے جس طرح وطن میں ضروری ہے، بلکہ شریعت کا حکم تو یہ

(۱، ۲، ۳) ومنها القيام وهو فرض في صلاة الفرض والوتر للقادر عليه. (عالمگيری ج: ۱ ص: ۶۹، كتاب الصلاة، باب الرابع في صفة الصلاة). أيضًا: ثم الشرط (هي) ستة .... والسادس (إستقبال القبلة) حقيقةً أو حكمًا كعاجز والشرط حصوله لَا طلبه، وهو شرط زائد للإبتلاء ويسقط للعجز. (درمختار ج: ۱ ص: ۴۲۷، باب شروط الصلاة). أيضًا: ومن أراد أن يصلي في سفينة فرضًا أو نفلًا فعليه أن يستقبل القبلة متى قدر على ذالك، وليس له أن يصلي إلى غير جهتها .... ومحل كل ذالك إذا خاف خروج الوقت قبل أن تصل السفينة أو القاطرة إلى المكان الذي يصلي فيه صلاة كاملة، ولَا تجب عليه الإعادة، ومثل السفينة القطر البخارية البرية والطائرات الجوية ونحوها ...إلخ. (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة للجزائري ج: ۱ ص: ۲۰۶، كتاب الصلاة، مبحث صلاة الفرض في السفينة وعلى الدابة ونحوها، طبع دار إحياء التراث العربي بيروت).

(۴) تطهير النجاسة من بدن المصلي وثوبه والمكان الذي يصلي عليه واجب هكذا في الزاهدي في باب الأنجاس. (عالمگيری ج: ۱ ص: ۵۸، كتاب الصلاة، الباب الثالث في شروط الصلاة).

ہے کہ سفر میں نماز کے دوران اگر قبلہ کا رُخ بدل جائے تو نمازی اسی حالت میں قبلہ کی طرف گھوم جائے۔[1] ہاں! سفر میں قبلہ رُخ کا پتہ نہ چلے اور کوئی صحیح رُخ بتانے والا بھی موجود نہ ہو، تو خوب غور و فکر اور سوچ بچار سے کام لے کر خود ہی اندازہ لگا لے کہ قبلہ کا رُخ اس طرف ہوگا، اور اسی رُخ پر نماز پڑھ لے، اب اگر نماز کے بعد معلوم ہوا کہ اس نے جس رُخ نماز پڑھی ہے وہ قبلہ کی سمت نہیں تھی، تب بھی اس کی نماز ہوگئی، دوبارہ لوٹانے کی ضرورت نہیں، اور اگر نماز کے اندر ہی قبلہ رُخ کا پتہ چل جائے تو نماز توڑنے کی ضرورت نہیں، نماز کے اندر ہی قبلہ رُخ کی طرف گھوم جائے۔[2]

سوم:... نماز میں قیام یعنی کھڑا ہونا فرض ہے، آدمی خواہ گھر پر ہو یا سفر میں، جب تک اسے کھڑے ہونے کی طاقت ہے بیٹھ کر نماز صحیح نہ ہوگی،[3] اور اس میں مردوں کی تخصیص نہیں، عورتوں کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ بعض مستورات بیٹھ کر نماز پڑھ لیتی ہیں، یہ جائز نہیں، فرض اور وتر ان کو بھی کھڑے ہوکر پڑھنا لازم ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوگی، البتہ نوافل بیٹھ کر پڑھ سکتی ہیں۔

سفر میں بعض پکے نمازی بھی نمازیں قضا کر دیتے ہیں، عذر یہ کہ ایسے رَش میں نماز کیسے پڑھیں؟ یہ بڑی کم ہمتی اور غفلت کی بات ہے، اور پھر ریل میں کھانا پینا اور دیگر طبعی حوائج کا پورا کرنا بھی تو مشکل ہوتا ہے، لیکن مشکل کے باوجود ان طبعی حوائج کو بہر حال پورا کیا جاتا ہے، آدمی ذرا سی ہمت سے کام لے تو مسلمان کیا، غیر مسلم بھی نماز کے لئے جگہ دے دیتے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر افسوس کی بات یہ ہے کہ بعض حضرات حج کے مقدس سفر میں بھی نماز کا اہتمام نہیں کرتے، وہ اپنے خیال میں تو ایک فریضہ ادا کرنے جارہے ہیں، مگر دن میں خدا کے پانچ فرض غارت کر دیتے ہیں، حاجیوں کو یہ اہتمام کرنا چاہئے کہ سفرِ حج کے دوران ان کی ایک بھی نماز باجماعت فوت نہ ہو، بلکہ ریل میں اَذان، اقامت اور جماعت کا بھی اہتمام کرنا چاہئے۔

ریل گاڑی میں نماز کس طرح پڑھے؟ جبکہ پانی تک پہنچنے پر قادر نہ ہو؟

سوال:... بعض اوقات دورانِ سفر ریل گاڑی میں اتنا زیادہ رَش ہوتا ہے کہ بیت الخلاء جانا تو درکنار ایک سیٹ سے دُوسری سیٹ تک جانا دُشوار ہوجاتا ہے۔ تو ان حالات میں ایک تو آدمی کی وضو یا طہارت تک پہنچ نہیں ہوتی، دُوسرا یہ کہ نماز ادا کرنے کے لئے موزوں جگہ کا ملنا ناممکن ہوتا ہے، اور خاص کر جبکہ گاڑی کا رُخ کعبہ کی طرف ہو یا کعبہ سے مخالف سمت (مثلاً کراچی آنے جانے والی ریل گاڑیاں)، کیونکہ اس حالت میں اگر سیٹ پر جگہ مل بھی جائے تو نمازی سجدہ نہیں کرسکتا۔ تو حضور! ان مجبوریوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے

---

(۱) وتجوز صلاة الفريضة في السفينة والطائرة والسيارة .... ويشترط التوجه للقبلة في بدء الصلاة، ويستدير إليها كلما استدارت السفينة ولو ترك الإستقبال لا تجزئه الصلاة، وإن عجز عن الإستقبال يمسك عن الصلاة حتى يقدر على الإتمام مستقبلًا۔ (الفقه الإسلامي وأدلته ج:۲ ص:۵۴، تتمة الصلاة، الصلاة في السفينة، طبع دار الفكر، بيروت).

(۲) وإن اشتبهت عليه القبلة وليس بحضرته من يسأله منها اجتهد وصلى، فإن علم أنه أخطأ بعد ما صلى لا يعيدها، وإن علم وهو في الصلاة استدار إلى القبلة وبنى عليها۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۶۴، كتاب الصلاة، الباب الثالث في شروط الصلاة).

(۳) ومنها القيام وهو فرض في صلاة الفرض والوتر۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۶۹، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة).

نماز کا وقت ہونے پر نمازی نماز کس طرح ادا کرے؟

جواب:...ایسی مجبوری کی حالت کبھی شاذ و نادر ہی پیش آسکتی ہے، عام طور پر گاڑیوں میں رش تو ہوتا ہے، لیکن اگر ذرا ہمت سے کام لیا جائے تو آدمی کسی بڑے اسٹیشن پر نماز پڑھ سکتا ہے، بہرحال! اگر واقعی ایسی حالت پیش آجائے تو اس کے سوا کیا چارہ ہے کہ نماز قضا کی جائے، لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ طہارت اور وضو حدِ امکان سے خارج ہو، یعنی نماز پڑھنا کسی طرح ممکن ہی نہ ہو۔ [1]

بس میں بیٹھ کر نماز نہیں ہوتی، مناسب جگہ روک کر پڑھیں

سوال:...بس میں لمبے سفر کے دوران فرش پر نماز ادا کرنا بہتر ہے یا سیٹ پر بیٹھ کر، جبکہ فرش ناپاک ہوتا ہے اور سیٹ پر بیٹھ کر نماز ادا کرنے سے قیام نہیں کیا جاسکتا؟

جواب:...بس میں بیٹھ کر نماز نہیں ہوتی۔ [2] بس والوں سے یہ طے کرلیا جائے کہ نماز کے وقت کسی مناسب جگہ پر بس روک دیں، اور اگر وہ نہ روکیں تو نماز قضا پڑھنا ضروری ہے، بہتر یہ ہوگا کہ بس میں جیسے ممکن ہو نماز ادا کرلے، مگر گھر آکر لوٹالے۔

ڈرائیور بس نہ روکے تو کیا سیٹ پر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں؟

سوال:...بس میں سفر کرتے ہوئے اگر نماز کا وقت ہوجائے اور ڈرائیور بس نہ روکے کہ مجھے وقتِ مقررہ پر اگلی منزل پہنچنا ہے، ایسی صورت میں سیٹ پر بیٹھے ہوئے اشارے سے نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

جواب:...بس پر بیٹھ کر نماز نہیں ہوتی، [3] یا تو ڈرائیور سے پہلے طے کرلیا جائے کہ وہ نماز کے لئے بس کو کسی ایسی جگہ روک دے گا جہاں وضو اور نماز ممکن ہو۔ یوں بھی ڈرائیور حضرات دورانِ سفر وقفہ ضرور کرتے ہیں، اس وقفے میں اگر نماز کا وقت ہوجائے تو نماز پڑھ لی جائے۔ بہرحال اگر بس میں بیٹھ کر نماز پڑھی تو اس کا لوٹانا ضروری ہے۔

نماز کے لئے بس روکنے والا ڈرائیور اگر نماز نہ پڑھے تو کیا حکم ہے؟

سوال:...میں ڈرائیور ہوں، ہر نماز کے وقت گاڑی روکتا ہوں، اور لوگوں کو کہتا ہوں کہ نماز کا وقت ہوگیا ہے، لوگو! نماز ادا کرلو۔ تقریباً ۵۰ مسافر ہوتے ہیں، نماز ادا کرتے ہیں، کچھ مسافر نماز ادا نہیں کرتے، تو جتنے لوگ نماز پڑھتے ہیں ان کا مجھے بھی ثواب ملتا ہے، تو میرے ایک کے نماز نہ پڑھنے سے کوئی فرق نہیں ہوتا، مجھے تو ۵۰ نمازوں کا ثواب ملتا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

---

(۱) والمحصور فاقد الماء والتراب الطهورين بأن حبس في مكان نجس ولا يمكنه إخراج تراب مطهر وكذا العاجز عنهما لمرض يؤخرها عنده وقالا يتشبه۔ وفي الشامية: قوله يؤخرها عنده لقوله عليه السلام "لا صلاة إلّا بطهور" ...إلخ۔ (شامي ج:۱ ص:۲۵۲، باب الشهيد)۔

(۲) ومنها القيام وهو فرض في صلاة الفرض والوتر للقادر عليه۔ (عالمگيري ج:۱ ص:۶۹، كتاب الصلاة، الباب الرابع في صفة الصلاة)۔

(۳) أيضاً۔

جواب:... ماشاء اللہ! آپ کو تمام نماز پڑھنے والوں کے برابر ثواب ملے گا، ان شاء اللہ، باقی اپنی نماز کسی صورت میں ترک نہ کریں، کیونکہ وہ اپنی جگہ فرض ہے۔[1]

چلتی کار میں نماز پڑھنا دُرست نہیں، مسجد پر روک کر پڑھیں

سوال:... ایک مرتبہ مجھے اور بھائی کو کام تھا، مغرب کی نماز میں بہت دیر تھی، پھر بھی میں نے بھائی سے پوچھا کہ کام میں کتنی دیر لگے گی؟ کہنے لگے کہ اَذان سے پہلے گھر آجائیں گے۔ اس لئے ہم چلے گئے، لیکن وہاں پہنچ کر گھر ڈھونڈنے میں بہت دیر ہوگئی، اور مغرب کی اَذان ہوگئی، ہمارا گھر اس جگہ سے کافی دُور تھا اور رَش بھی بہت تھا، اس لئے نماز کے ٹائم تک گھر پہنچنا ناممکن تھا، میں نے بھائی سے کہا تو کہنے لگے چلتی کار میں نماز پڑھ لوں، میں نے کہا نہ وضو ہے اور سمت بھی بار بار بدل رہی ہے تو میں کیسے پڑھوں گا؟ مگر وہ یہی کہتے رہے کہ نماز تو ہر حال میں پڑھنی ہے اور یہ تو مجبوری ہے، تم ایسے ہی پڑھ لو، اور کار نہیں روکی۔ اب آپ بتائیں کہ کبھی ایسا موقع ہو اور ہم اس بات پر قادر نہیں کہ گاڑی رُکوا سکیں جبکہ اندرونِ شہر ہی میں ہوں تو ہم کیا کریں؟

جواب:... کار میں بغیر وضو نماز کیسے ہوسکتی ہے؟[2] آپ کسی مسجد کے پاس گاڑی روک کر آسانی سے نماز پڑھ سکتے تھے، مگر شاید آپ کے بھائی کو نماز کی اہمیت معلوم نہیں۔

اگر کسی نے دورانِ سفر پورے فرائض پڑھے تو کیا نماز ہوجائے گی؟

سوال:... دورانِ سفر فرض کتنے پڑھیں؟ اگر ہم فرض پورے پڑھیں تو کیا نماز ہوجائے گی؟ خواہ مسئلہ کسی کو معلوم ہو یا نہیں؟

جواب:... سفر میں چار رکعت والی نماز کی دو ہی رکعتیں فرض ہیں،[3] جو شخص چار رکعتیں پڑھے اس کی مثال ایسی ہوگی کہ کوئی فجر کی دو رکعتوں کے بجائے "چار فرض" پڑھنے لگے، ظاہر ہے کہ اس کی نماز دُرست نہیں ہوگی، اور دوبارہ لوٹانا واجب ہوگا۔[4]

اگر مسافر اِمام نے چار رکعتیں پڑھائیں تو...؟

سوال:... اگر مسافر اِمام ظہر کی نماز کو قصر کے بجائے پوری چار رکعت پڑھائے، مقیم مقتدیوں کی نماز دُرست ہے یا مقتدی نماز کو دوبارہ لوٹائیں؟ کیونکہ اِمام کے آخری دو رکعت نفل ہوتے ہیں، اس لئے فرض نماز پڑھنے والوں کی نفل نماز پڑھنے والے کے

---

(۱) "اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا" (النساء:۱۰۳)۔ أيضًا. عن أبي الدرداء قال: أوصاني خليلي: أن لا تشرك بالله شيئًا وإن قطعت وحرقت، ولا تترك صلاة مكتوبة متعمدًا، فمن تركها متعمدًا فقد برئت منه الذمة ...إلخ. (مشكوٰة ج:۱ ص:۵۹ كتاب الصلاة).

(۲) عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا تقبل صلاة بغير طهور ولا صدقة من غلول. (ترمذي ج:۱ ص:۲، كتاب الطهارة، طبع دهلي).

(۳) قال: وصلاة المسافر ركعتان إلّا المغرب والوتر فإنهما ثلاث ثلاث .... وقال ابن عباس: فرض الله الصلاة على لسان نبيكم في الحضر أربعًا وفي السفر ركعتين. (شرح مختصر الطحاوي ج:۲ ص:۹۱، ۹۲، باب صلاة المسافر).

(۴) كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها. (درمختار ج:۱ ص:۴۵۷، باب صفة الصلاة).

پیچھے جائز ہے یا نہیں؟

جواب:... اِمام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مسافر کے لئے دو رکعتیں ایسی ہیں جیسے فجر کی دو رکعتیں، جس طرح فجر کی دو رکعتوں پر اضافہ جائز نہیں[1]، اسی طرح مسافر کا ظہر، عصر اور عشاء کی چار رکعتیں پڑھنا بھی جائز نہیں، جو مقیم ایسے اِمام کی اِقتدا کریں گے ان کی نماز تو ظاہر ہے کہ نہیں ہوگی، کیونکہ وہ دو رکعتوں میں نفل پڑھنے والے اِمام کی اِقتدا کر رہے ہیں۔[2] اور خود اِمام اور اس کے مقتدی مسافروں کا حکم یہ ہے کہ اگر اِمام نے بھول کر چار رکعتیں پڑھی تھیں اور دُوسری رکعت پر قعدہ بھی کیا تھا اور آخر میں سجدۂ سہو بھی کرلیا تھا، تو ان کی نماز ہوگئی،[3] اور اگر مسافر اِمام نے قصداً چار رکعتیں پڑھائیں اور دو رکعت پر قعدہ بھی کیا تھا، تو فرض تو ادا ہوگیا لیکن یہ شخص گناہگار ہوا، اس پر توبہ لازم ہے اور نماز کا اعادہ بھی واجب ہے۔[4]

دورانِ سفر اگر سنتیں رہ جائیں تو کیا گناہ ہوگا؟

سوال:... اگر سفر میں ٹرین یا کسی اور سواری میں جلدی کی وجہ سے سنتیں نہ پڑھ سکے تو گناہ تو نہیں ہوگا؟

جواب:... شرعی سفر میں اگر جلدی کی وجہ سے سنتیں چھوڑنی پڑیں تو کوئی حرج نہیں، اگر اطمینان کا موقع ہو تو پڑھ لینی چاہئیں۔[5]

نوٹ:... جب آدمی ایسی جگہ جانے کے ارادے سے نکلے جو اس کی بستی سے ۴۸ میل دُور ہو تو یہ شرعی سفر ہوگا۔

دورانِ سفر نماز کس طرح پڑھنی چاہئے؟ نیز نیت کیا کریں؟

سوال:... دورانِ سفر نماز کس طرح پڑھنی چاہئے؟ اور نیت کیا کرنی چاہئے؟

جواب:... سفر میں چار رکعت والی نماز کے فرض دوگانہ پڑھے جاتے ہیں، اس کو قصر کہا جاتا ہے، نیت وہی جو ہمیشہ کی جاتی ہے، چار رکعت کے بجائے دو رکعت کی نیت کرلی جائے۔[6]

---

(۱) صلی الفرض الرباعی رکعتین وجوبًا قوله وجوبًا فیکره الإتمام عندنا حتی روی عن أبی حنیفة أنه قال: من أتم الصلاة فقد أساء وخالف السنة. (ردالمحتار علی الدر المختار ج:۲ ص:۱۲۳، باب صلاة المسافر، أیضًا فتح القدیر ج:۱ ص:۳۵۹).

(۲) ولا یصح إقتداء مفترض بمتنفل وبمفترض فرضًا آخر لأن إتحاد الصلاتین شرط عندنا ...إلخ. (شامی ج:۱ ص:۵۷۹، باب الإمامة).

(۳) ولا یجب السجود إلّا بترک واجب أو تأخیره أو تأخیر رکن أو تقدیمه أو تکراره أو تغییر واجب. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۲۶، کتاب الصلاة، الباب الثانی عشر فی سجود السهو).

(۴) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۴ ملاحظہ فرمائیں۔

(۵) ویأتی المسافر بالسُّنن إن کان فی حال أمن وقرار، وإلّا بأن کان فی خوف وفرار لا یأتی بها، هو المختار۔ وفی الشامیة: قیل: الأفضل الترک ترخیصًا، وقیل: الفعل تقربًا، وقال الهندوانی: الفعل حال النزول، والترک حال السیر .... قال فی شرح المنیة: والأعدل ما قاله الهندوانی. (رد المحتار علی الدر المختار ج:۲ ص:۱۳۱، باب صلاة المسافر).

(۶) وفرض المسافر فی الرباعیة رکعتان لا یزید علیهما ...إلخ. (فتح القدیر ج:۱ ص:۳۹۵، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، أیضًا شرح مختصر الطحاوی للجصاص ج:۲ ص:۹۱، ۹۲، باب صلاة المسافر).

اِمام مسافر ہے یا مقیم معلوم نہ ہو تو اِقتدا کس طرح کریں؟

سوال:... ایک ہوٹل کے پاس عصر کی نماز باجماعت ہو رہی تھی، وہاں ہم سے پہلے ایک گاڑی بھی کھڑی تھی، شاید اسی کی سواریاں ہوں، اور خیال نہ آیا کہ ہم پوچھ لیتے کہ اِمام مقیم ہے یا مسافر؟ لہٰذا نیت باندھ لی اور دو رکعت اِمام کے ساتھ پالی، اب ہم اِمام کے ساتھ سلام پھیرلیں یا چار پوری کریں؟ آئندہ ایسی صورت کا کیا علاج ہے؟ اور اس کا اعادہ اگر کرنا ہے تو کتنی رکعت کا کروں جبکہ ہم مسافر تھے؟

جواب:... سوچ کر اندازہ کرنا چاہئے کہ یہ لوگ مسافر ہوں گے یا مقیم، جس طرف دِل مائل ہو اس کے مطابق نماز کو پڑھ لیا جائے، اور سلام پھیرنے کے بعد کسی سے پوچھ لیا جائے اور جو صورتِ حال سامنے آئے، اس پر عمل کیا جائے۔

سفر میں صرف فرض پڑھیں یا سنن و وتر بھی؟

سوال:... سفر میں مختصر نماز میں فرض پڑھ لیں اور باقی نمازیں پڑھیں یا نہیں؟ یا بغیر قصر کے پڑھ لیں؟

جواب:... سفر میں چار رکعت والی نماز کے دو فرض پڑھے جاتے ہیں۔ سنتوں میں اِختیار ہے، اگر وقت اور گنجائش ہو تو پڑھ لے، ورنہ چھوڑ دے، وتر پڑھنا واجب ہے۔[1]

سفر میں سنت اور نوافل بھی ادا کرنا کیسا ہے؟

سوال:... کچھ لوگ سفر میں فرض تو قصر کرتے ہیں مگر سنت اور نفل پورے اہتمام سے پڑھتے ہیں، جبکہ کچھ حضرات صرف فرض اور وہ بھی قصر پڑھتے ہیں، حنفی مسلک کیا ہے؟

جواب:... سفر میں فرض نمازوں میں قصر کی جائے گی، اور سنت اور نفل اگر موقع ہو تو پڑھ لیا جائے، ورنہ نہیں۔[2]

قصر نماز میں التحیات، دُرود شریف اور دُعا کے بعد سلام پھیرا جائے

سوال:... سفر میں فرض نماز کی جو قصر پڑھتے ہیں، یعنی چار رکعت کے بجائے صرف دو رکعت فرض پڑھے جاتے ہیں، تو کیا

(۱، ۲) وفرض المسافر في الرباعية ركعتان كذا في الهداية والقصر واجب عندنا كذا في الخلاصة .... ولَا قصر في السُّنن كذا في محيط السرخسي وبعضهم جوزوا للمسافر ترك السُّنن والمختار أنه لَا يأتي بها في حال الخوف ويأتي بها في حال القرار والأمن هكذا في الوجيز للكردري. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۳۹، الباب الخامس في صلاة المسافر، طبع رشيديه). أيضًا: وفرض المسافر في الرباعية ركعتان لَا يزيد عليهما ...إلخ. (فتح القدير ج:۱ ص:۳۹۵، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر). أيضًا: ويأتي المسافر بالسُّنن إن كان في حال أمن وقرار، وإلّا بأن كان في خوف وفرار لَا يأتي بها، هو المختار. (درمختار ج:۲ ص:۱۳۱، باب صلاة المسافر، طبع ايچ ايم سعيد كراچي. مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: شرح مختصر الطحاوي للجصاص ج:۲ ص:۹۱ تا ۹۸، باب صلاة المسافر، طبع دار السراج، بيروت).

دو رکعت کے بعد تشہد یعنی التحیات پڑھ کر سلام پھیرتے ہیں یا پہلے دونوں دُرود شریف پڑھتے ہیں اور پھر التحیات یعنی تشہد کے بعد سلام پھیرتے ہیں؟

جواب:... جس طرح فجر کی نماز میں دو رکعت پر بیٹھ کر پہلے التحیات، پھر دُرود شریف، پھر دُعا پڑھ کر سلام پھیرتے ہیں، قصر نماز میں اسی طرح کرنا چاہئے۔ آپ کے سوال میں دو غلطیاں ہیں، ایک یہ کہ آپ نے لکھا ہے کہ: ''پہلے دونوں دُرود شریف پڑھتے ہیں اور پھر التحیات یعنی تشہد کے بعد سلام پھیرتے ہیں'' حالانکہ التحیات پہلے پڑھی جاتی ہے، اور دُرود شریف، التحیات کے بعد پڑھا جاتا ہے۔ دُوسری غلطی یہ کہ آپ نے ''دونوں دُرود شریف'' کا لفظ استعمال کیا ہے، حالانکہ ''اللّٰھم صل....'' اور ''اللّٰھم بارک....'' یہ دونوں مل کر ایک ہی دُرود شریف ہے۔ (۱)

اگر مسافر کہیں قیام کرے تو مؤکدہ سنتیں پڑھنی ضروری ہیں؟

سوال:... نماز قصر کس طرح اور کتنی رکعت پڑھتے ہیں؟ تین مختلف آرا سننے میں آئی ہیں:

۱:... مسافرت میں فرائض کی قصر ہوگی، یعنی سوائے مغرب باقی نمازوں میں دو فرض، صبح کی نماز کی دو سنتیں اور عشاء کے تین وتر بھی ضروری ہیں، مغرب کی نماز میں تین فرض، ان کے مطابق نمازِ فجر کی دو سنتوں کے علاوہ دُوسری نمازوں میں سنتیں نہیں پڑھتے۔

۲:... سفر کے دوران یعنی ریل گاڑی، بس وغیرہ پر سفر کرتے ہوئے صرف فرائض قصر کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں، لیکن جب کہیں قیام کرلیا جائے تو سب مؤکدہ سنتیں بھی پڑھتے ہیں۔

۳:... سفر کے دوران یا قیام (مسافرت میں) کے دوران مؤکدہ سنتیں نہیں چھوڑتے، بلکہ فرائض تو قصر کے ساتھ پڑھتے ہیں، مگر سنتیں پوری پڑھتے ہیں۔

جواب:... سفر میں سنتیں پڑھنا ضروری نہیں، البتہ فجر کی سنتیں کسی حال میں نہیں چھوڑنی چاہئیں، باقی سنتیں گنجائش ہو تو پڑھ لینا اچھا ہے، نہ پڑھے تب بھی کوئی حرج نہیں۔ (۲)

کیا سفر میں تہجد، اِشراق وغیرہ پڑھ سکتے ہیں؟

سوال:... کیا سفر میں ہم اپنی نمازِ تہجد، اشراق، چاشت اور جمعہ کے دن صلوٰۃ التسبیح پڑھ سکتے ہیں؟

---

(۱) ویجلس فی الأخیرة ویتشهد فإذا فرغ من التشهد یصلی علی النبی صلی الله علیه وسلم، فإذا فرغ من الصلاة علی النبی صلی الله علیه وسلم .... ویدعو .... ثم یسلم تسلیمتین ...إلخ۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۷۶، کتاب الصلاة، الباب الرابع فی صفة الصلاة، طبع رشیدیه کوئٹه)۔

(۲) ویأتی المسافر بالسُّنن إن کان فی حال أمن وقرار، وإلّا بأن کان فی خوف وفرار لَا یأتی بها۔ هو المختار۔ (درمختار)۔ قال الشامی: قیل: الأفضل الترک ترخیصًا، وقیل: الفعل تقربًا، وقال الهندوانی: الفعل حال النزول، والترک حال السیر، وقیل: یصلی سُنَّة الفجر خاصَّةً، وقیل: سُنّة المغرب أیضًا، بحر، قال فی شرح المنیة: والأعدل ما قاله الهندوانی ...إلخ۔ (رد المحتار مع الدر المختار ج:۲ ص:۱۳۱، باب صلاة المسافر)۔

جواب:... وقت اور فرصت ہو تو بلاشبہ پڑھ سکتے ہیں۔[1]

سفر میں عصر کی نماز شافعی وقت کے مطابق پڑھ سکتے ہیں

سوال:... حضرات سے سنا ہے کہ اگر سفر میں ہو، یا سفر کی جلدی ہو تو حنفی بھی عصر کی نماز شافعی وقت کے مطابق پڑھ سکتا ہے، اس کی کیا دلیل ہے؟

جواب:... عصر کی نماز صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک دومثل سے پہلے بھی ہوسکتی ہے، اس لئے اگر آدمی سفر میں ہو تو اس کا مضائقہ نہیں۔[2]

کیا سفر میں نمازیں ملاکر پڑھ سکتے ہیں؟

سوال:... ریڈیو کراچی کی صبح کی نشریات میں سفر کے دوران نمازیں قصر کرکے اور ان کو ملاکر پڑھنے کا جواب یوں دیا کہ سفر کے دوران نمازیں قصر تو پڑھنا ہوتی ہیں، لیکن اس کے علاوہ ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو ملاکر (یعنی اکٹھے) پڑھا جاسکتا ہے۔ اگر یہ دُرست ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ظہر کا وقت ہو تو عصر کیسے قبل اَز وقت ملاکر پڑھ لیا جائے؟ یا پھر اگر عصر کا وقت ہے تو ظہر کی نماز کو کیوں قضا کیا جائے؟ یہی صورتِ حال مغرب اور عشاء میں سمجھ لیں۔

جواب:... ریڈیو والوں نے فقہِ حنفی کے مطابق مسئلہ نہیں بتایا، ہمارے نزدیک ایک نماز کو دُوسری کے وقت میں پڑھنا صحیح نہیں، کیونکہ اگر پہلی نماز کو بعد والی کے وقت میں پڑھا گیا تو پہلی قضا ہوجائے گی، اور بعد والی کو پہلی کے وقت میں پڑھا گیا تو چونکہ وہ ابھی تک (وقت سے پہلے) فرض ہی نہیں ہوئی، اس لئے اس کا ادا کرنا ہی صحیح نہ ہوگا۔ البتہ مسافر کو اجازت ہے کہ پہلی نماز مثلاً ظہر کو اس کے آخری وقت میں، اور بعد والی مثلاً: عصر کو اس کے اوّل وقت میں اُدا کرے، اس طرح دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت میں ادا ہوں گی، مگر صورۃً جمع ہوجائیں گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اَسفار میں اسی طرح کرتے تھے۔[3]

---

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۲ ملاحظہ ہو۔

(۲) وآخر وقتها عند أبی حنيفة إذا صار ظل كل شیء مثليه سوی فیٔ الزوال .... وقالا أی أبو يوسف ومحمد وهو قول الأئمة الثلاثة آخر وقتها إذا صار ظل كل شیء مثله سوی فیٔ الزوال ...إلخ. (حلبی كبير ج:۱ ص:۲۲۷، فروع فی شرح الطحاوی، طبع سهيل اكيڈمی لاهور).

(۳) وفی البحر وأما ما روی من الجمع بينهما فی وقت واحد محمول علی الجمع فعلًا بأن صلّی الأولٰی فی آخر وقتها والثانية فی أوّل وقتها ...إلخ. (البحر الرائق ج:۱ ص:۲۶۷، كتاب الصلاة، طبع دار المعرفة، بيروت).

جمعہ کی نماز

جمعہ کا دن سب سے افضل ہے

سوال:... جمعہ کا دن سب سے افضل ہے، اس بارے میں مختصر لیکن جامع طور پر بتائیے۔

جواب:... ہفتہ کے دنوں میں جمعہ کا دن سب سے افضل ہے،[1] اور سال کے دنوں میں عرفہ کا دن سب سے افضل ہے، اور عرفہ جمعہ کے دن ہو تو نورٌ علیٰ نور ہے، ایسا دن افضل الایام شمار ہوگا۔[2]

اللہ تعالیٰ نے جمعہ کو سیّد الایام بنایا ہے

سوال:... جمعہ مبارک کے روز کی اہمیت اور فضیلت کیا ہے؟ ذرا تفصیل سے لکھئے۔ الحمدللہ ہم تو مسلمان ہیں، جمعہ کی اہمیت اور فضیلت مانتے ہیں، لیکن ہم لوگوں کی بدقسمتی یہ ہے کہ اپنے مذہب کے متعلق کچھ زیادہ نہیں جانتے۔ ہمارے ایک ساتھی سے ایک کمپنی میں ایک سکھ نے پوچھ لیا کہ آپ لوگ جمعہ کے دن چھٹی کیوں کرتے ہو؟ تو ہمارے ساتھی کے پاس کوئی تاریخی جواب نہیں تھا، تو ہم بہت شرمندہ ہوگئے۔

جواب:... جمعہ کے دن کی فضیلت یہ ہے کہ یہ دن ہفتے کے سارے دنوں کا سردار ہے،[3] ایک حدیث میں ہے کہ سب سے بہتر دن جس پر آفتاب طلوع ہوتا ہے، جمعہ کا دن ہے۔ اس دن حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی، اسی دن ان کو جنت میں داخل کیا گیا، اسی دن ان کو جنت سے نکالا (اور دُنیا میں) بھیجا گیا۔ اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔[4] ایک اور حدیث میں ہے کہ اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی، اور اسی دن ان کی وفات ہوئی۔[5] بہت سی احادیث میں یہ مضمون ہے کہ جمعہ کے دن میں ایک ایسی

---

(۱) عن أبی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: خير يوم طلعت فيه الشمس يوم الجمعة فيه خلق آدم وفيه أدخل الجنّة وفيه أخرج منها ولَا تقوم الساعة إلّا يوم الجمعة. (ترمذی ج:۱ ص:۶۴، باب فضل يوم الجمعة).

(۲) عن ابن عباس رضی الله عنه أنه قرأ: اليوم أكملت لكم دينكم الآية وعنده يهودی فقال: لو نزلت هذه الآية علينا لَاتخذناها عيدًا، فقال ابن عباس: فإنها نزلت في يوم عيدين في يوم جمعة ويوم عرفة. رواه الترمذی. (مشكوة ص:۱۲۱، الفصل الثالث عن باب الجمعة).

(۳) عن أبی لبابة رضی الله عنه قال: قال النبی صلی الله عليه وسلم: إن يوم الجمعة سيّد الأيام ... إلخ. (مشكوة ص:۱۲۰).

(۴) عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: خير يوم طلعت عليه الشمس يوم الجمعة فيه خلق آدم وفيه أدخل الجنة وفيه أخرج منها ولَا تقوم الساعة إلّا يوم الجمعة. رواه مسلم. (مشكوة ص:۱۲۰، باب الجمعة).

(۵) عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: خرجت إلی الطور .... فيه خلق آدم وفيه اهبط وفيه يتب عليه وفيه مات وفيه تقوم الساعة ... إلخ. (مشكوة ص:۱۲۰، باب الجمعة، طبع قديمی كتب خانه).

گھڑی ہے کہ اس پر بندۂ مؤمن جو دُعا کرے وہ قبول ہوتی ہے۔[1] جمعہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے دُرود پڑھنے کا حکم آیا ہے۔[2] یہ تمام احادیث مشکوٰۃ شریف میں ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث میں جمعہ کی فضیلت آئی ہے۔ اس سکھ نے جو سوال کیا تھا، اس کا جواب یہ تھا کہ یوں تو ہمارے مذہب میں کسی دن کی بھی چھٹی کرنا ضروری نہیں، لیکن اگر ہفتے میں ایک دن چھٹی کرنی ہو تو اس کے لئے جمعہ کے دن سے بہتر کوئی دن نہیں، کیونکہ یہودی ہفتے کے دن کو معظم سمجھتے ہیں، اور اس دن چھٹی کرتے ہیں، عیسائی اتوار کو لائقِ تعظیم جانتے ہیں اور اس دن چھٹی کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے ہم مسلمانوں کو جمعہ کے افضل ترین دن کی نعمت عطا فرمائی ہے، اور اس کو سیّد الایام بنایا ہے، اس لئے یہ دن اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کو عبادت کے لئے مخصوص کردیا جائے اور اس دن عام کاروبار نہ ہو۔

نمازِ جمعہ کی اہمیت

سوال:... ہم نے سنا ہے کہ جس شخص نے جان بوجھ کر تین نمازِ جمعہ ترک کردیئے وہ کفر میں داخل ہوگیا، اور وہ نئے سرے سے کلمہ پڑھے، کیا یہ حدیث صحیح ہے؟

جواب:... حدیث کے جو الفاظ آپ نے نقل کئے ہیں، وہ تو مجھے نہیں ملے، البتہ اس مضمون کی متعدد احادیث مروی ہیں، ایک حدیث میں ہے:

"من ترک ثلاث جمعٍ تهاونًا بها طبع الله علی قلبه. (رواه ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجة والدارمی عن ابی الجعد الضمری ومالک عن صفوان بن سلیم واحمد عن ابی قتادة)۔" (مشکوٰۃ ص:۱۲۱)

ترجمہ:... "جس شخص نے تین جمعے محض سستی کی وجہ سے، ان کو ہلکی چیز سمجھتے ہوئے چھوڑ دیئے، اللہ تعالیٰ اس کے دِل پر مہر لگادیں گے۔"

ایک اور حدیث میں ہے:

"لینتهین اقوام عن ودعهم الجمعات او لیختمن الله علٰی قلوبهم ثم لیکونن من الغافلین۔" (رواہ مسلم، مشکوٰۃ ص:۱۲۱)

ترجمہ:... "لوگوں کو جمعوں کے چھوڑنے سے باز آجانا چاہئے، ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دِلوں پر مہر کردیں گے، پھر وہ غافل لوگوں میں سے ہوجائیں گے۔"

ایک اور حدیث میں ہے:

---

(۱) عن أبی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: إن فی الجمعة لساعة لَا یوافقها عبد مسلم یسأل الله فیها خیرًا إلّا أعطاها إیاه. (مشکوٰة ص: ۱۱۹، باب الجمعة، طبع قدیمی)۔

(۲) عن أبی الدرداء رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: أکثروا الصلٰوة علیّ یوم الجمعة فإنه مشهود ...إلخ۔ (مشکوٰة ص: ۱۲۱، باب الجمعة، طبع قدیمی)۔

"من ترک الجمعة من غیر ضرورة کتب منافقًا فی کتاب لَا یمحی ولَا یبدل۔"

(رواہ الشافعی، مشکوٰۃ ص:۱۲۱)

ترجمہ:... "جس شخص نے بغیر ضرورت اور عذر کے جمعہ چھوڑ دیا اس کو منافق لکھ دیا جاتا ہے، ایسی کتاب میں جو نہ مٹائی جاتی ہے، نہ تبدیل کی جاتی ہے۔"

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے:

"من ترک الجمعة ثلاث جمعات متوالیات فقد نبذ الْإسلام وراء ظهره۔"

(رواہ ابویعلی، ورجاله رجال الصحیح، مجمع الزوائد ج:۲ ص:۱۹۳)

ترجمہ:... "جس شخص نے تین جمعے پے در پے چھوڑ دیئے، اس نے اسلام کو پسِ پشت پھینک دیا۔"

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کا ترک کردینا بدترین گناہِ کبیرہ ہے، جس کی وجہ سے دِل پر مہر لگ جاتی ہے، قلب ماؤف ہوجاتا ہے اور اس میں خیر کو قبول کرنے کی صلاحیت نہیں رہتی، ایسے شخص کا شمار اللہ تعالیٰ کے دفتر میں منافقوں میں ہوتا ہے، کہ ظاہر میں تو مسلمان ہے، مگر قلب ایمان کی حلاوت اور شیرینی سے محروم ہے، ایسے شخص کو اس گناہِ کبیرہ سے توبہ کرنی چاہئے اور حق تعالیٰ شانہ سے صدقِ دِل سے معافی مانگنی چاہئے۔

جمعہ کی نماز فرض یا واجب؟

سوال:... جمعہ کی نماز فرض ہے یا واجب؟ جمعہ کی نماز ادا کرنے کے بعد ظہر کی نماز ادا کرنے کی ضرورت باقی رہتی ہے یا نہیں؟ جمعہ کی نماز شروع ہونے سے قبل اور بعد میں عام طور پر لوگ نمازیں پڑھتے نظر آتے ہیں، وہ کون سی نماز پڑھتے ہیں؟

جواب:... جمعہ کی نماز فرض ہے،[1] اور یہ ظہر کی نماز کے قائم مقام ہے، اس لئے جمعہ کے بعد ظہر کی ضرورت نہیں۔[2] جمعہ سے قبل و بعد سنتیں ادا کی جاتی ہیں، جمعہ سے پہلے چار سنتیں، اور جمعہ کے بعد پہلے چار رکعتیں مؤکدہ،[3] پھر دو رکعتیں غیرمؤکدہ۔ ان سنتوں کے علاوہ کچھ حضرات نوافل بھی پڑھتے ہیں۔

اوور ٹائم کی خاطر جمعہ کی نماز چھوڑنا سخت گناہ ہے

سوال:... گزارش یہ ہے کہ میں جس جگہ کام کرتا ہوں اکثر جمعہ کے دن اوور ٹائم لگتا ہے، کمپنی کی مسجد میں کوئی امام نہیں آتے،

(۱) ان الجمعة فریضة محکمة بالکتاب والسنة والْإجماع یکفر جاحدها۔ (فتح القدیر ج:۱ ص:۴۰۷، کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)۔

(۲) حتی لو أدی الجمعة یسقط عنه الظهر وتقع الجمعة فرضًا ... إلخ۔ (بدائع صنائع ج:۱ ص:۲۵۶)۔

(۳) والسنة قبل الجمعة أربع وبعدها أربع .... وعند أبی یوسف رحمه الله تعالٰی السنة بعد الجمعة ست رکعات وهو مروی عن علی رضی الله عنه والأفضل أن یصلی أربعًا ثم رکعتین للخروج عن الخلاف۔ (حلبی کبیر ص:۳۸۸، ۳۸۹، فصل فی النوافل، طبع سهیل اکیڈمی لاهور)۔

سب کمپنی کے آدمی کام کرتے ہیں، کوئی جمعہ کی نماز پڑھنے نہیں جاتا، سب کام ختم کرکے گھر جانے کی سوچتے ہیں، ایسے میں، میں جمعہ کی نماز باہر جاکر پڑھوں یا اسے قضا پڑھوں؟

جواب:... وہاں جمعہ اگر نہیں ہوتا تو کسی اور جامع مسجد میں چلے جایا کیجئے، جمعہ چھوڑنا تو بہت بڑا گناہ ہے، تین جمعے چھوڑ دینے سے دِل پر مہر لگ جاتی ہے۔(۱) محض معمولی لالچ کی خاطر اتنے بڑے گناہ کا ارتکاب کرنا ضعفِ ایمان کی علامت اور بے عقلی کی بات ہے۔ کمپنی کے اربابِ حل وعقد کو چاہئے کہ جمعہ کی نماز کے لئے چھٹی کردیا کریں۔

جمعہ کے لئے شرائط

سوال:... میں نے بعض عالموں سے سنا ہے کہ جمعہ کی نماز کے لئے دُوسری شرطوں کے علاوہ یہ بھی شرط ہے کہ وہ مسجد جس میں جمعہ کی نماز ہو رہی ہو، اس کی لمبائی تقریباً ۲۰ گز اور چوڑائی بھی دُوسرے گھروں کی نسبت زیادہ ہو، اس کے علاوہ کسی مسجد یا عیدگاہ میں نماز پڑھنے سے پہلے قاضی یا حکومت کے کسی فرد سے اجازت حاصل کرنی ہوگی۔ مولانا صاحب! کیا یہ شرطیں صحیح ہیں؟

جواب:... جمعہ کے جواز کے لئے مسجد کا خاص طول وعرض ضروری نہیں، اور حاکم یا قاضی کی شرط قطعِ نزاع کے لئے ہے،(۲) اگر مسلمان کسی اِمام پر متفق ہوں تو اس کی اِقتدا میں جمعہ جائز ہے،(۳) گویا آپ نے جو دو شرطیں ذکر کی ہیں، یہ دونوں غیرضروری ہیں۔

جمعہ شہر اور قصبے میں جائز ہے، چھوٹے گاؤں میں نہیں

سوال:... ہمارا گاؤں جو کہ ۵۰ یا ۶۰ گھروں پر مشتمل ہے، اور اس میں ایک پکی مسجد ہے، جس میں لاؤڈ اسپیکر وغیرہ بھی لگا ہوا ہے، پورے گاؤں میں ایک دُکان بھی ہے، اور ہمارے ہاں جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہے۔ کچھ لوگ یہ جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں اور کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہاں جمعہ کی نماز نہیں ہوتی۔ برائے کرم قرآن وسنت کی روشنی میں ہمیں یہ بتائیں کہ کیا ہمارے گاؤں میں جمعہ کی نماز جائز ہے یا نہیں؟ پرسوں ہی ایک مولانا صاحب ریڈیو پاکستان لاہور سے خطوں کے جواب دیتے ہوئے فرما رہے تھے کہ جمعہ صرف شہر والوں پر فرض ہے، گاؤں یا دیہات والوں پر نہ تو جمعہ فرض ہے اور نہ ہی کسی بھی دیہات یا گاؤں میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے، تاوقتیکہ وہ گاؤں شہر کی تمام سہولتوں جیسی سہولتیں حاصل کرلے۔

جواب:... فقہِ حنفی کے مطابق جمعہ صرف شہر اور قصبات میں جائز ہے، چھوٹے گاؤں میں جمعہ جائز نہیں۔(۴)

---

(۱) من ترک ثلاث جمع تهاونًا بها طبع الله علٰى قلبه. رواه الترمذی. (مشکوٰة ج:۱ ص:۱۲۱، باب الجمعة).

(۲) لأنه لو لم يشترط السلطان لأدى إلى الفتنة، لأن هٰذه صلاة تؤدى بجمع عظيم والتقديم علٰى جميع أهل المصر يعد من باب الشرف وأسباب العلو والرفعة فيتبارع إلٰى ذٰلک کل من جبل علی علو الهمة والميل إلى الرياسة فيقع بينهم التجاذب والتنازع ...إلخ. (بدائع الصنائع ج:۱ ص:۲۶۱، کتاب الصلاة، وأما بيان شرائط الجمعة).

(۳) ذکر الکرخی رحمه الله أنه لَابأس أن يجمع الناس علٰى رجل حتى يصلّی بهم الجمعة. (بدائع الصنائع ج:۱ ص:۲۶۱).

(۴) عن حذيفة رضی الله عنه ليس علٰى أهل القریٰ جمعة، إنما الجمع على أهل الأمصار مثل المدائن. (أوجز المسالک، باب ما جاء فی الإمام ينزل بقرية يوم الجمعة ج:۲ ص:۲۴۶ طبع إدارہ إسلاميات). عن علي رضي الله عنه أنه قال: لَا جمعة ولَا تشريق إلّا فی مصر جامع. (إعلاء السُّنن ج:۸ ص:۱ أبواب الجمعة). أيضًا: وتقع فرضًا فی القصبات والقری الكبيرة التی فيها أسواق ...إلخ. (شامی ج:۲ ص:۱۳۸، کتاب الصلاة، باب الجمعة).

بڑے قصبے کے ملحقہ چھوٹے چھوٹے قصبات میں جمعہ پڑھنا

سوال:... بڑے قصبوں میں جہاں جمعہ ہوتا ہے اس کے ساتھ چھوٹے چھوٹے دیہات ہیں، جہاں جمعہ کی اَذان کی آواز پہنچتی ہے یا دو تین میل کے فاصلے پر چھوٹے چھوٹے دیہات ہیں، وہاں جمعہ کی آواز نہیں پہنچتی، تو ان دیہات میں اَذان و اقامت کے ساتھ نماز باجماعت پڑھنا دُرست ہے یا نہیں؟

جواب:... جو جگہ شہر کے حدود اور ملحقات میں شمار ہوتی ہو، وہاں جمعہ جائز ہے، اور جو ایسی نہ ہو وہاں جائز نہیں،[1] اس لئے ملحقہ بستیوں میں جمعہ جائز نہیں، کیونکہ وہ شہر کا حصہ نہیں، بلکہ الگ آبادی شمار ہوتی ہیں۔

بڑے گاؤں میں جمعہ فرض ہے، پولیس تھانہ ہو یا نہ ہو

سوال:... ہمارا ایک قریہ ہے جس کا نام کربلا ہے، جس کی آبادی تقریباً دس ہزار پر مشتمل ہے، جس میں نو مسجدیں بھی ہیں، چار مسجدیں تو اتنی بڑی ہیں کہ ایک وقت پر تقریباً ڈیڑھ سو افراد ایک ہی مسجد میں نماز پڑھتے ہیں، اور اس قریہ میں ضروریاتِ زندگی کا سامان ہر وقت مل سکتا ہے۔ ہائی اسکول، پرائمری اسکول، ڈاک خانہ، اسپتال، ٹیلیفون، بجلی، غرض یہ سب چیزیں موجود ہیں، مدرسہ بھی ہے، جس میں تقریباً بڑے چھوٹے تقریباً ۳۰۰ طلبہ پڑھ رہے ہیں، لیکن یہاں پر جمعہ کی نماز نہیں ہوتی، ہمارے یہاں سے تقریباً آٹھ میل کی مسافت پر ضلع پشین میں جمعہ کی نماز باقاعدہ ہوتی ہے، اور علمائے دین نے فتویٰ جاری کیا ہے کہ یہاں پر جمعہ پڑھنا واجب ہے، فتویٰ جن علماء نے دیا ہے، ان کے نام یہ ہیں: مفتی عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک، مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم کورنگی، مفتی زین العابدین فیصل آباد، مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کراچی۔ مقامی علمائے دین فتویٰ کو نہیں مانتے۔ ہمارے علماء کا کہنا یہ ہے کہ یہاں پر پولیس تھانہ نہیں ہے، اور اس طرح جمعہ آس پاس گاؤں والوں پر واجب ہوجائے گا، اور اگر آپ لوگ کوئی بھی یہاں جمعہ پڑھو گے تو آس پاس کے گاؤں والے جھگڑا کریں گے۔ اب بتائیں کہ کیا اس قریہ میں جمعہ پڑھنا ضروری ہے؟

جواب:... اگر آپ کے مقامی علماء، اتنے بڑے بڑے علماء کے فتویٰ کو نہیں مانتے تو مجھ طالبِ علم کی بات کب مانیں گے؟ تاہم ان سے گزارش ہے کہ اس قصبے میں جمعہ فرض ہے،[2] اور وہ ایک اہم فرض کے تارک ہو رہے ہیں، اگر تھانہ نہ ہونے کی وجہ سے ان کو جھگڑے کا شبہ ہے تو اس کا حل تو بہت آسان ہے، اس سلسلے میں گورنمنٹ سے استدعا کی جاسکتی ہے کہ یہاں ایک پولیس چوکی

---

(۱) لَا یصح الجمعة إلّا فی المصر وتوابعه فلا تجب علٰی أهل القری التی لیست من توابع المصر ولَا یصح أداء الجمعة فیها ...إلخ. (بدائع الصنائع ج:۱ ص:۲۵۹، وأما بیان شرائط الجمعة، أیضًا: رد المحتار ج:۲ ص:۱۳۸، باب الجمعة).

(۲) وعبارة القهستانی تقع فرضًا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها أسواق. قال أبو القاسم: هٰذا بلا خلاف إذا أذن الوالی أو القاضی ببناء المسجد الجامع وأداء الجمعة لأن هٰذا مجتهد فیه فإذا اتصل به الحکم صار مجمعًا علیه. (فتاویٰ شامی ج:۲ ص:۱۳۸، کتاب الصلاة، باب الجمعة). وحاصله إدارة الأمر علٰی رأی أهل کل زمان فی عدهم المعمورة مصرًا، فما هو مصر فی عرفهم جازت الجمعة فیه، وما لیس بمصر لم یجز فیه، إلّا أن یکون فناء المصر. (الکوکب الدری، أبواب الجمعة ج:۱ ص:۱۹۹، طبع مکتبة یحیویة سهارنپور).

بٹھادی جائے، بہر حال تھانے کا وہاں موجود ہونا صحتِ جمعہ کے لئے شرط لازم نہیں۔

چھوٹے گاؤں میں جمعہ پڑھنا صحیح نہیں ہے

سوال:... کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ ایک چھوٹا گاؤں ہے جس میں تقریباً ۸۰ گھر ہیں، دُکانیں، بازار نہیں، اور نہ ہی تین یا پانچ سات مسجدیں، صرف ایک مسجد ہے اور نہ ہی کوئی چھاؤنی یا مرکزی مقام ہے، اس میں لوگ جمعہ پڑھتے ہیں، کافی سال ہوگئے ہیں، اب یہ عاجز یہاں مقیم ہوا ہے تو مجھ سے چند دوستوں نے پوچھا کہ یہ چھوٹا گاؤں ہے اور عندالاحناف چھوٹے گاؤں میں جمعہ جائز نہیں۔ تو دُوسرے صاحب بولے اور عندالشافعی تو جائز ہے۔ اور دُوسری بات یہ ہے کہ علمائے کرام فرماتے ہیں جہاں جمعہ شروع کردیا گیا ہو تو وہاں بند نہ کرنا چاہئے، تو اس عاجز نے کہا کہ بدعت نکالنے والے لوگ بھی تو یہی دلیل دیتے ہیں کہ اچھا کام ہے، اب اس کو بند نہ کرو، جب شروع ہی بغیر دلیل اور ثبوت کے ہوا تو اس کو قائم رکھنا تو جائز نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ بس جاؤ تم پڑھتے رہو، چاہے حنفیہ کے نزدیک کوئی شرطِ صحتِ جمعہ نہ ہو تو بھی یہی بڑی دلیل ہے کہ جمعہ لوگ بہت عرصے سے پڑھتے ہیں، اب اگر بند کردیا جائے تو انتشار پیدا ہوگا، آپ براہ کرم اس بارے میں مستفید فرمادیں۔

جواب:... اِمام ابوحنیفہؒ کے نزدیک چھوٹی بستی میں جمعہ جائز نہیں،[1] اور گو کہ دُوسرے ائمہ کے نزدیک جائز ہے، مگر ان کے مذہب پر عمل کرنا اس لئے ممکن نہیں کہ ان کے مذہب کے مطابق نماز کی بہت سی شرطیں ایسی ہیں جن کا ہمارے لوگوں کو علم نہیں، اور جب ان شرطوں کے بغیر گاؤں میں جمعہ پڑھا جائے تو نماز نہ اِمام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صحیح ہوئی، نہ اِمام شافعیؒ کے نزدیک، پس ظہر کی نماز کو غارت کرنا کسی طرح روا نہ ہوگا، اور اس کا وبال سر پر رہے گا۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ جہاں جمعہ شروع ہو وہاں بند نہ کیا جائے، اس کا مطلب یہ ہے کہ مسئلہ سمجھا دیا جائے، اس کے باوجود کوئی نہیں مانتا تو وہ اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہے، مگر خود جمعہ پڑھنا کسی حال میں دُرست نہیں۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ اس سے انتشار ہوگا، یہ ایک درجے میں صحیح ہے، کہ لوگوں پر جہل غالب ہے، مگر یہ بھی اس امر کے لئے کافی عذر نہیں کہ اس بدعت کا خود ارتکاب کیا جائے۔ راقم الحروف اپنے گاؤں میں طالبِ علمی کے زمانے میں خود جمعہ پڑھاتا تھا، لیکن جب مسئلے کا علم ہوا تو جمعہ بند کردینے کا اعلان کردیا، الحمدللہ! نہ کوئی مرتد ہوا، نہ کسی نے نماز چھوڑی، البتہ ایسے بے دین لوگ جن کو نماز اور مسجد سے کوئی واسطہ نہیں، اب بھی نکتہ چینی کرتے ہیں، سو ایسے لوگوں کی نکتہ چینیوں سے گھبرا کر شرعی مسائل کو اگر بدل دیا جائے تو دینِ اسلام کی شکل ہی مسخ ہوجائے گی۔ مسئلہ تو میں نے لکھ دیا ہے، اب آگے مشورہ عرض کرتا ہوں، آپ اپنی بستی کے دین دار اور صاحبِ فہم لوگوں کو جمع کرکے میرا یہ خط ان کے سامنے رکھیں، اگر وہ شرعی مسئلے پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوں تو ان میں سے جو حضرات ذی وجاہت ہیں، وہ خود اس مسئلے کا اعلان کرکے جمعہ بند کرنے کی اطلاع کریں، اور اگر اس بستی کے دین دار اور سمجھ دار لوگ بھی اس مسئلے پر عمل کرنے سے گریز کریں تو آپ اس بستی کی اِمامت چھوڑ دیں۔ اِمام کو اس لئے مقرّر کیا جاتا ہے کہ وہ شرعی مسائل کے مطابق

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۱، ۲ ملاحظہ فرمائیں۔

لوگوں کی اِمامت کرے، نہ یہ کہ شریعت کے خلاف لوگوں کا تابعِ مہمل بن کر رہے۔

ڈیڑھ سو گھروں والے گاؤں میں نمازِ جمعہ

سوال:... ایک گاؤں جس کی آبادی تقریباً ڈیڑھ سو گھروں پر مشتمل ہے، چار دُکانیں ہیں جس میں ضرورت کی چیزیں دستیاب ہیں، مثلاً: گھی، اناج، چائے، چینی، کپڑا وغیرہ، یہ گاؤں گلیوں اور راستوں پر بھی مشتمل ہے، نیز اس گاؤں میں سولہ سال سے جمعہ کی نماز ہوتی رہی، کیا ازرُوئے شرع اس میں جمعہ کی نماز جائز ہے کہ نہیں؟

جواب:... یہ گاؤں، شہر یا قصبہ کے حکم میں نہیں، اس لئے حضرت اِمام ابوحنیفہؒ کے مسلک پر اس میں جمعہ جائز نہیں۔[1]

اٹھارہ ہزار آبادی والے گاؤں میں جمعہ

سوال:... ہمارے گاؤں کی آبادی اٹھارہ ہزار ہے، اور بنیادی سہولتیں میسر ہیں، گاؤں ضلعی شہر پشین سے آٹھ میل کے فاصلے پر ہے اور گاؤں سے تین میل کے فاصلے پر پولیس لیویز چوکی ہے، مگر ہمارے گاؤں میں تھانہ نہ پولیس چوکی ہے، مسئلہ کچھ یوں ہے کہ عرصہ دو سال سے ایک دِینی مدرسے میں باقاعدہ نمازِ جمعہ اور نمازِ عیدین پڑھی جاتی ہیں، جس میں صرف گنتی کے چند لوگ شرکت کرتے ہیں۔ اور دُوسری طرف گاؤں کے علماء اور اکثریتی فریق کا کہنا ہے کہ یہاں پر نمازِ جمعہ اور نمازِ عیدین پڑھنا ناجائز ہے، کیونکہ یہ ایک دیہاتی گاؤں ہے اور یہاں پر تھانہ نہیں ہے۔ جبکہ دُوسرے فریق کا کہنا ہے کہ یہاں نمازِ جمعہ اور عیدین پڑھنا جائز ہے کیونکہ یہاں کی آبادی بہت ہے۔ اس نازک مسئلے پر یہاں کے باشندوں کو سخت بے چینی اور ذہنی کوفت کا سامنا ہے۔

جواب:... اِمام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جمعہ کے لئے شہر یا قریۂ کبیرہ (قصبہ) کا ہونا شرط ہے، جب گاؤں کی آبادی اٹھارہ ہزار کی ہو، اس کو قریۂ کبیرہ شمار کیا جائے گا، اس لئے اس بستی میں جمعہ اور عیدین کی نماز صحیح ہے۔[2]

کیا جوازِ جمعہ کے لئے آبادی کی تعداد میں مسلم، غیرمسلم، عورتیں اور بچے سب شامل ہیں؟

سوال:... جوازِ جمعہ کے لئے آبادی کی تعداد کیا ہے؟ کیا آبادی کی تعریف میں عورتیں، بچے اور غیرمسلم بھی شامل ہیں یا نہیں؟

کیا سول اور فوج کو ملاکر مطلوبہ آبادی پوری کی جاسکتی ہے؟

اگر سول اور فوج کو ملاکر مطلوبہ آبادی پوری کی جائے تو اس صورت میں کیا فوج اپنے لئے الگ جمعہ کا اِہتمام کرے گی یا وہ

---

(۱) اما المصر الجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة أدائها عند أصحابنا حتّٰى لَا تجب الجمعة إلّا على أهل المصر ومن كان ساكنًا فى توابعه وكذا لَا يصح أداء الجمعة إلّا فى المصر وتوابعه فلا تجب على أهل القرىٰ التى ليست من توابع المصر ولَا يصح أداء الجمعة فيها ...... ولنا ما روى عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال: لَا جمعة ولَا تشريق إلّا فى مصر جامع. (بدائع الصنائع ج:۱ ص:۲۵۹، شرائط الجمعة).

(۲) وفى التحفة عن أبى حنيفة رحمه الله أنه بلدة كبيرة فيها سكك وأسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على إنصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه أو علم غيره يرجع الناس إليه فيما يقع من الحوادث وهذا هو الأصح. (شامى ج:۲ ص:۱۳۷)، وتقع فرضًا فى القصبات والقرى الكبيرة التى فيها أسواق. (شامى ج:۱ ص:۱۳۷، كتاب الصلاة، باب الجمعة). نیز حاشیہ نمبر۱ ملاحظہ کیجئے۔

سول میں جاکر جمعہ ادا کریں گے؟

کچھ فوجی کیمپ سول آبادی سے دُور اور کچھ قریب ہیں، اس لحاظ سے متصل اور مفصل شرعی حیثیت کیا ہے؟

کچھ فوجی مقام ایسے ہیں جہاں فوجی ۱۰۰ سے لے کر ۳۰۰ تک کی تعداد میں بغیر بیوی بچوں کے سال بھر رہتے ہیں، کیا وہاں جمعہ جائز ہے؟ جبکہ وہاں دُشمن کا فوری خطرہ بھی نہیں ہے؟

جواب:... حضرت اِمام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جمعہ صرف شہر یا قصبات میں جائز ہے، چھوٹی بستیوں میں جائز نہیں ہے۔ عموماً جس بستی کی آبادی دو اڑھائی ہزار پر مشتمل ہو، اور وہاں روزمرہ کی ضروریات دستیاب ہوں، اور گرد و پیش کے لوگ ضروریاتِ زندگی کی خرید و فروخت کے لئے وہاں آتے ہوں، ایسی آبادی میں جمعہ جائز ہے۔ (۱)

۲:... فوج کی اگر وہاں مستقل چھاؤنی رہتی ہو تو اس کو بھی اس آبادی میں شمار کیا جائے گا، اگر فوج کا وہاں مستقل قیام نہیں تو ان کو شمار نہیں کریں گے۔ مستقل باشندے خواہ مسلم ہوں یا غیرمسلم، مرد ہوں یا عورتیں، بڑے ہوں یا بچے ان سب کو شمار کیا جائے گا۔

۳:... جس بستی میں جمعہ جائز ہو، وہاں فوج اپنے جمعہ کا الگ انتظام کرسکتی ہے۔ (۲)

۴:... جس بستی کو ہم "بڑی بستی" یا قصبہ شمار کریں گے، اس کے لئے ضروری ہوگا کہ اس کی آبادی (مکانات) متصل ہوں۔ پھر اس بستی سے ملحقہ آبادی میں فوج کا جمعہ پڑھنا بھی جائز ہے، اور اگر اصل آبادی کے لحاظ سے وہ جگہ چھوٹی بستی شمار ہوتی ہے، تو کچھ فاصلے پر اگر فوجی کیمپ ہو تو اس کو اس بستی میں شمار نہیں کیا جائے گا، بلکہ یہ مستقل آبادی شمار ہوگی۔

۵:... صرف چند فوجیوں کی رہائش گاہ میں جمعہ صحیح نہیں، خواہ ان کا قیام سال بھر رہا کرتا ہو، دیکھنا یہ ہے کہ جس جگہ ان کا قیام ہے، وہ جگہ ایسی ہے کہ وہاں جمعہ جائز ہو؟ اس نکتے کی وضاحت اُوپر کرچکا ہوں۔

جہاں پر کسی کو آنے کی اِجازت نہ ہو وہاں نمازِ جمعہ ادا کرنا

سوال:... میرا یہ سوال ہے کہ میں منشیات کے اسپتال میں نمازِ جمعہ پڑھاتا ہوں، یہ عمل تقریباً چار سال سے کر رہا ہوں، لیکن یہاں پر باقاعدہ طور پر مسجد نہیں بنائی گئی ہے، لیکن نماز پڑھنے کے لئے ایک بہت بڑا ہال ہے، جس میں جمعہ کی بھی نماز ادا کی جاتی ہے، کیونکہ وہاں پر منشیات کے عادی افراد کا علاج و معالجہ ہوتا ہے، تاکہ نشے کی عادت ختم ہوسکے، اس لئے ان کو اسپتال سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہے، اور اگر ان کو باہر نماز کے لئے جانے دیا جائے تو خطرہ ہوتا ہے کہ وہ باہر جاکر نشہ حاصل کرکے دوبارہ اِستعمال نہ شروع کریں، اس لئے اِحتیاطی طور پر ان کو باہر نہیں جانے دیا جاتا۔ نمازِ جمعہ میں تقریباً ۳۰ سے ۴۰ لوگ شریک ہوتے ہیں، آپ قرآن

---

(۱) وتقع فرضًا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها أسواق۔ (شامي ج:۲ ص:۱۳۸، كتاب الصلاة، باب الجمعة)۔
أيضًا: عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى: أنه بلدة كبيرة فيها سكك وأسواق، ولها رساتيق وفيها وال يقدر على إنصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه أو علم غيره، يرجع الناس إليه فيما يقع من الحوادث، وهذا هو الأصح۔ (ردالمحتار ج:۲ ص:۱۳۷، كتاب الصلاة، باب الجمعة)۔

(۲) ایضاً حوالہ بالا۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع للكاساني ج:۱ ص:۲۵۸ تا ۲۶۹، وأما بيان شرائط الجمعة، طبع ایچ ایم سعید۔

وحدیث کی روشنی میں اس مسئلے سے آگاہ کریں کہ میں جو عمل کر رہا ہوں یہ صحیح ہے کہ نہیں؟

جواب:... جہاں جمعہ پڑھایا جاتا ہے، اگر وہاں ہر ایک کو آنے کی اجازت نہیں، تو جمعہ نہیں ہوگا۔ (۱)

پنج گانہ نماز کا اِنتظام نہ ہونے والے دیہات میں نمازِ جمعہ

سوال:... کنڈیارو شہر کے نزدیک ۳ یا ۴ کلومیٹر کے فاصلے پر کچھ دیہات ہیں، جن میں تقریباً ۳۰-۴۰ گھر مسلمانوں کے ہیں، ان دیہاتوں میں پنج گانہ نماز کا اِنتظام نہیں ہے، ۸-۱۰ سال سے یہاں جمعہ اور عید کی نمازیں پڑھائی جارہی ہیں، ایک مولوی صاحب کے کہنے پر کچھ گاؤں میں جمعہ بند ہوگیا ہے، کیا ان دیہاتوں میں جمعہ کی نماز ہوجائے گی؟

جواب:... اِمام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جمعہ شہر یا قصبے میں ہوتا ہے، دیہات میں نہیں ہوتا، (۲) اس لئے ان جگہوں پر ظہر کی نماز پڑھی جائے، یہاں جمعہ پڑھنا جائز نہیں۔ (۳)

دوسو گھروں پر مشتمل آبادی میں جمعہ کا شرعی حکم

سوال:... ایسا گاؤں جس کا شہر سے پیدل فاصلہ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کا اور گاڑی پر ایک گھنٹے کا ہے، گاؤں کا ڈاک خانہ، تھانہ اور یونین کونسل کا دفتر (مرکزی مقام) بھی شہر میں ہے، کیا ایسا گاؤں شہر کے مضافات کی تعریف میں آتا ہے؟ جبکہ گاؤں کی اکثر ضروریات شہر سے ہی پوری ہوتی ہیں۔ گاؤں میں گلیاں ہیں نہ بازار، صرف چھوٹی چھوٹی تین دُکانیں ہیں، گاؤں کی مجموعی آبادی تقریباً دوسو گھروں پر مشتمل ہے جوکہ گاؤں میں چار مختلف بستیوں میں بٹی ہوئی ہے، اس گاؤں میں جمعہ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب:... فنائے مصر شہر کے ماحول کو کہتے ہیں، جو شہر کی ضروریات کے لے خالی جگہ ہوتی ہے۔ (۴) یہ گاؤں، جو ایک الگ الگ چار بستیوں میں بٹا ہوا ہے، نہ یہ قصبہ ہے، نہ قریۂ کبیرہ، نہ فنائے مصر میں واقع ہے، لہٰذا یہاں جمعہ جائز نہیں۔ (۵) لوگوں کو لازم ہے کہ جمعہ کے شوق میں ظہر کی نماز غارت نہ کریں۔

سو گھروں پر مشتمل گاؤں میں نمازِ جمعہ

سوال:... ہمارا گاؤں تقریباً سو گھروں پر مشتمل ہے، گردونواح میں بھی زیادہ تعداد میں بستیاں آباد ہیں۔ یہ گاؤں شہر سے دو

---

(۱) والشرط السادس الإذن العام .... لا تجوز جمعته إلى قوله والإذن العام والأداء على سبيل الشهرة من جملة تلك الخصوصيات فلا تجوز بدنه. (شرح حلبی کبیر ص:۵۵۸، فصل فی صلاة الجمعة).

(۲) ص:۱۱۴ کا حاشیہ نمبر ۱ ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) وفيما ذكرنا إشارة إلى أنه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب، كذا في المضمرات. (ردالمحتار ج:۲ ص:۱۳۸، باب الجمعة).

(۴) فناء المصر: ما اتصل به معدًّا لمصالحه. (قواعد الفقه ص:۴۱۷، طبع صدف پبلشرز).

(۵) لا يصح أداء الجمعة إلّا في المصر وتوابعه فلا تجب على أهل القرى التي ليست من توابع المصر ولا يصح أداء الجمعة فيها .... روى عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: لا جمعة ولا تشريق إلّا بمصر جامع. (بدائع الصنائع ج:۱ ص:۲۵۹، وأما بيان شرائط الجمعة، طبع سعيد).

کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، ابتداء سے اس بستی میں نمازِ جمعہ نہیں ہوتی، اس کے قریب ایک اور بستی ہے جس کی آبادی ہر لحاظ سے کم ہے، انہوں نے جمعہ کی نماز شروع کی ہوئی ہے، قرآن وحدیث کی رُو سے اس بستی میں نمازِ جمعہ ہوسکتی ہے یا نہیں؟

جواب:... اگر آپ کا یہ گاؤں شہر کی حدود میں واقع ہے تو یہاں جمعہ ہوسکتا ہے، ورنہ نہیں۔ آپ نے جو تفصیلات اپنے گاؤں کی بیان کی ہیں، ان کے مطابق یہاں جمعہ نہیں ہوتا، اس کی بس ایک ہی صورت ہے کہ یہ شہر کی حدود کے اندر واقع ہو۔ (۱)

جس گاؤں میں ضروریاتِ زندگی میسر نہ ہوں وہاں تیس سال سے پڑھے گئے جمعہ کا حکم

سوال:... جس گاؤں میں ضروریاتِ زندگی کی چیزیں میسر نہیں، وہاں جمعہ ہوتا ہو تو ان کا جمعہ ہوجائے گا؟ اگر نہیں تو پچھلے تیس سال سے ایسا چلا آرہا ہے، تو ان پچھلی نمازوں کا کیا ہوگا؟

جواب:... ایسے گاؤں میں جمعہ جائز نہیں، جتنے سالوں کے جمعے پڑھے گئے، ان کی ظہر کی نمازیں قضا کرنا لازم ہے۔ (۲)

آٹھ سو افراد پر مشتمل گاؤں میں نمازِ جمعہ

سوال:... سائل کے گاؤں میں آبادی تقریباً آٹھ سو افراد بمعہ (عورتیں اور بچے) پر مشتمل ہے، بروزِ جمعہ جامع مسجد میں افراد ۸ یا ۹ صفوں میں مجتمع ہوتے ہیں، اور ہر صف میں تقریباً ۳۰ آدمی ہوتے ہیں، سائل کے گاؤں میں دُوسری سہولیات جیسے ہائی اسکول، ڈاک خانہ اور شفاخانہ موجود نہیں، بس صرف دو تین دُکانیں ہیں، اس کے علاوہ دُوسری اہم ضروریات جیسے موچی، ترکھان اور حجام کی موجودگی سے بھی ہمارا گاؤں محروم ہے۔ گاؤں میں صرف لڑکیوں کے لئے ایک پرائمری اسکول موجود ہے، لہٰذا آپ صاحبان کی خدمت میں عرض کی جاتی ہے کہ ہمارے اس چھوٹے سے گاؤں نمازِ جمعہ اور نمازِ عیدین ادا ہوسکتی ہیں کہ نہیں؟ واضح رہے کہ اس گاؤں میں عرصہ دراز سے جمعہ اور عیدین کی نماز ہوتی ہے۔

جواب:... یہ گاؤں چھوٹا ہے، اور چھوٹے گاؤں میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جمعہ جائز نہیں، جو لوگ یہاں جمعہ پڑھتے ہیں، وہ اپنی ظہر کی نماز برباد کرتے ہیں، اس لئے یہاں جمعہ کی نماز نہ پڑھی جائے، اگر کسی کو جمعہ پڑھنا ہو تو شہر میں جاکر جمعہ پڑھے۔ (۳)

---

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۵ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) وفي الجواهر لو صلّوا في القرىٰ لزمهم أداء الظهر. (شامي ج:۲ ص:۱۳۸، كتاب الصلاة، باب الجمعة).

(۳) شرط أداها المصر أي شرط صحتها أن تؤدى في مصر حتّى لَا تصح في قرية ولَا مفازة ...إلخ. (البحر الرائق ج:۲ ص:۱۵۱). أيضًا: قال رحمه الله تعالىٰ: (وهو) أي المصر (كل موضع له أمير وقاض ينفذ الأحكام ويقيم الحدود) وهذا رواية عن أبي يوسف، وهو إختيار الكرخي، وعنه أنهم لو إجتمعوا في أكبر مساجدهم لَا يسعهم وهو إختيار البلخي، وعنه: وهو كل موضع يكون فيه كل محترف ويوجد فيه جميع ما يحتاج إليه الناس في معايشهم وفيه فقيه وقاض يقيم الحدود، وعنه أنه يبلغ سكانه عشرة آلاف، وقيل يوجد فيه عشرة آلاف مقاتل ...إلخ. (تبيين الحقائق ج:۱ ص:۵۲۳، باب صلاة الجمعة، طبع دار الكتب العلمية).

بچوں اور عورتوں سمیت تین سو اَفراد پر مشتمل آبادی میں نمازِ جمعہ

سوال:... ہمارا گاؤں ہری پور سے ۲۶ کلومیٹر دُور ہے، جس کی آبادی عورتوں اور بچوں کو ملا کر تقریباً ۳۰۰ ہے، اور یہاں تین مسجدیں ہیں، تینوں مسجدوں کے نمازی ملائے جائیں تو تقریباً ۳۰۰ ہوں گے، اب ہماری مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کرنے لگے ہیں، پچھلے پانچ مہینے سے اب کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نماز نہیں ہوتی، جبکہ ہمارے گاؤں میں بجلی کی سہولت، پانی کی اور ٹرانسپورٹ کی سہولت موجود ہے، اور یہاں چار پرچون کی دُکانیں بھی ہیں، جس میں سبزی بھی موجود ہوتی ہے، لیکن یہاں ہوٹل نہیں ہے، نہ ہی کوئی کپڑے کی دُکان ہے، باہر سے آنے والے مسافر کو مسجد میں ٹھہراتے ہیں، اور کوئی جگہ نہیں۔ جب سے جمعہ کی نماز ہونے لگی ہے، اردگرد کے لوگ بھی نماز پڑھنے آتے ہیں، مسجد بھر جاتی ہے، یہاں کوئی اسپتال بھی نہیں ہے۔

جواب:... اِمام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جمعہ یا تو شہر میں ہوتا ہے یا قصبے میں، چھوٹی بستی میں جمعہ نہیں ہوتا۔ تین سو کی آبادی کا گاؤں چھوٹی بستی ہے، یہاں جمعہ صحیح نہیں۔[1]

تین ہزار افراد پر مشتمل آبادی قریۂ کبیرہ ہے، اس میں نمازِ جمعہ جائز ہے

سوال:... ہمارا گاؤں شہر سے تقریباً ۹-۱۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، گاؤں میں ایک بہت بڑی جامع مسجد ہے، مسجد کے ساتھ چھوٹا سا بازار اور پکی سڑک بھی ہے، گاؤں کی آبادی تقریباً ڈھائی تین ہزار سے زائد ہوگی، ہمارے گاؤں میں عرصہ پندرہ بیس سال سے جمعہ وعیدین کی نماز ہوتی ہیں، جبکہ جامع مسجد میں پابندی کے ساتھ پانچ وقت باجماعت نماز نہیں کی جاتی ہے، اکثر وبیشتر صرف ظہر وعصر کی نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے۔ آپ برائے کرم پوری تحقیق کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں کہ کیا ہمارے یہاں جمعہ وعیدین کی نماز صحیح ہوتی ہے؟ اگر صحیح ہے تو ٹھیک ہے، اگر صحیح نہیں تو کیا ان کو ترک کیا جائے جبکہ ہر جمعہ میں ۲۵، ۳۰، ۳۵ آدمی شریک ہوجاتے ہیں، اگر چھوڑ دیا جائے تو بھی کافی فتنے کا خوف ہے، براہِ کرم اس کا تسلی بخش اور تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

جواب:... آپ کے علاقے میں ایسا گاؤں جس کی آبادی دو ڈھائی ہزار ہو اور روزمرّہ کی ضروریات بھی وہاں ملتی ہوں، وہ ''قریۂ کبیرہ'' کے حکم میں ہے، اس میں جمعہ جائز ہے۔[2]

---

(۱) وتقع فرضًا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها أسواق. (شامي ج:۲ ص:۱۳۸، كتاب الصلاة، باب الجمعة). أيضًا: شرط أداها المصر أي شرط صحتها أن تؤدى في مصر حتى لا تصح في قرية ولا مفازة ...إلخ. (البحر الرائق ج:۲ ص:۱۵۱). أيضًا: قال رحمه الله تعالىٰ: (وهو) أي المصر (كل موضع له أمير وقاض ينفذ الأحكام ويقيم الحدود) وهٰذا رواية عن أبي يوسف، وهو إختيار الكرخي، وعنه أنهم لو إجتمعوا في أكبر مساجدهم لا يسعهم وهو إختيار البلخي، وعنه: وهو كل موضع يكون فيه كل محترف ويوجد فيه جميع ما يحتاج إليه الناس في معايشهم وفيه فقيه وقاض يقيم الحدود، وعنه أنه يبلغ سكانه عشرة آلاف، وقيل يوجد فيه عشرة آلاف مقاتل ...إلخ. (تبيين الحقائق ج:۱ ص:۵۲۳، باب صلاة الجمعة، طبع دار الكتب العلمية).

(۲) وتقع فرضًا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها أسواق. (شامي ج:۲ ص:۱۳۸، كتاب الصلاة، باب الجمعة). أيضًا: (وهو) أي المصر (كل موضع له أمير وقاض ينفذ الأحكام ويقيم الحدود) .... وعنه هو كل موضع يكون فيه كل محترف، ويوجد فيه جميع ما يحتاج الناس إليه في معايشهم، وفيه فقيه مفت وقاض يقيم الحدود، وعنه: أنه يبلغ سكانه عشرة آلاف ...إلخ. (تبيين الحقائق ج:۱ ص۵۲۳، باب صلاة الجمعة، طبع دار الكتب العلمية).

ایسے گاؤں میں جمعہ اور عیدین کی نماز جس کی قریبی بستی میں جمعہ ہوتا ہو

سوال:... ہمارے گاؤں کے قریب ایک بازار ہے، جس میں جمعہ اور عیدین کی نمازیں ہوتی ہیں، ہمارے گاؤں اور اس بازار کی آبادی میں تقریباً ایک فرلانگ سے کم فاصلہ ہے، لیکن ہماری مسجد اور اس جامع مسجد کے درمیان تین کلومیٹر کا فاصلہ ہے، نام بھی الگ الگ ہیں، پوچھنا یہ ہے کہ ہمارے گاؤں والوں پر جمعہ اور عیدین کی نمازیں فرض ہیں یا نہیں؟ اگر فرض ہیں تو جو قربانی عید کی نماز سے پہلے کرتے تھے وہ قربانی قبول ہوگی یا نہیں؟ اگر نہیں ہوتی تو ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

جواب:... جس بستی کے درمیان اور آپ کے گاؤں کے درمیان ایک فرلانگ کا فاصلہ ہے، وہ گویا ایک ہی بستی کے حکم میں ہے، اگر ان دونوں میں نمازِ جمعہ اور عیدین ہوسکتی ہے تو نمازِ جمعہ اور عیدین پڑھنا صحیح ہے۔[1]

جنگل میں جمعہ کی نماز کسی کے نزدیک صحیح نہیں

سوال:... مولانا صاحب! ہم یہاں ابوظہبی شہر سے تقریباً تیس کلومیٹر دُور جنگل میں کام کرتے ہیں، یہاں اور بھی کافی کمپنیاں ہیں، لیکن یہاں پر نہ بازار ہے اور نہ مستقل کوئی آبادی ہے، تو کیا ایسی جگہ پر جمعہ کی نماز ہوتی ہے جہاں پر کوئی بازار یا شہر نہ ہوں؟ جیسا کہ آپ نے پہلے ایک دفعہ لکھا تھا کہ جہاں بازار نہیں ہوتا، وہاں جمعہ کی نماز نہیں ہوتی، جبکہ ہم یہاں پر باقاعدہ جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں، مولانا صاحب! قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں کہ ہمارا جمعہ ہوتا ہے کہ نہیں؟

جواب:... جنگل میں کسی کے نزدیک جمعہ نہیں ہوتا،[2] آپ جمعہ کے بجائے ظہر کی نماز پڑھا کریں۔

جیل خانے میں نمازِ جمعہ ادا کرنا

سوال:... جیل خانے کے اندر نمازِ جمعہ ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب:... ہمارے اِمام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جمعہ کے صحیح ہونے کے لئے جہاں اور شرطیں ہیں، وہاں ''اِذنِ عام'' بھی شرط ہے،[3] یعنی جمعہ ایسی جگہ ہوسکتا ہے جہاں ہر خاص و عام کو آنے کی اجازت ہو، اور ہر مسلمان اس میں شرکت کرسکے۔ جیل میں اگر یہ شرط پائی جائے تو جمعہ صحیح ہوگا ورنہ نہیں۔ یہ مسئلہ تو عام کتابوں میں لکھا ہے، لیکن حضرت مولانا مفتی محمودؒ فرماتے تھے کہ جیل میں جمعہ جائز ہے، اور وہ اس کے لئے فقہ کی کتاب کا حوالہ بھی دیتے تھے، جو مجھے مستحضر نہیں، خود مفتی صاحب مرحوم کا عمل بھی جیل میں

---

(۱) دیکھئے: بدائع الصنائع ج:۱ ص:۲۶۰ بیان شرائط الجمعة، طبع سعید۔

(۲) لَا تؤدی الجمعة فی البراری لأن الجمعة من أعظم الشعائر فتختص بمكان إظهار الشعائر وهو المصر۔ (بدائع الصنائع ج:۱ ص:۲۵۹، وأما بيان شرائط الجمعة)۔

(۳) الشرط السادس الإذن العام .... والإذن العام والأداء على سبيل الشهرة من جملة تلك الخصوصيات فلا تجوز بدونه ...إلخ۔ (شرح حلبی كبير ص:۵۵۸، فصل فی صلاة الجمعة)۔

جمعہ پڑھنے کا تھا۔[۱]

فوجی کیمپ میں جمعہ ادا کرنا

سوال:... جب عساکر اسلامی فوج ٹریننگ کے لئے شہر سے دُور کیمپ میں قیام کرتی ہیں اور انہیں وہاں طبی سہولتیں مکمل میسر ہیں، تعداد چار، پانچ صد ہے، اس صورت میں کیا جمعہ فرض ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو ثواب سے محروم ہوں گے یا نہیں؟ اگر امام جمعہ نہ پڑھائے تو کیا وہ مخالفتِ حکمِ امیر کا مرتکب تو نہیں؟ اور جو لوگ اِمام کے ساتھ اس صورت میں مخالفت کریں، ان کا کیا حکم ہے؟

جواب:... جمعہ شہری آبادی میں ہوتا ہے، شہر کی آبادی سے دُور جنگل میں جمعہ نہیں ہوتا، جس کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر میدانِ عرفات میں ظہر کی نماز پڑھی تھی، حالانکہ جمعہ کا دن تھا،[۲] چونکہ جنگل میں جمعہ صحیح نہیں، اس لئے آپ لوگوں نے جتنے جمعے جنگل میں پڑھے ہیں، اتنے دن کی ظہر کی نمازیں آپ کے ذمہ باقی ہیں، ان کو قضا کیجئے۔[۳] جس جگہ جمعہ شرعاً جائز نہیں، اگر امیر وہاں جمعہ پڑھنے کا امام صاحب کو حکم دیتا ہے تو اس کا یہ حکم غلط ہے، اور وہ اس غلط حکم دینے کی وجہ سے خود گناہگار رہے، اِمام صاحب کو اس کی تعمیل جائز نہیں، اگر خلافِ شریعت حکم کی تعمیل کرے گا تو ایسا اِمام اِمامت کا اہل نہیں۔ حدیث شریف میں ہے:

"السمع والطاعة على المرء المسلم فيما احب وكره ما لم يؤمر بمعصية فاذا امر بمعصية فلا سمع ولَا طاعة۔" (متفق علیہ، مشکوٰۃ ص:۳۱۹)

ترجمہ:...''مسلمان پر امیر کی سمع وطاعت واجب ہے، خواہ وہ حکم اس کو پسند ہو یا ناپسند، بشرطیکہ اسے گناہ کا حکم نہ دیا جائے، جب گناہ کا حکم دیا جائے تو نہ اس حکم کو سنا جائے، نہ مانا جائے۔''

ایک اور حدیث میں ہے:

"لَا طاعة في معصية انما الطاعة في معروف۔" (متفق علیہ، مشکوٰۃ ص:۳۱۹)

ترجمہ:...''اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کام میں کسی کی اطاعت نہیں، اطاعت صرف اچھے کام میں ہے۔''

اور یہ حدیث توزبان زد خاص وعام ہے:

---

(۱) حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواز پر جس عبارت سے استدلال فرمایا ہے، وہ یہ ہے: والسابع (الإذن العام) .... فلا يضر غلق باب القلعة، لعدو، أو لعادة قديمة لأن الإذن العام مقرر لأهله وغلقه لمنع العدو لَا المصلي، وفي الشامية تحت قوله (أو قصره) قلت وينبغي أن يكون محل النزاع ما إذا كان لَا تقام إلَّا في محل واحد أما لو تعددت فلا لأنه لَا يتحقق التفويت كما أفاده التعليل فتأمل. (ردالمحتار مع الدر المختار ج:۲ ص:۱۵۱، ۱۵۲)۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: فتاویٰ مفتی محمود ج:۲ ص:۳۷۳ جیل میں جمعہ قائم کرنا ج:۲ ص:۳۸۵، ج:۲ ص:۴۲۷، طبع الجمعية پبلیکیشنز لاهور۔

(۲) في حديث جابر بن عبدالله رضي الله عنه في قصة حجة الوداع .... ثم أذّن بلال ثم أقام فصلى الظهر ...الخ۔ (مشكوة ص:۲۲۵، باب قصة حجة الوداع، الفصل الأوّل، طبع قديمي)۔

(۳) وفي الجواهر لو صلّوا في القرىٰ لزمهم أداء الظهر۔ (شامي ج:۲ ص:۱۳۸، كتاب الصلاة، باب الجمعة)۔

"لَا طاعة لمخلوق في معصية الخالق۔" (شرح السنۃ، مشکوٰۃ ص:۳۲۱)

ترجمہ:... "خالق کی نافرمانی کے کام میں مخلوق کی اطاعت نہیں۔"

فیکٹری میں جمعہ کی نماز

سوال:... حب میں واقع ایک فیکٹری میں جمعۃ المبارک کو ورکنگ ڈے قرار دینے کے بعد جب مزدوروں نے نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لئے مسجد جانا چاہا تو اِنتظامیہ نے کارکنوں کو مسجد جانے سے روک دیا (یاد رہے کہ فیکٹری کے اندر مسجد نہیں ہے، اور نہ ہی باقاعدگی سے جماعت ہوتی ہے) اور فیکٹری کے اندر جبری طور پر نمازِ جمعہ ادا کرائی گئی، جس پر لوگوں نے اِحتجاج بھی کیا اور اس کی شرعی حیثیت کو چیلنج کیا، مگر ان کی شنوائی نہیں ہوئی، حالانکہ قریب میں مساجد بھی ہیں۔ مندرجہ بالا صورتِ حال کی روشنی میں آپ سے گزارش ہے کہ کیا لوگوں کی نمازِ جمعہ ادا ہوگئی؟ اگر نہیں ہوئی تو اس کا وبال کس پر ہے؟ اور آئندہ کے لئے اس صورتِ حال کا سدباب کیسے ہوسکتا ہے؟

جواب:... جہاں جمعہ کی نماز ہوسکتی ہے وہاں نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لئے بہتر ہے کہ مسجد ہو، اور وہاں پانچ وقتہ نماز ہوتی ہو،[1] لیکن اگر کہیں ایسی جگہ جہاں مسجد ہو اور نہ جماعت ہوتی ہو، مگر شرائطِ جمعہ پائی جاتی ہوں، وہاں جمعہ پڑھنا جائز ہے،[2] مگر کراہت کے ساتھ۔[3]

مارکیٹ کے تہہ خانے میں نمازِ جمعہ

سوال:... تہہ خانے میں ایک مسجد ہے، جس میں تین وقت کی باجماعت نماز ہوتی ہے، اس کے اُوپر مارکیٹ ہے، اس سے اُوپر دُوسری منزل پر بھی مارکیٹ ہے، اور تیسری منزل پر کار پارکنگ ہے۔ جبکہ چوتھی منزل پر رہائشی فلیٹ ہیں، کیا اس مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کرسکتے ہیں؟

جواب:... نمازِ جمعہ ادا ہوسکتی ہے،[4] لیکن اس جگہ کو مسجد کا حکم دینا مشکل ہے۔[5]

---

(۱) قال البرهان الحلبي كل ما شرع بجماعة فالمسجد فيه أفضل لزيادة فضيلة المسجد وتكثير الجماعة وإظهار شعار الإسلام۔ (مراقي الفلاح مع حاشية طحطاوي ص:۲۲۵)۔

(۲) وفي الفتاوىٰ الغياثية لو صلى الجمعة في قرية بغير مسجد جامع والقرية كبيرة لها قرىً وفيها وال وحاكم جازت الجمعة بنوا المسجد أو لم يبنوا۔ (حلبي كبير ص:۵۵۱، فصل في الجمعة)۔

(۳) تفصیل کے لئے دیکھئے: الفقه الإسلامي وأدلته ج:۲ ص:۲۷۸، المطلب الخامس، شروط صحة الجمعة۔

(۴) والمسجد الجامع ليس بشرط ولهٰذا أجمعوا على جوازها بالمصلى في فناء المصر۔ (حلبي كبير ص:۵۵۱)۔

(۵) وحاصله ان شرط كونه مسجدًا أن يكون سفله وعلوه مسجدًا لينقطع حق العبد عنه۔ (رد المحتار ج:۴ ص:۳۵۸، كتاب الوقف، مطلب في أحكام المسجد، طبع سعيد)۔

تفریح کے مقام یا اِجتماع کی جگہ پر نمازِ جمعہ اَدا کرنا

سوال:... کسی تفریح کے مقام یا اِجتماع کے موقع پر نمازِ جمعہ پڑھی جاسکتی ہے؟

جواب:... ایسی جگہ جمعہ کا اَدا کرنا مکروہ ہے۔[1]

قریب کی مسجد چھوڑ کر دُور کی مسجد میں نمازِ جمعہ ادا کرنا

سوال:... میں جمعے کی نماز اپنے گھر کے سامنے والی مسجد میں نہیں پڑھتا بلکہ کسی اور مسجد میں جاکر پڑھتا ہوں، کیا میری نمازِ جمعہ قبول ہوگی یا نہیں؟

جواب:... اپنی قریبی مسجد میں پڑھنا بہتر ہے، البتہ ضرورت یا بڑی مسجد ہونے کی وجہ سے دُوسری مسجد میں جمعہ ادا کیا جاسکتا ہے۔[2]

جس مسجد میں پنج گانہ نماز نہ ہوتی ہو اس میں جمعہ ادا کرنا

سوال:... ہمارے علاقے کشمیر میں دو جامع مسجد موجود ہیں، جن میں اِمام مقرّر بھی ہیں، لاؤڈاسپیکر وغیرہ سب کچھ موجود ہے، لیکن ان مسجدوں میں نہ تو پانچ وقت کی اَذان ہوتی ہے اور نہ ہی جماعت، صرف جمعہ کی نماز ہوتی ہے، لوگ اصرار کرتے ہیں، لیکن اِمام صاحب پانچ وقت کی نماز نہیں پڑھاتے، کیا ایسی مسجد میں جمعہ کی نماز ہوجاتی ہے؟ اور کیا ایسے اِمام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے جو کہ پانچ وقتہ نمازیں مسجد میں نہ شروع کرائے؟ اور کیا مقتدیوں کا یہ کہنا دُرست نہیں کہ پانچ وقتہ نماز شروع کرائی جائے؟

جواب:... جمعہ کی نماز تو صحیح ہے، لیکن اگر اِمام پنج گانہ نمازیں نہ پڑھائے تو اہلِ محلّہ کا فرض ہے کہ ایسے اِمام کو برطرف کردیں، اور کوئی ایسا اِمام تجویز کریں جو پانچ وقت کی نماز پڑھایا کرے،[3] مسجد میں پانچ وقت کی اَذان و جماعت مسجد کا حق ہے، اور اس حق کو ادا نہ کرنے کی وجہ سے تمام اہلِ محلّہ گناہگار ہیں۔[4]

---

(۱) الصلاة في الطريق أي في طريق العامة مكروهة وعلله في المحيط بما يفيد انها كراهة تحريم بقوله لأن فيه منع الناس عن المرور والطريق حق الناس أعد للمرور فيه فلا يجوز شغله بما ليس له حق الشغل. (البحر الرائق ج:۲ ص:۲۰، باب ما يفسد الصلوٰة وما يكره فيها).

(۲) ومسجد حيه أفضل من الجامع أي الذي جماعته أكثر من مسجد الحي وهذا أحد قولين حكاهما في القنية والثاني العكس وماهنا جزم به في شرح المنية. (شامي ج:۱ ص:۶۵۹، مطلب في أفضل المساجد).

(۳) رجل أم قوم وهم له كارهون إن كانت الكراهة لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة يكره له ذلك، وإن كان هو أحق بالإمامة لا يكره. (عالمگيري ج:۱ ص:۸۶،۸۷، الباب الخامس في الإمامة).

(۴) لو لم يكن لمسجد منزله مؤذن فإنه يذهب إليه ويؤذن فيه ويصلي ولو كان وحده لأن له حقًّا عليه فيؤديه. (شامي ج:۱ ص:۶۵۹، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب في أفضل المساجد).

جس مسجد میں اِمام مقرّر نہ ہو، وہاں بھی نمازِ جمعہ جائز ہے

سوال:... کیا ایسی مسجد میں جمعۃ المبارک جائز ہے جہاں کوئی مستقل امام مقرّر نہ ہو؟ البتہ مختلف نمازی نماز پنج گانہ میں اِمامت کے فرائض رضاکارانہ طور پر سرانجام دیتے ہوں؟

جواب:... ایسی مسجد میں بھی جمعہ جائز ہے۔

جمعہ کی پہلی اَذان کے بعد دُنیوی کاموں میں مشغولی حرام ہے

سوال:... علماء کا متفقہ فیصلہ جمعہ کی اَذان کی حرمت کا ہے (دُوسری اَذان کا) جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جمعہ کی ایک ہی اَذان ہوا کرتی تھی، تو اگر دُوسری اَذان سے حرمت شروع ہوتی ہے تو نماز کی تیاری کے لئے وقت نہیں ملتا، اور اگر پہلی اَذان سے حرمت شروع ہوتی ہے تو آخر کیوں؟

جواب:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہما کے زمانے میں جمعہ کی اَذان صرف ایک تھی، یعنی اَذانِ خطبہ، دُوسری اَذان جو جمعہ کا وقت ہونے پر دی جاتی ہے، اس کا اضافہ سیّدنا عثمان بن عفان خلیفۂ راشد رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔[1] قرآنِ کریم میں جمعہ کی اَذان پر کاروبار چھوڑ دینے اور جمعہ کے لئے جانے کا حکم فرمایا، صحیح تر قول کے مطابق یہ حکم پہلی اَذان سے متعلق ہے، لہٰذا پہلی اَذان پر جمعہ کے لئے سعی واجب ہے، اور جمعہ کی تیاری کے سوا کسی اور کام میں مشغول ہونا ناجائز اور حرام ہے۔[2]

اَذانِ اوّل کے بعد نکاح کرنا اور کھانا کھلانا جائز نہیں

سوال:... آج کل ہمارے مسلمانوں کا معمول بن چکا ہے کہ شادی، نکاح کا پروگرام جمعہ کے دن طے کرتے ہیں، اور عموماً کھانے پینے اور نکاح کا پروگرام بالکل نمازِ جمعہ کے قریب اَذانِ اوّل کے بعد منعقد کرتے ہیں، از رُوئے قرآن و حدیث اس پر روشنی ڈالیں کہ بروز جمعہ اَذانِ اوّل کے بعد شادی، نکاح اور کھانے وغیرہ کا انتظام کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب:... جمعہ کی اَذان کے بعد جمعہ کی تیاری کے علاوہ کوئی دُوسرا شغل جائز نہیں۔[3]

---

(۱) اعلم أن أذان الجمعة في عهده صلى الله عليه وسلم كان واحد خارج المسجد عند الشروع في الخطبة وكذلك استمر العمل به في عهد الشيخين أبي بكر وعمر رضي الله عنهما ثم زاد عثمان أذانًا خارج المسجد على الزوراء حين كثر المسلمون وذٰلك قبل أوان الخطبة. (معارف السنن ج:۴ ص:۳۹۵، طبع المكتبة البنورية كراچی). نیز دیکھئے: شرح مختصر الطحاوی ج:۲ ص:۱۱۴، باب صلاة الجمعة، طبع دار السراج).

(۲) ويجب السعي وترك البيع بالأذان الأوّل. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۴۹، الباب السادس عشر في صلاة الجمعة).

(۳) نیز دیکھئے: شرح مختصر الطحاوی للجصاص ج:۲ ص:۱۱۴ تا ۱۱۶، باب صلاة الجمعة.

جمعہ کی تیسری اَذان صحیح نہیں

سوال:... جناب ہمارے علاقے میں ایک مسجد ہے عموماً جمعہ کی نماز میں دو اَذانیں ہوتی ہیں، لیکن اس مسجد میں تین اَذانیں ہوتی ہیں، پہلی اَذان تو اپنے وقت پر ہوتی ہے، جبکہ دُوسری اَذان مولانا صاحب وعظ کرلیتے ہیں اس کے بعد ہوتی ہے، جبکہ تیسری اَذان سنتیں ادا کرنے کے بعد ہوتی ہے، جبکہ دُوسری مساجد میں دو اَذانیں ہوتی ہیں، ایک اپنے وقت پر ہوتی ہے، جبکہ دُوسری سنتیں ادا کرنے کے بعد ہوتی ہے، جناب میں آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ طریقہ کس حد تک دُرست ہے اور اسلام میں اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب:... جمعہ کی دو اَذانیں تو ہوتی ہیں،[1] تیسری اَذان نہ کہیں پڑھی نہ سنی، خدا جانے ان صاحب نے کہاں سے نکالی ہے؟ بہرحال تیسری اَذان بدعت ہے۔[2]

کیا جمعہ کے وقت کارخانہ بند کرنا بھی ضروری ہے؟

سوال:... ہماری مٹھائی کی دُکان ہے، اس کے اُوپر کارخانہ ہے، جمعہ کی پہلی اَذان کے وقت ہم اپنی دُکان بند کردیتے ہیں، پھر نماز کے بعد کھول لیتے ہیں، کیا ہم پر جمعہ کی نماز کے دوران کارخانہ بھی بند کرنا لازم ہے؟ یا کاریگروں کو ان کے اختیار پر چھوڑ دیں؟

جواب:... جمعہ کے دوران کسی قسم کا کاروبار بھی ممنوع ہے، حتیٰ کہ فیکٹری بھی چالو رکھنا جائز نہیں، واللہ اعلم![3]

جمعہ کی پہلی اَذان اور بیس تراویح کب شروع ہوئیں؟

سوال:... اللہ پاک مجھے معاف فرمائیں، معلومات اور اطمینان کے لئے معلوم کر رہا ہوں۔ بزرگوں سے سنا ہے کہ کسی بھی صحابیِ رسول پر تنقید کرنا سخت منع اور ناقابلِ معافی گناہ ہے، لیکن ایمان کو مضبوط بنانے کے لئے معلومات چاہتا ہوں، وہ یہ کہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دِین کو مکمل کرکے تشریف لے گئے، اب دِین میں کسی قسم کی ترمیم یا تخفیف کی کسی کو اجازت

---

(۱) اعلم أن أذان الجمعة في عهده صلى الله عليه وسلم كان واحدًا خارج المسجد عند الشروع في الخطبة وكذالك إستمر العمل به في عهد الشيخين أبي بكر وعمر رضي الله عنهما، ثم زاد عثمان أذانًا خارج المسجد على الزوراء حين كثر المسلمون وذالك قبل أوان الخطبة. (معارف السُّنن ج:۴ ص:۳۹۵).

(۲) بأنها (البدعة) ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان وجعل دينًا قويمًا وصراطًا مستقيمًا. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب البدعة خمسة أقسام ج:۱ ص:۵۶۰، طبع سعيد).

(۳) ويجب السعي وترك البيع بالأذان الأوّل. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۴۹، الباب السادس عشر في صلاة الجمعة). أيضًا: قال أبوبكر أحمد: وذالك لقول الله تعالى: يٰأيها الذين اٰمنوا إذا نودي للصلوٰة من يوم الجمعة فاسعوا إلى ذكر الله وذروا البيع، فانتظمت الآية معاني منها .... وترك الإشتغال بالبيع والنهي عن البيع وإن كان مخصوصًا بالذكر فليس المقصد فيه البيع دون غيره من الأمور الشاغلة عن الجمعة، وإنما ذكر البيع لأن أكثر من كان يتخلف عنها لأجل البيع. (شرح مختصر الطحاوي للجصاص ج:۲ ص:۱۱۴، ۱۱۵، باب صلاة الجمعة، طبع دار السراج، بيروت).

نہیں، اور نہ ہی کوئی گنجائش رہی، تو یہ حضرت عمرؓ نے جمعہ میں دُوسری اَذان کیسے ایجاد کرلی؟ اسی طرح نمازِ تراویح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ پڑھی تھیں، تو یہ حضرت عمرؓ نے بیس رکعت کیسے مقرّر کردیں؟

جواب:... جمعہ کی پہلی اَذان کا اِضافہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا تھا،[۱] اور بیس تراویح پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جمع کیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس تراویح بھی منقول ہے، مگر اس کی سند کمزور ہے۔[۲] حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں تراویح کی جماعت شروع کرائی، اور بیس رکعت پر لوگوں کو جمع کیا، تو یقیناً انہوں نے سنتِ نبوی کو اپنایا ہوگا، چنانچہ تین خلفائے راشدینؓ کے زمانے میں صحابہؓ کا اس پر اِتفاق رہا، اور بعد میں ائمہ اَربعہؒ نے بیس رکعات کو اختیار کیا، جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہی منشائے نبوی تھا۔ حضرت عثمانؓ کا اَذانِ اوّل کو شروع کرنا ان کے اِجتہاد پر مبنی تھا، انہوں نے یہ سمجھا کہ اَذان کی مشروعیت اِطلاع کے لئے ہے، اور خطبے کی جو اَذان مسجد کے دروازے پر ہوتی ہے، آبادی کے زیادہ دُور ہوجانے کی وجہ سے وہ اِطلاع کے لئے کافی نہیں، اس سے انہوں نے اس اَذان سے پہلے ایک اور اَذان زوراء پر کہلانی شروع کی، اور صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے ان کے اس فعل پر نکیر نہیں کی، بلکہ سب نے اس سے اِتفاق کیا، اور حضراتِ خلفائے راشدینؓ کے فیصلوں کو شریعت پر قانونی حیثیت حاصل ہے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے: ''لازم پکڑو میری سنت کو اور خلفائے راشدین کی سنت کو'' (مشکوٰۃ ص:۳۰)۔[۳] اور دِین کی تکمیل اُصول وکلیات کے اِعتبار سے ہے، ان اُصول وکلیات کی روشنی میں حضرات خلفائے راشدینؓ نے جو فیصلے کئے یا بعد کے مجتہدین نے فیصلے کئے، وہ بھی تکمیلِ دِین میں داخل ہیں۔

کیا جمعہ کے لئے صرف چار سنت دو فرض ہی کافی ہیں؟

سوال:... آج کل بالخصوص ایک غلط روایت عام ہوتی جارہی ہے کہ ایک تو ویسے ہی ہم نام نہاد مسلمان اللہ تعالیٰ کو اپنی روزمرّہ زندگی میں بہت کم یاد کرتے ہیں، اور نمازیں وغیرہ بھی نہیں پڑھتے، اور جمعہ کو اگر نمازِ جمعہ پڑھنے کے لئے مسجد آ ہی جاتے ہیں تو ہمیں واپس بھاگنے کی اتنی جلدی ہوتی ہے کہ دو رکعت فرض کی ادائیگی کے بعد آدھی مسجد نمازیوں سے خالی ہوجاتی ہے۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے، فرض نماز باجماعت اور مسجد میں اَدا کرنا افضل ہے، جبکہ سنتیں اور نوافل وغیرہ کی ادائیگی گھر پر زیادہ ثواب

---

(۱) وروی أنس رضی الله عنه أن النبی صلی الله علیه وسلم کان یصلی الجمعة إذا مالت الشمس، وکان الأذان والإقامة کما ذکره أبو جعفر فی عهد النبی صلی الله علیه وسلم وأبی بکر وعمر رضی الله عنهما، فلما کان خلافة عثمان رضی الله عنه وکثر الناس، أمر عثمان یوم الجمعة بالأذان الثالث، کذالک رواه الزهری عن السائب بن یزید رضی الله عنه. (شرح مختصر الطحاوی لأبی بکر الجصاص ج:۲ ص:۱۱۵، باب صلاة الجمعة، طبع دار البشائر الإسلامیة).

(۲) عن ابن عباس رضی الله عنه قال: کان النبی صلی الله علیه وسلم یصلی فی رمضان عشرین رکعة والوتر. رواه الطبرانی فی الکبیر والأوسط، وفیه أبو شیبة إبراهیم وهو ضعیف. (مجمع الزوائد ج:۳ ص:۳۰۴، باب قیام رمضان).

(۳) عن العرباض بن ساریة رضی الله عنه قال: صلّی بنا رسول الله صلی الله علیه وسلم .... فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین تمسکوا بها وعضوا علیها بالنواجذ ... إلخ. (مشکوٰة ص:۳۰، الفصل الثانی، باب الإعتصام بالکتاب والسُّنّة).

کے حصول کا سبب بنتی ہے، لیکن عام لوگوں کی اکثریت جو مسئلے کو نہیں سمجھتی، جن میں بالخصوص نوجوان اور بچے شامل ہیں، ان چند صحیح افراد کی تقلید میں جو مسئلے کو سمجھتے ہیں لاشعوری طور پر صرف دو رکعت کی ادائیگی کے بعد مسجد سے راہِ فرار اختیار کرتے ہیں، اور گھر جاکر بقیہ نماز مکمل نہیں کرتے اور یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے پورے ہفتے کا قرض اُتار دیا ہے۔ کیا دو رکعت فرض کی ادائیگی سے جمعہ کی نماز ادا ہوجاتی ہے اور بقیہ رکعتیں پڑھنا ضروری نہیں؟ یہ مسئلہ اتنی وسعت اختیار کرچکا ہے کہ وہ بچے جو آج بچے ہیں، نمازِ جمعہ کو صرف چار سنت اور دو فرض ہی کے برابر سمجھنے لگے ہیں۔

جواب:... پنج گانہ نماز اِسلام لانے کے بعد سب سے اہم فرض ہے، اس میں سستی اور کوتاہی کرنا سب سے بڑا گناہِ کبیرہ ہے، حدیث میں فرمایا گیا (جس کا مفہوم ہے) کہ قیامت کے دن سب سے پہلے بندے کی نماز کا حساب ہوگا، وہ نماز میں کامیاب نکلا تو اِن شاء اللہ باقی چیزوں میں کامیاب ہوگا، اور اگر نماز میں ناکام رہا، تو باقی چیزوں میں بدرجۂ اَولیٰ ناکام ہوگا۔[1] اس لئے مسلمان بھائیوں کو فرض نماز میں ہرگز سستی نہیں کرنی چاہئے، اور نماز کا مسجد میں باجماعت ادا کرنا ایمان کی علامت ہے، اور نماز باجماعت میں کوتاہی اور سستی کرنا نفاق کی علامت ہے۔ اس لئے نماز باجماعت ادا کرنا اہم ترین واجب ہے۔[2]

اور نماز کی سنتیں اور نوافل درحقیقت فرائض کی تکمیل کے لئے ہیں، کیونکہ جس درجے کے سکون واِطمینان، خشوع وخضوع اور حضورِ قلب کے ساتھ نماز اَدا کرنی چاہئے، ہم اس کا عشرِ عشیر بھی پورا نہیں کرتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے فرائض کی تکمیل کے لئے سنتیں اور نفل نماز مقرّر کردی تاکہ فرائض کی کمی ان سے پوری ہوجائے، اس لئے سنتیں بھی پورے اہتمام سے ادا کرنی چاہئیں۔[3] جمعہ کی نماز سے پہلے چار سنت مؤکدہ ہیں، اور جمعہ کی نماز کے بعد چار سنت مؤکدہ اور دو سنت غیرمؤکدہ ہیں۔[4] ان میں

---

(۱) عن حریث بن قبیصة قال: قدمت المدینة فقلت: اللّٰھم یسّر لی جلیسًا صالحًا، قال: فجلست إلٰی أبی ھریرة فقلت: انی سألت الله أن یرزقنی جلیسًا صالحًا، فحدثنی بحدیث سمعته من رسول الله صلی الله علیه وسلم لعل الله أن ینفعنی به، فقال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: إن أوّل ما یحاسب به العبد یوم القیامة من عمله صلاته، فإن صلحت فقد أفلح وأنجح، وإن فسدت فقد خاب وخسر، فإن انتقص من فریضة شیئًا قال الربّ تبارک وتعالٰی: انظروا ھل لعبدی من تطوّع فیکمل بھا ما انتقص من الفریضة ثم یکون سائر عمله علٰی ذالک۔ (ترمذی ج:۱ ص:۵۵، باب ما جاء فی أوّل ما یحاسب به العبد یوم القیامة الصلاة).

(۲) الجماعة سنة مؤکدة لقوله علیه السلام الجماعة من سنن الھدیٰ لا یتخلف عنھا إلّا منافق۔ (ھدایة ج:۱ ص:۱۲۱، باب الإمامة).

(۳) عن تمیم الداری قال: أوّل ما یحاسب به العبد یوم القیامة الصلاة المکتوبة، فإن أتمھا وإلّا قیل: انظروا ھل له من تطوع؟ فأکملت الفریضة من تطوعه، فإن لم تکمل الفریضة ولم یکن له تطوع أخذ بطرفیه فیقذف فی النار۔ (کنز العمال ج:۸ ص:۳، کتاب الصلوٰة، طبع مؤسسة الرسالة، بیروت).

(۴) (والسُّنّة قبل الجمعة أربع وبعدھا أربع) أما الأربع بعدھا فلما روی مسلم عن أبی ھریرة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: إذا صلیتم بعد الجمعة فصلّوا أربعًا، وفی روایة للجماعة إلّا البخاری: إذا صلّی أحدکم الجمعة فلیصلی بعدھا أربعًا وأوّل یدل علی الإستحباب والثانی علی الوجوب، فقلنا بالسنیة مؤکدة جمعا بینھما وأما الأربع قبلھا فلما تقدم فی سُنّة الظھر من مواظبته علیه الصلاة والسلام علی الأربع بعد الزوال وھو یشمل الجمعة أیضًا ولا یفصل بینھا وبین الظھر (وعند أبی یوسف) السُّنّة بعد الجمعة (ست) رکعات وھو مروی عن علی رضی الله عنه والأفضل أن یصلی أربعًا ثم رکعتین للخروج عن الخلاف۔ (حلبی کبیر ص:۳۸۸، ۳۸۹، فصل فی النوافل، طبع سھیل اکیڈمی لاھور). وروی عن علي بن أبی طالب أنه أمر ان یصلی بعد الجمعة صلی رکعتین ثم أربعًا۔ (ترمذی ج:۱ ص:۶۹ باب فی الصلاة قبل الجمعة وبعدھا).

کوتاہی نہیں کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمان بھائیوں کو توفیق عطا فرمائیں اور آخرت کی کامیابی نصیب فرمائیں۔

رکعاتِ جمعہ کی تعداد و تفصیل اور نیت

سوال:... مسئلہ یہ ہے کہ جمعہ کی نماز میں کتنے فرض اور کتنی سنتیں ہوتی ہیں؟ اور ان کی نیت کس طرح کرتے ہیں، یعنی نماز کا وقت کون سا ہوتا ہے؟ اور جو رکعتیں جمعہ سے پہلے پڑھتے ہیں، ان کی نیت کس طرح کرتے ہیں؟

جواب:... نمازِ جمعہ کی رکعات کی تفصیل یہ ہے۔ ۱: چار سنتیں، ۲: دو فرض، ۳: چار سنتیں، ۴: دو سنت، ۵: دو نفل۔ پہلی اور بعد کی چار سنتیں مؤکدہ ہیں،[۱] اور دو غیر مؤکدہ، سنت اور نفل کے لئے مطلق نماز کی نیت کافی ہے۔[۲]

بیک وقت جمعہ اور ظہر دونوں کو ادا کرنے کا حکم نہیں

سوال:... مولانا صاحب! یہ بتائیے کہ جمعہ کے روز جمعہ اور ظہر کی نماز دونوں ادا کی جاتی ہیں؟ اور یہ کہ دونوں نمازیں ایک ہی وقت میں پڑھ سکتے ہیں؟

جواب:... جمعہ کے دن مردوں کے لئے جمعہ کی نماز ظہر کے قائم مقام ہے، اس لئے وہ صرف جمعہ پڑھیں گے، ظہر نہیں پڑھیں گے۔[۳] عورتوں پر جمعہ کی نماز فرض نہیں،[۴] ان کو حکم ہے کہ وہ اپنے گھر پر صرف ظہر کی نماز پڑھیں، اور اگر کوئی عورت مسجد میں جاکر جماعت کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھ لے تو اس کی یہ نمازِ جمعہ بھی ظہر کے قائم مقام ہوگی۔ خلاصہ یہ کہ جمعہ اور ظہر دونوں کو ادا کرنے کا حکم نہیں، بلکہ جس نے جمعہ پڑھ لیا، اس کی ظہر ساقط ہوگئی۔[۵]

نمازِ جمعہ کی تشہد میں ملنے والا نمازِ جمعہ پڑھے یا نمازِ ظہر؟

سوال:... نمازِ جمعہ کی دونوں رکعتوں کے مکمل ہونے کے بعد تشہد کی حالت میں اِمام کی اِقتدا ملے تو اِمام کے سلام پھیر لینے

---

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۴ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) ویکفیه مطلق النیة للنفل والسنة والتراویح هو الصحیح۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۶۵، الباب الثالث فی شروط الصلاة)۔

(۳) ولأن إقامة الجمعة مقام الظهر عرف بنص الشرع بشرائط الجمعة۔ (بدائع الصنائع، کتاب الصلاة، الجماعة من شروط الجمعة ج:۱ ص:۲۶۷، طبع ایچ ایم سعید)۔ أیضًا: (فرض الوقت هو الظهر، والجمعة بدل عنها) قال (ومن صلّٰی فی بیته یوم الجمعة الظهر، أجزأه، ما لم یخرج بعد ذالک یرید الجمعة)۔ وذالک لأن فرض الوقت عند أبی حنیفة وأبی یوسف هو الظهر والجمعة بدل منها۔ والدلیل علٰی ذالک قول النبی صلی الله علیه وسلم: وأوّل وقت الظهر حین تزول الشمس۔ ولم یفرق بین الجمعة وغیره۔ (شرح مختصر الطحاوی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة ج:۲ ص:۱۴۳، طبع دار السراج، أیضًا: المبسوط ج:۲ ص:۱۳۲ طبع دار الفکر)۔

(۴) اما شروط الوجوب فستة فأوّلها الذکورة فلا تجب علی المرأة۔ (حلبی کبیر ص:۵۴۸)۔ أیضًا: لَا تجب الجمعة علٰی مسافر ولَا عبد ولَا إمرأة .... وإن صلّوا أجزأهم وذالک لما حدثنا .... عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: أربعة لَا جمعة علیهم: المرأة والعبد ...إلخ۔ (شرح مختصر الطحاوی ج:۲ ص:۱۴۱، باب صلاة الجمعة)۔

(۵) ومن لَا جمعة علیه أداها جاز عن فرض الوقت۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۱۴۵، الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة)۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: شرح مختصر الطحاوی ج:۲ ص:۱۴۱، ۱۴۳، طبع دار السراج، بیروت۔

کے بعد مقتدی بقیہ نماز، نمازِ جمعہ پڑھے یا نمازِ ظہر ادا کرے؟

جواب:... سلام سے پہلے جو شخص جمعہ کی نماز میں شریک ہوگیا وہ جمعہ کی رکعتیں پوری کرے گا، ظہر کی نہیں۔ (۱)

جمعہ کے فرائض کی تشہد میں ملنے والا جمعہ پڑھے یا ظہر؟

سوال:... نمازِ جمعہ کی دونوں رکعتوں کے مکمل ہونے کے بعد تشہد کی حالت میں اِمام کی اِقتدا ملے تو اِمام کے سلام پھیرنے کے بعد مقتدی بقیہ نماز، نمازِ جمعہ پڑھے یا نمازِ ظہر اَدا کرے؟

جواب:... سلام سے پہلے جو شخص جمعہ کی نماز میں شریک ہوگیا وہ جمعہ کی رکعتیں پوری کرے گا، ظہر کی نہیں۔ (۲)

نمازِ جمعہ گھر کی بیٹھک میں ادا کرنا

سوال:... کیا جمعہ کی نماز کسی بھی گھر کی بیٹھک میں ہوسکتی ہے جس کا رقبہ ۱۰×۱۰ فٹ ہو؟

جواب:... جامع مسجد کے علاوہ دُوسری جگہ جمعہ پڑھنا مکروہ ہے، تاہم اگر وہاں ہر ایک شخص کو آنے کی اجازت ہو تو جمعہ ادا ہوجائے گا۔ (۳)

جمعہ کی نماز نہ ملے تو گھر میں پڑھنا کیسا ہے؟

سوال:... اگر کسی وجہ سے جمعہ کی نماز چھوٹ جائے تو کیا گھر میں پڑھی جاسکتی ہے؟

جواب:... اگر اپنے قریب کی مسجد میں جمعہ نہ ملے تو کوشش کی جائے کہ کسی دُوسری جگہ میں جمعہ مل جائے، اور اگر کہیں نہ ملے تو ظہر کی چار رکعت نماز پڑھے اور جمعہ میں سستی کرنے پر اِستغفار کرے، گھر میں اکیلے جمعہ نہیں ہوتا۔ (۴)

جس جگہ جمعہ کی نماز نہ ہوتی ہو، وہاں آدمی ظہر کی نماز ادا کرے

سوال:... میرا ایک دوست امریکہ میں مقیم ہے، اسے یہ پریشانی ہے کہ جس شہر میں وہ رہتا ہے وہاں جمعہ کے خطبہ کا انتظام

---

(۱) ومن أدركها فى التشهد أو فى سجود السهو أتم جمعة عند الشيخين رحمهما الله. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۴۹، الباب السادس عشر فى صلاة الجمعة). أيضًا: ومن أدرك الإمام فى يوم الجمعة فى التشهد أو فيما سواه، صلّى ما أدرك معه وقضى ما فاته فى قول أبى حنيفة وأبى يوسف .... الحجة للقول الأوّل قول النبى صلى الله عليه وسلم: ما أدركتم فصلّوا وما فاتكم فاقضوا، ومعلوم أن المراد ما فاتكم من صلاة الإمام .... ويدل عليه أيضًا: إتفاق الجميع أنه لو أدرك معه ركعة بنى على الجمعة. (شرح مختصر الطحاوى ج:۲ ص:۱۱۸، ۱۱۹).

(۲) والمسبوق من سبقه الإمام بها أو ببعضها وهو منفرد أى بكل الركعات بأن اقتدىٰ به بعد ركوع الأخيرة، وقوله أو ببعضها أى بعض الركعات. (شامى ج:۱ ص:۵۹۶)، ومن أدركها فى التشهد أو فى سجود السهو أتم جمعة عند الشيخين ...إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۴۹، الباب السادس عشر فى صلاة الجمعة). نیز حاشیہ نمبر۱ دیکھئے۔

(۳) والإذن العام والأداء علىٰ سبيل الشهرة من جملة تلك الخصوصيات فلا تجوز بدونه. (حلبى كبير ص:۵۵۸).

(۴) ولا يتمكن من أداء الجمعة بنفسه وإنما يتمكن من أداء الظهر ...إلخ. (المبسوط لشمس الدين السرخسى ج:۲ ص:۲۲، طبع دار الفكر، بيروت).

نہیں، اور اس طرح بغیر خطبہ جمعہ کی نماز ادا نہیں کرسکتا، تو آپ سے گزارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ اسے کیا کرنا چاہئے؟ اور جبکہ وہ مجبور ہے اس پر نمازِ جمعہ چھوڑنے کا گناہ لازم آئے گا اور نماز چھوڑنے کا کفارہ کیا ہے؟

جواب:... اگر وہاں جمعہ کا انتظام نہیں تو معذور ہے، ظہر کی نماز پڑھ لیا کرے،[1] (چونکہ وہ عذر کی وجہ سے جمعہ نہیں پڑھتا، اس لئے اس کے ذمہ کوئی کفارہ نہیں)، لیکن اگر کچھ اور مسلمان بھی وہاں آباد ہیں تو سب کو مل کر جمعہ کا انتظام کرنا چاہئے۔

صاحبِ ترتیب پہلے فجر کی قضا پڑھے پھر جمعہ ادا کرے

سوال:... میرے ایک دوست کہتے ہیں کہ اگر جمعہ کے روز فجر کی نماز نہ پڑھی جائے تو جمعہ کی نماز بھی نہیں ہوتی، یہ کہاں تک دُرست ہے؟

جواب:... آپ کے دوست نے جو مسئلہ ذکر کیا ہے وہ صاحبِ ترتیب کے لئے ہے، صاحبِ ترتیب وہ شخص ہے جس کے ذمہ پانچ سے زیادہ قضا نمازیں نہ ہوں،[2] ایسے شخص کے لئے حکم ہے کہ مثلاً: اس کی فجر کی نماز قضا ہوگئی ہو تو جب تک فجر کی نماز نہ پڑھ لے ظہر کی جمعہ کی نماز نہیں پڑھ سکتا، اگر فجر کی نماز نہیں پڑھی اور جمعہ پڑھ لیا، بعد میں فجر کی نماز قضا کی تو جمعہ باطل ہوجائے گا، اور اسے ظہر کی نماز دوبارہ پڑھنی ہوگی،[3] اور جو شخص صاحبِ ترتیب نہ ہو اس نے اگر فجر کی نماز نہیں پڑھی اور جمعہ پڑھ لیا تو اس کا جمعہ صحیح ہوگیا،[4] مگر اس کو قضا شدہ نمازیں ادا کرلینی چاہئیں۔

جمعہ کو خطبہ سے پہلے مسجد پہنچنے کا ثواب اور خطبہ سے غیر حاضری سے محرومی

سوال:... کیا جمعہ کا خطبہ سنے بغیر بھی نمازِ جمعہ ہوجاتی ہے؟

جواب:... جمعہ کے لئے خطبہ شروع ہونے سے پہلے آنا چاہئے، کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جمعہ کی حاضری لکھنے کے لئے خاص فرشتے مقرّر ہوتے ہیں، جو شخص پہلی گھڑی میں آئے، اس کے لئے اُونٹ کی قربانی کا ثواب لکھا جاتا ہے، اور بعد میں آنے والوں کا ثواب گھٹتا رہتا ہے، یہاں تک کہ جب خطبہ شروع ہوتا ہے تو فرشتے اپنے صحیفے لپیٹ کر رکھ دیتے ہیں، اور خطبہ سننے میں مشغول ہوجاتے ہیں،[5] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ خطبہ شروع ہونے کے بعد آتے ہیں، ان کی حاضری نہیں لگتی، لہٰذا جس شخص

---

(۱) قال أبو حنيفة وأبو يوسف ان فرض الوقت هو الظهر في حق المعذور ... إلخ. (بدائع الصنائع ج:۱ ص:۲۵۶).

(۲) صاحب الترتيب: من لم تكن عليه الفوائت ستا غير الوتر من غير ضيق الوقت والنسيان. (قواعد الفقه ص:۳۴).

(۳) لو تذكر الفجر عند خطبة الجمعة يصليها مع أن الصلوٰة حينئذٍ مكروه بل في التتارخانية انه يصليها عندهما وان خاف فوت الجمعة مع الإمام ثم يصلي الظهر. (شامي ج:۲ ص:۶۷، باب قضاء الفوائت، مطلب في تعريف الإعادة).

(۴) ويسقط الترتيب عند كثرة الفوائت وهو الصحيح هكذا في محيط السرخسي وحدّ الكثرة ان تصير الفوائت ستا بخروج وقت الصلاة السادسة. (عالمگيري ج:۱ ص:۱۲۳، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت).

(۵) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا كان يوم الجمعة وقفت الملائكة على باب المسجد يكتبون الأوّل فالأوّل ومثل المهجر كمثل الذي يهدي بدنة ثم كالذي يهدي بقرة ثم كبشًا ثم دجاجة ثم بيضة، فإذا خرج الإمام طووا صحفهم ويستمعون الذكر. متفق عليه. (مشكوٰة ص:۱۲۲، باب التنظيف والتكبير، الفصل الأوّل).

نے خطبہ نہیں سنا، اِمام کے ساتھ نماز تو اس کی بھی ہوجائے گی، مگر جمعہ کے دن کی حاضری لگوانے سے وہ محروم رہا۔

جمعہ کے دن جلدی آنے والے اور دیر سے آنے والے لوگوں میں کون بہتر ہیں؟

سوال:... جمعہ کی نماز میں، میں نے اکثر لوگوں کو دیکھا ہے، اس میں بچے، جوان اور بوڑھے تقریباً سب ہی شامل ہوتے ہیں، مگر زیادہ تر وہ حضرات بھی ہوتے ہیں جو اس کوشش میں ہوتے ہیں کہ سارے کا سارا ثواب صرف مجھ کو ملے، اس میں زیادہ حصہ ادھیڑ عمر کے لوگوں کا ہے۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا جمعہ کی نماز میں بہت سے حضرات ایسے بھی ہوتے ہیں جو نماز کے لئے بہت پہلے آجاتے ہیں، اور جمعہ کی نماز کا پورا فائدہ اُٹھاتے ہیں، اور دیکھا جائے تو ان کو فائدہ بھی ہوتا ہے، وہ نوافل ادا کرتے ہیں، سنتیں ادا کرتے ہیں، خطبہ سنتے ہیں، وغیرہ۔ اب دُوسرے حضرات ایسے ہوتے ہیں جو عین اس وقت آتے ہیں جب اِمام صاحب خطبہ دینا شروع کرتے ہیں، یا پھر خطبہ اختتام پر ہوتا ہے، اور وہ بدحواسی کے عالم میں آتے ہیں۔ کیا یہ لوگ صحیح ہوتے ہیں، صحیح وقت پر آتے ہیں یا پھر غلط وقت پر؟ اس کے متعلق کیا کہا گیا ہے؟ اب وہ حضرات جن کا میں پہلے ذِکر کرچکا ہوں اتنی جلدی آتے ہیں کہ اُلٹے سیدھے وضو کیا، یا پھر وضو گھر سے کرکے آگئے، ایک ہاتھ میں جوتا یا چپل اور کہنیوں سے اُنگلیوں ناخنوں سے پانی ٹپکتا ہوا نمازیوں کے اُوپر سے چھلانگیں مارتے گزر جاتے ہیں، اور جوتے اور چپل میں باہر کی گندگی لگی ہوئی ہوتی ہے، ساتھ میں نمازیوں پر چھڑکتے ہوئے نمازی کے منہ کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں، یا پھر کوشش یہ کرتے ہیں کہ کسی طرح اِمام صاحب کے برابر میں جگہ مل جائے، تاکہ اِمام صاحب کے برابر کا ثواب ملے۔ کیا دِین میں ایسے لوگوں کے لئے زیادہ ثواب لکھا ہے؟ یا پھر ان لوگوں کے لئے کچھ نہیں کہا گیا؟

جواب:... آپ نے بڑے اہم مسئلے کی طرف توجہ دِلائی ہے۔ نمازِ جمعہ کے لئے جلدی آنے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے، اور اس کے بہت فضائل بیان فرمائے ہیں۔ جمعہ میں آنے والوں کی حاضری درج کرنے کے لئے فرشتے مقرّر ہوتے ہیں، اور جب خطبہ شروع ہوتا ہے تو وہ اپنے صحیفے بند کرکے ذِکرِ اِلٰہی کے سننے میں مشغول ہوجاتے ہیں،[1] (گویا خطبہ شروع ہونے کے بعد جو لوگ آتے ہیں، ان کے ناموں کا اندراج نہیں ہوتا)۔ اَذان ہونے کے بعد جمعہ کی تیاری کے علاوہ کسی کام میں مشغول ہونے کی ممانعت ہے، اس لئے اَذان کے فوراً بعد مسجد میں آنا ضروری ہے، اور اس وقت کاروبار کرنا ناجائز ہے۔[2] جو لوگ بعد میں آئیں ان کو حکم ہے کہ پیچھے جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جائیں، آگے بڑھنے کی کوشش نہ کریں۔ حدیث میں فرمایا ہے کہ جو لوگ دُوسروں کی گردنوں کو پھلانگ کر آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں، ان کے جمعہ کا ثواب باطل ہوجاتا ہے۔[3] حدیث میں ہے کہ

---

(۱) عن أبی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: إذا کان یوم الجمعة وقفت الملائکة علٰی باب المسجد الأوّل فالأوّل .... فإذا خرج الإمام طووا صحفهم ویستمعون الذکر ...إلخ۔ (مشکوٰة ص:۱۲۲)۔

(۲) ویجب السعی وترک البیع بالأذان الأوّل۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۱۴۹)۔ أیضًا: وإذا زالت الشمس یوم الجمعة، جلس الإمام علٰی المنبر وأذن المؤذّنون بین یدیه، وامتنع الناس من الشراء والبیع .... وذالک لقول الله عزّ وجلّ: یٰأیها الذین اٰمنوا إذا نودی للصلٰوة من یوم الجمعة فاسعوا إلٰی ذکر الله وذروا البیع ...إلخ۔ (شرح مختصر الطحاوی ج:۲ ص:۱۱۴)۔

(۳) عن عبدالله بن عمرو بن العاص قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم .... ومن لغا وتخطّٰی رقاب الناس کانت له وزرًا۔ (الترغیب والترهیب ج:۱ ص:۲۹۳، ۲۹۴ طبع دار الکتب العلمیة)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرمارہے تھے، ایک شخص آیا اور آگے بڑھنے لگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "بیٹھ جا! تو نے آنے میں دیر کی اور لوگوں کو ایذا پہنچائی۔"(۱) الغرض جمعہ کے لئے پہلے آنا چاہئے، تاکہ اطمینان کے ساتھ سنتیں بھی پڑھ لیں، اطمینان کی جگہ بھی مل جائے، وعظ ونصیحت بھی سن لیں فرشتوں کے رجسٹر میں نام بھی لکھا جائے، اور جو لوگ دیر سے آئیں وہ جگہ کی تلاش میں آگے نہ بڑھیں اور نمازیوں کے اُوپر سے پھلانگ کر نہ جائیں۔

کیا خطبہ جمعہ سنے بغیر نمازِ جمعہ ہوجائے گی؟

سوال:... اسلام میں ہے کہ جمعہ کی نماز خطبہ سنے بغیر ادھوری ہوجاتی ہے، آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ اگر کسی وجہ سے خطبے کی آواز ہم تک نہ پہنچے تو کیا اس صورت میں خطبہ سنے بغیر نماز ہوجائے گی؟

جواب:... جو شخص جمعہ کے خطبے میں شریک تھا، لیکن امام کی آواز اس تک نہیں پہنچ رہی تھی، اس کو پورا ثواب ملے گا، بشرطیکہ خطبے کے دوران خاموش رہے۔(۲)

خطبۂ جمعہ کے وقت دوزانو بیٹھنا

سوال:... جمعہ کے خطبے کے وقت کیا دوزانو ہوکر بیٹھنا اور ہاتھ باندھنا ضروری ہے؟

جواب:... خطبۂ جمعہ کے دوران کسی خاص ہیئت کے ساتھ بیٹھنا ضروری نہیں، نہ ہاتھ باندھنا ضروری ہے، جس طرح سہولت ہو بیٹھے،(۳) البتہ کوٹ مار کر بیٹھنا مکروہ ہے۔

خطبۂ جمعہ کے پہلے خطبے میں ہاتھ باندھنا اور دُوسرے میں تشہد کی طرح بیٹھنا

سوال:... نمازِ جمعہ کے پہلے خطبے میں ہاتھ باندھنا اور دُوسرے خطبے میں تشہد کی طرح بیٹھنا ضروری ہے؟

جواب:... جی نہیں! خطبے کے دوران کسی خاص ہیئت میں بیٹھنا ضروری نہیں، جس طرح سہولت ہو بیٹھیں،(۴) خطیب کی طرف متوجہ رہیں۔(۵)

---

(۱) عن أبي الزاهرية قال: كنا مع عبدالله بن بسر صاحب النبي صلى الله عليه وسلم يوم الجمعة فجاء رجل يتخطى رقاب الناس فقال عبدالله بن بسر: جاء رجل يتخطى رقاب الناس يوم الجمعة والنبي صلى الله عليه وسلم يخطب، فقال له النبي صلى الله عليه وسلم: إجلس! فقد آذيت. (أبو داوٗد ج:۱ ص:۱۵۹، كتاب الصلاة، باب تخطي رقاب الناس يوم الجمعة).

(۲) في الدر المختار: بل يجب عليه أن يستمع ويسكت بلا فرق بين قريب وبعيد في الأصح، محيط. (الدر المختار مع ردالمحتار ج:۱ ص:۱۵۹).

(۳) إذا شهد الرجل عند الخطبة إن شاء جلس محتبيًا أو متربعًا أو كما تيسر، لأنه ليس بصلاة عملًا وحقيقةً كذا في المضمرات. (عالمگيري ج:۱ ص:۱۴۸، الباب السادس عشر في صلاة الجمعة).

(۴) أيضًا.

(۵) قوله بل يجب عليه أن يستمع ظاهره أنه يكره الإشتغال بما يفوّت السماع وإن لم يكن كلاما وبه صرح القهستاني حيث قال إذ الإستماع فرض كما في المحيط أو واجب كما في صلاة المسعودية أو سُنّة وفيه إشعار بأن النوم عند الخطبة مكروه، إلّا إذا غلب عليه كما في الزاهدي. (ردالمحتار ج:۲ ص:۱۵۹، مطلب في شروط وجوب الجمعة).

جمعہ کے خطبہ میں لوگوں کو کس طرح بیٹھنا چاہئے؟

سوال:... جمعہ کے خطبہ کے درمیان امام تھوڑے سے وقفے کے لئے بیٹھتا ہے، عام طور پر دیکھنے میں آیا کہ لوگ امام کے بیٹھنے سے پہلے دوزانو ہوکر بیٹھتے ہیں، اور ہاتھ بھی نماز کی طرح باندھ لیتے ہیں، لیکن وقفے کے بعد قعدہ کی طرح ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لیتے ہیں، کیا یہ طریقہ ٹھیک ہے؟ اگر نہیں تو پھر صحیح طریقہ کیا ہے؟

جواب:... خطبہ جمعہ کے دوران کسی خاص ہیئت سے بیٹھنا مسنون نہیں، جس طرح سہولت ہو بیٹھیں، مگر امام کی طرف متوجہ رہیں، اور غور سے خطبہ سنیں،[1] لوگوں کا جو دستور آپ نے ذکر کیا ہے، یہ خودتراشیدہ ہے، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں۔[2]

خطبہ جمعہ کے دوران صفیں پھلانگنا

سوال:... جمعہ کی نماز سے پہلے خطبہ ہوتا ہے اور اس کا سننا لازمی ہوتا ہے، اور جو لوگ جلدی آتے ہیں وہ آگے صفوں میں بیٹھ جاتے ہیں، جو لوگ بعد میں آتے ہیں وہ پیچھے صفوں میں یا جہاں جگہ ملتی ہے بیٹھ جاتے ہیں، یہ بات بالکل ٹھیک ہے، باوجود اس کے کچھ لوگ پہلی صفوں میں بیٹھنے کا بڑا اشتیاق رکھتے ہیں اور آتے دیر سے ہیں، اور آنے والوں کا طریقہ کچھ اس طرح ہوتا ہے جیسے ان کے لئے آگے کی صفوں میں جگہ خالی ہوتی ہے، حالانکہ اگلی صفوں میں کوئی جگہ نہیں ہوتی، اس کے باوجود وہ لوگ بیٹھے ہوئے نمازیوں کو ہاتھ کے ذریعہ ہٹاتے ہوئے آگے کی صف تک پہنچ جاتے ہیں، اور وہاں قطعی جگہ نہیں ہوتی، لیکن بیٹھے ہوئے نمازیوں کے درمیان ذرا سی جگہ بنا کر بیٹھ جاتے ہیں، اس جگہ بنانے کے لئے صف کی دونوں جانب کے تقریباً نمازیوں کو تھوڑا تھوڑا کھسکنا پڑتا ہے، اور اس طرح سب نمازیوں کا خطبہ سننے سے دھیان اُٹھ جاتا ہے، لہٰذا جو لوگ ایسا کرتے ہیں یہ صحیح ہے یا غلط؟

جواب:... اگر اگلی صفوں میں جگہ ہو تو پھر آگے بڑھنے کی اجازت ہے، ورنہ جہاں جگہ ملے بیٹھ جائیں۔ جو صورت آپ نے لکھی ہے، اس طرح لوگوں کی گردنوں کو پھلانگ کر آگے بڑھنے سے جمعہ کا ثواب باطل ہوجاتا ہے، اس سے احتراز کرنا چاہئے۔[3]

دورانِ خطبہ اُنگلیوں میں اُنگلیاں ڈال کر بیٹھنا منع ہے

سوال:... ایک امام صاحب نے ایک سے زائد بار یہ فرمایا کہ خطبہ کے دوران ہاتھوں کی اُنگلیوں میں اُنگلیاں ڈال کر بیٹھنا

---

(۱) وكذا السُّنَّة في حق القوم أن يستقبلوه بوجوههم لأن الإسماع والإستماع واجب للخطبة وإذا لا يتكامل إلّا بالمقابلة. (بدائع الصنائع ج:۱ ص:۲۶۳، بيان شرائط الجمعة).

(۲) إذا شهد الرجل عند الخطبة إن شاء جلس محتبيًا أو متربعًا أو كما تيسر، لأنه ليس بصلاة عملًا وحقيقةً ...إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۴۸، الباب السادس عشر في صلاة الجمعة، كذا في أغلاط العوام ص:۸۰، طبع زمزم پبلشرز).

(۳) عن عبدالله ابن عمرو قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يحضر الجمعة ثلاثة نفر، فرجل حضرها بلغو فذلك حظه منها، ورجل حضرها بدعاء فهو رجل دعا الله إن شاء أعطاه وإن شاء منعه، ورجل حضرها بإنصات وسكوت ولم يتخط رقبة مسلم ولم يؤذ أحدًا فهي كفارة إلى الجمعة التي تليها وزيادة ثلاثة أيام وذلك بأن الله يقول: من جآء بالحسنة فله عشر أمثالها. رواه أبو داؤد. (مشكوة ص:۱۲۳، باب التنظيف والتكبير، الفصل الثالث).

''حرام'' ہے، دین میں اس قسم کی پابندیوں کی کیا بنیاد ہے؟

جواب:... حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے، یہی ممانعت اس پابندی کی بنیاد ہے۔[1]

خطباتِ جمعہ عربی میں کیوں دیئے جاتے ہیں؟

سوال:... جمعہ کے خطبات پرانے ہی کیوں سنائے جاتے ہیں؟ جبکہ عہدِ رسالت میں حالاتِ حاضرہ پر خطبات دیئے جاتے تھے، اُردو میں ترجمہ کیوں نہیں بتایا جاتا، تاکہ لوگ سمجھ سکیں کہ خطبہ میں کیا پڑھا گیا؟

جواب:... خطبہ میں ذکرِ الٰہی ہوتا ہے، اور وہ اسلام کی سرکاری زبان عربی ہی میں ضروری ہے،[2] خطیب کے لئے کسی خاص خطبہ کی پابندی نہیں، عربی خطبہ سے پہلے حالاتِ حاضرہ پر تقریریں ہوتی رہتی ہیں۔

غیرعربی میں خطبۂ جمعہ

سوال:... یہاں گلستانِ جوہر میں ایک مسجد ہے، اس مسجد میں جمعہ کا خطبہ سندھی میں دیا جاتا ہے۔ ہوتا یوں ہے کہ جمعہ کے خطبے کی اَذان ہوتی ہے، اس کے بعد امام صاحب ایک آدھ جملہ عربی میں پڑھتے ہیں اور اس کے بعد سندھی میں شروع ہوجاتے ہیں، اور اس خطبے میں عجیب قسم کی باتیں ہوتی ہیں، اور کچھ ناقابلِ یقین واقعات جو امام صاحب اس خطبے کے دوران بیان کرتے ہیں۔ یہ سارا سلسلہ ۱۰ سے ۱۵ منٹ تک رہتا ہے، درمیانِ خطبہ توقف کرنے کے بعد ایک منٹ کا عربی میں خطبہ پڑھتے ہیں، اور پھر جمعہ کے لئے جماعت کھڑی ہوجاتی ہے۔ محترمی! عرض یہ ہے کہ آیا اس طرح خطبہ ادا ہوجاتا ہے یا نہیں؟ دُوسرا یہ کہ عربی ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان ہے، یہ وہ زبان ہے جس میں قرآن نازل فرمایا گیا، آخر اس سے اِجتناب کیوں؟ محترمی! یہ فرمائیں کہ آیا وہ جمعہ کی نمازیں ادا ہوگئیں یا نہیں جو اس طرح ادا کی گئیں؟ بہرحال میں نے اب تک اپنی زندگی میں اس طرح اور زبان میں خطبہ دیتے ہوئے نہیں سنا، امام صاحب کو کوئی روک نہیں سکتا، کیونکہ یہاں کی زیادہ تر آبادی لاعلم لوگوں کی ہے۔

جواب:... خطبۂ جمعہ کا حکم (بعض اُمور کے اِعتبار سے) نماز کا ہے، جس طرح نماز کی قراءت عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں نہیں ہوسکتی، اسی طرح خطبہ بھی غیرعربی میں نہیں ہوسکتا،[3] گویا عربی اِسلام کی سرکاری زبان ہے۔ جو لوگ فارسی میں، اُردو میں،

---

(۱) أبو ثمامة الحناط ان كعب بن عجرة أدركه وهو يريد المسجد أدرك أحدهما صاحبه قال: فوجدني وأنا مشبّك بيديّ فنهاني عن ذلك وقال: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إذا توضأ أحدكم فأحسن وضوءه ثم خرج عامدًا إلى المسجد فلا يشبّكنّ يديه فإنه في الصلاة. (باب ما جاء في الهدى في المشئ إلى الصلوٰة، سنن أبي داوٗد ج: ۱ ص: ۸۳)، وفي حاشية سنن أبي داوٗد: "ان النهي والكراهة إنما هي في حق المصلي وقاصد الصلوٰة." (حاشيه نمبر: ۸، سنن أبي داوٗد ج: ۱ ص: ۸۳).

(۲) فإنه لَا شك في أن الخطبة بغير العربية خلاف السُّنّة المتوارثة من النبي صلى الله عليه وسلم والصحابة فيكون مكروهًا تحريمًا. (عمدة الرعاية ج: ۱ ص: ۲۰۰، تفصیل کے لئے دیکھئے: جواهر الفقه ج: ۱ ص: ۳۵۲، تألیف: مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ، طبع مکتبہ دار العلوم کراچی).

(۳) أيضًا.

انگریزی میں یا کسی اور زبان میں خطبہ پڑھتے ہیں، وہ غلط کرتے ہیں۔ مگر چند جملے جو عربی کے بول لیتے ہیں، حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک ان سے خطبے کا فرض ادا ہوجاتا ہے،[1] اس لئے نمازِ جمعہ ادا ہوجائے گی، مگر خطبے میں "غیرسرکاری" زبان ملانے والے بے ڈھنگی بات کرنے کی وجہ سے گنہگار رہیں۔

جمعہ کے خطبے کی شرعی حیثیت

سوال:... کیا جمعہ کا خطبہ پڑھنا فرض ہے؟ اور سننا واجب ہے؟ عیدین کا خطبہ پڑھنا سنت ہے اور سننا واجب ہے؟ کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:... جی ہاں! جمعہ کا خطبہ جمعہ کی شرطِ لازم ہے،[2] اس کے بغیر جمعہ نہیں ہوتا۔ عید کا خطبہ سنت ہے،[3] دونوں کا سننا واجب ہے۔[4]

خطبۂ جمعہ عربی زبان کے علاوہ کسی زبان میں دینا نیز کسی سردار یا حاکم کی تعریف کرنا

سوال:... خطبۂ جمعہ عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ نیز خطبہ اللہ اور رسول کی تعریف اور توصیف کے علاوہ کسی سردار یا حاکم کی تعریف میں پڑھا جاسکتا ہے؟

جواب:... عربی، اسلام کی "سرکاری زبان" ہے، اس لئے جمعہ اور عیدین کا خطبہ عربی کے سوا اور کسی زبان میں جائز نہیں۔[5] خطبے میں یہ مضامین ہونے چاہئیں: حق تعالیٰ شانہٗ کی حمد وثنا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود شریف، توحید و رسالت کی شہادت، مسلمانوں کو وعظ و نصیحت، خلفائے راشدینؓ اور آلؓ و اصحابؓ کا ذِکر، نیک سیرت حاکمِ اسلام کے لئے اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے دُعا۔[6]

---

(۱) فإن اقتصر علٰى ذكر الله جاز عند أبي حنيفة، وقالا لا بد من ذكر طويل يسمى الخطبة. (هداية ج:۱ ص:۱۲۹).

(۲) وشرائط في غيره المصر والجماعة والخطبة ... إلخ. (فتح القدير ج:۱ ص:۴۰۸).

(۳) ويشترط للعيد ما يشترط للجمعة إلّا الخطبة كذا في الخلاصة فأنها سنة بعد الصلٰوة وتجوز الصلاة بدونها. (عالمگيرى ج:۱ ص:۱۵۰، الباب الرابع عشر في صلاة العيدين).

(۴) وكل ما حرم في الصلاة حرم فيها أي في الخطبة خلاصة وغيرها فيحرم أكل وشرب وكلام .... به يفتٰى وكذا يجب الإستماع لسائر الخطب كخطبة نكاح وخطبة عيد وختم على المعتمد. (الدر المختار مع الرد المحتار ج:۲ ص:۱۵۹).

(۵) تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: جواهر الفقه ج:۱ ص:۳۵۲۔ فإنه لا شك في ان الخطبة بغير العربية خلاف السُّنّة المتوارثة من النبي صلى الله عليه وسلم والصحابة فيكون مكروهًا تحريمًا. (عمدة الرعاية هامش شرح الوقاية ج:۱ ص:۲۰۰).

(۶) الخطبة تشتمل على فرض وسنة فالفرض شيئان الوقت .... والثاني ذكر الله تعالٰى كذا في البحر الرائق وكفت تحميدة أو تهليلة أو تسبيحة .... وأما سننها فخمسة عشر .... البداءة بحمد الله .... الثناء عليه بما هو أهله .... الشهادتان .... الصلاة على النبي عليه الصلاة والسلام .... العظة والتذكير .... زيادة الدعاء للمسلمين والمسلمات .... وذكر الخلفاء الراشدين وَالعَمَّيْنِ رضوان الله تعالٰى عليهم أجمعين مستحسن بذالك جرى التوارث كذا في التجنيس ... إلخ. (عالمگيرى ج:۱ ص:۱۴۶، الباب السادس عشر في صلاة الجمعة).

جمعہ کا خطبہ عربی کے علاوہ کسی زبان میں دینا

سوال:... ہمارے علاقے تربت میں بعض لوگ جمعہ کا خطبہ علاقائی زبان میں دیتے ہیں، اذان کے بعد خطیب تقریر شروع کرتا ہے، دورانِ تقریر کچھ وقفے کے لئے بیٹھ جاتا ہے، پھر تقریر شروع کردیتا ہے، اور تقریر ختم ہوتے ہی نماز شروع ہوجاتی ہے، کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟

جواب:... خطبہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان میں ہونا چاہئے، اس لئے بلوچی زبان میں یا مقامی زبان میں جو پڑھتے ہیں، وہ صحیح نہیں۔ (۱)

خطبۂ جمعہ زبانی پڑھنا مشکل ہو تو دیکھ کر پڑھے

سوال:... خطبۂ جمعہ میں خطیب اگر اکثر اوقات اٹک اٹک کر یا بھول کر ایسی غلطی کرلے کہ معانی بدل جائیں تو کیا اسے خطبہ کتاب میں دیکھ کر پڑھنے میں تردّد ہونا چاہئے؟

جواب:... خطبہ اچھی طرح یاد کیا جائے، یا دیکھ کر پڑھا جائے۔

اگر خطبہ ظہر سے پہلے شروع ہو تو سنت کب پڑھے؟

سوال:... صلوٰۃ الجمعہ میں چار رکعت سنت اوّل خطبہ کے دوران پڑھ سکتے ہیں؟ چونکہ خطبہ عین اس وقت شروع ہوتا ہے جبکہ ظہر کا وقت داخل ہوتا ہے، بلکہ اکثر دو تین منٹ قبل ہی شروع ہوتا ہے، اور بعد میں کوئی وقت دیا نہیں جاتا۔

جواب:... اگر اذان زوال کے بعد ہوتی ہو تو اذان ہوتے ہی سنت شروع کرلیا کریں، خطبہ شروع ہوتے ہوتے پوری ہوجائیں گی، اور اگر وقت سے پہلے ہی اذان اور خطبہ شروع ہوجاتا ہے تو سنتیں جمعہ کے بعد پڑھا کریں۔ (۲)

خطبہ جمعہ سنے بغیر نمازِ جمعہ ادا کرنا

سوال:... خطبہ سنے بغیر جمعہ کی نماز نہیں ہوتی، جبکہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جس مسجد میں خطبہ نہ ہو وہاں جمعہ کی نماز نہیں ہوسکتی، اور اگر آدمی دیر سے مسجد پہنچے اور کسی دُوسری مسجد میں بھی جماعت کا وقت باقی نہ رہا ہو اس صورت میں جب وہ مسجد میں پہنچتا

---

(۱) فانه لا شک فی أن الخطبة بغير العربية خلاف السُّنّة المتوارثة من النبی صلی الله علیه وسلم والصحابة فیکون مکروهًا تحریمًا. (عمدة الرعاية هامش شرح الوقاية للعلّامة عبدالحی اللکنوی ج:۱ ص:۲۰۰).

(۲) إذا خرج الإمام فلا صلاة ولا كلام إلى تمامها ...إلخ. (شامی ج:۲ ص:۱۵۸). أيضًا: قال أبو جعفر: ومن دخل المسجد يوم الجمعة والإمام يخطب جلس ولم يركع، وذالك لقول الله تعالى: وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا. فروی أنها نزلت في شأن الخطبة، ومن جهة السُّنّة .... قال (أی ابن عمر) سمعت النبی صلی الله علیه وسلم يقول: إذا دخل أحدكم المسجد والإمام على المنبر، فلا صلاة له ولا كلام حتى يفرغ الإمام ...إلخ. (شرح مختصر الطحاوی، لأبی بكر الجصاص الرازی ج:۲ ص:۱۳۰، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، طبع دار البشائر الإسلامية، بيروت).

ہے اور وہاں جماعت کھڑی ہوچکی ہے تو چونکہ اس نے خطبہ تو سنا ہی نہیں تو کیا امام کے ساتھ نمازِ جمعہ ادا کرسکتا ہے؟ اور کیا وہ نماز ہوجائے گی یا نہیں؟

جواب:... یہ تو صحیح ہے کہ جمعہ کی نماز خطبہ کے بغیر نہیں ہوتی،[1] لیکن جو شخص ایسے وقت آیا کہ خطبہ ختم ہوچکا تھا، اس کی نماز ہوجاتی ہے،[2] (اگرچہ دیر میں آنے کی وجہ سے لائقِ مؤاخذہ ہے)، بلکہ اگر نمازِ جمعہ کی ایک یا دونوں رکعتیں رہ جائیں اور التحیات میں آکر شریک ہو، جب بھی وہ جمعہ ہی کی دو رکعتیں پڑھے گا۔[3]

خطبہ جمعہ کے دوران سنتیں پڑھنا

سوال:... یہاں سعودیہ میں جمعہ کے دن اکثر لوگ خطبہ جمعہ کے دوران سنتیں پڑھتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟ جبکہ خطیب حضرات ان کو کچھ نہیں کہتے۔

جواب:... ہمارے نزدیک جائز نہیں،[4] ان کے نزدیک جائز ہے۔

خطبہ جمعہ کے دوران نماز پڑھنا صحیح نہیں

سوال:... نمازِ جمعہ کے خطبہ کے دوران کوئی بھی نماز پڑھنا دُرست نہیں، مگر ایک شخص کا کہنا ہے کہ خطبہ کے دوران جب امام بیٹھتا ہے تو اس وقت اگر کوئی شخص امام کے دوبارہ کھڑے ہونے سے پہلے نماز کی نیت کرلے تو کوئی حرج نہیں۔

جواب:... خطبہ کے دوران نماز پڑھنا صحیح نہیں، خطبہ شروع ہونے سے پہلے نیت باندھ لی ہو تو اس کو مختصر قراءت کے ساتھ پورا کرلے، دونوں خطبوں کے دوران امام کے بیٹھنے کے وقت نیت باندھنا جائز نہیں، درمختار میں ہے:

"اذا خرج الْإمام فلا صلٰوة ولَا كلام الٰى تمامها، ولو خرج وهو فى السنة او بعد قيامه لثالثة النفل يتم فى الأصح ويخفف القراءة۔" (شامی طبع جدید ج:۲ ص:۱۵۸)

جمعہ کے خطبہ کے دوران دو رکعت پڑھنا صرف ایک صحابی کے لئے استثنیٰ تھا

سوال:... جمعہ کا خطبہ شروع ہے، آنے والا دو رکعت پڑھے یا نہیں؟

---

(۱) وشرائط .... المصر والجماعة والخطبة ...إلخ. (فتح القدير ج:۱ ص:۴۰۸، باب صلاة الجمعة).

(۲) ولَا يشترط كونهم ممن حضر الخطبة كذا فى فتح القدير. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۴۸، الباب السادس عشر).

(۳) فى الدر المختار: ومن أدركها فى التشهد أو سجود سهو على القول به فيها يتمها جمعة ...إلخ. وفى ردالمحتار: ولهما أنه مدرک للجمعة فى هٰذه الحالة حتّى تشترط له النية الجمعة وهى ركعتان. (الدر المختار مع الرد المحتار ج:۲ ص:۱۵۸). أيضًا: من أدرک الإمام فى يوم الجمعة فى التشهد أو فيما سواه صلّى ما أدرک معه وقضى ما فاته فى قول أبى حنيفة وأبى يوسف .... الحجة للقول الأوّل: قول النبى صلى الله عليه وسلم: ما أدركتم فصلّوا وما فاتكم فاقضوا، ومعلوم أن المراد ما فاتكم من صلاة الإمام ...إلخ. (شرح مختصر الطحاوى ج:۲ ص:۱۱۸، كتاب الصلاة).

(۴) إذا خرج الإمام فلا صلاة ولَا كلام إلى تمامها. (شامى ج:۲ ص:۱۵۸، باب الجمعة، مطلب فى شروط وجوب الجمعة).

جواب:... یہ مسئلہ ائمہ کے درمیان مختلف ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ناجائز ہے،[1] اس سلسلے میں جو حدیث آتی ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ اسی صحابی کے ساتھ خاص تھی، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خاطر خطبہ روک دیا تھا۔[2]

خطبہ جمعہ کے دوران نفل پڑھنا اور گفتگو کرنا

سوال:... اکثر نمازِ جمعہ میں دیکھنے میں آیا ہے کہ امام صاحب خطبہ دیتے ہیں اور بعض لوگ سنت یا نفل نماز پڑھتے رہتے ہیں، اور بعض آپس میں گفتگو کرتے ہیں، کوئی ادب کے ساتھ نہیں بیٹھتا، جس طرح مرضی ہو ٹانگیں پھیلا کر بیٹھ جاتے ہیں، اس مسئلہ پر حدیث کی روشنی میں جواب دیں، اور بیٹھنے کے متعلق بھی لکھیں کہ جب امام صاحب خطبہ شروع کریں تو جس طرح مرضی ہو بیٹھ جائیں یا کہ دوزانو ہوکر بیٹھا جائے؟

جواب:... خطبہ کے دوران نفل پڑھنا حرام ہے،[3] سنتِ مؤکدہ اگر خطبہ سے پہلے شروع کرچکا تھا تو خطبہ کے دوران پوری کرلے اور ذرا مختصر کردے۔ خطبہ کے دوران کسی قسم کی گفتگو بھی حرام ہے، حدیث میں ہے کہ: ''جس نے جمعہ کے دن خطبہ کے دوران دُوسرے کو چپ کرانے کے لئے ''خاموش'' کا لفظ کہا، اس نے بھی لغو کا ارتکاب کیا''۔[4] نیز ارشاد ہے کہ: ''جو شخص جمعہ کے دن کسی لغو کا ارتکاب کرے، اس کے جمعہ کا ثواب ضائع ہوجاتا ہے''۔[5] بعض مسجدوں میں خطبہ کے دوران چندے کے لئے جھولی پھرائی جاتی ہے، یہ بھی ناجائز ہے،[6] اور اس سے ثوابِ جمعہ ضائع ہوجاتا ہے۔ خطبہ کے دوران بیٹھنے کی کوئی خاص ہیئت مقرّر نہیں، جس طرح سہولت

---

(۱) وإذا خرج الإمام يوم الجمعة ترك الناس الصلٰوة والكلام حتّى يفرغ من خطبته قال وهذا عند أبي حنيفة. (هداية ج:۱ ص:۱۷۱، أيضًا: مختصر الطحاوي ج:۲ ص:۱۳۰، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة).

(۲) عن جابر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يخطب: إذا جاء أحدكم يوم الجمعة والإمام يخطب فليركع ركعتين وليتجوّز فيهما. رواه مسلم. (مشكوٰة ص:۱۲۳، باب الخطبة والصلاة) وفي حاشية المشكوٰة: قوله فليركع ركعتين حملها .... الشافعية على تحية المسجد فإنها واجبة عندهم وكذا عند أحمد وعند الحنفية لما لم تجب في غير وقت الخطبة لم تجب فيه بطريق الأولىٰ وهو مذهب مالك وسفيان الثوري وعليه جمهور الصحابة والتابعين كذا قال النووي وتأوله بأن المراد اراد أن يخطب بقرينة الأحاديث الدالة على وجوب حرمة الصلوة في وقت الخطبة وقد ثبت في الصحيحين انه جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه وسلم وهو يخطب بذاك الرجل الداخل وقيل كانت هذه القصة قبل أن يشرع في الخطبة وقيل كانت الخطبة بغير الجمعة. (مشكوٰة ص:۱۲۳، حاشيه نمبر ۱۱، باب الخطبة والصلاة، الفصل الأوّل).

(۳) إذا خرج الإمام فلا صلاة ولا كلام إلى تمامها. (شامي ج:۲ ص:۱۵۸). أيضًا: ومن دخل المسجد يوم الجمعة والإمام يخطب جلس ولم يركع وذالك لقول الله تعالىٰ: وإذا قرئ القراٰن فاستمعوا له وأنصتوا، فروي أنها نزلت في شأن الخطبة. ومن جهة السُّنّة .... قال (ابن عمر) سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: إذا دخل أحدكم المسجد والإمام على المنبر فلا صلاة له ولا كلام حتّى يفرغ الإمام. (مختصر الطحاوي ج:۲ ص:۱۳۱، باب صلاة الجمعة).

(۴) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا قلت لصاحبك يوم الجمعة أنصت والإمام يخطب فقد لغوت. متفق عليه. (مشكوٰة ص:۱۲۲، باب التنظيف والتكبير).

(۵) عن عبدالله بن عمرو رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يحضر الجمعة ثلاثة نفر، فرجل حضرها بلغو فذٰلك حظه منها ...الخ. (مشكوٰة ص:۱۲۳، باب التنظيف والتكبير).

(۶) ويحرم في الخطبة ما يحرم في الصلاة حتى لا ينبغي أن يأكل أو يشرب والإمام في الخطبة كذا في الخلاصة. (عالمگيري ج:۱ ص:۱۴۷، الباب السادس عشر في صلاة الجمعة).

ہو بیٹھے،[1] مگر ٹانگیں پھیلا کر بیٹھنا خلافِ ادب ہے، اس سے احتراز کرنا چاہئے، اور گھٹنے کھڑے کرکے ان پر سر رکھ کر بیٹھنا بھی دُرست نہیں، اس سے نیند آجاتی ہے۔

دورانِ خطبہ تحیۃ الوضو، تحیۃ المسجد ادا کرنا

سوال:... دورانِ خطبہ تحیۃ الوضو، تحیۃ المسجد ادا کرسکتے ہیں؟

جواب:... خطبے کے دوران اِمام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تحیۃ الوضو یا تحیۃ المسجد جائز نہیں۔[2]

خطبے کے درمیانی وقفے میں دُعا کرنا

سوال:... ہمارے محلے کے اِمام صاحب کا کہنا ہے کہ جمعے کے خطبے کے درمیانی وقفے میں دِل میں بغیر زبان ہلائے اور بغیر ہاتھ اُٹھائے دُعا مانگنا جائز ہے، جبکہ ایک نمازی کا کہنا ہے کہ یہ جائز نہیں، جبکہ علماء سے سنتے آئے ہیں کہ یہ وقت دُعا کی قبولیت کا وقت ہے۔

جواب:... جمعے کے خطبوں کے درمیانی وقفے میں بغیر ہاتھ اُٹھائے اور بغیر زبان ہلائے دِل میں دُعا مانگنا چاہئے، یہ قبولیت کا وقت تو ہے، لیکن زبان سے دُعا کرنے کی اِجازت نہیں۔[3]

خطبہ کے دوران، اَذان کے بعد دُعا مانگنا

سوال:... جمعہ کے خطبہ کے دوران اَذان کے بعد دُعا مانگنا چاہئے یا نہیں؟ اور خطبہ کے بیچ میں دُعا مانگی جائے یا نہیں؟

جواب:... اِمام کے منبر پر بیٹھ جانے کے بعد ذکر و دُعا کی اجازت نہیں، بلکہ خاموش رہنا اور خطبہ کا سننا واجب ہے، اس لئے نہ جمعہ کی اَذان کا جواب دیا جائے، نہ خطبہ کے دوران دُعا مانگی جائے، اِمام کی دُعا پر دِل میں آمین کہی جائے۔[4]

---

(۱) إذا شهد الرجل عند الخطبة ان شاء جلس محتبيًا أو متربعًا أو كما تيسر .... ويستحب أن يقعد كما يقعد في الصلاة۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۱۴۸، الباب السادس عشر في صلاة الجمعة)۔

(۲) وإذا خرج الإمام يوم الجمعة ترك الناس الصلوٰة والكلام حتّى يفرغ من خطبته قال وهٰذا عند أبي حنيفة۔ (هداية ج:۱ ص:۱۷۱)۔ أيضًا: ومن جهة السُّنّة .... قال (ابن عمر) سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: إذا دخل أحدكم المسجد والإمام على المنبر فلا صلاة له ولَا كلام حتّى يفرغ الإمام۔ (شرح مختصر الطحاوي ج:۲ ص:۱۳۰، ۱۳۱)۔

(۳) وقال البقالي في مختصره: وإذا شرع في الدعاء لَا يجوز للقوم رفع اليدين ولَا تأمين باللسان جهرًا فإن فعلوا ذٰلك أثموا، وقيل أساءوا ولَا إثم عليهم، والصحيح هو الأوّل وعليه الفتوىٰ۔ (شامي ج:۲ ص:۱۵۸، باب الجمعة)۔

(۴) وإذا خرج الإمام فلا صلاة ولَا كلام .... سواء كان كلام الناس أو التسبيح أو تشميت العاطس ...إلخ۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۱۴۷)۔ قال أبو جعفر: ومن دخل المسجد يوم الجمعة والإمام يخطب جلس ولم يركع، وذالك لقول الله تعالىٰ: وإذا قرئ القراٰن فاستمعوا له وأنصتوا، فروى أنها نزلت في شأن الخطبة، ومن جهة السُّنّة .... قال (ابن عمر) سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: إذا دخل أحدكم المسجد والإمام على المنبر فلا صلاة له ولَا كلام حتّى يفرغ الإمام۔ (شرح مختصر الطحاوي ج:۲ ص:۱۳۰، ۱۳۱، باب صلاة الجمعة، طبع دار السراج، بيروت)۔

جمعہ کے خطبہ سے پہلے تسمیہ بلند آواز سے کیوں نہیں پڑھی جاتی؟

سوال:... جمعہ کے خطبہ میں بسم اللہ بلند آواز سے پڑھ کر کیوں نہیں شروع کیا جاتا؟

جواب:... اسی طرح منقول چلا آتا ہے۔[1]

خطبہ جمعہ کو مسنون طریقے کے خلاف پڑھنا

سوال:... جمعہ کا خطبہ صلوٰۃ وسلام کے بغیر ادا ہوجائے گا یا نہیں؟ جواز کی صورت میں ثواب میں فرق آجائے گا یا نہیں؟ مثلاً: صورت اس کی یہ ہو کہ پہلے خطبہ میں سورۂ الم ترکیف اور ثانی میں سورۂ قریش پڑھی جائے تو خطبہ جمعہ ادا ہوجائے گا یا نہیں؟

جواب:... خطبہ کا فرض تو ادا ہوجائے گا، لیکن سنت کے خلاف ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ جب خطبہ خلافِ سنت ہوگا تو ثواب میں تو فرق آئے گا۔

خطبے سے پہلے اِمام کا سلام کہنا

سوال:... خطبہ سے پہلے امام کا برسرِ منبر سلام کہنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے یا بدعت ہے یا ائمہ اربعہ کے نزدیک جائز ہے؟

جواب:... درمختار میں ترکِ سلام کو سنن میں شمار کیا ہے، اور اِمام شافعیؒ کا قول ہے کہ جب منبر پر بیٹھے تو سلام کہے۔[2]

خطبے میں خلفائے راشدینؓ کا ذِکر کرنا ضروری ہے

سوال:... بعض مساجد میں علماء (خطیب) نماز جمعہ میں جو خطبہ شریف دیتے ہیں، اس کے دوسرے حصے میں خلفائے راشدینؓ کے جو اسمائے مبارک ذکر کئے جاتے ہیں، ان کو ذکر نہیں کرتے۔

جواب:... خطبہ میں خلفائے راشدینؓ کا ذکرِ خیر مندوب ہے، مگر چونکہ یہ اہلِ سنت کا شعار ہے، اس لئے خلفائے راشدینؓ کے ذکرِ خیر کا ترک کرنا نہایت نامناسب ہے۔[3]

خطبہ جمعہ کے دوران دُرود شریف پڑھنے کا حکم

سوال:... جمعہ کے خطبہ کے دوران خطبہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء مبارک آتے

---

(۱) الخطبة تشتمل على فرض وسنة فالفرض شيئان الوقت .... والثاني ذكر الله تعالى وكفت تحميدة أو تهليلة أو تسبيحة هذا إذا كان على قصد الخطبة ... إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۴۷، الباب السادس عشر في صلاة الجمعة).

(۲) ومن السُّنة .... ترك السلام من خروجه إلى دخوله في الصلاة وقال الشافعي إذا استوى على المنبر سلم ... إلخ. (در مختار مع رد المحتار ج:۲ ص:۱۵۰، باب الجمعة).

(۳) ويندب ذكر الخلفاء الراشدين ... إلخ. (شامي ج:۲ ص:۱۴۹، باب الجمعة، مطلب في قول الخطيب ... إلخ).

ہیں تو گزارش یہ ہے کہ اس دوران خاموشی سے خطبہ سنا جائے یا دُرود شریف یا رضی اللہ عنہ کہا جائے؟

جواب:...خطبہ کے دوران زبان سے دُرود شریف پڑھنا جائز نہیں، خاموش رہنا چاہئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی آئے تو دِل میں بغیر زبان ہلائے دُرود شریف پڑھ لے،[1] صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر بھی دِل میں رضی اللہ عنہم کہہ لے تو کوئی مضائقہ نہیں، مگر زبان سے نہ کہے۔

سوال:...جمعہ کی نماز سے پہلے جو خطبہ ''عربی میں'' پڑھا جاتا ہے، اس کے درمیان ایک آیت ایسی بھی آتی ہے جس میں دُرود پڑھنا لازمی ہوتا ہے، میری معلومات کے مطابق خطبہ کے دوران کسی قسم کی تسبیح و نماز جائز نہیں، چنانچہ دُرود شریف بھی نہ پڑھا جائے، کیونکہ اس آیت کے بعد خطیب خطبہ میں ہی دُرود پڑھ لیتا ہے، باآوازِ بلند جو تمام نمازیوں کی طرف سے دُرود ہو جاتا ہے، اس لئے نمازیوں کو دُرود پڑھنے کی ضرورت نہیں، لیکن میں نے اکثر دیکھا ہے کہ لوگ باآوازِ بلند دُرود شریف پڑھنا شروع کردیتے ہیں، حالانکہ خطبہ میں خاموشی کا حکم ہے۔

جواب:...سامعین اپنے دِل میں دُرود شریف پڑھیں، خطبہ کے دوران بلند آواز سے دُرود شریف پڑھنا جائز نہیں۔[2]

خطبہ جمعہ کے دوران باآواز آمین کہنا صحیح نہیں

سوال:... یہاں خطبہ جمعہ میں دُوسرے خطبہ کے دوران جب خطیب صاحب دُعائیہ کلمات پڑھتے ہیں تو تقریباً سب ہی لوگ ہاتھ اُٹھا کر باآوازِ خفیف آمین کہتے جاتے ہیں، کیا یہ عمل جائز ہے؟

جواب:...خطبہ کے دوران زبان سے آمین کہنا صحیح نہیں، دِل میں کہیں۔[3]

دورانِ خطبہ سلام کرنا، جواب دینا حرام ہے

سوال:...مسجد میں جمعہ کا خطبہ پیش امام پڑھ رہا ہو اور کوئی شخص آکر سلام کرے تو مسجد میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو اس کے سلام کا جواب دینا چاہئے؟

جواب:...خطبہ کے دوران سلام کہنا اور سلام کا جواب دینا دونوں حرام ہیں۔[4]

خطبہ کے دوران گفتگو اور اَذان کا جواب دینا

سوال:...شریعت میں خطبہ کے کیا احکام ہیں؟ اور خطبہ کی اَذان کا زبان سے جواب دینا جائز ہے؟ تفصیل سے

(۱،۲) قوله ولَا الكلام .... وكذالك إذا ذكر النبي صلى الله عليه وسلم لا يجوز أن يصلوا عليه بالجهر بل بالقلب وعليه الفتوىٰ. (ردالمحتار على الدر المختار ج:۲ ص:۱۵۸، باب الجمعة، مطلب في شروط وجوب الجمعة).

(۳) وإذا شرع في الدعاء لَا يجوز للقوم رفع اليدين ولَا تأمين باللسان جهرًا فإن فعلوا ذٰلك أثموا. (فتاویٰ شامی ج:۲ ص:۱۵۸، باب الجمعة، مطلب في شروط وجوب الجمعة).

(۴) وإذا خرج الإمام فلا صلاة ولَا كلام .... أو رد السلام ... إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۴۷، كتاب الصلاة).

جواب بتائیں۔

جواب:... خطبہ کے دوران گفتگو کرنا حتیٰ کہ ذکر و اذکار کرنا بھی ممنوع ہیں، خطبہ کی اَذان کا جواب بھی دِل میں دینا چاہئے زبان سے نہیں۔[1]

خطبہ کے دوران چندہ لینا دینا جائز نہیں

سوال:... نمازِ جمعہ کے خطبہ کے دوران اسلام نے بولنے پر سخت ترین پابندی عائد کی ہے، لیکن بعض مسجدوں میں عین خطبہ کے دوران نمازیوں سے چندہ وصول کیا جاتا ہے، اور غلہ زور زور سے بجاکر "چندہ مسجد" کی صدا بلند کی جاتی ہے، جس سے نمازیوں کی توجہ خطبہ سے ہٹ جاتی ہے، اور نمازی حضرات چندہ دینے کے لئے مصروف ہوجاتے ہیں۔ کیا یہ طریقہ جائز ہے؟ کیا انتظامیہ مسجد پر گناہ ہوگا؟ کیا چندہ دینے والوں پر بھی گناہ ہوگا جو خطبہ سے توجہ ہٹا دیتے ہیں؟

جواب:... خطبہ جمعہ کے وقت جس طرح سلام و کلام جائز نہیں، اسی طرح چندہ جمع کرنا بھی جائز نہیں، انتظامیہ بھی گناہگار ہے، چندہ لینے والا بھی اور چندہ دینے والا بھی۔[2]

خطبۂ جمعہ کی اَذان سے لے کر دو رکعت فرض تک دُنیاوی بات کرنا

سوال:... اُردو میں بیان کئے گئے وعظ کے بعد عربی کے خطبے کی اَذان سے لے کر دو رکعت نماز فرض جمعہ کی ادائیگی کے دوران کے وقفے میں اگر امامِ مسجد اقامتِ نماز سے چند لمحے پہلے دُنیاداری کی کوئی بات کریں تو کیا وہ نمازِ جمعہ کی ادائیگی میں کسی قسم کے شرعی نقطے یا حدود کو پھلانگنے کا مستوجب تو نہیں ہوتا؟ کیونکہ عربی میں خطبہ بھی نمازِ جمعہ کا مسلسل ایک حصہ ہوتا ہے، اس دوران کوئی بھی دیگر اُمور کے مسائل بیان کرنے چاہئیں یا نہیں؟ وضاحت فرمائیں۔

جواب:... جمعہ کے خطبے کے دوران بات چیت کرنا یا کسی اور عبادت میں مشغول ہونا منع ہے، خطبہ سننا واجب ہے، البتہ وقفے میں امام کوئی ضروری شرعی مسئلہ بیان کرسکتا ہے۔[3]

خطبے کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ مبارک آنے پر دُرود بھیجیں یا خاموش رہیں؟

سوال:... نمازِ جمعہ کے خطبے میں مولوی صاحب جب دُرود شریف پڑھتے ہیں تو جس کے جواب میں اکثر نمازی بھی بلند آواز سے دُرود شریف پڑھنا شروع کردیتے ہیں، جبکہ خطبہ خاموشی سے سننا واجب ہے، خطبے کے دوران بلند آواز سے دُرود شریف

(۱ و ۲) قال أبو جعفر: ومن دخل المسجد يوم الجمعة والإمام يخطب جلس ولم يركع، وذالك لقول الله تعالىٰ: وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا، فروى أنها نزلت في شأن الخطبة، ومن جهة السُّنّة .... قال (ابن عمر) سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: إذا دخل أحدكم المسجد والإمام على المنبر فلا صلاة له ولا كلام حتّى يفرغ الإمام. (شرح مختصر الطحاوي ج:۲ ص:۱۳۰، ۱۳۱، باب صلاة الجمعة).

(۳) ايضاً حوالہ بالا، نيز: ويحرم في الخطبة ما يحرم في الصلاة حتّى لا ينبغي أن يأكل أو يشرب والإمام في الخطبة. (عالمگيرى ج:۱ ص:۱۴۷، كتاب الصلاة، الباب السادس عشر في صلاة الجمعة، طبع رشيديه).

پڑھا جاسکتا ہے کہ نہیں؟ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک آئے دُرودشریف پڑھنا باعثِ ثواب وخیر و برکت ہے۔

جواب:... خطبے کے دوران بولنے کی اجازت نہیں، اس لئے دُرودشریف بھی دِل میں پڑھنا چاہئے، زبان سے نہیں۔ (۱)

خطبے کے دوران دُعا مانگنا، نیز دُوسری اَذان کا جواب دینا

سوال:... بعض حضرات جمعہ کے دونوں خطبوں کے دوران جبکہ امام پہلے خطبے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے بیٹھتا ہے، دونوں ہاتھ اُٹھاکر دُعا مانگتے ہیں، اسی طرح بعض حضرات امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد دی جانے والی دُوسری اَذان کے بعد ہاتھ اُٹھاکر دُعا مانگتے ہیں، معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟

جواب:... اِمام کے منبر پر بیٹھ جانے کے بعد ذِکر و دُعا کی اِجازت نہیں، بلکہ خاموش رہنا اور خطبے کا سننا واجب ہے، اس لئے نہ جمعہ کی اَذان کا جواب دیا جائے اور نہ خطبے کے دوران دُعا مانگی جائے، اِمام کی دُعا پر دِل میں آمین کہی جائے۔ (۲)

خطبے میں خطیب کا ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا

سوال:... جمعہ کا خطبہ کہتے وقت کیا خطیب ایسے ہاتھ باندھ سکتا ہے جیسے نماز میں کھڑا ہو؟ سنا ہے یہ ادب صرف اللہ کے دربار (نماز) کا ہے۔

جواب:... خطبے میں ہاتھ سیدھے چھوڑکر کھڑا ہونا چاہئے۔

جمعہ کے خطبے کی اَذان کا جواب دینا

سوال:... جمعہ کی نماز میں سنتوں سے پہلے ایک اَذان ہوتی ہے، اور دُوسری سنتوں کے بعد، دونوں میں سے کس اَذان کا جواب دینا چاہئے؟

جواب:... جمعہ میں خطبے کی اَذان کا جواب نہیں دیا جاتا۔ (۳)

جمعہ کے وعظ کے دوران ذکر اللہ یا دُرودشریف پڑھنا

سوال:... کیا نمازِ جمعہ میں وعظ کے درمیان ذکر اللہ یا دُرودشریف پڑھنا صحیح ہے؟

---

(۱) کذلک إذا ذکر النبی صلی الله علیه وسلم لَا یجوز أن یصلوا علیه بالجهر بل بالقلب۔ (ردالمحتار ج:۱ ص:۱۵۸)۔

(۲) وإذا شرع فی الدعاء لَا یجوز للقوم رفع الیدین ولَا تأمین باللسان جهرًا فإن فعلوا ذٰلک أثموا۔ (شامی ج:۲ ص:۱۵۸)۔ قال أبوجعفر: ومن دخل المسجد یوم الجمعة والإمام یخطب جلس ولم یرکع، وذالک لقول الله تعالٰی: وإذا قرئ القراٰن فاستمعوا له وأنصتوا، فروی أنها نزلت فی شأن الخطبة .... إذا دخل أحدکم المسجد والإمام علی المنبر فلا صلاة له ولَا کلام حتّٰی یفرغ الإمام۔ الحدیث۔ وأیضًا: إتفقوا علٰی أن من کان قاعدًا فی المسجد حتّٰی إبتدأ الخطبة لم یرکع کذالک الداخل، کما لم یختلف الداخل والجالس فی منع الکلام، والعلة الجامعة بینهما کونه مأمورًا بإستماع الخطبة فی الحالین۔ (شرح مختصر الطحاوی ج:۲ ص:۱۳۱)۔

(۳) قال: وینبغی أن لَا یجیب بلسانه إتفاقًا فی الأذان بین یدی الخطیب ... إلخ۔ (درمختار ج:۱ ص:۳۹۹، باب الأذان)۔

جواب:...وعظ کے دوران وعظ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے، اس وقت کچھ پڑھنا صحیح نہیں۔ [۱]

خطبۂ جمعہ کے دوران خاموشی اور لاؤڈ اسپیکر کا استعمال

سوال:... جمعہ کے خطبے کے دوران مکمل خاموشی اختیار کرنے اور یہ کہ سلام کا جواب تک نہ دینے کے اَحکامات ہیں، مسجد میں موجود لوگ تو کسی حد تک اس کی پابندی کر سکتے ہیں، لیکن جبکہ مولوی صاحب اَذان کے لاؤڈ اسپیکر پر خطبہ پڑھ رہے ہوں تو اس صورت میں گھروں میں موجود ہزاروں مرد اور عورتیں، سڑکوں پر گزرتے اور بازاروں میں خرید و فروخت کرتے ہوئے لوگ، نماز کی تیاری اور مختلف کاموں کو اَنجام دینے میں مصروف لوگ، واضح اور صاف طور پر خطبے کے الفاظ سننے کے باوجود اس کے اِحترام میں خاموشی اِختیار نہیں کر سکتے۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ اس طرح اَذان کے لاؤڈ اسپیکر پر پڑھنے سے اس کا اِحترام نہ ہونے کی صورت میں اس کا وبال کس کے سر ہوگا؟ آیا مولوی صاحب یا ان افراد کے جن کے کانوں میں آواز آرہی ہو اور وہ اِحترام کرنے سے قاصر ہوں؟ معلوم یہ کرنا ہے کہ اس طرح لاؤڈ اسپیکر پر خطبۂ جمعہ پڑھنے کا کیا مقصد ہے؟

جواب:... مسئلہ یہ ہے کہ پہلی اَذان پر ہر قسم کا کاروبار بند کر دینا، اور نمازِ جمعہ کے لئے جانا واجب ہوجاتا ہے، اَذانِ جمعہ کے بعد کاروبار میں مشغول ہونا حرام ہے، [۲] اس لئے بازاروں میں خرید و فروخت کرنے والوں کے بارے میں تو آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اَذانِ جمعہ سن کر نمازِ جمعہ کے لئے نہ آنا خود اتنا بڑا گناہ ہے کہ تین جمعے ایسا کرنے سے دِل پر نفاق کی مہر لگ جاتی ہے، جو توبہ کے بغیر مرتے دم تک نہیں ٹوٹتی۔ [۳] ایسے لوگ اگر کاروبار کی وجہ سے خطبۂ جمعہ نہیں سنتے تو اس میں قصور ان کے نفاق کا ہے نہ کہ خطبے کی آواز کا۔

جہاں تک جمعہ کی تیاری کرنے والوں کا تعلق ہے، تو کیا جمعہ تیاری خطبہ شروع ہونے کے بعد کی جاتی ہے؟ جمعہ کی تیاری تو یہ ہے کہ آدمی کم سے کم خطبہ شروع ہونے سے پہلے تو مسجد میں موجود ہو، حدیث شریف میں آتا ہے کہ جمعہ کے دن فرشتے مسجد کے دروازے پر بیٹھ جاتے ہیں، اور پہلی، دُوسری، تیسری اور چوتھی گھڑی میں آنے والوں کے نام علی الترتیب لکھتے رہتے ہیں، اور جب اِمام خطبے کے لئے نکلتا ہے تو وہ اپنے دفتر لپیٹ کر رکھ دیتے ہیں اور ذکر یعنی خطبے کے سننے میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ گویا خطبہ شروع

---

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۲ ملاحظہ ہو۔

(۲) ويجب السعي وترك البيع بالأذان الأوّل. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۴۹)۔ أيضًا: قال أبو جعفر: وإذا زالت الشمس يوم الجمعة، جلس الإمام على المنبر، وأذن المؤذن بين يديه، وامتنع الناس من الشراء والبيع وأخذوا في السعي إلى الجمعة ...إلخ. قال أبوبكر بن أحمد: وذالك لقول الله عزّ وجلّ: يٰأيها الذين اٰمنوا إذا نودي للصلٰوة من يوم الجمعة فاسعوا إلٰى ذكر الله وذروا البيع، فانتظمت الآية المعاني، الأذان للجمعة ولزوم السعي إليها، وترك الإشتغال بالبيع. (شرح مختصر الطحاوي ج:۲ ص:۱۱۴، باب صلاة الجمعة)۔

(۳) عن أبي الجعد الضمري وكانت له صحبة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من ترك ثلاث جمع تهاونا بها طبع الله على قلبه. (أبو داؤد ج:۱ ص:۱۵۹، باب التشديد في ترك الجمعة)۔

ہونے کے بعد جو لوگ آتے ہیں، ان کے ناموں کا اندراج ان صحیفوں میں نہیں ہوتا، اور ان کی حاضری نہیں لگتی۔[1] اس لئے نمازِ جمعہ کی تیاری کو خطبے تک مؤخر کرنا نہایت غلط اور بُرا ہے، الّا یہ کہ کبھی کسی خاص عذر کی وجہ سے ایسا ہوجائے تو معذوری ہے۔

جہاں تک گھر کی مستورات کا تعلق ہے، ان کے ذمے جمعہ کو آنا اور خطبہ سننا فرض نہیں،[2] تاہم اگر گھروں میں خطبے کی آواز آرہی ہو اور وہ اس کے احترام میں خاموشی اختیار کریں تو ان کے لئے بھی سعادت و رحمت کا موجب ہے۔ سڑکوں پر گزرتے ہوئے لوگوں کے کان میں اگر خطبہ جمعہ کی آواز آرہی ہو تو سڑکوں پر چیختے چلّاتے اور شور مچاتے چلنا عیب کی بات ہے، جو اِنسانی وقار کے خلاف ہے۔

خلاصہ یہ کہ آپ نے جتنے اُمور ذِکر کئے ہیں، ان میں کوئی بات بھی ایسی نہیں جو لاؤڈ اسپیکر پر خطبہ دینے سے مانع ہو، تاہم اگر خطبے کی آواز مسجد تک محدود رہے تو اچھا ہے۔

جمعہ کا خطبہ ایک نے پڑھا اور نماز دُوسرے نے پڑھائی

سوال:... پچھلے دنوں میں جمعہ پڑھنے گیا، جمعہ کا خطبہ اور جمعہ کی نماز الگ الگ مولوی صاحب نے پڑھائی، کیا اس طرح جمعہ پڑھانا جائز ہے؟ اسلام کی رُو سے اس کا جواب دیجئے۔

جواب:... بہتر یہ ہے کہ جو شخص خطبہ پڑھے نماز بھی وہی پڑھائے، تاہم اگر دُوسرے نے نماز پڑھادی تب بھی جائز ہے۔[3]

خطبہ اور نماز میں لوگوں کی رعایت رکھنی چاہئے

سوال:... جیسا کہ میں نے خود مشاہدہ کیا ہے کہ بعض علماء نمازوں میں اور خاص کر جمعہ کی نماز میں لمبی قراءت پڑھتے ہیں، اور نماز کے بعد لمبی دُعائیں مانگتے ہیں، کیا یہ غلط طریقہ نہیں ہے؟ کیونکہ جماعت میں ایسے لوگ کھڑے ہوتے ہیں کہ جن میں سے کسی کو ضروری کام ہوتا ہے، یا کسی کا وضو تکلیف سے ہو، قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

جواب:... خطبہ اور نماز اتنی لمبی نہیں ہونی چاہئے کہ لوگ اُکتا جائیں،[4] اور بعد کی دُعا میں لوگ مختار ہیں کہ اس میں شریک ہوں یا نہ ہوں، اس لئے اگر کسی کو کوئی ضرورت ہو تو جاسکتا ہے۔

---

(۱) وعنه (أي أبي هريرة) قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا كان يوم الجمعة وقفت الملائكة على باب المسجد يكتبون الأوّل فالأوّل .... فإذا خرج الإمام طوّوا صُحفهم ويستمعون الذكر. متفق عليه. (مشكوٰة ج:۱ ص:۱۲۲، كتاب الصلاة، باب التنظيف والتكبير، الفصل الأوّل، طبع قديمي كتب خانه).

(۲) لا تجب الجمعة على العبيد والنسوان والمسافرين والمرضى. كذا في محيط السرخسي. (عالمگيري ج:۱ ص:۱۴۴، كتاب الصلاة، الباب السادس عشر في صلاة الجمعة).

(۳) ولا ينبغي أن يصلي غير الخطيب كذا في الكافي، وإذا احدث الإمام بعد الخطبة فاستخلف رجلا ان شهد الخليفة الخطبة جاز وإلّا فلا. (عالمگيري ج:۱ ص:۱۴۷، كتاب الصلاة، الباب السادس عشر في صلاة الجمعة).

(۴) تخفيف الخطبتين بقدر سورة من طوال المفصل ويكره التطويل ... إلخ. (عالمگيري ج:۱ ص:۱۴۷).

نمازِ جمعہ دوبارہ پڑھنا

سوال:... ایک آدمی کئی مسجدوں میں ایک ہی دن جمعہ کی نماز (دو رکعت فرض نماز) بحالتِ مجبوری یا ثواب کی خاطر پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ یعنی زید مسجد طوبیٰ سے ۲ رکعت نماز فرض (جمعہ) کی پڑھ کر مسجدِ قبا میں پھر دو رکعت نماز فرض (جمعہ) پڑھے۔

جواب:... ایک نماز کو دوبارہ پڑھنا جائز نہیں، البتہ نفل کی نیت سے دُوسری جماعت میں شریک ہوسکتا ہے۔[1]

نمازِ جمعہ کی سنتوں کی نیت کس طرح کریں؟

سوال:... نمازِ جمعہ جو کہ نمازِ ظہر کے لئے قائم مقام ہے اس میں پہلی چار سنت کی نیت کس طرح پڑھی جائے گی؟ نیت میں وقت نام جمعہ کا لیا جائے گا کہ ظہر کا؟ اسی طرح جمعہ کے دو فرض کے بعد جو چار سنت، دو سنت اور دو نفل ہیں، ان کی نیت بھی پڑھتے وقت اس میں وقت کا نام جمعہ کا لینا ہوگا یا نہیں؟ اس کی بھی صحیح نیت کا طریقہ لکھیں۔

جواب:... جمعہ سے پہلے اور بعد کی سنتیں، سنتِ جمعہ ہی کہلاتی ہیں، سنتِ جمعہ ہی کی نیت کی جاتی ہے، ویسے سنت مطلق نماز کی نیت سے بھی ادا ہوجاتی ہے، اس میں وقت کا نام لینا بھی ضروری نہیں۔[2]

کیا سُننِ جمعہ کے لئے تعینِ جمعہ ضروری ہے؟

سوال:... سُننِ جمعہ کے لئے تعینِ جمعہ کو آپ نے ضروری تحریر فرمادیا ہے، حالانکہ کتبِ فقہ میں تصریح موجود ہے کہ سُننِ نماز کے لئے مطلق نیت کافی ہے، آپ بمع حوالہ وضاحت کیجئے۔

جواب:... تعینِ جمعہ کو میں نے ضروری نہیں لکھا، سائل نے یہ پوچھا تھا کہ جمعہ کی سنتوں میں نیت ظہر کی کی جائے یا سنتِ جمعہ کی؟ اس کے جواب میں لکھا تھا کہ: ''سنتِ جمعہ کی نیت ہوتی ہے، سنتِ ظہر کی نہیں۔'' رہا یہ کہ سنت کے صحیح ہونے کے لئے تعینِ نیت شرط ہے یا نہیں؟ یہ الگ مسئلہ ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ: ''سنت بغیر تعین کے بھی ادا ہوجاتی ہے، تعینِ نیت اس کے لئے شرط نہیں۔''[3]

---

(۱) ویصلی المتنفل خلف المفترض، لأن الحاجة فی حقه إلی أصل الصلٰوة وهو موجود فی حق الْإمام فیتحقق البناء. (هداية ج:۱ ص:۱۲۷، کتاب الصلاة، باب الْإمامة).

(۲) (وکفیٰ مطلق نیة الصلاة) وإن لم یقل لله (لنفل وسُنّة) راتبةٍ (وتراويح) علی المعتمد إذ تعينها بوقوعها وقت الشروع. وفی الشامية: (قوله وکفیٰ إلخ) أی بأن یقصد الصلاة بلا قید نفل أو سُنّة أو عدد (قوله لنفل) هٰذا بالْإتفاق (قوله وسُنّة) ولو سُنّة فجر .... (قوله علی المعتمد) أی من قولين مصححين. (ردالمحتار مع الدر المختار ج:۱ ص:۴۱۷، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مطلب فی حضور القلب والخشوع، طبع ایچ ایم سعید کراچی).

(۳) ثم إن کانت الصلاة نفلًا یکفیه مطلق النیة، وکذالک إذا کانت سُنّة فی الصحیح، هداية، والتعیین أفضل وأحوط .... والمعتبر فی النیة عمل القلب، لأنها الْإرادة السابقة للعمل اللاحق فلا عبرة للذکر باللسان. (اللباب فی شرح الکتاب ج:۱ ص:۷۸، باب شروط الصلاة التی تتقدمها، طبع قدیمی، أیضًا: رد المحتار ج:۱ ص:۴۱۷، باب شروط الصلاة).

جمعہ سے قبل چار رکعت پڑھنا کیسا ہے؟

سوال:... میں اور میرا دوست حرم شریف میں نمازِ جمعہ پڑھنے گئے، جب ہم پہنچے تو جماعت کھڑی تھی، چار رکعت سنت جو دو رکعت فرض جمعہ سے پہلے ادا ہوتے ہیں کے بارے میں میرے اور میرے دوست کے درمیان تکرار ہوگئی، میں کہتا ہوں کہ چار رکعت سنت پڑھی جائیں گی، میرا دوست کہتا ہے کہ نہیں پڑھی جائیں گی۔

جواب:... ظہر اور جمعہ سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ ہیں، اگر پہلے پڑھنے کا موقع نہ ملے تو بعد میں پڑھنا ضروری ہے۔[1]

سنت قبل الجمعہ کا ثبوت

سوال:... اس وقت میں دَمام میں کام کرتا ہوں، اور جمعہ کی چار سنتیں جو پہلے پاکستان میں پڑھی جاتی ہیں، یہاں پر کہتے ہیں کہ پہلے نہیں پڑھی جاتیں، چونکہ زوال کا وقت ہوتا ہے، یہاں پوچھنے پر کوئی کہتا ہے کہ پڑھ لو کوئی حرج نہیں، کوئی بولتا ہے نہیں پڑھو، بہرحال کوئی تسلی بخش جواب نہیں ملا، اس لئے آپ اس کا حل لکھ کر بھیجیں کہ کیا کیا جائے؟

جواب:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے سنت قبل الجمعہ کا پڑھنا ثابت ہے، اس کی تفصیل اعلاء السنن کی ساتویں جلد میں موجود ہے۔[2]

جمعہ کی نماز میں لمبی قراءت کرنا

سوال:... جمعہ کی نماز میں بہت سے افراد ایسے بھی آجاتے ہیں جو کہ بیمار ہوں یا معذور ہوں، اس کے علاوہ بھی بہت سی مجبوریاں ہوسکتی ہیں۔ جمعہ کے روز یہاں ایک امام صاحب نماز کی اِمامت کرتے ہیں، لیکن خدا معلوم کہ کس مضمون کے پروفیسر ہیں کہ وہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ اِمامت کے کیا آداب ہیں؟ قراءت کے فن سے قطعی ناواقف ہونے کے باوجود لمبی قراءت فرماتے ہیں، اور جس انداز سے پڑھتے ہیں مجھے نہیں معلوم کہ میری نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ کیونکہ ان کے غلط پڑھنے اور لمبی لمبی سورتیں غلط انداز سے زیر زبر کی غلطیوں کے ساتھ پڑھنے سے میرا ذہن بہت اُلجھتا ہے۔ جمعہ کی نماز میں باہر صحن میں گرمی اور وہ بھی شدید نوعیت کی، لوگ کھڑے ہیں، وہ لمبی سورتیں پڑھنے کی کوشش فرماتے ہیں، ایک دن تو میرے سامنے ایک بڑے صاحب چکرا کر گر گئے۔ کیا ایسے اِمام صاحب کے سمجھانے کا کوئی طریقہ ہے؟ حدیثِ نبوی کی روشنی میں فرمائیں کہ نمازِ جمعہ کے لئے کیا حکم ہے؟ اور غلط قرآن پڑھنے کا کیا عذاب ہے؟ اور اس کا کون کون ذمہ دار ہے؟

جواب:... غلط پڑھنے والے کی امامت جائز نہیں،[3] اور نماز میں بیماروں، کمزوروں کی رعایت کرنے کا حکم ہے۔

---

(۱) بخلاف سنة الظهر وكذا الجمعة انه يتركها ويقتدى ثم يأتي بها في وقته ...إلخ. (شامي ج: ۲ ص: ۵۸).

(۲) عن أبي عبدالرحمٰن السلمي قال: كان عبدالله يأمرنا أن نصلي قبل الجمعة أربعًا وبعدها أربعًا. (اعلاء السنن ج: ۷ ص: ۷). نیز تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: إعلاء السُّنن ج: ۷ ص: ۷ تا ۱۵، باب النوافل والسُّنن.

(۳) إذا أمّ أمّيّ اميا وقارئا فصلاة الجميع فاسدة عند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ. (عالمگیری ج: ۱ ص: ۸۵).

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح اِرشاد ہے کہ جو شخص اِمام ہو، وہ نماز ہلکی پڑھائے، کیونکہ ان میں کوئی بیمار ہوگا، کوئی کمزور ہوگا، کوئی حاجت مند ہوگا۔[1]

جمعہ کے بعد سنتوں میں وقفہ ہونا چاہئے

سوال:... جمعہ کی نماز کے بعد دُعا ختم ہوتے ہی فوراً اکثر لوگ مسجد میں سنتیں پڑھنا شروع کردیتے ہیں، اور جانے والوں کو ایک منٹ کا وقفہ بھی نہیں دیتے، اور اگر کوئی کتنا ہی بچ بچا کر باہر جانے کی کوشش کرے تو اس پر فقرے بازی کرتے ہیں۔

جواب:... جمعہ کی نماز کے بعد جانے والوں کو مہلت دینی چاہئے، کسی کو کوئی اہم ضرورت ہوتی ہے اور اس کے لئے رُکنا ممکن نہیں ہوتا، اور کسی مسلمان پر فقرے بازی کرنا تو بہت بُری بات ہے، جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ ''نیکی بر باد گناہ لازم'' کا مصداق ہیں۔[2]

جمعۃ الوداع کے بارے میں

سوال:... جمعۃ الوداع کی فضیلت کی کیا وجوہات ہیں؟ حالانکہ رمضان المبارک کے تو ہر جمعہ کو اپنے اندر ایک خصوصیت و فضیلت حاصل ہے، براہِ کرم اس سلسلے میں تفصیلی جواب عنایت فرمائیں، تاکہ اس کی اہمیت کا اندازہ ہوسکے۔

جواب:... عوام میں رمضان المبارک کا آخری جمعہ بڑی اہمیت کے ساتھ مشہور ہے، اور اس کو ''جمعۃ الوداع'' کا نام دیا جاتا ہے، لیکن احادیثِ شریفہ میں ''آخری جمعہ'' کی کوئی الگ خصوصی فضیلت ذکر نہیں کی گئی، بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ آخری جمعہ یا جمعۃ الوداع کا جو تصوّر ہمارے یہاں رائج ہے، حدیث شریف میں اس کا ذکر نہیں ملتا۔ یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ رمضان کے آخری جمعہ کا نام ''آخری جمعہ'' یا ''جمعۃ الوداع'' کب سے جاری ہوا؟ اور یہ نام کیوں رکھا گیا؟ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث میں آتا ہے کہ: ''رمضان المبارک کے ختم ہونے کے بعد سے (یعنی عید کے دن سے) اگلے رمضان المبارک کے لئے جنت کو آراستہ کرنا شروع کردیا جاتا ہے۔''[3]

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا صلّى أحدكم للناس فليتخفف فإن في الناس الضعيف والسقيم وذا الحاجة. (مسلم ج:۱ ص:۱۸۸، باب أمر الأئمة بتخفيف الصلاة في تمام).

(۲) عن عبدالله بن عمرو رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده ...إلخ. (مشكوٰة ص:۱۲، كتاب الإيمان، الفصل الأوّل).

(۳) وعن ابن عمر رضي الله عنه ان النبي صلى الله عليه وسلم قال: إن الجنّة تزخرف رمضان من رأس الحول إلٰى حول قابل قال فإذا كان أوّل يوم من رمضان هبّت ريح تحت العرش من ورق الجنة ...إلخ. (مشكوٰة ص:۱۷۴، الفصل الثالث) وفي المرقاة: ولَا يبعد ان يجعل رأس الحول مما بعد رمضان ولعله اصطلاح أهل الجنان ويناسبه كونه يوم عيد وسرور ودقت زينة وحبور ثم رأيت ابن حجر قال لعل المراد هنا بالحول بأن تبتدئ الملائكة في تزينها أوّل شوّال وتستمر إلٰى أوّل رمضان ففتح أبوابها .... قال ابن خزيمة في القلب من جريد بن أيوب يعني أحد رواته شيء قال المنذري وجري بن أيوب البجلي واه والله أعلم أقول وللحديث شاهد آخر من حديث ابن عباس أخرجه أبو الشيخ في كتاب الثواب والبيهقي أيضًا قال المنذري وليس في اسناده ممن أجمع على ضعفه فاختلاف طرق الحديث يدل على أنه له أصلًا. (مرقاة شرح المشكوٰة ج:۲ ص:۱۵۰).

یہ روایت کمزور ہے، لیکن اس حدیث کے مطابق گویا جنت اور اہلِ جنت کا نیا سال عیدالفطر کے دن سے شروع ہوتا ہے، اور رمضان المبارک پر ختم ہوتا ہے، اس لئے گویا جنت کی تقویم کے مطابق ماہِ رمضان المبارک سال کا آخری مہینہ ہے، اور اس کا آخری جمعہ سال کا آخری جمعہ ہے۔ (واللہ اعلم!) اور یہ بھی ممکن ہے کہ آخری جمعہ کے بعد رمضان المبارک کے ختم ہونے میں ہفتے سے کم دنوں کا وقفہ رہ جاتا ہے، اس لئے آخری جمعہ گویا ماہِ مبارک کے فراق و وداع کی علامت ہے، اور یہ کچھ خبر نہیں کہ آئندہ یہ سعید گھڑیاں کس کو نصیب ہوتی ہیں۔ بعض لوگوں کی عادت ہے کہ وہ آخری جمعہ کے خطبہ میں رمضان المبارک کے فراق و وداع کے مضامین بڑے رقت آمیز انداز میں بیان کرتے ہیں، لیکن حضراتِ فقہاء نے آخری جمعہ میں فراق و وداع کے مضامین بیان کرنے کو مکروہ لکھا ہے، مولانا زوار حسین مجددی نقشبندیؒ اپنی کتاب ''زبدۃ الفقہ'' میں لکھتے ہیں:

> ''رمضان المبارک کے آخری جمعہ کے خطبہ میں وداع و فراق کے مضامین پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واصحابِ کرام رضی اللہ عنہم وسلف صالحین سے ثابت نہیں ہے، اگرچہ فی نفسہٖ مباح ہے، لیکن اس کے پڑھنے کو ضروری سمجھنا اور نہ پڑھنے والے کو مطعون کرنا بُرا ہے،، اور بھی کئی بُرائیاں ہیں، ان خرابیوں کی وجہ سے ان کلمات کا ترک لازمی ہے، تاکہ ان خرابیوں کی اصلاح ہوجائے۔'' (زبدۃ الفقہ ج:۲ ص:۲۰۶)

جمعہ کے دن عید ہو تب بھی نمازِ جمعہ پڑھی جائے گی

سوال:... گزشتہ عیدالفطر کے موقع پر ایک مولوی صاحب نے ایک مسئلہ بیان کیا کہ اجتماعِ عیدین کی صورت میں (یعنی اگر عید اور جمعہ ایک ہی دن واقع ہوں) جو لوگ صلوٰۃِ جمعہ نہ پڑھ سکیں ان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ اس مسئلے کے بیان ہونے کے بعد عام لوگوں نے اس رعایت سے خوب فائدہ اُٹھایا۔ یعنی ڈٹ کر عید منائی اور جمعہ کی نماز کے لئے نہ آئے۔ تاہم جو لوگ نماز کے زیادہ پابند تھے وہ آئے، مگر وہ تھے ہی کتنے؟ نمازیوں کی تعداد بیس افراد تک محدود ہوکر رہ گئی، حالانکہ عموماً یہاں ایک جمِ غفیر ہوتا ہے، ان نمازیوں کے دل و دماغ میں ایک اُلجھن پیدا ہوئی جس کے ازالے کی کوششیں کی گئیں، اور اب تک جس عالم سے پوچھا گیا اس نے اس مسئلے کی تردید کی، صرف یہی نہیں بلکہ بعض کتب کو بھی کھنگالا گیا اس میں زیادہ تر یہی رائے نظر آئی کہ نماز میں چھوٹ نہیں دی جاسکتی، اور امام ابوحنیفہؒ بھی واضح طور پر اس بیان کردہ مسئلے کے خلاف نظر آتے ہیں، یعنی وہ جمعہ اور عید کی نماز کی فرضیت/ واجبیت کو برقرار رکھنے کے حق میں ہیں۔

جواب:... نمازِ عید واجب ہے،[1] اور جمعہ کی نماز فرضِ عین ہے،[2] ایک واجب، فرضِ عین کے قائم مقام کیسے ہوسکتا ہے؟ پھر عید کی نماز کا وقت زوال سے پہلے ہے،[3] اور جمعہ زوال کے بعد فرض ہوتا ہے، جو نماز زوال سے پہلے ادا کی گئی ہو وہ جمعہ کے قائم مقام

(۱) وتجب صلاة العيدين على أهل الأمصار كما تجب الجمعة. (بدائع الصنائع ج:۱ ص:۲۷۵، كتاب الصلاة).

(۲) إن الجمعة فريضة محكمة بالكتاب والسُّنّة والإجماع يكفر جاحدها. (فتح القدير ج:۱ ص:۴۰۷).

(۳) وقت صلاة العيدين حين تبيض الشمس إلى أن تزول. (بدائع الصنائع ص:۲۷۶، كتاب الصلاة).

کیسے ہوسکتی ہے؟[1] اس لئے جمہور ائمہ کے نزدیک عید کی نماز سے جمعہ کی نماز ساقط نہیں ہوگی۔ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اس کے قائل ہیں، جن روایات سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ عید کی نماز سے جمعہ ساقط ہوجاتا ہے، وہ شہریوں کے بارے میں نہیں بلکہ دیہات والوں کے بارے میں ہیں،[2] یعنی دیہات کے جو لوگ عید کی نماز کے لئے شہر آئے ہوئے ہوں، وہ اگر وقت جمعہ سے پہلے واپس جانا چاہیں تو جاسکتے ہیں (وہ بھی اپنے گھر جاکر ظہر کے وقت ظہر کی نماز پڑھیں)، چنانچہ بعض روایات میں تو اس کی صاف صراحت موجود ہے، اور بعض میں اگرچہ صراحت نہیں، مگر وہ اسی پر محمول ہیں، بہرحال ان امام مولوی صاحب کا فتویٰ بڑا غلط ہے، اور غیرذمہ دارانہ ہے، لوگوں کے ترکِ جمعہ کا وبال اس کی گردن پر ہوگا۔

کیا عورت گھر پر جمعہ کی نماز پڑھ سکتی ہے؟

سوال:... اگر کوئی عورت اپنے گھر پر اکیلی رہتی ہو اور وہ جمعہ کی نماز بغیر امام، بغیر خطبہ، بغیر نمازی کے پڑھے تو کیا اس کی نماز ہوگئی؟

جواب:... جمعہ کی نماز کے لئے خطبہ اور جماعت شرط ہے،[3] اور یہ دونوں چیزیں مردوں کے ساتھ مخصوص ہیں، اس لئے عورتیں مل کر بھی جمعہ کی نماز نہیں پڑھ سکتیں، اور تنہا عورت تو بدرجہ اُولیٰ نہیں پڑھ سکتی۔[4] اس خاتون کو چاہئے کہ اپنے گھر پر ظہر کی نماز پڑھا کریں، ورنہ ظہر کی نماز چھوڑنے کا وبال ان کی گردن پر رہے گا۔ بعض عورتوں کو بزرگی کا ہیضہ ہوجاتا ہے، اور اپنی بزرگی بگھارنے کے لئے اس قسم کی خلافِ شریعت باتیں کربیٹھتی ہیں۔

عورتوں کی جمعہ اور عید کی نماز

سوال:... کیا عورتوں کو نمازِ جمعہ اور نمازِ عید نہیں پڑھنا چاہئے؟ میں اس طرح جمعہ پڑھتی ہوں: پہلے چار رکعت فرض قضا جو سب سے پہلے مجھ سے ہوئی ہے، (قضا نمازیں میں ہر نماز سے پہلے اُدا کرتی ہوں)، پھر چار سنت، چار فرض، دو رکعت نماز جمعہ، دو نفل، کیا یہ ٹھیک ہے؟

---

(۱) قال: ولا تجزئ الجمعة إلّا في وقت الظهر وذالك لأن فرض الجمعة لما كان مجملًا في الكتاب مفتقرًا إلى البيان، ثم لم يرد عن النبي صلى الله عليه وسلم فعلها إلّا في وقت الظهر صار فعله لها على هذا الوجه على الوجوب. (شرح مختصر الطحاوي ج:۲ ص:۱۲۲، ۱۲۳، كتاب الصلاة، وقت الجمعة).

(۲) قال أكثر الفقهاء: تجب الجمعة لعموم الآية والأخبار الدالة على وجوبها، ولأنهما صلاتان واجبتان فلم يسقط أحدهما بالأخرىٰ قال ابن عبدالبر سقوط الجمعة بالعيد مهجور وعن علي رضي الله عنه أن ذٰلك في أهل البادية ومن لا تجب عليه الجمعة. (معارف السنن ج:۴ ص:۴۳۲، أيضًا: إعلاء السنن ج:۸ ص:۷۴، باب اذا اجتمع العيد والجمعة لا تسقط الجمعة به).

(۳) ولوجوبها .... شرائط .... المصر والجماعة والخطبة ...إلخ. (فتح القدير ج:۱ ص:۴۰۸).

(۴) واحترز بالرجال عن النساء والصبيان فإن الجمعة لا تصح بهم وحدهم لعدم صلاحيتهم للإمامة فيها بحال، بحر عن المحيط. ردالمحتار ج:۲ ص:۱۵۱، باب الجمعة، مطلب في قول الخطيب ...إلخ، أيضًا: بدائع الصنائع ج:۱ ص:۲۶۲).

جواب:...عید اور جمعہ عورتوں کے ذمے نہیں،[1] لیکن اگر وہ جمعہ وعید کی نماز میں شریک ہوجائیں تو ان کی عید اور جمعہ ادا ہوجائے گا۔[2] جس طرح آپ جمعہ پڑھتی ہیں، یہ غلط ہے، جمعہ اور عید کی نماز تنہا نہیں ہوتی، آپ ظہر کی طرح جمعہ کے دن بھی نماز اَدا کریں۔[3]

کیا عورتیں گھر میں جمعہ باجماعت ادا کریں یا ظہر کی نماز؟

سوال:...عورتیں اگر مسجد میں نمازِ باجماعت جمعہ ادا نہیں کرسکتیں تو پھر گھر پر آیا جمعہ کی نماز باجماعت ادا کریں گی یا ظہر کی نماز باجماعت پڑھنی ہے یا اکیلے؟

جواب:...تنہا عورتیں جمعہ کی نماز نہیں پڑھ سکتی ہیں، ان کو اپنی ظہر کی نماز الگ الگ پڑھنی چاہئے۔[4]

کیا عورتیں نمازِ جمعہ میں شریک ہوسکتی ہیں؟

سوال:...عورتیں مسجد میں جمعہ کی نماز اِمام صاحب کے ساتھ باجماعت ادا کرسکتی ہیں یا نہیں؟

جواب:...عورتوں کا مساجد میں نماز باجماعت کے لئے جانا فسادِ زمانہ اور خوفِ فتنہ کی وجہ سے مکروہ ہے۔[5]

چھوٹے بچوں کو مسجد میں لانا جو لوگوں کی نماز خراب کریں

سوال:...عام طور سے یہ دیکھا گیا ہے کہ جمعہ کے جمعہ نماز پڑھنے والے لوگ اپنے ساتھ ڈھائی تین سال تک کے بچوں اور بچیوں کو بھی مسجد لاتے ہیں، گویا کوئی میلہ یا تماشا دیکھنے آئے ہیں، چونکہ یہ بچے آدابِ مسجد اور نماز سے قطعی ناواقف ہوتے ہیں، لہٰذا دورانِ نماز اپنی بچکانہ حرکتوں کی وجہ سے دُوسروں کی نماز کی ادائیگی میں خلل انداز ہوتے ہیں، معلوم کرنا یہ ہے کہ ان چھوٹے بچوں کو مسجد میں لانا چاہئے یا نہیں؟ اور اگر ان کی وجہ سے کسی کی نماز میں کوتاہی یا خامی واقع ہوتی ہے تو اس کی جزا اور سزا کس پر لازم آتی ہے؟ یعنی معصوم بچے پر، اسے لانے والے پر، یا خود نمازی پر؟

جواب:...اتنے چھوٹے بچوں کو مسجد میں نہیں لانا چاہئے، اس کی ممانعت آتی ہے، اگر ایسے بچوں کی وجہ سے لوگوں کی نماز خراب ہوتی ہو تو لانے والوں پر اس کا وبال ہوگا۔[6]

(۱، ۲) ولَا تجب الجمعة على المسافر ولَا إمرأة .... فإن حضروا فصلوا مع الناس أجزاهم عن فرض الوقت لأنهم تحملوه فصاروا كالمسافر إذا صام۔ (هداية ج: ۱ ص: ۱۶۹، باب صلاة الجمعة، أيضًا: حلبی کبیر ص: ۴۷۲، فصل في صلاة الجمعة).

(۳) واحترز بالرجال عن النساء والصبيان فإن الجمعة لَا تصح بهم وحدهم لعدم صلاحيتهم للإمامة فيها بحال، بحر عن المحيط۔ (ردالمحتار ج: ۲ ص: ۱۵۱، باب الجمعة، مطلب في قول الخطيب، أيضًا: بدائع الصنائع ج: ۱ ص: ۲۶۲).

(۴) أيضًا۔

(۵) ويكره حضورهن الجماعة ولو لجمعة وعيد ووعظ مطلقًا ولو عجوزًا ليلًا على المذهب المفتى به ...إلخ۔ (رد المحتار مع الدر المختار ج: ۱ ص: ۵۶۶، باب الإمامة).

(۶) روى عبدالرزاق .... عن معاذ بن جبل رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: جنبوا مساجدكم صبيانكم ومجانينكم وشرائكم ...إلخ۔ (حلبی کبیر، فصل في أحكام المساجد، ص: ۶۱۱، طبع سهيل اكيڈمی).

کیا جمعہ کے دن زوال نہیں ہوتا؟

سوال:... یکم اگست بروزِ جمعہ کے اخبار میں آپ کے مسائل میں ایک سوال تھا کیا جمعہ کے دن زوال کے وقت میں سجدہ یا قضا نماز ناجائز ہے؟ آپ کا جواب تھا: جی ہاں ناجائز ہے۔ آپ سے مؤدّبانہ عرض ہے کہ میں نے ایک کتاب میں پڑھا تھا کہ جمعہ کے دن زوال نہیں ہوتا، وجہ یہ لکھی تھی کہ ہر روز دوزخ کی آگ جب تیز کی جاتی ہے تو اسے وقتِ زوال کہتے ہیں، اور جمعہ کے دن دوزخ کی آگ بھڑکائی نہیں جاتی، اس لئے جمعہ کو زوال نہیں ہوتا۔ اس بات کی تصحیح کردیں کہ جو کچھ میں نے پڑھا ہے وہ دُرست ہے یا نہیں؟ اور کیا یہ بات دُرست ہے کہ زوال کا وقت ہر روز یکساں نہیں ہوتا؟ کیا زوال کے وقت صرف نفلی نماز ناجائز ہے؟ یا تلاوتِ قرآن، سجدۂ قرآن یا نمازِ جنازہ بھی ناجائز ہے؟

جواب:... یہ بات غلط ہے کہ جمعہ کے دن زوال نہیں ہوتا۔ اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جس طرح دُوسرے دنوں میں نصف النہار کے وقت نماز جائز نہیں، سجدۂ تلاوت جائز نہیں، اسی طرح جمعہ کے دن بھی جائز نہیں۔ [1]

لاؤڈ اسپیکر پر خطبہ ونماز کا شرعی حکم

سوال:... ہمارے ہاں بعض مساجد میں خطبۂ جمعہ اور نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے اِستعمال نہ کرنے کی سختی سے پابندی کی جاتی ہے، بالخصوص رائے ونڈ کے مرکزِ تبلیغ میں جہاں ہر نماز میں ہزاروں آدمی ہوتے ہیں، اور نمازِ جمعہ میں تو میرے اندازے کے مطابق چار پانچ ہزار افراد شامل ہوتے ہیں، اور اگلی دو تین صفوں کے بعد پچھلوں کو نہ خطبہ سنائی دیتا ہے، نہ اِمام صاحب کی تکبیرات اور قراءت، کیا لاؤڈ اسپیکر پر خطبہ ونماز جائز نہیں؟ اگر واقعی ایسا ہے تو ملک بھر کے علمائے کرام اس کا اِستعمال کر رہے ہیں جو چیز ناجائز ہے، اس کے عدمِ جواز پر سب متفقہ فیصلہ اور عمل کیوں نہیں کرتے؟ اور اس کے ناجائز ہونے کی وجہ کیا ہے؟ نیز یہ کہ اگر یہ ناجائز ہے تو کیا علماء کا فرض نہیں بنتا کہ حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً کے علماء کو بھی اس کے عدمِ جواز کا قائل کریں جو کہ لاؤڈ اسپیکر سے بھی آگے گزر گئے ہیں اور اُن کی نماز ہم براہِ راست حرم شریف سے بذریعہ ریڈیو سنتے ہیں۔

جواب:... لاؤڈ اسپیکر پر خطبہ اور نماز جائز ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں، لیکن بعض اکابر کو اس میں شبہ رہا، اس لئے وہ اس سے اِحتیاط کرتے ہیں۔[2] رائے ونڈ کے حضرات کا بھی غالباً یہی موقف ہوگا کہ جس چیز میں بعض حضرات کو شبہ ہے اس کو کیوں اِستعمال کیا جائے، اس قسم کے اِختلافات کو اُٹھانا مشکل ہوتا ہے، اس لئے رفعِ اِختلافات کے ذکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔

شہر سے دُور جانے والے پر جمعہ کی نماز ہے

سوال:... کوئی مسلمان نمازی جمعۃ المبارک کی نماز کی پروانہ کرتے ہوئے کہیں چلا جائے جہاں نمازِ جمعہ نہ ہوتی ہو، یعنی شکار

---

(۱) ثلاث ساعات لا تجوز فيها المكتوبة ولا صلاة الجنازة ولا سجدة التلاوة ... وعند الإنتصاف إلى أن تزول ...إلخ. (عالمگيری ج: ۱ ص: ۵۲، كتاب الصلاة، الباب الأوّل في المواقيت وما يتصل بها).

(۲) تفصیل کے لئے دیکھئے: آلاتِ جدیدہ ص: ۳۴، از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

کھیلنے، اور اسے معلوم بھی ہو کہ آج یومِ جمعہ ہے اور نمازِ جمعہ پڑھنا ہے، پھر بھی وہ جمعہ کی نماز کے لئے نہ ٹھہرے یعنی قصداً قضا کرے۔

جواب:... جمعہ چھوڑ کر جانا تو بُری بات ہے، لیکن اگر کوئی شخص صبح کو شہر سے دُور باہر چلا گیا تو اس پر جمعہ فرض نہیں۔ [1]

جمعہ کے دن فجر کی نماز میں مخصوص سورتیں پڑھنا

سوال:... ہمارے اِمام صاحب ہر جمعہ کی فجر کی نماز باجماعت میں سجدۂ تلاوت پڑھتے ہیں، پہلی رکعت میں سجدہ کرتے ہیں اور ہر دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر لیتے ہیں، یہ کہاں تک جائز ہے؟

جواب:... جمعہ کے دن پہلی رکعت میں سورۂ الم تنزیل اور دُوسری رکعت میں سورۂ دہر پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک تھا، اس لئے یہ سنت ہے، تاہم کبھی کبھی دُوسری سورتیں بھی پڑھ لی جائیں۔ [2]

جمعہ کی نماز میں اگر اِمام کا وضو ٹوٹ جائے تو کیا کرے؟

سوال:... اگر جمعہ کی نماز میں اِمام کا وضو ٹوٹ جائے تو وہ کیا کرے؟ واضح رہے کہ کچھ سر پھرے جاہل نمازیوں سے اِمام کو پٹائی کا بھی خوف ہے؟

جواب:... کسی کو خلیفہ بنا کر خود وضو کر کے جماعت میں شامل ہو جائے۔ [3]

"ارحم اُمّتی بأُمّتی أبو بکر" الخ والی حدیث ترمذی میں ہے

سوال:... اکثر خطیب حضرات خطبۂ جمعہ میں ایک حدیث شریف پڑھتے ہیں: "قال النبی صلی الله علیه وسلم: أرحم اُمّتی بأُمّتی أبوبکر وأشدهم فی أمر الله عمر وأصدقهم حیاءً عثمان وأقضاهم علیّ" دریافت طلب امر یہ ہے کہ اسی حدیث میں اسی سند کے ساتھ "وأقضاهم علیّ" کے الفاظ آئے ہیں؟ اور کیا اس حدیث کو اسی طرح خطبۂ جمعہ میں پڑھ سکتے ہیں؟

جواب:... یہ حدیث ترمذی میں ہے، اور اِمام ترمذی رحمہ اللہ نے اس کو "حسن صحیح" کہا ہے۔ [4]

---

(۱) لا تجب الجمعة علی المجانین .... والمسافرین والمرضی ... إلخ۔ (بدائع الصنائع ج:۱ ص:۲۵۸، طبع سعید)۔

(۲) عن أبی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم انه کان یقرأ فی الفجر یوم الجمعة بألم تنزیل وهل أتی۔ (مسلم ج:۱ ص:۲۸۸، کتاب الجمعة)۔

(۳) سبق الإمام حدث سماوی غیر مانع للبناء .... ولو بعد التشهد .... استخلف .... ما لم یجاوز الصفوف لو فی الصحراء .... وما لم یخرج من المسجد ... إلخ۔ (شامی ج:۱ ص:۶۰۱، باب الإستخلاف)۔

(۴) عن أنس رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: أرحم أمّتی بأمّتی أبوبکر، وأشدهم فی أمر الله عمر، وأصدقهم حیاءً عثمان .... رواه أحمد والترمذی، وقال: هذا حدیث حسن صحیح۔ وروی عن معمر عن قتادة مرسلًا وفیه: وأقضاهم علیّ۔ (مشکوة ص:۵۶۶، باب مناقب العشرة رضی الله عنهم، الفصل الثانی)۔

پیٹ میں درد یا پیشاب کا تقاضا ہو تو کیا کرے؟

سوال:... دورانِ خطبہ جمعہ کسی شخص کو پیٹ میں ہوا یا پیشاب کی شدّت محسوس ہو، اَب اگر وہ شخص قضائے حاجت سے فارغ ہوکر وضو کرنے تک وقت لگائے تو نمازِ جمعہ ادا ہوجاتی ہے، بعد میں اس کو نمازِ ظہر پڑھنا پڑے گی، پوچھنا یہ مقصود ہے کہ اگر وہ شخص پیٹ کی ہوا، شدّتِ پیشاب پر کنٹرول کرکے نمازِ جمعہ جماعت کے ساتھ ادا کرلے یا فراغت کے بعد سکون سے نمازِ ظہر پڑھنا بہتر ہے؟ نیز پیشاب کی شدّت کے وقت نماز پڑھنا مکروہِ تنزیہی ہے یا مکروہِ تحریمی؟

جواب:... اگر پیشاب یا پاخانے کا شدید تقاضا ہو تو پہلے اس سے فارغ ہولینا ضروری ہے، بعد میں اگر جمعہ نہ ملے تو ظہر پڑھ لے، ایسے شدید تقاضے کی حالت میں نماز مکروہِ تحریمی ہے۔[1]

جمعہ اور نماز کے بعد اِجتماعی دُعا نہ کروانا کیسا ہے؟

سوال:... ہمارے محلے کی مسجد میں نماز کے بعد امام صاحب اِجتماعی دُعا نہیں کراتے، نہ ہی جمعہ کی نماز کے بعد ایسا کرتے ہیں، اس حوالے سے بتائیں کہ شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب:... جن مشائخ کو ہم نے دیکھا ہے، وہ فرض کے بعد مختصر سی دُعا کرتے تھے، اور حضرت مفتی محمد کفایت اللہ رحمہ اللہ نے اس پر ''النفائس المرغوبہ'' کے نام سے رسالہ بھی لکھا ہے، جو الگ بھی چھپا تھا، اور ان کی کتاب ''کفایت المفتی'' میں بھی شامل ہے، اس کتاب کی تیسری جلد کے صفحہ:۲۷۸ کو ملاحظہ فرمالیا جائے۔

---

(۱) وصلاته مع مدافعة الأخبثين أى البول والغائط قال فى الخزائن سواء كان بعد شروعه أو قبله فإن شغله قطعها إن لم يخف فوت الوقت وأتمها أثم .... وما ذكره من الإثم صرح به فى شرح المنية، وقال لأدائها مع الكراهة التحريمية. (ردالمحتار على الدر المختار ج:۱ ص:۶۴۱، مطلب فى الخشوع، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، طبع سعيد كراچى).
أيضًا: وتكره .... (ومدافعًا لأحد الأخبثين) البول والغائط (أو الريح) ولو حدث فيها، لقوله عليه السلام: لَا يحل لأحد يؤمن بالله واليوم الآخر أن يصلى وهو حاقن حتّٰى يتخفف. (مراقى الفلاح علٰى هامش الطحطاوى ص:۱۹۷، باب ما يفسد الصلاة، فصل فى المكروهات).

عیدین کی نماز

نمازِ عیدین کی نیت

سوال:... نمازِ عیدین کی نیت کس طرح کی جاتی ہے؟

جواب:... نمازِ عید کی نیت اس طرح کی جاتی ہے کہ میں دو رکعت نماز عید الفطر یا عید الاضحیٰ واجب مع تکبیرات زائد کی نیت کرتا ہوں۔ (۱)

بلا عذر نمازِ عید مسجد میں پڑھنا مکروہ ہے

سوال:... نمازِ عید کا مسجد میں پڑھنا کیسا ہے؟

جواب:... بغیر عذر کے عید کی نماز مسجد میں پڑھنا مکروہ ہے۔ (۲)

نمازِ عید مسجد میں پڑھنا کیوں مکروہ ہے؟

سوال:... آپ کی کتاب ''آپ کے مسائل اور اُن کا حل'' جلد دوم میں شائع شدہ مسئلے کے مطابق کسی نے آپ سے سوال پوچھا ہے کہ نمازِ عید کا مسجد میں پڑھنا کیسا ہے؟ آپ نے اس کا جواب دیا ہے کہ بغیر عذر کے عید کی نماز مسجد میں پڑھنا مکروہ ہے۔ میں یہ تفصیل جاننا چاہتی ہوں کہ کس وجہ سے عید کی نماز مسجد میں پڑھنا مکروہ ہے؟

جواب:... مسجدیں نمازِ پنج گانہ کے لئے تعمیر کی گئی ہیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نمازِ عید اور نمازِ جنازہ کے لئے الگ جگہیں تھیں، بغیر ضرورت کے یہ نمازیں مسجد میں نہیں پڑھی جاتی تھیں، اور ضرورت یہ ہے کہ مثلاً: بارش ہو رہی ہو اور کوئی جگہ ایسی نہ ہو جس میں آدمی نمازِ عید پڑھ سکے، یا کوئی اور ایسا عذر ہو، اس عذر کی بنا پر عید کی نماز مسجد میں پڑھنا صحیح ہے۔ حرمین شریفین میں اتنا مجمع ہوتا ہے کہ اس مجمع کو کسی اور جگہ منتقل کرنا قریب قریب ناممکن ہے، اس لئے وہاں دونوں جگہ عید اور جنازے کی نماز مسجد میں

---

(۱) وكيفية صلاتها أى العيدين أن ينوى عند أداء كل منهما صلاة العيد بقلبه ويقول بلسانه أصلى صلاة العيد لله تعالى ...إلخ. (مراقي الفلاح على هامش الطحطاوي ص: ۲۹۰، باب العيدين، طبع مير محمد كتب خانه).

(۲) الخروج إلى الجبانة في صلاة العيد سنة وإن كان يسعهم المسجد الجامع على هذا عامة المشائخ وهو الصحيح. (عالمگيری ج: ۱ ص: ۱۵۰، الباب السابع عشر في صلاة العيدين).

پڑھی جاتی ہے، اور یہ کافی عذر ہے۔[1]

نمازِ عید، عیدگاہ میں پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں؟

سوال:... کیا عید کی نماز عیدگاہ میں پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں؟ دُوسری بات یہ کہ اگر کسی شخص کے گھر کے قریب مسجد میں نمازِ عید ۶:۲۰ بجے ہے، اور عیدگاہ جو کہ زیادہ فاصلے پر ہے، وہاں بھی نماز اسی وقت ہے، تو اس شخص کے لئے کس جگہ نماز پڑھنا افضل ہے؟

جواب:... نمازِ عید، عیدگاہ میں پڑھی جاتی ہے، بغیر کسی خاص مجبوری کے مسجد میں نمازِ عید پڑھنا مکروہ ہے، آپ عیدگاہ میں جایا کریں چاہے کتنا ہی سفر ہو۔[2]

عورتوں کا عیدین کی نماز گھر پر اَدا کرنا

سوال:... عورتیں عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی نماز باجماعت یا اکیلی گھر پر نماز پڑھ سکتی ہیں یا نہیں؟

جواب:... عید کی نماز بھی عورتوں کے ذمے نہیں، اور ان کا باجماعت یا انفرادی طور پر عید پڑھنا بھی صحیح نہیں۔[3]

عورتوں کا عید کے لئے عیدگاہ جانا

سوال:... کیا عورتیں عیدگاہ میں عید کے لئے جاسکتی ہیں؟

جواب:... عورتوں کا جانا مکروہ ہے۔[4]

قبولیت کا دن کس ملک کی عید کا ہوگا؟

سوال:... مسئلہ یہ ہے کہ چونکہ کرۂ ارض پر عید مختلف دنوں میں ہوتی ہے، جیسا کہ اس سال سعودیہ میں عید تین دن پہلے ہوئی، اس لئے آپ مہربانی فرماکر یہ بتائیں کہ قبولیت کا دن کس ملک کی عید پر ہوگا؟

جواب:... جس ملک میں جس دن عید ہوگی، اس دن وہاں اس کی برکات بھی حاصل ہوں گی، جس طرح جہاں فجر کا وقت ہوگا وہاں اس وقت کی برکات بھی ہوں گی، اور نمازِ فجر بھی فرض ہوگی۔

---

(۱) وفیہ الخروج إلى المصلى في العيد، وان صلاتها في المسجد لَا تكون إلّا عن ضرورة. (فتح الباري ج:۲ ص:۵۷۲، كتاب العيدين، باب الخروج إلى المصلى، طبع قديمى كتب خانه).

(۲) الخروج إلى الجبانة فى صلاة العيد سنة وإن كان يسعهم المسجد الجامع على هٰذا عامة المشائخ وهو الصحيح. (عالمگيرى ج:۱ ص:۱۵۰، الباب السابع عشر فى صلاة العيدين).

(۳) اعلم ان صلٰوة العيد واجبة علٰى من تجب عليه الجمعة هٰذا هو الصحيح من المذهب ...إلخ. (حلبى كبير ص:۵۶۵).

(۴) ويكره حضورهن الجماعة ولو لجمعة وعيد ووعظ مطلقًا ولو عجوزًا ليلًا على المذهب المفتٰى به ...إلخ. (الدر المختار باب الإمامة ج:۱ ص:۵۶۶).

رمضان میں ایک ملک سے دُوسرے ملک جانے والا عید کب کرے؟

سوال:... بکر سعودیہ سے واپس پاکستان آیا، وہاں روزہ دو دن پہلے رکھا گیا تھا، اب جبکہ پاکستان میں اٹھائیس روزے ہوں گے اس کے تیس روزے ہوجائیں گے، اب وہ سعودیہ کے مطابق عید کرے گا یا کہ پاکستان کے مطابق؟ یہ بھی واضح کریں کہ بکر نے سعودیہ کے مطابق روزہ رکھا جس دن وہاں عید ہوگی اس دن وہ روزہ رکھ سکتا ہے یا کہ نہیں؟ دو روزے جو زیادہ ہوجائیں گے وہ کس حساب میں شمار ہوں گے؟

جواب:... عید تو وہ جس ملک (مثلاً پاکستان) میں موجود ہے، اسی کے مطابق کرے گا، مگر چونکہ اس کے روزے پورے ہوچکے ہیں، اس لئے یہاں آکر جو زائد روزے رکھے گا وہ نفلی شمار ہوں گے۔ (۱)

پاکستان سے سعودیہ جانے والا آدمی سعودیہ میں کس دن عید کرے گا؟

سوال:... ایک آدمی پاکستان سے سعودی عرب گیا، اس کے دو روزے کم ہوگئے، اب وہ سعودیہ کے چاند کے مطابق عید کرے گا اور جو روزے کم ہوئے ان کو بعد میں رکھے گا یا اپنے روزے پورے کرکے سعودی عرب کی عید کے دو دن بعد پاکستان کے مطابق اپنی عید کرے گا؟

جواب:... عید سعودیہ کے مطابق کرے اور جو روزے رہ گئے ہیں ان کی قضا کرے۔ (۲)

اگر نمازِ عید میں مقتدی کی تکبیرات نکل جائیں تو نماز کس طرح پوری کرے؟

سوال:... عید کی نماز میں اگر مقتدی کی آمد دیر میں ہوتی ہے تو ایسی صورت میں کہ زائد تکبیرات نکل جائیں تو مقتدی زائد تکبیریں کس طرح ادا کرے گا؟ اور اگر پوری رکعت نکل جائے تو کس طرح ادا کرے گا؟

جواب:... اگر اِمام تکبیرات سے فارغ ہوچکا ہو، خواہ قراءت شروع کی ہو یا نہ کی ہو، بعد میں آنے والا مقتدی تکبیرِ تحریمہ کے بعد زائد تکبیریں بھی کہہ لے اور اگر اِمام رُکوع میں جاچکا ہے اور یہ گمان ہو کہ تکبیرات کہہ کر اِمام کے ساتھ رُکوع میں شامل ہوجائے گا تو تکبیرِ تحریمہ کے بعد کھڑے کھڑے تین تکبیریں کہہ کر رُکوع میں جائے، اور اگر یہ خیال ہو کہ اتنے عرصے میں اِمام رُکوع سے اُٹھ جائے گا تو تکبیرِ تحریمہ کہہ کر رُکوع میں چلا جائے، اور رُکوع میں رُکوع کی تسبیحات کے بجائے تکبیرات کہہ لے، ہاتھ اُٹھائے بغیر، اور اگر اس کی تکبیریں پوری نہیں ہوئی تھیں کہ اِمام رُکوع سے اُٹھ گیا تو تکبیریں چھوڑ دے اِمام کی پیروی کرے، اور اگر رکعت نکل گئی تو جب

---

(۱) لو صام رائی هلال رمضان وأكمل العدة لم يفطر إلّا مع الإمام لقوله عليه الصلاة والسلام صومكم يوم تصومون وفطركم يوم تفطرون. رواه الترمذی. قال فی البدائع المحققون قالوا لَا رواية فی وجوب الصوم عليه وإنما الرواية أنه يصوم وهو محمول علی الندب إحتياطًا. (شامی ج:۲ ص:۳۸۴، كتاب الصوم، مبحث فی صوم يوم الشك).

(۲) ایضًا.

امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی رکعت پوری کرے گا تو پہلے قراءت کرے، پھر تکبیریں کہے، اس کے بعد رُکوع کی تکبیر کہہ کر رُکوع میں جائے۔[۱]

عید کی نماز میں اگر اِمام سے غلطی ہوجائے تو کیا کرے؟

سوال:... اگر عیدالفطر یا عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھاتے ہوئے اِمام سے کوئی غلطی ہوجائے تو نماز دوبارہ لوٹائی جائے گی یا سجدۂ سہو کیا جائے گا؟

جواب:... اگر غلطی ایسی ہو کہ جس سے نماز فاسد نہیں ہوتی تو نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں، اور فقہاء نے لکھا ہے کہ عیدین میں اگر مجمع زیادہ ہو تو سجدۂ سہو نہ کیا جائے کہ اس سے نماز میں گڑبڑ ہوگی۔[۲]

اگر عیدین میں تکبیریں بھول جائیں تو؟

سوال:... عیدین کی نماز میں اگر اِمام نے چھ تکبیریں بھول کر اس سے زیادہ یا کم تکبیریں کہیں اور اس کا بعد میں احساس ہوا تو کیا نماز توڑ دینی چاہئے یا جاری رکھنی چاہئے؟

جواب:... نماز کے آخر میں سجدۂ سہو کرلیا جائے، بشرطیکہ پیچھے مقتدیوں کو معلوم ہوسکے کہ سجدۂ سہو ہو رہا ہے،[۳] اور اگر مجمع زیادہ ہونے کی وجہ سے گڑبڑ کا اندیشہ ہو تو سجدۂ سہو بھی چھوڑ دیا جائے۔[۴]

نمازِ عید کی تکبیرات میں کوئی تکبیر بھول جائے تو نماز کا حکم

سوال:... اگر عید کے روز کی نماز میں چھ زائد تکبیروں میں سے ایک تکبیر بھول جائے اور پہلی رکعت میں بجائے تین تکبیروں کے دو تکبیریں کہہ دے تو کیا یہ نمازِ عید ہوجائے گی؟ تفصیل سے تحریر فرمائیں۔

جواب:... نمازِ عید کی چھ تکبیریں واجب ہیں، اگر وہ بھول جائیں تو سجدۂ سہو واجب ہوجاتا ہے۔[۵] فقہاء فرماتے ہیں کہ جمعہ اور عید میں جب مجمع زیادہ ہو اور سجدۂ سہو کرنے سے اِنتشار پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں سجدۂ سہو نہ کیا جائے۔[۶]

---

(۱) ولو أدرک المؤتم الإمام فی القیام بعد ما کبّر کبّر فی الحال برأی نفسه لأنه مسبوق ولو سبق برکعة یقرأ ثم یکبّر لئلا یتوالی التکبیر فلو لم یکبّر حتی رکع الإمام قبل أن یکبوا المؤتم لا یکبّر فی القیام ولٰکن یرکع ویکبّر فی الرکوع علی الصحیح۔ (الدر المختار مع الرد ج:۲ ص:۱۷۴، باب العیدین)۔

(۲) ان مشائخنا قالوا لا سجد للسھو فی العیدین والجمعة لئلا یقع الناس فی فتنة۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۱۲۸)۔

(۳) ومنھا تکبیرات العیدین قال فی البدائع إذا ترکھا .... فإنه یجب علیه السجود ...الخ۔ (ایضًا ج:۱ ص:۱۲۸)۔

(۴) والمختار عند المتأخرین أن لا یسجد للسھو فی الجمعة والعیدین لتوھم الزیادة من الجھال کذا فی السراج وغیرہ بحر ولیس المراد عدم جوازہ بل الأولٰی ترکه کیلا یقع الناس فی فتنة أبو سعود عن العزمیة ومثله فی الإیضاح لابن کمال۔ (ردالمحتار ج:۲ ص:۱۳۷، باب الجمعة، مطلب فی شروط وجوب الجمعة)۔

(۵) ایضاً حاشیہ نمبر ۳ ملاحظہ ہو۔

(۶) ایضاً حاشیہ نمبر ۲ اور ۴ ملاحظہ ہو۔

عید کی نماز ایک اِمام پڑھائے اور خطبہ دُوسرا دے تو کیا حکم ہے؟

سوال:... ایک امام عید کی نماز پڑھاتا ہے، خطبہ دُوسرا پڑھتا ہے، یہ کیسا ہے؟

جواب:... جائز ہے۔[1]

خطبہ کے بغیر عید کا کیا حکم ہے؟

سوال:... اگر کوئی اِمام عید کی نماز کے بعد خطبہ پڑھنا بھول جائے یا نہ پڑھے تو کیا عید کی نماز ہوجائے گی؟ اگر ہوجائے گی تو خطبہ چھوڑنے کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب:... عید کا خطبہ سنت ہے، اس لئے عید خلافِ سنت ہوئی۔[2]

نمازِ عید پر خطبہ، دُعا اور معانقہ

سوال:... کیا عید پر گلے ملنا سنت ہے؟

جواب:... یہ سنت نہیں، محض لوگوں کی بنائی ہوئی ایک رسم ہے، اس کو دین کی بات سمجھنا، اور نہ کرنے والے کو لائقِ ملامت سمجھنا بدعت ہے۔[3]

سوال:... خطبہ عید سے پہلے پڑھا جاتا ہے یا نماز کے بعد؟ دُعا نماز کے بعد یا خطبہ کے بعد کرنی چاہئے؟

جواب:... عید کا خطبہ نماز کے بعد ہوتا ہے،[4] دُعا بعض حضرات نماز کے بعد کرتے ہیں اور بعض خطبہ کے بعد، دونوں کی گنجائش ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور فقہائے اُمت سے اس سلسلے میں کچھ منقول نہیں۔

عیدین کی جماعت سے رہ جانے والا شخص کیا کرے؟

سوال:... اگر کوئی عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی نماز باجماعت نہ پڑھ سکے تو کیا وہ شخص گھر میں یہ نماز ادا کرسکتا ہے؟ یا اس نماز کے بدلے میں کسی شخص کو کھانا وغیرہ کھلا دیا جائے تو کیا نماز پوری ہوجائے گی یا نہیں؟

---

(۱) وفی القنیة واتحاد الخطیب والإمام لیس بشرط علی المختار نهر وفی الذخیرة لو خطب صبی عاقل وصلی بالغ جاز لٰکن الأولٰی الإتحاد کما فی شرح الآثار۔ (مراقی الفلاح مع حاشیة طحطاوی ص:۲۷۶، طبع میر محمد کتب خانه)۔

(۲) فإنها (أی الخطبة) سنة بعد الصلاة وتجوز الصلاة بدونها وإن خطب قبل الصلاة جاز ویکره۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۱۵۰، الباب السابع عشر فی صلاة العیدین)۔ وفی المراقی (ص:۲۸۸) فتصح صلاة العیدین بدونها أی الخطبة لٰکن مع الإشارة لترک السُّنّة۔

(۳) انه تکره المصافحة بعد أداء الصلاة بکل حال ...إلخ۔ (شامی ج:۶ ص:۳۸۱)۔ أیضًا: بأنها (البدعة) ما أحدث علٰی خلاف الحق الملتقی عن رسول الله صلی الله علیه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان وجعل دینًا قویمًا وصراطًا مستقیمًا۔ (ردالمحتار ج:۱ ص:۵۶۰ کتاب الصلاة)۔

(۴) اعلم ان الخطبة سُنّة وتأخیرها إلٰی ما بعد الصلاة سُنّة أیضًا۔ (حاشیة الطحطاوی علی المراقی ص:۲۸۸، باب العیدین)۔

جواب:... عید کی نماز کی قضا نہیں،[۱] نہ اس کا کوئی کفارہ ادا کیا جاسکتا ہے، صرف استغفار کیا جائے۔

بقرعید کے دنوں میں تکبیراتِ تشریق کا حکم

سوال:... تکبیراتِ تشریق کب پڑھی جائیں؟

جواب:... ذی الحجہ کی نویں تاریخ کی صبح سے تیرہویں تاریخ کی عصر تک ہر نماز فرض کے بعد ہر بالغ مرد اور عورت پر تکبیراتِ تشریق واجب ہیں، تکبیرِ تشریق یہ ہے کہ ہلکی بلند آواز سے یہ کلمات پڑھے: "اللہ اکبر، اللہ اکبر، لَا إلٰہ إلّا اللہ واللہ اکبر، اللہ اکبر وللہ الحمد"۔[۲]

تکبیرِ تشریق کن دنوں میں پڑھی جاتی ہے؟

سوال:... تکبیرِ تشریق جو کہ عیدالاضحیٰ کے دنوں میں پڑھی جاتی ہے، ۹ر تاریخ سے لے کر ۱۳ر کی عصر نماز تک، یعنی مثلاً: ۹ر تاریخ کو ہفتہ ہے تو ہفتے کی فجر نماز سے لے کر بدھ کی عصر نماز تک، یعنی عصر نماز کو بھی تکبیرِ تشریق پڑھنی چاہئے؟

جواب:... جی ہاں! نویں تاریخ کی فجر سے لے کر تیرہویں تاریخ کی عصر تک تکبیراتِ تشریق پڑھی جاتی ہیں۔[۳]

کیا جمعہ کی عید مسلمانوں پر بھاری ہوتی ہے؟

سوال:... گزشتہ چند روز سے یہ مسئلہ زیرِ بحث تھا کہ جمعہ کی عید حاکم پر یا عوام پر بھاری گزرتی ہے۔

جواب:... قرآن و حدیث یا اکابر کے ارشادات سے اس خیال کی کوئی سند نہیں ملتی، اس لئے یہ خیال محض غلط اور توہم پرستی ہے، جمعہ بجائے خود عید ہے، اور اگر جمعہ کے دن عید بھی ہو تو گویا "عید میں عید" ہوگئی، خدا نہ کرے کہ کبھی عید بھی مسلمانوں کے لئے بھاری ہونے لگے۔

عید میں غیرمسلم سے عید ملنا کیسا ہے؟

سوال:... عید میں اگر ایک خاص غیرمسلم فرقے کے افراد عید ملنے کے لئے ہماری طرف بڑھیں تو کیا ان سے عید مل سکتے ہیں؟

---

(۱) ولَا یصلیها وحده إن فاتت مع الإمام ولو بالإفساد إتفاقًا فی الأصح۔ (شامی ج: ۲ ص: ۱۷۵)۔

(۲) وفی الدر: ویجب تکبیر التشریق فی الأصح .... صفته: الله أکبر الله أکبر لَا إلٰه إلّا الله والله أکبر الله أکبر ولله الحمد .... عقب کل فرض .... من فجر عرفة وآخره إلٰی عصر العید .... وقالَا بوجوبه فور کل فرض مطلقًا ولو منفردًا أو مسافرًا أو امرأة لأنه تبع للمکتوبة .... وعلیه الإعتماد ... إلخ۔ وفی الشرح: لأنه تبع للمکتوبة فیجب علٰی کل من تجب علیه الصلاة المکتوبة۔ بحر۔ (الدر المختار مع رد المحتار ج: ۲ ص: ۱۸۰، باب العیدین، أیضًا عالمگیری ج: ۱ ص: ۱۵۲، البحر الرائق ج: ۲ ص: ۱۷۹)۔

(۳) وأما وقته فأوّله عقیب صلاة الفجر من یوم عرفة وآخره فی قول أبی یوسف ومحمد رحمهما الله تعالٰی عقیب صلاة العصر من آخر أیام التشریق، هٰکذا فی التبیین، والفتویٰ والعمل فی عامة الأمصار وکافة الأعصار علٰی قولهما۔ (عالمگیری ج: ۱ ص: ۱۵۲، الباب التاسع عشر فی صلاة العیدین)۔

جواب:... عید ملنا علامت ہے دوستی کی، اور دوستی اللہ کے دُشمنوں سے حرام ہے، کیونکہ دُشمن کا دوست بھی دُشمن ہوتا ہے۔[1]

عیدی کی رسم

سوال:... عید کے دن عیدی کی رسم جائز ہے یا نہیں؟ اور کیا دینے والے کو گناہ تو نہیں ہوگا؟

جواب:... عید کے روز اگر عیدی کو اسلامی عبادت یا سنت نہیں سمجھا جاتا، محض خوشی کے اظہار کے لئے ایسا کیا جاتا ہے تو کوئی حرج نہیں۔

عید پر بچوں اور ماتحتوں کو عیدی دینا

سوال:... خاص طور پر عیدالفطر کے موقع پر گھر کے بڑے بوڑھے بچوں کو "عیدی" دیتے ہیں، افسران اپنے ماتحتوں اور مالکان اپنے نوکروں کو عیدی کے طور پر کچھ نہ کچھ دیتے ہیں، یہ رسم ایسی چل نکلی ہے کہ اس پر عمل نہ کرنے والا مطعون ہوتا ہے، اگر بچوں اور ماتحتوں کو عیدی نہ دی جائے تو عجیب سی شرمندگی کا احساس ہوتا ہے، کیا اس طرح عیدی دینا جائز ہے؟ یہ بدعت کے زُمرے میں تو نہیں آتی؟

جواب:... عید کے روز اگر عیدی کو اسلامی عبادت یا سنت نہیں سمجھا جاتا، محض خوشی کے اِظہار کے لئے ایسا کیا جاتا ہے تو کوئی حرج نہیں۔

---

(۱) "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ، بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ، وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ، اِنَّ اللهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ" (المائدة: ۵۱). "يٰٓأيها الذين اٰمنوا لا تتخذوا عدوى وعدوكم أولياء تلقون إليهم بالمودة وقد كفروا بما جآءكم من الحق" (الممتحنة: ۱).

نمازِ تراویح

تراویح کی ابتدا کہاں سے ہوئی؟

سوال:...تراویح کی ابتدا کہاں سے ہوئی؟ کیا بیس رکعت نمازِ تراویح پڑھنا ہی افضل ہے؟

جواب:...تراویح کی ابتدا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اندیشہ سے کہ یہ فرض نہ ہوجائیں تین دن سے زیادہ جماعت نہیں کرائی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرداً فرداً پڑھا کرتے تھے اور کبھی دو دو، چار چار آدمی جماعت کرلیتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے سے عام جماعت کا رواج ہوا، اور اس وقت سے تراویح کی بیس ہی رکعات چلی آرہی ہیں، اور بیس رکعات ہی سنتِ مؤکدہ ہیں۔[1]

روزہ اور تراویح کا آپس میں کیا تعلق ہے؟

سوال:...روزہ اور تراویح کا آپس میں کیا تعلق ہے؟ کیا روزہ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ تراویح پڑھی جائے؟

جواب:...رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں دن کی عبادت روزہ ہے اور رات کی عبادت تراویح، اور حدیث شریف میں دونوں کو ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

"جعل الله صيامه فريضةً وقيام ليله تطوعًا." (مشکوٰۃ ص:۱۷۳)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے اس ماہِ مبارک کے روزے کو فرض کیا ہے اور اس میں رات کے قیام کو نفلی عبادت بنایا ہے۔"

---

(۱) الأصل فيه ما روى ان النبى عليه الصلوٰة والسلام خرج ليلة فى شهر رمضان فصلّى بهم عشرين ركعة، واجتمع الناس فى الثانيه فخرج فصلّى بهم، فلما كانت الثالثة كثر الناس فلم يخرج، وقال عرفت اجتماعكم لكنى خشيت أن يفترض عليهم، فكان الناس يصلونها فرادىٰ إلى أيام عمر بن الخطاب رضى الله عنه، ثم تقاعدوا عنها فراىٰ أن يجمعهم علىٰ إمام واحد فجمعهم علىٰ أُبىّ بن كعب، وكان يصلى بهم خمس ترويحات يجلس بين كل ترويحتين فكانت جملتها عشرين ركعة. (شرح العناية على هامش فتح القدير ج:۱ ص:۳۳۴، وأيضًا الإختيار لتعليل المختار ج:۱ ص:۶۸، وأيضًا الفقه الحنفى وأدلّته ج:۱ ص:۲۴۲) مزید تفصیل کے لئے: نمازِ مسنون کلاں، تالیف: مولانا عبدالحمید سواتی ملاحظہ فرماویں۔

اس لئے دونوں عبادتیں کرنا ضروری ہیں، روزہ فرض ہے، اور تراویح سنتِ مؤکدہ ہے۔ [۱]

کیا غیر رمضان میں تراویح، تہجد کی نماز کو کہا گیا ہے؟

سوال:... کیا غیر رمضان میں تراویح، تہجد کی نماز کو کہا گیا ہے؟ اور یہ کہ تہجد کی کتنی رکعتیں ہیں؟ قرآن و حدیث کے حوالے سے جواب دیجئے۔

جواب:... تہجد الگ نماز ہے، جو کہ رمضان اور غیر رمضان دونوں میں مسنون ہے، تراویح صرف رمضان مبارک کی عبادت ہے، تہجد اور تراویح کو ایک نماز نہیں کہا جاسکتا۔ [۲] تہجد کی کم سے کم رکعات دو ہیں اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعات ہیں، اور درمیانہ درجہ چار رکعات ہیں، اس لئے آٹھ رکعتوں کو ترجیح دی گئی ہے، [۳] دس اور بارہ رکعات تک بھی ثبوت ملتا ہے۔

جو شخص روزے کی طاقت نہ رکھتا ہو، وہ بھی تراویح پڑھے

سوال:... اگر کوئی شخص بوجہ بیماری رمضان المبارک کے روزے نہ رکھ سکے تو وہ کیا کرے؟ نیز یہ بھی فرمائیے کہ ایسے شخص کی تراویح کا کیا بنے گا؟ وہ تراویح پڑھے گا یا نہیں؟

جواب:... جو شخص بیماری کی وجہ سے روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا، اسے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے، تندرست ہونے کے بعد روزوں کی قضا رکھ لے، [۴] اور اگر بیماری ایسی ہو کہ اس سے اچھا ہونے کی اُمید نہیں، تو ہر روزے کے بدلے صدقۂ فطر کی مقدار

---

(۱) عن أبی سلمة بن عبدالرحمٰن قال: حدثنی أبی أن رسول الله صلی الله علیه وسلم ذکر شهر رمضان فقال: شهر کتب الله علیکم صیامه وسننت لکم قیامه ... الحدیث۔ (ابن ماجة ص:۹۴، نسائی ج:۱ ص:۳۰۸، کتاب الصیام، مسند أحمد ج:۱ ص:۱۹۱، مستدرک حاکم ج:۱ ص:۴۴۰)۔

(۲) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: خیر الفتاویٰ ج:۲ ص:۵۷۲ إلٰی ۵۷۸۔

(۳) أقل التهجد رکعتان وأوسطه أربع وأکثره ثمان۔ (شامی ج:۲ ص:۲۵، کتاب الصلاة، مطلب فی صلٰوة اللیل)۔ وأیضًا وفی روایة: إن صلاته باللیل خمس عشرة رکعة کما قال النووی فی شرح مسلم فأکثره خمس عشرة برکعتی الفجر اهـ وفی أخری سبع عشرة تردد فیهما المحدثون، روی ابن المبارک من حدیث طاوٗس مرسلًا: کان یصلی صلی الله علیه وسلم سبع عشر رکعة من اللیل اهـ. أخرجه العراقی فی تخریج أحادیث الإحیاء وفی التلخیص (ص:۱۱۶) وفی حواشی المنذری قیل أکثر ما روی فی صلاة اللیل سبع عشرة وهی عدد رکعات الیوم واللیلة اهـ (معارف السنن للعلّامة البنوری ج:۴ ص:۱۳۳ بیان أکثر صلٰوته باللیل وأقل ما ثبت، طبع المکتبة البنوریة کراچی)۔

(۴) قال تعالٰی: "شهر رمضان الذی انزل فیه القراٰن .... فمن شهد منکم الشهر فلیصمه ومن کان مریضًا أو علٰی سفر فعدة من أیّام أُخر، یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر" الآیة۔ (البقرة:۱۸۵)۔ أیضًا: أو مریض خاف الزیادة یوم العذر .... الفطر .... وقضوا لزومًا ...إلخ۔ (درمختار مع الشامی ج:۲ ص:۴۲۲، فصل فی العوارض)۔ أیضًا: قال ومن خاف أن تزداد عینه وجعًا أو یزداد حمًا شدة افطر وقضٰی، وذالک لقول الله تعالٰی: "ومن کان مریضًا أو علٰی سفر فعدة من أیّام أُخر، یقتضی ظاهره إباحة الإفطار لکل مریض۔ (شرح مختصر الطحاوی ج:۲ ص:۴۴۶، طبع دار السراج، بیروت)۔

فدیہ دے دیا کرے،[1] اور تراویح پڑھنے کی طاقت رکھتا ہو تو اسے تراویح ضرور پڑھنی چاہئے، تراویح مستقل عبادت ہے، یہ نہیں کہ جو روزہ رکھے وہی تراویح پڑھے۔[2]

تراویح کی جماعت کرنا کیسا ہے؟

سوال:... تراویح باجماعت پڑھنا کیسا ہے؟ اگر کسی مسجد میں جماعت کے ساتھ نہ پڑھی جائے تو کچھ گناہ تو نہیں؟

جواب:... رمضان شریف میں مسجد میں تراویح کی نماز ہونا سنتِ کفایہ ہے، اگر کوئی مسجد تراویح کی جماعت سے خالی رہے گی تو سارے محلے والے گناہگار ہوں گے۔[3]

وتر اور تراویح کا ثبوت

سوال:... ہمارے گاؤں میں کچھ اہلِ حدیث حضرات موجود ہیں، جو آئے دن نمازیوں میں واویلا کرتے رہتے ہیں کہ وتر اور تراویح کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں کہیں بھی بیس کا ذکر نہیں، بیس تراویح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ایجاد کردہ ہے، لہٰذا ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنا ضروری ہے۔ ہم نے آج تک بیس تراویح ہی پڑھی اور پڑھائی ہیں، جبکہ ہمارا دعویٰ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل احادیثِ نبویہ کے خلاف نہیں ہوسکتا۔

جواب:... اہلِ حدیث حضرات کے بعض مسائل شاذ ہیں، جن میں وہ پوری اُمتِ مسلمہ سے کٹ گئے ہیں، ان میں سے ایک تین طلاق کا مسئلہ ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے لے کر جمہور اُمت اور ائمہ اربعہ کا مسلک ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوں گی،[4] لیکن شیعہ اور اہلِ حدیث کو اس مسئلے میں اُمتِ مسلمہ سے اختلاف ہے۔ دُوسرا مسئلہ بیس تراویح کا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور سے آج تک مساجد میں بیس تراویح پڑھی جارہی ہیں، اور تمام ائمہ کم سے کم بیس تراویح پر متفق ہیں، جبکہ اہلِ حدیث کو اس سے اختلاف ہے۔[5]

---

(۱) المريض إذا تحقق اليأس من الصحة فعليه الفدية لكل يوم من المرض اهـ. (شامي ج:۲ ص:۴۲۷).

(۲) (التراويح سنة مؤكدة) لأن النبي صلى الله عليه وسلم أقامها في بعض الليالي، وبين العذر في ترك المواظبة وهو خشية ان تكتب علينا وواظب عليها الخلفاء الراشدون وجميع المسلمين من زمن عمر بن الخطاب إلى يومنا هذا ... إلخ. (الإختيار لتعليل المختار ج:۱ ص:۶۸، كتاب الصلاة، باب النوافل).

(۳) قال بعضهم إنها سنة على سبيل الكفاية إذا قام بها بعض أهل المحلة في المسجد بجماعة سقط عن الباقين ولو ترك أهل المسجد كلهم إقامتها في المسجد بجماعة فقد أساؤا وأثموا. (البدائع الصنائع ج:۱ ص:۲۸۸، كتاب الصلاة).

(۴) (قوله ثلاثة متفرقة) .... وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث. (شامية ج:۳ ص:۲۳۳، كتاب الطلاق، طبع ايج ايم سعيد).

(۵) وأكثر أهل العلم على ما روي عن علي وعمر وغيرهما من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم عشرين ركعة وهو قول سفيان الثوري وابن المبارك والشافعي وقال الشافعي وهكذا أدركت ببلدنا مكة يصلون عشرين ركعة ... إلخ. (جامع الترمذي ج:۱ ص:۹۹، باب ما جاء في قيام شهر رمضان، طبع رشيديه دهلي).

آٹھ تراویح پڑھنا کیسا ہے؟

سوال:... اب جبکہ رمضان کا مہینہ ہے اور رمضان میں تراویح بھی پڑھی جاتی ہیں، ہمارے گھر والے کہتے ہیں کہ تراویح بیس سے کم نہیں پڑھنی چاہئے، جبکہ کئی لوگ کہتے ہیں کہ تراویح آٹھ بھی جائز ہیں اور بارہ بھی جائز ہیں، اب آپ ہی بتائیں کہ کیا آٹھ تراویح پڑھنا جائز ہیں کہ نہیں؟

جواب:... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقت سے آج تک بیس ہی تراویح چلی آتی ہیں اور اس مسئلے میں کسی اِمام مجتہد کا بھی اختلاف نہیں، سب بیس ہی کے قائل ہیں، البتہ اہلِ حدیث حضرات آٹھ پڑھتے ہیں، پس جو شخص اس مسلک کا ہو وہ تو آٹھ پڑھ لیا کرے، مگر باقی مسلمانوں کے لئے آٹھ پڑھنا دُرست نہیں، ورنہ سنتِ مؤکدہ کے تارک ہوں گے اور ترکِ سنت کی عادت ڈال لینا گناہ ہے۔[1]

تراویح کے سنتِ رسول ہونے پر اعتراض غلط ہے

سوال:... نمازِ تراویح شریعت کے مطابق سنتِ رسول ہے، لیکن مجھے جناب جسٹس قدیرالدین احمد صاحب (ریٹائرڈ) کے ایک مضمون بعنوان ''دورِ حاضر اور اجتہاد'' مؤرخہ ۲۷/۷/۱۹۸۵ء نوائے وقت کراچی میں پڑھ کر حیرانی ہوئی کہ نمازِ تراویح کا آغاز ایک اِجتہاد کے تحت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کیا تھا، اگر یہ دُرست ہے تو آپ بتائیں کہ نمازِ تراویح سنتِ رسول کیسے ہوئی؟

جواب:... نمازِ تراویح کو اِجتہاد کہنا جسٹس صاحب کا ''غلط اِجتہاد'' ہے۔ نمازِ تراویح کی ترغیب خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے،[2] اور تراویح کا جماعت سے ادا کرنا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، مگر اس اندیشے کی وجہ سے کہیں یہ اُمت پر فرض نہ ہوجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کا اہتمام ترک فرمادیا، اور حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں چونکہ یہ اندیشہ باقی نہیں رہا تھا، اس لئے آپ نے اس سنت ''جماعت'' کو دوبارہ جاری کردیا۔[3]

---

(۱) وفی رد المحتار: لٰکن فی التلویح ترک السنة المؤکدة قریب من الحرام یستحق حرمان الشفاعة لقوله علیه الصلٰوة والسلام من ترک سنتی لم ینل شفاعتی اهـ. وفی التحریر أن تارکها یستوجب التضلیل واللوم اهـ والمراد ترک بلا عذر علٰی سبیل الإصرار کما فی شرح التحریر لِابن أمیر حاج ... إلخ. (رد المحتار ج:۱ ص:۱۰۴، مطلب فی السنة وتعریفها).

(۲) کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یرغب فی قیام رمضان من غیر أن یأمرهم فیه بعزیمة فیقول: من قام رمضان إیمانًا واحتسابًا غُفر له ما تقدم من ذنبه. فتوفی رسول الله صلی الله علیه وسلم والأمر علٰی ذالک. (جامع الأصول ج:۹ ص:۴۳۹، بروایت: بخاری، مسلم، أبوداؤد، ترمذی، نسائی، مؤطا).

(۳) والأصل فیه ما روی ان النبی علیه الصلٰوة والسلام خرج لیلة فی شهر رمضان، فصلّٰی بهم عشرین رکعة، واجتمع الناس فی الثانیة فخرج فصلّٰی بهم، فلما کانت الثالثة کثر الناس فلم یخرج، وقال: عرفت اجتماعکم، لٰکنّی خشیت أن یفترض علیهم، فکان الناس یصلونها فرادیٰ إلٰی أیام عمر بن الخطاب رضی الله عنه، ثم تقاعدوا عنها فرأی أن یجمعهم علٰی إمامٍ واحدٍ فجمعهم علٰی أُبیّ بن کعب، وکان یصلی بهم خمس ترویحات یجلس بین کل ترویحتین فکانت جملتها عشرین رکعة. (شرح العنایة علٰی هامش فتح القدیر ج:۱ ص:۳۳۴، وأیضًا: الإختیار لتعلیل المختار ج:۱ ص:۶۸).

علاوہ ازیں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی اِقتدا کا لازم ہونا شریعت کا ایک مستقل اُصول ہے، اگر بالفرض تراویح کی نماز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اِجتہاد ہی سے جاری کی ہوتی تو چونکہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کو بالاجماع قبول کرلیا اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے اس پر عمل کیا، اس لئے بعد کے کسی شخص کے لئے اجماعِ صحابہؓ اور سنتِ خلفائے راشدینؓ کی مخالفت کی گنجائش نہیں رہی، یہی وجہ ہے کہ اہلِ حق میں سے کوئی ایک بھی تراویح کے سنت ہونے کا منکر نہیں۔ [1]

بیس تراویح کا ثبوت صحیح حدیث سے

سوال:... بیس تراویح کا ثبوت صحیح حدیث سے بحوالہ تحریر فرمائیں۔

جواب:... مؤطا اِمام مالکؒ "**باب ما جاء فی قیام رمضان**" میں یزید بن رومانؒ سے روایت ہے:

"**کان یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلٰث وعشرین رکعة۔**"

اور اِمام بیہقی رحمہ اللہ نے سنن کبریٰ (ج:۲ ص:۴۹۶) [2] میں حضرت سائب بن یزید صحابیؓ سے بھی بسندِ صحیح یہ حدیث نقل کی ہے [3] (نصب الرایہ ج:۲ ص:۱۵۴)۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے سے بیس تراویح کا معمول چلا آتا ہے، اور یہی نصاب خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک محبوب و پسندیدہ ہے، اس لئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، خصوصاً حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ بدگمانی نہیں ہوسکتی کہ وہ دین کے کسی معاملے میں کسی ایسی بات پر بھی متفق ہوسکتے تھے جو منشائے خداوندی اور منشائے نبوی کے خلاف ہو۔ حضرت حکیم الاُمت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

"ومعنی اجماع کہ برزبان علماءِ دین شنیدہ باشی این نیست کہ ہمہ مجتہدین لایشذ فرد در عصرِ واحد بر مسئلہ اتفاق کنند۔ زیرا کہ این صورتے ست غیر واقع بل غیر ممکن عادی، بلکہ معنی اجماع حکم خلیفہ است بچیزے بعد مشاورہ ذوی الرأی یا بغیر آں، ونفاذ آں حکم تا آنکہ شائع شد ودر عالم ممکن گشت۔ **قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین من بعدی۔** الحدیث۔" (ازالۃ الخفاء ص:۲۶)

---

[1] عن العرباض بن سارية رضي الله عنه قال: صلّى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم أقبل علينا بوجهه .... فقال .... فإنه من يعش منكم بعدي فسيرى اختلافًا كثيرًا، فعليكم بسُنّتي وسُنّة الخلفاء الراشدين المهديين! تمسّكوا بها وعضّوا عليها بالنّواجذ! وإيّاكم ومحدثات الأمور! فإن كل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة۔ رواه أحمد وأبوداؤد والترمذي وابن ماجة۔ (مشكوة ص: ٣٠، باب الإعتصام بالكتاب والسُّنّة)۔

[2] عن السائب بن يزيد قال: كانوا يقومون على عهد عمر بن الخطاب رضي الله عنه في شهر رمضان بعشرين ركعة .... عن يزيد بن رومان قال: كان الناس يقومون في زمن عمر بن الخطاب رضي الله عنه في رمضان بثلاث وعشرين ركعة ويمكن الجمع بين الروايتين فإنهم كانوا يقومون باحدى عشرة ثم كانوا يقومون بعشرين ويوترون بثلاث، والله اعلم۔ (سنن بيهقي ج:٢ ص:٤٩٦، كتاب الصلاة)۔

[3] رواه البيهقي في "المعرفة" .... عن السائب بن يزيد، قال: كنا نقوم في زمن عمر بن الخطاب بعشرين ركعة والوتر، انتهى۔ قال النووي في "الخلاصة": إسناده صحيح۔ (نصب الراية ج:٢ ص:١٥٤، كتاب الصلاة، طبع دار المعرفة)۔

ترجمہ:... "اجماع کا لفظ تم نے علمائے دین کی زبان سے سنا ہوگا، اس کا مطلب یہ نہیں کہ کسی زمانے میں تمام مجتہدین کسی مسئلے پر اتفاق کریں، بایں طور کہ ایک بھی خارج نہ ہو، اس لئے کہ یہ صورت نہ صرف یہ کہ واقع نہیں، بلکہ عادۃً ممکن بھی نہیں، بلکہ اِجماع کا مطلب یہ ہے کہ خلیفہ، ذورائے حضرات کے مشورے سے یا بغیر مشورے کے کسی چیز کا حکم کرے اور اسے نافذ کرے یہاں تک کہ وہ شائع ہوجائے اور جہان میں مستحکم ہوجائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: "لازم پکڑو میری سنت کو اور میرے بعد کے خلفائے راشدین کی سنت کو۔"

آپ غور فرمائیں گے تو بیس تراویح کے مسئلے میں یہی صورت پیش آئی کہ خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُمت کو بیس تراویح پر جمع کیا اور مسلمانوں نے اس کا التزام کیا، یہاں تک کہ حضرت شاہ صاحبؒ کے الفاظ میں "شائع شد و در عالم ممکن گشت"، یہی وجہ ہے کہ اکابر علماء نے بیس تراویح کو بجا طور پر "اجماع" سے تعبیر کیا ہے۔

ملک العلماء کاسانیؒ فرماتے ہیں:

"ان عمر رضی الله عنه جمع اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم فی شهر رمضان علی ابی بن کعب فصلی بهم فی کل لیلة عشرین رکعة ولم ینکر علیه احد فیکون إجماعًا منهم علٰی ذالک۔" (بدائع الصنائع ج:۱ ص:۲۸۸، مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی)

ترجمہ:... "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو ماہِ رمضان میں اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ کی اِقتدا پر جمع کیا، وہ ان کو ہر رات بیس رکعتیں پڑھاتے تھے، اور اس پر کسی نے نکیر نہیں کی، پس یہ ان کی جانب سے بیس تراویح پر اجماع ہوا۔"

اور موفق ابنِ قدامہ الحنبلی، المغنی (ج:۱ ص:۸۰۳) میں فرماتے ہیں: "وهذا کالإجماع" اور یہی وجہ ہے کہ ائمہ اَربعہ (اِمام ابوحنیفہؒ، اِمام مالکؒ، اِمام شافعیؒ اور اِمام احمد بن حنبلؒ) بیس تراویح پر متفق ہیں، جیسا کہ ان کی کتب فقہیہ سے واضح ہے،[1] ائمہ اَربعہ کا اتفاق بجائے خود اس بات کی دلیل ہے کہ بیس تراویح کا مسئلہ خلف سے تواتر کے ساتھ منقول چلا آتا ہے۔ اس ناکارہ کی رائے یہ ہے کہ جو مسائل خلفائے راشدینؓ سے تواتر کے ساتھ منقول ہوں اور جب سے اب تک انہیں اُمتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الف الف صلوٰۃ وسلام) کے تعامل کی حیثیت حاصل ہو، ان کا ثبوت کسی دلیل و برہان کا محتاج نہیں، بلکہ ان کی نقلِ متواتر اور تعاملِ مسلسل ہی سو ثبوت کا ایک ثبوت ہے: "آفتاب آمد دلیلِ آفتاب!"

بیس رکعت تراویح کے عین سنت ہونے کی شافی علمی بحث

سوال:... ہمارے ایک دوست کہتے ہیں کہ تراویح کی آٹھ رکعتیں ہی سنت ہیں، کیونکہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عائشہ

(۱) آئندہ جواب میں حضرت شہید رحمہ اللہ ہی کے قلم سے تمام ائمہ کے مذاہب مدلل مفصل طور پر ملاحظہ ہوں۔

رضی اللہ عنہا سے جب دریافت کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رمضان میں کیسی ہوتی تھی؟ تو انہوں نے فرمایا کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان و غیر رمضان میں آٹھ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ نیز حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکعت تراویح اور وتر پڑھائے۔

اس کے خلاف جو روایت بیس رکعت پڑھنے کی نقل کی جاتی ہے وہ بالاتفاق ضعیف ہے، وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی گیارہ رکعت ہی کا حکم دیا تھا، جیسا کہ مؤطا امام مالکؒ میں سائب بن یزیدؒ سے مروی ہے، اور اس کے خلاف بیس کی جو روایت ہے، اوّل تو صحیح نہیں اور اگر صحیح بھی ہو تو ہوسکتا ہے کہ پہلے انہوں نے بیس پڑھنے کا حکم دیا ہو، پھر جب معلوم ہوا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکعت پڑھیں تو سنت کے مطابق آٹھ پڑھنے کا حکم دے دیا ہو۔ بہرحال آٹھ رکعت تراویح ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ کی سنت ہے، جو لوگ بیس رکعت پڑھتے ہیں، وہ خلافِ سنت کرتے ہیں۔ آپ فرمائیں کہ ہمارے دوست کی یہ بات کہاں تک دُرست ہے؟

جواب:... آپ کے دوست نے اپنے موقف کی وضاحت کردی ہے، میں اپنے موقف کی وضاحت کئے دیتا ہوں، ان میں کون سا موقف صحیح ہے؟ اس کا فیصلہ خود کیجئے! اس تحریر کو چار حصوں پر تقسیم کرتا ہوں:

۱:... تراویح عہدِ نبوی میں۔

۲:... تراویح عہدِ فاروقی میں۔

۳:... تراویح صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعینؒ کے دور میں۔

۴:... تراویح ائمہ اربعہؒ کے نزدیک۔

۱:... تراویح عہدِ نبوی میں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدّد احادیث میں قیامِ رمضان کی ترغیب دی ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے:

"كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يرغب في قيام رمضان من غير ان يأمرهم فيه بعزيمة فيقول: من قام رمضان ايمانًا واحتسابًا غفر له ما تقدم من ذنبه. فتوفي رسول الله صلى الله عليه وسلم والأمر على ذالك، ثم كان الأمر على ذالك في خلافة ابي بكر وصدرًا من خلافة عمر." (جامع الاصول ج:۹ ص:۴۳۹، بروایت بخاری و مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مؤطا)

ترجمہ:... "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامِ رمضان کی ترغیب دیتے تھے بغیر اس کے کہ قطعیت کے ساتھ حکم دیں، چنانچہ فرماتے تھے کہ: جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت رکھتے ہوئے رمضان میں قیام کیا اس کے گزشتہ گناہ معاف ہوگئے۔ چنانچہ یہ معاملہ اسی حالت پر رہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی یہی صورتِ حال رہی، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت

کے شروع میں بھی۔''

ایک اور حدیث میں ہے:

''ان اللہ فرض صیام رمضان وسننت لکم قیامه، فمن صامه وقامه ایمانًا واحتسابًا خرج من ذنوبه کیوم ولدته امّه۔'' (جامع الاصول ج:۹ ص:۴۴۱، بروایت نسائی)

ترجمہ:... ''بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کا روزہ فرض کیا ہے، اور میں نے تمہارے لئے اس کے قیام کو سنت قرار دیا ہے، پس جس نے ایمان کے جذبہ سے اور ثواب کی نیت سے اس کا صیام و قیام کیا، وہ اپنے گناہوں سے ایسا نکل جائے گا جیسا کہ جس دن اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تراویح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا بھی متعدّد احادیث سے ثابت ہے، مثلاً:

۱:...حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا، جس میں تین رات میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے، پہلی رات میں تہائی رات تک، دُوسری رات میں آدھی رات تک، تیسری رات میں سحر تک (صحیح بخاری ج:۱ ص:۲۶۹)۔[1]

۲:...حدیثِ ابی ذر رضی اللہ عنہ، جس میں ۲۳ویں رات میں تہائی رات تک، ۲۵ویں میں آدھی رات تک اور ۲۷ویں شب میں اوّل فجر تک قیام کا ذکر ہے (جامع الاصول ج:۶ ص:۱۲۰، بروایت ترمذی، ابوداوٗد، نسائی)۔[2]

۳:...حدیثِ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ، اس کا مضمون بعینہٖ حدیثِ ابی ذر رضی اللہ عنہ کا ہے (نسائی ج:۱ ص:۲۳۸)۔[3]

۴:...حدیثِ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، اس میں صرف ایک رات کا ذکر ہے (جامع الاصول ج:۶ ص:۱۱۸، بروایت بخاری ومسلم، ابوداوٗد، نسائی)۔[4]

---

(۱) ان عائشة أخبرته ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج لیلة من جوف اللیل فصلی فی المسجد وصلی رجال بصلاته فأصبح الناس فتحدثوا فاجتمع أکثر منهم فصلی فصلوا معه فأصبح الناس فتحدثوا فکثر أھل المسجد من اللیلة الثالثة فخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلّی فصلوا بصلاته فلما کانت اللیلة الرابعة عجز المسجد عن أھله حتّی خرج لصلٰوة الصبح فلما قضی الفجر أقبل علی الناس فتشھد ثم قال: أما بعد! فإنه لم یخف علیّ مکانکم ولٰکنّی خشیت أن تفترض علیکم فتعجزوا عنھا. فتوفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والأمر علٰی ذالک. (صحیح بخاری ج:۱ ص:۲۶۹)۔

(۲) أبو ذر الغفار رضی اللہ عنه قال: صمنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان، فلم یقم بنا حتّی بقی سبع من الشھر، فقام بنا حتّی ذھب ثلث اللیل، ثم لم یقم بنا فی السادسة، وقام بنا فی الخامسة حتّی ذھب شطر اللیل .... ثم لم یقم بنا حتی بقی ثلاث لیال من الشھر، فصلی بنا فی الثالثة، ودعا أھله ونسائه، فقام بنا حتّی تخوفنا الفلاح، قلت: وما الفلاح؟ قال: السحور. (جامع الأصول ج:۶ ص:۱۲۰، ۱۲۱، طبع دار البیان، بیروت)۔

(۳) أبو طلحة قال: سمعت النعمان بن بشیر علٰی منبر حمص یقول: قمنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شھر رمضان لیلة ثلاث وعشرین إلٰی ثلث اللیل الأوّل، ثم قمنا معه لیلة خمس وعشرین إلٰی نصف اللیل، ثم قمنا معه لیلة سبع وعشرین حتّی ظننا أن لَا ندرک الفلاح وکانوا یسمّونه السحور. (نسائی ج:۱ ص:۲۳۸ باب قیام شھر رمضان)۔

(۴) زید بن ثابت رضی اللہ عنه قال .... وقال عبدالأعلٰی: فی رمضان، فخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فیھا، قال: فتتبع إلیه رجال، وجاؤوا یصلون بصلاته، قال: ثم جاؤوا لیلةً، فحضروا. (جامع الأصول ج:۶ ص:۱۱۸)۔

۵:...حدیثِ انس رضی اللہ عنہ، اس میں بھی صرف ایک رات کا ذکر ہے (صحیح مسلم ج:۱ ص:۳۵۲)۔[1]

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی جماعت پر مداومت نہیں فرمائی اور اس اندیشے کا اظہار فرمایا کہ کہیں تم پر فرض نہ ہوجائے، اور اپنے طور پر گھروں میں پڑھنے کا حکم فرمایا (حدیثِ زید بن ثابتؓ وغیرہ)۔[2]

رمضان المبارک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مجاہدہ بہت بڑھ جاتا تھا، خصوصاً عشرۂ اخیرہ میں تو پوری رات کا قیام معمول تھا، ایک ضعیف روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازمیں اضافہ ہوجاتا تھا (فیض القدیر شرح جامع الصغیر ج:۵ ص:۱۳۲، وفیه عبدالباقی بن قانع، قال الدار قطنی یخطئ کثیرًا)۔[3]

تاہم کسی صحیح روایت میں یہ نہیں آتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک میں جو تراویح کی جماعت کرائی، اس میں کتنی رکعات پڑھائیں؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ صرف ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکعات اور وتر پڑھائے (موارد الظمآن ص:۲۲۶، قیام اللیل مروزی ص:۱۵۷، مکتبہ سبحانیہ، مجمع الزوائد ج:۳ ص:۱۷۲ بروایت طبرانی وابویعلیٰ)۔[4]

مگر اس روایت میں عیسیٰ بن جاریہ متفرد ہے، جو اہلِ حدیث کے نزدیک ضعیف اور مجروح ہے، جرح وتعدیل کے امام یحییٰ بن معینؒ اس کے بارے میں فرماتے ہیں: "لیس بذاک" یعنی وہ قوی نہیں، نیز فرماتے ہیں: "عنده مناکیر"، یعنی اس کے پاس متعدد منکر روایتیں ہیں۔ امام ابوداوٴدؒ اور امام نسائیؒ نے اسے "منکر الحدیث" کہا ہے، امام نسائیؒ نے اس کو متروک بھی بتایا ہے، ساجی وعقیلی نے اسے ضعفاء میں ذکر کیا ہے، ابنِ عدیؒ کہتے ہیں کہ: "اس کی حدیثیں محفوظ نہیں" (تہذیب التہذیب ج:۸ ص:۲۰۷، میزان الاعتدال ج:۳ ص:۳۱۱)۔[5]

خلاصہ یہ کہ یہ راوی اس روایت میں متفرد بھی ہے، اور ضعیف بھی، اس لئے یہ روایت منکر ہے، اور پھر اس روایت میں صرف ایک رات کا واقعہ مذکور ہے، جبکہ یہ بھی احتمال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آٹھ رکعتوں سے پہلے یا بعد میں تنہا بھی کچھ رکعتیں

---

(۱) عن أنس قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي في رمضان فجئت فقمت إلى جنبه وجاء رجل فقام أيضًا حتّى كنا رهطا فلما حس النبى صلى الله عليه وسلم انّا خلفه جعل يتجوز فى الصلوٰة ثم دخل رحله فصلّى صلاة لَا يصليها عندنا. (صحيح مسلم ج:۱ ص:۳۵۲، باب النهى عن الوصال، طبع قديمى كتب خانه).

(۲) زيد بن ثابت رضى الله عنه قال .... فخرج إليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم مغضبا، فقال لهم: بما زال بكم صنيعكم حتّى ظننت أنه سيكتب عليكم، فعليكم بالصلاة فى بيوتكم. (جامع الأصول ج:۶ ص:۱۱۸، طبع دار البيان).

(۳) كان إذا دخل رمضان تغيّر لونه، وكثرت صلاته، وابتهل فى الدعاء، وأشفق لونه. (فيض القدير شرح جامع الصغير ج:۵ ص:۱۳۲، حديث نمبر: ۶۲۸۱، طبع بيروت).

(۴) عن جابر بن عبدالله قال: صلّى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فى شهر رمضان ثمانى ركعات وأوتر. (موارد الظمآن ج:۳ ص:۲۲۶، طبع بيروت).

(۵) عيسَى بن جارية الأنصارى المدنى .... قال ابن أبى خيثمة عن ابن معين ليس بذالك .... وقال الدورى عن ابن معين عنده مناكير .... وقال الآجرى عن أبى داوٗد منكر الحديث .... وذكره الساجى والعقيلى فى الضعفاء وقال ابن عدي احاديثه غير محفوظة. (تهذيب التهذيب لِابن حجر ج:۸ ص:۲۰۸، ميزان ج:۳ ص:۳۱۱).

پڑھی ہوں، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں مذکور ہے (مجمع الزوائد ج:۳ ص:۳۰۴، بروایت طبرانی، وقال رجالہ رجال الصحیح)۔(۱)

دُوسری روایت مصنف ابنِ ابی شیبہؒ (ج:۲ ص:۳۹۴، نیز سننِ کبریٰ بیہقیؒ ج:۲ ص:۴۹۶، مجمع الزوائد ج:۳ ص:۱۷۲) میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی ہے کہ: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعتیں اور وتر پڑھا کرتے تھے۔'' مگر اس کی سند میں ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان راوی کمزور ہے، اس لئے یہ روایت سند کے لحاظ سے صحیح نہیں،(۲) مگر جیسا کہ آگے معلوم ہوگا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اُمت کا تعامل اسی کے مطابق ہوا۔

تیسری حدیث اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ہے، جس کا سوال میں حوالہ دیا گیا ہے، مگر اس میں تراویح کا ذکر نہیں، بلکہ اس نماز کا ذکر ہے جو رمضان اور غیر رمضان میں ہمیشہ پڑھی جاتی ہے،(۳) اس لئے رکعاتِ تراویح کے تعین میں اس سے بھی مدد نہیں ملتی۔

چنانچہ علامہ شوکانیؒ نیل الاوطار میں لکھتے ہیں:

''والحاصل ان الذی دلت علیه احادیث الباب وما یشابهها هو مشروعیة القیام فی رمضان والصلٰوة فیه جماعة وفرادیٰ فقصر الصلٰوة المسماة بالتراویح علی عدد معین وتخصیصها بقراءة مخصوصة ولم یرد به سنة۔'' (نیل الاوطار ج:۴ ص:۶۴)

ترجمہ:... ''حاصل یہ کہ اس باب کی حدیثیں اور ان کے مشابہ حدیثیں جس بات پر دلالت کرتی ہیں، وہ یہ ہے کہ رمضان میں قیام کرنا اور باجماعت یا اکیلے نماز پڑھنا مشروع ہے، پس تراویح کو کسی خاص عدد میں منحصر کردینا، اور اس میں خاص مقدارِ قراءت مقرّر کرنا ایسی بات ہے جو سنت میں وارد نہیں ہوئی۔''

۲:... تراویح عہدِ فاروقی میں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تراویح کی باقاعدہ جماعت کا اہتمام نہیں تھا، بلکہ

(۱) عن أنس ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یصلی باللیل فی رمضان، فجاء قوم وصلّٰی، وکان یخفف، ثم یدخل بیته فیصلی، ثم یخرج فیخفف۔ (مجمع الزوائد ج:۳ ص:۳۰۴، باب قیام رمضان، طبع دار المعرفة، بیروت)۔

(۲) عن ابن عباس قال: کان النبی صلی الله علیه وسلم یصلی فی شهر رمضان فی غیر جماعة بعشرین رکعة والوتر۔ تفرد به أبو شیبة إبراهیم بن عثمان العبسی الکوفی وهو ضعیف۔ (سنن البیهقی واللفظ لهٗ ج:۲ ص:۴۹۶، باب ما روی فی عدد رکعات القیام فی شهر رمضان، أیضًا: مصنف ابن أبی شیبة ج:۲ ص:۳۹۴، مجمع الزوائد ج:۳ ص:۳۰۴)۔

(۳) عن أبی سلمة بن عبدالرحمٰن انه سأل عائشة کیف کانت صلٰوة رسول الله صلی الله علیه وسلم فی رمضان؟ فقالت: ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیره علٰی احدیٰ عشرة رکعة یصلّٰی أربعًا فلا تسأل عن حسنهنّ وطولهنّ، ثم یصلی أربعًا فلا تسأل عن حسنهنّ وطولهنّ، ثم یصلی ثلاثًا ...الخ۔ (بخاری ج:۱ ص:۲۶۹، باب فضل من قام رمضان)۔

لوگ تنہا یا چھوٹی چھوٹی جماعتوں کی شکل میں پڑھا کرتے تھے، سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک امام پر جمع کیا (صحیح بخاری ج:۱ ص:۲۶۹، باب فضل من قام رمضان)۔[1]

اور یہ خلافتِ فاروقیؓ کے دُوسرے سال یعنی ۱۴ھ کا واقعہ ہے (تاریخ الخلفاء ص:۱۳۱، تاریخ ابنِ اثیر ج:۱ ص:۱۸۹)۔[2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں کتنی رکعتیں پڑھی جاتی تھیں؟ اس کا ذکر حضرت سائب بن یزید صحابی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، حضرت سائبؓ سے اس حدیث کو تین شاگرد نقل کرتے ہیں، ۱: حارث بن عبدالرحمٰن بن ابی ذباب، ۲: یزید بن خصیفہ، ۳: محمد بن یوسف، ان تینوں کی روایت کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

۱:... حارث بن عبدالرحمٰن کی روایت علامہ عینیؒ نے شرحِ بخاری میں حافظ ابنِ عبدالبر کے حوالے سے نقل کی ہے:

"قال ابن عبدالبر: وروى الحارث بن عبدالرحمٰن بن ابى ذباب عن السائب بن يزيد قال: كان القيام على عهد عمر بثلٰث وعشرين ركعة، قال ابن عبدالبر: هذا محمول على ان الثلٰث للوتر۔" (عمدۃ القاری ج:۱۱ ص:۱۲۷)

ترجمہ:... "ابنِ عبدالبر کہتے ہیں کہ حارث بن عبدالرحمٰن بن ابی ذباب نے حضرت سائب بن یزیدؓ سے روایت کی ہے کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں **۲۳** رکعتیں پڑھی جاتی تھیں، ابنِ عبدالبر کہتے ہیں کہ: ان میں بیس تراویح کی اور تین رکعتیں وتر کی ہوتی تھیں۔"

۲:... حضرت سائب کے دُوسرے راوی یزید بن خصیفہ کے تین شاگرد ہیں: ابنِ ابی ذئب، محمد بن جعفر اور امام مالک، اور یہ تینوں بالاتفاق بیس رکعتیں روایت کرتے ہیں۔

الف:... ابنِ ابی ذئب کی روایت امام بیہقیؒ کی سننِ کبریٰ میں درج ذیل سند کے ساتھ مروی ہے:

"اخبرنا ابوعبدالله الحسين بن محمد الحسين بن فنجويه الدينورى بالدامغان، ثنا احمد بن محمد بن اسحاق السني، انبأنا عبدالله بن محمد بن عبدالعزيز البغوى، ثنا علي بن الجعد انبأنا ابن ابى ذئب عن يزيد بن خصيفة عن السائب بن يزيد قال: كانوا يقومون على عهد عمر بن الخطاب رضي الله عنه في شهر رمضان بعشرين ركعة، قال: وكانوا يقرئون بالمئين وكانوا يتوكون على عصيهم فى عهد عثمان بن عفان رضى الله عنه من شدة القيام۔" (سننِ کبریٰ ج:۲ ص:۴۹۶)

---

(۱) عن عبدالرحمٰن بن عبدٍ القارى أنه قال: خرجت مع عمر بن الخطاب ليلة فى رمضان إلى المسجد فإذا الناس أوزاع متفرقون يصلى الرجل لنفسه ويصلى الرجل فيصلى بصلاته الرهط، فقال عمر: إنى أرى لو جمعت هؤلاء على قارئ واحد لكان أمثل، ثم عزم فجمعهم على أبىّ بن كعب. (بخارى ج:۱ ص:۲۶۹، باب فضل من قام رمضان).

(۲) ففى سنة أربع عشرة ..... وفيها جمع الناس على صلاة التراويح. (تاريخ الخلفاء ص:۱۰۴، فصل فى خلافته رضى الله عنه).

''یعنی ابنِ ابی ذِئب، یزید بن خصیلہ سے، اور وہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں رمضان میں لوگ بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں شدّتِ قیام کی وجہ سے اپنی لاٹھیوں پر ٹیک لگاتے تھے۔''

اس کی سند کو اِمام نوویؒ، اِمام عراقیؒ اور حافظ سیوطیؒ نے صحیح کہا ہے۔

(آثار السنن ص:۲۵۱ طبع مکتبہ امدادیہ ملتان، تحفۃ الاحوذی ج:۲ ص:۷۵)

ب:... محمد بن جعفر کی روایت اِمام بیہقیؒ کی دُوسری کتاب معرفۃ السنن والآثار میں حسبِ ذیل سند سے مروی ہے:

''اخبرنا ابوطاهر الفقيه، ثنا ابوعثمان البصري، ثنا ابواحمد محمد بن عبدالوهاب، ثنا خالد بن مخلد، ثنا محمد بن جعفر حدثني يزيد بن خصيفة عن السائب بن يزيد قال: كنا نقوم في زمن عمر بن الخطاب بعشرين ركعة والوتر۔''

(نصب الرایۃ ج:۲ ص:۱۵۴)

''یعنی محمد بن جعفر، یزید بن خصیفہ سے اور وہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: ہم لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں بیس رکعات اور وتر پڑھا کرتے تھے۔''

اس کی سند کو اِمام نوویؒ نے خلاصہ میں، علامہ سبکیؒ نے شرح منہاج میں اور علامہ علی قاریؒ نے شرح مؤطا میں صحیح کہا ہے (آثار السنن ج:۲ ص:۵۴، تحفۃ الاحوذی ج:۲ ص:۷۵)۔[1]

ج:... یزید بن خصیفہ سے اِمام مالکؒ کی روایت حافظؒ نے فتح الباری میں اور علامہ شوکانیؒ نے نیل الاوطار میں ذکر کی ہے۔ حافظؒ لکھتے ہیں:

''وروى مالك من طريق يزيد بن خصيفة عن السائب بن يزيد عشرين ركعة۔''

(فتح الباری ج:۴ ص:۲۵۳، مطبوعہ لاہور)

ترجمہ:... ''اور اِمام مالکؒ نے یزید بن خصیفہ کے طریق سے حضرت سائب بن یزید سے بیس رکعتیں نقل کی ہیں۔''

اور علامہ شوکانیؒ لکھتے ہیں:

''وفي المؤطا من طريق يزيد بن خصيفة عن السائب بن يزيد انها عشرين ركعة۔''

(نیل الاوطار ج:۳ ص:۵۳، مطبوعہ عثمانیہ، مصر ۱۳۵۷ھ)

---

(۱) واستدل لهم أيضًا بما روى البيهقي في سننه عن السائب بن يزيد قال: كنا نقوم في زمان عمر بن الخطاب بعشرين ركعة والوتر وصح اسناده السبكي في شرح المنهاج وعلى القارئ في شرح المؤطا. (تحفة الأحوذي ج:۲ ص:۷۵، واللفظ للتحفة، وأيضًا في آثار السنن ج:۲ ص:۵۴، طبع حقانيه ملتان).

''مالک عن یزید بن خصیفہ عن السائب بن یزید'' کی سند بعینہٖ صحیح بخاری ج:۱ ص:۳۱۲ پر موجود ہے، لیکن یہ روایت مجھے مؤطا کے موجودہ نسخے میں نہیں ملی، ممکن ہے کہ مؤطا کے کسی نسخے میں حافظؒ کی نظر سے گزری ہو، یا غیرِ مؤطا میں ہو، اور علامہ شوکانیؒ کا: ''وفی المؤطا'' کہنا سہو کی بنا پر ہو، فلیفتش!

۳:... حضرت سائب رضی اللہ عنہ کے تیسرے شاگرد محمد بن یوسف کی روایت میں ان کے شاگردوں کے درمیان اختلاف ہوا ہے، چنانچہ:

الف:... اِمام مالکؒ وغیرہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ نے اُبیؓ اور تمیم داری کو گیارہ رکعتیں پڑھانے کا حکم دیا تھا، جیسا کہ مؤطا اِمام مالکؒ میں ہے (مؤطا اِمام مالکؒ ص:۹۸ مطبوعہ نور محمد کراچی)۔[1]

ب:... ابنِ اسحاق ان سے تیرہ کی روایت نقل کرتے ہیں (فتح الباری ج:۴ ص:۲۵۴)۔[2]

ج:... اور داؤد بن قیس اور دیگر حضرات ان سے اکیس رکعتیں نقل کرتے ہیں (مصنف عبدالرزاق ج:۴ ص:۲۶۰)۔[3]

اس تفصیل سے معلوم ہوجاتا ہے کہ حضرت سائبؓ کے دو شاگرد حارث اور یزید بن خصیفہ اور یزید کے تینوں شاگرد متفق اللفظ ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیس رکعات پر لوگوں کو جمع کیا تھا، جبکہ محمد بن یوسف کی روایت مضطرب ہے، بعض ان میں سے گیارہ نقل کرتے ہیں، بعض تیرہ اور بعض اکیس۔ اُصولِ حدیث کے قاعدے سے مضطرب حدیث حجت نہیں، لہٰذا حضرت سائب رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث وہی ہے جو حارث اور یزید بن خصیفہ رضی اللہ عنہ نے نقل کی ہے، اور اگر محمد بن یوسف کی مضطرب اور مشکوک روایت کو کسی درجے میں قابلِ لحاظ سمجھا جائے تو دونوں کے درمیان تطبیق کی وہی صورت متعین ہے جو اِمام بیہقی رحمہ اللہ نے ذکر کی ہے کہ گیارہ پر چند روز عمل رہا، پھر بیس پر عمل کا استقرار ہوا، چنانچہ اِمام بیہقی رحمہ اللہ دونوں روایتوں کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''ویمکن الجمع بین الروایتین، فانھم کانوا یقومون باحدی عشرۃ ثم کانوا یقومون بعشرین ویوترون بثلث۔'' (سننِ کبریٰ ج:۲ ص:۴۹۶)

ترجمہ:... ''دونوں روایتوں میں تطبیق ممکن ہے، کیونکہ وہ لوگ پہلے گیارہ پڑھتے تھے، اس کے بعد بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھنے لگے۔''

اِمام بیہقی رحمہ اللہ کا یہ ارشاد کہ عہدِ فاروقیؓ میں صحابہؓ کا آخری عمل، جس پر استقرار ہوا، بیس تراویح تھا، اس پر متعدد شواہد و قرائن موجود ہیں۔

---

(۱) مالک عن محمد بن یوسف عن السائب ابن یزید أنه قال: أمر عمر بن الخطاب أُبیّ بن کعب وتمیما الداری أن یقوما للناس باحدیٰ عشرة رکعة۔ (مؤطا إمام مالک ص:۹۸، طبع نور محمد کتب خانه)۔

(۲) وأخرج من طریق محمد بن إسحاق حدثنی محمد بن یوسف عن جده السائب بن یزید قال: کنا نصلی زمن عمر فی رمضان ثلاث عشرة۔ (فتح الباری ج:۴ ص:۲۵۴، طبع دار نشر الکتب الإسلامیة لاهور)۔

(۳) عبدالرزاق عن داؤد بن قیس وغیره عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید: أن عمر جمع الناس فی رمضان علیٰ أُبیّ بن کعب، وعلیٰ تمیم الداری، علیٰ إحدیٰ وعشرین رکعة، یقرؤون بالمئین وینصرفون عند فروع الفجر۔ (باب قیام رمضان، مصنّف عبدالرزاق ج:۴ ص:۲۶۰، طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه)۔

اوّل:... اِمام مالکؒ جو محمد بن یوسف سے گیارہ کی روایت نقل کرتے ہیں، خود ان کا اپنا مسلک بیس یا چھتیس تراویح کا ہے، جیسا کہ چوتھی بحث میں آئے گا، اس سے واضح ہے کہ یہ روایت خود اِمام مالکؒ کے نزدیک بھی مختار اور پسندیدہ نہیں۔

دوم:... ابنِ اسحاق جو محمد بن یوسف سے تیرہ کی روایت نقل کرتے ہیں، وہ بھی بیس کی روایت کو اثبت کہتے ہیں، چنانچہ علامہ شوکانیؒ نے بیس والی روایت کے ذیل میں ان کا قول نقل کیا ہے:

"قال ابن اسحاق وھٰذا اثبت ما سمعت فی ذٰلک" (شوکانی، نیل الاوطار ج:۳ ص:۵۳)

ترجمہ:... "ابنِ اسحاق کہتے ہیں کہ: رکعاتِ تراویح کی تعداد کے بارے میں، میں نے جو کچھ سنا اس میں سب سے زیادہ ثابت یہی تعداد ہے۔"

سوم:... یہ کہ محمد بن یوسف کی گیارہ والی روایت کی تائید میں دُوسری کوئی اور روایت موجود نہیں، جبکہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی بیس والی روایت کی تائید میں دیگر متعدّد روایتیں بھی موجود ہیں، چنانچہ:

ا:... یزید بن رومان کی روایت ہے کہ:

"کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلٰث وعشرین رکعة۔"

(مؤطا اِمام مالکؒ ص:۹۸، مطبوعہ نور محمد کراچی، سنن کبریٰ ج:۲ ص:۴۹۶، قیام اللیل ص:۹۱، طبع جدید ص:۱۵۷)

ترجمہ:... "لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ۲۳ رکعتیں پڑھا کرتے تھے (بیس تراویح اور تین وتر)۔"

یہ روایت سند کے لحاظ سے نہایت قوی ہے، مگر مرسل ہے، کیونکہ یزید بن رومان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا، تاہم حدیثِ مرسل (جبکہ ثقہ اور لائقِ اعتماد سند سے مروی ہو) اِمام مالکؒ، اِمام ابوحنیفہؒ، اِمام محمدؒ اور جمہور علماء کے نزدیک مطلقاً حجت ہے، البتہ اِمام شافعیؒ کے نزدیک حدیثِ مرسل کے حجت ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ اس کی تائید کسی دُوسری مسند یا مرسل سے ہوئی ہو، چونکہ یزید بن رومان کی زیرِ بحث روایت کی تائید میں دیگر متعدّد روایات موجود ہیں، اس لئے یہ باتفاق اہلِ علم حجت ہے۔

یہ بحث تو عام مراسیل باب میں تھی، مؤطا کے مراسیل کے بارے میں اہلِ حدیث کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ سب صحیح ہیں۔ چنانچہ اِمام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں:

"قال الشافعی اصح الکتب بعد کتاب اللّٰہ مؤطا مالک واتفق اھل الحدیث علی ان جمیع ما فیہ صحیح علٰی رأی مالک ومن وافقہ واما علٰی رأی غیرہ فلیس فیہ مرسل ولا منقطع الّا قد اتصل السند بہ من طریق اخری فلا جرم انھا صحیحة من ھذا الوجہ وقد صنف فی زمان مالک مؤطات کثیرة فی تخریج احادیثہ ووصل منقطعہ مثل کتاب ابن ابی ذئب وابن عیینة والثوری ومعمر۔" (حجۃ اللہ البالغہ ج:۱ ص:۱۳۳، مطبوعہ منیریہ)

ترجمہ:... "اِمام شافعیؒ نے فرمایا کہ کتاب اللہ کے بعد اصح الکتب مؤطا اِمام مالکؒ ہے، اور اہلِ حدیث

کا اس پر اتفاق ہے کہ اس میں جتنی روایتیں ہیں، وہ سب اِمام مالکؒ اور ان کے موافقین کی رائے پر صحیح ہیں۔ اور دُوسروں کی رائے پر اس میں کوئی مرسل اور منقطع روایت ایسی نہیں کہ دُوسرے طریقوں سے اس کی سند متصل نہ ہو، پس اس لحاظ سے وہ سب کی سب صحیح ہیں، اور اِمام مالکؒ کے زمانے میں مؤطا کی حدیثوں کی تخریج کے لئے اور اس کے منقطع کو متصل ثابت کرنے کے لئے بہت سے مؤطا تصنیف ہوئے، جیسے ابن ابی ذئب، ابنِ عیینہ، ثوری اور معمر کی کتابیں۔''

اور پھر بیس رکعات پر اصل استدلال تو حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے جس کے ''صحیح'' ہونے کی تصریح گزر چکی ہے، اور یزید بن رومان کی روایت بطورِ تائید ذکر کی گئی ہے۔

۲:... یحییٰ بن سعید انصاری کی روایت ہے کہ:

''ان عمر بن الخطاب امر رجلًا ان یصلی بھم عشرین رکعة۔''

(مصنف ابن ابی شیبہ ج:۲ ص:۳۹۳)

ترجمہ:... ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعتیں پڑھائے۔''

یہ روایت بھی سنداً قوی، مگر مرسل ہے۔

۳:... عبدالعزیز بن رفیع کی روایت ہے:

''کان ابیّ بن کعب یصلی بالناس فی رمضان بالمدینة عشرین رکعة ویوتر بثلٰث۔'' (مصنف ابن ابی شیبہ ج:۲ ص:[illegible])

ترجمہ:... ''حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ لوگوں کو مدینہ میں رمضان میں بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے۔''

۴:... محمد بن کعب قرظی کی روایت ہے کہ:

''کان الناس یصلون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان عشرین رکعة یطیلون فیھا القراءة ویوترون بثلٰث۔'' (قیام اللیل ص:۹۱، طبع جد[illegible] ص:۱۵۷)

ترجمہ:... ''لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں رمضان المبارک میں بیس رکعتیں پڑھتے تھے، ان میں طویل قرأت کرتے اور تین وتر پڑھتے تھے۔''

یہ روایت بھی مرسل ہے، اور قیام اللیل میں اس کی سند نہیں ذکر کی گئی۔

۵:... کنز العمال میں خود حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ:

''ان عمر بن الخطاب امره ان یصلی باللیل فی رمضان، فقال: ان الناس یصومون النھار ولَا یحسنون ان یقرأوا فلو قرأت علیھم باللیل۔ فقال: یا امیر المؤمنین! ھٰذا شیٔ لم

یکن. فقال: قد علمت ولکنه حسن. فصلی بهم عشرین رکعة۔"

(کنزالعمال طبع جدید بیروت ج:۸ ص:۴۰۹، حدیث:۲۳۴۷۱)

ترجمہ:... "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو حکم دیا کہ وہ رمضان میں لوگوں کو رات کے وقت نماز پڑھایا کریں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: لوگ دن کو روزہ رکھتے ہیں، مگر خوب اچھا پڑھنا نہیں جانتے، پس کاش! تم رات میں ان کو قرآن سناتے۔ اُبیّ نے عرض کیا: یاامیرالمؤمنین! یہ ایک ایسی چیز ہے جو پہلے نہیں ہوئی۔ فرمایا: یہ تو مجھے معلوم ہے، لیکن یہ اچھی چیز ہے۔ چنانچہ اُبیّ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیس رکعتیں پڑھائیں۔"

چہارم:... مندرجہ بالا روایات کی روشنی میں اہلِ علم اس کے قائل ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیس رکعات پر جمع کیا، اور حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان سے موافقت کی، اس لئے یہ بہ منزلہ اجماع کے تھا، یہاں چند اکابر کے ارشادات ذکر کئے جاتے ہیں:

امام ترمذیؒ لکھتے ہیں:

"واختلف اهل العلم في قيام رمضان فرأى بعضهم ان يصلي احدى واربعين ركعة مع الوتر وهو قول اهل المدينة والعمل على هذا عندهم بالمدينة واكثر اهل العلم على ما روى عن علي وعمر وغيرهما من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم عشرين ركعة وهو قول سفيان الثوري وابن المبارك والشافعي، وقال الشافعي: وهكذا ادركت ببلدنا بمكة يصلون عشرين ركعة۔" (سننِ ترمذی ج:۱ ص:۹۹)

ترجمہ:... "تراویح میں اہلِ علم کا اختلاف ہے، بعض وتر سمیت اکتالیس رکعت کے قائل ہیں، اہلِ مدینہ کا یہی قول ہے اور ان کے یہاں مدینہ طیبہ میں اسی پر عمل ہے، اور اکثر اہلِ علم بیس رکعت کے قائل ہیں، جو حضرت علی، حضرت عمر اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔ سفیان ثوریؒ، عبداللہ بن مبارکؒ اور شافعیؒ کا یہی قول ہے، اِمام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ: میں نے اپنے شہر مکہ مکرمہ میں لوگوں کو بیس رکعات ہی پڑھتے پایا ہے۔"

۲:... علامہ زرقانی مالکیؒ شرحِ مؤطا میں ابوالولید سلیمان بن خلف القرطبی الباجی المالکیؒ (متوفی ۴۹۴ھ) سے نقل کرتے ہیں:

"قال الباجي: فأمرهم اولاً بتطويل القراءة لأنه افضل، ثم ضعف الناس فأمرهم بثلث وعشرين فخفف من طول القراءة واستدرك بعض الفضيلة بزيادة الركعات۔"

(شرح زرقانی علی المؤطا ج:۱ ص:۲۳۹)

ترجمہ:... "باجیؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے ان کو تطویلِ قرأت کا حکم دیا تھا کہ وہ

افضل ہے، پھر لوگوں کا ضعف محسوس کیا تو ۲۳ رکعات کا حکم دیا، چنانچہ طولِ قرأت میں کمی کی اور رکعات کے اضافے کی فضیلت کی کچھ تلافی کی۔"

"قال الباجی: وکان الأمر علٰی ذٰلک الی یوم الحرة فثقل علیھم القیام فنقضوا من القراءة وزادوا الرکعات فجعلت ستًّا وثلاثین غیر الشفع والوتر۔"

(زرقانی شرح مؤطا ج:۱ ص:۲۳۹)

ترجمہ:... "باجیؒ کہتے ہیں کہ: یومِ حرہ تک بیس رکعات کا دستور رہا، پھر ان پر قیام بھاری ہوا تو قراءت میں کمی کر کے رکعات میں مزید اضافہ کردیا گیا، اور وتر کے علاوہ ۳۶ رکعات ہوگئیں۔"

۳:... علامہ زرقانیؒ نے یہی بات حافظ ابنِ عبدالبرؒ (۳۶۸ھ، ۴۶۳ھ) اور ابومروان عبدالملک بن حبیب القرطبی المالکیؒ (متوفیٰ ۲۳۸ھ) سے نقل کی ہے (زرقانی شرحِ مؤطا ج:۱ ص:۲۳۹)۔

۴:... حافظ موفق الدین ابنِ قدامہ المقدسی الحنبلیؒ (متوفیٰ ۶۲۰ھ) المغنی میں لکھتے ہیں:

"ولنا ان عمر رضی الله عنه لما جمع الناس علٰی ابیّ بن کعب کان یصلی لھم عشرین رکعة۔"

ترجمہ:... "ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں کو ابیؓ بن کعب رضی اللہ عنہ پر جمع کیا تو وہ ان کو بیس رکعتیں پڑھاتے تھے۔"

اس سلسلے کی روایات، نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"وھذا کالإجماع۔"

ترجمہ:... "اور یہ بہ منزلہ اجماعِ صحابہؓ کے ہے۔"

پھر اہلِ مدینہ کے ۳۶ رکعات کے تعامل کو ذکر کر کے لکھتے ہیں:

"ثم لو ثبت ان اھل المدینة کلھم فعلوہ لکان ما فعله عمر واجمع علیه الصحابة فی عصرہ أولٰی بالإتباع۔

قال بعض اھل العلم انما فعل ھذا اھل المدینة لأنھم ارادوا مساواة اھل مکة، فان اھل مکة یطوفون سبعًا بین کل ترویحتین فجعل اھل المدینة مکان کل سبع اربع رکعات، وما کان علیه اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم أولٰی وأحق أن یتبع۔"

(ابنِ قدامہ، المغنی مع الشرح الکبیر ج:۱ ص:۷۹۹)

ترجمہ:... "پھر اگر ثابت ہو کہ اہلِ مدینہ سب چھتیس رکعتیں پڑھتے تھے تب بھی جو کام حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا اور جس پر ان کے دور میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اجماع کیا، اس کی پیروی اَولیٰ ہوگی۔

بعض اہلِ علم نے کہا ہے کہ: اہلِ مدینہ کا مقصود اس عمل سے اہلِ مکہ کی برابری کرنا تھا، کیونکہ اہلِ مکہ دو ترویحوں کے درمیان طواف کیا کرتے تھے، اہلِ مدینہ نے طواف کی جگہ دو ترویحوں کے درمیان چار رکعتیں مقرّر کرلیں۔ بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا جو معمول تھا وہی اَولیٰ اور احق ہے۔“

۵:...اِمام محی الدین نوویؒ (متوفی ۶۷۶ھ) شرح مہذب میں لکھتے ہیں:

”واحتج اصحابنا بما رواه البيهقي وغيره بالاسناد الصحيح عن السائب بن يزيد الصحابي رضي الله عنه قال كانوا يقومون على عهد عمر بن الخطاب رضي الله عنه في شهر رمضان بعشرين ركعة. الحديث۔“ (المجموع شرح مہذب ج:۴ ص:۳۲)

ترجمہ:...”ہمارے اصحاب نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے جو اِمام بیہقی اور دیگر حضرات نے حضرت سائب بن یزید صحابی رضی اللہ عنہ سے بہ سندِ صحیح روایت کی ہے کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں رمضان المبارک میں بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔“

آگے یزید بن رومانؒ کی روایت ذکر کرکے اِمام بیہقی رحمہ اللہ کی تطبیق ذکر کی ہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر ذکر کرکے اہلِ مدینہ کے فعل کی وہی توجیہ کی ہے جو ابنِ قدامہؒ کی عبارت میں گزرچکی ہے۔

۶:...علامہ شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی شافعیؒ (متوفی ۹۲۳ھ) شرحِ بخاری میں لکھتے ہیں:

”وجمع البيهقي بينهما بأنهم كانوا يقومون باحدى عشرة ثم قاموا بعشرين واوتروا بثلٰث وقد عدوا ما وقع في زمن عمر رضي الله عنه كالإجماع۔“

(ارشادالساری ج:۳ ص:۴۲۶)

ترجمہ:...”اور اِمام بیہقی رحمہ اللہ نے ان دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کیا ہے کہ وہ پہلے گیارہ پڑھتے تھے، پھر بیس تراویح اور تین وتر پڑھنے لگے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جو معمول جاری ہوا اسے علماء نے بمنزلہ اجماع کے شمار کیا ہے۔“

۷:...علامہ شیخ منصور بن یونس بہوتی حنبلی (متوفی ۱۰۴۶ھ) ”کشف القناع عن متن الاقناع“ میں لکھتے ہیں:

”وهي عشرون ركعة لما روى مالك عن يزيد بن رومان قال: كان الناس يقومون في زمن عمر في رمضان بثلٰث وعشرين ركعة .... وهٰذا في مظنة الشهرة بحضرة الصحابة فكان اجماعًا۔“ (کشف القناع عن متن الاقناع ج:۱ ص:۳۹۲)

ترجمہ:...”تراویح بیس رکعت ہیں، چنانچہ اِمام مالکؒ نے یزید بن رومانؒ سے روایت کیا ہے کہ: لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں رمضان میں ۲۳ رکعتیں پڑھا کرتے تھے......اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا صحابہؓ کی موجودگی میں بیس کا حکم دینا عام شہرت کا موقع تھا، اس لئے یہ اجماع ہوا۔“

۸:...مسند الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ "حجۃ اللہ البالغہ" میں لکھتے ہیں:

"وزادت الصحابة ومن بعدهم فی قیام رمضان ثلثة اشیاء الإجتماع له فی مساجدهم وذالک لأنه یفید التیسیر علی خاصتهم وعامتهم، واداؤه فی اوّل اللیل مع القول بأن صلاة آخر اللیل مشهودة وهی افضل کما نبه عمر رضی الله عنه لهذا التیسیر الذی اشرنا الیه، وعدده عشرون رکعة۔" (حجۃ اللہ البالغہ ج:۲ ص:۱۸)

ترجمہ:... "اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے بعد کے حضرات نے قیامِ رمضان میں تین چیزوں کا اضافہ کیا۔ ا:اس کے لئے مساجد میں جمع ہونا، کیونکہ اس سے عام و خاص کو آسانی حاصل ہوتی ہے۔ ۲:اوّل شب میں ادا کرنا، باوجود اس بات کے قائل ہونے کے کہ آخرِ شب کی نماز میں فرشتوں کی حاضری ہوتی ہے، اور وہ افضل ہے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر متنبہ فرمایا، مگر اوّل شب کا اختیار کرنا بھی اسی آسانی کے لئے تھا جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا۔ ۳:بیس رکعات کی تعداد۔"

۲:...تراویح عہدِ صحابہؓ و تابعینؒ میں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیس تراویح کا معمول شروع ہوا تو بعد میں کم از کم بیس کا معمول رہا، بعض صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعینؒ سے زائد کی روایات تو مروی ہیں، لیکن کسی سے صرف آٹھ کی روایت نہیں۔

ا:...حضرت سائب رضی اللہ عنہ کی روایت اُوپر گزر چکی ہے، جس میں انہوں نے عہدِ فاروقیؓ میں بیس کا معمول ذکر کرتے ہوئے اسی سیاق میں عہدِ عثمانیؓ کا ذکر کیا ہے۔

۲:...ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ جن کا وصال عہدِ عثمانی کے اواخر میں ہوا ہے، وہ بھی بیس پڑھا کرتے تھے (قیام اللیل ص:۹۱ طبع جدید ص:۱۵۷)۔[1]

۳:... "عن ابی عبدالرحمٰن السلمی عن علی رضی الله عنه انه دعا القراء فی رمضان فأمر منهم رجلًا یصلی بالناس عشرین رکعة وکان علی یوتر بهم۔"

(سننِ کبریٰ بیہقی ج:۲ ص:۴۹۶)

ترجمہ:... "ابوعبدالرحمٰن سلمی کہتے ہیں کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان میں قاریوں کو بلایا، پس ان میں ایک شخص کو حکم دیا کہ بیس رکعتیں پڑھایا کرے، اور وتر حضرت علی رضی اللہ عنہ خود پڑھایا کرتے تھے۔"

اس کی سند میں حماد بن شعیب پر محدثین نے کلام کیا ہے، لیکن اس کے متعدد شواہد موجود ہیں۔

ابوعبدالرحمٰن سلمی کی یہ روایت شیخ الاسلام حافظ ابنِ تیمیہؒ نے منہاج السنۃ میں ذکر کی ہے اور اس سے استدلال کیا ہے کہ

---

(۱) قال الأعمش کان عبدالله بن مسعود رضی الله عنه یصلی عشرین رکعة ویوتر بثلاث ...إلخ۔ (قیام اللیل ص:۹۱)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جاری کردہ تراویح کو اپنے دورِ خلافت میں باقی رکھا (منہاج السنۃ ج:۴ ص:۲۲۴)۔[۱]

حافظ ذہبیؒ نے المنتقی مختصر منہاج السنّة (المنتقی ص:۵۴۲) میں حافظ ابنِ تیمیہؒ کے اس استدلال کو بلانکیر ذکر کیا ہے، اس سے واضح ہے کہ ان دونوں کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں بیس رکعات تراویح کا معمول جاری تھا۔

۴:... "عن عمرو بن قيس عن ابى الحسناء ان عليًا امر رجلًا يصلى بهم فى رمضان عشرين ركعة۔" (مصنف ابنِ ابی شیبہ ج:۲ ص:۳۹۳)

ترجمہ:... "عمرو بن قیس، ابوالحسناء سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعتیں پڑھایا کرے۔"

۵:... "عن ابى سعد البقال عن ابى الحسناء ان على بن ابى طالب رضى الله عنه امر رجلًا ان يصلى بالناس خمس ترويحات عشرين ركعة وفى هٰذا الاسناد ضعف۔"

(سننِ کبریٰ بیہقی ج:۲ ص:۴۹۵)

ترجمہ:... "ابوسعد بقال، ابوالحسناء سے نقل کرتے ہیں کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو پانچ ترویحے یعنی بیس رکعتیں پڑھایا کرے۔ اِمام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اس کی سند میں ضعف ہے۔"

علامہ ابن الترکمانی "الجوہر النقی" میں لکھتے ہیں کہ: ظاہر تو یہ ہے کہ اس سند کا ضعف ابوسعد بقال کی وجہ سے ہے، جو متکلم فیہ راوی ہے، لیکن مصنف ابنِ ابی شیبہ کی روایت میں (جو اُوپر ذکر کی گئی ہے) اس کا متابع موجود ہے، جس سے اس کے ضعف کی تلافی ہوجاتی ہے (ذیل سننِ کبریٰ ج:۲ ص:۴۹۵)۔[۲]

۶:... "عن شتير بن شكل وكان من اصحاب على رضى الله عنه انه كان يؤمهم فى شهر رمضان بعشرين ركعة ويوتر بثلٰث۔"

(سننِ کبریٰ ج:۲ ص:۴۹۶، قیام اللیل ص:۹۱، طبع جدید ص:۱۵۷)

ترجمہ:... "شتیر بن شکل، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے، رمضان المبارک میں

---

(۱) وعن أبى عبدالرحمٰن السلمى أنّ عليًا دعا القراء فى رمضان فأمر رجلًا منهم يصلّى بالنّاس عشرين ركعة. (منهاج السُّنّة ج:۳ ص:۲۲۴، طبع المكتبة السلفية لاهور). وفيه أيضًا: أنّ هٰذا لو كان قبيحًا منهيًا عنه لكان علىٌّ أبطله لمّا صار أمير المؤمنين وهو بالكوفة فلما كان جاريًا فى ذالك مجرى عمر دلّ علىٰ إستحباب ذالك.

(۲) قلت: الأظهر ان ضعفه من جهة أبى سعد سعيد بن المرزبان البقال فإنه متكلم فيه فإن كان كذالك فقد تابعه عليه غيره قال ابن أبى شيبة فى المصنف ثنا وكيع عن الحسن بن صالح عن عمرو بن قيس عن أبى الحسناء أن عليًا أمر رجلًا يصلي بهم فى رمضان عشرين ركعة. (ذيل سنن الكبرىٰ ج:۲ ص:۴۹۵، طبع دار الكتب العلمية).

لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے۔''

اِمام بیہقی رحمہ اللہ نے اس اثر کو نقل کرکے کہا ہے: "**وفي ذٰلک قوّة**" (اور اس میں قوت ہے)، پھر اس کی تائید میں انہوں نے عبدالرحمٰن سلمی کا اثر ذکر کیا ہے جو اُوپر گزر چکا ہے۔[1]

۷:... "**عن ابی الخصیب قال: کان یومنا سوید بن غفلة فی رمضان فیصلی خمس ترویحات عشرین رکعة۔**" (سننِ کبریٰ ج:۲ ص:۴۹۶)

ترجمہ:... ''ابوالخصیب کہتے ہیں کہ: سعید بن غفلہ ہمیں رمضان میں نماز پڑھاتے تھے، پس پانچ ترویحے بیس رکعتیں پڑھتے تھے۔''

"**قال النیموی: واسناده حسن۔**" (آثارالسنن ج:۲ ص:۵۵ طبع ہند)

ترجمہ:... ''علامہ نیمویؒ فرماتے ہیں کہ: اس کی سند صحیح ہے۔''

حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ کا شمار کبار تابعین میں ہے، انہوں نے زمانۂ جاہلیت پایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اسلام لائے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہیں کی، کیونکہ مدینہ طیبہ اس دن پہنچے جس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین ہوئی، اس لئے صحابیت کے شرف سے مشرف نہ ہوسکے، بعد میں کوفہ میں رہائش اختیار کی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے خاص اصحاب میں تھے، ۸۰ھ میں ایک سو تیس برس کی عمر میں انتقال ہوا (تقریب التہذیب ج:۱ ص:۳۴۱)۔[2]

۸:... "**عن الحارث انه کان یؤم الناس فی رمضان باللیل بعشرین رکعة ویوتر بثلٰث ویقنت قبل الرکوع۔**" (مصنف ابنِ ابی شیبہ ج:۲ ص:۳۹۳)

ترجمہ:... ''حارث، رمضان میں لوگوں کو بیس تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے اور رُکوع سے قبل قنوت پڑھتے تھے۔''

۹:... قیام اللیل میں عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ، سعید بن الحسن اور عمران العبدی سے نقل کیا ہے کہ وہ بیس راتیں بیس تراویح پڑھایا کرتے تھے اور آخری عشرہ میں ایک ترویحہ کا اضافہ کردیتے تھے (قیام اللیل ص:۹۲ طبع جدید ۱۵۸)۔

---

(۱) وفی ذالک قوة لما أخبرنا .... عن أبی عبدالرحمٰن السلمی عن علیّ رضی الله عنه قال: دعا القراء فی رمضان فأمر منهم رجلًا یصلی بالناس عشرین رکعة قال وکان علی رضی الله عنه یوتر بهم وروی ذالک من وجه آخر عن علیّ۔ (سنن بیهقی ج:۲ ص:۴۹۶، طبع دار الکتب العلمیة، بیروت)۔

(۲) سوید بن غفلة، بفتح المعجمة والفاء، أبو امیة الجعفی، مخضرم، من کبار التابعین، قدم المدینة یوم دفن النبی صلی الله علیه وسلم، وکان مسلمًا فی حیاته، ثم نزل الکوفة ومات سنة ثمانین، وله مائة وثلاثون سنة. (تقریب التهذیب ج:۱ ص:۳۴۱، رقم:۲۰۳، طبع بیروت)۔

حارث، عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ (متوفی ۹۶ھ)، اور سعید بن ابی الحسن (متوفی ۱۰۸ھ) تینوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔

۱۰:... ابو البختری بھی بیس تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ ج:۲ ص:۳۹۳)۔[1]

۱۱:... علی بن ربیعہ، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں تھے، بیس تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ ج:۲ ص:۳۹۳)۔[2]

۱۲:... ابن ابی ملیکہ (متوفی ۱۱۷ھ) بھی بیس تراویح پڑھاتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ ج:۲ ص:۳۹۳)۔[3]

۱۳:... حضرت عطا (متوفی ۱۱۴ھ) فرماتے ہیں کہ: میں نے لوگوں کو وتر سمیت ۲۳ رکعتیں پڑھتے ہوئے پایا ہے (مصنف ابن ابی شیبہ ج:۲ ص:۳۹۳)۔[4]

۱۴:... مؤطا امام مالکؒ میں عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج (متوفی ۱۱۷ھ) کی روایت ہے کہ میں نے لوگوں کو اس حالت میں پایا ہے کہ وہ رمضان میں کفار پر لعنت کرتے تھے اور قاری آٹھ رکعتوں میں سورۂ بقرہ ختم کرتا تھا، اگر وہ بارہ رکعتوں میں سورۂ بقرہ ختم کرتا تو لوگ یہ محسوس کرتے کہ اس نے قرأت میں تخفیف کی ہے (مؤطا امام مالکؒ ص:۹۹)۔[5]

اس روایت سے مقصود تو تراویح میں طولِ قرأت کا بیان ہے، لیکن روایت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف آٹھ رکعات پر اکتفا نہیں کیا جاتا تھا۔

خلاصہ یہ کہ جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کی باقاعدہ جماعت جاری کی، ہمیشہ بیس یا زائد تراویح پڑھی جاتی تھیں، البتہ ایامِ حرہ (۶۳ھ) کے قریب اہلِ مدینہ نے ہر ترویحہ کے درمیان چار رکعتوں کا اضافہ کرلیا، اس لئے وہ وتر سمیت اکتالیس رکعتیں پڑھتے تھے، اور بعض دیگر تابعین بھی عشرۂ اخیرہ میں اضافہ کرلیتے تھے۔ بہرحال صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین و تابعینؒ کے دور میں آٹھ تراویح کا کوئی گھٹیا سے گھٹیا ثبوت نہیں ملتا، اس لئے جن حضرات نے یہ فرمایا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیس

---

(۱) عن أبی البختری: أنه کان یصلی خمس ترویحات فی رمضان، ویوتر بثلاث. (المصنف لِابن أبی شیبة ج:۵ ص:۲۲۴، حدیث نمبر:۷۷۶۸، طبع المجلس العلمی بیروت).

(۲) ان علی بن ربیعة کان یصلی بهم فی رمضان خمس ترویحات، ویوتر بثلاث. (المصنف لِابن أبی شیبة ج:۵ ص:۲۲۴، حدیث نمبر:۷۷۷۲، طبع المجلس العلمی بیروت).

(۳) وکیع عن نافع بن عمر قال: کان ابن أبی ملیکة یصلی بنا فی رمضان عشرین رکعة. (المصنف لِابن أبی شیبة ج:۵ ص:۲۲۳، ۲۲۴، حدیث نمبر:۷۷۶۵، طبع المجلس العلمی بیروت).

(۴) ابن نمیر عن عبدالملک عن عطاء قال: أدرکت الناس وهم یصلون ثلاثا وعشرین رکعة بالوتر. (المصنف لِابن أبی شیبة ج:۵ ص:۲۲۴، حدیث نمبر:۷۷۷۰، طبع المجلس العلمی بیروت).

(۵) مالک عن داوٗد بن الحصین أنه سمع الأعرج یقول: ما أدرکت الناس إلّا وهم یلعنون الکفرة فی رمضان قال وکان القارئ یقرأ بسورة البقرة فی ثمان رکعات، فإذا قام بها فی اثنتی عشر رکعة رأی الناس أنه قد خفف. (مؤطا إمام مالک ص:۹۹، طبع نور محمد کتب خانه کراچی).

تراویح پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوگیا تھا، ان کا ارشاد مبنی برحقیقت ہے، کیونکہ حضراتِ سلف اس تعداد پر اضافے کے تو قائل تھے، مگر اس میں کمی کا قول کسی سے منقول نہیں، اس لئے یہ کہنا صحیح ہے کہ اس بات پر سلف کا اجماع تھا کہ تراویح کی کم سے کم تعداد بیس رکعات ہیں۔

۴:...تراویح ائمہ اَربعہؒ کے نزدیک

اِمام ابوحنیفہؒ، اِمام شافعیؒ اور اِمام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک تراویح کی بیس رکعات ہیں، اِمام مالکؒ سے اس سلسلے میں دو روایتیں منقول ہیں، ایک بیس کی اور دُوسری چھتیس کی، لیکن مالکی مذہب کے متون میں بیس ہی کی روایت کو اختیار کیا گیا ہے۔ فقہِ حنفی کے حوالے دینے کی ضرورت نہیں، دُوسرے مذاہب کی مستند کتابوں کے حوالے پیش کئے جاتے ہیں۔

فقہِ مالکی:

قاضی ابوالولید ابن رشد مالکی (متوفی ۵۹۵ھ) بدایۃ المجتہد میں لکھتے ہیں:

"واختلفوا فی المختار من عدد الرکعات التی یقوم بھا الناس فی رمضان فاختار مالک فی احد قولیہ وابوحنیفۃ والشافعی واحمد وداوٗد القیام بعشرین رکعۃ سوی الوتر، وذکر ابن القاسم عن مالک انہ کان یستحسن ستًّا وثلاثین رکعۃ والوتر ثلاث۔"

(بدایۃ المجتہد ج:۱ ص:۱۵٦، مکتبہ علمیہ لاہور)

ترجمہ:...'' رمضان میں کتنی رکعات پڑھنا مختار ہے؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے، اِمام مالکؒ نے ایک قول میں اور اِمام ابوحنیفہؒ، شافعیؒ، احمدؒ اور داوٗدؒ نے وتر کے علاوہ بیس رکعات کو اختیار کیا ہے، اور ابنِ قاسمؒ نے اِمام مالکؒ سے نقل کیا ہے کہ وہ تین وتر اور چھتیس رکعات تراویح کو پسند فرماتے تھے۔''

مختصر خلیل کے شارح علامہ شیخ احمد الدردیر المالکی (متوفی ۱۲۰۱ھ) لکھتے ہیں:

"وھی (ثلاث وعشرون) رکعۃ بالشفع والوتر کما کان علیہ العمل (ای عمل الصحابۃ والتابعین، الدسوقی)۔

(ثم جعلت) فی زمن عمر بن عبدالعزیز (ستًّا وثلاثین) بغیر الشفع والوتر لٰکن الذی جری علیہ العمل سلفًا وخلفًا الأوّل۔" (شرح الکبیر الدردیر مع حاشیۃ الدسوقی ج:۱ ص:۳۱۵)

ترجمہ:...'' اور تراویح، وتر سمیت ۲۳ رکعتیں ہیں، جیسا کہ اسی کے مطابق (صحابہؓ وتابعینؒ کا) عمل تھا، پھر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے میں وتر کے علاوہ چھتیس کردی گئیں، لیکن جس تعداد پر سلف وخلف کا عمل ہمیشہ جاری رہا وہ اوّل ہے (یعنی بیس تراویح اور تین وتر)۔''

فقہِ شافعی:

اِمام محی الدین نوویؒ (متوفی ٦۷٦ھ) المجموع شرح مہذب میں لکھتے ہیں:

''(فرع) في مذاهب العلماء في عدد ركعات التراويح مذهبنا انها عشرون ركعة بعشر تسليمات غير الوتر وذالك خمس ترويحات والترويحة اربع ركعات بتسليمتين هذا مذهبنا وبه قال ابو حنيفة واصحابه واحمد وداوٗد وغيرهم ونقله القاضي عياض عن جمهور العلماء وحكى ان الأسود بن يزيد رضي الله عنه كان يقوم بأربعين ركعة يوتر بسبع وقال مالك التراويح تسع ترويحات وهي ستة وثلاثون ركعة غير الوتر۔''

(مجموع شرح مہذب ج:۴ ص:۳۲)

ترجمہ:...'' رکعاتِ تراویح کی تعداد میں علماء کے مذاہب کا بیان۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ تراویح بیس رکعتیں ہیں، دس سلاموں کے ساتھ، علاوہ وتر کے۔ یہ پانچ ترویحے ہوئے، ایک ترویحہ چار رکعات کا دو سلاموں کے ساتھ۔ اِمام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب، اِمام احمدؒ اور اِمام داوٗدؒ وغیرہ بھی اسی کے قائل ہیں، اور قاضی عیاضؒ نے اسے جمہور علماء سے نقل کیا ہے۔ نقل کیا گیا ہے کہ اسود بن یزید اکتالیس تراویح اور سات وتر پڑھا کرتے تھے، اور اِمام مالکؒ فرماتے ہیں کہ: تراویح نو ترویحے ہیں، اور یہ وتر کے علاوہ چھتیس رکعتیں ہوئیں۔''

فقہِ حنبلی:

حافظ ابنِ قدامہ المقدسی الحنبلی (متوفی ۶۲۰ھ) المغنی میں لکھتے ہیں:

''والمختار عند ابي عبدالله رحمه الله فيها عشرون ركعة وبهذا قال الثوري وابو حنيفة والشافعي، وقال مالك ستة وثلاثون'' (مغنی ابنِ قدامہ ج:۱ ص:۷۹۸،۷۹۹، مع الشرح الکبیر)

ترجمہ:...'' اِمام احمدؒ کے نزدیک تراویح میں بیس رکعتیں مختار ہیں۔ اِمام ثوریؒ، ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ بھی اسی کے قائل ہیں، اور اِمام مالکؒ چھتیس کے قائل ہیں۔''

خاتمہ بحث، چند ضروری فوائد:

مسک الختام کے طور پر چند فوائد گوش گزار کرنا چاہتا ہوں، تاکہ بیس تراویح کی اہمیت ذہن نشین ہوسکے۔

۱:...بیس تراویح سنتِ موٴکدہ ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں بیس تراویح جاری کرنا، صحابہ کرامؓ کا اس پر نکیر نہ کرنا، اور عہدِ صحابہؓ سے لے کر آج تک شرقاً و غرباً بیس تراویح کا مسلسل زیرِ تعامل رہنا، اس امر کی دلیل ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین میں داخل ہے، لقوله تعالیٰ: ''وليمكنن لهم دينهم الذي ارتضى لهم'' (اللہ تعالیٰ خلفائے راشدینؓ کے لئے ان کے اس دین کو قرار و تمکین بخشیں گے، جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پسند فرمالیا ہے)۔

الاختیار شرح المختار میں ہے:

''روى اسد بن عمرو عن ابي يوسف قال: سئلت ابا حنيفة رحمه الله عن التراويح

وما فعله عمر رضی الله عنه، فقال: التراويح سنة مؤكدة ولم يتخرصه عمر من تلقاء نفسه ولم يكن فيه مبتدعًا ولم يأمر به الّا عن اصل لديه وعهد من رسول الله صلى الله عليه وسلم ولقد سن عمر هذا وجمع الناس على أبيّ بن كعب فصلاها جماعة والصحابة متوافرون منهم عثمان وعلي وابن مسعود والعباس وابنه وطلحة والزبير ومعاذ وأبيّ وغيرهم من المهاجرين والأنصار رضي الله عنهم اجمعين وما ردّ عليه واحد منهم بل ساعدوه ووافقوه وامروا بذٰلك۔"

(الاختیار لتعلیل المختار ج:۱ ص:۶۸، الشیخ الامام ابی الفضل مجد الدین عبداللہ بن محمود الموصلی الحنفی، متوفی ۶۸۳ھ)

ترجمہ:... "اسد بن عمرو، امام ابو یوسفؒ سے روایت کرتے ہیں کہ: میں نے حضرت امام ابو حنیفہؒ سے تراویح اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فعل کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ: تراویح سنتِ مؤکدہ ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنی طرف سے اختراع نہیں کیا، نہ وہ کوئی بدعت ایجاد کرنے والے تھے، انہوں نے جو حکم دیا وہ کسی اصل کی بنا پر تھا جو ان کے پاس موجود تھی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عہد پر مبنی تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سنت جاری کی اور لوگوں کو اُبیؓ بن کعبؓ پر جمع کیا، پس انہوں نے تراویح کی جماعت کرائی، اس وقت صحابہ کرامؓ کثیر تعداد میں موجود تھے، حضرات عثمان، علی، ابنِ مسعود، عباس، ابنِ عباس، طلحہ، زبیر، معاذ اُبیؓ اور دیگر مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم اجمعین سب موجود تھے، مگر ایک نے بھی اس کو رَدّ نہیں کیا، بلکہ سب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے موافقت کی اور اس کا حکم دیا۔"

۲:... خلفائے راشدینؓ کی جاری کردہ سنت کے بارے میں وصیتِ نبوی:

اُوپر معلوم ہوچکا ہے کہ بیس تراویح تین خلفائے راشدینؓ کی سنت ہے اور سنتِ خلفائے راشدینؓ کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

"انه من يعش منكم بعدى فسيرى اختلافًا كثيرًا فعليكم بسنتى وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ، واياكم ومحدثات الأمور فان كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة۔" (رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ، مشکوٰۃ ص:۳۰)

ترجمہ:... "جو شخص تم میں سے میرے بعد جیتا رہا وہ بہت سے اختلاف دیکھے گا، پس میری سنت کو اور خلفائے راشدینؓ مہدیین کی سنت کو لازم پکڑو، اسے مضبوط تھام لو اور دانتوں سے مضبوط پکڑ لو، اور نئی نئی باتوں سے احتراز کرو، کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔"

اس حدیث پاک سے سنتِ خلفائے راشدینؓ کی پیروی کی تاکید معلوم ہوتی ہے، اور یہ کہ اس کی مخالفت بدعت و گمراہی ہے۔

۳:...اَئمۂ اَربعہ کے مذاہب سے خروج جائز نہیں:

اُوپر معلوم ہوچکا ہے کہ اَئمۂ اَربعہ کم سے کم بیس تراویح کے قائل ہیں، اَئمۂ اَربعہ کے مذہب کا اتباع سوادِ اعظم کا اتباع ہے، اور مذاہبِ اَربعہ سے خروج، سوادِ اعظم سے خروج ہے، مسند الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ "عقد الجید" میں لکھتے ہیں:

"قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اتبعوا السواد الأعظم. ولما اندرست المذاهب الحقة الّا هذا الأربعة كان اتباعها اتباعًا للسواد الأعظم، والخروج عنها خروجًا عن السواد الأعظم." (رواه ابن ماجه من حديث انسؓ، كما في مشكوة ص:۳۰، وتمامه: "فانه من شذ شذ في النار." عقدالجید ص:۳۷ مطبوعہ ترکیہ)

ترجمہ:... "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ: "سوادِ اعظم کی پیروی کرو!" اور جبکہ ان مذاہبِ اَربعہ کے سوا باقی مذاہبِ حقہ مٹ چکے ہیں تو ان کا اتباع سوادِ اعظم کا اتباع ہوگا، اور ان سے خروج سوادِ اعظم سے خروج ہوگا۔"

۴:...بیس تراویح کی حکمت:

حکمائے اُمت نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق بیس تراویح کی حکمتیں بھی ارشاد فرمائی ہیں، یہاں تین اکابر کے ارشادات نقل کئے جاتے ہیں:

۱:...البحرالرائق میں شیخ ابراہیم الحلبی الحنفی (متوفی ۹۵۶ھ) سے نقل کیا ہے:

"وذكر العلامة الحلبي ان الحكمة في كونها عشرين ان السنن شرعت مكملات للواجبات وهي عشرون بالوتر فكانت التراويح كذالك لتقع المساوات بن المكمل والمكمل انتهى." (البحرالرائق ج:۲ ص:۷۲)

ترجمہ:... "علامہ حلبیؒ نے ذکر کیا ہے کہ تراویح کے بیس رکعات ہونے میں حکمت یہ ہے کہ سنن، فرائض وواجبات کی تکمیل کے لئے مشروع ہوئی ہیں، اور فرائض پنج گانہ وتر سمیت بیس رکعات ہیں۔ لہٰذا تراویح بھی بیس رکعات ہوئیں، تاکہ مکمل اور مکمل کے درمیان مساوات ہوجائے۔"

۲:...علامہ منصور بن یونس حنبلیؒ (متوفی ۱۰۴۶ھ) کشف القناع میں لکھتے ہیں:

"والسر فيه ان الراتبه عشر فضوعفت في رمضان لأنه وقت جد."

(کشف القناع عن متن الاقناع ج:۱ ص:۳۹۲)

ترجمہ:... "اور بیس تراویح میں حکمت یہ ہے کہ سنن مؤکدہ دس ہیں، پس رمضان میں ان کو دوچند کردیا گیا، کیونکہ وہ محنت وریاضت کا وقت ہے۔"

۳:... حکیم الاُمت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اس امر کو ذکر کرتے ہوئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تراویح کی بیس رکعتیں قرار دیں، اس کی حکمت یہ بیان فرماتے ہیں:

"وذالک انهم رأوا النبی صلی الله علیه وسلم شرع للمحسنین احدی عشرة رکعة فی جمیع السنة فحکموا انه لا ینبغی ان یکون حظ المسلم فی رمضان عند قصده الاقتحام فی لجة التشبه بالملکوت اقل من ضعفها۔" (حجۃ اللہ البالغہ ج:۲ ص:۱۸)

ترجمہ:... "اور یہ اس لئے کہ انہوں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محسنین کے لئے (صلوٰۃ اللیل کی) گیارہ رکعتیں پورے سال میں مشروع فرمائی ہیں، پس ان کا فیصلہ یہ ہوا کہ رمضان المبارک میں جب مسلمان تشبہ بالملکوت کے دریا میں غوطہ لگانے کا قصد رکھتا ہے تو اس کا حصہ سال بھر کی رکعتوں کے دوگنا سے کم نہیں ہونا چاہئے۔"

تراویح کے لئے دُوسری مسجد میں جانا

سوال:... اپنے محلے کی مسجد کو چھوڑ کر دُوسری مسجد میں تراویح پڑھنے جانا کیسا ہے؟

جواب:... اگر اپنے محلے کی مسجد میں قرآن مجید ختم نہ ہوتا ہو، یا امام قرآن مجید غلط پڑھتا ہو تو تراویح کے لئے محلے کی مسجد کو چھوڑ کر دُوسری جگہ جانا جائز ہے۔[1]

تراویح کے اِمام کی شرائط کیا ہیں؟

سوال:... تراویح پڑھانے کے لئے کس قسم کا حافظ ہونا چاہئے؟

جواب:... تراویح کی امامت کے لئے وہی شرائط ہیں جو عام نمازوں کی امامت کے لئے ہیں، اس لئے حافظ کا متبعِ سنت ہونا ضروری ہے، داڑھی منڈانے یا کترانے والے کو تراویح میں امام نہ بنایا جائے، اسی طرح معاوضہ لے کر تراویح پڑھانے والے کے پیچھے تراویح جائز نہیں، اس کے بجائے الم ترکیف کے ساتھ پڑھ لینا بہتر ہے۔[2]

داڑھی منڈے حافظ کی اِقتدا میں تراویح پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے

سوال:... داڑھی کترے حافظ کے پیچھے نماز خواہ فرض ہو یا تراویح کا کیا حکم ہے؟ کیونکہ آج کل تراویح میں عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ کئی حافظ حضرات چھوٹی اور بغیر داڑھی کے تراویح پڑھاتے ہیں، اگر ان سے یہ عرض کیا جائے کہ آپ نے داڑھی کیوں نہیں رکھی؟ تو وہ یہ کہتے ہیں کہ داڑھی کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے، اگر اہمیت ہوتی تو سعودی عرب میں چھوٹی چھوٹی داڑھی ہے، مصر کا

---

(۱) وإذا کان إمام مسجد حیة لَا یختم فله أن یترک إلٰی غیره۔ (البحر الرائق ج:۲ ص:۷۴، باب الوتر والنفل)۔

(۲) ویکره إمامة عبد .... وفاسق (وفی الشامیة) أما الفاسق فقد عللو کراهة تقدیمه بأنه لَا یهتم لأمر دینه، وبأن فی تقدیمه للإمامة تعظیمه وقد وجب علیهم إهانته شرعًا ...إلخ۔ (ردالمحتار علی الدر المختار ج:۱ ص:۵۶۰، باب الإمامة)۔

ملک بھی مسلمان ہے، لوگ ۹۵ فیصد کتراتے اور منڈواتے ہیں۔ صحیح جواب سے نوازیں۔

جواب:... داڑھی رکھنا واجب ہے۔ منڈانا یا کترانا (جبکہ ایک مشت سے کم ہو) بالاتفاق حرام ہے،[1] اور ایسے شخص کے پیچھے نماز، خواہ تراویح کی ہو پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے۔[2] گناہ اگر عام ہوجائے تو وہ ثواب نہیں بن جاتا، گناہ ہی رہتا ہے، اس لئے سعودیوں یا مصریوں کا حوالہ غلط ہے۔

نماز کی پابندی نہ کرنے والے اور داڑھی کترانے والے حافظ کی اِقتدا میں تراویح

سوال:... ایک حافظ قرآن پورے سال پابندی کے ساتھ نماز نہیں پڑھتا، مگر جب ماہِ رمضان آتا ہے تو کسی مسجد میں ختمِ قرآن سناتا ہے، سوال یہ ہے کہ ایسے حافظ کے پیچھے تراویح کی نماز پڑھنے کا شرعاً کیا حکم ہے؟ نیز ایک مٹھی کے اندر داڑھی کتروانے والا حافظ یعنی ایک مٹھی سے داڑھی کم ہو تو ایسے حافظ کے پیچھے نمازِ تراویح پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:... ایسے حافظ کو تراویح میں اِمام بنانا جائز نہیں، اس کے بجائے الم ترکیف کے ساتھ تراویح پڑھ لینا بہتر ہے۔[3]

معاوضہ طے کرنے والے حافظ کی اِقتدا میں تراویح ناجائز ہے

سوال:... اکثر حافظ صاحبان جن کے کھانے کمانے کا کوئی ذریعہ نہیں ہوتا، وہ باقاعدہ معاوضہ طے کرکے پھر تراویح پڑھانے کے لئے تیار ہوتے ہیں، کیا ایسی صورت میں جبکہ روزگار وغیرہ نہ ہو قرآنِ عظیم کو ذریعۂ آمدنی بنانا جائز ہے؟

جواب:... اُجرت لے کر تراویح پڑھانا جائز نہیں، اور ایسے حافظ کے پیچھے تراویح مکروہِ تحریمی ہے، اس کے بجائے الم ترکیف کے ساتھ پڑھ لینا بہتر ہے۔[4]

تراویح پڑھانے والے حافظ کو ہدیہ لینا کیسا ہے؟

سوال:... یہ تو ہمیں معلوم ہے کہ قرآنِ پاک سناکر اُجرت لینا ناجائز ہے، لیکن اگر کوئی حافظ تراویح میں قرآنِ پاک سنائے اور کوئی اُجرت نہ لے، مگر مقتدی اپنی خوشی سے اسے کچھ رقم یا کوئی کپڑا وغیرہ کوئی چیز دے دیں، تو کیا یہ اس کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) ولذا یحرم علی الرجل قطع لحیته ...إلخ۔ (درمختار مع الشامی ج:۶ ص:۴۰۷، کتاب الحظر والإباحة) وأیضًا وأما الأخذ منها وھی دون ذٰلک کما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم یبحه أحد وأخذ کلھا فعل یھود الھند ومجوس الأعاجم۔ (الدر المختار مع الشامی ج:۲ ص:۴۱۸، باب ما یفسد الصوم وما لَا یفسده، مطلب فی الأخذ من اللحیة)، وأیضًا: حلق کردن لحیہ حرام است وگزاشتن آں بقدر قبضہ واجب است۔ (اشعة اللمعات شرح مشکٰوة ج:۱ ص:۲۲۸)۔

(۲،۳) ویکرہ إمامة عبدٍ .... وفاسق۔ وفی الشامیة: أما الفاسق فقد عللوا کراھة تقدیمه بأنه لَا یھتم لأمر دینه، وبأن فی تقدیمه للإمامة تعظیمه وقد وجب علیھم إھانته شرعًا۔ (رد المحتار علی الدر المختار ج:۱ ص:۵۶۰، باب الإمامة)۔

(۴) وأن القراءة لشیء من الدنیا لَا تجوز وأن الآخذ والمعطی آثمان، لأن ذٰلک یشبه الإستئجار علی القراءة ونفس الإستئجار علیھا لَا یجوز فکذا ما أشبه .... ولَا ضرورة فی جواز الإستئجار علی التلاوة ...إلخ۔ (فتاویٰ شامی ج:۲ ص:۷۳)۔

جواب:... جس علاقے میں حافظوں کو اُجرت دینے کا رواج ہو، وہاں ہدیہ بھی اُجرت ہی سمجھا جاتا ہے،[1] چنانچہ اگر کچھ نہ دیا جائے تو لوگ اس کا برا مناتے ہیں، اس لئے تراویح سنانے والے کو ہدیہ بھی نہیں لینا چاہئے۔

تراویح میں تیز رفتار حافظ کے پیچھے قرآن سننا کیسا ہے؟

سوال:... سورۃ مزمل کی ایک آیت کے ذریعہ تاکید کی گئی ہے کہ قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھو، اس کے برعکس تراویح میں حافظ صاحبان اس قدر روانی سے پڑھتے ہیں کہ الفاظ سمجھ میں نہیں آتے، اگر وہ ایسا نہ کریں تو پورا قرآن وقتِ مقرّرہ پر ختم نہیں کرسکتے، باپ اور بیٹا دونوں حافظ ہیں، بیٹا باپ سے زیادہ روانی سے پڑھتا ہے، جس پر لوگوں نے باپ کو ''حافظ ریل'' اور بیٹے کو ''حافظ انجن'' کے لقب سے نوازا ہے، اور وہ اب اسی نام سے پہچانے جاتے ہیں، کیا تراویح میں اس طرح پڑھنا دُرست ہے؟

جواب:... تراویح کی نماز میں عام نمازوں کی نسبت ذرا تیز پڑھنے کا معمول تو ہے،[2] مگر ایسا تیز پڑھنا کہ الفاظ صحیح طور پر ادا نہ ہوں، اور سننے والوں کو سوائے یعلمون تعلمون کے کچھ سمجھ نہ آئے، حرام ہے، ایسے حافظ کے بجائے الم ترکیف سے تراویح پڑھ لینا بہتر ہے۔[3]

بغیر عذر کے تراویح بیٹھ کر پڑھنا کیسا ہے؟

سوال:... دیگر نفل کی طرح کیا تراویح بھی بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں؟

جواب:... تراویح بغیر عذر کے بیٹھ کر نہیں پڑھنی چاہئے، یہ خلافِ استحباب ہے، اور ثواب بھی آدھا ملے گا۔[4]

تراویح میں رُکوع تک، لگ بیٹھے رہنا مکروہ فعل ہے

سوال:... تراویح میں جب حافظ نیت باندھ کر قرأت کرتا ہے تو اکثر نمازی یونہی پیچھے بیٹھے یا ٹہلتے رہتے ہیں، اور جیسے ہی حافظ رُکوع میں جاتا ہے تو لوگ جلدی جلدی نیت باندھ کر نماز میں شریک ہوجاتے ہیں، یہ حرکت کہاں تک دُرست ہے؟

جواب:... تراویح میں ایک بار پورا قرآن مجید سننا ضروری اور سنتِ مؤکدہ ہے،[5] جو لوگ اِمام کے ساتھ شریک نہیں ہوتے

---

(۱) المعروف عرفًا کالمشروط شرطًا۔ (شرح المجلة لسلیم رستم باز، ص:۳۷، المادّة:۴۳، طبع کوئٹه)۔

(۲) وفی الدر: یقرأ فی الفرض بالترسل حرفًا حرفًا، وفی التراویح بین بین وفی الشامیة (قوله بین بین) أی بأن تکون بین الترسل والإسراع ... إلخ۔ (در مختار مع الشامی ج:۱ ص:۵۴۱، فصل فی القراءة، طبع سعید)۔

(۳) وشروط الإمامة للرجال الأصحاء ستة أشیاء: الإسلام .... والقراءة والسلامة من الأعذار کالرعاف الفأفأة والتمتمة واللثغ ... إلخ۔ (فتاویٰ شامی، باب الإمامة ج:۱ ص:۵۵۰)، وأیضًا ویکره الإسراع فی القراءة ... إلخ۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۱۱۷، کتاب الصلاة، فصل فی التراویح، طبع رشیدیه)۔

(۴) اتفقوا علٰی أن أداء التراویح قاعدًا لا یستحب بغیر عذر واختلفوا فی الجواز، قال بعضهم یجوز وهو الصحیح إلّا أن ثوابه یکون علی النصف من صلاة القائم ... إلخ۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۱۱۸، کتاب الصلاة، فصل فی التراویح)۔

(۵) السُّنّة فی التراویح إنما هو الختم مرة فلا یترک لکسل القوم کذا فی الکافی۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۱۱۷، فصل فی التراویح)۔

ان سے اتنا حصہ قرآنِ کریم کا فوت ہو جاتا ہے، اس لئے یہ لوگ نہ صرف ایک ثواب سے محروم رہتے ہیں، بلکہ نہایت مکروہ فعل کے مرتکب ہوتے ہیں، کیونکہ ان کا یہ فعل قرآنِ کریم سے اعراض کے مشابہ ہے۔ (۱)

تراویح میں قراءت کی مقدار

سوال:... تراویح میں کتنا قرآن پڑھنا چاہئے؟

جواب:... تراویح میں کم از کم ایک قرآن مجید ختم کرنا سنت ہے، لہٰذا اتنا پڑھا جائے کہ ۲۹ رمضان کو قرآنِ کریم پورا ہو جائے۔ (۲)

دو تین راتوں میں مکمل قرآن کر کے بقیہ تراویح چھوڑ دینا

سوال:... میرے بعض دوست ایسے ہیں جو کہ رمضان کی شروع کی ایک رات یا تین راتوں میں پورا قرآن شریف تراویح میں سن لیتے ہیں اور پھر بقیہ دنوں میں تراویح نہیں پڑھتے، کیا یہ دُرست ہے؟ دُوسرے یہ کہ میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ پورا قرآن ایک رات میں سن کر باقی راتوں میں اِمام صاحب کے ساتھ فرض پڑھ کر تر واتح خود اکیلے جلدی پڑھ لیتے ہیں، کیا یہ دُرست ہے؟

جواب:... تراویح پڑھنا مستقل سنت ہے، اور تراویح میں پورا قرآنِ کریم سننا الگ سنت ہے، جو شخص ان میں سے کسی ایک سنت کا تارک ہوگا وہ گناہگار ہوگا۔ (۳)

کیا سات روزہ تراویح جائز ہے جبکہ تلفظ بھی صحیح نہیں ہوتا؟

سوال:... کیا پانچ روزہ یا سات روزہ تراویح اِبتدائے اسلام سے رائج ہے یا ہم نے اپنی سہولت کے لئے اسلامی قدروں کو

---

(۱) وفی البحر عن الخانية يكره للمقتدى أن يقعد فى التراويح فإذا أراد الإمام أن يركع يقوم لأن فيه إظهار التكاسل فى الصلاة والتشبه بالمنافقين، قال تعالى: وإذا قاموا إلى الصلٰوة قاموا كسالٰى ... إلخ۔ (شامى ج:۲ ص:۴۸، كتاب الصلاة، مبحث صلاة التراويح، طبع سعيد، البحر الرائق ج:۲ ص:۷۵، كتاب الصلاة)۔

(۲) وصرح فى الهداية بأن أكثر المشائخ على أن السُّنّة فيها الختم، وفى مختارات النوازل أنه يقرأ فى كل ركعة عشر آيات وهو الصحيح، لأن السُّنّة فيها الختم لأن جميع عدد الركعات فى جميع الشهر ستمائة ركعة وجميع آيات القرآن ستة آلاف (البحر الرائق ج:۲ ص:۷۴، أيضًا حلبى كبير ص:۴۰۶)۔ (وأيضًا) وحُكِىَ ان المشائخ رحمهم الله تعالٰى جعلوا القرآن على خمسمائة وأربعين ركوعًا، وأعلموا ذٰلك فى المصاحف حتى يحصل الختم فى ليلة السابع والعشرين ... إلخ۔ (عالمگيرى ج:۱ ص:۱۱۸)۔ (وأيضًا) وما فى الخلاصة من انه يقرأ فى كل ركعة عشر آيات حتّٰى يحصل الختم فى ليلة السابع والعشرين ونحوه ... إلخ۔ (شامى ج:۲ ص:۴۶)۔ (وأيضًا) والجمهور على أن السُّنّة الختم مرة فلا يترك لكسل القوم ويختم فى ليلة السابع والعشرين لكثرة الأخبار أنها ليلة القدر ... إلخ۔ (البحر الرائق ج:۲ ص:۷۴)۔

(۳) لو حصل الختم ليلة التاسع عشر أو الحادى والعشرين لَا تترك التراويح فى بقية الشهر لأنها سُنّة كذا فى الجوهرة النيرة الأصح أنه يكره له الترك كذا فى السراج الوهاج۔ (عالمگيرى ج:۱ ص:۱۱۸، كتاب الصلاة، فصل فى التراويح)۔

اپنی مرضی سے ڈھال لیا؟ جبکہ تلفظ اور صحیح ادائیگی نہایت ضروری ہے، یہاں یہ پتا ہی نہیں چلتا کہ پیش اِمام صاحب کیا پڑھ رہے ہیں بس قرآن ختم ہوگیا پانچ دنوں میں۔

جواب:...تراویح کی نماز پورے رمضان المبارک کی سنتِ مؤکدہ ہے۔[1] اور تراویح میں پورا قرآنِ کریم سننا ایک مستقل سنت ہے۔[2] جو حضرات پانچ یا سات دن میں قرآن مجید سن لیتے ہیں، وہ تراویح کی نماز سے فارغ نہیں ہوجاتے، بلکہ پورے رمضان تراویح ادا کرنا ان کے ذمے رہتا ہے۔[3]

تراویح میں قرآن سنانے کے لئے یہ شرط ہے کہ ایسا صاف پڑھا جائے کہ ایک ایک لفظ سمجھ میں آئے، جو لوگ اتنا تیز پڑھتے ہیں کہ کچھ پتا نہیں چلتا کہ کیا پڑھ رہے ہیں، وہ نہایت غلط کرتے ہیں، ان کا پڑھنا نہ پڑھنا برابر ہے، بلکہ اس طرح پڑھنا ثواب کے بجائے موجبِ وبال ہے۔[4]

رمضان کے چند دِن میں تراویح سننے والے بقیہ مہینے کی تراویح سے فارغ نہیں ہوجاتے

سوال:...اسلام نے نماز اور دیگر معمولات کو ایک نظام میں متعین کیا ہے اور وقت اور ادائیگیوں کے لئے ایک سسٹم ہے، پھر یہ کہ ہر جگہ خواہ وہ روڈ ہو، گلی ہو، ہر جگہ پانچ یا سات روز میں پورے مہینے کا کام نمٹادو اور اپنی اپنی دُکان داری میں لگ جاؤ، کیونکہ رمضان لوٹ کھسوٹ کا مہینہ ہے۔ میں نے اپنی زندگی کے تیس سال انڈیا میں ایسے نظام کو چلتے نہیں دیکھا۔

جواب:...نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، قربانی وغیرہ تمام عبادات کے اوقات و شرائط اِسلام نے مقرّر کئے ہیں۔ میں اُوپر لکھ چکا ہوں کہ تراویح کی نماز بھی پورے رمضان المبارک میں سنت مؤکدہ ہے، وہ تین یا پانچ یا سات دِن میں ادا نہیں ہوتی، البتہ قرآن مجید پورا سننے کی سنت اَدا ہوجاتی ہے، بشرطیکہ صحیح اور صاف پڑھا جائے۔ جو لوگ پانچ سات دن میں قرآنِ کریم سن کر پورے مہینے کے لئے فارغ ہوجاتے ہیں، وہ غلط کرتے ہیں۔ جو حفاظ پانچ سات دن میں قرآنِ کریم سناتے ہیں، ان پر لازم ہے کہ لوگوں کو یہ مسئلہ سمجھائیں کہ آپ لوگ پورے رمضان کی تراویح سے فارغ نہیں ہوگئے، بلکہ رمضان کی ہر رات کی تراویح آپ لوگوں کے ذمے لازم ہے۔[5]

نمازِ تراویح میں صرف بھولی ہوئی آیات کو دُہرانا بھی جائز ہے

سوال:...تراویح میں تلاوت کرتے کرتے اگر حافظ صاحب آگے نکل جائیں اور بعد میں معلوم ہو کہ بیچ میں کچھ آیتیں رہ گئی

---

(۱) ونفس التراويح سنة على الأعيان عندنا كما روى الحسن عن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۱۱۶، کتاب الصلاة، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح، طبع رشیدیه)۔

(۲) السُّنَّة فی التراویح إنما هو الختم مرة فلا یترک لکسل القوم۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۱۱۷)۔

(۳) لو حصل ختم لیلة التاسع عشر أو الحادی والعشرین لَا تترک التراویح فی بقیة الشهر لأنها سُنّة کذا فی الجوهرة النیرة الأصح أنه یکره الترک کذا فی السراج الوهاج۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۱۲۱، طبع رشیدیه)۔

(۴) ویکره الإسراع فی القراءة وفی أداء الأرکان۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۱۱۷، فصل فی التراویح)۔

(۵) لو حصل الختم .... لَا تترک التراویح فی بقیة الشهر لأنها سُنّة کذا فی الجوهرة النیرة، الأصح أنه یکره له الترک کذا فی السراج الوهاج۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۱۱۸، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح)۔

ہیں، تو کیا ایسی صورت میں تلاوت کیا گیا پورا کلامِ پاک دُہرائے یا صرف چھوٹی ہوئی اور غلط پڑھی گئی آیتیں دُہرائے؟

جواب:… پورا لوٹانا افضل ہے، صرف اتنی آیتوں کا بھی پڑھ لینا جائز ہے۔[1]

تراویح میں خلافِ ترتیب سورتیں پڑھی جائیں تو کیا سجدۂ سہو لازم ہوگا؟

سوال:… تراویح میں الم ترکیف سے قل اعوذ برب الناس تک پڑھی جاتی ہیں، کیا ان کو سلسلے وار ہر رکعت میں پڑھا جائے؟ اگر بھول کر آگے پیچھے ہوجاتی ہے تو کیا سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب:… نماز میں سورتوں کو قصداً خلافِ ترتیب پڑھنا مکروہ ہے، مگر اس سے سجدۂ سہو لازم نہیں آتا، اور اگر بھول کر خلافِ ترتیب پڑھ لے تو کراہت بھی نہیں۔[2]

تراویح میں ایک مرتبہ بسم اللہ بلند آواز سے پڑھنا ضروری ہے

سوال:… بعض حافظ، قرآنِ کریم میں ایک مرتبہ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" آواز کے ساتھ پڑھتے ہیں، اگر آہستہ پڑھی جائے تو کیا حرج ہے؟

جواب:… تراویح میں کسی سورۃ کے شروع میں ایک مرتبہ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کی آیت بھی بلند آواز سے پڑھ دینی چاہئے، کیونکہ یہ قرآنِ کریم کی ایک مستقل آیت ہے، اگر اس کو جہراً نہ پڑھا گیا تو مقتدیوں کا قرآنِ کریم کا سماع پورا نہیں ہوگا۔[3]

دورانِ تراویح "قل ھو اللہ" کو تین بار پڑھنا کیسا ہے؟

سوال:… دورانِ تراویح یا شبینہ تلاوت کلامِ پاک میں کیا "قل ھو اللہ" کی سورۃ کو تین بار پڑھنا چاہئے؟

جواب:… تراویح میں "قل ھو اللہ" تین بار پڑھنا جائز ہے، مگر بہتر نہیں، تاکہ اس کو سنتِ لازمہ نہ بنالیا جائے۔[4]

تراویح میں ختمِ قرآن کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

سوال:… تراویح میں جب قرآنِ پاک ختم کیا جاتا ہے تو بعض حفاظِ کرام آخری دوگانہ میں تین مرتبہ سورۂ اخلاص، ایک

---

(۱) واذا غلط فی القراءة فی التراویح فترک سورة أو آیة وقرأ ما بعدها فالمستحب له أن یقرأ المتروکة ثم المقروءة لیکون علی الترتیب کذا فی فتاویٰ قاضیخان. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۱۸، أیضًا فی حلبی کبیر ص:۴۰۷).

(۲) وفی الدر: ویکره الفصل بسورة قصیرة وأن یقرأ منکوسًا ………… ثم ذکر یتم وفی الشامیة (قوله ثم ذکر یتم) أفاد أن التنکیس أو الفصل بالقصیرة إنما یکره إذا کان عن قصد فلو سهوًا فلا کما فی شرح المنیة. (الدر المختار مع الشامی ج:۱ ص:۵۴۶، ۵۴۷، باب صفة الصلاة، مطلب الإستماع للقرآن فرض کفایة).

(۳) وذلک ان مذهب الجمهور انها من القرآن لتواترها فی محلها …إلخ. (شامی ج:۱ ص:۴۹۱، وأیضًا فی البحر الرائق ج:۱ ص:۳۳۰، باب صفة الصلاة، طبع دار الکتب العلمیة).

(۴) قراءة قل هو الله أحد ثلاث مرات عند ختم القرآن لم یستحسنها بعض المشائخ، وقال الفقیه أبو اللیث هذا شیء استحسنه أهل القرآن وأئمة الأمصار فلا بأس به …إلخ. (حلبی کبیر ص:۴۹۶، طبع سهیل اکیڈمی).

مرتبہ سورۂ فلق، سورۃ الناس اور دُوسری رکعت میں البقرہ کا پہلا رُکوع پڑھتے ہیں، اور بعض حفاظ سورۂ اخلاص کو صرف ایک مرتبہ پڑھتے ہیں اور آخری دو رکعتوں میں البقرہ کا پہلا رُکوع اور دُوسری رکعت میں سورۂ والصافات کی آخری آیات پڑھتے ہیں، ختمِ قرآن تراویح کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

جواب:... ویسے تو قرآن شریف سورۂ والناس پر ختم ہوجاتا ہے، لہٰذا اگر کوئی حافظ سورۃ الناس آخری رکعت میں پڑھیں اور سورۃ البقرہ شروع نہ کریں تو یہ دُرست ہے، لیکن جو حفاظِ کرام سورۃ الناس کے بعد بیسویں رکعت میں سورۃ البقرہ شروع کردیتے ہیں یا اُنیسویں رکعت میں سورۃ البقرہ اور بیسویں رکعت میں سورۂ والصافات کی آخری دُعائیہ آیات پڑھتے ہیں تو اگر اس طریقہ کو وہ لازمی نہیں سمجھتے ہیں تو اس طرح سے ختمِ قرآن کرنے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ سورۃ الناس کے بعد سورۃ البقرہ شروع کرنے میں اس بات کی طرف لطیف سا اشارہ ہوتا ہے کہ تلاوتِ قرآن میں تسلسل ہونا چاہئے، اور حدیث شریف میں اس کی تعریف آتی ہے کہ آدمی قرآنِ کریم ختم کرکے دوبارہ شروع کردے، اس لئے یہ بہتر ہے کہ ایک قرآن ختم کرکے فوراً دُوسرا قرآن شروع کردیا جائے، البتہ اس طریقہ کو اگر لازمی سمجھا جائے تو دُرست نہیں۔ (۱)

تراویح میں اگر مقتدی کا رُکوع چھوٹ گیا تو کیا اس کی نماز ہوجائے گی؟

سوال:... تراویح میں امام صاحب نے کہا کہ دُوسری رکعت میں سجدہ ہے، لیکن دُوسری رکعت میں امام نے نہ جانے کس مصلحت کی بنا پر سجدہ کی آیت تلاوت کرنے سے پہلے ہی رُکوع کرلیا، جبکہ مقتدی خاص طور پر جو کونوں اور پیچھے کی طرف تھے وہ دُوسری رکعت میں سجدہ کی بنا پر سجدہ میں چلے گئے، لیکن جب امام نے "سمع اللہ لمن حمدہ" کہا تو وہ حیرت اور پریشانی میں کھڑے ہوئے اور امام "اللہ اکبر" کہتا ہوا سجدہ میں گیا تو مقتدی بھی سجدے میں چلے گئے، اور بقیہ نماز ادا کی۔ یعنی امام کی نماز تو دُرست رہی جبکہ مقتدیوں کا رُکوع چھوٹ گیا، اور انہوں نے سلام امام کے ساتھ ہی پھیرا، کیا مقتدیوں کی نماز دُرست ہوئی؟ اگر نہیں تو اس صورت میں مقتدیوں کو کیا کرنا چاہئے؟

جواب:... مقتدیوں کو چاہئے تھا کہ وہ اپنا رُکوع کرکے امام کے ساتھ سجدے میں شریک ہوجاتے، بہرحال رُکوع نماز میں فرض ہے، جب وہ چھوٹ گیا تو نماز نہیں ہوئی، ان حضرات کو چاہئے کہ اپنی دو رکعتیں قضا کرلیں۔ (۲)

---

(۱) وفي الولوالجية من يختم القرآن في الصلوٰة إذا فرغ من المعوّذتين في الركعة الأولى يركع ثم يقوم في الركعة الثانية ويقرأ بفاتحة الكتاب وشيء من سورة البقرة لأن النبي صلى الله عليه وسلم قال: خير الناس الحال المرتحل أي الخاتم المفتتح. (حلبي كبير ص:۴۹۴، تتمات فيما يكره من القرآن في الصلاة، طبع سهيل اكيڈمي).

(۲) (قوله ومتابعته لامامه في الفروض) أي بأن يأتي بما معه أو بعده، حتى لو ركع إمامه ورفع فركع هو بعد، صح بخلاف ما لو ركع قبل إمامه ورفع ثم ركع إمامه ولم يركع ثانيًا مع إمامه أو بعده بطلت صلوته ...إلخ. (شامي ج:۱ ص:۴۵۰، كتاب الصلاة، مطلب الخروج بصنعه، طبع ايچ ايم سعيد).

تراویح کی دُوسری رکعت میں بیٹھنا بھول جائے اور چار پڑھ لے تو کتنی تراویح ہوئیں؟

سوال:... دو رکعت نماز سنت تراویح کی نیت کرکے حافظ صاحب نے نماز شروع کی، دُوسری رکعت کے بعد تشہد میں نہیں بیٹھے، تیسری چوتھی رکعت پڑھی، پھر تشہد پڑھ کر سجدۂ سہو نکالا، نمازِ تراویح کی چاروں رکعت ہوگئیں یا دو سنت دو نفل یا چاروں نفل؟

جواب:... صحیح قول کے مطابق اس صورت میں تراویح کی دو رکعتیں ہوئیں:

"فلو صلى الإمام أربعًا بتسليمة ولم يقعد في الثانية فاظهر الروايتين عن ابى حنيفة وابى يوسف عدم الفساد، ثم اختلفوا هل تنوب عن تسليمة او تسليمتين؟ قال ابو الليث تنوب عن تسليمتين، وقال ابو جعفر وابن الفضل تنوب عن واحدة وهو الصحيح، كذا في الظهيرية والخانية وفي المجتبى وعليه الفتوىٰ۔" (البحر الرائق ج:۲ ص:۷۲)

تراویح کے دوران وقفہ

سوال:... تراویح کے دوران کتنا وقفہ کرنا چاہئے؟

جواب:... نمازِ تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد اتنی دیر بیٹھنا جتنی دیر میں چار رکعتیں پڑھی گئی تھیں، مستحب ہے، لیکن اگر اتنی دیر بیٹھنے میں لوگوں کو تنگی ہو تو کم وقفہ کیا جائے۔[1]

عشاء کے فرائض تراویح کے بعد ادا کرنے والے کی نماز کا کیا حکم ہے؟

سوال:... ایک صاحب عشاء کے وقت مسجد میں داخل ہوئے، تو عشاء کی نماز ختم ہوچکی تھی، تراویح شروع تھیں، یہ حضرت تراویح میں شامل ہوگئے، بعد از تراویح عشاء کی فرض نماز مکمل کی، آیا اس طرح نماز ہوگئی یا نہیں؟ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ قصداً ایسا نہیں کیا، بلکہ لاعلمی کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔

جواب:... جو شخص ایسے وقت آئے کہ عشاء کی نماز ہوچکی ہو، اس کو لازم ہے کہ پہلے عشاء کے فرض اور سنتِ مؤکدہ پڑھ لے، بعد میں تراویح کی جماعت میں شریک ہو، ان صاحب کی نمازِ تراویح نہیں ہوئی، تراویح کی نماز عشاء کے تابع ہے،[2] اس کی مثال ایسے ہے جیسے بعد کی سنتیں کوئی شخص پہلے پڑھ لے تو ان کا لوٹانا ضروری ہوگا، مگر تراویح کی قضا نہیں۔[3]

---

(۱) (واما الإستراحة) في أثناء التراويح (فيجلس بين كل ترويحتين مقدار ترويحة) أى بين كل أربع ركعات .... وهذا الإنتظار مستحب ...إلخ۔ (حلبي كبير ص:۴۰۴، طبع سهيل اكيڈمي، لاهور)۔

(۲) ووقته أى وقت التراويح .... وقال القاضي الإمام أبو علي النسفي الصحيح أن وقتها (بعد العشاء) لا تجوز قبلها ...إلخ۔ (حلبي كبير ص:۴۰۳، طبع سهيل اكيڈمي لاهور)۔

(۳) وإذا فاتت التراويح لا تقضى بجماعة والأصح إنها لا تقضى أصلًا ...إلخ۔ (البحر الرائق ج:۲ ص:۷۳، باب الوتر والنوافل، طبع دار المعرفة، بيروت، وأيضًا في الدر مع الشامي ج:۲ ص:۴۴، مبحث صلوٰة التراويح)۔

جماعت سے فوت شدہ تراویح وتروں کے بعد ادا کی جائے یا پہلے؟

سوال:… ہم اگر تراویح میں دیر سے پہنچتے ہیں تو پہلے عشاء کی نماز پڑھ کر امام کے ساتھ تراویح میں شامل ہوجاتے ہیں اور جو ہماری تراویح رہ جاتی ہے اس کو وتر کے بعد میں پڑھنا چاہئے یا وتر سے پہلے پڑھیں؟ اور اگر بقیہ تراویح نہ پڑھیں تو کوئی گناہ تو نہیں ہے؟

جواب:… وتر جماعت کے ساتھ پہلے پڑھ لیں، بعد میں باقی ماندہ تراویح پڑھیں۔[1]

عشاء کی نماز باجماعت نہ پڑھی تو تراویح بھی بلاجماعت پڑھے

سوال:… اگر کسی مسجد میں نمازِ عشاء جماعت کے ساتھ نہ پڑھی گئی ہو تو وہاں تراویح جماعت سے پڑھنا کیسا ہے؟

جواب:… اگر عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ نہ ہوئی ہو تو تراویح بھی جماعت کے ساتھ نہ پڑھی جائے، کیونکہ تراویح عشاء کی نماز کے تابع ہے،[2] البتہ اگر کچھ لوگ عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھ کر تراویح پڑھ رہے ہوں اور کوئی شخص بعد میں آئے تو وہ اپنی عشاء کی نماز الگ پڑھ کر تراویح کی جماعت میں شریک ہوسکتا ہے۔[3]

کیا تراویح کی قضا پڑھنی ہوگی؟

سوال:… جہاز پر ہماری ڈیوٹی رات آٹھ بجے سے بارہ بجے تک ہوتی ہے، اس وقت ہم میں سے اکثر لوگ صرف عشاء کی نماز قضا کرتے ہیں، کیا اس وقت ہم صرف عشاء پڑھیں یا قضا تراویح بھی پڑھ سکتے ہیں؟

جواب:… عشاء کا وقت صبحِ صادق تک باقی رہتا ہے، اگر آپ ڈیوٹی سے پہلے عشاء نہیں پڑھ سکتے تو ڈیوٹی سے فارغ ہوکر بارہ بجے کے بعد جب عشاء کی نماز پڑھیں گے تو ادا ہی ہوگی، کیونکہ عشاء کو اس کے وقت کے اندر آپ نے ادا کرلیا،[4] اور تراویح کی نماز کا وقت بھی عشاء سے لے کر صبحِ صادق سے پہلے تک ہے، اس لئے آپ لوگ جب عشاء کی نماز پڑھیں تو تراویح بھی پڑھ لیا کریں، اس وقت تراویح بھی قضا نہیں ہوگی، بلکہ ادا ہی ہوگی۔[5] اگر کوئی شخص صبحِ صادق سے پہلے تراویح نہیں پڑھ سکا، اس کی تراویح قضا ہوگئی،

---

(۱) فلو فاته بعضها (أى التراويح) وقام الإمام إلى الوتر أوتر معه ثم صلّى ما فاته. (درمختار ج:۲ ص:۴۴).

(۲) ولو تركوا الجماعة في الفرض ليس لهم ان يصلوا التراويح جماعة لأنها تبع للجماعة ...إلخ. (البحر الرائق ج:۲ ص:۷۵، باب الوتر والنوافل، وأيضًا فى الدر المختار مع الشامى ج:۱ ص:۴۸).

(۳) أما لو صليت بجماعة الفرض وكان رجل قد صلّى الفرض وحده فله أن يصليها مع ذلك الإمام، لأن جماعتهم مشروعة فله الدخول فيها معهم لعدم المحذور ...إلخ. (شامى ج:۲ ص:۴۸، وأيضًا فى البحر الرائق ج:۲ ص:۷۵).

(۴) وأما آخر وقت العشاء فحين يطلع الفجر الصادق ...إلخ. (البدائع الصنائع ج:۱ ص:۱۲۴، وأيضًا فى الدر مع الشامى ج:۱ ص:۳۶۱، مطلب فى الصلوة الوسطى).

(۵) وقال عامتهم وقتها ما بعد العشاء إلى طلوع الفجر فلا تجوز قبل العشاء لأنها تبع للعشاء ...إلخ. (البدائع الصنائع ج:۱ ص:۲۸۸، وأيضًا در مختار مع الشامى ج:۲ ص:۴۴، باب الوتر والنوافل، مبحث صلاة التراويح).

اب اس کی قضا نہیں پڑھ سکتا، کیونکہ تراویح کی قضا نہیں۔[1]

نمازِ تراویح سے قبل وتر پڑھ سکتا ہے

سوال:… تراویح سے پہلے وتر پڑھنا کیسا ہے؟

جواب:… وتر تراویح کے بعد پڑھنا افضل ہے، لیکن اگر پہلے پڑھ لے تب بھی دُرست ہے۔[2]

رمضان میں وتر بغیر جماعت کے ادا کرنا

سوال:… اگر ہم جلدی میں ہوں تو کیا تراویح پڑھنے کے بعد وتر بغیر جماعت کے پڑھے جاسکتے ہیں؟ اس سے بقیہ نماز پر تو کچھ اثر وغیرہ نہیں پڑے گا یا وتر باجماعت پڑھنا لازمی ہے؟

جواب:… رمضان المبارک میں وتر جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے، تنہا پڑھ لینا جائز ہے۔[3]

اکیلے تراویح ادا کرنا کیسا ہے؟

سوال:… اگر کوئی انسان نمازِ تراویح باجماعت ادا نہ کرسکے تو کیا وہ الگ پڑھ سکتا ہے؟

جواب:… اگر کسی عذر کی وجہ سے تراویح باجماعت نہیں پڑھ سکتا تو تنہا پڑھ لے، کوئی حرج نہیں۔[4]

گھر میں تراویح پڑھنے والا وتر چاہے آہستہ پڑھے چاہے جہراً

سوال:… کیا گھر میں تنہا پڑھنے والا بھی تراویح اور وتر جہراً پڑھے گا؟

جواب:… دونوں طرح سے جائز ہے، آہستہ بھی اور جہراً بھی۔[5]

نمازِ تراویح لاؤڈاسپیکر پر پڑھنا

سوال:… لاؤڈاسپیکر میں جو نمازِ تراویح بوجہ ضرورت پڑھی جاتی ہے، اس میں کیا کوئی کراہت ہے؟

---

(۱) والصحیح أنها لا تقضی، لأنها لیست بآکد من سنة المغرب والعشاء وتلک لا تقضی وکذلک هذه. (البدائع الصنائع ج:۱ ص:۲۹۰، وأیضًا درمختار مع الشامی ج:۲ ص:۴۴، باب الوتر والنوافل، مبحث صلاة التراویح).

(۲) ثم یوتر بهم .... والأصح ان وقتها بعد العشاء إلی آخر اللیل قبل الوتر وبعده ...إلخ. (الجوهرة النیرة ج:۱ ص:۱۰۰، وأیضًا درمختار مع الشامی ج:۲ ص:۴۴، باب الوتر والنوافل، مبحث صلاة التراویح).

(۳) وأما فی رمضان فهی بجماعة أفضل من أدائها فی منزله ...إلخ. (الجوهرة النیرة ج:۱ ص:۱۰۰، وأیضًا فی الدر مع الشامی ج:۲ ص:۴۹، وأیضًا فی الإختیار ج:۱ ص:۲۹).

(۴) أما لو تخلف عنها رجل من أفراد الناس وصلّی فی بیته فقد ترک الفضیلة ...إلخ. (شامی ج:۲ ص:۴۵، مبحث صلاة التراویح).

(۵) وفی اللیل یتخیر اعتبارا بالفرض فی حق المنفرد وهذا لأنه مکمل له فیکون تبعا له. (هدایة ج:۱ ص:۱۱۶، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، وأیضًا فی الدر مع الشامی ج:۱ ص:۵۳۳، وأیضًا فی فتح القدیر ج:۱ ص:۲۳۰).

جواب:... ضرورت کی بنا پر ہو تو کوئی کراہت نہیں، لیکن ضرورت کی چیز بقدرِ ضرورت ہی اختیار کی جاتی ہے، لہٰذا لاؤڈ اسپیکر کی آواز مسجد تک محدود رہنی چاہئے، تراویح میں اُوپر کے اسپیکر کھول دینا جس سے پورے محلے کا سکون غارت ہو جائے، جائز نہیں۔ (۱)

تراویح میں اِمام کی آواز نہ سن سکے تب بھی پورا ثواب ملے گا

سوال:... تراویح میں زیادہ مخلوق ہونے کی وجہ سے اگر پیچھے والی صف قرآن نہ سن پائے تو کیا ثواب وہی ملے گا جو سامع کو مل رہا ہے؟

جواب:... جی ہاں! ان کو بھی پورا ثواب ملے گا۔

تراویح میں قرآن دیکھ کر پڑھنا صحیح نہیں

سوال:... کیا تراویح میں قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا جائز ہے؟

جواب:... تراویح میں قرآن مجید دیکھ دیکھ کر پڑھنا صحیح نہیں، اگر کسی نے ایسا کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (۲)

تراویح میں قرآن ہاتھ میں لے کر سننا غلط ہے

سوال:... میں نے قرآنِ پاک حفظ کیا ہے، اور ہر ماہ رمضان میں بطور تراویح سنانے کا اہتمام بھی کرتی ہوں، لیکن جو خاتون میرا قرآن سنتی ہے وہ حافظ نہیں ہے، اور قرآن ہاتھ میں لے کر سنتی ہے، یا پھر کسی نابالغ حافظ لڑکے کو بطور سامع مقرّر کر کے نفلوں میں یہ اہتمام کیا جاسکتا ہے؟ ہر دو صورت میں جائز صورت کیا ہے؟

جواب:... ہاتھ میں قرآن لے کر سننا تو غلط ہے، (۳) اور عورت کے لئے کسی نابالغ حافظ کو سامع بنانا بھی جائز نہیں ہے۔ (۴)

تراویح جیسے مردوں کے ذمہ ہے، ویسے ہی عورتوں کے ذمہ بھی ہے

سوال:... کیا تراویح کی نماز عورتوں کے لئے ضروری ہے؟ جو عورتیں اس میں کوتاہی کرتی ہیں ان کا کیا حکم ہے؟

جواب:... تراویح سنت ہے، اور تراویح کی نماز جیسے مردوں کے ذمہ ہے، ایسے ہی عورتوں کے ذمہ بھی ہے، مگر اکثر عورتیں اس میں کوتاہی اور غفلت کرتی ہیں، یہ بہت بُری بات ہے۔ (۵)

---

(۱) قال فی الدر: ویجهر الإمام وجوبًا بحسب الجماعة فإن زاد علیه أساء. وفی الشامیة تحت قوله فإن زاد علیه أساء، وفی الزاهدی عن أبی جعفر لو زاد علی الحاجة فهو أفضل إلّا إذا أجهد نفسه أو آذی غیره قهستانی۔ (شامی ج:۱ ص:۵۳۲، فصل فی القراءة)۔

(۲، ۳) ولو قرأ المصلی من المصحف فصلوته فاسدة ... إلخ۔ (البدائع الصنائع ج:۱ ص:۲۳۶)۔

(۴) ولا یصح إقتداء الرجل بالمرأة۔ وفی الشرح: أما غیر البالغ فإن کان ذکرًا تصح إمامته لمثله من ذکرًا وأنثٰی وخنثٰی، ویصح إقتداءه بالذکر مطلقًا فقط، وإن کان أنثٰی تصح إمامتها لمثلها فقط۔ (فتاوی شامی ج:۱ ص:۵۷۷، باب الإمامة)۔

(۵) (التراویح سُنّة مؤکدة) لمواظبة الخلفاء الراشدین (للرجال والنساء) إجماعًا ... إلخ۔ (درمختار مع الشامی ج:۲ ص:۴۳، باب الوتر والنوافل، مبحث صلاة التراویح، طبع ایچ ایم سعید)۔

تراویح کے لئے عورتوں کا مسجد میں جانا مکروہ ہے

سوال:... عورتوں کے لئے مسجد میں تراویح کا انتظام کرنا کیسا ہے؟ کیا وہ گھر میں نہیں پڑھ سکتیں؟

جواب:... بعض مساجد میں عورتوں کے لئے بھی تراویح کا انتظام ہوتا ہے، مگر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عورتوں کا مسجد میں جانا مکروہ ہے، ان کا اپنے گھر پر نماز پڑھنا مسجد میں قرآن مجید سننے کی بہ نسبت افضل ہے۔ (۱)

عورتوں کا تراویح پڑھنے کا طریقہ

سوال:... عورتوں کا تراویح پڑھنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ وہ تراویح میں کس طرح قرآنِ پاک ختم کریں؟

جواب:... کوئی حافظ محرَم ہو تو اس سے گھر پر قرآنِ کریم سن لیا کریں، اور نامحرَم ہو تو پسِ پردہ رہ کر سنا کریں، اگر گھر پر حافظ کا انتظام نہ ہو سکے تو الم ترکیف سے تراویح پڑھ لیا کریں۔ (۲)

کیا حافظِ قرآن عورت، عورتوں کی تراویح میں اِمامت کرسکتی ہے؟

سوال:... عورت اگر حافظ ہو کیا وہ تراویح پڑھا سکتی ہے؟ اور عورت کے تراویح پڑھانے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب:... عورتوں کی جماعت مکروہ تحریمی ہے، اگر کرائیں تو امام آگے کھڑی نہ ہو، جیسا کہ امام کا مصلیٰ الگ ہوتا ہے، بلکہ صف ہی میں ذرا کو آگے ہو کر کھڑی ہو، (۳) اور عورت تراویح سنائے تو کسی مرد کو (خواہ اس کا محرَم ہو) اس کی نماز میں شریک ہونا جائز نہیں۔ (۴)

غیر رمضان میں تراویح

سوال:... ماہِ رمضان میں مجبوری کے تحت روزے رکھے جانے سے رہ جاتے ہیں، اور بعد میں جب یہ روزے رکھے جاتے ہیں تو کیا ان کے ساتھ نمازِ تراویح بھی پڑھی جاتی ہے کہ نہیں؟

جواب:... تراویح صرف رمضان میں پڑھی جاتی ہے۔ (۵)

---

(۱) (ولا یحضرن الجماعات) لقوله صلی الله علیه وسلم: صلاة المرأة فی بیتها أفضل من صلاتها فی حجرتها، وصلاتها فی مخدعها أفضل من صلاتها فی بیتها. فالأفضل لها ما كان أستر لها، لا فرق بین الفرائض وغیرها كالتراویح. (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص: ۱۶۶، فصل فی بیان الأحق بالإمامة، وأیضًا فی الشامیة ج:۱ ص:۵۶۶).

(۲) أیضًا.

(۳) ویكره تحریمًا جماعة النساء ولو التراویح .... فإن فعلن تقف الإمام وسطهن ...الخ. (التنویر مع شرحه ج:۱ ص:۵۶۵، عالمگیری ج:۱ ص:۸۵، حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص:۳۰۴).

(۴) ولا یجوز إقتداء رجل بإمرأة هكذا فی الهدایة. (عالمگیری ج:۱ ص:۸۵، الباب الخامس فی الإمامة).

(۵) التراویح سنة مؤكدة، وینبغی أن یجمع الناس فی كل لیلة من شهر رمضان بعد العشاء. (الإختیار لتعلیل المختار ج:۱ ص:۶۹، كتاب الصلاة، باب النوافل، فصل فی التراویح، طبع دار المعرفة، بیروت).

نفل کی نیت سے تراویح میں شامل ہونے والا بعد میں تراویح پڑھا سکتا ہے

سوال:...ایک قاری صاحب نے مسجد میں اِمام صاحب کے پیچھے رمضان المبارک میں تراویح میں نفل کی نیت سے سماعت کی، اور اس کے بعد خود بھی تراویح پڑھائی، کیا یہ طریقہ دُرست تھا؟

جواب:...قاری صاحب کا عمل صحیح تھا۔[1]

بھولنے اور لقمہ نہ لینے والے قاری کا کیا کریں؟

سوال:...ہماری مسجد میں جو اِمام صاحب ہیں، وہ عالمِ دِین بھی ہیں، اور حافظ اور قاری بھی، جب وہ اس مسجد میں تراویح پڑھانے تشریف لائے تو بہت سہو ہوتا تھا، اس کی انہوں نے یہ تأویل کی کہ میں پہلے صرف چند اَفراد کی اِمامت کیا کرتا تھا، اور یہاں بہت بڑی تعداد نمازیوں کی ہوتی ہے، اس لئے (شاید گھبراہٹ میں) بھول ہوتی ہے۔ لیکن اب کم و بیش دس سال اِمامت و تراویح پڑھاتے ہوئے ہوگئے ہیں، سہو نسبتاً بڑھتا جاتا ہے، اگر کوئی دُوسرا حافظ (ان کے مقرّر کردہ سامع کے علاوہ) لقمہ دے تو قبول نہیں کرتے۔ اِنتظامیہ باوجود شکایت کے اپنے کو اس لئے مجبور پاتی ہے کہ ۱:...مکان رہنے کو دِیا ہے، جو مسجد کی ملکیت ہے، ۲:...شمالی علاقے سے تعلق ہے، انہوں نے اپنے ایک حلقے کو وسعت دے دی ہے، کم از کم اور کسی جھگڑے کے علاوہ مکان خالی نہ ہونے کا خطرہ لازمی محسوس کرتے ہیں، ان حالات میں مقتدی کیا کریں؟ گو اس مسجد میں بالائی منزل پر دُوسرے حافظ (کبھی نوآموز حافظ بھی) تراویح پڑھاتے ہیں، لیکن ضعیف لوگوں کو اُوپر چڑھنا بھی مشکل ہوتا ہے۔ کیا اب وہ لوگ الم ترکیف سے علیحدہ اپنی تراویح پوری کرسکتے ہیں؟

جواب:...اگر قاری صاحب بہ کثرت بھولتے ہیں، اور پیچھے سے لقمہ بھی نہیں لیتے، تو ان کے بجائے دُوسرے آدمی کو مقرّر کرنا چاہئے۔[2] لوگوں کا قرآن سننے سے محروم رہنا افسوس کی بات ہوگی۔ لیکن اگر قاری صاحب کے پیچھے کھڑے ہونے کا تحمل نہیں، تو اپنی تراویح کرالیا کریں، بہتر ہے کہ ان کے لئے کسی الگ جگہ جماعت کا اِنتظام کردیا جائے۔

---

(۱) لَا بأس لغير الْإمام أن يصلي في مسجدين، لأنه إقتداء المتطوع بمن يصلي السُّنَّة وأنه جائز كما لو صلى المكتوبة ثم أدرك الجماعة ودخل فيها ...إلخ. (بدائع ج:۱ ص:۲۹۰، فصل: وأما بيان سننها أي التراويح).

(۲) لَا ينبغي أن يقدموا في التراويح الخوشخوان ولٰكن يقدموا الدرستخوان ...إلخ. (عالمگيرى ج:۱ ص:۱۱۸، الباب التاسع في النوافل). ويكره الْإسراع في القراءة وفي أداء الأركان. (أيضًا ج:۱ ص:۱۱۸، فصل وأما شرائط الأركان، كتاب الصلاة).

نفل نمازیں

نفل اور سنتِ غیرمؤکدہ میں فرق

سوال:... نفل نماز اور نمازِ سنتِ غیرمؤکدہ میں کیا فرق ہے؟ جبکہ دونوں کے لئے یہی بتایا جاتا ہے کہ اگر پڑھ لو تو ثواب، اور نہ پڑھو تو کوئی گناہ نہیں۔

جواب:... سنتِ غیرمؤکدہ اور نفل قریب قریب ہیں، ان میں کوئی زیادہ فرق نہیں، البتہ یہ فرق ہے کہ سننِ غیرمؤکدہ منقول ہیں، اس لئے ان کا درجہ بطورِ خاص مستحب ہے، اور دُوسرے نوافل منقول نہیں، اس لئے ان کا درجہ عام نفلی عبادت کا ہے۔[1]

کیا پنج وقتہ نماز کے علاوہ بھی کوئی نماز ہے؟

سوال:... قرآنِ کریم میں صرف پانچ وقت کی نماز کے لئے کہا گیا ہے، یا زیادہ بھی پڑھ سکتے ہیں؟

جواب:... پانچ وقت کی نمازیں تو ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہیں،[2] ان کے علاوہ نفلی نمازیں ہیں، وہ جتنی چاہے پڑھے، بعض خاص نمازوں کا ثواب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے، مثلاً: تہجد کی نماز،[3] اشراق،[4] چاشت،[5]

---

(۱) أقول فلا فرق بين النفل وسنن الزوائد من حيث الحكم لأنه لا يكره ترك كل منهما .... فالنفل ما ورد به دليل ندب عمومًا أو خصوصًا ولم يواظب عليه النبي صلى الله عليه وسلم ولذا كان دون سنة الزوائد كما صرح به في التنقيح. (فتاوى شامية ج:۱ ص:۱۰۳، مطلب في السُّنَّة وتعريفها).

(۲) عن عبادة بن الصامت رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: خمس صلوات افترضهن الله تعالى، من أحسن وضوءهنّ وصلّاهنّ لوقتهنّ وأتم ركوعهنّ وخشوعهنّ كان له على الله عهد أن يغفر له، ومن لم يفعل فليس له على الله عهد إن شاء غفر له وإن شاء عذبه. رواه أحمد وأبوداؤد وروى مالك والنسائي نحوه. (مشكوٰة ص:۵۸، الفصل الثاني، كتاب الصلوٰة).

(۳) عن أبي أمامة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: عليكم بقيام الليل فإنه دأب الصالحين قبلكم وهو قربة لكم إلى ربكم ومكفرة للسيئات ومنهاة عن الإثم. رواه الترمذي. (مشكوٰة ص:۱۰۹، الفصل الثاني، باب التحريض على القيام).

(۴) عن معاذ بن أنس الجهني رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قعد في مصلاه حين ينصرف من صلوٰة الصبح حتّى يسبّح ركعتي الضحى لا يقول إلّا الخير غفر له خطاياه وإن كانت أكثر من زبد البحر. رواه أبوداؤد. (مشكوٰة ص:۱۱۶، الفصل الثاني، باب صلوٰة الضحى).

(۵) عن أمّ هانى رضي الله عنها قالت: أن النبي صلى الله عليه وسلم دخل بيتها يوم فتح مكة فاغتسل وصلّى ثماني ركعات فلم أر صلوٰة قط أخف منها غير أنه يتم الركوع والسجود. وقالت في رواية أخرى: وذلك ضحى. متفق عليه. (مشكوٰة ص:۱۱۵، الفصل الأوّل، باب صلوٰة الضحى).

اَوّابین،[1] نمازِ استخارہ،[2] نمازِ حاجت[3] وغیرہ۔

اِشراق، چاشت، اَوّابین اور تہجد کی رکعات

سوال:... نوافل نمازوں مثلاً: اِشراق، چاشت، اَوّابین اور تہجد میں کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ کتنی رکعات پڑھی جاسکتی ہیں؟

جواب:... نوافل میں کوئی پابندی نہیں، جتنی رکعتیں چاہیں پڑھیں، حدیث شریف میں ان نمازوں کی رکعات حسبِ ذیل منقول ہیں:

اِشراق:... چار رکعتیں۔[4] چاشت:... آٹھ رکعتیں۔[5]

اَوّابین:... چھ رکعتیں۔[6] تہجد:... بارہ رکعتیں۔[7]

نمازِ نفل اور سنتیں جہراً پڑھنا

سوال:... نمازِ نفل اور سنتیں جہراً پڑھ سکتے ہیں یا دونوں میں سے کوئی ایک؟ اگر نوافل یا سنتیں جہراً پڑھ لی جائیں تو سجدۂ سہو کرنا لازم ہوگا؟

جواب:... رات کی سنتوں اور نفلوں میں اختیار ہے کہ خواہ آہستہ پڑھے یا جہراً پڑھے، اس لئے رات کی سنتوں اور نفلوں میں

---

(۱) عن أبی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من صلّی بعد المغرب ست رکعات لم یتکلم فیما بینهنّ بسوء عدلن له بعبادة ثنتی عشرة سنة. رواه الترمذی. (مشکوٰة ص:۱۰۴، الفصل الثانی، باب السنن).

(۲) عن جابر رضی الله عنه قال: کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یعلمنا الإستخارة فی الأمور کما یعلمنا السورة من القرآن، یقول: إذا همّ أحدکم بالأمر فلیرکع رکعتین من غیر الفریضة ثم لیقل: اللّٰهم إنی أستخیرک بعلمک وأستقدرک بقدرتک ...إلخ. (مشکوٰة ص:۱۱۶، الفصل الأوّل، باب التطوع).

(۳) عن عبدالله بن أبی أوفیٰ رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من کان له حاجة إلی الله أو إلیٰ أحد من بنی آدم فلیتوضأ فلیحسن الوضوء ثم لیصل رکعتین ثم لیثن علی الله تعالیٰ ولیصل علی النبی صلی الله علیه وسلم ...إلخ. (مشکوٰة ص:۱۱۷، الفصل الثانی، باب التطوع).

(۴) عن معاذة قالت: سألت عائشة کم کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلّی صلوٰة الضحیٰ؟ قالت: أربع رکعات ویزید ما شاء الله. رواه مسلم. (مشکوٰة ص:۱۱۵، باب صلوٰة الضحیٰ، الفصل الأوّل).

(۵) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۵ ملاحظہ فرمائیں۔

(۶) ایضاً حاشیہ نمبر۱۔

(۷) وفی روایة: إن صلوٰته باللیل خمس عشرة رکعة .... وفی أخریٰ سبع عشرة .... کان یصلی صلی الله علیه وسلم سبع عشرة رکعة من اللیل ...إلخ. (معارف السنن ج:۴ ص:۱۳۳، بیان أکثر صلاته باللیل وأقل ما ثبت). أیضًا ان ابن عباس أخبره أنه بات عند میمونة وهی خالته .... ثم قام رسول الله صلی الله علیه وسلم إلی شن معلّقة فتوضأ فأحسن الوضوء .... ثم صلّی رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم أوتر ثم اضطجع حتّی جآءه المؤذّن فقام فصلی رکعتین ثم خرج فصلی الصبح. (صحیح بخاری ج:۱ ص:۱۳۵، باب ما جاء فی الوتر).

جہراً پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا، دن کی سنتوں اور نفلوں میں جہراً پڑھنا دُرست نہیں، بلکہ آہستہ پڑھنا واجب ہے۔[1] اور اگر بھول کر تین آیتیں یا اس سے زیادہ پڑھ لیں تو سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، قواعد کا تقاضا یہ ہے کہ سجدۂ سہو واجب ہونا چاہئے اور یہی احتیاط کا مقتضا ہے۔[2]

نوافل میں خلافِ ترتیب سورتیں پڑھنا

سوال:... نوافل میں اگر کوئی سورت ترتیبِ عثمانی کے خلاف پڑھی جائے تو کوئی مضائقہ تو نہیں؟ اور کیا سنت مؤکدہ میں بھی اس حکم کے ماتحت جائز ہے یا نہیں؟

جواب:... بلاقصد اگر ایسا ہوجائے تو کوئی حرج نہیں، قصداً ایسا کرنا مکروہ ہے۔[3]

نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا کیسا ہے؟

سوال:... میں نفل اکثر بیٹھ کر پڑھتی ہوں، میں یہ آپ کو سچ بتادوں کہ نماز بہت کم پڑھتی ہوں، لیکن جب بھی پڑھتی ہوں تو اس کے ساتھ نفل ضرور پڑھتی ہوں، گزارش یہ ہے کہ میں نفل کھڑے ہوکر جس طرح فرض اور سنت پڑھتے ہیں، اسی طرح پڑھتی تھی، لیکن میری خالہ اور نانی نے کہا کہ نفل ہمیشہ بیٹھ کر پڑھتے ہیں، اور اکثر لوگوں نے کہا کہ نفل بیٹھ کر پڑھتے ہیں، مجھے تسلی نہیں ہوئی، آپ یہ بتائیں کہ نفل کس طرح پڑھنے چاہئیں؟

جواب:... آپ کی خالہ اور نانی غلط کہتی ہیں، یہ لوگوں کی اپنی ایجاد ہے کہ تمام نمازوں میں وہ پوری نماز کھڑے ہوکر پڑھتے ہیں، مگر نفل بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔ نفل بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت ضرور ہے، لیکن بیٹھ کر نفل پڑھنے سے ثواب آدھا ملتا ہے، اس لئے نفل کھڑے ہوکر پڑھنا افضل ہے۔[4] پنج وقتہ نماز کی پابندی ہر مسلمان کو کرنی چاہئے، اس میں کوتاہی کرنا دُنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کے غضب و لعنت کا موجب ہے۔[5]

---

(۱) فإن كان متنفلًا إن كان في النهار يخافت وإن كان في الليل يخير بن الجهر والمخافة والجهر أفضل ... إلخ. (خلاصة الفتاویٰ ج:۱ ص:۹۴، كتاب الصلاة، طبع رشيديه كوئٹه).

(۲) وقال في الفتح: فحيث كانت المخافة واجبة على المنفرد ينبغي أن يجب بتركها السجود اهـ فتأمل. (شامي ج:۱ ص:۵۳۳، كتاب الصلاة، فصل القراءة).

(۳) ويكره أن يقرأ في الثانية سورة فوق التي قرأها في الأولىٰ، لأن فيه ترك الترتيب الذي أجمع عليه الصحابة هذا إذا كان قصدًا وأما سهوًا فلا. (حلبي كبير ص:۴۹۴، تتمات فيما يكره من القرآن في الصلاة وما لا يكره ... إلخ).

(۴) ويتنفل مع قدرته على القيام قاعدًا .... وفيه أجر غير النبي صلى الله عليه وسلم على النصف إلّا بعذر. درمختار. وفي الشامي ويؤيده حديث البخاري من صلّى قائمًا فهو أفضل، ومن صلّى قاعدًا فله نصف أجر القائم ... إلخ. (درمختار مع الشامي ج:۲ ص:۳۶، ۳۷، باب الوتر والنوافل، مبحث المسائل الستة عشرية).

(۵) وفي حديث معاذ أوصاني رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا تتركن صلٰوة مكتوبة متعمدًا فإن من ترك صلٰوة مكتوبة متعمدًا فقد برئت منه ذمة الله. (مسند أحمد ج:۵ ص:۲۳۸).

کیا سنت و نوافل گھر پر پڑھنا ضروری ہے؟

سوال:... ہمارے بھائی جان حال ہی میں سعودی عرب سے آئے ہیں، وہ ہمیں تاکید کرتے ہیں کہ صرف فرض نماز مسجد میں ادا کیا کریں اور باقی تمام سنت و نوافل گھر پر ادا کیا کرو، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ: "اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور اپنے گھروں میں نماز ادا کرو۔" لہٰذا ہم لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان اپنے بھائی جان کی زبانی سنا تو ہم بھی اسی پر عمل کر رہے ہیں، جس کا ہمیں حکم ملا ہے، آپ یہ تحریر فرمایئے کہ کیا سنت و نوافل گھر پر پڑھنا لازمی ہے؟

جواب:... یہ "حدیث" جس کا آپ کے بھائی جان نے حوالہ دیا ہے، صحیح ہے، اور اس حدیث شریف کی بنا پر سنن و نوافل کا گھر پر ادا کرنا افضل ہے،[1] لیکن شرط یہ ہے کہ گھر کا ماحول پُرسکون ہو اور آدمی گھر پر اطمینان کے ساتھ سنن و نوافل ادا کرسکے، لیکن گھر کا ماحول پُرسکون نہ ہو، جیسا کہ عام طور پر آج کل ہمارے گھروں میں مشاہدہ کیا جاتا ہے، تو سنن و نوافل کا مسجد میں ادا کرلینا ہی بہتر ہے۔[2]

صبحِ صادق کے بعد نوافل مکروہ ہیں

سوال:... ایک بزرگ نے مجھے صبح کی نماز کے وقت دو رکعت نفل پڑھنے کے لئے بتائے ہیں، وہ میں دو سال سے برابر پڑھ رہا ہوں، فجر کی سنتوں سے قبل دو رکعت نفل پڑھتا ہوں، ایک دُوسرے بزرگ نے فرمایا کہ تہجد کے بعد فجر کی سنتوں سے قبل سجدہ ہی حرام ہے، صحیح مسئلہ کیا ہے؟

جواب:... صبحِ صادق کے بعد سنتِ فجر کے علاوہ نوافل مکروہ ہیں، سنتوں سے پہلے بھی اور بعد بھی،[3] اور جن صاحب نے یہ کہا کہ: "تہجد کے بعد اور فجر کی سنتوں سے قبل سجدہ ہی حرام ہے" یہ مسئلہ قطعاً غلط ہے، سنتِ فجر سے پہلے سجدۂ تلاوت کرسکتے ہیں اور قضا

---

(۱) عن ابن عمر رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: اجعلوا فی بیوتکم من صلوتکم ولا تتخذوها قبورًا. متفق علیه. (مشکوٰة ص: ۶۹، الفصل الأوّل، باب المساجد ومواضع الصلاة).

(۲) والأفضل فی النفل غیر التراویح المنزل إلّا لخوف شغل عنها، والأصح أفضلیة ما کان أخشع وأخلص. (درمختار) وفی الشامی تحت قوله والأفضل فی النفل ...إلخ .... وحیث کان هذا أفضل یراعی ما لم یلزمه منه خوف شغل عنها لو ذهب لبیته، أو کان فی بیته ما یشغل باله ویقلل خشوعه، فیصلیها حینئذ فی المسجد، لأن إعتبار الخشوع أرجح. (درمختار مع الشامی ج:۲ ص:۲۲، باب الوتر والنوافل، مطلب فی الکلام علی حدیث النهی عن النذر).

(۳) ویکره أن یتنفل بعد طلوع الفجر بأکثر من رکعتی الفجر، لأنه علیه السلام لم یزد علیهما مع حرصه علی الصلوٰة. (هدایة ج:۱ ص:۸۶، باب المواقیت). أیضًا: ووقتان لا یصلی فیهما نفل ویصلی فیهما الفرض بعد العصر حتّٰی تغرب الشمس وبعد الفجر حتّٰی تطلع الشمس .... عن النبی صلی الله علیه وسلم لا یتحری أحدکم فیصلی عند طلوع الشمس ولا عند غروبها فإنها تطلع بین قرنی شیطان. (شرح مختصر الطحاوی ج:۱ ص:۵۲۸).

نمازیں بھی پڑھ سکتے ہیں[1]، ہاں! صبح صادق کے بعد سنتِ فجر کے علاوہ اور نوافل جائز نہیں۔[2]

نمازِ فجر کے بعد نوافل کی ادائیگی دُرست نہیں

سوال:... میرا یہ معمول تھا کہ نمازِ فجر کی ادائیگی کے بعد دو نفل پڑھ لیا کرتا تھا، چند روز قبل میں نے ایک کتاب میں پڑھا کہ فجر کی نماز کے بعد نفل نہیں پڑھنا چاہئے، کیا یہ دُرست ہے؟

جواب:... فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے کے بعد (اشراق کا وقت ہونے) تک، اور عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک نفل نماز جائز نہیں۔[3]

فجر کی سنتوں کے بعد نوافل پڑھنا

سوال:... فجر کی اَذان کے بعد فجر کی سنتوں کے علاوہ کوئی اور نماز پڑھی جاسکتی ہے؟ مثلاً: قضا نماز، صلوٰۃ الحاجہ، یا دو نفل تحیۃ المسجد، یا دو نفل تحیۃ الوضوء؟ اس وقت میں ان نمازوں کے پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ اور اگر کوئی شخص ان مذکورہ نمازوں میں سے کوئی نماز پڑھ لے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:... صبح صادق کے بعد فجر کی دو سنتوں کے علاوہ کوئی نفلی نماز جائز نہیں[4]، نہ صلوٰۃ الحاجہ، نہ تحیۃ الوضوء، نہ تحیۃ المسجد، نہ کوئی اور نفل۔ اگر کسی نے پڑھ لی تو بُرا کیا، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے۔ اس وقت قضا نماز پڑھنا جائز ہے، مگر گھر میں چھپ کر پڑھے، لوگوں کے سامنے قضا نماز پڑھنا جائز نہیں۔[5]

---

(۱) تسعة أوقات يكره فيها النفل وما في معناهما لا الفرائض هكذا في النهاية والكفاية فيجوز فيها قضاء الفائتة وصلاة الجنازة وسجدة التلاوة كذا في فتاوىٰ قاضيخان منها ما بعد طلوع الفجر قبل صلاة الفجر كذا في النهاية والكفاية. (عالمگیری ج:۱ ص:۵۲، الفصل الثالث في بيان الأوقات التي لا تجوز فيها الصلاة وتكره فيها).

(۲) وكذا الحكم من كراهة نفل وواجب لغيره لا فرض وواجب لعينه بعد طلوع فجر سوىٰ سنته لشغل الوقت به تقديرا. (درمختار مع الشامي ج:۱ ص:۳۷۵، كتاب الصلاة، مطلب يشترط العلم بدخول الوقت).

(۳) تسعة أوقات يكره فيها النوافل .... منها ما بعد صلاة الفجر قبل طلوع الشمس .... ومنها ما بعد صلاة العصر قبل التغير ... إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۵۳، كتاب الصلاة، الباب الأوّل في المواقيت وما يتصل بها).

(۴) تسعة أوقات يكره فيها النوافل .... فيجوز فيها قضاء الفائتة منها ما بعد طلوع الفجر قبل صلاة الفجر .... يكره فيه التطوع بأكثر من سُنّة الفجر ... إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۵۲). أيضًا: فصل: وقتان يصلي فيهما الفرض دون النفل، وأما بعد العصر وبعد الفجر فإنّما ينهىٰ فيهما عن النوافل والنذور وصلوٰة الطواف ويجوز فيهما فعل الفرض، وذالك لما روىٰ أبو سعيد الخدري، ومعاذ بن عفراء، وابن عمر، وأبو هريرة رضي الله عنهم: أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن صلوٰتين بعد الصبح وبعد الفجر. وفي حديث ابن مسعود في سؤال عمر بن عنبسة رضي الله عنهما النبي صلى الله عليه وسلم عن الأوقات: أن الصلاة بالليل مقبولة مشهودة حتّى تصلي الفجر، ثم اجتنب الصلوٰة حتّى ترتفع الشمس. وقال ابن عباس رضي الله عنهما حدثني رجال مرضيون، وأرضاهم عمر رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهىٰ عن الصلوٰة بعد الفجر حتّى تطلع الشمس وبعد العصر حتّى تغرب. (شرح مختصر الطحاوي ج:۱ ص:۵۳۶، ۵۳۷، كتاب الصلاة).

(۵) وينبغي أن لا يطلع غيره على قضائه لأن التأخير معصية فلا يظهرها ... إلخ. (شامي ج:۲ ص:۷۷).

حرم شریف میں بھی فجر و عصر کے بعد نفل نہ پڑھے

سوال:… خانۂ کعبہ میں ہر وقت نفل ادا کئے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ یعنی جب ہم عمرے کرتے ہیں تو کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نمازِ عصر کے بعد نفل نہیں ہوسکتے تو کیا ہم مقامِ ابراہیم پر دو رکعت نفل عصر کے بعد ادا نہ کریں؟

جواب:… بہت سی احادیث میں فجر اور عصر کے بعد نوافل کی ممانعت آئی ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ان احادیث کی بنا پر حرم شریف میں بھی فجر و عصر کے بعد نوافل جائز نہیں، جو شخص ان اوقات میں طواف کرے، اسے دوگانہ طواف سورج کے طلوع اور غروب کے بعد ادا کرنا چاہئے۔[1]

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تہجد فرض تھی؟

سوال:… میں بچوں کو قرآنِ کریم کی تعلیم دے رہا تھا کہ اچانک نماز کے بارے میں ایک مولانا نے بچوں کو سمجھاتے ہوئے کہا کہ: ''عام مسلمانوں پر پانچ نمازیں فرض ہیں، اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر چھ نمازیں فرض تھیں۔'' اور نمازِ تہجد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض بتائی، لہٰذا اس کے بارے میں تفصیلاً جواب دیں، آپ کی نوازش ہوگی۔

جواب:… آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تہجد کی نماز فرض تھی یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں، اور اختلاف کا منشا یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں جب پنج گانہ نماز فرض نہیں ہوئی تھی، اس وقت تہجد کی نماز سب پر فرض تھی، بعد میں اُمت کے حق میں فرضیت منسوخ ہوگئی، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بھی فرضیت منسوخ ہوگئی یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہوا۔ امام قرطبیؒ اور علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے اس کو ترجیح دی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بھی فرضیت باقی نہیں رہی، اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی پابندی فرماتے تھے، سفر و حضر میں تہجد فوت نہیں ہوتی تھی۔[2]

تہجد کی نماز کس عمر میں پڑھنی چاہئے؟

سوال:… میرا سوال ہے کہ کیا تہجد صرف بوڑھے لوگ ہی پڑھ سکتے ہیں؟ اور تہجد کے نفل وغیرہ قضا نہیں کرنے چاہئیں؟

---

(۱) وفی التنویر (وکره نفل وکل ما کان واجبًا لغیره کمنذور ورکعتی طواف) وفی الشامیة تحت قوله ورکعتی طواف ظاهره ولو کان الطواف فی ذٰلک الوقت المکروه لم أره صریحًا ویدل علیه ما أخرجه الطحاوی فی شرح الآثار عن معاذ بن عفراء "أنه طاف بعد العصر أو بعد صلاة الصبح ولم یصل فسئل عن ذٰلک، فقال: نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم من صلاة بعد الصبح حتّٰی تطلع الشمس وعن صلاة بعد العصر حتّٰی تغرب الشمس" ثم رأیته مصرحًا به فی الحلیة وشرح اللباب. (الدر المختار مع الرد المحتار ج:۱ ص:۳۷۵، مطلب یشترط العلم بدخول الوقت).

(۲) وقالت طائفة: کان فرضًا علیه فلا تفید مواظبته علیه السنة فی حقنا لٰکن صرح ما فی مسلم وغیره عن عائشة أنه کان فریضة ثم نسخ، هٰذا خلاصة ما ذکره، ومفاده إعتماد السنة فی حقنا، لأنه صلی الله علیه وسلم واظب علیه بعد نسخ الفریضة، ولذا قال فی الحلیة: والأشبه أنه سُنّة. (درمختار مع الشامی ج:۲ ص:۲۴، مطلب فی صلاة اللیل. وأیضًا الجامع لأحکام القرآن (القرطبی) ج:۱۹ ص:۵۴ طبع مصر، تفسیر مظهری ج:۱۰ ص:۱۱۶، تحت آیة: فاقرؤا ما تیسر من القرآن، سورة المزّمّل).

میری عمر ۴۵ سال سے اُوپر ہے، میں کبھی تہجد پڑھتی ہوں اور کبھی نہیں پڑھ سکتی۔

جواب:... تہجد پڑھنے کے لئے کسی عمر کی تخصیص نہیں، اللہ تعالیٰ توفیق دے ہر مسلمان کو پڑھنی چاہئے، اپنی طرف سے تو اہتمام یہی ہونا چاہئے کہ تہجد کبھی چھوٹنے نہ پائے، لیکن اگر کبھی نہ پڑھ سکے تب بھی کوئی گناہ نہیں، ہاں! جان بوجھ کر بےہمتی سے نہ چھوڑے، اس سے بےبرکتی ہوتی ہے۔[1]

رات کے آخری حصے کی فضیلت اور اس کا تعین

سوال:... میں نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ جب رات کا ایک تہائی حصہ باقی رہ جائے تو اللہ تعالیٰ آسمان سے دُنیا پر نزولِ اجلال فرماتے ہیں، اور جو دُعا کی جائے وہ قبول ہوتی ہے۔ "ایک تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے" سے مراد کتنے بجے ہیں؟ یعنی تین بجے، یا دو بجے؟ یعنی صحیح وقت کونسا ہے؟ اور یہ کہ وضو کرکے دو رکعت نفل پڑھنی چاہئے اور پھر دُعا مانگنی چاہئے یا کوئی اور طریقہ ہو؟ مہربانی فرماکر اپنے کالم کی اگلی اشاعت میں جواب ضرور دیں، منتظر رہوں گی، بےانتہا شکریہ۔

جواب:... غروبِ آفتاب سے صبح صادق تک کا وقت تین حصوں میں تقسیم کردیا جائے تو آخر تہائی مراد ہے۔ مثلاً: آج کل مغرب سے صبح صادق تک تقریباً ۹ گھنٹے کی رات ہوتی ہے، اور سوا ایک بجے تک دو تہائی رات گزر جاتی ہے، سوا ایک بجے سے صبح صادق تک وہ وقت ہے، جس کی فضیلت حدیث میں بیان کی گئی ہے۔[2] اس وقت وضو کرکے چار سے لے کر بارہ رکعتوں تک جتنی اللہ تعالیٰ توفیق دے، نمازِ تہجد پڑھنی چاہئے،[3] اس کے بعد جتنی دُعا مانگ سکیں، مانگیں۔

تہجد کا صحیح وقت کب ہوتا ہے؟

سوال:... تہجد میں ۸، ۱۰ یا ۱۲ رکعتیں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں، لیکن بعض مشائخ اور بزرگوں کے متعلق تحریر ہے کہ وہ رات رات بھر نفلیں پڑھتے تھے، کیا یہ نوافل تہجد میں شمار ہوتے تھے؟ تہجد کی صحیح تعداد کتنی رکعت ہے؟ اور اس کا صحیح وقت کون سا ہے؟

---

(۱) ومن المندوبات صلاة الليل حثت السنة الشريفة عليها كثيرًا وأفادت إن لفاعلها أجرًا كبيرًا .... وروى ابن خزيمة مرفوعًا عليكم بقيام الليل فإنه دأب الصالحين قبلكم وقربة إلى ربكم ومكفرة للسيئات ومنهاة عن الإثم. وروى الطبراني مرفوعًا: لَا بد من صلاة بليل ولو حلب شاة ...إلخ. (البحر الرائق ج:۲ ص:۵۲)، وفي الشامي: انه يكره ترك تجهد اعتاده بلا عذر ...إلخ. (درمختار مع شامی ج:۲ ص:۲۵، باب الوتر والنوافل، مطلب في صلاة الليل).

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ينزل ربنا تبارك وتعالى كل ليلة إلى السماء الدنيا حين يبقى ثلث الليل الآخر يقول: من يدعوني فأستجيب له! من يسألني فأعطيه! من يستغفرني فأغفر له! متفق عليه. (مشكوة ص:۱۰۹، الفصل الأوّل، باب التحريض على قيام الليل).

(۳) ایضاً حوالہ بالا، نیز ص:۲۰۱ کا حاشیہ نمبر ۷ ملاحظہ فرمائیں۔

جواب:... سوکر اُٹھنے کے بعد رات کو جو نماز پڑھی جائے، وہ "تہجد" کہلاتی ہے۔[1] رکعتیں خواہ زیادہ ہوں یا کم، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چار سے بارہ تک رکعتیں منقول ہیں[2]، اور اگر آدمی رات بھر نہ سوئے، ساری رات عبادت میں مشغول رہے تو کوئی حرج نہیں، اس کو قیامِ لیل اور تہجد کا ثواب ملے گا، مگر یہ عام لوگوں کے بس کی بات نہیں، اس لئے جن اکابر سے رات بھر جاگنے اور ذکر اور عبادت میں مشغول رہنے کا معمول منقول ہے، ان پر اعتراض تو نہ کیا جائے، اور خود اپنا معمول، اپنی ہمت و استطاعت کے مطابق رکھا جائے۔[3]

سحری کے وقت تہجد پڑھنا

سوال:... مجھے تہجد کی نماز پڑھنے کا شوق ہے، اور اکثر میں یہ نماز دو بجے اُٹھ کر پڑھتی بھی ہوں، ماہِ رمضان میں سحری کے وقت یہ نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ (صبحِ صادق کی اَذان سے پہلے)۔

جواب:... صبحِ صادق سے پہلے تک تہجد کا وقت ہے، اس لئے اگر صبحِ صادق نہ ہوئی ہو تو سحری کے وقت تہجد پڑھ سکتے ہیں۔[4]

تہجد کی نماز میں کون سی سورۃ پڑھنی چاہئے؟

سوال:... تہجد کی نماز میں کیا پڑھا جاتا ہے؟ کوئی کہتا ہے کہ دو رکعت نفل میں ۱۲ قل پڑھنے چاہئیں، آپ اس کا صحیح طریقہ بتادیجئے۔

جواب:... جو سورتیں یاد ہوں پڑھ لیا کریں، شریعت نے کوئی سورتیں متعین نہیں کیں۔[5]

کیا تہجد کی نماز میں تین دفعہ سورۂ اِخلاص پڑھنی چاہئے؟

سوال:... تہجد کی نماز میں کتنی رکعتیں ہوتی ہیں؟ ہر رکعت میں کیا تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھنا لازمی ہوتی ہے؟

---

(۱) وأيد بما في معجم الطبراني من حديث الحجاج بن عمرو رضي الله عنه قال: يحسب أحدكم إذا قام من الليل يصلي حتّى يصبح أنه قد تهجد إنما التهجد المرأ يصلي الصلاة بعد رقدة ... إلخ. (رد المحتار ج:۲ ص:۲۴، مطلب في صلوة الليل).

(۲) ص:۲۰۱ کا حاشیہ نمبر ۷ ملاحظہ ہو۔

(۳) وأقل ما ينبغي أن يتنفل بالليل ثمان ركعات كذا في الجوهرة وفضلها لا يحصر قال تعالىٰ: فلا تعلم نفس ما أخفي لهم من قرّة أعين. وفي صحيح مسلم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: عليكم بصلاة الليل، فإنه دأب الصالحين قبلكم وقربة إلى ربكم ومكفرة للسيئات ومنهاة عن الإثم. (طحطاوي على مراقي الفلاح ص:۲۱۷، فصل في تحية المسجد، وأيضًا: درمختار مع شامي ج:۲ ص:۲۵، ۲۶، عالمگيري ج:۱ ص:۵۹، إمداد الفتاوىٰ ج:۱ ص:۳۰۹، ابن ماجة ص:۹۷).

(۴) عن عائشة رضي الله عنها قالت: كان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي فيما بين أن يفرغ من صلوٰة العشاء إلى الفجر احدى عشر ركعة يسلم من كل ركعتين ... إلخ. (مشكوة ص:۱۰۵، الفصل الأوّل، باب صلوٰة الليل).

(۵) ويكره أن يوقت شيئًا من القرآن بشيء من الصلوٰة ... إلخ. (عالمگيري ج:۱ ص:۴۹، وأيضًا هداية ج:۱ ص:۱۰۰، وأيضًا درمختار مع الشامي ج:۱ ص:۵۴۴).

جواب:... تہجد کی نماز میں چار سے لے کر بارہ رکعتیں ہوتی ہیں، ان کے ادا کرنے کا کوئی الگ طریقہ نہیں، عام نفل کی طرح ادا کی جاتی ہیں۔ ہر رکعت میں تین بار سورۂ اخلاص پڑھنا جائز ہے، مگر لازم نہیں۔ جن لوگوں کے ذمہ قضا نمازیں ہوں، میں ان کو مشورہ دیا کرتا ہوں کہ وہ تہجد کے وقت بھی نفل کے بجائے اپنی قضا نمازیں پڑھا کریں، ان کو اِن شاء اللہ تہجد کا ثواب بھی ملے گا اور سر سے فرض بھی اُترے گا۔ [1]

تہجد کی نماز باجماعت ادا کرنا دُرست نہیں

سوال:... مسئلہ یہ ہے کہ میں ایک جماعت میں ہوں، پچھلے دنوں رمضان میں تین دن کے لئے میں اعتکاف میں بیٹھا، جماعت کے کہنے پر ہم لوگ ساری رات جاگتے اور عبادت کرتے، تہجد کے وقت یہ لوگ تہجد کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں، کیا یہ جائز ہے کہ تہجد کی نماز باجماعت پڑھی جائے؟ میں نے پوچھا تو کہتے ہیں کہ اس طرح تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پڑھائی ہے، جبکہ میں نے تو کہیں بھی نہیں سنا یا پڑھا کہ تہجد کی نماز باجماعت بھی پڑھی جاتی ہے۔

جواب:... امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نوافل کی جماعت (جبکہ مقتدی دو تین سے زیادہ ہوں) مکروہ ہے، اس لئے تہجد کی نماز میں بھی جماعت دُرست نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کی جماعت کرائی تھی، ورنہ تہجد کی نماز باجماعت ادا کرنے کا معمول نہیں تھا۔ [2]

آخرِ شب میں نہ اُٹھ سکنے والا تہجد وتر سے پہلے پڑھ لے

سوال:... ایک صاحب کہتے ہیں کہ تہجد آدھی رات کے علاوہ بعد نمازِ عشاء بھی پڑھی جاسکتی ہے، ذرا یہ بتایئے کہ آیا یہ کہاں تک دُرست ہے؟

جواب:... جو شخص آخرِ شب میں نہ اُٹھ سکتا ہو، وہ وتر سے پہلے کم از کم چار رکعتیں تہجد کی نیت سے پڑھ لیا کرے، ان شاء اللہ اس کو ثواب مل جائے گا، [3] تاہم آخرِ شب میں اُٹھنے کا ثواب بہت زیادہ ہے، اس کی کوشش بھی کرنی چاہئے۔ [4]

---

(۱) وفی الحجة والإشتغال أولى وأهم من النوافل إلّا السنن المعروفة وصلوٰة الضحى وصلوٰة التسبيح والصلوات التى رويت فى الأخبار فيها سور معدودة وأذكار معهودة فتلك بنية النفل وغيرها بنية القضاء. (عالمگيرى ج:۱ ص:۱۲۵، كتاب الصلاة، الباب الحادى عشر فى قضاء الفوائت).

(۲) واعلم ان النفل بالجماعة على سبيل التداعى مكروه على ما تقدم ما عدا التراويح ...إلخ. (حلبى كبير ص:۴۳۲، تتمات من النوافل، أيضًا: عالمگيرى ج:۱ ص:۸۳، وأيضًا درمختار مع الشامى ج:۲ ص:۴۸، ۴۹).

(۳) وما كان بعد صلاة العشاء فهو من الليل وهذا يفيد أن هذه السنة تحصل بالتنفل بعد صلاة العشاء قبل النوم اهـ. (شامى مطلب فى صلاة الليل ج:۲ ص:۲۴).

(۴) عن أبى هريرة رضى الله عنه (مرفوعًا) وأفضل الصلاة بعد الفريضة صلاة الليل. (ترمذى ج:۱ ص:۹۰).

تہجد کی نماز کے لئے نہ اُٹھ سکنے کا گمان ہو تو کیا کریں؟

سوال:... آدمی کو گمان ہو کہ وہ رات کو تہجد کے لئے نہیں اُٹھ سکتا تو وہ بعد عشاء اور سونے سے پہلے تہجد کی نماز پڑھ سکتا ہے؟

جواب:... پڑھ سکتا ہے، مگر ہمیشہ آخر شب میں اُٹھنے کی نیت کر کے سونا چاہئے۔ [۱]

تہجد کی نماز کے لئے سونا یا اونگھنا ضروری ہے

سوال:... کیا تہجد کی نماز کے لئے عشاء کی نماز کے بعد سونا یا اونگھ آنا ضروری ہے؟

جواب:... تہجد اصل میں اسی کو کہتے ہیں جو سونے کے بعد پڑھی جائے، [۲] لیکن جس کو اُٹھنے کا بھروسہ نہ ہو وہ عشاء کے بعد پڑھ لے، ان شاء اللہ اس کو ثواب مل جائے گا۔

اگر عشاء کے ساتھ وتر پڑھ لئے تو کیا تہجد کے ساتھ دوبارہ پڑھے؟

سوال:... وتر کی نماز کو رات کی آخری نماز کہا جاتا ہے، اگر کسی نے عشاء کی نماز کے بعد وتر پڑھ لئے اور وہ رات کو تہجد کے وقت اُٹھ گیا تو کیا اس کو تہجد پڑھنا چاہئے یا وتر دوبارہ پڑھنے چاہئیں؟

جواب:... اگر وتر پہلے پڑھ لئے تو تہجد کے وقت وتر دوبارہ نہ پڑھے جائیں، صرف تہجد کے نوافل پڑھے جائیں۔ [۳]

کیا ظہر، عشاء اور مغرب میں بعد والے نفل ضروری ہیں؟

سوال:... کیا ظہر، عشاء اور مغرب میں بعد والے نفل ان نمازوں میں شامل ہیں؟ کیا ان نفلوں کے بغیر یہ نمازیں ہو جائیں گی؟ کوئی شخص ان نفلوں کو ان نمازوں کا لازمی حصہ سمجھے اور ان نفلوں کے بغیر اپنی نمازوں کو ادھوری سمجھے کیا یہ بدعت میں شامل ہوگی؟

جواب:... ظہر سے پہلے چار اور ظہر کے بعد دو رکعتیں، اور مغرب و عشاء کے بعد دو دو رکعتیں تو سنتِ مؤکدہ ہیں، ان کو نہیں

---

(۱) "وما كان بعد صلاة العشاء فهو من الليل" وهذا يفيد أن هذه السُّنّة تحصل بالنّفل بعد صلاة العشاء قبل النوم ... إلخ. (شامي ج:۲ ص:۲۴، مطلب في صلاة الليل).

(۲) وقد ذكر القاضي حسين من الشافعية أنه في الإصطلاح التطوع بعد النوم وأيد بما في معجم الطبراني من حديث الحجاج بن عمرو رضي الله عنه قال يحسب أحدكم إذا قام من الليل يصلي حتّى يصبح أنه قد تهجد إنما التهجد المرء يصلي الصلاة بعد رقدة .... أقول الظاهر أن حديث الطبراني الأوّل بيان لكون وقته بعد صلاة العشاء ... إلخ. (شامي ج:۲ ص:۲۴، مطلب في صلاة الليل).

(۳) وفي مراقي الفلاح: إذا صلّى الوتر قبل النوم ثم تهجد لا يعيد الوتر لقوله صلى الله عليه وسلم لا وتران في ليلة. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح ص:۲۱۱، فصل في بيان النوافل).

چھوڑنا چاہئے۔[1] اور عشاء کے بعد وتر کی رکعتیں واجب ہیں، ان کو بھی ترک کرنے کی اجازت نہیں۔[2] باقی رکعتیں نوافل ہیں، اگر کوئی پڑھے تو بڑا ثواب ہے، اور نہ پڑھے تو کوئی حرج نہیں، ان کو ضروری سمجھنا صحیح نہیں۔[3]

مغرب سے پہلے نفل پڑھنا جائز ہے مگر افضل نہیں

سوال:... ہمارے حنفی مذہب میں عصر کے فرض کے بعد اور مغرب کے فرض سے پہلے نفل پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ یہاں سعودیہ میں مغرب کی اَذان ہوتے ہی دو رکعت نفل پڑھتے ہیں، قرآن وسنت کی روشنی میں واضح کریں۔

جواب:... چونکہ مغرب کی نماز جلدی پڑھنے کا حکم ہے، اس لئے حنفیہ کے نزدیک مغرب سے پہلے نفل پڑھنا مناسب نہیں، گو جائز ہے، اس لئے خود تو نہ پڑھیں، مگر جو حضرات پڑھتے ہیں، انہیں منع نہ کریں۔[4]

مغرب کی اَذان کے بعد دو نفل پڑھنا جبکہ جماعت کھڑی ہوجائے

سوال:... اگر میں مسلم شریف اور ابوداؤد کی حدیث کی روشنی میں مغرب کی اَذان کے فوراً بعد دو رکعت نفل نماز پڑھوں، جبکہ میرے علاوہ تمام مقتدی اِمام کے پیچھے جماعت میں شامل ہوجائیں، جبکہ میں (نفل نماز پڑھنے کی وجہ سے) جماعت میں ایک رکعت گزرنے کے بعد شامل ہوجاؤں، تو کیا میرا یہ عمل جائز ہوگا؟

جواب:... اگر جماعت کھڑی ہوجائے تو مغرب کے نفل پڑھنا جائز نہیں۔[5]

کیا نفل چھوڑ سکتے ہیں؟

سوال:... بعض لوگوں کو میں نے دیکھا ہے کہ عشاء کی نماز میں بعد نماز فرض سنت پڑھتے ہیں اور نفل ادا کئے بغیر ہی وتر پڑھنا شروع کردیتے ہیں، اور کوئی کوئی تو سنت اور وتر کے بعد کے نوافل ترک کردیتے ہیں، ایسا کرنا کہاں تک دُرست ہے؟

---

(۱) السُّنّة رکعتان قبل الفجر وأربع قبل الظهر ورکعتان بعد المغرب وأربع قبل العشاء ... إلخ. (هداية ج:۱ ص:۱۴۲)، وأيضًا: وسنن مؤكدًا أربع قبل الظهر وأربع قبل الجمعة وأربع بعدها بتسليمة .... ورکعتان قبل الصبح وبعد الظهر والمغرب والعشاء ... إلخ. (الدر المختار مع الرد ج:۲ ص:۱۲، ۱۳، باب الوتر والنوافل).

(۲) عن أبي حنيفة رضي الله عنه في الوتر ثلاث روايات .... وفي رواية واجب وهي آخر أقواله وهو الصحيح كذا في محيط السرخسي. (عالمگيری ج:۱ ص:۱۱۰، وأيضًا في الدر المختار مع الشامي ج:۱ ص:۳، ۴).

(۳) والنفل ومنه المندوب يثاب فاعله ولا يسئ تاركه ... إلخ. (شامي ج:۱ ص:۱۰۳، مطلب في السُّنّة وتعريفها).

(۴) عن منصور عن أبيه قال: ما صلّى أبوبكر ولا عمر ولا عثمان الرکعتين قبل المغرب. (كنز العمال ج:۸ ص:۵۰، باب المغرب وما يتعلق به، طبع بيروت)، وأيضًا عن ابن عمر قال: ما رأيت أحدًا يصليهما على عهد النبي صلى الله عليه وسلم وعن الخلفاء الأربعة وجماعة من الصحابة انهم كانوا لا يصلونهما. (فتح الباري ج:۲ ص:۱۰۸، باب كم بين الأذان والإقامة، وأيضًا في الدر المختار مع الشامي ج:۱ ص:۳۶۹، وأيضًا إعلاء السنن ج:۲ ص:۵۸).

(۵) لقيام الإجماع عليه كونه سنة وكرهوا التنفل قبلها، لأن فعل المباح والمستحب إذا أفضى إلى الإخلال بالسُّنّة يكون مكروهًا ... إلخ. (إعلاء السنن ج:۲ ص:۵۸، طبع إدارة القرآن).

جواب:... نفل کی تعریف ہی یہ ہے کہ جو چاہے پڑھے، جو نہ چاہے، نہ پڑھے۔[1]

مغرب کے نوافل چھوڑنا کیسا ہے؟

سوال:... مغرب کی نماز میں فرضوں کے بعد دو سنت کے بعد دو نفل پڑھنے ضروری ہیں؟ اور اگر کوئی پڑھے تو گناہگار تو نہ ہوگا؟

جواب:... نفل کے معنی ہی یہ ہیں کہ اس کے پڑھنے کا ثواب ہے، چھوڑنے کا کوئی گناہ نہیں۔[2]

نوافل کی وجہ سے فرائض کو چھوڑنا غلط ہے

سوال:... ہم لوگ یہاں جدہ میں رہتے ہیں، ہمارے اقامتی کمرے میں بعض احباب اکثر عشاء کی نماز گول کر جاتے ہیں، ان کا استدلال یہ ہے کہ ۱۷ رکعتیں کون پڑھے؟ ان کے ذہنوں میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ ۱۷ رکعتوں کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی، ہم لاکھ ان سے کہتے ہیں کہ ۹ رکعتیں پڑھ لیجئے، ۴ فرض، ۲ سنت، تین واجب (وتر)، لیکن وہ نہیں مانتے۔ چونکہ ۱۷ رکعتوں کی تکمیل ان کے لئے بوجھ محسوس ہوتی ہے، اس لئے پوری نماز ہی ترک کر دیتے ہیں۔ براہِ کرم اس کی وضاحت فرمائیں کہ کیا واقعی ۱۷ رکعتوں کے بغیر عشاء کی نماز نہیں ہوتی؟ کیا عشاء میں پوری ۱۷ رکعتیں پڑھنی ضروری ہیں؟ کیا صرف ۹ رکعتیں یعنی ۴ فرض، ۲ سنت اور ۳ واجب (وتر) پڑھنے سے عشاء کی نماز مکمل نہیں ہوگی؟

جواب:... عشاء کی ضروری رکعتیں تو اتنی ہیں جتنی آپ نے لکھی ہیں، یعنی ۴ فرض، ۲ سنت اور تین وتر واجب، کل ۹ رکعتیں۔ عشاء سے پہلے سنتیں اگر پڑھ لے تو بڑا ثواب ہے، نہ پڑھے تو کچھ حرج نہیں، اور وتر سے پہلے دو، چار رکعت تہجد کی نیت سے بھی پڑھ لے تو اچھا ہے، لیکن نوافل کو ایسا ضروری سمجھنا کہ ان کی وجہ سے فرائض و واجبات بھی ترک کر دیئے جائیں، بہت غلط بات ہے۔

وتر تہجد سے پہلے پڑھے یا بعد میں؟

سوال:... اگر وتر عشاء کی نماز کے بعد نہ پڑھے جائیں، بلکہ تہجد کی نماز کے ساتھ پڑھے جائیں، اس صورت میں پہلے تین رکعات وتر کی پڑھی جائیں، اور بعد میں تہجد کی رکعتیں یا پہلے تہجد کی رکعتیں پڑھیں اور بعد میں وتر کی تین رکعتیں؟ نیز یہ کہ تہجد کی رکعتیں اگر کبھی چار، کبھی چھ، کبھی آٹھ اور کبھی دس، بارہ پڑھی جائیں تو کوئی حرج تو نہیں؟

جواب:... اگر جاگنے کا بھروسا ہو تو وتر، تہجد کی نماز کے بعد پڑھنا افضل ہے، اس لئے اگر صبحِ صادق سے پہلے وقت میں اتنی گنجائش ہو کہ نوافل کے بعد وتر پڑھ سکے گا تو پہلے تہجد کے نفل پڑھے، اس کے بعد وتر پڑھے،[3] اور اگر کسی دن آنکھ دیر سے کھلے اور یہ

---

(۱) نافلة وهو في اللغة الزيادة وفي الشرع العبادة التي ليست بفرض ولا واجب ... إلخ. (حلبي كبير ج:۱ ص:۳۸۳)، والنفل في اللغة الزيادة وفي الشريعة زيادة عبادة شرعت لنا لا علينا. (شامي ج:۲ ص:۳، باب الوتر والنوافل).

(۲) ايضاً.

(۳) وتأخير الوتر إلى آخر الليل لو اثق بالإنتباه وإلّا قبل النوم ... إلخ. (درمختار مع تنوير الأبصار، كتاب الصلاة ج:۱ ص:۳۶۹، طبع ايج ايم سعيد)، وأيضًا ويستحب تأخيره إلى آخر الليل ... إلخ. (هندية ج:۱ ص:۱۱۱، كتاب الصلاة، الباب الثامن في صلاة الوتر، طبع رشيديه كوئٹه).

اندیشہ ہو کہ اگر نوافل میں مشغول ہوا تو کہیں وتر قضا نہ ہو جائیں تو ایسی صورت میں پہلے وتر کی تین رکعتیں پڑھ لے، پھر اگر صبحِ صادق میں کچھ وقت باقی ہو تو نفل بھی پڑھ لے، تہجد کی نماز کا ایک معمول تو مقرّر کر لینا چاہئے کہ اتنی رکعتیں پڑھا کریں گے، پھر اگر وقت کی وجہ سے کمی بیشی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔

وتر کے بعد نفل پڑھنا بدعت نہیں

سوال:... کیا وتر پڑھنے کے بعد نفل پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ وتر کے بعد نفل پڑھنا بدعت ہے، کیا زید کا یہ کہنا دُرست ہے یا نہیں؟

جواب:... وتر کے بعد بیٹھ کر دو نفل پڑھنے کی احادیث، صحاح میں موجود ہیں، اس لئے اس کو بدعت کہنا مشکل ہے،[1] البتہ وتر کے بعد اگر نفل پڑھنا چاہے تو ان کو بھی کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے۔[2]

وتر کے بعد دو رکعت نفل کی شرعی حیثیت

سوال:... میں نے آنجناب سے یہ دریافت کیا تھا کہ ''آپ کے مسائل اور اُن کا حل'' جلد دوم، میں صفحہ:۳۳۶ پر وتر کے بعد دو رکعت نفل پڑھنے کے بارے میں یہ عبارت درج ہے: ''اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وتر کے بعد دو رکعتیں پڑھنا ثابت ہے، مگر عام معمول وتر کے بعد نفل پڑھنے کا نہیں تھا، اس لئے اگر کوئی وتر کے بعد نفل پڑھتا ہے تو اسے منع نہ کیا جائے، البتہ عام لوگ یہ نفل بیٹھ کر پڑھتے ہیں، یہ غلط ہے، یہ نفل بھی کھڑے ہو کر پڑھنے چاہئیں۔'' اس میں خط کشیدہ عبارت میں بیٹھ کر نفل پڑھنے کو غلط کہا گیا ہے، کیا شریعت میں ان نوافل کو کھڑے ہو کر پڑھنے کا خاص حکم ہے؟ کیونکہ نفل نمازیں بیٹھ کر بھی پڑھی جاسکتی ہیں، البتہ ثواب آدھا ملتا ہے، یا ایسا کرنا مکروہ ہے؟ یا سرے سے نماز ہی فاسد ہو جاتی ہے؟ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا تھا: ''اس عبارت میں واقعی سقم ہے، اس کی اصلاح نظرِ ثانی میں کردی جائے گی۔'' اُمید ہے کہ آنجناب نے نظرِ ثانی فرمالی ہوگی، لہٰذا حتمی جواب مرحمت فرمائیں۔

جواب:... میں نے جو کہا تھا، اس کا مطلب یہی تھا کہ عام نفلوں کی طرح یہ نفل بھی ادا کئے جاسکتے ہیں، لوگوں کے طرزِ عمل

---

(۱) عن أُمّ سلَمة رضی الله عنها أن النبی صلی الله علیه وسلم کان یصلی بعد الوتر رکعتین، وقد روی نحو هذا عن أبی أمامة وعائشة وغیر واحد من أصحاب النبی صلی الله علیه وسلم۔ (سنن ترمذی ج:۱ ص:۱۰۸)۔ وأیضًا روایة عائشة مرفوعًا بسند صحیح۔ (بخاری ج:۱ ص:۱۵۵، ابن ماجة ص:۸۳، طحاوی ج:۱ ص:۲۰۲)، وأیضًا روایة ثوبان مرفوعًا بسند حسن۔ (دارمی ج:۱ ص:۳۱۲، طحاوی ج:۱ ص:۲۰۲، دارقطنی ج:۲ ص:۳۶)، وأیضًا روایة أبی أمامة مرفوعًا بسند حسن۔ (طحاوی ج:۱ ص:۲۰۲، مسند أحمد ج:۵ ص:۲۶۰)۔

(۲) ویتنفل مع قدرته علی القیام قاعدًا .... وفیه أجر غیر النبی صلی الله علیه وسلم علی النصف إلّا بعذر۔ وفی الشامی ویؤیده حدیث البخاری من صلّی قائمًا فهو أفضل، ومن صلّی قاعدًا فله نصف أجر القائم ...إلخ۔ (درمختار مع الشامی ج:۲ ص:۳۶، ۳۷، باب الوتر والنوافل، مبحث المسائل الستة عشریة)۔

سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان نفلوں کو بیٹھ کر ہی پڑھنا ضروری سمجھتے ہیں، یہ غلط ہے، بیٹھ کر پڑھنے کو ضروری نہ سمجھیں، پھر چاہے بیٹھ کر پڑھیں، چاہے کھڑے ہوکر پڑھیں۔ اور یہ مسئلہ بھی ذہن میں رکھیں کہ بیٹھ کر پڑھنے میں ثواب آدھا ملے گا۔[1]

کیا وتر کے بعد کے نفل بیٹھ کر پڑھنا زیادہ بہتر ہے؟

سوال:... نفل نماز کھڑے ہوکر پڑھنے سے زیادہ، جبکہ بیٹھ کر پڑھنے سے تھوڑا ثواب ملتا ہے۔ ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ وتر کے بعد جو دو نفل ہیں، ان کو کھڑے ہوکر پڑھنے کی بہ نسبت بیٹھ کر پڑھنے سے زیادہ ثواب ملتا ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان دونفلوں کو تہجد کے وقت وتر کے بعد ہمیشہ بیٹھ کر ہی ادا فرمایا کرتے تھے۔ ان دونفلوں کے بارے میں آپ فرمائیے گا کہ بیٹھ کر پڑھنا بہتر ہے یا کھڑے ہوکر؟

جواب:... ثواب تو ان نفلوں کے بیٹھ کر پڑھنے میں بھی آدھا ہی ملے گا۔[2] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان نوافل کو ہمیشہ ادا نہیں فرماتے تھے، اور پھر تہجد کی نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام طویل ہوتا تھا، اس لئے نفل کبھی بیٹھ کر پڑھ لیتے تھے۔

نفل نماز شروع کرکے توڑنے کے بعد کیا فرض ہوجاتی ہے؟

سوال:... سننے میں آیا ہے کہ بیٹھ کر نفل پڑھنے کا آدھا ثواب ہے، جبکہ قیام فرض ہے، مسئلہ یہ ہے کہ بیٹھ کر نفل کی نیت باندھ لی، بیچ میں کسی وجہ سے نماز توڑ دی، اب یہ لازم ہوگیا، اسی لازم کو ہم فرض کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر فرض ہوگیا تو اب بیٹھ کر اِعادہ کریں؟

جواب:... کھڑے ہوکر پڑھیں، اس کو فرض کہنا صحیح نہیں، لیکن نفل نماز شروع کرنے سے واجب ہوجاتی ہے۔[3]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو نفل بیٹھ کر اَدا فرماتے تھے

سوال:... تمام نفل جو کہ ہر نماز میں پڑھے جاتے ہیں، سب کے سب کھڑے ہوکر پڑھے جاتے ہیں، لیکن وتروں کے بعد دو نفل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر پڑھے ہیں، وہ بھی بیٹھ کر، کیا یہ دُرست ہے؟

جواب:... نفل بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے، وتر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیٹھ کر نفل پڑھنا منقول ہے، مگر ایسا ایک

---

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۲ ملاحظہ ہو۔

(۲) ویجوز التطوع قاعدًا بغیر عذر ...إلخ۔ (حلبی کبیر ج:۱ ص:۲۷۰)۔ أیضًا: أکثر الصحابة ومن بعدهم من أهل العلم علٰی ترکها اهـ۔ والمحققون من أکابرنا علٰی أن إتیانها قیامًا أفضل اهـ۔ (اعلاء السُّنن ج:۲ ص:۱۰۹)۔ أیضًا: قلت: الصواب أن هاتین الرکعتین فعلهما صلی الله علیه وسلم بعد الوتر جالسًا لبیان جواز الصلٰوة بعد الوتر وبیان جواز النفل جالسًا، ولم یواظب علٰی ذالک بل فعله مرّة أو مرّتین أو مرات قلیلة۔ (شرح الکامل للنووی علٰی مسلم ج:۱ ص:۲۵۴)۔

(۳) ولزم نفل شرع فیه ...إلخ أی لزم المضی فیه حتی إذا أفسده لزم قضاءه ...إلخ۔ (شامی ج:۱ ص:۲۹)۔

آدھ بار ہوا، ہمیشہ کا معمول نہیں تھا۔ [1]

وتر کے بعد نفل ضروری نہیں

سوال:... کیا تہجد کی نماز کے بعد وتر اور وتر کے بعد کی نفل پڑھنا ضروری ہے یا صرف وتر ہی کافی ہے؟

جواب:... وتر کے بعد نفل ضروری نہیں۔ [2]

نمازِ حاجت کا طریقہ

سوال:... نمازِ حاجت کا کیا طریقہ ہے؟

جواب:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ الحاجت کا طریقہ یہ بتایا ہے کہ آدمی خوب اچھی طرح وضو کرے، اس کے بعد دو رکعت نفل پڑھے، نماز سے فارغ ہوکر حق تعالیٰ شانہ کی حمد و ثنا کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود شریف پڑھے، مسلمانوں کے لئے دُعائے مغفرت کرے اور خوب توبہ، اِستغفار کے بعد یہ دُعا پڑھے:

"لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، اَسْاَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَمُنْجِيَاتِ اَمْرِکَ وَعَزَآئِمَ مَغْفِرَتِکَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَکَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔" [3]

اس کے بعد اپنی حاجت کے لئے خوب گڑگڑا کر دُعا مانگے، اگر صحیح شرائط کے ساتھ دُعا کی تو ان شاء اللہ ضرور قبول ہوگی۔

صلوٰۃ الحاجت کیسے پڑھیں؟ اور افضل وقت کونسا ہے؟

سوال:... نمازِ حاجات پڑھنے کا کیا طریقہ ہے؟ کتنی رکعت ہوتی ہیں؟ اور پڑھنے کا افضل وقت کونسا ہے؟

جواب:... صلوٰۃ الحاجت کی دو رکعتیں ہیں، دو رکعتیں پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے حمد و ثنا کرے، پھر دُرود شریف پڑھے، پھر تمام

---

(۱) وقد ثبت أنه عليه الصلٰوة والسلام شفع بعد الوتر روى الترمذى عن أُمّ سلمة انه عليه السلام كان يصلى بعد الوتر ركعتين وزاد ابن ماجة خفيفتين وهو جالس. (حلبى كبير ج:۱ ص:۴۲۴). أيضًا: هٰذا الحديث أخذ بظاهره الأوزاعى وأحمد فيما حكاه القاضى عنهما فأباحا ركعتين بعد الوتر جالسًا، وقال أحمد: لَا أفعله ولَا أمنعه من قوله. قال: وأنكره مالک، قلت: الصواب أن هاتين الركعتين فعلهما صلى الله تعالٰى عليه وسلم بعد الوتر جالسًا لبيان جواز الصلٰوة بعد الوتر وبيان جواز النفل جالسًا، ولم يواظب علٰى ذالک بل فعله مرّة أو مرّتين أو مرّات قليلة اهـ. (شرح الكامل للنووى على الصحيح المسلم ج:۱ ص:۲۵۴، كتاب صلٰوة المسافرين وقصرها، باب صلٰوة الليل وعدد ركعات النبى صلى الله عليه وسلم).

(۲) والنفل فى اللغة: الزيادة، وفى الشريعة: زيادة عبادة شرعت لنا لَا علينا. (شامى ج:۲ ص:۳، باب الوتر والنوافل).

(۳) ترمذى ج:۱ ص:۱۰۸، باب ما جاء فى صلاة الحاجة، طبع قديمى كتب خانه.

مسلمانوں کی بخشش کی دُعا مانگے، پھر اپنی حاجت کی دُعا کرے، ایک دُعا حدیث میں آتی ہے، اس کو "فضائلِ نماز" میں دیکھ لیا جائے۔[1]

کیا صلوٰۃ الحاجت اپنی تمام حاجتوں کے لئے پڑھ سکتے ہیں؟

سوال:... ایک سال پہلے تقریباً میں نے اپنی ماں کی طبیعت خراب ہوجانے پر پریشان ہوکر اللہ تعالیٰ کے حضور دو رکعت نمازِ حاجت پڑھی تھی، پھر میں مسلسل روزانہ پڑھنے لگی، لیکن اب صورتِ حال یہ ہے کہ اب میں ان حاجت کی رکعتوں میں اللہ سے اپنی تمام حاجتیں کہنے لگی، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:... اللہ تعالیٰ سے اپنی تمام جائز حاجتیں مانگنی ہی چاہئیں، اس کا غیرصحیح ہونے کا شبہ کیوں ہوا...؟[2]

صلوٰۃ الحاجت کب تک پڑھتے رہنا چاہئے؟

سوال:... کیا حاجت کی رکعتوں کو اس وقت تک پڑھتے رہنا چاہئے جب تک کہ وہ حاجت پوری نہ ہوجائے؟

جواب:... جی ہاں! جب تک حاجت پوری نہ ہو، مسلسل مانگتے ہی رہنا چاہئے اور مانگنے کے لئے نمازِ حاجت بھی پڑھتے رہیں تو نورٌ علیٰ نور ہے۔[3]

نمازِ حاجت کی رکعتیں پڑھنا چھوڑ دُوں

سوال:... اگر میرے پاس ٹائم نہ ہو اور مجھے پوری حاجت کی نماز کی رکعتوں کو پڑھنا مشکل ہو رہا ہو، ایسی صورت میں مجھے حاجت کی رکعتیں پڑھنا بے حد مشکل ہوتا ہے، اگر میں اب یہ حاجت کی رکعتیں پڑھنا چھوڑ دوں اور صرف کسی حاجت کے لئے ہی حاجت کے موقع پر پڑھوں تو مجھے کوئی گناہ تو نہیں ملے گا؟ کیونکہ حاجت کی رکعتوں کو پڑھنا اب میرے روٹین میں شامل ہوگیا ہے، اور اللہ تعالیٰ میرے ان حاجت کی رکعتوں کو چھوڑنے سے کیا مجھ پر ایسے ہی اپنا رحم و کرم کرتا رہے گا، میری والدہ بھی اب تقریباً ٹھیک ہیں۔

---

(۱) عن عبدالله بن أبي أوفى رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من كانت له إلى الله حاجة أو إلى أحد من بن آدم فليتوضأ وليحسن الوضوء ثم ليصل ركعتين ثم ليثن على الله تعالى وليصل على النبي صلى الله عليه وسلم ثم ليقل لا إله إلا الله الحليم الكريم، سبحان الله رب العرش العظيم، الحمد لله رب العالمين، أسألك موجبات رحمتك، وعزائم مغفرتك، والغنيمة من كل برّ والسّلامة من كل إثم، لا تدع لي ذنبا إلّا غفرته، ولا همًّا إلّا فرّجته، ولا حاجةً هي لك رضًا إلّا قضيتها يا أرحم الراحمين. (جامع ترمذي ج:۱ ص:۶۳، باب ما جاء في صلاة الحاجة، طبع رشيديه ساهيوال، أيضًا: فتاوىٰ شامي ج:۲ ص:۲۸۰، أيضًا: فضائل نماز ص:۱۴، فضائل اعمال ص:۳۰۲).

(۲) وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيْبٌ أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ. (البقرة:۱۸۶).

(۳) ومن المندوبات صلاة الحاجة .... قال مشايخنا: صلينا هذه الصلوٰة فقضيت حوائجنا مذكور في الملتقط ...إلخ. (شامي ج:۲ ص:۲۸، باب الوتر والنوافل، مطلب في صلاة الحاجة).

جواب:... نمازِ حاجت نفلی نماز ہے، اگر آدمی روزانہ پڑھتا رہے اور اس کو معمول بنالے تو بہت اچھا ہے، نہ پڑھے تو کوئی گناہ نہیں۔[1]

صلوٰۃ التسبیح سے گناہوں کی معافی

سوال:... صلوٰۃ التسبیح سے اگلے پچھلے، چھوٹے بڑے، نئے پرانے، عمداً سہواً تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں، کیا یہ صحیح حدیث ہے؟

جواب:... بعض محدثین اس کو صحیح کہتے ہیں، اور بعض ضعیف۔[2]

صلوٰۃ التسبیح سے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں

سوال:... کتاب میں نماز صلوٰۃ التسبیح کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کو پڑھنے سے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں، اس کی تصدیق بھی فرمائیں۔

جواب:... صلوٰۃ التسبیح کے بارے میں واردشدہ روایات پر اگرچہ کلام کیا گیا ہے، لیکن فی نفسہٖ یہ روایات لائقِ قبول ہیں، اور قدیم زمانے سے صلوٰۃ التسبیح اکابر کے معمولات میں شامل رہی ہے، اس لئے اس کو ضرور پڑھنا چاہئے۔[3]

صلوٰۃ التسبیح کی تسبیح اگر ایک رُکن میں بھول کر دُوسری میں پڑھ لے تو نماز کا حکم

سوال:... کیا اگر آدمی "صلوٰۃ التسبیح" میں جو مخصوص تسبیح پڑھی جاتی ہے دورانِ نماز اس کی تعداد بھول جائے یا سجدے میں سبحان ربی الاعلیٰ کی جگہ وہ تسبیح پڑھنا شروع کرے، یعنی دس میں سے ایک دفعہ بھی پوری نہ پڑھی ہو تو پتا چلے کہ سبحان ربی الاعلیٰ کہے اور بعد میں پوری نماز اَدا کرے تو کیا نماز ہوجائے گی؟

جواب:... نماز ہوجائے گی، یہ تسبیحات اگر ایک رُکن میں بھول جائیں تو دُوسرے میں پوری کرلی جائیں، مثلاً: رُکوع میں بھول جائیں تو سجدوں میں بیس مرتبہ پڑھ لے۔[4]

---

(۱) ومن المندوبات صلاة الحاجة .... قال مشايخنا: صلينا هذه الصلاة فقضيت حوائجنا مذكور في الملتقط والتجنيس ...إلخ۔ (شامي ج:۲ ص:۲۸، باب الوتر والنوافل، مطلب في صلاة الحاجة)۔

(۲) والحديث في صلوٰة التسبيح مختلف فيه قيل ضعيف وقيل انه حسن وهو المختار عند جمهور المحدثين ...إلخ۔ (حاشية عرف الشذى على الترمذى ج:۱ ص:۱۰۹)۔ وأيضًا وبالجملة لم يذهب أحد من قدماء المحدثين إلى وضعه وبطلانه وإنما ذهب جمهرتهم إلى التصحيح أو التحسن ولو كان ضعيفًا لكفى حجة في باب الفضائل ...إلخ۔ (معارف السنن شرح ترمذی ج:۴ ص:۲۸۵)۔

(۳) (وأربع صلاة التسبيح) يفعلها في كل وقت لا كراهة فيه أو في كل يوم أو ليلة مرة وإلّا ففي كل أسبوع أو جمعة أو شهر أو العمر، وحديثها حسن لكثرة طرقه، ووهم من زعم وضعه وفيها ثواب لا يتناهى ...إلخ۔ (شامی ج:۲ ص:۲۷)۔

(۴) قال المُلّا على في شرح المشكوٰة: مفهومه أنه إن سها ونقص عددًا من محل معين يأتي به في محل آخر تكملة للعدد المطلوب ...إلخ۔ (شامی ج:۲ ص:۲۷، باب الوتر والنوافل، مطلب في صلاة التسبيح)۔

صلوٰۃ التسبیح کا کونسا طریقہ صحیح ہے؟

سوال:... مختلف کتابوں میں صلوٰۃ التسبیح کے ادا کرنے کے مختلف طریقے ہیں، تھوڑا سا فرق ہے، آدمی جو بھی طریقہ اپنائے اس سے یہ نماز ادا کرسکتا ہے، حالانکہ میں سمجھتا ہوں کہ صرف اس مخصوص تسبیح کو ۳۰۰ مرتبہ مکمل کرنا ہوتا ہے۔

جواب:... آپ صحیح سمجھتے ہیں، صلوٰۃ التسبیح کے دو طریقے لکھے ہیں، اور دونوں صحیح ہیں۔ (۱)

صلوٰۃ التسبیح میں تسبیح دُوسری رکعت میں کس طرح پڑھی جاتی ہے؟

سوال:... صلوٰۃ التسبیح میں یہ مخصوص تسبیح دُوسری رکعت میں التحیات کے بعد پڑھے یا پہلے؟ اور اللہ اکبر کہہ کر اُٹھے یا بغیر اللہ اکبر کہے، جیسے پہلی رکعت میں بغیر اللہ اکبر کہے اُٹھنا ہوتا ہے؟

جواب:... یہ تسبیح پڑھنے کے بعد التحیات پڑھے، اور پہلی اور تیسری رکعت میں تسبیحات پڑھنے کے بعد بغیر تکبیر کہے اُٹھ جائے۔ (۲)

اندھیرے میں تہجد، صلوٰۃ التسبیح پڑھنا

سوال:... رات کو کمرے میں بغیر کوئی روشنی کئے اندھیرے میں کوئی بھی نماز یعنی تہجد، یا صلوٰۃ التسبیح وغیرہ ادا کرسکتا ہے یا بلب یا تھوڑی روشنی کرنا لازمی ہے؟ کیونکہ میں یہ نمازیں خفیہ ادا کرنا پسند کرتا ہوں، اس لئے کمرے میں روشنی وغیرہ نہیں جلایا کرتا۔

جواب:... روشنی کرنا ضروری نہیں، قبلہ رُخ صحیح ہو تو اندھیرے میں بھی پڑھ سکتے ہیں۔ (۳)

---

(۱) الکیفیة هی التی رواها الترمذی فی جامعه عن عبدالله بن المبارک أحد أصحاب أبی حنیفة الذی شارکه فی العلم والزهد والورع وعلیها اقتصر فی القنیة وقال إنها المختار من الروایتین ... إلخ۔ (شامی ج:۲ ص:۲۷، طبع سعید)۔

طریقۂ اوّل: عن أبی رافع قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم للعباس: یا عمّ! ألا أصلک، ألا احبوک، ألا أنفعک؟ قال: بلٰی یا رسول الله! قال: یا عمّ! صل أربع رکعات تقرأ فی کل رکعة بفاتحة الکتاب وسورة، فإذا انقضت القراءة فقل: الله أکبر والحمد لله وسبحان الله خمس عشرة مرة قبل أن ترکع، ثم ارکع فقلها عشرًا، ثم أرفع رأسک فقلها عشرًا، ثم اسجد فقلها عشرًا، ثم ارفع رأسک فقلها عشرًا، ثم اسجد فقلها عشرًا، ثم ارفع رأسک فقلها عشرًا قبل أن تقوم، فذالک خمس وسبعون فی کل رکعة، وهی ثلاث مائة فی أربع رکعات ... إلخ۔ (جامع الترمذی ج:۱ ص:۶۳، باب ما جاء فی صلٰوة التسبیح)۔

طریقۂ دوم: حدثنا أحمد بن عبدة الضبی نا أبو وهب قال: سألت عبدالله بن المبارک عن الصلٰوة التی یسبح فیها، قال: یکبّر، ثم یقول سبحانک اللّٰهم وبحمدک .... ثم یقول خمس عشرة مرة سبحان الله والحمدلله ولا إله إلّا الله والله أکبر، ثم یتعوذ ویقرأ بسم الله الرحمٰن الرحیم وفاتحة الکتاب وسورة، ثم یقول عشر مرات سبحان الله والحمدلله .... ثم یرکع فیقلها عشرًا، ثم یرفع رأسه فیقولها عشرًا، ثم یسجد فیقولها عشرًا، ثم یرفع رأسه ویقولها عشرًا، ثم یسجد الثانیة فیقولها عشرًا، یصلی أربع رکعات علٰی هٰذا، فذالک خمس وسبعون تسبیحة فی کل رکعة ... إلخ۔ (جامع الترمذی ج:۱ ص:۶۴، باب ما جاء فی صلٰوة التسبیح)۔

(۲) وفی الجلسة بینها عشرًا عشرًا بعد تسبیح الرکوع والسجود ... إلخ۔ (شامی ج:۲ ص:۲۷، باب الوتر والنوافل)۔

(۳) لَا یجوز لِاحد أداء فریضة ولَا نافلة .... إلّا متوجها إلی القبلة ... إلخ۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۶۳)۔

صلوٰۃ التسبیح کی نماز باجماعت پڑھنے کی شرعی حیثیت

سوال:... ہمارے محلے کی مسجد میں ہر جمعرات کو بعد نمازِ عشاء باقاعدہ اِقامت کے ساتھ بالجہر صلوٰۃ التسبیح پڑھی جاتی ہے، ایسا کرنا فقہِ حنفی کی رُو سے کیسا ہے؟ اور اس اِمام کے پیچھے ہمارا نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب:... صلوٰۃ التسبیح کی نماز باجماعت پڑھنا بدعت و مکروہ ہے، اس اِمام سے کہا جائے کہ آئندہ اس سے توبہ کرلے، اگر وہ توبہ کرلے تو نماز اس کے پیچھے جائز ہے، ورنہ مکروہ تحریمی ہے۔ [1]

کیا صلوٰۃ التسبیح کا کوئی خاص وقت ہے؟

سوال:... صلوٰۃ التسبیح کے لئے کیا کوئی دن یا وقت مقرّر ہے؟

جواب:... صلوٰۃ التسبیح کے لئے کوئی دن اور وقت مقرّر نہیں، اگر توفیق ہو تو روزانہ پڑھا کرے، ورنہ جس دن بھی موقع ملے پڑھ لے، اور مکروہ اوقات کو چھوڑ کر دن رات میں جب چاہے پڑھے، البتہ زوال کے بعد افضل ہے، یا پھر رات کو، خصوصاً تہجد کے وقت۔ [2]

صلوٰۃ التسبیح کی جماعت بدعتِ حسنہ نہیں

سوال:... کافی تحقیق کے بعد بھی یہ پتا نہ چل سکا کہ صلوٰۃ التسبیح کبھی باجماعت پڑھی گئی ہو، کیا یہ نفل نماز جماعت سے پڑھی جاسکتی ہے یا اس فعل کو ''بدعتِ حسنہ'' میں شمار کرتے ہوئے اسے جائز قرار دیا جاسکتا ہے؟

جواب:... حنفیہ کے نزدیک نوافل کی جماعت مکروہ ہے، جبکہ مقتدی تین یا زیادہ ہوں، یہی حکم ''صلوٰۃ التسبیح'' کا ہے، اس کی جماعت بدعتِ حسنہ نہیں، بلکہ بدعتِ سیئہ ہے۔ [3]

صلوٰۃ التسبیح کی جماعت جائز نہیں

سوال:... صلوٰۃ التسبیح کے بارے میں ارشاد فرمائیں کہ باجماعت پڑھنا جائز ہے یا غلط؟ میں اور میرے بہت سے پاکستانی، ترکی ساتھی تقریباً پانچ سال سے اپنے کیمپ میں باجماعت ادا کرتے ہیں، اسی سال ۱۵؍شعبان شبِ برأت والی رات ہمارے ایک

(۱) التطوع بالجماعة إذا كان على سبيل التداعي يكره ...إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۸۳). أيضًا: واعلم أن النفل بالجماعة على سبيل التداعي مكروه على ما تقدم ما عدا التراويح. (حلبی کبیر ص:۴۳۲، أيضًا: فتاویٰ شامی ج:۲ ص:۴۹).

(۲) وأربع صلٰوة التسبيح يفعلها كل وقت لَا كراهة فيه أو في كل يوم أو ليلة مرة .... وقال المعلى: يصليها قبل الظهر ...إلخ. (شامی مطلب في صلٰوة التسبيح ج:۲ ص:۲۷).

(۳) ولَا يصلي الوتر ولَا التطوع بجماعة خارج رمضان أي يكره ذٰلك على سبيل التداعي بأن يقتدي أربعة بواحدة كما في الدرر. (قوله على سبيل التداعي) هو أن يدعو بعضهم بعضًا كما في المغرب وفسره الوافي بالكثرة وهو لازم معناه قوله أربعة بواحدا أما اقتداء واحد بواحد أو اثنين بواحد فلا يكره وثلاثة بواحد فيه خلاف بحر عن الكافي. (ردالمحتار على در المختار ج:۲ ص:۴۹، مطلب في كراهة الإقتداء في النفل على سبيل التداعي).

ساتھی صوفی صاحب نے اعتراض کیا کہ: ''چونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صلوٰۃ التسبیح باجماعت ثابت نہیں ہے، نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مبارک ہے کہ باجماعت ادا کریں، تو پھر ہمیں باجماعت نہیں پڑھنی چاہئے، بلکہ انفرادی طور پر پڑھنی چاہئے۔'' باجماعت پڑھنے کا ہمارا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ جو اَن پڑھ ساتھی ترتیب وار ۷۵ دفعہ تسبیح نہ پڑھ سکیں وہ بھی ادا کرسکیں۔

جواب:... شریعت نے عبادت کو جس انداز میں مشروع کیا ہے، اس کو اسی طریقے سے ادا کرنا مطلوب ہے، شریعت نے نمازِ پنج گانہ اور جمعہ وعیدین وغیرہ کو باجماعت ادا کرنے کا حکم دیا ہے، لیکن نوافل کو اِنفرادی عبادت تجویز کیا ہے، اس لئے کسی نفلی نماز (خواہ صلوٰۃ التسبیح ہو یا کوئی اور) جماعت سے ادا کرنا منشائے شریعت کے خلاف ہے، اس لئے حضراتِ فقہاء نے نفل نماز کی جماعت کو (جبکہ مقتدی دو سے زیادہ ہوں) مکروہ لکھا ہے، اور خاص راتوں میں اِجتماعی نماز اَدا کرنے کو بدعت قرار دیا ہے[1]، اس لئے صلوٰۃ التسبیح کا جماعت سے ادا کرنا صحیح نہیں۔ اور آپ نے جو مصلحت لکھی ہے، وہ لائقِ التفات نہیں، جس کو صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کا شوق ہو اس کو ان کلمات کا یاد کرلینا اور ترتیب کا سیکھ لینا کیا مشکل ہے...؟

اِستخارے کی حقیقت

سوال:... حدیث شریف میں ہے کہ اِستخارہ کرنا مؤمن کی خوش بختی ہے اور نہ کرنے والا بدبخت ہے۔ اور طریقہ اِستخارے کا یہ بتایا گیا ہے کہ آدمی دو رکعت نماز نفل پڑھے اور پھر دُعائے اِستخارہ پڑھے۔ میرا سوال یہ ہے کہ نفل پڑھنے اور دُعائے اِستخارہ کے بعد کیا آدمی اس مقصد کے لئے نکل کھڑا ہو جس کے لئے اِستخارہ کیا ہو؟ مثلاً: ایک شخص کوئی مکان خریدنا چاہتا ہے، کیا وہ اِستخارے کے بعد جاکر مکان کی بابت بات کرلے یا کہ اللہ تعالیٰ اسے اِستخارہ کرنے کے بعد خواب میں کچھ اشارہ دیں گے یا دِل میں ایسا خیال پیدا کریں گے کہ وہ بعد میں مکان خریدنے کے لئے نکلے۔ بہت سے علماء کہتے ہیں کہ جو کام یا مقصد ہو، آدمی تین یا سات دن اِستخارہ کرے، اس عرصے میں یا تو اسے خواب آجائے گا یا پھر اللہ تعالیٰ دِل میں ایسا خیال پیدا کردے گا کہ کام کرو یا نہ کرو، لیکن اگر ایسا ہے تو پھر خواب وغیرہ کا ذکر حدیث پاک میں کیوں نہیں ہے؟ مجھ سے ایک جماعت کے شخص نے کہا ہے کہ خواب وغیرہ کچھ نہیں آتا، پس تم اپنے مقصد کے لئے اِستخارہ کرو اور پھر اس مقصد کے لئے روانہ ہوجاؤ، اللہ نے بہتر کرنا ہوگا تو وہ مقصد تمہیں فوراً حاصل ہوجائے گا، ورنہ ایسی رُکاوٹ ڈال دے گا کہ تم سمجھ جاؤ گے کہ اللہ کو تمہارے لئے یہی منظور ہے کہ یہ کام نہ ہو، بہرحال آپ بتائیے، شکریہ۔

جواب:... اِستخارے کی حقیقت ہے اللہ تعالیٰ سے خیر کا طلب کرنا اور اپنے معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردینا کہ اگر یہ بہتر ہو تو اللہ تعالیٰ میسر فرمادیں، بہتر نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو ہٹادیں۔ اِستخارے کے بعد خواب کا آنا ضروری نہیں، بلکہ دِل کا رُجحان کافی ہے۔ اِستخارے کے بعد جس طرف دِل کا رُجحان ہو، اس کو اِختیار کرلیا جائے۔ اگر خدانخواستہ کام کرنے کے بعد محسوس ہو کہ یہ اچھا نہیں

---

(۱) وبعد ذٰلک فالصلوٰة خیر موضوع ما لم یلزم منها ارتکاب کراهة، واعلم ان النفل بالجماعة علٰی سبیل التداعی مکروه .... فعلم ان کلًّا من صلاة الرغائب .... بالجماعة بدعة مکروهة. (حلبی کبیر ص: ۴۳۲، طبع لاهور).

ہوا، تو یوں سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں اسی میں بہتری ہوگی، کیونکہ بعض چیزیں بظاہر اچھی نظر آتی ہیں مگر وہ ہمارے حق میں بہتر نہیں ہوتیں، اور بعض ناگوار ہوتی ہیں مگر ہمارے لئے انہی میں بہتری ہوتی ہے۔

الغرض! اِستخارے کی حقیقت کامل تفویض و توکل اور قضا و قدر کے فیصلوں پر رضامند ہوجانا ہے۔ (۱)

اہم اُمور سے متعلق اِستخارہ

سوال:... زندگی کے تمام اہم اُمور کے متعلق فیصلے کرنے سے قبل کیا اِستخارہ کرنا واجب ہے؟

جواب:... اِستخارہ واجب نہیں، البتہ اہم اُمور پر اِستخارہ کرنا مستحب ہے، حدیث میں ہے:

"عن سعد قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من سعادة ابن آدم رضاه بما قضى الله له، ومن شقاوة ابن آدم تركه استخارة الله ومن شقاوة ابن آدم سخطه بما قضى الله له۔" (مشکوٰۃ ص:۴۵۳)

ترجمہ:... "ابنِ آدم کی سعادت میں سے ہے اس کا راضی ہونا اس چیز کے ساتھ جس کا اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے فیصلہ فرمایا، اور ابنِ آدم کی بدبختی سے ہے اس کا اللہ تعالیٰ سے اِستخارے کو ترک کردینا، اور ابنِ آدم کی بدبختی میں سے ہے اس کا اللہ تعالیٰ کے قضا و قدر کے فیصلے سے ناراض ہونا۔"

(مشکوٰۃ ص:۴۵۳ بروایت مسند احمد و ترمذی)

ایک اور حدیث میں ہے:

"من سعادة ابن آدم استخارته الى الله ومن شقاوة ابن آدم تركه استخارة الله۔"

(مستدرک حاکم ج:۱ ص:۵۱۸)

ترجمہ:... "اللہ سے اِستخارہ کرنا ابنِ آدم کی سعادت میں داخل ہے، اور اس کا اللہ تعالیٰ سے اِستخارہ کرنے کو ترک کردینا اس کی شقاوت میں داخل ہے۔"

منّت کے نوافل کس وقت ادا کئے جائیں؟

سوال:... میں نے کہا تھا کہ اے اللہ تعالیٰ! اگر میں امتحان میں کامیاب ہوگیا تو ۱۰۰ رکعت نماز نفل ادا کروں گا، میں کامیاب ہوگیا، آپ یہ بتائیں کہ یہ ۱۰۰ رکعت نفل نماز کے لئے کوئی وقت ہے یا جب چاہے ادا کرلوں؟

---

(۱) وعن جابر قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلمنا الإستخارة أى طلب تيسر الخير فى الأمرين من الفعل أو الترك من الخير وهو ضد الشر فى الأمور أى التى نريد الإقدام عليها مباحة كانت أو عبادة .... ويمضى بعد الإستخارة لما ينشرح له صدره إنشراحًا خاليًا عن هوىٰ النفس فإن لم ينشرح لشىء فالذى يظهر أنه يكرر الصلاة حتّٰى يظهر له الخير قيل إلىٰ سبع مرات۔ (مرقاة شرح مشكوة ج:۲ ص:۱۸۷، باب التطوع)۔

جواب:... جب چاہیں ادا کرسکتے ہیں، بشرطیکہ مکروہ وقت نہ ہو، اور فجر اور عصر کے بعد بھی نہیں پڑھ سکتے۔ [۱]

اِستخارہ کرنے کا شرعی طریقہ

سوال:... اِستخارہ کرنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ اور اِسلام کی رُو سے اِستخارے کی کیا حیثیت ہے؟

جواب:... دو رکعت نماز اَدا کرکے اِستخارے کی دُعا پڑھ لی جائے، حدیث شریف میں اِستخارہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، اِستخارے کے بعد خداتعالیٰ کام میں بہتری فرماتے ہیں۔ [۲]

اِستخارہ کرنے کا طریقہ، نیز کیا اِستخارے میں کوئی چیز نظر آنا ضروری ہے؟

سوال:... مجھے اِستخارہ کرنے کے بارے میں کچھ معلومات درکار ہیں۔

۱:... اِستخارہ کرنے کے لئے اِجازت کی ضرورت ہے یا نہیں؟

۲:... ایک مقصد کے لئے کتنی بار اِستخارہ کرنا چاہئے؟

۳:... کیا اِستخارے میں کوئی چیز نظر آنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب:... اِستخارے کے لئے کسی سے اِجازت لینے کی ضرورت نہیں، جس کام کا اِرادہ ہو، دو رکعت نماز پڑھ کر دُعائے اِستخارہ کرنی چاہئے، تین دن، سات دن یا اس سے زیادہ اِستخارہ کرسکتا ہے۔ اِستخارے میں خواب میں کوئی چیز نظر آنا ضروری نہیں، بلکہ اِستخارہ کرکے جس طرف دِل مطمئن ہو، وہ کام کرلینا چاہئے۔ [۳]

نمازِ اِستخارہ کا طریقہ، نیت اور کون سی سورتیں پڑھیں؟

سوال:... نمازِ اِستخارہ پڑھنے کا کیا طریقہ ہے؟ اس کی نیت کس طرح ہے؟ اور دورانِ نماز کون کون سی آیات پڑھنی چاہئیں؟

---

(۱) قال أبو جعفر: ولَا يصلي أحد عند طلوع الشمس، وعند الزوال، وعند الغروب. قال أحمد: ثلاثة أوقات لَا يُصَلّٰى فيها نفل ولَا فرض: عند طلوع الشمس، وعند الزوال وعند الغروب .... ووقتان لَا يُصَلّٰى فيهما نفل، ويصلي فيهما الفرض بعد العصر حتّٰى تغرب الشمس، وبعد الفجر حتّٰى تطلع الشمس، فأما الصلاة في الأوقات الثلاثة، فالأصل: ما روي عن النبي صلى الله عليه وسلم في الآثار المتواترة نهي عن الصلاة في هذه الأوقات الثلاثة، منها حديث ابن عمر رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم: لَا يتحرى أحدكم فيصلي عند طلوع الشمس ولَا عند غروبها، فإنها تطلع بين قرني شيطان. (شرح مختصر الطحاوي ج:۱ ص:۵۲۸، كتاب الصلاة). وفيه أيضًا: وأما بعدِ العصر، وبعد الفجر فإنما ينهى فيهما عن النوافل والنذور .... وذالك لما روى أبو سعيد الخدري، ومعاذ بن عفراء، وابن عمر، وأبوهريرة رضي الله عنهم أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن صلاتين بعد الصبح وبعد العصر .... وقال ابن عباس رضي الله عنهما .... ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن الصلاة بعد الفجر حتّٰى تطلع الشمس وبعد العصر حتّٰى تغرب. (شرح مختصر الطحاوي ج:۱ ص:۵۳۶، ۵۳۷).

(۲) تفصیل اور حوالہ جات کے لئے گزشتہ صفحہ دیکھئے۔

(۳) تفصیل کے لئے دیکھئے ص:۲۱۹ ''اِستخارے کی حقیقت''۔

اور نمازِ تہجد پڑھنے کا کیا طریقہ ہے؟ اور اس میں کون کون سی آیات پڑھنی چاہئیں؟

جواب:... نمازِ اِستخارہ دو رکعت نفل ہے، اس کے بعد حمد و ثنا اور اِستغفار کیا جاتا ہے، اور اِستخارے کی دُعا پڑھی جاتی ہے، وہ مشہور ہے، کسی کتاب مثلاً: بہشتی زیور میں دیکھ لیا جائے۔[1] نمازِ تہجد کا کوئی خاص طریقہ نہیں، ۴، ۶، ۸، ۱۰، ۱۲ جتنی رکعتیں پڑھ سکتے ہوں، پڑھیں، اور ان میں جو سورتیں یاد ہوں پڑھیں۔

اِستخارہ قرآن و سنت سے ثابت ہے

سوال:... اِستخارہ کیا ہے؟ کیا کہیں اس کی بنیاد عمل اَحکامِ قرآنی یا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے منسلک و ثابت ہے یا اس کی کوئی اور مذہبی و عملی منطق موجود ہے؟

جواب:... اِستخارہ کے معنی ہیں: اللہ تعالیٰ سے کسی معاملے میں مشورہ کرنا، اس کی تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے کہ جب کسی کو کوئی اہم معاملہ درپیش ہو تو دو رکعت نماز پڑھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور دُرود شریف کے بعد یہ دُعا پڑھے، (دُعائے اِستخارہ مشہور ہے)۔[2]

سنت کے مطابق اِستخارہ کیا جائے

سوال:... اسلام میں کسی بھی کام کے شروع کرنے کے سلسلے میں اِستخارہ کرنے کو کہا گیا ہے جو کہ تین، پانچ، سات دن تک

---

(۱) اِستخارے کی نماز کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے دو رکعت نفل پڑھے، اس کے بعد خوب دِل لگا کے یہ دُعا پڑھے: "اللّٰھم إنّی أستخیرک بعلمک وأستقدرک بقدرتک وأسألک من فضلک العظیم، فإنک تقدر ولَا أقدر، وتعلم ولَا أعلم، وأنت علّام الغیوب، اللّٰھم إن کنت تعلم أن ھٰذا الأمر خیر لی فی دینی ومعاشی وعاقبة أمری، فاقدرہ ویسرہ لی، ثم بارک لی فیہ، وإن کنت تعلم أن ھٰذا الأمر شر لی فی دینی ومعاشی وعاقبة أمری، فاصرفہ عنّی واصرفنی عنہ، واقدر لی الخیر حیث کان ثم أرضنی بہ" اور جب "ھٰذا الأمر" پر پہنچے، جس لفظ پر لکیر بنی ہے، اس کے پڑھتے وقت اسی کام کا دھیان (خیال) کرے جس کے لئے اِستخارہ کرنا چاہتے ہیں، اس کے بعد پاک صاف بچھونے پر قبلے کی طرف منہ کر کے باوضو سو جائے، جب سو کر اُٹھے، اس وقت جو بات دِل میں مضبوطی سے آئے وہی بہتر ہے، اسی کو کرنا چاہئے۔ (بہشتی زیور، حصہ دوم ص:۱۳۵، اِستخارے کی نماز کا بیان)۔

(۲) عن جابر بن عبدالله قال: کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یعلمنا الإستخارة فی الأمور کلها کما یعلمنا السورة من القرآن الکریم، یقول: إذا ھمّ أحدکم بالأمر فلیرکع رکعتین من غیر الفریضة ثم لیقل: اللّٰھم إنّی أستخیرک بعلمک، وأستقدرک بقدرتک، وأسألک من فضلک العظیم، فإنک تقدر ولَا أقدر، وتعلم ولَا أعلم، وأنت علام الغیوب، اللّٰھم إن کنت تعلم أن ھٰذا الأمر خیر لی فی دینی ومعاشی وعاقبة أمری، أو قال: فی عاجل أمری وآجله، فیسرہ لی ثم بارک لی فیه، وإن کنت تعلم أن ھٰذا الأمر شر لی فی دینی ومعاشی وعاقبة أمری، أو قال: فی عاجل أمری وآجله، فاصرفه عنی واصرفنی عنه، واقدر لی الخیر حیث کان ثم ارضنی به، قال: ویسمی حاجته. (جامع الترمذی واللفظ له، ج:۱ ص:۶۳، باب ما جاء فی الإستخارة، أیضًا: فتاویٰ شامی ج:۲ ص:۲۶، مطلب فی رکعتی الإستخارة)۔

ہوتا ہے، میرا آپ سے یہ سوال ہے کہ اگر اِستخارے میں کچھ محسوس نہ ہو (جیسا کہ کوئی چیز نظر آتی ہے یا دِکھائی دیتی ہے) تب کیا کیا جائے؟ کیسے فیصلہ کیا جائے؟

جواب:... سنت کے مطابق اِستخارہ کیا جائے (بہشتی زیور میں اس کا طریقہ لکھا ہے)، اور پھر جس طرف دِل کا رُجحان ہو، وہ کام کرلیا جائے، اِن شاء اللہ اس میں خیر و برکت ہوگی۔ اِستخارے میں کسی چیز کا نظر آنا ضروری نہیں، فیصلے کے لئے ایک طرف رُجحان کافی ہے، سو فیصد اطمینان ضروری نہیں۔[1]

اِستخارے کو دُہرانا کیسا ہے؟ نیز کیا اِستخارے کا جواب آنا ضروری ہے؟

سوال:... اِستخارے کے نتیجے کی صورت میں جواب کے نہ میں آنے، جواب کے ہاں میں آنے، یا کوئی جواب نہ آنے کی صورت میں، کیا اسے دُہرایا جاسکتا ہے؟ اگر دُہرانا چاہئے تو کیا ایک ہی آدمی سے دوبارہ درخواست کی جائے یا کسی اور سے رُجوع کرنا چاہئے؟

جواب:... اِستخارے کا جواب آنا ضروری نہیں، بلکہ اِستخارے کے بعد جس طرف دِل کا رُجحان ہو، اس کو کرلیا جائے، تین دن، سات دن، چالیس دن بھی بعض اکابر اِستخارہ کرتے رہے ہیں۔[2]

دورانِ خواب میں بارش دیکھنا

سوال:... میری بہن کا رشتہ چچا کے گھر سے آیا تھا، چونکہ پہلے کی ناراضگی کی وجہ سے دِل مطمئن نہیں تھا، اس لئے ہم نے اِستخارہ کروایا، خواب میں بہت زیادہ بارش آئی، کسی عالم سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ بارش خوشی کا اظہار ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟

جواب:... صحیح ہے۔

کیا ہر عمل سے پہلے اِستخارہ کروانا ضروری ہے؟

سوال:... کیا ہر عمل سے پہلے اِستخارہ کروانا ضروری ہے؟ یا کسی عمل کے بارے میں تردّد و دِل کے عدمِ اطمینان کی صورت ہی میں اِستخارہ کروانا چاہئے؟

---

(۱) واذا استخار مضٰی لما ینشرح له صوره وینبغی أن یکررها سبع مرات لما روی ابن السنی عن أنس قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: یا أنس! إذا هممت بأمر فاستخر ربک فیه سبع مرات، ثم انظر إلی الذی سبق إلٰی قلبک فإن الخیر فیه. (حلبی کبیر ص: ۴۳۱، تتمات من النوافل، طبع سهیل اکیڈمی لاهور).

(۲) وینبغی أن یکررها سبعًا لما روی ابن السنی یا أنس! إذا هممت بأمر فأستخر ربک فیه سبع مرات ثم انظر إلی الذی سبق إلٰی قلبک فإن الخیر فیه. (شامی ج:۲ ص:۲۷، باب الوتر والنوافل، مطلب فی صلاة التسبیح).

جواب:... اُوپر لکھ چکا ہوں کہ اہم کام کے لئے اِستخارہ کیا جاتا ہے، اور اِستخارہ کروایا نہیں جاتا، بلکہ خود اِستخارہ کرنے کا حکم ہے۔[1]

کاروبار کے لئے اِستخارے کا طریقہ

سوال:... میں جس فیکٹری میں ملازمت کرتا ہوں، وہ لوگ ملاوٹ کرتے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ جو تھوڑی بہت رقم فیکٹری سے ملے، اس سے اپنا کاروبار کرلوں، کیا میں اس طرح اِستخارہ کرسکتا ہوں کہ میں کونسا کاروبار کروں جو میرے اور میری اولاد کے لئے رزقِ حلال اور خیر و برکت والا ہو؟

جواب:... اِستخارہ کرنا چاہئے کہ میں فلاں کام کروں یا نہیں کروں۔[2]

بیعت ہونے کے لئے اِستخارہ

سوال:... کیا کسی پیر صاحب سے بیعت ہونے کے لئے بھی اِستخارہ کیا جاسکتا ہے؟

جواب:... کسی بزرگ سے بیعت ہونا ہو تو اس کے لئے بھی اِستخارہ کرلینا چاہئے۔[3]

کیا بیک وقت کئی اُمور کے لئے اِستخارہ کرسکتے ہیں؟

سوال:... کیا نمازِ اِستخارہ صرف ایک کام کے واسطے پڑھ سکتے ہیں؟ اگر بیک وقت کئی اُمور لاحق ہوں تو ان کے لئے فقط ایک بار نفل پڑھ کر دُعائے اِستخارہ کے دوران مقرّرہ مقامات پر متعدد اُمور کے بارے میں خیال کرسکتے ہیں؟

جواب:... کئی اُمور کا تصوّر کرسکتے ہیں۔

کیا شادی کے لئے اِستخارہ کرنا ضروری ہے؟

سوال:... آج کل شادی بیان کے معاملات میں لوگوں کو جب اِنکار کرنے کے لئے کوئی بہانا نہیں مل پاتا تو یہ کہہ کر اِنکار کردیتے ہیں کہ ہم نے "اِستخارہ" کروایا تھا، جس میں پتا چلا ہے کہ یہ شادی صحیح ثابت نہیں ہوسکتی، اور اس بنا پر اِنکار کردیا جاتا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا شادی کے معاملے میں اِستخارہ ضروری ہے؟ اِستخارہ کس طرح کیا جانا چاہئے؟ خود کرنا چاہئے یا

---

(۱) عن جابر بن عبدالله رضی الله عنه قال: کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یعلمنا الإستخارة فی الأمور کلها کما یعلمنا السورة من القرآن یقول: إذا هم أحدکم بالأمر فلیرکع رکعتین من غیر الفریضة ثم لیقل: اللّٰهم إنی أستخیرک ...إلخ. (سنن ترمذی ج:۱ ص:۶۲، باب ما جاء فی الإستخارة، أیضًا: رد المحتار ج:۲ ص:۲۶، باب الوتر والنوافل).

(۲) قال الشیخ إسماعیل وفی شرح الشرعة من هم بأمر وکان لا یدری عاقبته ولا یعرف ان الخیر فی ترکه أو الإقدام علیه فقد أمره رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یرکع رکعتین .... فإذا فرغ قال اللّٰهم ...إلخ. (منحة الخالق علی البحر الرائق ج:۲ ص:۵۶، کتاب الصلاة، طبع بیروت).

(۳) ایضاً حوالہ بالا۔

کسی اور کے ذریعے کروانا چاہئے؟ اور اِستخارہ کرنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

جواب:... اِستخارہ کرنے کا طریقہ صحیح ہے، اور شادی کے معاملے میں اِستخارہ ضرور کرلینا چاہئے، اس کا طریقہ ''بہشتی زیور'' میں لکھا ہے، اس کے مطابق عمل کیا جائے۔[1]

شادی وغیرہ کے لئے اِستخارہ کرنا

سوال:... کوئی بھی کام کرنے سے پہلے کسی بزرگ سے استخارہ کرایا جاتا ہے یا خود کیا جاتا ہے، مثلاً: شادی کے لئے یا مکان، پلاٹ خریدنے کے لئے، تجارت میں لین دین یا پھر ملازمت کے لئے۔ بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ فال کھلواتے ہیں، کچھ لوگ تو سڑک پر طوطے لے کر بیٹھے رہتے ہیں، کیا فال کھلوانا شرعی لحاظ سے دُرست ہے یا نہیں؟ جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

جواب:... سنت طریقے کے مطابق اِستخارہ تو مسنون ہے، حدیث شریف میں اس کی ترغیب آئی ہے،[2] اور فال کھلوانا ناجائز ہے۔[3]

کیا شادی کے لئے لڑکے اور لڑکی دونوں کو اِستخارہ کرنا چاہئے؟

سوال:... اگر کسی شادی کے بارے میں اِستخارہ کروانا ہو تو کیا لڑکے والوں اور لڑکی والوں میں سے صرف ایک ہی کو کروالینا چاہئے یا دونوں الگ الگ اِستخارہ کروائیں؟ اور دونوں صورتوں میں ہاں ہونے پر ہی رشتہ کیا جائے؟

جواب:... لڑکے والے بھی کریں، اور لڑکی والے بھی کریں۔[4]

اِشراق کی نماز جہاں فجر پڑھی ہو، وہیں پڑھنا ضروری ہے

سوال:... فجر کی نماز ایک مسجد میں پڑھی، پھر کسی کام سے مسجد سے باہر جانا ہوا، اِشراق کی نماز دُوسری مسجد میں یا گھر پر پڑھ

---

(۱) بہشتی زیور کی عبارت یہ ہے: مسئلہ ۲:- اِستخارے کی نماز کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے دو رکعت نفل پڑھے، اس کے بعد خوب دِل لگاکے یہ دُعا پڑھے: "اللّٰھم إنّی أستخیرک بعلمک وأستقدرک بقدرتک وأسألک من فضلک العظیم، فإنک تقدر ولَا أقدر، وتعلم ولَا أعلم، وأنت علّام الغیوب، اللّٰھم إن کنت تعلم أن ھٰذا الأمر خیر لی فی دینی ومعاشی وعاقبة أمری، فاقدرہ ویسرہ لی، ثم بارک لی فیہ، وان کنت تعلم أن ھٰذا الأمر شر لی فی دینی ومعاشی وعاقبة أمری، فاصرفہ عنّی واصرفنی عنہ، واقدر لی الخیر حیث کان ثم أرضنی بہ" اور جب "ھذا الأمر" پر پہنچے، جس لفظ پر لکیر بنی ہے، اس کے پڑھتے وقت اسی کام کا دھیان (خیال) کرے جس کے لئے اِستخارہ کرنا چاہتے ہیں، اس کے بعد پاک صاف بچھونے پر قبلے کی طرف منہ کرکے باوضو سوجائے، جب سوکر اُٹھے، اس وقت جو بات دِل میں مضبوطی سے آئے وہی بہتر ہے، اسی کو کرنا چاہئے۔ (بہشتی زیور، حصہ دوم ص:۱۳۵، اِستخارے کی نماز کا بیان)۔

(۲) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۱ ملاحظہ ہو۔

(۳) عن أبی ھریرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لَا عدوی ولَا طیرة ولَا ھامة ولَا صفر ...إلخ. (مشکوٰة ص:۳۹۱، باب الفال والطیرة، الفصل الأوّل).

(۴) ایضاً حاشیہ نمبر ۱ ملاحظہ ہو۔

سکتے ہیں یا کہ اسی مسجد میں بیٹھے رہیں؟

جواب:... اگر کسی ضرورت سے جانا پڑے تو دُوسری جگہ بھی اِشراق کی نماز پڑھ سکتے ہیں، خواہ گھر پر پڑھیں یا کسی اور مسجد میں۔ البتہ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ جو شخص فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے اور پھر اپنی جگہ بیٹھا رہے، یہاں تک کہ اشراق کا وقت ہوجائے، اور پھر اُٹھ کر دو رکعتیں یا چار رکعتیں اشراق کی نماز پڑھے، تو اس کو ایک حج اور ایک عمرے کا ثواب ملتا ہے۔[۱]

شکرانے کی نماز کب ادا کرنی چاہئے؟

سوال:... شکرانے کی نماز کے لئے کوئی وقت مقرّر ہے یا نہیں؟ اور یہ کہ ان کی تعداد کتنی ہوتی ہے؟ یعنی دو رکعت یا چار رکعت؟

جواب:... نہ وقت مقرّر ہے، نہ تعداد، البتہ مکروہ وقت نہیں ہونا چاہئے،[۲] اور تعداد دو رکعت سے کم نہیں ہونی چاہئے۔[۳]

فرض نمازوں سے پہلے نمازِ استغفار اور شکرانہ پڑھنا

سوال:... نمازِ فجر، ظہر اور عصر سے پہلے دو رکعات نفل نماز اِستغفار اور دو رکعت نماز نفل شکرانہ روزانہ پڑھنا جائز ہے یا نماز کے بعد؟

جواب:... یہ نمازیں ظہر اور عصر سے پہلے پڑھنے میں تو کوئی اِشکال نہیں، البتہ فجر سے پہلے اور صبحِ صادق کے بعد سوائے فجر کی دو سنتوں کے اور نوافل پڑھنا دُرست نہیں۔[۴]

پچاس رکعت شکرانہ کی نماز چار چار رکعات کرکے ادا کرسکتے ہیں

سوال:... نفل نماز پچاس رکعت شکرانہ ادا کرنا ہے، تو کیا دو دو کے بجائے چار چار رکعت نماز نفل ادا کی جاسکتی ہے؟

---

(۱) من صلى الفجر فى جماعة ثم قعد يذكر الله تعالىٰ حتّى تطلع الشمس، ثم صلّى ركعتين كانت له كأجر حجةٍ وعمرةٍ تامةٍ تامة تامة. (كنز العمال ج:۷ ص:۸۰۸، أيضًا: مشكوٰة ص:۸۹، باب الذكر بعد الصلاة).

(۲) حوالہ کے لئے دیکھئے موجودہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۴۔

(۳) کیونکہ دو رکعت سے کم تعداد کی نماز مشروع نہیں۔ وفى الدر المختار: وسجدة الشكر: مستحبة به يفتى. (قوله به يفتى) هو قولهما وأما عنه الإمام .... وقيل شكرًا تامًا لأن تمامه بصلاة ركعتين كما فعل عليه الصلوٰة والسلام يوم الفتح. (ردالمحتار مع الدر المختار، مطلب فى سجدة الشكر ج:۲ ص:۱۱۹).

(۴) وكذا الحكم من كراهة نفل وواجب لغيره .... بعد طلوع فجر سوى سنته لشغل الوقت به. (التنوير وشرحه ج:۱ ص:۳۷۵). أيضًا: فصل (وقتان يصلى فيهما الفرض دون النفل) أما بعد العصر، وبعد الفجر فإنما ينهى فيهما عن النوافل والنذور وصلوٰة الطواف ويجوز فيهما فعل الفرض، وذالك لما روى أبو سعيد الخدرى، ومعاذ بن عفراء، وابن عمر، وأبوهريرة رضى الله عنهم أن النبى صلى الله عليه وسلم نهى عن صلاتين بعد الصبح وبعد العصر .... وقال ابن عباس رضى الله عنهما: حدثنى رجال مرضيون، وأرضاهم عمر رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن الصلاة بعد الفجر حتّى تطلع الشمس، وبعد العصر حتّى تغرب. (شرح مختصر الطحاوى للإمام أبو بكر الجصاص الرازى ج:۱ ص:۵۳۶، ۵۳۷).

جواب:... کرسکتے ہیں۔[۱]

دُلہن کے آنچل پر نمازِ شکرانہ ادا کرنا

سوال:... جناب آج کل ایک رسم ہے کہ جب شادی ہوتی ہے تو اکثر لوگ کہتے ہیں کہ شادی کی پہلی رات دو رکعت نماز شکرانے کی دُولہا پڑھتا ہے، کیا عورت کے آنچل پر جائز ہے؟ جس سے اس مرد کا نکاح ہوا ہے، یعنی دُولہا، دُلہن کے آنچل پر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:... آنچل پر نماز پڑھنا محض رسم ہے، شکرانے کی نماز عام معمول کے مطابق بھی پڑھی جاسکتی ہے۔[۲]

بلا سے حفاظت اور گناہوں سے توبہ کے لئے کون سی نماز پڑھے؟

سوال:... کیا میں اس نیت سے نفل پڑھ سکتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے یا میرے گھر والوں کو ہر بلا سے، ہر قسم کی بیماری سے محفوظ رکھے؟ یا میں اپنے امتحانات میں کامیابی کے لئے یا اپنے گناہوں کی بخشش کے لئے نوافل ادا کرسکتا ہوں؟

جواب:... کوئی کام درپیش ہو، اس کی آسانی کی دُعا کرنے کے لئے شریعت نے ''صلوٰۃ الحاجۃ'' بتائی ہے،[۳] اور کوئی گناہ سرزد ہوجائے تو اس سے توبہ کرنے کے لئے ''صلوٰۃ التوبہ'' فرمائی ہے، اور یہ نفلی نمازیں ہیں۔[۴]

کیا عورت تحیۃ الوضو پڑھ سکتی ہے؟

سوال:... اگر عورت پانچ نمازوں کی پابند ہے، کیا وہ پانچوں نمازوں میں تحیۃ الوضو پڑھ سکتی ہے؟ اور کیا عصر اور فجر کی نماز سے پہلے تحیۃ الوضو پڑھ سکتی ہے؟

جواب:... ظہر، عصر اور عشاء سے پہلے پڑھ سکتی ہے، صبحِ صادق کے بعد سے نمازِ فجر تک صرف فجر کی سنتیں پڑھی جاتی ہیں، دُوسرے نوافل دُرست نہیں،[۵] سنتوں میں تحیۃ الوضو کی نیت کرلینے سے وہ بھی ادا ہوجائے گا،[۶] اور مغرب سے پہلے پڑھنا اچھا نہیں،

---

(۱) قوله والأفضل فيهما أى فى صلٰوة الليل والنهار الرباع ...إلخ۔ (شامى ج:۲ ص:۱۱، باب الوتر والنوافل)۔
(۲) دیکھئے گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۴۔
(۳) تفصیل کے لئے دیکھئے: جامع الترمذى ج:۱ ص:۱۰۸، باب ما جاء فى صلاة الحاجة، طبع قديمى كتب خانه۔
(۴) دیکھئے: جامع الترمذى ج:۱ ص:۹۲، باب ما جاء فى الصلاة عند التوبة، طبع قديمى كتب خانه۔
(۵) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۴ ملاحظہ ہو۔
(۶) قال فى النهر: وينوب عنها كل صلاة صلاها عند الدخول فرضًا كانت أو سنة ...إلخ۔ (شامى مطلب فى تحية المسجد ج:۲ ص:۱۸)۔

کیونکہ اس سے نمازِ مغرب میں تأخیر ہوجائے گی، اس لئے نمازِ مغرب سے پہلے بھی تحیۃ الوضو کی نماز نہ پڑھی جائے۔[۱] بہرحال اس مسئلے میں مرد و عورت کا ایک ہی حکم ہے۔

تحیۃ الوضو کس نماز کے وقت پڑھنی چاہئے؟

سوال:... تحیۃ الوضو کس نماز کے وقت پڑھنا ہے؟ میں نے نماز کی کتاب میں پڑھا ہے کہ جس وقت نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے، اس وقت نہیں پڑھنا چاہئے، مگر میں پھر بھی یہ نہیں جانتا کہ کس وقت تحیۃ الوضو پڑھوں اور کس وقت نہ پڑھوں؟

جواب:... پانچ اوقات میں نفل پڑھنے کی اجازت نہیں، فجر سے پہلے اور بعد سورج نکلنے تک، عصر کے بعد، سورج کے طلوع و غروب کے وقت، اور نصف النہار کے وقت۔ ان اوقات کے علاوہ جب بھی آپ وضو کریں تحیۃ الوضو پڑھ سکتے ہیں۔[۲]

وقت کم ہو تو تحیۃ الوضو پڑھے یا تحیۃ المسجد؟

سوال:... اگر کوئی شخص مسجد میں جاتا ہے اور جماعت ہونے میں دو تین منٹ باقی ہیں، کیا وہ نفل تحیۃ الوضو پڑھے یا تحیۃ المسجد پڑھے؟

جواب:... دونوں کی نیت کرلے،[۳] اور اگر وقت میں گنجائش ہو تو دونوں کا الگ الگ پڑھنا مستحب ہے۔

مغرب کی نماز سے پہلے تحیۃ المسجد پڑھنا

سوال:... حرم اور مسجدِ نبوی کے علاوہ پورے سعودیہ میں مغرب کی نماز اَذان کے دس منٹ بعد ادا کی جاتی ہے، اور اس وقفے میں آنے والے تحیۃ المسجد دو نفل ادا کرتے ہیں، ہم حنفی بھی دو نفل تحیۃ المسجد مغرب کی اَذان کے بعد ادا کرسکتے ہیں یا نہیں؟ بعض حنفی کہتے ہیں کہ سورج غروب ہونے کے بعد آپ نفل ادا کرسکتے ہیں۔

جواب:... اِمام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سورج غروب ہونے کے بعد مغرب کی فرض نماز ادا کرنے سے قبل نوافل پڑھنا اس وجہ سے مکروہ ہے کہ اس سے مغرب کی نماز میں تأخیر ہوتی ہے، ورنہ بذاتِ خود وقت میں کوئی کراہت نہیں،[۴] آپ کے یہاں چونکہ

---

(۱) وتعجيل مغرب مطلقًا وتأخيره قدر ركعتين يكره تنزيهًا ...إلخ۔ (درمختار مع الشامی ج:۱ ص:۳۶۹)۔ وأيضًا: تسعة أوقات يكره فيها النوافل وما في معناها لا الفرائض .... منها ما بعد غروب الشمس قبل صلوٰة المغرب ...إلخ۔ (هندية ج:۱ ص:۵۳، كتاب الصلاة، الباب الأوّل)۔

(۲) تسعة أوقات يكره فيها النوافل وما في معناها لا الفرائض .... منها ما بعد طلوع الفجر قبل صلاة الفجر كذا في النهاية والكفاية .... ومنها ما بعد صلاة الفجر قبل طلوع الشمس هكذا في النهاية والكفاية .... ومنها ما بعد صلاة العصر قبل التغيير .... ومنها ما بعد غروب الشمس قبل صلاة المغرب ...إلخ۔ (فتاویٰ عالمگيرية ج:۱ ص:۵۲ كتاب الصلاة، الباب الأوّل، الفصل الثالث)۔

(۳) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر۶ ملاحظہ ہو۔

(۴) ایضاً حاشیہ نمبر۱۔

مغرب سے پہلے نوافل کا معمول ہے اور جماعت میں تأخیر کی جاتی ہے، اس لئے تحیۃ المسجد پڑھ لینے میں مضائقہ نہیں۔

تحیۃ المسجد کا حکم اور تعیین اوقات

سوال:... حدیث شریف ہے کہ جب آپ مسجد میں جائیں تو وہاں دو رکعت ادا کریں۔ کیا یہ دو رکعتیں مسجد میں ہر نماز کے ساتھ ضروری ہیں یا کسی نئی مسجد میں نماز یا کسی کی رُوح کے ایصالِ ثواب کے لئے جائیں تب پڑھیں؟

جواب:... آدمی کسی مسجد میں جائے تو دو رکعت تحیۃ المسجد کے اِرادے سے پڑھنا چاہئے، لیکن شرط یہ ہے کہ نماز کا وقت بھی ہو، مثلاً: عصر کے بعد غروب سے پہلے نفل پڑھنا صحیح نہیں، اسی طرح فجر کی نماز کے بعد اِشراق سے پہلے نفل پڑھنا دُرست نہیں، اور نصف النہار کے وقت نماز پڑھنا ممنوع ہے۔ الغرض یہ دیکھ لیا جائے کہ اس وقت نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں...؟[1]

شبِ برأت میں باجماعت نفل نماز جائز نہیں

سوال:... حالیہ شبِ برأت میں ایک مسجد میں بعد نمازِ مغرب چھ رکعت نماز، دو دو رکعت کی ترتیب سے نفل باجماعت ادا کی گئی اور اختتام پر سورۂ یٰسین شریف کی تلاوت ہوئی، پھر طویل اجتماعی دُعا مانگی گئی، پھر تقریباً ۳ بجے تہجد کی نفلیں بھی باجماعت ادا کی گئیں، کچھ لوگوں کے اعتراض کرنے پر قبلہ اِمام صاحب نے اسی نفل باجماعت کی حمایت میں جمعہ کی تقریر میں فرمایا کہ یہ حدیث شریف سے ثابت ہے اور مشکوٰۃ شریف کے فلاں فلاں صفحے پر حوالہ ہے۔ گزارش خدمت ہے کہ ان نوافلِ شبِ برأت کی اصل حقیقت سے آگاہ فرمائیں، تاکہ اگر یہ اختراع تھی تو اسے آئندہ سے روک دیا جائے، نہیں تو پھر ہر شبِ برأت پر اس کو معمول بنالیا جائے، اور اہتمام اس کی ادائیگی کا ہو۔

جواب:... شبِ برأت میں اجتماعی نوافل ادا کرنا بدعت ہے،[2] اِمام صاحب نے مشکوٰۃ شریف کا جو حوالہ دیا ہے، وہ ان کی غلط فہمی ہے، مشکوٰۃ شریف میں ایسی کوئی روایت نہیں جس میں شبِ برأت میں نوافل باجماعت ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہو۔

نفل نماز کی جماعت کرنا

سوال:... اگر مسجد میں رمضان المبارک میں تراویح کے بعد اس طریقہ پر نفل کی جماعت کی جائے کہ حافظ تبدیل ہوتا رہے

---

(۱) (ويسن تحيّة المسجد وهى ركعتان) وفى الشامية: بحر عن الحلية ثم قال وقد حكى الإجماع علٰى سنّيتها غير أن أصحابنا يكرهونها فى الأوقات المكروهة ... إلخ. (شامى ج:۲ ص:۱۸). مسألة: الأوقات المنهى عن الصلاة فيها: قال أبو جعفر ولَا يصلى أحد عند طلوع الشمس، وعند الزوال، وعند الغروب .... فالأصل ما روى عن النبى صلى الله عليه وسلم .... لَا يتحرىٰ أحدكم فيصلى عند طلوع الشمس، ولَا عند غروبها، فإنها تطلع بين قرنى شيطان، وحديث عقبة بن عامر رضى الله عنه: نهانا رسول الله صلى الله عليه وسلم أن نصلى فى ثلاث ساعات وان نقبر فيهن موتانا: عند طلوع الشمس، وعند الزوال، وعند الغروب. (شرح مختصر الطحاوى ج:۱ ص:۵۲۷، ۵۲۸).

(۲) ويكره الإقتداء فى صلٰوة رغائب وبراءة وقدر ... إلخ. وفى الشامية: قوله وبراءة هى ليلة النصف من شعبان ... إلخ. (ردالمحتار على الدر المختار ج:۲ ص:۴۹، باب الوتر والنوافل).

اور مقتدیوں کی تعداد پانچ چھ ہو، بغیر لاؤڈ اسپیکر کے پورا قرآن سنایا جائے تو کیا یہ جائز ہوگا؟

جواب:... نفل کی نماز باجماعت ادا کرنا جبکہ مقتدی تین یا اس سے زیادہ ہوں، حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے۔[1] عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ جن حفاظ کو تراویح کے بعد قرآن سنانا ہوتا ہے، وہ اتنی رکعتیں تراویح کی چھوڑ دیتے ہیں، اگر امام تراویح پڑھ رہا ہو اور مقتدی نفل پڑھنے والے ہوں تو بغیر کراہت کے جائز ہے،[2] واللہ اعلم!

---

(۱) وقیده فی الکافی بأن یکون علٰی سبیل التداعی أما لو اقتدیٰ واحد بواحد أو إثنان بواحد لَا یکره وإذا اقتدی ثلاثة بواحد اختلفوا فیه وإن اقتدیٰ أربعة بواحد کره إتفاقًا۔ (البحر الرائق ج:۲ ص:۷۵)۔

(۲) وکره أن یؤم فی التراویح مرتین فی لیلة واحدة، وعلیه الفتویٰ لأن السُّنّة لَا تتکرر فی الوقت الواحد، فتقع الثانیة نفلًا مضمرات، بخلاف ما لو صلاها مأمومًا مرتین لَا یکره کما لو أم فیها۔ (حاشیة الطحطاوی علٰی مراقی الفلاح ص:۲۲۴، فصل فی التراویح)۔ أیضًا: إمام یصلی التراویح فی مسجدین فی کل مسجد علی الکمال لَا یجوز کذا فی محیط السرخسی والفتویٰ علٰی ذالک کذا فی المضمرات والمقتدی إذا صلاها فی مسجدین لَا بأس به۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۱۱۶، حلبی کبیر ص:۴۰۸، ردالمحتار ج:۲ ص:۴۶)۔

سجدۂ تلاوت

سجدۂ تلاوت کی شرائط

سوال:... کیا سجدۂ تلاوت کے لئے بھی انہیں تمام شرائط کا پورا کرنا ضروری ہے جو نماز کے سجدے کے لئے ضروری ہیں (جگہ کا پاک ہونا، کعبہ کی طرف منہ ہونا وغیرہ)؟

جواب:... جی ہاں! نماز کی شرائط سجدۂ تلاوت کے لئے بھی ضروری ہیں۔ (۱)

سجدۂ تلاوت کی ادائیگی کی شرائط

سوال:... جمعہ کو محلّہ میں ختمِ قرآن کے موقع پر میری نظر ایک شخص پر پڑی جو کہ سجدے میں پڑا ہے، میں سمجھا یہ عصر کی نماز پڑھ رہا ہے، اور یہ سمجھا کہ یہ شخص شاید سمتِ قبلہ سے واقف نہیں، کیونکہ وہ قبلے سے مخالف یعنی مشرق کی طرف سجدہ کر رہا تھا، میں نے قریب بیٹھے لوگوں سے اس کی سمتِ قبلہ نہ ہونے کی طرف توجہ دِلائی، چونکہ وہ نماز نہیں پڑھ رہا تھا بلکہ ''سجدۂ تلاوت'' کر رہا تھا، خود بھی فوراً بول اُٹھا کہ میں تو سجدۂ تلاوت کر رہا تھا، اور یہ جس سمت میں بھی ادا کیا جائے، صحیح ہے، اور قبلے کا تعین اور قبلے کو منہ نہ کرکے بھی ادا ہوجاتا ہے۔ اس کے ساتھ ایک اور شخص نے بھی اس کی تائید کردی کہ ہاں سجدۂ تلاوت ہر طرف جائز ہے، اور قبلے کی طرف منہ نہ بھی ہو تو اَدا ہوجاتا ہے۔ آپ بتائیں کہ صحیح مسئلہ کیا ہے؟

جواب:... سجدۂ تلاوت کے جواز کے لئے بھی وہی شرائط ہیں جو نماز کے لئے شرط ہیں، یعنی بدن کا پاک ہونا، جگہ کا پاک ہونا، کپڑوں کا پاک ہونا، ستر کا چھپانا، قبلہ رُخ ہونا، اِستقبالِ قبلہ کے بغیر سجدۂ تلاوت ادا نہیں ہوتا۔ (۲)

سجدۂ تلاوت ادا کرنے کا طریقہ

سوال:... قرآن مجید میں جو ۱۴ سجدے ہیں، ان کے ادا کرنے کا کیا طریقۂ کار ہے؟

---

(۱) فكل ما هو شرط جواز الصلاة من طهارة الحدث وهي الوضوء والغسل .... فهو شرط جواز السجدة، لأنها جزء من أجزاء الصلاة ... إلخ. (البدائع الصنائع ج:۱ ص:۱۸۶). أيضًا: وشرط لصحتها أن تكون شرائط الصلٰوة موجودة في الساجد الطهارة من الحدث والخبث وستر العورة واستقبال القبلة ... إلخ. (مراقي الفلاح ص:۲۷۱).

(۲) فإذا قرأ آية السجدة .... فإنه يجب عليه أن يسجد بشرائط الصلاة إلّا التحريمة سجدة بين تكبيرتين مستحبتين ... إلخ. (حلبي كبير ج:۱ ص:۴۹۸)، لَا يجوز لأحد أداء فريضة ولَا نافلة ولَا سجدة تلاوة ولَا صلاة جنازة إلّا متوجهًا إلى القبلة. (عالمگيری ج:۱ ص:۶۳). ایضاً حوالہ بالا۔

جواب:... جب سجدے کی آیت پڑھے تو اگر باوضو ہو تو فوراً سجدہ کرلے، بشرطیکہ مکروہ وقت نہ ہو، اور اگر وضو نہ ہو تو وضو کرکے سجدہ کرے۔[1] سجدے کا طریقہ یہ ہے کہ باوضو قبلہ رُخ ہوکر تکبیر کہتا ہوا سجدے میں چلا جائے اور تکبیر کہتا ہوا اُٹھ جائے، بس سجدہ ادا ہوگیا۔[2]

سجدۂ تلاوت کی نیت

سوال:... قرآن مجید پڑھتے ہوئے سجدۂ تلاوت کی کیا نیت ہے؟

جواب:... یہی نیت ہے کہ میں سجدۂ تلاوت اَدا کرتا ہوں۔[3]

سجدۂ تلاوت کا صحیح طریقہ

سوال:... قرآنِ کریم میں سجدہ اگر کہیں آجائے تو اَدا کرنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

جواب:... باوضو اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں چلے جائیں، اور اللہ اکبر کہتے ہوئے اُٹھ جائیں، بس سجدہ ادا ہوگیا۔[4]

سجدۂ تلاوت کا صحیح طریقہ

سوال:... بہت دفعہ لوگوں کو مختلف طریقوں سے سجدۂ تلاوت ادا کرتے دیکھا گیا ہے، براہِ کرم سجدۂ تلاوت کا صحیح طریقہ تحریر فرمائیں۔

جواب:... ''اللہ اکبر'' کہہ کر سجدے میں چلا جائے اور سجدے میں تین بار ''سبحان ربی الاعلیٰ'' کہے، ''اللہ اکبر'' کہہ کر اُٹھ جائے، بس یہی سجدۂ تلاوت ہے،[5] کھڑے ہوکر ''اللہ اکبر'' کہتے ہوئے سجدے میں جانا افضل ہے، اور اگر بیٹھے بیٹھے کرلے تو بھی جائز ہے۔[6]

---

(۱) وفي المراقي: وغيرها تجب موسعًا ولٰكن كره تأخيره السجود عن وقت التلاوة في الأصح إذا لم يكن مكروهًا. وفي الحاشية الطحطاوي: أي إذا لم يكن وقت التلاوة وقتًا مكروهًا. (حاشية الطحطاوي مع المراقي ص: ۲۶۱).

(۲) فإذا أراد السجود كبّر ولَا يرفع يديه وسجد ثم كبّر ورفع رأسه ولَا تشهد عليه ولَا سلام. (عالمگيري ج: ۱ ص: ۱۳۵، كتاب الصلاة، الباب الثالث عشر في سجود التلاوة).

(۳) ثم إذا أراد السجود ينويها بقلبه ويقول بلسانه أسجد لله تعالىٰ سجدة التلاوة الله أكبر. (عالمگيري ج: ۱ ص: ۱۳۵).

(۴، ۵) فإذا أراد السجود كبّر ولَا يرفع يديه وسجد ثم كبّر ورفع رأسه ولَا تشهد عليه ولَا سلام كذا في الهداية ويقول في سجوده سبحان ربي الأعلىٰ ثلاثًا ...إلخ. (هندية ج: ۱ ص: ۱۳۵، كتاب الصلاة، الباب الثالث عشر في سجود التلاوة، طبع رشيديه). وفي البحر الرائق (ج: ۲ ص: ۲۲۳، طبع رشيديه) وكيفيته أن يسجد بشرائط الصلاة بين تكبيرتين بلا رفع يد وتشهد وتسليم .... والمراد بالتكبيرتين تكبيرة الوضع وتكبيرة الرفع وكل منهما سنة كما صححه في البدائع لحديث أبي داوٗد.

(۶) ومما يستحب لأدائها أن يقوم فيسجد لأن الخرور سقوط من القيام والقرآن ورد به وهو مروي عن عائشة رضي الله عنها وان لم يفعل لم يضره. (البحر الرائق ج: ۲ ص: ۱۲۷).

سجدۂ تلاوت میں صرف ایک سجدہ ہوتا ہے

سوال:...سجدۂ تلاوت میں دو سجدے ہوتے ہیں یا صرف ایک؟

جواب:...ایک آیت کی تلاوت پر ایک سجدہ واجب ہوتا ہے، البتہ مجلس بدلنے پر وہی آیت پھر پڑھی تو اس کا الگ سجدہ واجب ہوگا۔[1]

سجدۂ تلاوت میں نیت نہیں باندھی جاتی، بلکہ سجدہ کی نیت سے "اللہ اکبر" کہہ کر سجدے میں چلے جائیں اور "اللہ اکبر" کہہ کر اُٹھ جائیں، سلام پھیرنے کی ضرورت نہیں، بیٹھے بیٹھے سجدۂ تلاوت کرلینا جائز ہے، اور کھڑے ہوکر سجدے میں جانا افضل ہے۔[2]

نماز میں آیتِ سجدہ پڑھ کر رُکوع وسجدہ کرلیا تو سجدۂ تلاوت ہوگیا

سوال:...اگر نماز میں سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھی اور فوراً رُکوع میں چلا گیا اور رُکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت نہیں کی اور پھر نماز کا سجدہ ادا کیا تو کیا سجدۂ تلاوت بھی اس سجدے سے ادا ہوگیا یا نہیں؟

جواب:...اس صورت میں سجدۂ تلاوت ادا ہوگیا۔[3]

کیا سجدۂ تلاوت سپارے پر بغیر قبلہ رُخ کرسکتے ہیں؟

سوال:...سجدۂ تلاوتِ قرآن پاک، کیا اسی وقت کرنا چاہئے جس وقت ہی اس کو پڑھیں یا پھر دیر سے بھی کرسکتے ہیں؟ اور کیا سپارے پر سجدہ کرسکتے ہیں جبکہ سامنے قبلہ نہ ہو؟ بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ قرآنِ پاک پڑھنے کے بعد کہتے ہیں کہ ایک انسان چودہ سجدے کرے، آیا یہ دُرست ہے یا نہیں؟

جواب:...سجدۂ تلاوت فوراً کرنا افضل ہے، لیکن ضروری نہیں، بعد میں بھی کیا جاسکتا ہے، اور قرآنِ کریم ختم کرکے سارے سجدے کرلے تو بھی صحیح ہے، لیکن اتنی تأخیر اچھی نہیں،[4] کیا خبر کہ قرآن کے ختم کرنے سے پہلے انتقال ہوجائے اور سجدے، جو کہ

---

(۱) ولو كررها في مجلسين تكررت وفي مجلس واحد لَا تتكرر بل كفته واحدة. (الدر المختار مع الرد ج:۲ ص:۱۱۴، باب سجود التلاوة).

(۲) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر۶ ملاحظہ فرمائیں، وأيضًا وفي السراج الوهاج ثم إذا أراد السجود ينويها بقلبه ويقول بلسانه أسجد لله سجدة التلاوة الله أكبر ...إلخ. (البحر الرائق ج:۲ ص:۱۳۷، وأيضًا في الهندية ج:۱ ص:۱۳۵).

(۳) قوله نعم لو ركع وسجد لها أي للصلاة فورا ناب أي سجود المقتدي عن سجود التلاوة بلا نية تبعا لسجود إمامه ...إلخ. (شامي ج:۲ ص:۱۱۲)، وأيضًا في البحر: اما إن ركع أو سجد صلبية فإنه ينوب عنها إذا كان على الفور ...إلخ. (ج:۲ ص:۱۳۳).

(۴) وفي التجنيس وهل يكره تأخيرها عن وقت القراءة؟ ذكر في بعض المواضع أنه إذا قرأها في الصلاة فتأخيرها مكروه وإن قرأها خارج الصلاة لَا يكره تأخيرها وذكر الطحاوي ان تأخيرها مكروه مطلقًا وهو الأصح وهي كراهة تنزيهية في غير الصلاتية، لأنها لو كانت تحريمية لكان وجوبها على الفور وليس كذالك. (البحر الرائق ج:۲ ص:۱۲۹).

واجب ہیں اس کے ذمہ رہ جائیں؟ سپارے پر سجدہ نہیں ہوتا، قبلہ رُخ ہوکر زمین پر سجدہ کرنا چاہئے، سپارے کے اُوپر سجدہ کرنا قرآنِ کریم کی بے ادبی بھی ہے۔

سجدۂ تلاوت فرداً فرداً کریں یا ختمِ قرآن پر تمام سجدے ایک ساتھ؟

سوال:... ہر سجدۂ تلاوت کو اسی وقت ہی کرنا مسنون ہے یا ختمِ قرآن الحکیم پر تمام سجدے تلاوت ادا کرلئے جائیں؟ کون سا طریقہ افضل ہے؟

جواب:... قرآنِ کریم کے تمام سجدوں کو جمع کرنا خلافِ سنت ہے، تلاوت میں جو سجدہ آئے حتی الوسع اس کو جلد سے جلد ادا کرنے کی کوشش کی جائے، تاہم اگر اکٹھے سجدے کئے جائیں تو ادا ہوجائیں گے۔[۱]

اِکٹھے چودہ سجدے کرنا

سوال:... سجدۂ تلاوت کا طریقہ بتلادیجئے، اِکٹھے چودہ سجدے کس طرح کئے جاتے ہیں؟

جواب:... سجدہ کرلینا چاہئے،[۲] چودہ سجدوں کو جمع کرلینا اچھا نہیں۔

قرآن مجید پڑھتے ہوئے سجدۂ تلاوت کرنا چاہئے یا نہیں؟

سوال:... قرآن مجید پڑھتے وقت سجدۂ تلاوت کرنا چاہئے یا نہیں؟

جواب:... اس وقت بھی ادا کرسکتے ہیں اور بعد میں بھی ادا کیا جاسکتا ہے۔[۳]

جو سجدے چھوٹ گئے اُن کا کیا کروں؟

سوال:... قرآن مجید میں جو سجدے آتے ہیں وہ بالکل اسی طرح کرتے ہیں ناں جس طرح نماز میں سجدے کرتے ہیں؟ مجھے پہلے معلوم نہیں تھا، اس لئے میں نے جتنے سپارے پڑھے یا قرآن خوانی میں گئی، کبھی سجدے نہ کئے، مہربانی فرماکر بتایئے کہ اب وہ سجدے جن کی تعداد کا بھی مجھے پتا نہیں، کیا کروں؟ اور سجدے نماز میں سجدوں ہی کی طرح ہیں یا کوئی اور طریقہ ہے؟

جواب:... سوچ کر اَندازہ کرلیجئے کہ اتنے سجدے آپ کے ذمے ہوں گے، ان کو اَدا کرلیجئے۔[۴]

سجدۂ تلاوت کا طریقہ

سوال:... میں نے منّت مانی تھی کہ ایک قرآن شریف ختم کروں گی، پوچھنا یہ ہے کہ قرآن شریف میں جہاں آیتِ سجدہ

---

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۴ ملاحظہ فرمائیں، وأیضًا فی الھندیة ج: ۱ ص: ۱۳۵۔

(۲) ولو کان علیه سجدات متعددة فعلیه أن یسجد عددها ولیس علیه أن یعین أن ھٰذہ السجدة لآیة کذا وھٰذہ لآیة کذا۔ (حلبی کبیر ج: ۱ ص: ۵۰۱، أیضًا: حاشیة الطحطاوی علی المراقی ص: ۲۶۱)۔

(۳ و ۴) وأداءھا لیس علی الفور حتی لو أدّاھا فی أیّ وقت کان یکون مؤدّیًا لَا قاضیًا۔ (عالمگیری ج: ۱ ص: ۱۳۵)۔

ہوتے ہیں اس وقت سجدہ کرنا لازم ہوتا ہے یا بعد میں پورا قرآن ختم کرکے سجدہ کیا جائے تو گناہ تو نہیں ہے؟ میں قرآن ختم کرنے والی ہوں، اگر اس کے بعد میں نے سجدۂ تلاوت کیا تو مجھے گناہ ملے گا یا نہیں؟ یہ بھی بتادیں کہ سجدہ کس طرح کرنا ہے؟ بالکل اس طرح جس طرح نماز میں کرتے ہیں؟ اور سجدے میں سبحان ربی الاعلیٰ کہنا لازمی ہے؟

جواب:... تلاوت کا سجدہ اگر تلاوت کے ساتھ ہی ادا کرلیا جائے تو بہتر ہے۔ ایک مجلس پر جب تلاوت ختم کریں اسی وقت سجدہ کرلیا کریں، اکٹھے چودہ سجدے کرلینا جائز ہے، مگر بہتر نہیں۔ سجدۂ تلاوت کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں چلے جائیں اور سجدے میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھیں، کم سے کم تین بار، پھر تکبیر کہہ کر اُٹھ جائیں، بس سجدہ ادا ہوگیا۔[1]

جن سورتوں کے اواخر میں سجدے ہوں وہ پڑھنے والا سجدہ کب کرے؟

سوال:... جن سورتوں کے اواخر میں سجدے ہیں، اگر ان کو نماز میں پڑھا جائے تو سجدہ کیسے کیا جائے؟ کیا تین سجدے کرنے یا دو سجدے سے یعنی نماز کے دو سجدوں کے بعد سجدۂ تلاوت بھی ادا ہو جائے گا؟

جواب:... سجدہ والی آیت پر تلاوت ختم کرکے رُکوع میں چلا جائے تو رُکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت ہوسکتی ہے، اور رُکوع کے بعد نماز کے سجدے میں بھی سجدۂ تلاوت ادا ہوجاتا ہے، اس صورت میں مستقل سجدۂ تلاوت کی ضرورت نہیں،[2] اور اگر سجدۂ تلاوت والی آیت کے بعد بھی تلاوت کرنی ہو تو پہلے سجدۂ تلاوت کرے، پھر اُٹھ کر آگے تلاوت کرے۔[3]

زوال کے وقت تلاوت جائز ہے، لیکن سجدۂ تلاوت جائز نہیں

سوال:... کیا دن میں بارہ بجے قرآن مجید کی تلاوت کی جاسکتی ہے؟

جواب:... ٹھیک دوپہر کے وقت جبکہ سورج سر پر ہو، نماز اور سجدۂ تلاوت منع ہے،[4] مگر قرآن مجید کی تلاوت جائز ہے۔

---

(۱) وفي الغيائية وأداءها ليس على الفور حتّى لو أدّاها في أيّ وقت كان يكون مؤدّيًا لَا قاضيًا كذا في التتارخانية. (عالمگيری ج:۱ ص:۱۳۵)، فإذا أراد السجود كبّر ولَا يرفع يديه وسجد ثم كبّر ورفع رأسه ولَا تشهد عليه ولَا سلام ويقول في سجوده سبحان ربي الأعلٰى ثلاثًا ولَا ينقص عن الثلاث كما في المكتوبة ...إلخ. (عالمگيری ج:۱ ص:۱۳۵).
أيضًا: وفي المراقي: وغيرها تجب موسعًا ولٰكن كره تأخير السجود عن وقت التلاوة في الأصح إذا لم يكن مكروهًا: أي إذا لم يكن وقت التلاوة مكروهًا بأن كان أحد أوقات الثلاثة. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح ص:۲۶۱، باب سجود التلاوة، وأيضًا في البدائع ج:۱ ص:۱۸۰، فصل وأما سبب وجوب السجدة، طبع سعيد).

(۲) حوالہ کے لئے دیکھئے ص:۲۳۳ کا حاشیہ نمبر۳۔ وأيضًا: وتؤدى بركوع صلاة إذا كان الركوع على الفور من قراءة آية ...... إن نواه أي كون الركوع لسجود التلاوة على الراجح ...إلخ. (التنوير وشرحه ج:۲ س:۱۱۱، ۱۱۲).

(۳) وإن كانت عند ختم السورة فينبغي أن يقرأ آيات من سورة اخرىٰ ثم يركع ...إلخ. (البدائع الصنائع ج:۱ ص:۱۸۸).

(۴) ثلاث ساعات لَا تجوز فيها المكتوبة ولَا صلٰوة الجنازة ولَا سجدة التلاوة: إذا طلعت الشمس حتّٰى ترتفع، وعند الإنتصاف إلى أن تزول، وعند إحمرارها إلى أن تغيب ...إلخ. (هندية ج:۱ ص:۵۲).

فجر اور عصر کے بعد مکروہ وقت کے علاوہ سجدۂ تلاوت جائز ہے

سوال:… تلاوت کا سجدہ عصر کی نماز کے بعد مغرب تک یا فجر کی نماز کے بعد جائز ہے یا نہیں؟ یعنی ان دونوں اوقات میں سجدہ ادا کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ ہمیں اہلِ سنت علماء نے منع کیا ہے، ہم خود بھی اہلِ سنت سے وابستہ ہیں، ہم دو آپس میں دوست ہیں، میں نے اس کو سجدہ کرنے سے منع کیا لیکن اس نے آپ کا حوالہ دیا۔

جواب:… فقہِ حنفی کے مطابق نمازِ فجر اور عصر کے بعد سجدۂ تلاوت جائز ہے[1]، البتہ طلوعِ آفتاب سے لے کر دُھوپ کے سفید ہونے تک، اور غروب سے پہلے دُھوپ کے زرد ہونے کی حالت میں سجدۂ تلاوت بھی منع ہے۔[2]

سجدۂ تلاوت وسجدۂ شکر کس وقت کرنے چاہئیں؟

سوال:… سجدۂ تلاوت اور سجدۂ شکر وغیرہ کی وضاحت کردیجئے گا کہ یہ کس وقت کرنے چاہئیں؟ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ فجر کی نماز کے بعد ظہر تک کوئی سجدہ نہیں کرسکتے، اسی طرح عصر کی نماز کے بعد کوئی سجدہ نہیں کرسکتے جب تک کہ مغرب کی نماز نہ پڑھ لی جائے، برائے مہربانی جواب وضاحت سے دیجئے گا۔

جواب:… تین اوقات مکروہ ہیں: طلوع کا وقت سورج کے بلند ہونے تک، غروب کا وقت اور اس سے پہلے تقریباً پندرہ بیس منٹ، دوپہر کا وقت۔ ان تین اوقات میں سجدۂ تلاوت ممنوع ہے، باقی تمام اوقات میں جائز ہے۔ سجدۂ شکر بھی ان تین اوقات کے علاوہ جائز ہے، مگر لوگوں کے سامنے نہ کیا جائے۔[3]

عصر کے بعد سجدۂ تلاوت کرنا

سوال:… اگر ہم عصر کے بعد قرآنِ کریم کی تلاوت کر رہے ہوں اور اس دوران آیتِ سجدہ آجاتی ہے تو کیا سجدۂ تلاوت اسی وقت ادا کرنا چاہئے یا کسی اور وقت ادا کیا جاسکتا ہے؟

---

(۱) تسعة أوقات يكره فيها النوافل وما في معناهما لَا الفرائض .... فيجوز فيها قضاء الفائتة وصلاة الجنازة وسجدة التلاوة .... منها ما بعد صلٰوة الفجر قبل طلوع الشمس .... ومنها ما بعد صلٰوة العصر قبل مغيب الشمس ... إلخ. (هندية ج:۱ ص:۵۲، ۵۳، كتاب الصلاة، الباب الأوّل في المواقيت وما يتصل بها).

(۲، ۳) ثلاث ساعات لَا تجوز فيها المكتوبة ولَا صلٰوة الجنازة ولَا سجدة التلاوة: إذا طلعت الشمس حتّٰى ترتفع، وعند الإنتصاف إلى أن تزول، وعند إحمرارها إلى أن تغيب ... إلخ. (هندية ج:۱ ص:۵۲، كتاب الصلاة، الباب الأوّل في المواقيت وما يتصل بها، طبع رشيديه). ويكره أن يسجد شكرًا بعد الصلاة في الوقت الذي يكره فيه النفل ولَا يكره في غيره. (عالمگيری ج:۱ ص:۱۳۶، الباب الثالث عشر في سجود التلاوة). أيضًا: وسجدة الشكر مستحبة به يفتى لٰكنها تكره بعد الصلاة لأن الجهلة يعتقدونها سُنَّة أو واجبة وكل مباح يؤدي إليه فمكروه. (در مختار ج:۲ ص:۱۱۹، ۱۲۰، كتاب الصلاة، مطلب في سجدة الشكر، طبع ايج ايم سعيد).

جواب:... عصر کے بعد سجدۂ تلاوت جائز ہے۔[1]

چارپائی پر بیٹھ کر تلاوت کرنے والا کب سجدۂ تلاوت کرے؟

سوال:... اگر چارپائی پر بیٹھ کر قرآنِ پاک کی تلاوت کر رہے ہیں اور آیتِ سجدہ بھی دورانِ تلاوت آتی ہے، لہٰذا اس کے لئے سجدہ ادا کرنا فوراً ضروری ہے یا بعد تلاوت (جتنا قرآن پڑھے) سجدہ کرلیا جائے؟ صحیح طریقہ تحریر فرمائیں۔

جواب:... فوراً کرلینا افضل ہے، تلاوت ختم کر کے کرنا بھی جائز ہے۔[2] اگر چارپائی سخت ہو کہ اس پر پیشانی دھنسے نہیں اور اس پر پاک کپڑا بھی بچھا ہوا ہو تو چارپائی پر بھی سجدہ ادا ہوسکتا ہے، ورنہ نہیں۔[3]

تلاوت کے دوران آیتِ سجدہ کو آہستہ پڑھنا بہتر ہے

سوال:... قرآن کی تلاوت کرتے وقت جس رُکوع میں سجدہ آجائے تو اس کو دِل میں پڑھنا چاہئے یا کہ بلند آواز سے پڑھے؟ کہتے ہیں کہ اگر سجدہ کی آیت کوئی سن لے تو اس پر سجدہ واجب ہے، اگر سجدہ نہ کرے تو اس کا کفارہ کیا ہے؟ اور سجدہ کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ مفصل بتائیں۔

جواب:... سجدہ کی آیت پڑھنے سے، پڑھنے اور سننے والے دونوں پر سجدہ واجب ہوجاتا ہے،[4] اس لئے کسی دُوسرے شخص کے سامنے سجدے کی آیت آہستہ پڑھے، تاکہ اس کے ذمہ سجدہ واجب نہ ہو۔[5] جس شخص کے ذمہ سجدۂ تلاوت واجب تھا اور اس نے نہیں کیا تو اس کا کفارہ یہی ہے کہ سجدہ کرلے۔ سجدۂ تلاوت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ تکبیر کہتا ہوا سجدے میں چلا جائے، سجدے میں تین بار "سبحان ربی الاعلیٰ" پڑھے اور تکبیر کہتا ہوا اُٹھ جائے، بس سجدۂ تلاوت ہوگیا۔[6]

آیتِ سجدہ اور اس کا ترجمہ پڑھنے سے صرف ایک سجدہ لازم آئے گا

سوال:... میں قرآن شریف ترجمے کے ساتھ پڑھ رہی ہوں، اور اس طرح پڑھتی ہوں کہ پہلے جتنا پڑھنا ہو وہ میں پڑھ لیتی

---

(۱) تسع أوقات يكره فيها النوافل وما في معناهما لَا الفرائض .... فيجوز فيها قضاء الفائتة وصلاة الجنازة وسجدة التلاوة .... منها ما بعد صلاة العصر قبل التغير. (عالمگیری ج:۱ ص:۵۳، کتاب الصلاة، الباب الأوّل).

(۲) وفي المراقي: وغيرها تجب موسعًا ولٰكن كره تأخيره السجود عن وقت التلاوة في الأصح إذا لم يكن مكروهًا ...إلخ. وفي حاشية الطحطاوي: أي إذا لم يكن وقت التلاوة وقتًا مكروهًا ...إلخ. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح ص:۲۶۱، باب سجود التلاوة، وأيضًا في الهندية ج:۱ ص:۱۳۵، وأيضًا في البدائع ج:۱ ص:۱۸۰).

(۳) ولو سجد .... إن استقرت جبهته وأنفه ويجد حجمه يجوز وإن لم تستقر لَا ...إلخ. (هندية ج:۱ ص:۷۰).

(۴) فسبب وجوبها أحد شيئين التلاوة أو السماع ...إلخ. (البدائع الصنائع ج:۱ ص:۱۸۰، وأيضًا هندية ج:۱ ص:۱۳۲).

(۵) ولو قرأ آية السجدة وعنده ناس .... ينبغي أن يخفض قراءتها، لأنه لو جهر بها لصار موجبًا عليهم شيئا ربما يتكاسلون عن أدائه فيقعرن في المعصية. (البحر الرائق ج:۲ ص:۱۳۸، باب سجود التلاوة).

(۶) فإذا أراد السجود كبّر ولَا يرفع يديه وسجد ثم كبّر ورفع رأسه ولَا تشهد عليه ولَا سلام كذا في الهداية ويقول في سجوده ثلاثًا سبحان ربي الأعلٰى ...إلخ. (هندية ج:۱ ص:۱۳۵، وأيضًا في البحر ج:۲ ص:۱۳۷).

ہوں، اس کے بعد اس کا ترجمہ، تو کیا مجھ کو قرآن شریف میں جو سجدہ آتا ہے، وہ دو مرتبہ دینا ہوگا؟

جواب:... نہیں! سجدہ صرف ایک ہی واجب ہوگا، آیتِ سجدہ اگر ایک ہی مجلس میں کئی بار پڑھی جائے تو ایک ہی سجدہ واجب ہوتا ہے،[1] جس طرح قرآنِ کریم کے الفاظ پڑھنے سے سجدہ واجب ہوتا ہے، اسی طرح صرف ترجمہ پڑھنے سے بھی سجدہ واجب ہوتا ہے۔[2]

ایک آیتِ سجدہ کئی بچوں کو پڑھائی، تب بھی ایک ہی سجدہ کرنا ہوگا

سوال:... ایک اُستاذ کئی لڑکوں کو ایک ہی آیتِ سجدہ علیحدہ علیحدہ پڑھاتا ہے، تو معلم کو ایک ہی سجدہ کرنا پڑے گا یا کہ جتنے لڑکے ہوں گے اتنے سجدے کرنے پڑیں گے؟ یعنی معلم ایک ہی جگہ بیٹھا رہتا ہے اور لڑکے باری باری پڑھتے جاتے ہیں۔

جواب:... اُستاذ کے کہلانے سے تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا، بشرطیکہ مجلس ایک ہو،[3] لیکن اُستاذ جتنے بچوں سے سجدے کی آیت سنے گا، اتنے سجدے سننے کی وجہ سے واجب ہوں گے۔[4]

دو آدمی ایک ہی آیتِ سجدہ پڑھیں تو کتنے سجدے واجب ہوں گے؟

سوال:... آیتِ سجدہ اگر اُستاذ پڑھائے، شاگرد پڑھے تو کیا ہر ایک کو ایک سجدہ کرنا ہوگا یا دو؟ جبکہ ایک ہی آیتِ سجدہ ہر ایک نے پڑھی اور سنی۔

جواب:... دونوں پر دو سجدے واجب ہوگئے، ایک خود پڑھنے کا، دُوسرا سننے کا۔[5]

آیتِ سجدہ نماز سے باہر کا آدمی بھی سن لے تو سجدہ کرے

سوال:... تراویح میں آیتِ سجدہ بھی آتی ہے، تو ظاہر ہے کہ جو خارجِ صلوٰۃ ہوگا وہ بھی سنے گا، کیا اس پر بھی سجدہ واجب ہے؟

جواب:... جی ہاں! اس پر بھی واجب ہوگا۔[6]

---

(۱) حتّی ان من تلا آیة واحدة مرارًا فی مجلس واحد تکفیه سجدة واحدة. (البدائع الصنائع ج:۱ ص:۱۸۱).

(۲) فتاویٰ قاضی خان میں ہے: ولو تلٰی بالفارسیة تجب علیه وعلٰی من سمعها السجدة فهم السامع أو لم یفهم ...إلخ. (فتاوی قاضیخان علی هامش الهندیة ج:۱ ص:۱۵۶، فتاویٰ هندیة ص:۱۳۳، إذا قرأ آیة السجدة بالفارسیة ...إلخ.

(۳) ومن کرر تلاوة سجدة واحدة فی مجلس واحد أجزأته سجدة واحدة ...إلخ. (هدایة ج:۱ ص:۱۴۴).

(۴) قال الأصل ان التلاوة سبب بالإجماع لأن السجدة تضاف إلیها وتتکرر بتکررها ...إلخ. (فتح القدیر ج:۱ ص:۳۱۹).

(۵) والسجدة واجبة فی هذه المواضع علی التالی والسامع ...إلخ. (هندیة ج:۱ ص:۱۳۲). فسبب وجوبها أحد الشیئین، التلاوة أو السماع. (البدائع الصنائع ج:۱ ص:۱۸۰).

(۶) ولو سمعها من الإمام أجنبی لیس معهم فی الصلاة ولم یدخل معهم فی الصلاة لزمه السجود وکذا فی الجوهرة النیرة وهو الصحیح کذا فی الهدایة. (هندیة ج:۱ ص:۱۳۳، کتاب الصلاة، الباب الثالث عشر فی سجود التلاوة).

لاؤڈ اسپیکر پر سجدۂ تلاوت

سوال:... اگر کسی شخص نے لاؤڈ اسپیکر پر تلاوتِ قرآن پاک سن لی اور اس میں سجدہ آئے تو سننے والے پر سجدہ واجب ہے یا نہیں؟ اور سجدہ نہ کرنے والے شخص پر گناہ ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب:... جس شخص کو معلوم ہو کہ یہ سجدہ کی آیت ہے، اس پر سجدہ واجب ہے، اور ترکِ واجب گناہ ہے۔[1]

لاؤڈ اسپیکر، ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے آیتِ سجدہ پر سجدۂ تلاوت

سوال:... عام طور پر تراویح لاؤڈ اسپیکر پر پڑھائی جاتی ہے، سجدہ کی جو آیات تلاوت کی جاتی ہیں، اس کی آواز باہر بھی جاتی ہے، اگر کوئی شخص باہر یا گھر میں سجدہ کی آیات سنے تو اس پر سجدہ واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ اسی طرح ختم والے دن ریڈیو اور ٹی وی پر سعودی عرب سے براہِ راست تراویح سنائی اور دِکھائی جاتی ہیں، اور لوگ کافی شوق سے (خاص طور پر خواتین) انہیں سنتے ہیں، جبکہ آخری پارے میں دو سجدے ہیں، کیا عوام جب وہ آیاتِ سجدہ سنیں تو ان پر سجدہ واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ حالانکہ اکثریت صرف ذوق و شوق سے ہی دیکھتی ہے، عملی طور پر کچھ نہیں، یعنی اکثر لوگ صرف سن اور دیکھ لیتے ہیں، سجدہ وغیرہ ادا نہیں کرتے۔

جواب:... جن لوگوں کے کان میں سجدے کی آیت پڑے، خواہ انہوں نے سننے کا قصد کیا ہو یا نہ کیا ہو، ان پر سجدۂ تلاوت واجب ہوجاتا ہے،[2] بشرطیکہ ان کو معلوم ہوجائے کہ آیتِ سجدہ تلاوت کی گئی،[3] (اگر اسی تراویح کی ریکارڈنگ دوبارہ ریڈیو اور ٹی وی سے براڈکاسٹ یا ٹیلی کاسٹ کی جائے تو سجدۂ تلاوت نہیں واجب ہوگا[4])، البتہ عورتیں اپنے خاص ایام میں سنیں تو ان پر واجب نہیں۔[5]

ٹیپ ریکارڈ اور سجدۂ تلاوت

سوال:... کیا ٹیپ ریکارڈ پر آیتِ سجدہ سننے سے سجدہ واجب ہوجاتا ہے؟

جواب:... اس سے سجدہ واجب نہیں ہوتا۔[6]

---

(۱) ولو تليت بالعربية تجب على كل من سمعها ولم يفهمها من العجم إذا أخبر بها إجماعًا. (حلبی کبیر ص: ۵۰۱).

(۲) والسجدة واجبة في هذه المواضع على التالي والسامع سواء قصد سماع القرآن أو لم يقصد كذا في الهداية. (هندية ج: ۱ ص: ۱۳۲، كتاب الصلاة، الباب الثالث عشر في سجود التلاوة).

(۳) ولو قرأ بالعربية يلزمه مطلقًا لكن يعذر بالتأخير ما لم يعلم. (هندية ج: ۱ ص: ۱۳۳، الباب الثالث عشر في سجود التلاوة).

(۴) ولَا تجب إذا سمعها من الطائر أو الصدى لَا تجب لأنه محاكاة وليس بقراءة. (حلبی کبیر ص: ۵۰۰). تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: آلاتِ جدیدہ، تالیف: مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ، ص: ۱۶۵، طبع ادارۃ المعارف کراچی۔

(۵) حتّى لَا تجب على الكافر .... والحائض والنفساء قرأوا أو سمعوا لأن هؤلآء ليسوا من أهل وجوب الصلاة عليهم. (البدائع الصنائع ج: ۱ ص: ۱۸٦، فصل في بيان من تجب عليه السجدة).

(٦) دیکھئے حاشیہ نمبر ۴۔ وأيضًا البدائع الصنائع ج: ۱ ص: ۱۸٦، فصل واما بيان من تجب عليه السجدة، طبع سعيد. تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: آلاتِ جدیدہ کے شرعی اَحکام، ص: ۱۶۵، طبع ادارۃ المعارف کراچی۔

آیتِ سجدہ معلوم نہیں تو سجدۂ تلاوت واجب نہیں

سوال:... قرآن پاک کی مختلف آیاتِ طیبات کے پڑھتے وقت سجدہ لازم ہے، میں نے سنا ہے کہ پڑھنے والے اور سننے والے اشخاص پر یہ سجدہ فرض ہے، میرا مسئلہ یہ ہے کہ آج کل ریڈیو، ٹی وی حتیٰ کہ مسجدوں میں بھی اکثر ٹیپ ریکارڈر پر قرآن پاک کے کیسٹ لگائے جاتے ہیں، جو لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے بآوازِ بلند بجتے ہیں، میں چونکہ پورا قرآن شریف پڑھا ہوا نہیں، اس لئے مجھے علم نہیں کہ کن آیات پر سجدہ کرنا فرض ہے؟ اگر مذکورہ ذرائع کے ذریعے وہ آیاتِ سجدہ سنائی دیں اور لاعلمی کی وجہ سے میں سجدہ نہ کروں تو کیا یہ گناہ ہوگا یا نہیں؟

جواب:... کیسٹ کی آواز سننے سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا، ریڈیو پر بھی اگر کیسٹ لگی ہوئی ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔[1] اور اگر براہِ راست تلاوت ہو رہی ہو تو جن لوگوں کو معلوم ہو کہ یہ سجدے کی آیت ہے، ان پر سجدۂ تلاوت واجب ہے، اور جن کو معلوم نہیں وہ معذور ہیں۔

آیتِ سجدہ سن کر سجدہ نہ کرنے والا گناہگار ہوگا یا پڑھنے والا؟

سوال:... آیتِ سجدہ تلاوت کرنے والے اور تمام سامعین پر سجدہ واجب ہے، لیکن جس کو سجدے کے متعلق معلوم نہیں اور نہ ہی صاحبِ تلاوت نے بتایا تو کیا وہ سامع گناہگار ہوگا؟

جواب:... جن لوگوں کو معلوم نہیں کہ آیتِ سجدہ تلاوت کی گئی ہے اور تلاوت کرنے والے نے یا کسی اور نے ان کو بتایا بھی نہیں، وہ گناہگار نہیں، اور جن لوگوں کو علم ہوگیا کہ آیتِ سجدہ کی تلاوت کی گئی ہے، اس کے باوجود انہوں نے سجدہ نہیں کیا، وہ گناہگار ہوں گے، اور اس صورت میں تلاوت کرنے والا بھی گناہگار ہوگا، اس کو چاہئے تھا کہ آیتِ سجدہ کی تلاوت آہستہ کرتا۔[2]

سوال:... نیز اگر آیتِ سجدہ خاموشی سے پڑھ لی جائے تو جائز ہے؟

جواب:... اگر آدمی تنہا تلاوت کر رہا ہو، اس کو آیتِ سجدہ آہستہ ہی پڑھنی چاہئے،[3] لیکن اگر نماز میں (مثلاً: تراویح میں) پڑھ رہا ہو تو آہستہ پڑھنے کی صورت میں مقتدیوں کے سماع سے یہ آیت رہ جائے گی، اس لئے بلند آواز سے پڑھنی چاہئے۔

سجدۂ تلاوت صاحبِ تلاوت خود کرے، نہ کہ کوئی دُوسرا

سوال:... قرآن خوانی کرواؤں اور پھر جب تمام قرآن ختم کرلیا جائے تو ایک عورت ان سب کے سجدے (جو ۱۴ ہیں) ادا کردیتی ہے، آپ وضاحت فرمائیں کہ جہاں سجدہ آئے، وہیں کیا جائے؟ یا علیحدہ ایک ساتھ سب سجدے ادا کرلئے جائیں؟ کیا کوئی

---

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۴ اور ۶ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) ويستحب للتالي إخفائها إذا لم يكن السامع متهيئا للسجود وإن كان متهيئا يستحب جهرها ...إلخ. (حلبي كبير ص: ۵۰۱، القراءة خارج الصلاة، طبع سهيل اكيڈمي).

(۳) ايضاً۔

قید یا پابندی تو نہیں ہے؟

جواب:... قرآنِ کریم کے کئی سجدے اکٹھے کرنا بھی جائز ہے،(۱) مگر جس نے سجدہ کی آیت تلاوت کی ہو، اسی کے ادا کرنے سے سجدہ ادا ہوگا، کوئی دُوسرا شخص اس کی جگہ سجدہ ادا نہیں کرسکتا۔ آپ نے جو لکھا ہے کہ ایک عورت ان سب کے سجدے ادا کردیتی ہے، یہ غلط ہے، تلاوت کرنے والوں کے ذمہ سجدۂ تلاوت بدستور واجب ہے۔(۲)

سورۃ السجدۃ کی آیت کو آہستہ پڑھنا چاہئے، نہ کہ پوری سورۃ کو

سوال:... قرآن مجید میں ایک سورۂ سجدہ ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ کیا اس پوری سورۃ کو دِل میں پڑھے؟

جواب:... اس سورۃ میں جو سجدے کی آیت آتی ہے، اس کو دُوسروں کے سامنے آہستہ پڑھے، پوری سورۃ دِل میں پڑھنے کی ضرورت نہیں۔(۳)

سورۃ الحج کے کتنے سجدے کرنے چاہئیں؟

سوال:... قرآن الحکیم میں سورۂ حج میں دو جگہ سجدۂ تلاوت آتے ہیں، ان سجدوں میں سے ایک سجدے کے سامنے شافعی لکھا ہوا ہے، کیا ہم حنفی عقیدہ رکھنے والوں کو بھی اس آیتِ سجدہ پر سجدہ کرنا لازم ہے یا نہیں؟

جواب:... حنفیہ کے نزدیک سورۃ الحج میں دُوسرا سجدہ، سجدۂ تلاوت نہیں، کیونکہ اس آیت میں رُکوع اور سجدہ دونوں کا حکم دیا گیا ہے، اس لئے آیت میں گویا نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔(۴)

قرآن مجید میں کتنے سجدے ہیں؟ اور ان میں سے کتنے واجب ہیں؟

سوال:... قرآن مجید میں ۱۴ سجدے ہیں، میں آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ ان چودہ سجدوں میں سے کتنے واجب ہیں؟ کتنے فرض ہیں اور کتنے سنت ہیں؟

جواب:... اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ۱۴ کے ۱۴ سجدے واجب ہیں۔(۵)

---

(۱) فأما خارج الصلاة فإنها تجب على سبيل التراخي دون الفور عند عامة أهل الأصول لأن دلائل الوجوب مطلقة عن تعيين الوقت. (البدائع الصنائع ج:۱ ص:۱۸۰، كتاب الصلاة، وأما بيان كيفية وجوبها).

(۲) والحاصل ان الوجوب إنما يكون بأحد الأمرين إما بالتلاوة أو بالسماع ... إلخ. (خلاصة الفتاوىٰ ج:۱ ص:۱۸۴).

(۳) ولَا بأس بأن يخفي آية السجدة إذا كان بقربه قوم يسمعون ولَا يسجدون. (فتاوىٰ سراجية ص:۱۴).

(۴) وقال عبدالله بن عباس وعبدالله بن عمر رضي الله عنهم: سجدة التلاوة في الحج هي الأولىٰ، والثانية سجدة الصلاة .... وهٰذا لأن السجدة متى قرنت بالركوع كانت عبارة عن سجدة الصلاة كما في قوله تعالىٰ: فاسجدي واركعي ... إلخ. (البدائع الصنائع ج:۱ ص:۱۹۳، وأما بيان مواضع السجدة في القرآن، طبع سعيد).

(۵) فإذا قرأ آية السجدة وهي في أربعة عشر موضعًا .... فكان الثابت الوجوب ... إلخ. (حلبي كبير ج:۱ ص:۴۹۸، القراءة خارج الصلاة، طبع سهيل اكيڈمي لاهور، أيضًا: بدائع ج:۱ ص:۱۹۳، وأما بيان مواضع السجدة).

سجدۂ تلاوت کا اِعلان

سوال:... تراویح میں سجدۂ تلاوت کا اِعلان کیا جاتا ہے کہ فلاں رکعت میں سجدہ ہے، اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟ جبکہ بعض مقتدی معترض ہوں کہ اِعلان کیا جائے۔

جواب:... سجدۂ تلاوت کے اِعلان کی ضرورت نہیں، لیکن اگر مقتدیوں کو تشویش ہو تو اِعلان کردیا جائے۔

بغیر زبان ہلائے تلاوت کرنے کا ثواب ملتا ہے؟

سوال:... عام عورتوں کو میں نے دیکھا ہے کہ قرآن کو زبان سے پڑھنے کے بجائے صرف دیکھتی رہتی ہیں، یعنی دِل میں پڑھتی ہیں، جیسے ہم کوئی اخبار یا کتاب وغیرہ کا مطالعہ کرتے ہیں، کیا اس صورت میں بھی ثواب اتنا ہی ہوتا ہے جتنا قرآن کو زبان سے پڑھ کر ہوتا ہے یا اس طرح تلاوت کرنی جائز ہے کہ نہیں؟

جواب:... جب تک زبان سے الفاظ کا تلفظ نہ کیا جائے، تلاوت کا ثواب نہیں ملے گا۔

نماز سے باہر لوگوں کے لئے سجدۂ تلاوت کا حکم

سوال:... مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں نماز جیسے فجر، مغرب، عشاء چونکہ جلد پڑھی جاتی ہیں اور اسپیکر کا بندوبست بھی ماشاء اللہ بہت ہی وسیع ہے، اکثر اِمام صاحب سورۃ جس میں سجدہ آتا ہے، قراءت فرماتے ہیں، جتنے آدمی نماز پڑھ رہے ہیں، اس سے ڈیڑھ گنا وضو کا اِنتظار اور بازاروں میں موجود ہوتے ہیں، وہ سجدے کی آیات سنتے ہیں، کسی کو پتا ہوتا ہے اور کچھ کو پتا بھی نہیں ہوتا، کیا احمد بن حنبلؒ کے نزدیک سجدہ لازم نہیں؟ اگر ہے تو اس آواز کو وہاں تک پہنچائیں، تاکہ لوگ اس گناہ سے بچ سکیں۔

جواب:... حنبلی مذہب میں سجدۂ تلاوت سنتِ مؤکدہ ہے، واجب نہیں۔ اور ہمارے نزدیک واجب ہے، مگر ایک شخص پر جو یہ جانتا ہو کہ سجدے کی آیت پڑھی گئی ہے، ایسے لوگ اگر اس رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوجاتے ہیں جس میں آیتِ سجدہ پڑھی گئی تو ان کا سجدہ ادا ہوجائے گا، خواہ اِمام کے سجدہ ادا کرنے سے پہلے شریک ہوں یا بعد میں، اور اگر اس رکعت میں شریک نہیں ہوسکے تو یہ اپنا سجدہ الگ کرلیں۔ (۱)

---

(۱) ومن سمعها من مصل واقتدی به قبل أن یسجد المصلی لها سجد المصلی معه وإن اقتدی بعد ما سجد لها فإن کان إقتداءه فی الرکعة التی تلاها فیها سقطت عنه .... ولو لم یدرک معه تلک الرکعة أو لم یقتد لا تسقط فلا بد من سجوده لها۔ (حلبی کبیر ص: ۵۰۱، القراءة خارج الصلاة).

نماز کے متفرّق مسائل

وظیفہ پڑھنے کے لئے نماز کی شرط

سوال:... یہ بتائیں کہ اگر ہم کوئی وظیفہ شروع کریں جس کے لئے پانچوں وقت کی نماز ضروری ہے، لیکن اگر کسی وجہ سے کسی وقت کی نماز قضا ہوجائے تو کیا ہم وہ وظیفہ جاری رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب:... جب نماز وظیفے کے لئے شرط ہے تو وہ وظیفہ بغیر نماز کے بے کار ہے۔[1]

نماز میں زبان نہ چلنے کا علاج

سوال:... بندہ الحمدللہ! نماز کی پابندی کرتا ہے، لیکن ایک بڑی زبردست پریشانی ہے کہ جب نماز پڑھتا ہوں تو زبان نہیں چلتی اور ایک ایک آیت کو کئی کئی بار دُہرانا پڑتا ہے، اور ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے زبان میں لکنت ہے، لیکن عام بول چال کے اندر یہ چیز محسوس نہیں ہوتی، مہربانی فرماکر اس کے لئے کوئی وظیفہ بتلائیں، آپ کی عین نوازش ہوگی۔

جواب:... اس کے لئے کسی وظیفے کی ضرورت نہیں، بس یہ کیجئے کہ جو آیت ایک دفعہ پڑھ لی اس کو دوبارہ نہ پڑھئے، چاہے آپ کو چند سیکنڈ ٹھہرنا پڑے، اِن شاء اللہ چند دِنوں بعد یہ پریشانی دُور ہوجائے گی۔ اور اگر آپ نے مکرّر پڑھنے کی عادت جاری رکھی تو یہ بیماری پختہ ہوتی جائے گی۔

تارک الصلوٰۃ نعت خواں احترام کا مستحق نہیں

سوال:... کیا تارک الصلوٰۃ نعت خواں کا احترام کرنا دُرست ہے؟

جواب:... ایسا شخص احترام کا مستحق نہیں،[2] اور ایسے شخص کا نعت خوانی کرنا بھی نعت کی توہین ہے۔

---

(۱) المعلق بالشرط معدوم قبل الشرط. (قواعد الفقه ص:۱۲۶، طبع صدف پبلشرز).

(۲) هی (أی الصلاة) فرض عین علٰی کل مکلف بالإجماع .... وتارکها عمدًا مجانة أی تکاسلًا فاسق. (درمختار ج:۱ ص:۳۵۲، کتاب الصلاة، طبع سعید). (قوله وفاسق) من الفسق، وهو الخروج عن الإستقامة ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر وآکل الربا ونحو ذالک، کذا فی البرجندی والمعراج قال أصحابنا لَا ینبغی ان یقتدیٰ بالفاسق .... وأما الفاسق فقد عللو کراهة تقدیمه بأنه لَا یهتم لأمر دینه وبأن فی تقدیمه للإمامة تعظیمه وقد وجب علیهم إهانته شرعًا. (ج:۱ ص:۵۶۰).

قنوتِ نازلہ کب پڑھی جاتی ہے؟

سوال:... اخبارات میں پڑھا کہ ممتاز علمائے کرام نے اپیل کی ہے کہ فجر کی نماز میں دُعائے قنوت کا اہتمام کریں، براہِ کرم یہ بتلائیں کہ دُعائے قنوت کو نمازِ سنت یا نمازِ فرض میں پڑھا جائے؟ کیا یہ دُعائے قنوت عشاء کے وتروں والی ہے؟

جواب:... جب مسلمانوں پر کوئی بڑی آفت نازل ہو، مثلاً: مسلمان، کافروں کے پنجے میں گرفتار ہوجائیں یا اسلامی ملک پر کافر حملہ آور ہوں تو نمازِ فجر کی جماعت میں دُوسری رکعت کے رُکوع کے بعد اِمام "قنوتِ نازلہ" پڑھے اور مقتدی آمین کہتے جائیں، سنتوں میں یا تنہا ادا کئے جانے والے فرضوں میں قنوتِ نازلہ نہیں پڑھی جاتی، اور وتر کی تیسری رکعت میں جو دُعائے قنوت ہمیشہ پڑھی جاتی ہے، وہ الگ ہے۔[1]

ٹی وی کم از کم نماز کے اوقات کا احترام تو کرے

سوال:... مولانا صاحب! ٹی وی کی فضول نشریات نے مسلمانوں بالخصوص ہماری نئی نسل کو تباہی کے اس موڑ پر لاکر رکھ دیا ہے جہاں سے نکلنا ناممکن نہیں تو دُشوار ضرور ہے، اور اس پر بس نہیں، بلکہ وہ پروگرام کو بھی ایسے موقع پر نشر کرتے ہیں جس وقت عین نماز کا وقت ہوتا ہے، ایمان کمزور ہونے کی وجہ سے وہ نماز جیسی اہم عبادت کو ترک کردیتے ہیں، مسلمان کا کام تو یہ ہے کہ خود بُرائی سے بچتے ہوئے دُوسروں کو بُرائی سے بچانے کی محنت اور کوشش کرے، کیا یہ لوگ نماز کے اوقات میں پروگرام کے وقت کو کم و بیش نہیں کرسکتے؟

جواب:... اوّل تو ٹی وی ہی قوم کی صحت کے لئے "ٹی بی" ہے، اور یہ اُمّ الخبائث ہے جو شیطان نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو گمراہ کرنے کے لئے ایجاد کی ہے، پھر اس کی نشریات لغو اور فضول ہیں، جو سراپا گناہ اور وبال ہیں، پھر نماز کے اوقات میں اس گندگی کو پھیلانا بہت ہی سنگین ہے، اللہ تعالیٰ اپنے قہر و غضب سے بچائے! ٹی وی کے کارپردازوں کو چاہئے کہ اگر وہ اس گندگی سے مسلمان معاشرہ کو نہیں بچاسکتے تو کم از کم نماز کے اوقات کا تو احترام کریں۔[2]

ٹی وی پر نمازِ جمعہ کے وقت پروگرام پیش کرنا

سوال:... آج کل ٹی وی پر جمعہ کی نشریات جو صبح کی ہوتی ہیں، ان میں عین اس وقت ڈرامہ شروع ہوتا ہے جب نمازِ جمعہ شروع ہوتی ہے، جس سے کئی ٹی وی دیکھنے کے شوقین اور نمازِ جمعہ پڑھنے والوں کی نماز قضا ہوجاتی ہے، بتایئے یہ گناہ کس کے سر ہوگا؟

---

(۱) وقال الحافظ أبو جعفر الطحاوی: إنما لَا یقنت عندنا فی صلٰوة الفجر من غیر بلیة، فإن وقعت فتنة أو بلیة فلا بأس به، فعله رسول الله صلی الله علیه وسلم .... وظاهر تقییدهم بالإمام أنه لَا یقنت المنفرد .... والذی یظهر لی أن المقتدی یتابع إمامه إلّا إذا جهر فیؤمن وأنه یقنت بعد الرکوع لَا قبله ...إلخ۔ (حاشیة رد المحتار ج:۲ ص:۱۱، باب الوتر والنوافل، وأیضًا فی البحر الرائق ج:۲ ص:۴۷، باب الوتر)۔

(۲) "اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ" (النور:۱۹)۔

جواب:... جمعہ قضا کرنے والوں پر بھی اس کا وبال پڑے گا،[1] اور ٹی وی والوں پر بھی، معلوم نہیں کہ کیا یہ لوگ مسلمان نہیں کہ لوگوں کو نمازِ جمعہ سے روکنے کا سبب بنتے ہیں...؟[2]

بجائے قرعہ اندازی کے نمازِ استخارہ پڑھ کر فیصلہ کیجئے

سوال:... میری عادت ہے کہ جب کبھی کسی بات کا فیصلہ نہ کرسکوں اور بہت پریشان ہوجاؤں اور سمجھ میں کچھ نہ آئے کہ کیا فیصلہ کیا جائے؟ تو میں دو رکعت نفل پڑھ کر قرعہ پر دونوں چیزیں لکھ دیتی ہوں اور پھر اللہ تعالیٰ سے دُعا کرکے اُٹھالیتی ہوں، اور نیت کرلیتی ہوں کہ چونکہ خدا کے حکم کے بغیر پتا بھی نہیں ہل سکتا، جو قرعہ میرے ہاتھ آئے گا اس فیصلے پر وہ کام کروں گی۔ یا پھر اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر دُعا مانگتی ہوں کہ خدایا قرآن مجید تیرا کلام ہے، اور اس میں ہر قسم کی مثالیں اور احوال موجود ہیں، تیرا مبارک نام لے کر اس کو کھولوں گی، اس صفحے پر جو فیصلہ میری پریشانی کے مطابق ہو مجھ کو بتادے، تاکہ میں ویسا کرلوں اور تیری مرضی اور خوشی کے مطابق ہو، اور پھر خدا کا نام لے کر قرآن پاک کو کھول کر اس صفحے پر اپنے مسئلے کے مطابق جو حال ملتا ہے اس کو خدا کی رائے سمجھ کر عمل کرتی ہوں۔ کیا مندرجہ بالا دونوں صورتوں میں کفر یا شرک کا خطرہ تو نہیں ہوتا؟ ضرور جواب تحریر فرمائیں تاکہ آئندہ ایسا کروں، اکثر جب بہت پریشان کن مسئلہ ہو اور میری سمجھ میں کوئی فیصلہ نہ آرہا ہو تو میں ایسا کرکے فیصلہ کرلیتی ہوں۔

جواب:... کفر و شرک تو نہیں، لیکن ایک فضول حرکت ہے، یہ ایک طرح کا فال نکالنا ہے، جس کی ممانعت ہے، اور اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا، یہ عقیدہ کا فساد ہے۔[3] اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو تعلیم دی ہے، وہ یہ ہے کہ جب کوئی اہم کام درپیش ہو تو دو رکعت نماز پڑھ کر اِستخارے کی دُعا کی جائے، اور پھر جس طرف دِل مائل ہو، اس صورت کو اِختیار کرلیا جائے، اِن شاء اللہ اسی میں خیر ہوگی۔[4]

---

(۱) عن ابن مسعود رضی الله عنه أن النبی صلی الله علیه وسلم قال لقوم یتخلفون عن الجمعة: لقد هممت أن آمر رجلًا یصلی بالناس ثم أحرق علیٰ رجال یتخلفون عن الجمعة بیوتهم. رواه مسلم. وعن ابن عباس رضی الله عنهما أن النبی صلی الله علیه وسلم قال: من ترک الجمعة من غیر ضرورة، کتب منافقًا فی کتاب لَا یمحی ولَا یبدل. وفی بعض الروایات: ثلاثًا. رواه الشافعی. (مشکٰوة ج:۱ ص:۱۲۱، کتاب الصلاة، باب وجوبها).

(۲) إن الْإعانة علی المعصیة حرام مطلقًا بنص القرآن أعنی قوله تعالیٰ: ولَا تعاونوا علی الْإثم والعدوان، وقوله تعالیٰ: فلن أکون ظهیرًا للمجرمین. ولٰکن الْإعانة حقیقةً هی ما قامت المعصیة بعین فعل المعین، ولَا یتحقق إلّا بنیة الْإعانة أو التصریح بها أو تعینها فی إستعمال هٰذا الشیء بحیث لَا یحتمل غیر المعصیة، وما لم تقم المعصیة بعینه لم یکن من الْإعانة حقیقةً بل من التسبب .... ثم السبب إن کان سببًا محرکًا وداعیًا إلی المعصیة فالتسبب فیه حرام کالْإعانة علی المعصیة بنص القرآن کقوله تعالیٰ: ولَا تسبوا الذین یدعون من دون الله. (تفصیل الکلام فی مسئلة الْإعانة علی الحرام ص:۱۵، جواهر الفقه ج:۲ ص:۴۵۳).

(۳) (قوله والکهانة) .... ومنهم انه یعرف الأمور بمقدمات یستدل بها علیٰ مرافقها من کلام من یسأله أو حاله أو فعله ... إلخ. (فتاویٰ شامیة ج:۱ ص:۴۵، طبع ایچ ایم سعید).

(۴) (قوله ومنها رکعتا الْإستخارة) عن جابر بن عبدالله قال: کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یعلمنا الْإستخارة فی الأمور کلها کما یعلمنا السورة من القرآن یقول إذا هم أحدکم بالأمر فلیرکع رکعتین من غیر الفریضة ثم لیقل اللّٰهم إنّی أستخیرک بعلمک ... إلخ. (فتاویٰ شامیة ج:۲ ص:۲۶، مطلب فی رکعتی الْإستخارة).

بہ مجبوری فیکٹری میں کم از کم فرض اور وتر ضرور پڑھیں

سوال:...آج امریکا سے میرے ایک دوست کا خط آیا ہے جو اکیس سال سے وہاں رہ رہا ہے، اب اس نے نماز پڑھنا شروع کی ہے، وہ جس فیکٹری میں کام کرتا ہے اس میں تین شفٹ میں کام ہوتا ہے، ایک ہفتہ دن میں، ایک ہفتہ شام میں، اور ایک ہفتہ رات میں ڈیوٹی کا وقت ہونے کی وجہ سے پوری نماز نہیں پڑھ سکتا، وہ فجر کی نماز میں دو سنت دو فرض، ظہر کی نماز میں چار فرض دو سنت، عصر میں چار فرض، مغرب میں تین فرض دو سنت، اور عشاء میں چار فرض دو سنت اور تین وتر پڑھ لیتا ہے، اس نے لکھا ہے کہ کسی عالم سے پوچھ کر لکھوں کہ کیا یہ ٹھیک ہے؟

جواب:...آپ کے دوست نے جتنی رکعات لکھی ہیں، وہ صحیح ہیں، البتہ ظہر کی نماز میں چار فرض سے پہلے چار سنتیں بھی پڑھ لیا کریں۔[1]

دفتری اوقات میں نماز کے لئے مسجد میں جانا

سوال:...زید اکثر نماز ظہر جماعت کے ساتھ ادا کرتا ہے، جبکہ مسجد دفتر سے ایک میل دُور ہے، زید مسجد تک پیدل جاتا ہے، نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد وہاں سے پیدل واپس آتا ہے، کیا زید کا یہ طریقہ کار دُرست ہے؟

جواب:...اگر دفتر کی طرف سے اس کی اجازت ہو تو اتنی دُور جانا صحیح ہے، ورنہ دفتر ہی میں نماز باجماعت کا انتظام کیا جائے۔[2]

آفس میں نماز کس طرح ادا کریں؟

سوال:...ہم پورٹ قاسم کے ایک ویران علاقے میں کے ای ایس سی کے آفس میں کام کرتے ہیں، ہماری ڈیوٹی "۲۴ گھنٹے" کی ہوتی ہے، وہاں قریب میں کوئی مسجد وغیرہ نہیں ہے، اور نہ ہی اَذان کی آواز آتی ہے، کچھ عرصہ پہلے آفس کے احاطے میں چند افراد نے مسجد کی طرح ایک جگہ بنادی تھی، جہاں نماز ادا کرتے ہیں، ہم سب ہی لوگ جن کی تعداد تقریباً آٹھ ہے، ماشاء اللہ نماز کے پابند ہیں، لیکن ہم لوگ الگ الگ نماز پڑھتے ہیں، اور بغیر اَذان دیئے ہوئے نماز پڑھتے ہیں، یعنی جب نماز کا وقت ہوا اس وقت سے نماز کا وقت ختم ہونے تک کبھی وقفے وقفے سے کبھی ایک ساتھ اپنی اپنی نماز ادا کرلیتے ہیں، جماعت سے اس لئے ادا نہیں کرتے کہ ہم لوگ علم میں بہت کم ہیں اور کسی کی شرعی داڑھی بھی نہیں ہے، لیکن یہ بات ضرور ہے کہ نماز جماعت سے پڑھا سکتے ہیں،

---

(۱) (وسن) مؤكدًا (أربع قبل الظهر) (قوله وسن مؤكدًا) أى استنانا مؤكدا بمعنى انه طلب طلبا مؤكدا زيادة على بقية النوافل ولهٰذا كانت السنة المؤكدة قريبة من الواجب فى لحوق الإثم كما فى البحر ويستوجب تاركها التضليل واللوم كما فى التحرير. (الدر المختار مع الشامى ج:۲ ص:۱۲، باب الوتر والنوافل).

(۲) وإذا استأجر رجلا يومًا يعمل كذا فعليه ان يعمل ذٰلك العمل إلٰى تمام المدة ولَا يشتغل بشىء آخر سوى المكتوبة ...إلخ. (شامى ج:٦ ص:٧٠، مطلب ليس للأجير الخاص أن يصل النافلة، طبع ايج ايم سعيد).

اب مسئلہ یہ ہے کہ کیا بغیر اَذان دیئے نماز پڑھنا جائز ہے، جبکہ اَذان کی آواز بھی نہ آئے؟ کیا ایسی صورت میں الگ الگ اپنی اپنی نماز ہوجائے گی، جبکہ پڑھنے کی جگہ بھی ایک ہو؟ یہ وضاحت بھی کردیں کہ اگر جماعت ضروری ہے تو کیا غیرشرعی داڑھی والے یا بغیر داڑھی والے حضرات نماز پڑھا سکتے ہیں؟

جواب:… اَذان و اِقامت نماز کی سنت ہے،[1] داڑھی منڈے کی اِقتدا میں نماز مکروہ ہے،[2] لیکن تنہا پڑھنے سے بہتر ہے، آپ حضرات اَذان و اِقامت اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھا کریں،[3] کیا اچھا ہو کہ آپ میں سے کوئی باتوفیق داڑھی بھی رکھ لے، بلکہ سبھی کو رکھنی چاہئے تاکہ نماز مکروہ نہ ہو۔[4]

دفتری اوقات میں نماز کی ادائیگی کے بدلے میں زائد کام

سوال:… اگر ہم کسی کے ملازم ہیں اور نماز کے اوقات میں نماز کی ادائیگی کے لئے جاتے ہیں تو کیا ہمیں ان اوقات کے بدلے میں زیادہ کام کرنا چاہئے؟

جواب:… نماز فرض ہے، اتنے وقت کے بدلے میں زائد کام کرنے کی ضرورت نہیں، دفتری اوقات میں ایمانداری سے کام کیا جائے تو بہت ہے۔[5]

ہر وقت عمامہ پہننا سنت ہے

سوال:… عمامہ اور ٹوپی پہننا کیسا ہے؟ فرض، واجب، سنتِ مؤکدہ یا مستحب؟ اور کب پہننا ہے، صرف نماز کے لئے یا پورا دن (چوبیس گھنٹے)؟ یا صرف بازاروں یعنی جس وقت گھر سے باہر ہوتے ہیں، اس وقت تک؟

جواب:… عمامہ پہننا سنتِ مستحبہ ہے، اور یہ صرف نماز کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ ایک مستقل سنت ہے، اور ہمیشہ کی سنت ہے۔[6]

---

(۱) ثم هما (الأذان والإقامة) سنة للصلوات الخمس ... إلخ. (حلبی کبیر، فصل فی السنن ص:۳۷۲).

(۲) ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق ... إلخ. وفي الشامية: وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعًا ... إلخ. (ردالمحتار، باب الإمامة ج:۱ ص:۵۵۹، ۵۶۰).

(۳) فإن أمكن الصلاة خلف غيرهم فهو أفضل وإلّا فالإقتداء أولى من الإنفراد. (شامی، باب الإمامة ج:۱ ص:۵۵۹).

(۴) دیکھیں حاشیہ نمبر۲۔ وأيضًا: والسنة فيها القبضة ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته ... إلخ. (درمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع ج:۶ ص:۴۰۷).

(۵) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۲ ملاحظہ ہو۔

(۶) عن جابر رضي الله عنه قال: دخل النبي صلى الله عليه وسلم مكة يوم الفتح وعليه عمامة سوداء. وعن ابن عمر رضي الله عنه قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا أعتم سدل عمامته من كتفيه. قال نافع: وكان ابن عمر يسدل عمامته بين كتفيه. (ترمذی ج:۱ ص:۳۰۴، باب ما جاء في العمامة السوداء).

جماعت میں شرکت کے لئے دوڑنا منع ہے

سوال:... جب جماعت کھڑی ہوجاتی ہے تو بہت سے لوگ مسجد میں دوڑتے ہوئے جماعت میں شامل ہوجاتے ہیں، آپ بتائیں کہ مسجد میں دوڑنا کیسا ہے؟

جواب:... حدیث میں اس سے منع فرمایا ہے۔ (۱)

رُکوع وسجدہ کی تسبیح کا صحیح تلفظ سیکھئے

سوال:... ہمارے ہاں ایک صاحب کہتے ہیں کہ رُکوع اور سجدہ میں ''سبحان ربي الاعلیٰ'' اور ''سبحان ربي العظیم'' کہتے ہوئے ''ی'' کا استعمال نہیں کرتے، قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں کہ آیا یہ طریقہ دُرست ہے یا نہیں؟

جواب:... غلط ہے! کسی عربی دان سے تلفظ سیکھ کر پڑھیں۔ (۲)

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا أقيمت الصلاة فلا تأتوها وأنتم تسعون وأتوها تمشون وعليكم السكينة ... إلخ. (ابن ماجة ص:۵۶، باب المشي إلى الصلاة).

(۲) السنة في تسبيح الركوع سبحان رَبِّيَ الْعَظِيْم. (شامي ج:۱ ص:۴۹۴، قبل مطلب في اطالة الركوع)، ويقول في سجوده سبحان رَبِّيَ الْاَعْلٰى ثلاثًا. (عالمگيري ج:۱ ص:۷۵، كتاب الصلاة، الباب الرابع).

اوراد و وظائف

قرض سے خلاصی کا وظیفہ

سوال:... میں تین لاکھ کا قرض دار ہوگیا ہوں، آنجناب کچھ پڑھنے کے لئے بتادیں۔

جواب:... سورۃ الشوریٰ (۲۵واں پارہ) کے دُوسرے رُکوع کی آخری آیت: "اَللّٰہُ لَطِیْفٌ بِعِبَادِہٖ... " آخر تک اُسّی مرتبہ فجر کے بعد پڑھا کریں، اگر داڑھی منڈاتے یا کتراتے ہیں تو اس سے توبہ کریں، والسلام۔

نوکری کے لئے وظیفہ

سوال:... مولانا صاحب! میں انٹر پاس نوجوان ہوں، نوکری نہیں ملتی، کوئی وظیفہ تحریر فرمادیجئے۔

جواب:... ہر نماز باجماعت تکبیر کی پابندی کے ساتھ ادا کیجئے اور نماز کے بعد تین بار سورۂ فاتحہ اور تین بار آیت الکرسی پڑھ کر دُعا کیا کیجئے، والسلام۔

فراخیٔ رزق اور پریشانیوں سے بچاؤ کا اکسیر وظیفہ

سوال:... ایک اور اکسیر وظیفہ تحریر فرمائیے کہ جس سے دِین و دُنیا کا بھلا ہو، قرضے اُتر جائیں، تنگدستی دُور ہوجائے، رزق فراخ ہو اور برکت بڑھ جائے، اور دُنیاوی مسائل حل ہوجائیں۔ کافی پریشانی ہے، وظیفوں کا وقت و تعداد ضرور تحریر فرمائیں، شکریہ۔

جواب:... سب گھر والے پانچ وقت کی نماز پڑھا کریں، اور رات کو سورۂ واقعہ کی تلاوت کیا کریں، عشاء کے بعد ٹیلی ویژن نہ چلایا کریں۔

کاروبار کی بندش کے لئے وظیفہ

سوال:... بندہ ابھی تک مسائل کا شکار ہے، دِن بدن حالت گر رہی ہے، اللہ کا شکر ہے کہ میرا گھرانہ دِین دار ہے، ہماری ایک دُکان ہے، ڈیڑھ سال پہلے ہمارا کاروبار بالکل ٹھیک تھا، اسی دوران والد صاحب حج پر گئے، ان کے آنے کے بعد ہمارا کام ٹھپ ہوگیا۔ دُکان میں آپس میں نااِتفاقی، کاریگروں سے لڑائی معمول بن گئی۔ عملیات کرنے والوں سے پتا چلا کہ دُکان کی بندش کالے علم

سے کردی گئی ہے۔ اس کے توڑ کے لئے کئی جگہ گھوم چکا ہوں، مگر کسی کے پاس حل نہیں۔ خودکشی کو دِل چاہتا ہے۔ قرآنی عملیات والے اس کالےعلم کا توڑ نہیں نکال سکے۔ کیا مجھے اب غیرمسلم کا سہارا لینا پڑے گا؟ شریعت میں چیز کہاں تک جائز ہے؟

جواب:... آپ نے اتنا لمبا خط لکھا ہے، میں اس کا کیا جواب دُوں؟ میں عامل نہیں کہ اس کا توڑ کروں۔ البتہ یہ کہتا ہوں کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی ذاتِ عالی سے اُمید رکھیں، وہی توڑ کرنے والا ہے۔ مغرب کی نماز کے بعد گھر کے تمام افراد مل کر تین سو تیرہ مرتبہ قرآنِ کریم کی آخری دو سورتیں معوّذتین پڑھا کریں، اور حق تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہ میں اس مصیبت کے کٹنے کی دُعا کیا کریں۔ اگر خودکشی کروگے تو جہنم میں جاؤگے، آدمی کو چاہئے کہ جو حالات بھی پیش آئیں، اللہ پر توکل رکھے اور اس کی بارگاہِ عالی میں دُعا کرتا رہے، والسلام۔

کاروبار میں ترقی اور اُدھار کی واپسی کا وظیفہ

سوال:... میری ایک چھوٹی سی دُکان ہے، اسی سے گزراوقات ہوتی ہے، لیکن اس دُکان سے چند لوگ اُدھار پر کافی سامان لے گئے ہیں اور ان سے پیسے واپس ملنے کی مجھے کوئی اُمید نہیں ہے، جس کی وجہ سے میری دُکان ٹھپ ہونے لگی ہے۔ لہٰذا مہربانی فرماکر بندہ کو کوئی وظیفہ عنایت فرمادیں جس سے پیسے واپس مل سکیں اور کاروبار میں بھی ترقی ہو۔

جواب:... تکبیرِ تحریمہ کا اِہتمام کیجئے، اور نماز کے بعد سورۂ فاتحہ، آیت الکرسی، آیت: "شَهِدَ اللهُ" (آل عمران:۱۸) اور آیت: "قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ" سے "بِغَیْرِ حِسَابٍ" (آل عمران:۲۶،۲۷) تک پڑھ کر دُعا کیا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ پریشانیاں دُور فرمائیں، واللہ اعلم!

سورۂ فاتحہ پڑھ کر کان پر دَم کریں، اِن شاء اللہ ٹھیک ہوجائے گا

سوال:... مجھے سننے میں پریشانی ہوتی ہے، خصوصاً دائیں کان سے تو ہلکی آواز تقریباً سنائی ہی نہیں دیتی، اور بایاں کان کافی بہتر ہے۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ پریشانی روز بروز بڑھتی ہی چلی جارہی ہے۔ ہمارے خاندان میں ویسے بہراپن موروثی مرض ہے۔ میں نے دو جگہ علاج بھی کروایا مگر کوئی خاص اِفاقہ نہ ہوا۔ میرے ذہن میں یہ بات بھی ہے کہ یہ موروثی مرض ہے، یہ کیسے ختم ہوسکتا ہے؟ مگر پھر خیال آیا کہ جس اللہ نے اس کو پیدا کیا ہے، تو ختم کرنا اس کے اختیار سے باہر تو نہیں۔ میں نے اللہ سے اپنے فرسودہ خیال کی توبہ کی اور اَب بہت اُمید سے ہوں کہ اِن شاء اللہ یہ مرض دُور ہوجائے گا۔ آپ اگر کوئی دُعا وغیرہ بتاسکتے ہیں تو برائے مہربانی بتادیں۔

جواب:... سورۂ فاتحہ پڑھ کر دُعا کیا کریں، حدیث شریف میں ہے کہ اگر (اوّل و آخر دُرود شریف تین، تین بار اور درمیان میں) یہ دُعا پڑھ کر دَم کیا جائے تو اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمائیں گے۔

بدتمیز بچے کے لئے وظیفہ

سوال:... میرا بچہ جس کی عمر ساڑھے دس سال ہے، بہت غصّے والا ہے، غصّے میں آکر وہ انتہائی بدتمیزی کی باتیں کرتا ہے، جس کی وجہ سے بعض دفعہ دُوسروں کے سامنے شرمندگی اُٹھانا پڑتی ہے، کوئی ایسا وظیفہ بھیج دیں جس کی وجہ سے وہ بدتمیزی چھوڑ دے اور پڑھائی میں اچھا ہوجائے۔

جواب:... بچوں کی بدتمیزی و نافرمانی کا سبب عموماً والدین کے گناہ ہوتے ہیں، خدا تعالیٰ کے ساتھ اپنا معاملہ دُرست کریں، اور تین بار سورۂ فاتحہ پانی پر دَم کرکے بچے کو پلایا کریں۔

بچے کی بیماری اور اس کا وظیفہ

سوال:... گزارش ہے کہ میرے پوتے کا نام محمد عمر خان ہے، اکثر بیمار رہتا ہے، والدین کا خیال ہے کہ شاید نام موافق نہیں آیا، اگر ایسا ہے تو کیا نام تبدیل کردیں؟

جواب:... نام ٹھیک ہے، بدلنے کی ضرورت نہیں، سورۂ فاتحہ سات مرتبہ، آیۃ الکرسی اور چاروں قل تین تین مرتبہ پڑھ کر دَم کردیا کریں۔

رشتے کے لئے وظیفہ

سوال:... میں ایک بیوہ عورت ہوں، میری ایک بیٹی ہے جس کا رشتہ کافی سالوں کی کوششوں کے باوجود نہیں ہو رہا ہے، میری خواہش ہے کہ اس کا رشتہ کسی صالح اور دِین دار گھرانے میں ہوجائے، آنجناب اس کے لئے کوئی وظیفہ ارشاد فرمائیں۔ میرا بیٹا دُبئی میں ملازمت کرتا ہے، پہلے پہل تو کام صحیح ہوتا رہا، لیکن کچھ عرصے سے حالات صحیح نہیں ہیں، ہمارے گھر میں تعویذ بھی کوئی پھینکتا ہے، اس کے بعد پریشانی آتی ہے۔

جواب:... دِل سے دُعا کرتا ہوں، نمازِ عشاء کے بعد اوّل و آخر گیارہ گیارہ مرتبہ دُرود شریف اور درمیان میں گیارہ سو مرتبہ ''یالطیف'' پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں، اللہ ربّ العزّت آپ کی مشکل کو آسان فرمائے۔

شادی کے لئے وظیفہ

سوال:... میں نے والد صاحب کی تربیت اور رہنمائی کی وجہ سے سب بچوں کو قرآن مجید حفظ کروایا، سوائے ایک کے جو گونگا بہرہ ہے۔ بچی بھی حافظہ ہے، ایم اے اسلامیات بھی کیا ہے، شرعی پردہ کرتی ہے، ہماری کوشش ہے کہ اس کا رِشتہ ایسے لوگوں میں کیا جائے جو پردے کو پسند کرتے ہوں، خصوصی دُعا فرمائیں اور اس سلسلے میں اگر کوئی وظیفہ پڑھنے کے لئے ارشاد فرمادیں تو مہربانی ہوگی۔

جواب:... اللہ تعالیٰ بچی کے لئے بہت ہی موزوں رِشتہ میسر فرمائیں۔ عشاء کی نماز کے بعد اوّل و آخر گیارہ، گیارہ مرتبہ

دُرود شریف اور درمیان میں "یالطیف" پڑھ کر دُعا کیا کریں، بچی بھی پڑھے، اس کی والدہ بھی، اور آپ بھی پڑھ لیا کریں۔

اولاد کے لئے وظیفہ

سوال:… میری شادی کو دس سال ہوچکے ہیں، لیکن اولاد نہیں ہوئی۔ ڈاکٹروں سے کافی علاج کراچکا ہوں، لیکن ابھی تک شفا نصیب نہیں ہوئی۔ ڈاکٹروں نے بتایا ہے کہ کمزوری مجھ میں ہے۔ آپ برائے کرم مجھے ایسے کلمات یا وظیفہ بتادیں جس کا میں ذکر جاری رکھوں تاکہ اللہ تعالیٰ مجھے شفائے کاملہ عطا فرمادیں۔ کلمات پڑھنے کا طریقہ اور وقت بھی بتادیں۔

جواب:… چالیس عدد لونگ لیں، آیت شریف سورۂ نور آیت:۴۰، ایک لونگ پر سات مرتبہ پڑھیں، اور پھر ہر لونگ پر سات سات مرتبہ پڑھیں، یہاں تک کہ چالیس لونگ پورے ہوجائیں۔ رات کو سوتے وقت ایک لونگ چبا کر کھالیا کریں، اُوپر سے پانی نہ پئیں۔ اور یہ وظیفہ پڑھتے وقت اللہ تعالیٰ سے دُعا بھی کرلیں، اگر اللہ کو منظور ہوگا نرینہ اولاد عطا فرمائیں گے۔

سوال:… کئی سال شادی کو ہوگئے ہیں، اولاد کی نعمت سے محروم ہوں، کوئی وظیفہ ارشاد فرمادیں۔

جواب:… ۴۰ عدد لونگ لیں، ہر لونگ پر سات مرتبہ سورۃ النور کی آیت:۴۰ جو "او کظلمات" سے شروع ہوکر "فمالہ من نور" پر ختم ہوتی ہے، پڑھیں۔ جب عورت ماہواری سے فارغ ہو تو رات کو سوتے وقت ایک لونگ چبا کر کھالیا کرے، اُوپر سے پانی نہ پیئے، متواتر چالیس دن تک بلاناغہ کھائے، اور اس دوران میاں بیوی کبھی کبھی مل لیا کریں، اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا تو اولاد ہوجائے گی۔

میاں بیوی کے درمیان محبت پیدا کرنے کا وظیفہ

سوال:… میاں بیوی کے درمیان محبت پیدا کرنے کا کوئی وظیفہ تحریر فرمادیں، مہربانی ہوگی۔

جواب:… عشاء کی نماز کے بعد گیارہ دانے سیاہ مرچ کے لے کر، آگے پیچھے گیارہ، گیارہ بار دُرود شریف اور درمیان میں گیارہ بار تسبیح "یالطیف یاودود" پڑھیں، اور دونوں میاں بیوی کے درمیان محبت کا دھیان رکھیں، جب سب پڑھ چکیں تو ان سیاہ مرچوں پر دَم کرکے تیز آگ میں ڈال دیں، اور دونوں کی محبت کے لئے دُعا کریں۔ کم از کم چالیس روز یہی عمل کریں، اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے گا۔

حافظے کو قوی کرنے کا وظیفہ

سوال:… حافظہ قوی کرنے کے لئے کوئی آسان سا وظیفہ لکھئے۔

جواب:… ہر نماز کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر "یاقوی یاعزیز" پڑھا کیجئے، دس مرتبہ۔

آیت الکرسی پڑھ کر سر پر ہاتھ رکھ کر "یاقوی" گیارہ مرتبہ پڑھنا

سوال:… آیت الکرسی پڑھنے کے بعد لوگ سر پر ہاتھ رکھ کر گیارہ بار "یاقوی" پڑھتے ہیں، اس کا کیا فائدہ ہے؟ اور "یاقوی" پڑھا جائے یا کچھ اور پڑھا جائے؟

جواب:...قوتِ حافظہ کے لئے پڑھتے ہیں۔

ہر نماز کے بعد دایاں ہاتھ سر پر رکھ کر گیارہ مرتبہ ''یا قوی'' اور گیارہ مرتبہ ''یا حافظ'' پڑھنا

سوال:...میں ہر نماز کے بعد دایاں ہاتھ سر پر رکھ کر گیارہ مرتبہ ''یا قوی'' اور گیارہ مرتبہ ''یا حافظ'' حافظے میں اضافے کے لئے پڑھتا ہوں، یہ مجھے کسی شیخ نے نہیں بتایا، ایک ساتھی سے سن کر یہ عمل شروع کر دیا ہے، کیا یہ دُرست ہے؟

جواب:...آپ کا یہ عمل صحیح ہے، کرتے رہیں۔

یادداشت کے لئے وظیفہ

سوال:...میں طالبِ علم ہوں، سوالات بڑی مشکل سے یاد ہوتے ہیں، اور جلد بھول جاتے ہیں، کوئی حل بتائیے۔

جواب:...سورۂ فاتحہ سات مرتبہ پڑھ کر سینے پر دَم کرلیا کرو۔

گول دائرہ بناکر حصار کھینچنا اور تالی بجانا

سوال:...بعض لوگ کچھ پڑھ کر گول دائرے میں بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں اب ہم نے حصار کرلیا ہے، اور پھر تالی بجاتے ہیں اور اُنگلی گھماتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اب جب تک حصار موجود ہے اس میں کوئی بلا نہیں آسکتی۔ اس طرح کرنا کیسا ہے؟ میرے ناقص خیال میں یہ دُرست نہیں ہے۔

جواب:...آیت الکرسی وغیرہ پڑھ کر چاروں طرف پھونک دینا کافی ہے، تالی بجانے یا اُنگلی گھمانے کی ضرورت نہیں۔

نماز کی شرط والے وظیفے میں نماز چھوڑ دینا

سوال:...یہ بتائیں کہ اگر ہم کوئی وظیفہ شروع کریں جس کے لئے پانچوں وقت کی نماز ضروری ہے، لیکن اگر کسی وجہ سے کسی وقت کی نماز قضا ہوجائے تو کیا ہم وہ وظیفہ جاری رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب:...جب نماز وظیفے کے لئے شرط ہے، تو وظیفہ بغیر نماز کے بے کار ہے۔

بلا وضو ذِکر کرنا

سوال:...میرا یہ معمول ہے کہ رات کو سونے سے قبل رات کے اَذکار سورۂ فاتحہ، چاروں قل، دُرود شریف اور بعض دیگر تسبیحات شامل ہیں، پڑھ کر سوتی ہوں، لیکن یہ اَذکار صرف کلی کرکے پڑھتی ہوں، یعنی بلا وضو، کیا میرا یہ عمل صحیح ہے؟ یا ان اَذکار کے لئے وضو کرنا ضروری ہے جبکہ انہیں صرف زبان سے پڑھا جارہا ہو؟ نیز کیا ان اَذکار کے پڑھنے کے لئے بھی وضو ہونا ضروری ہے؟

جواب:... بلاوضو پڑھنا جائز ہے، البتہ وضو ہو تو افضل ہے۔ (۱)

شہد کی مکھی کے کاٹے کا دَم

سوال:... ہمارے گھر کسی کو شہد کی مکھی کاٹ لیتی تھی تو ہماری والدہ سورۃ الناس پڑھ کر دَم کرتی تھیں، مگر سورۃ الناس پڑھتے ہوئے "ناس" کا "س" ہٹاکر صرف حرف "نا" پڑھتی تھیں، کچھ دن پہلے میں نے بھی اسی طرح سورۃ پڑھی تو مجھے خیال آیا کہ کہیں یہ قرآن شریف کی تحریف تو نہیں ہے؟ آنجناب رہنمائی فرمائیں۔

جواب:... اگر "نا" کا لفظ آیت کے ساتھ ملایا نہیں جاتا، بلکہ آیت پوری پڑھ کر پھر یہ لفظ بولا جاتا ہے تو کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا۔

سانس کی تکلیف کا وظیفہ

سوال:... میرے بھائی کو ڈاکٹر حضرات بڑا ابخار بتاتے ہیں کہ بگڑ گیا ہے، سانس کی تکلیف کی وجہ سے ایک ڈاکٹر نے ناک کا آپریشن بھی کیا ہے، اکثر بیٹھے بیٹھے دِماغ سن ہوجاتا ہے، کوئی آسان عمل لکھ دیں۔

جواب:... السلام علیکم! یہ ناکارہ عملیات کے فن سے تو واقف نہیں، البتہ دُعا کرتا ہوں۔ سورۂ فاتحہ کو حدیث میں شفا فرمایا گیا ہے، (۲) اکتالیس بار پڑھ کر پانی پر دَم کرکے پلایا کریں، کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام کی برکت سے شفا عطا فرمادیں۔

ذہنی اور مالی پریشانی دُور کرنے کا وظیفہ

سوال:... ہمارے گھر میں پچھلے دو ڈھائی سال سے بڑی پریشانی ہے۔ والد صاحب جو بینک میں ملازم تھے، ریٹائرمنٹ کے بعد پراپرٹی کی خرید و فروخت کا کام شروع کیا، مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ میں نیوی میں بحیثیت آفیسر منتخب ہوا، جس میں میرے شوق کا بھی بڑا دخل تھا، ٹریننگ کے دوران میرا دِل ملازمت میں نہیں لگا اور میں نے سروس چھوڑ دی۔ پھر چارٹرڈ اکاؤنٹینٹ کا ٹیسٹ دیا، لیکن دوبار اِمتحان دینے کے باوجود فیل ہوگیا، سمجھ میں نہیں آتا کہ اچانک ایسے حالات کس طرح پیدا ہوگئے؟ گھر کے افراد کا یہ عالم ہے کہ باہم اکثر اوقات معمولی باتوں پر نااِتفاقی اور بات بات پر جھگڑا ہوتا رہتا ہے۔ سخت ذہنی اور مالی پریشانی ہے، ان حالات کی بنا پر میں اپنے مستقبل کے بارے میں بھی بہت پریشان ہوں، اس حوالے سے کوئی عمل یا وظیفہ بتادیں۔

جواب:... آپ مغرب کے بعد سورۂ قریش ۴۱ مرتبہ، اور عشاء کے بعد سورۂ واقعہ تین مرتبہ، اور فجر کے بعد سورۂ بقرہ ایک

---

(۱) (ولَا يكره النظر إليه) أى القرآن (لجنب وحائض ونفسا) أن الجنابة لَا تحل العين كما لَا تكره (أدعية) أى تحريمًا وإلّا فالوضوء لمطلق الذكر مندوب وتركه خلاف الأولٰى۔ (رد المحتار ج:۱ ص:۱۷۴)۔

(۲) باب الرقىٰ بفاتحة الكتاب، عن سعيدٍ الخدرى ان ناسًا من أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم أتوا علٰى حىّ من احياء العرب فلم يقروهم فبينما هم كذالك إذا لدغ سيد أولئك .... فجعل يقرأ بأُمّ القرآن .... حتّى نسئل النبى صلى الله عليه وسلم، فسألوه فضحك وقال: ما أدراك انها رقية ...إلخ۔ (بخارى ج:۲ ص:۸۵۴)۔

مرتبہ پڑھ کر دُعا کریں، اللہ تعالیٰ فضل فرمائیں گے۔

پریشانیوں سے نجات کا وظیفہ

سوال:... اِمتحان میں ناکامی کا خطرہ ہے، اقدامِ خودکشی کو دِل چاہتا ہے، ان پریشانیوں کا حل بتادیں۔

جواب:... پریشانیاں آدمی کو آتی ہیں، اور ان پر حق تعالیٰ اِنسانوں کے درجے بلند کرتے ہیں، اس لئے جہان سے رُخصت ہونے کا خیال آزادانہ نہیں، بچکانہ ہے، آپ سورۂ برائت کی آخری دو آیتیں فجر اور مغرب کے بعد گیارہ گیارہ بار پڑھا کریں، میں آپ کے لئے دِل سے دُعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کی ساری پریشانیاں دُور فرماکر دونوں جہان میں راحت وسکون نصیب فرمائیں۔

بیماری کے لئے وظیفہ

سوال:... میری والدہ صاحبہ تقریباً ایک سال سے وقتاً فوقتاً بیمار رہتی ہیں، کافی ڈاکٹروں سے علاج کروایا، کچھ دن اچھے گزر جانے کے بعد پھر وہی حال رہتا ہے۔ اکثر چکر آتے ہیں، کچھ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ انہیں بلڈ پریشر ہے، اور کچھ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ بلڈ پریشر نہیں ہے۔ ایکسرے بھی کرایا ہے، وہ بھی ٹھیک ہے۔ اس کے لئے کوئی آسان اور اکسیر قسم کا وظیفہ بتادیجئے۔

جواب:... پنج گانہ نماز کے بعد پانی پر سورۂ فاتحہ تین بار، دُرود شریف تین بار پڑھ کر دَم کرکے ایک گھونٹ پلادیا کریں۔

شوہر کی اِصلاح کا آسان طریقہ

سوال:... میرے شوہر بہت سی بُری حرکات میں مبتلا ہیں۔ رات کو دیر سے گھر آتے ہیں، زیادہ وقت دوستوں میں گزارتے ہیں، کہیں بھی جانا ہو، بتاکر نہیں جاتے، شراب اور زِنا جیسے گناہِ کبیرہ میں مبتلا ہیں۔ میں ان کی ان حرکات سے بہت پریشان ہوں، میرے دو بچے بھی ہیں۔ میں نے ان کو بہت سمجھایا، اپنے ماں باپ کے پاس چلی گئی، مگر ان پر کسی بات کا اثر نہیں ہوا۔ کوئی ایسا وظیفہ بتادیں کہ وہ سیدھے راستے پر آجائیں۔

جواب:... آپ نے جو حالات لکھے ہیں، ان سے بہت صدمہ ہوا۔ دراصل ہم لوگوں کو مرنے کے بعد کی زندگی کا علم نہیں، اور جب علم ہوگا تو ہم روئیں گے، پیٹیں گے، مگر کوئی شنوائی نہیں ہوگی۔ میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ آپ کو اپنی قبر میں جانا ہے، اور آپ کے شوہر کو اپنی قبر میں، آپ جہاں تک ہوسکے پیار محبت سے رہیں، اور حق تعالیٰ شانہٗ سے دُعا کرتی رہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو بُری عادتوں سے نجات عطا فرمائے۔

لڑکیوں کا پابندی سے سورۂ یٰسٓ پڑھنا

سوال:... میں پانچ وقت کی نماز پابندی سے پڑھتی ہوں، سورۂ یٰسین مجھے زبانی یاد ہے، لہٰذا میں دُرود شریف اور یٰسین شریف کی ایک خاص تعداد روزانہ پڑھ کر یہ دُعا کرتی ہوں کہ اللہ میاں اسے قبول فرمالیں۔ مسئلہ دراصل یہ ہے کہ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اس طرح لڑکیوں کو روزانہ کسی چیز کا پڑھنا صحیح نہیں ہوتا۔

جواب:... لڑکیوں کو روزانہ پڑھنے کی کوئی ممانعت نہیں، کسی عمل کی پابندی اچھی بات ہے۔

جادو کا توڑ

سوال:... میں گزشتہ نو دس سال سے تجارت کے پیشے سے وابستہ ہوں، لیکن انتہائی سعی اور جد و جہد کے باوجود حالات بتدریج خراب ہوتے جارہے ہیں، حتیٰ کہ یہ نوبت آگئی ہے کہ گھر کا خرچہ اور بچوں کی فیسوں تک کے لالے پڑ گئے ہیں۔ شک گزرتا ہے کہ کسی بداندیش نے مجھ پر جادو نہ کردیا ہو۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مجھ پر حسب البحر نامی جادو کیا گیا ہے، آپ اس سلسلے میں رہنمائی فرمائیں۔

جواب:... آپ کی پریشانی سے بہت دِل دُکھا، دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی پریشانیوں کو دُور فرمائے۔ کسی اچھے عامل کو دِکھالو تو بہتر ہے۔ میں تو ان عملیات کو جانتا نہیں۔ ایک عمل بتاتا ہوں، وہ کریں، اِن شاء اللہ، اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں گے۔ مغرب یا عشاء کے بعد گھر کے تمام افراد بیٹھ کر تین سو تیرہ مرتبہ آخری دونوں سورتیں (معوّذتین) پڑھ کر دُعا کیا کریں، اور گھر میں ٹی وی وغیرہ نہ چلائیں۔ دُعا کرتا ہوں کہ آپ کی تمام مشکلات کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے آسان فرمائے۔

پریشانیوں سے حفاظت کا وظیفہ

سوال:... ہماری ساری زندگی عذابوں میں گزری، باپ نشئی اور غلط عورتوں کے چکر میں رہنے والا تھا، ماں اس غم میں چل بسی۔ ایک اُمید تھی کہ شادی ہوئی تو حالات بدل جائیں گے، مگر شوہر بھی نشئی نکلا، ہم چار بہنیں ہیں، مگر ایک بھی سکھی نہیں، ایک کو طلاق ہوچکی ہے، ایک کی اتنی عمر ہونے کے باوجود شادی نہیں ہوئی، میرے شوہر روزانہ شراب کے نشے میں مارکٹائی کا بازار گرم رکھتے ہیں، طلاق تک نوبت پہنچتی ہے، چوتھی کا بھی یہی حال ہے، کوئی وظیفہ بتائیں اور دُعا بھی فرمائیں۔

جواب:... آپ نے جو حالات لکھے ہیں، اس پر صدمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی تمام پریشانیوں کو دُور فرمائے۔ یہ دُنیا راحت کی جگہ نہیں، بلکہ راحت کی زندگی تو آخرت کی زندگی ہے، اللہ نصیب فرمائے۔ اس لئے جیسے بھی حالات ہوں، صبر و شکر کے ساتھ وقت گزارنا چاہئے، پانچ وقت کی نماز کی پابندی کریں اور ہر نماز کے بعد سورۂ فاتحہ سات مرتبہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں۔ یہ سب سے بڑا وظیفہ ہے۔ اپنے بچوں کو دِینی تعلیم دِلائیں، ٹی وی وغیرہ ہے تو اس کو گھر سے نکال دیں، اور اپنے شوہر کو میرے پاس بھیجیں، میں ان کو مفید مشورہ دوں گا۔

بے خوابی کا وظیفہ

سوال:... میں بے خوابی کی تکلیف سے پریشان رہتی ہوں، ایک صاحب نے مجھ کو دُرودِ تاج اور سورۂ توبہ کی آخری دو آیات پڑھ کر پانی پر دَم کرکے پینے کو کہا ہے، مجھے پہلے سے آرام ہے، مگر کچھ لوگوں نے مجھے کہا کہ دُرودِ تاج نہیں پڑھنا چاہئے، کیا یہ بات صحیح ہے؟

جواب:... سورۂ یٰسین پڑھ کر دَم کر کے پانی پی لیا کریں، اللہ تعالیٰ آپ کو شفا عطا فرمائے۔

چلتے پھرتے "حسبنا اللہ ونعم الوکیل، نعم المولٰی ونعم النصیر" پڑھنا

سوال:... میں اکثر وبیشتر چلتے پھرتے "حسبنا اللہ ونعم الوکیل، نعم المولٰی ونعم النصیر" پڑھتا رہتا ہوں، کیا یہ دُرست ہے؟ کیونکہ میرے بعض دوستوں کا کہنا ہے کہ کسی سے اِجازت لئے بغیر ایسی کوئی تسبیح پڑھنا نہیں چاہئے، کیونکہ ان تسبیحات کے خاص اثرات ہوتے ہیں جو بلا اِجازت پڑھنے کی صورت میں کبھی نقصان کا باعث بھی بن جاتے ہیں۔ ان دوستوں کا یہ مشورہ کہاں تک دُرست ہے؟ اُمید ہے تفصیل سے لکھیں گے۔

جواب:... آپ کے دوست غلط کہتے ہیں۔

آیتِ کریمہ کا ختم کتنے وقت میں کرنا صحیح ہے؟

سوال:... اسلامی فقہ کی رُو سے فرمائیں کہ آیتِ کریمہ یعنی سوا لاکھ ختم ایک دن میں کئی لوگ بیٹھ کر ختم کروانا، یا پانچ چھ دن میں ختم کروایا جاسکتا ہے؟

جواب:... جتنی مدّت میں ممکن ہو، کرنا صحیح ہے۔

آیتِ کریمہ کے ختم کے دوران کسی ضرورت سے اُٹھنا

سوال:... ہمارے خاندان میں اکثر آیتِ کریمہ کا ختم ہوتا رہتا ہے، جس میں زیادہ تر خواتین شرکت کرتی ہیں، ختم کے دوران نہ تو وہ کسی ضرورت کے لئے درمیان میں اُٹھتی ہیں اور نہ بات کرتی ہیں۔ کیا آیتِ کریمہ کے دوران کسی ضروری کام سے اُٹھ کر باہر جاسکتے ہیں؟ اور کیا شرکاء آپس میں بات کرسکتے ہیں؟ کیا اس سے ختم آیتِ کریمہ میں فرق پڑتا ہے؟

جواب:... جائز ہے۔ اس طرح آرام کی غرض سے تھوڑی دیر کے لئے باہر جاسکتے ہیں، ضرورت کی گفتگو بھی کرسکتے ہیں۔

بچوں کا آیتِ کریمہ کے ختم میں شریک ہونا

سوال:... جن بچوں کو آیتِ کریمہ اور دُرود شریف پڑھنی آتی ہو، اور پاک بھی ہوں، تو وہ ساتھ بیٹھ کر یہ ختم کرسکتے ہیں یا نہیں؟

جواب:... اگر وہ صحیح پڑھ سکتے ہیں، تو ان کی زبان تو معصوم ہے۔

غیرمؤکدہ سنتیں اور نوافل نہ پڑھنے والوں کا ذِکر واَذکار پر زور دینا کیسا ہے؟

سوال:... اکثر دیکھا گیا ہے بعض لوگ ذِکر اور اَوراد و وظائف کا بہت اِہتمام کرتے ہیں، جبکہ غیرمؤکدہ سنت، نفل، صلوٰۃ اَوّابین، چاشت، مغرب کی نفل، عشاء کی نفل اور ظہر کی نفل نمازوں کا اِہتمام اتنا نہیں کرتے، کیا ان کا یہ عمل دُرست ہے؟

جواب:... اگر فرض ادا کرتے ہیں اور اللہ کا ذِکر کرتے ہیں، تو آپ کو ان کے اس عمل سے خوش ہونا چاہئے، اللہ تعالیٰ ان کو

نوافل ادا کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

کیا قرآن و حدیث میں مذکورہ دُعائیں پڑھنے کے لئے کسی کی اجازت ضروری ہے؟

سوال:... قرآن اور حدیث کے اندر جو دُعائیں اور اَذکار وغیرہ ہیں، اور جن کے پڑھنے کی حضور پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے، کو پڑھنے کے لئے اِجازت ضروری ہے؟ اور اگر ہے تو کس سے لی جائے؟

جواب:... ان اَذکارِ مسنونہ اور دعواتِ ماثورہ کے لئے خصوصی اِجازت کی ضرورت نہیں، ہر مسلمان کو اس کی اِجازت ہے، البتہ اگر کسی شیخ و مرشد کے حکم سے کیا جائے تو اس پر برکت زیادہ ہوتی ہے۔ دیگر وظائف و عملیات جو کسی خاص مقصد کے لئے کئے جاتے ہیں، وہ کسی کی اِجازت و رہنمائی کے بغیر نہ کئے جائیں، ورنہ بعض اوقات نقصان اُٹھانا پڑتا ہے۔

کیا ''اعمالِ قرآنی'' کے وظائف کی اجازت لینے کی ضرورت نہیں؟

سوال:... بعض دفعہ انسان کو اپنی کسی بیماری یا کسی حاجت کے حصول کے لئے تعویذ کی ضرورت پڑتی ہے، تو وہ حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ کی کتاب ''اعمالِ قرآنی'' سے دیکھ کر تعویذ خود لکھ سکتا ہے اپنے لئے؟ یا کسی بزرگ سے اجازت کی ضرورت ہوگی؟

جواب:... یوں تو ''اعمالِ قرآنی'' کے وظائف کی حضرت مؤلفؒ کی طرف سے اِجازت ہے، مگر وظائف کسی سے مشورے کے بغیر نہیں کرنے چاہئیں۔

کیا وظائف کے لئے پشت پناہی ضروری ہے؟ نیز وظائف سے نقصان ہونا

سوال:... وظائف پڑھنے کے متعلق کیا حکم ہے؟ کیا کسی کی پشت پناہی لازمی ہے؟ زیادہ وظائف پڑھنے سے کیا نقصان کا اِحتمال ہے؟ حالانکہ ہر وقت خداوندکریم کی تعریف کی جاتی ہے۔

جواب:... جن اَوراد و وظائف کی قرآنِ کریم میں تعلیم دی گئی ہے، ان کو محض اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لئے پڑھا جائے تو کسی نقصان کا اِحتمال نہیں، اور اگر کسی خاص مقصد کے لئے وِرد و وظیفہ کرنا ہو، اس کے لئے کسی سے اِجازت لے لینی چاہئے۔

کیا اللہ تعالیٰ کے ناموں کا وِرد کے لئے کسی سے اجازت کی ضرورت ہے؟

سوال:... کیا اللہ تعالیٰ کے اسمائے گرامی کسی خاص تعداد میں وقتِ مقرّرہ پر پڑھنے کے لئے کسی بزرگ یا پیر وغیرہ سے اِجازت کی ضرورت ہے؟ کیونکہ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نام یا آیتِ کریمہ بہت جلالی ہوتی ہے، اس کا وظیفہ یا مسلسل وِرد بغیر اِجازت نہیں کرنا چاہئے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:... بہتر ہے کہ کسی بزرگ سے اِجازت لے لی جائے، کیونکہ اگر آدمی اپنے طور پر پڑھے گا تو اس کو یہ اِحساس نہیں رہے گا کہ مجھے کتنا پڑھنا چاہئے، کتنا نہیں پڑھنا چاہئے۔

کیا ''حصن حصین'' مستند ہے؟

سوال:... ۲۲رجون کے ''اِقرأ'' صفحے پر ایک صاحب نے سوال پوچھا ہے کتاب ''حصن حصین'' مستند ہے یا نہیں؟ لیکن آپ نے اس کا جواب نہیں دیا، برائے مہربانی آپ یہ بتائیں کہ یہ کتاب مستند ہے یا نہیں؟

جواب:... ''حصن حصین'' میں تمام دُعائیں باحوالہ نقل کی ہیں، اس لئے مستند ہے، اگرچہ بعض روایات کمزور بھی ہیں۔

ٹی وی دیکھتے ہوئے تسبیح پڑھنا

سوال:... میں ٹی وی دیکھنے کے دوران تسبیح پر دُرود یا دُوسرے مبارک کلمات پڑھتا ہوں، اس سے کوئی گناہ تو نہیں؟ اگر ایسا کرنے سے کوئی گناہ ہوا ہے تو اس کا کفارہ کیا ہے؟

جواب:... ٹی وی کا دیکھنا گناہِ کبیرہ ہے، اور یہ ملعون ہے، ایک طرف زبان سے پاک کلمات پڑھنا اور دُوسری طرف اس ملعون چیز کو دیکھنا سوائے گناہ کے اور کیا ہے...؟

مختلف رنگوں کے دانوں کی تسبیح کرنا

سوال:... ایک دھاگے میں مختلف قسم کے دانے پروکر جو تسبیح بنائی جاتی ہے، اور اس پر کلمہ یا دُرود وغیرہ کے وِرد کئے جاتے ہیں، بعض لوگ کہتے ہی کہ یہ ہندووں کی ''مالا'' کی نقل ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ذِکرِ اِلٰہی وغیرہ کے لئے قرونِ اُولیٰ میں ایسی تسبیحیں اِستعمال ہوتی تھیں؟ اگر نہیں تو کیا اسے بدعت کہا جائے گا؟

جواب:... ذِکرِ اِلٰہی کی گنتی کا تو بے شمار اَحادیث میں ذِکر آیا ہے۔[1] اگر ان احادیث کو جمع کروں تو ایک اچھا رسالہ بن جائے گا۔ اب گنتی کے لئے اگر کوئی ذریعہ اِختیار کیا جائے (مثلاً: گٹھلیاں رکھ لی جائیں یا تسبیح بنالی جائے) تو یہ مطلوبِ شرعی کو پورا کرنے کا ایک ذریعہ ہوگا۔ اور مطلوباتِ شرعیہ کے ذرائع کو بدعت نہیں کہا جاتا۔

مثلاً: بیت اللہ شریف کا سفر کرنا مطلوبِ شرعی ہے، اور اُونٹ سے لے کر ہوائی جہاز تک تمام سواریاں اس کا ذریعہ ہیں، ان سواریوں کے اِستعمال کو بدعت نہیں کہا گیا۔

احادیثِ نبویہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات) کا سیکھنا سکھانا بھی مطلوبِ شرعی ہے، اور حدیث کی کتابیں جو لکھی گئی ہیں، یا لکھی جاتی ہیں، یہ اس مطلوبِ شرعی کا ذریعہ ہے۔ کبھی کسی نے نہیں سنا ہوگا کہ کتابیں لکھنا بدعت ہے۔

---

(۱) وعن عكرمة عن ابن عباس قال: جاء الفقراء إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالوا .... فإذا صليتم فقولوا سبحان الله ثلاثًا وثلاثين مرة، والحمدلله ثلاثًا وثلاثين مرة، والله أكبر ثلاثًا وثلاثين مرة، ولَا إله إلّا الله عشر مرات ...إلخ. (ترمذی ج:۱ ص:۵۵، باب ما جاء في التسبيح إدبار الصلاة). أيضًا: عن صفية رضي الله عنها قالت: دخل عليَّ رسول الله صلى الله عليه وسلم وبين يدي أربعة آلاف نواة اسبح بهن، فقال: يا بنت حيي! ما هذا؟ قلت: أسبّح بهنّ! قال: سبحت منذ قمت على رأسك أكثر من هذا، قلت: علّمني يا رسول الله! قال: قولي: سبحان الله عدد ما خلق من شيء. هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه. (مستدرک حاکم ج:۱ ص:۵۴۷).

اسی طرح تسبیح کو سمجھ لیا جائے۔ یہ تسبیح بھی ذِکرِ اِلٰہی کا... جو مطلوبِ شرعی ہے... ایک ذریعہ ہے، اس کے بدعت ہونے کا کیا سوال۔ عربی میں تسبیح کو "مذکرہ"... یاد دِلانے والی... کہا جاتا ہے، یہ ہاتھ میں ہو تو زبان بھی ذِکر سے تر رہتی ہے، ورنہ غفلت ہو جاتی ہے۔

اگر محض اسی مصلحت کے لئے ہاتھ میں تسبیح رکھے کہ اس کے ذریعے حدیثِ نبوی کی تعمیل ہوتی ہے، تب بھی اس کو بدعت نہیں کہا جائے گا، کیونکہ سب جانتے ہیں کہ مقدمہ واجب کا، واجب ہوتا ہے، حرام کا حرام ہوتا ہے، مستحب کا مقدمہ، مستحب ہوتا ہے۔

"ہندوؤں کی مالا کی نقل" کا شبہ اس لئے غلط ہے کہ ساری عمر میں کبھی اس کا وسوسہ بھی نہیں آیا کہ تسبیح کا تخیل ہندوؤں سے لیا گیا ہے، کیونکہ خود ہماری شریعت میں ذِکرِ اِلٰہی کی خاص خاص مقداروں کا ذِکر ہے۔ کل کو... نعوذ باللہ... کوئی یہ کہہ دے گا کہ یہ مقداریں بھی ہندوؤں سے لی گئی ہیں۔

آپ کو یہ خیال کیوں نہ آیا کہ ہندوؤں نے مالا کا تصوّر مسلمانوں سے لیا ہے! مسلمانوں میں تسبیح تو قدیم زمانے سے چلی آتی ہے، چنانچہ حضرت جنید بغدادیؒ سے منقول ہے کہ ان سے عرض کیا گیا کہ اب تو آپ کو معیت اللہ اور دوامِ ذِکر کی دولت نصیب ہے، اب تسبیح کی کیا ضرورت ہے؟ فرمایا: جس رفیق کی معیت پر راستہ طے ہوا ہے، اب اس سے قطع تعلق کر لینا بے وفائی ہے۔

تسبیح پر ذِکر کرنے پر اعتراض اور اُس کا جواب

سوال:... آپ نے مؤرخہ ۲۴ر فروری ۱۹۸۹ء کے روزنامہ "جنگ" میں "اسلامی صفحہ" پر نجمہ رفیق صاحبہ کراچی کے سوال کے جواب میں چلتے پھرتے تسبیح پڑھنے کو جائز بلکہ بہت اچھی بات لکھا ہے۔ یہاں پر میرا مقصود آپ کے علم میں کسی قسم کا شک وشبہ کرنا نہیں، بلاشبہ آپ کا علم وسیع ہے، مگر جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے وہ یہ کہ تسبیح کے دانے پڑھنا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں داخل نہ تھا، اور نہ ہی اسے ذِکرُاللہ کہا جاسکتا ہے، ذِکرُاللہ کے عملی معنی اس سے بالکل مختلف ہیں۔ یہ ایک شرعی بدعت ہے، جو آج کل ہماری زندگی میں فیشن کی شکل میں داخل ہوگئی ہے۔

جواب:... تسبیح بذاتِ خود مقصود نہیں، بلکہ ذِکر کے شمار کرنے کا ذریعہ ہے، بہت سی احادیث میں یہ مضمون وارِد ہوا ہے کہ فلاں ذِکر اور فلاں کلمے کو سو مرتبہ پڑھا جائے تو یہ اَجر ملے گا۔[1] حدیث کے طلبہ سے یہ احادیث مخفی نہیں ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اس تعداد کو گننے کے لئے کوئی نہ کوئی ذریعہ ضرور اختیار کیا جائے گا، خواہ اُنگلیوں سے گنا جائے، یا کنکریوں سے، یا دانوں سے، اور جو ذریعہ بھی اِختیار کیا جائے وہ بہرحال اس شرعی مقصد کے حصول کا ذریعہ ہوگا، اور جو چیز کسی مطلوبِ شرعی کا ذریعہ ہو، بدعت نہیں کہلاتا، بلکہ فرض کے لئے ایسے ذریعے کا اِختیار کرنا فرض، اور واجب کے لئے ایسے ذریعے کا اِختیار کرنا واجب ہے، اسی طرح مستحب کے ایسے ذریعے کا اِختیار کرنا مستحب ہوگا۔

---

(۱) وعن عكرمة عن ابن عباس قال: جاء الفقراء إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالوا .... فإذا صليتم فقولوا سبحان الله ثلاثًا وثلاثين مرة، والحمدلله ثلاثًا وثلاثين مرة، والله أكبر ثلاثًا وثلاثين مرة، ولَا إله إلّا الله عشر مرات ...إلخ. (ترمذی ج:۱ ص:۵۵، باب ما جاء في التسبيح إدبار الصلاة).

آپ جانتے ہیں کہ حج پر جانے کے لئے بحری، بری اور فضائی تینوں راستے اِختیار کئے جاسکتے ہیں، لیکن اگر کسی زمانے میں ان میں سے دو راستے مسدود ہوجائیں، صرف ایک کھلا ہو، تو اسی کا اِختیار کرنا فرض ہوگا، اور اگر تینوں راستے کھلے ہوں تو ان میں کسی ایک کو اِختیار کرنا فرض ہوگا۔ اسی طرح جب تسبیحات واَذکار کا گننا شریعت میں مطلوب ہے اور اس کے حصول کا ذریعہ تسبیح بھی ہے، تو اس کو بدعت نہیں کہیں گے۔

۲:... متعدّد اَحادیث سے ثابت ہے کہ کنکریوں اور دانوں پر گننا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا اور اس سے منع نہیں فرمایا، چنانچہ:

الف:... سنن ابی داؤد[1] (ج:۱ ص:۲۱۰، باب التسبیح بالحصی) اور مستدرک حاکم (ج:۱ ص:۵۴۸) میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خاتون کے پاس گئے جس کے آگے کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں رکھی تھیں، جن پر وہ تسبیح پڑھ رہی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تجھے ایسی چیز بتاؤں جو اس سے زیادہ آسان اور اَفضل ہے؟

ب:... ترمذی شریف اور مستدرک حاکم (ج:۱ ص:۵۴۷) میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، میرے آگے چار ہزار گٹھلیاں تھیں جن پر میں تسبیح پڑھ رہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ عرض کیا: میں ان پر تسبیح پڑھ رہی ہوں! فرمایا: میں جب سے تیرے پاس کھڑا ہوا ہوں میں نے اس سے زیادہ تسبیح پڑھ لی ہے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے بھی سکھائیے۔ فرمایا: یوں کہا کرو سبحان اللہ عدد ما خلق من شیء۔[2]

حدیثِ اوّل کے ذیل میں صاحبِ "عون المعبود" لکھتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گٹھلیوں پر نکیر نہ فرمانا تسبیح کے جائز ہونے کی صحیح اصل ہے، کیونکہ تسبیح بھی گٹھلیوں کے ہم معنی ہیں، کیونکہ شمار کرنے کے لئے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ گٹھلیاں پروئی ہوئی ہوں یا بغیر پروئی ہوئی ہوں، اور جو لوگ اس کو بدعت شمار کرتے ہیں ان کا قول لائقِ اِعتبار نہیں۔"[3]

۳:... تسبیح ایک اور لحاظ سے بھی ذِکرِ اِلٰہی کا ذریعہ ہے، وہ یہ کہ تسبیح ہاتھ میں ہو تو زبان پر خود بخود ذِکر جاری ہوجاتا ہے، اور تسبیح

---

(۱) عن عائشة بنت سعد بن أبی وقاص عن أبيها انه دخل مع رسول الله صلى الله عليه وسلم علىٰ إمرأة وبين يديها نوىً أو حصى تسبح به فقال: أخبرك بما هو أيسر عليك من هٰذا أو أفضل؟ فقال: سبحان الله عدد ما خلق فى السماء ... إلخ. (سنن أبوداؤد ج:۱ ص:۲۱۰، باب التسبيح بالحصى، طبع ايچ ايم سعيد).

(۲) عن صفية رضى الله عنها قالت: دخل علىَّ رسول الله صلى الله عليه وسلم وبين يدى أربعة آلاف نواة اسبح بهن، فقال: يا بنت حيى! ما هٰذا؟ قلت: أسبّح بهنّ! قال: سبحت منذ قمت علىٰ رأسك أكثر من هٰذا، قلت: علّمنى يا رسول الله! قال: قولى: سبحان الله عدد ما خلق من شىء. هٰذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه. (مستدرک حاکم ج:۱ ص:۵۴۷).

(۳) (نوى) جمع نواة وهى عظم التمر (أو حصىٰ) شك من الراوى (تسبح) أى المرأة (به) أى بما ذكر من النواى أو الحصىٰ وهٰذا أصل صحيح لتجويز السبحة بتقريره صلى الله عليه وسلم فإنّه فى معناها إذ لَا فرق بين المنظومة والمنثورة فيما يعد به ولَا يعتد بقول من عدها بدعة. (عون المعبود ج:۱ ص:۵۵۵، ۵۵۶، طبع نشر السنة، ملتان).

نہ ہوتو آدمی کو ذِکر یاد نہیں رہتا، اسی بنا پر تسبیح کو "مذکرہ" کہا جاتا ہے، یعنی یاد دِلانے والی، اور اسی بنا پر صوفیاء اس کو "شیطان کے لئے کوڑا" کہتے ہیں کہ اس کے ذریعے شیطان دفع ہوجاتا ہے اور آدمی کو ذِکر سے غافل کرنے میں کامیاب نہیں ہوتا۔ پس جب ذِکرِ اِلٰہی میں مشغول رہنا مطلوب ہے اور تسبیح کا ہاتھ میں ہونا اس مشغولی کا ذریعہ ہے تو اس کو بدعت کہنا غلط ہوگا، بلکہ ذریعہ ذِکرِ اِلٰہی ہونے کی وجہ سے اس کو مستحب کہا جائے تو بعید نہ ہوگا۔

چلتے پھرتے یا مجلس میں ذکر کرتے رہنا جبکہ ذہن متوجہ نہ ہو، کیسا ہے؟

سوال:... میری عادت ہے کہ میں اکثر یہ کوشش کرتا ہوں کہ "لا اِلٰہ اِلَّا اللہ" کا وِرد کرتا رہوں، چنانچہ یوں ہوتا ہے کہ میں کسی مجلس میں بیٹھا ہوتا ہوں اور دِل میں وِرد کرتا رہتا ہوں، اسی طرح کالج آتے جاتے یا کلاس رُوم میں بیٹھے وِرد کرتا رہتا ہوں اور درمیان میں لوگوں سے بات چیت بھی کرلیتا ہوں، یعنی یہ ذکر خشوع وخضوع کے بغیر ہوتا ہے اور دھیان اکثر کسی اور طرف ہوتا ہے، کیا جان بوجھ کر اس طرح ذکر کرنا صحیح ہے یا ذکر کی بے ادبی ہے؟ نیز ایک عالم فرماتے ہیں کہ صرف "لا اِلٰہ اِلَّا اللہ" کا وِرد صحیح نہیں بلکہ نو دس دفعہ کے بعد "لا اِلٰہ اِلَّا اللہ" کے ساتھ کم از کم ایک بار "محمد رسول اللہ" (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی کہنا ضروری ہے، نیز صرف یہ ذکر نہ کریں بلکہ بدل بدل کر سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر وغیرہ سب کا وِرد کریں۔ جبکہ میرے خیال میں تو یہ پابندی لازمی نہیں جبکہ احادیث میں کثرت کلمہ طیبہ کی ترغیب آئی ہے اور کہیں بھی یہ نہیں کہا گیا کہ صرف یہی ذکر کرنا منع ہے، اس بارے میں بھی آپ رہنمائی فرمادیں۔

جواب:... کلمہ شریف کا لساناً یا قلباً ذکر کرتے رہنا مطلوب بھی ہے اور محمود بھی۔[1] اور درمیان میں ضروری بات چیت کا ہوجانا خلافِ ادب نہیں، خشوع اور خضوع اگر نصیب ہوجائے تو سبحان اللہ، ورنہ نفسِ ذِکر بھی خالی از فائدہ نہیں کہ اس کی برکت سے اِن شاء اللہ خشوع بھی نصیب ہوگا، وقفے وقفے سے درمیان میں "محمد رسول اللہ" صلی اللہ علیہ وسلم بھی ضرور کہہ لینا چاہئے، اور دیگر اذکار بھی اگر وقتاً فوقتاً ہو تو بہت اچھا ہے، ورنہ جس ذِکر کے ساتھ قلب کو مناسبت ہوجائے وہی اَنفع ہے، اِن شاء اللہ اسی سے بیڑا پار ہوجائے گا۔

کیا دُرودِ ابراہیمی صرف مرد ہی پڑھ سکتے ہیں؟ نیز کیا یہ وظائف میں رُکاوٹ ہے؟

سوال:... مجھے دُرودِ ابراہیمی کی فضیلت کے بارے میں بتایئے، چونکہ میں پابندی کے ساتھ ایک عرصے سے پڑھتی رہی ہوں، مگر اَب میں نے سنا ہے کہ یہ صرف مرد پڑھ سکتے ہیں، اور عورتوں کو اس کی سخت ممانعت ہے۔ اس کا پڑھنا دیگر وظائف میں رُکاوٹ کا سبب بھی ہے۔ مولانا صاحب! مجھے تفصیلاً دُرودِ ابراہیمی کی فضیلت اور آداب کے بارے میں معلومات درکار ہیں۔

جواب:... نماز کے آخری قعدہ میں "التحیات" کے بعد جو دُرود شریف پڑھا جاتا ہے، اس کو "دُرودِ ابراہیمی" کہتے ہیں، یہ دُرود کے تمام صیغوں سے افضل ہے۔ آپ کو کسی نے غلط بتایا کہ عورتوں کو اس کے پڑھنے کی ممانعت ہے۔ اور یہ بھی غلط ہے کہ یہ دُوسرے وظائف میں رُکاوٹ کا سبب ہے۔

---

(۱) عن عبداللہ بن بسر أن رجلًا قال: یا رسول اللہ! إن شرائع الإسلام قد کثرت علیّ فأخبرنی بشیء أتشبث به، قال: لا یزال لسانک رطبًا من ذکر اللہ۔ وعن أبی سعیدٍ الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم سئل أی العباد أفضل درجة عند اللہ یوم القیامة؟ قال: الذاکرین اللہ کثیرًا ... الخ۔ (ترمذی ج:۲ ص:۱۷۳، باب ما جاء فی فضل الذکر)۔

دُرود شریف کتنا پڑھنا چاہئے؟

سوال:...میں ہر نماز کے بعد دُرود شریف کی ایک تسبیح پڑھتا ہوں، کیا دُرود شریف زیادہ سے زیادہ پڑھ سکتا ہوں؟

جواب:...اپنی صحت، قوت اور فرصت کا لحاظ رکھتے ہوئے جتنا زیادہ دُرود شریف پڑھیں، موجبِ سعادت و برکت ہے۔

دُرود شریف پڑھنا کب واجب ہوتا ہے؟

سوال:...میں نے پڑھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی پڑھتے اور سنتے ہی دُرود شریف پڑھنا چاہئے، پوچھنا یہ ہے کہ پڑھتے اور سنتے وقت آپ کا اسمِ گرامی ایک سے زیادہ دفعہ ذِکر ہوا ہو، تو ہر اسمِ گرامی کے بعد دُرود شریف پڑھنا چاہئے یا ایک دفعہ دُرود شریف پڑھ لیا جائے تو بہتر ہوگا؟ اور اس طرح کرنے سے کوئی گناہ تو نہیں ہوگا؟

جواب:...جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک نام مجلس میں پہلی بار آئے تو تمام اہلِ مجلس پر دُرود شریف پڑھنا واجب ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور جب مکرّر آئے تو ہر بار دُرود شریف پڑھنا واجب نہیں، بلکہ مستحب ہے۔ (۱)

سب سے افضل دُرود شریف کونسا ہے؟

سوال:...سب سے افضل دُرود شریف کونسا ہے جو کہ افضل بھی ہو اور مختصر بھی؟ مثلاً میں نماز والے دُرود شریف (وہ دُرود شریف جو التحیات کے بعد نماز میں پڑھا جاتا ہے) کے علاوہ مندرجہ ذیل دُرود شریف کا کثرت سے وِرد کرتا ہوں: "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ"۔

جواب:...سب سے افضل تو نماز والا دُرود شریف ہے، اور جو اَلفاظ آپ نے لکھے ہیں، وہ بھی بہت خوب ہیں، مختصر ہونے کی وجہ سے اس کا وِرد آسان ہے۔

کیا اکیلے دُرود شریف کے وِرد کا اُتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا مل بیٹھ کر پڑھنے کا؟

سوال:...کیا تنِ تنہا خضوع و خشوع کے ساتھ دُرود شریف کا وِرد کرنے کا بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا لوگوں کے ساتھ حلقہ بنا کر ختم شریف میں دُرود شریف پڑھنے کا ملتا ہے؟

جواب:...تنہائی میں پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے کہ اس میں ریاکاری کا اندیشہ نہیں۔

بغیر وضو دُرود شریف کا وِرد کرنا

سوال:...بغیر وضو دُرود شریف پڑھنا کیسا ہے؟ ایک شخص بغیر وضو راستے میں جاتے ہوئے منہ میں دُرود شریف کا وِرد کرتا جاتا ہے، اس کا یہ فعل قابلِ گرفت تو نہیں؟

---

(۱) وحاصله أن الوجوب يتداخل في المجلس فيكتفي بمرة للحرج كما في السجود إلّا انه يندب تكرار الصلوٰة في المجلس الواحد. (ردالمحتار ج:۱ ص:۵۱۶، باب صفة الصلاة، مطلب في وجوب الصلاة عليه كلما ذكر عليه الصلاة والسلام).

جواب:... دُرود شریف باوضو پڑھنا افضل ہے، اور وضو کے بغیر جائز ہے۔

دُرود "صلوٰۃ تنجینا" کا حکم

سوال:... میں نے پڑھا تھا کہ "صلوٰۃ تنجینا" ایک ہزار بار پڑھنے سے اللہ تعالیٰ ہر مشکل آسان کردیتے ہیں، یا جس مشکل میں پڑھیں مراد پوری کرتے ہیں، کیا میں کسی بھی نیک حاجت کے لئے بار بار پڑھ سکتی ہوں؟ یعنی جب تک وہ پوری نہیں ہوتی۔

جواب:... مجھے یہ معلوم نہیں۔ بہرحال یہ دُرود شریف اچھا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے لئے کیا مشکل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دُرود شریف کی برکت سے مشکلات آسان فرمادے...!

ناپاکی کے دِنوں میں اسمائے حسنیٰ کی تسبیح کرنا

سوال:... کیا اسمائے حسنیٰ کی تسبیح ناپاکی کے دِنوں میں کی جاسکتی ہے؟

جواب:... کوئی حرج نہیں۔ ناپاکی میں قرآنِ کریم کی تلاوت ممنوع ہے، دُوسرا کوئی ذِکر ممنوع نہیں۔

"تسبیح فاطمہ" کو کس اُنگلی سے شروع کریں؟

سوال:... "تسبیحِ فاطمہ" پڑھتے وقت شہادت کی اُنگلی سے شروع کرے یا چھوٹی اُنگلی سے شروع کرے؟

جواب:... جہاں سے چاہے شروع کرے۔

مغرب سے عشاء تک کا وقت مسجد میں تلاوت و تسبیحات میں گزارنا

سوال:... ہم چند اَحباب عموماً روزانہ مغرب سے لے کر نمازِ عشاء تک مسجد میں بیٹھے رہتے ہیں، اس مختصر عرصے میں کبھی ہم اِنفرادی طور پر تلاوت و تسبیحات کرتے ہیں، کبھی روزہ، نماز، طہارت کے مسائل سیکھتے یا سکھاتے ہیں، کبھی مستند علمائے کرام کی کتابیں وغیرہ پڑھ کر سناتے ہیں۔ ہم میں ملازمت پیشہ اور تاجر حضرات بھی ہیں، ہمارا واحد مقصد اس قیام میں یہ ہے کہ روپیہ پیسہ کمانے کے چکر سے نجات حاصل کرکے یہ مختصر وقت اللہ اور رسول کے ذِکر میں گزاریں۔ کچھ حضرات کہتے ہیں یہ بدعت ہے اور سنت کے خلاف ہے۔

جواب:... اس میں تین عمل ذِکر کئے گئے ہیں:

۱:... مغرب سے عشاء تک کا وقت مسجد میں گزارنا، اور یہ عمدہ ترین عبادت ہے۔

۲:... اِنفرادی اعمال تلاوت و تسبیحات، ان کا عبادت ہونا واضح ہے۔

۳:... دِین کے مسائل سیکھنا سکھانا اور علمی مذاکرہ کرنا، یہ بھی بہترین عبادت ہے۔

الغرض! آپ کا یہ معمول شرعاً مامور بہ مستحب ہے، اس کو بدعت کہنا غلط ہے۔

"لَا اِلٰہ اِلّا اللہ وحدہٗ لَا شریک لہ"، "اللّٰھم أجرنی من النار" وغیرہ پڑھنے کے فضائل

سوال:...ایک جگہ کتاب میں، میں نے پڑھا کہ "اللھم اصبحت اشھدک" جو شخص دن میں پڑھے، تو دِن کے گناہ معاف، اور رات میں پڑھے تو رات کے گناہ معاف۔ اسی طرح "لَا اِلٰہ اِلّا اللہ وحدہٗ لَا شریک لہٗ" پڑھنے سے دس گناہ مٹ جاتے ہیں، اور دس نیکیوں کا اِضافہ ہوتا ہے۔ اسی طرح صبح کے وقت بعد نمازِ فجر اور شام کے وقت بعد نمازِ مغرب "اللّٰھم اجرنی من النار" سات یا گیارہ دفعہ پڑھیں تو اگر اس دن اس کا اِنتقال ہوگیا تو جہنم سے آزاد ہوجائے گا۔ یہ تینوں باتیں کہاں تک دُرست ہیں؟

جواب:...تینوں باتیں ٹھیک ہیں،(۱) واللہ اعلم!

درجات کی بلندی کے لئے وظائف پڑھنا

سوال:...سوال یہ ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک حدیث ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن بعد نمازِ عصر اسی ہیئت پر بیٹھ کر ۸۰ دفعہ دُرود شریف پڑھے گا اس کے اَسّی سال کے گناہ معاف ہوں گے اور اَسّی درجے جنت میں بڑھیں گے۔ سوال یہ ہے کہ جن کی عمر ابھی ۸۰ سال نہیں ہوئی تو ان کے ۸۰ سال کے گناہ کیسے معاف ہوں گے؟

جواب:...اگر اَسّی سال کی عمر ہوئی تو گناہ معاف ہوجائیں گے، ورنہ اتنے درجات بلند ہوجائیں گے۔

سوال:...اِستغفار، دُرود شریف، دُعائیں، تیسرا کلمہ سب سے زیادہ ثواب کس چیز کے پڑھنے کا ہے؟

جواب:...کلمہ شریف سب سے افضل ہے (تیسرا کلمہ بھی اس میں داخل ہے)،(۲) دُوسرے مرتبے پر دُرود شریف ہے، اور تیسرے مرتبے پر اِستغفار ہے، مگر ہم جیسے لوگ جو گناہوں میں ملوّث ہیں ان کے لئے اِستغفار افضل ہے، تاکہ ظاہری و باطنی گناہوں سے پاک ہوکر دُرود شریف اور کلمہ شریف پڑھ سکیں۔

عذابِ قبر کی کمی اور نزع کی تکلیف کی کمی کا وظیفہ

سوال:...وہ وظیفہ بتلائیں جس کے کرنے سے قبر کا عذاب کم ہوتا ہو، اور نزع کے وقت کی تکلیف کم ہوتی ہو۔

جواب:...عذابِ قبر کے لئے سونے سے پہلے سورۂ تبارک الذی پڑھنی چاہئے، اور نزع کی آسانی کے لئے یہ دُعا پڑھنی چاہئے: "اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی سَکَرَاتِ الْمَوْتِ وَغَمَرَاتِ الْمَوْتِ"۔(۳)

---

(۱) "اللّٰھم إنی أصبحت أشھدک" (ابوداؤد)۔ "لَا إلٰہ إلّا اللہ وحدہ لَا شریک لہ ...إلخ" (مشکوٰۃ ص:۲۱۰، باب ما یقول عند الصباح والمساء)۔ "اللّٰھم اجرنی من النار" (ابوداؤد)۔

(۲) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: أفضل الذکر لَا إلٰہ إلّا اللہ، وأفضل الدعاء الحمد للہ۔ (ترمذی ج:۲ ص:۱۷۶، باب الدعوات)۔

(۳) عن عائشۃ انھا قالت: رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو بالموت وعندہ قدح فیہ ماء وھو یدخل یدہ فی القدح ثم یمسح وجھہ بالماء ثم یقول اللّٰھم أعنّی علٰی غمرات الموت وسکرات الموت۔ (سنن الترمذی ج:۱ ص:۱۱۷)۔

کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مظلوم کو ظالم کے خلاف بددُعا سے منع فرمایا ہے؟

سوال:... میں نے کہیں پڑھا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظالم کے لئے بددُعا کرنے سے مظلوم کو منع فرمایا ہے۔ حقیقت سے آگاہ کریں۔

جواب:... مجھے یہ حدیث تو یاد نہیں، البتہ ایک حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہؓ ایک شخص کو بُرا بھلا کہہ رہی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ: عائشہ! تم اس کا بوجھ ہلکا کیوں کرتی ہو...؟[1]

غیرمسلم مذہبی پیشوا سے دُعا کروانا

سوال:... کیا مسلمان کسی اور مذہب کے عالم یا مذہبی پیشوا سے یہ درخواست کرسکتا ہے کہ وہ اس کے لئے یا اس کے گناہوں کی مغفرت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرے؟

جواب:... غیرمذہب کا آدمی یا مذہبی پیشوا خود ہی مبتلائے عذاب ہے، اس سے یہ کہنا کہ میرے لئے دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے عذاب سے بچائے، بالکل فضول بات ہے۔

کیا ٹخنوں سے نیچے شلوار، پاجامہ پہننے والے کی دُعا قبول ہوتی ہے؟

سوال:... اگر کوئی مرد ٹخنوں سے نیچے پاجامہ یا شلوار پہنتا ہے اور پھر اس حالت میں دُعا بھی کرتا ہے تو شرعاً کیا اس مرد کی دُعا قبول ہوگی کہ نہیں؟

جواب:... خود سوچ لیجئے کہ عین اس حالت میں جبکہ آدمی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر رہا ہو، اس کی دُعا کیا قبول ہوگی...؟[2]

ٹخنے ڈھانپنے والے کی دُعا نہ قبول ہونے پر اِعتراض کا جواب

سوال:... دُوسرا مسئلہ دُعا سے متعلق ہے، جس میں سائل نے یہ سوال کیا ہے کہ: ''اگر کوئی مرد ٹخنوں سے نیچے پائجامہ یا شلوار پہنتا ہے اور پھر اس حالت میں دُعا بھی کرتا ہے تو شرعاً کیا اس کی دُعا قبول ہوگی کہ نہیں؟'' جواب مرحمت فرمایا گیا کہ: ''خود سوچ لیجئے کہ عین اس حالت میں جبکہ آدمی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر رہا ہو، اس کی دُعا قبول ہوگی؟''

جنابِ والا! کیا خیال ہے؟ ایک داڑھی منڈے شخص اور منافق کی دُعا کے علاوہ مشرک، کافر، زِندیق اور خود شیطان کی اس

---

(۱) عن عائشة قالت: سرق لها شيء فجعلت تدعو عليه فقال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم: لَا تسبخى عنه. وفى الحاشية: قوله لَا تسبخى عنه .... أى لَا تخففى إثم السرقة عنه أو العقوبة بدعائك عليه. زاد أحمد اى الإمام دعيه بذنبه وكأنه صلى الله عليه وآله وسلم رآها وهى فى الغضب فأشار إلى أن مقتضى الغضب تتميم العقوبة له والدعاء عليه يخفف العقوبة عنه فاللائق بذالك ترك الدعاء ومراده صلى الله عليه وسلم أن تترك الدعاء إلّا أن تتم له العقوبة. (سنن أبى داوٗد ج:۲ ص:۳۱۶، كتاب الأدب، باب فيمن دعا على من ظلمه).

(۲) وعن ابن عمر أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: لَا ينظر الله يوم القيامة إلى من جرّ إزاره بطرًا. متفق عليه. (مشكٰوة ص:۳۷۳، كتاب اللباس، الفصل الأوّل).

وقت کی دُعا جب وہ نافرمانی کے عروج پر تھا، اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کرکے اپنی حیات تاقیامت کی قبولیت حاصل کرچکا تھا، مولانا تھانویؒ، ڈاکٹر عبدالحیؒ، مولانا رُومؒ سب آپ کی نگاہ میں اور ان کی تعلیمات آپ کے پیشِ نظر ہیں، کیا دُعا کوئی بھی رَدّ ہوتی ہے؟ بس اس کے درجے مختلف ہیں، کوئی فی الفور اور کوئی آخرت میں!

آپ کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ مجھ سے واقف بھی ہیں اور میں ایک علمی جواب چاہتا ہوں۔ صرف منہ بند کرنے یا عوام الناس کو مسکت ہونے والا جواب مجھے درکار نہیں۔ خدا کرے آپ بخیریت ہوں، دُعاؤں میں یاد رکھئے، اُمید ہے آپ کو میرا لہجہ ناگوار نہ گزرے گا۔

جواب:... آنجناب نے حضرت تھانویؒ، حضرت عارفیؒ اور حضرت رُومیؒ کا حوالہ جو نقل فرمایا ہے، وہ سرآنکھوں پر، لیکن میں آپ کو صحیح مسلم شریف کی حدیث سناتا ہوں:

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: بے شک اللہ تعالیٰ پاک (طیب) ہیں، نہیں قبول فرماتے مگر پاک چیز کو، اور بے شک اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو بھی اسی بات کا حکم فرمایا ہے، جس کا رسولوں کو حکم فرمایا ہے، چنانچہ اِرشاد فرمایا کہ: ''اے رسولو! تم پاکیزہ چیزیں کھاؤ، اور نیک عمل کرو۔'' (یہ حکم تو رسولوں کو ہوا) اور (اہلِ اِیمان کو حکم کرتے ہوئے) اِرشاد فرمایا کہ: ''اے ایمان والو! ہم نے تم کو جو رِزق دیا ہے اس کی پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ۔''

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا ذِکر فرمایا جو (حج کے لئے) طویل سفر کرتا ہے، بال پراگندہ، بدن غبار سے اَٹا ہوا، وہ آسمان کی طرف ہاتھ پھیلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو ''یا رَبّ! یا رَبّ!'' کہہ کر پکارتا ہے، حالانکہ اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام، اس کا لباس حرام، اور اس کی غذا حرام، اب اس کی دُعا کیسے قبول ہو؟''[1]

حدیث شریف کے آخری فقرے میں آنجناب کے سوال کا جواب ہے کہ ایسے نافرمان کی دُعا کیسے قبول ہو؟

ٹخنوں سے نیچے پاجامہ رکھنا تکبر ہے،[2] اور تکبر تمام باطنی گناہوں میں سب سے بدتر گناہ ہے۔ جس کو ''اُمّ الکبائر'' اور ''اُمّ الخبائث'' کہا جاتا ہے۔ جو شخص عین حالتِ دُعا میں اُم الکبائر کا مرتکب ہو، فرمائیے! اس کی دُعا کیا قبول ہوگی...؟

رہا ان اکابرؒ کا حوالہ! تو یہ سمجھ لیجئے کہ قبولیتِ دُعا کے دو معنی ہیں، ایک مطلوبہ چیز کا مل جانا، ان اکابرؒ کے حوالوں میں یہی معنی مراد ہیں۔ اور دُوسرے، دُعا پر حق تعالیٰ شانہٗ کی رضا کا مرتب ہونا، اور اللہ تعالیٰ کا دُعا کرنے والے بندے سے خوش ہوجانا۔ حدیث شریف میں اسی قبولیت کی نفی ہے، اور میرے فقرے میں بھی یہی معنی مراد ہیں۔ عین دُعا کی حالت میں بھی جو شخص اللہ تعالیٰ کی

---

(۱) عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا أيها الناس! إن الله طيّب لَا يقبل إلّا طيّبًا، وإن الله أمر المؤمنين بما أمر المرسلين، فقال: يا أيها الرسل كلوا من الطيبات واعملوا صالحًا، إنّي بما تعملون عليم. وقال: يا أيها الذين اٰمنوا كلوا من طيّبات ما رزقناكم. قال: وذكر الرجل يطيل السفر أشعث أغبر يمد يده إلى السماء يا رَبّ! يا رَبّ! ومطعمه حرام ومشربه وملبسه حرام وغذي بالحرام فأنّى يستجاب لذالك. (سنن الترمذي ج:۲ ص:۱۲۳، باب ومن سورة البقرة، طبع دهلي)

(۲) وعن ابن عمر أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لَا ينظر الله يوم القيامة إلى من جرّ إزاره بطرًا۔ متفق عليه۔ (مشكٰوة ص:۳۷۳، كتاب اللباس، الفصل الأوّل)۔

نافرمانی کرتے ہوئے کبیرہ گناہ (بلکہ اُمّ الکبائر) کا مرتکب ہو، اس کی دُعا پر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیا مرتب ہوگی...؟ اُمید ہے مزاج بعافیت ہوں گے۔

دُعا کی قبولیت کے لئے وظائف پڑھنا کیوں ضروری ہیں؟

سوال:... ہم اللہ پاک سے سیدھے سادے الفاظ میں دُعا مانگتے ہیں اور اپنا مقصد پیش کرتے ہیں۔ کسی وجہ سے دُعا قبول نہیں ہوتی، لیکن اگر کوئی بزرگ بتادے (یا بہت سی کتابیں بھی ملتی ہیں) کہ ہر نماز کے بعد یا فجر کی نماز کے بعد (وغیرہ) یہ آیت اتنی بار پابندی سے پڑھو، اس کے بعد مقصد پورا بھی ہوجاتا ہے، تو ایسا کیوں ہے؟ دُعاؤں کو قبول کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے، تو یہ فرق کیوں ہے کہ وظیفہ پڑھا جائے تب ہی کامیابی ہو، ورنہ نہیں؟

جواب:... دُعا تو ہر ایک کی قبول ہوتی ہے، مگر شرط یہ ہے کہ حضورِ قلب کے ساتھ ہو۔ اور بعض وظائف جو قبولیتِ دُعا کے لئے بتائے جاتے ہیں، ان کی حیثیت ایک درجہ وسیلے کی ہوتی ہے، روز تسلسل کے ساتھ جو دُعا کی جائے وہ اقرب الی القبول ہے، اس لئے کوئی اِشکال نہیں۔

دُعا ضرور قبول ہوتی ہے، مایوس نہیں ہونا چاہئے

سوال:... محترم! دُعا کی قبولیت کے لئے کونسا عمل کرنا اللہ کو قبول ہے، جس سے دُعا جلدی قبول ہو؟ اس لئے کہ دُعا کرتے رہو اور قبول نہ ہو، تو پھر اِنسان مایوسی کا شکار ہوجاتا ہے، اور بعض دفعہ یقین میں کمزوری آنے لگتی ہے۔

جواب:... دُعا بارگاہِ اِلٰہی میں اپنے عجز و عبدیت کو پیش کرنے کے لئے ہے، اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ تم دُعا کرو، میں قبول کروں گا۔ اس لئے دُعا تو ہر حال میں قبول ہوتی ہے۔ البتہ قبولیت کی صورتیں مختلف ہیں:

۱:... کبھی حکمتِ اِلٰہی میں بہتر ہوتا ہے تو وہی چیز عنایت فرمادیتے ہیں۔

۲:... کبھی اس سے بہتر چیز دے دی جاتی ہے۔

۳:... کبھی اس دُعا کی برکت سے کوئی آفت و مصیبت ٹال دی جاتی ہے۔

۴:... کبھی ان دُعاؤں کو آخرت کا ذخیرہ بنادیا جاتا ہے۔

بہرحال یقین رکھنا چاہئے کہ دُعا ضرور قبول ہوگی، مایوس نہیں ہونا چاہئے۔

الحمد شریف اور تعوّذ پڑھنے کے باوجود اَحکامِ اِلٰہی کی خلاف ورزی اور شیطان کا تسلط کیوں ہوتا ہے؟

سوال:... ہم ہر نماز میں الحمد شریف پڑھتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ سے خاص دُعا ہے۔ اس کے بعد اَحکامِ اِلٰہی کی خلاف ورزی

بھی کرتے ہیں۔ دُوسرے یہ کہ شیطان کو کھلی چھٹی ملی ہوئی ہے کہ لوگوں کو بہکاتا ہے۔ دُوسری طرف ہم ہر نماز میں اعوذ باللہ پڑھتے ہیں، اس کے باوجود نماز میں شیطان بہکاتا رہتا ہے۔ اعوذ باللہ پڑھ کر ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں، تو جب اللہ کی پناہ حاصل ہوجاتی ہے، تو پھر شیطان کیسے بہکاتا ہے؟ یعنی شیطان ہی کا غلبہ رہتا ہے ایسا کیوں ہے؟

جواب:... اوّل تو جس حضورِ قلب سے دُعا کرنی چاہئے وہ ہم نہیں کرتے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ جن بندوں کو پناہ عطا فرمادیتے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ شیطان ان کو بہکانے کی کوشش بھی نہیں کرتا، وہ کوشش کرتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ ان بندوں کی حفاظت فرماتے ہیں، اور اگر کبھی نفس و شیطان کی شرارت سے ان سے غلطی ہوجاتی ہے تو فوراً رُجوع اِلی اللہ کرتے ہیں اور توبہ و اِستغفار کرتے ہیں، جن سے ان کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ یہ بھی پناہ کی ایک صورت ہے کہ ان پر شیطان کو ہمہ وقتی تسلط حاصل نہیں ہوا، بلکہ توبہ و اِستغفار کی برکت سے ان کے درجاتِ قرب اور بھی بلند ہوگئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہم دُعائیں کیوں مانگتے ہیں؟

سوال:... حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کی دُعاؤں کے محتاج نہیں، اگر یہ صحیح ہے تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دُعا کیوں مانگتے ہیں؟

جواب:... دو وجہ سے، ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم محتاج نہیں، مگر ہم محتاج ہیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مانگنے کا حکم دینا ہمارے احتیاج کی وجہ سے ہے، تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے رحمتِ خداوندی ہماری طرف متوجہ ہو اور ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق و محبت میں اضافہ نصیب ہو۔ خلاصہ یہ کہ ہمارے حق محبت کا تقاضا ہے۔ دُوسری وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرب و رضائے خداوندی کے درجاتِ عالیہ پر فائز ہیں، مگر ہر لحہ ان درجات میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور اُمت کے مخلصین کی جتنی بھی دُعائیں اور دُرود و سلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچیں گے اسی قدر ان درجات میں اضافہ ہوگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات قرب و رضا میں ترقی کے انوار بھی اُمت کی طرف منعکس ہوں گے۔ [1]

ماثورہ دُعائیں پڑھنے کا اثر کیوں نہیں ہوتا؟

سوال:... مختلف احادیث میں بعض دُعاؤں کے پڑھنے پر جان و مال وغیرہ کی حفاظت کا وعدہ فرمایا گیا ہے، یا طلب پوری ہونے کی خوشخبری وغیرہ ہے۔ اس بارے میں ایک آدمی کی سوچ یہ ہے کہ مسلمان ہونے کے ناتے ہمارا یہ ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات غلط نہیں ہوسکتی، دُوسری طرف بعض اوقات ہم دیکھتے ہیں کہ ہم حدیث میں منقول کوئی دُعا وغیرہ پڑھتے ہیں لیکن حدیث میں منقول مقصد حاصل نہیں ہوتا، اس کی وجہ دراصل یقین کی کمی اور اعمال کی کمی ہوتی ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

---

(۱) مزید تفصیل اور حوالہ جات کے لئے دیکھئے: ص:۴۱۱ تا ۴۱۷ عنوان ''ایصالِ ثواب''۔

جواب:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ برحق ہے،[۱] لیکن بعض اوقات ہمارے ان دُعاؤں کے پڑھنے میں جیسا اِستحضار ہونا چاہئے وہ نہیں ہوتا،[۲] اور کبھی ہمارے اعمالِ بد اس مقصد سے مانع ہوجاتے ہیں،[۳] اس کی مثال ایسی ہے کہ اطباء ایک دوا کی خاصیت بیان کرتے ہیں جس کا بارہا تجربہ ہوچکا ہے لیکن کبھی دوا کا وہ مطلوب اثر ظاہر نہیں ہوتا، تو اس کا سبب یہ نہیں کہ یہ دوا اثر نہیں رکھتی بلکہ اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ کوئی عارض اس اثر سے مانع ہوجاتا ہے۔

ہماری دُعا قبول کیوں نہیں ہوتی؟

سوال:... آپ سے ایک بات پوچھنا ہے، وہ یہ کہ ہماری دُعائیں کیوں پوری نہیں ہوتیں؟ بعض لوگ نہ نماز قرآن پڑھتے ہیں، نہ حقوق العباد کا خیال رکھتے ہیں، مگر پھر بھی انہیں کوئی پریشانی، کوئی غم نہیں، کوئی بیماری نہیں، خوشحال ہیں اور ہر طرح سے خوش اور دُنیاداری میں مگن ہیں، جبکہ بعض لوگ نماز، قرآن کے پابند بھی ہیں، مختلف پریشانیوں میں گھرے ہوئے ہیں، بیماری جان نہیں چھوڑتی، ایسے میں بہت افسوس ہوتا ہے، آخر اس طرح سے کیوں ہے؟ خدا تعالیٰ ان کی کیوں نہیں سنتا؟ اس پر خودکشی کے خیال آنے لگتے ہیں۔

جواب:... یہاں چند باتیں اچھی طرح سمجھ لینی چاہئیں۔

اوّل یہ کہ کسی شخص کی دُعا کا بظاہر قبول ہونا، اس کے مقبول عنداللہ ہونے کی دلیل نہیں، اور کسی شخص کی دُعا کا بظاہر قبول نہ ہونا اس کے مردود ہونے کی علامت نہیں، بلکہ بعض اوقات معاملہ برعکس ہوتا ہے کہ ایک شخص عنداللہ مقبول ہے مگر اس کی دُعائیں بظاہر قبول نہیں ہوتیں، اور دُوسرا شخص اللہ تعالیٰ کی نظر میں ناپسندیدہ ہے مگر اس کی دُعا فوراً قبول ہوجاتی ہے۔ شیخ تاج الدین ابن عطاء اللہ اسکندری رحمہ اللہ کی کتاب میں ایک حدیث پڑھی تھی، جس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ ایک شخص دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ اس کا کام فوراً کردو، کیونکہ اس کا ہاتھ پھیلانا مجھے پسند نہیں، اور ایک شخص دُعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ اس کا کام کرنے میں توقف کرو، کیونکہ اس کا ہاتھ پھیلانا اور میرے سامنے اس کا گڑگڑانا مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔

دوم یہ کہ کسی شخص کو دُعا کی توفیق ہوجانا بہت بڑی نعمت ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ پھیلائے اس کو یہ بدگمانی ہرگز نہیں ہونی چاہئے کہ اس کی دُعا قبول ہوگی یا نہیں؟ بلکہ یقین رکھنا چاہئے کہ حق تعالیٰ شانہ اپنی رحمت سے دُعا ضرور قبول فرمائیں گے۔ ابوداؤد، ترمذی، ابنِ ماجہ اور مستدرک حاکم میں حدیث ہے کہ حق تعالیٰ بہت ہی کریم اور صاحبِ حیا ہیں، جب بندے اس کی پاک بارگاہ میں ہاتھ پھیلاتے ہیں تو اس کو شرم آتی ہے کہ وہ ان کو خالی ہاتھ واپس کردیں۔[۴]

---

(۱) "وما ینطق عن الھویٰ إن ھو إلّا وحیٌ یوحٰی" (النجم: ۴)۔

(۲) عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ادعوا اللہ وأنتم موقنون بالإجابۃ، واعلموا ان اللہ لا یستجیب دعاء من قلب غافل لاہٍ۔ رواہ الترمذی۔ (مشکوٰۃ ص:۱۹۵، کتاب الدعوات، الفصل الثانی)۔

(۳) عن حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: والذی نفسی بیدہ! لتأمرن بالمعروف ولتنھون عن المنکر، أو لیوشکن اللہ أن یبعث علیھم عذابًا منہ فتدعونہ فلا یستجیب لکم۔ (ترمذی ج:۲ ص:۳۹)۔

(۴) حدثنی أبو عثمان رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إنّ ربکم حیٌّ کریم یستحی من عبدہ إذا رفع یدیہ إلیہ أن یردّھما صفرا۔ (أبوداؤد ج:۱ ص:۲۱۶ باب الدعاء، طبع ایچ ایم سعید)۔

سوم یہ کہ ہماری کوتاہ نظری اور غلط فہمی ہے کہ ہم جو چیز اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں، اگر وہی چیز مل جائے تو ہم سمجھتے ہیں دُعا قبول ہوگئی، اور اگر وہی مانگی ہوئی چیز نہ ملے تو سمجھتے ہیں کہ دُعا قبول نہیں ہوئی، حالانکہ قبولیتِ دُعا کی صرف یہی ایک شکل نہیں۔ مسندِ احمد کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جب بھی بندۂ مسلم دُعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس دُعا کی برکت سے تین چیزوں میں سے ایک چیز ضرور عطا فرماتے ہیں، یا تو جو کچھ اس نے مانگا وہی عطا فرمادیتے ہیں، یا اس کی دُعا کو ذخیرۂ آخرت بنادیتے ہیں، یا اس دُعا کی برکت سے اس شخص سے کسی آفت کو ٹال دیتے ہیں (مشکوٰۃ)۔[1]

الغرض! دُعا تو ضرور قبول ہوتی ہے، لیکن قبولیت کی شکلیں مختلف ہیں، اس لئے بندے کا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مانگتا رہے اور پورا اطمینان رکھے کہ حق تعالیٰ شانہ اس کے حق میں بہتر معاملہ فرمائیں گے، دُعاؤں کے قبول نہ ہونے کی وجہ سے تنگ دِل ہوجانا، اور اللہ تعالیٰ سے ناراض ہوکر خودکشی کے خیالات میں مبتلا ہونا آدمی کی کم ظرفی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ بندے کی دُعا ضرور قبول ہوتی ہے، بشرطیکہ جلدبازی سے کام نہ لے، عرض کیا گیا کہ جلدبازی کا کیا مطلب؟ ارشاد فرمایا کہ: جلدبازی یہ ہے کہ آدمی یوں سوچنے لگے کہ میں نے بہتیری دُعائیں کیں مگر قبول ہی نہیں ہوئیں اور تھک کر دُعا کرنا چھوڑ دے۔[2]

جب ہر چیز کا وقت مقرّر ہے، تو پھر دُعائیں کیوں مانگتے ہیں؟

سوال:... میں نے سنا ہے اور یقین بھی ہے اس بات پر کہ ہر چیز کا ایک وقت مقرّر ہے، مثلاً: شادی، موت، پیدائش وغیرہ۔ تو پھر ہم لوگ دُعائیں کیوں مانگتے ہیں؟ مثلاً: بعض لڑکیاں شادی کے لئے وظیفے پڑھتی ہیں تو کیا فائدہ؟ اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے شادی کا جو وقت مقرّر کیا ہے، شادی تو اسی وقت پر ہوگی۔ کیا ہمارے وظیفے پڑھنے اور دُعائیں مانگنے سے پہلے ہوجائے گی؟ ہمارے دُعائیں مانگنے سے کیا خدا تعالیٰ تقدیر کا لکھا بدل دے گا؟

جواب:... اللہ تعالیٰ نے دُنیا کو دارالاسباب بنایا ہے، اور دُعا بھی اسباب میں سے ایک سبب ہے، اور اسباب تقدیر کے مخالف نہیں بلکہ تقدیر کے ماتحت ہیں۔[3] دیکھئے! ہم بیمار پڑتے ہیں تو علاج معالجہ کرتے ہیں، یہ علاج معالجہ بھی تقدیر کے ماتحت ہے، اگر

---

(۱) عن أبی سعید الخدری ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: ما من مسلم یدعو بدعوة لیس فیها إثم ولَا قطیعة رحم إلّا أعطاه الله بها إحدیٰ ثلاث، إمّا ان یعجّل له دعوته، وإمّا أن یدّخرها له فی الآخرة، وإمّا أن یصرف عنه من السوء مثلها، قالوا: إذًا نکثر، قال: الله اکثر۔ رواه أحمد۔ (مشکوٰة ص:۱۹۶، کتاب الدعوات)۔

(۲) قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: یستجاب للعبد ما لم یدع بإثم أو قطیعة رحم ما لم یستعجل، وقیل: یا رسول الله! ما الإستعجال؟ قال: یقول: قد دعوت، وقد دعوت فلم أر یستجاب لی، فیستحسر عند ذالک ویدع الدعاء۔ (مشکوٰة ص:۱۹۴، کتاب الدعوات)۔

(۳) عن سلمان الفارسی قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لَا یرد القضاء إلّا الدعاء، ولَا یزید فی العمر إلّا البر۔ رواه الترمذی۔ عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ان الدعاء ینفع مما نزل ومما لم ینزل، فعلیکم عباد الله بالدعاء۔ رواه الترمذی۔ (مشکوٰة ص:۱۹۵، کتاب الدعوات، الفصل الثانی)۔ أیضًا: ان من القضاء ردّ البلاء بالدعاء فالدعاء سبب لرد البلاء۔ (إحیاء العلوم ج:۱ ص:۳۲۸، کتاب الأذکار والدعوات، الباب الخامس ...إلخ)۔

اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا تو علاج معالجے سے شفا ہوجائے گی، اور اگر منظور نہیں ہوگا تو نہیں ہوگی۔ یہی حال دُعاؤں کا سمجھنا چاہئے کہ یہ بھی تقدیر کے ماتحت ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا تو مانگی ہوئی چیز مل جائے گی، نہیں منظور ہوگا تو نہیں ملے گی، اور یہ بھی یاد رہنا چاہئے کہ دُعا اپنی احتیاج اور بندگی کے اظہار کے لئے ہے، اس لئے بندے کو اپنا کام (اظہار عجز و بندگی) کرتے رہنا چاہئے، اللہ تعالیٰ کا کام اس پر چھوڑ دینا چاہئے:

حافظ وظیفہ تو دُعا گفتن است وبس
دربندآں مباش کہ نہ شنید یا شنید

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا وظیفہ

سوال:... میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا چاہتی ہوں، مہربانی کرکے کوئی ایسا پڑھنے کا عمل بتائیے کہ ہمیں خواب میں یا بیداری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو، مجھے بڑا شوق ہے، کوئی ایسا پڑھنے کا عمل بتائیے کہ ہم آسانی سے کرسکیں اور میری طرح دُوسرے لوگ جو اس کے خواہش مند ہیں وہ کرسکیں۔

جواب:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوجانا بڑی سعادت ہے، یہ ناکارہ تو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے ذوق کا عاشق ہے، ان کی خدمت میں کسی نے عرض کیا کہ: حضرت! دُعا کیجئے کہ خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوجائے۔

ارشاد فرمایا: ”بھائی! تمہارا بڑا حوصلہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت چاہتے ہو، ہم تو اپنے آپ کو اس لائق بھی نہیں سمجھتے کہ خواب میں روضۂ اطہر ہی کی زیارت ہوجائے۔“

بہرحال اکابر فرماتے ہیں کہ دو چیزیں زیارت میں معین و مددگار ہیں، ایک ہر چیز میں اتباعِ سنت کا اہتمام، دوم کثرت سے دُرود شریف کو وِردِ زبان بنانا۔

تحفۂ دُعا (دُعائے انسؓ)

سوال:... آج کل جیسا کہ آپ جانتے ہیں ملکی حالات خراب ہیں، جلاؤ گھیراؤ کی فضا ہے، کسی کی جان و مال اور عزّت محفوظ نہیں، اس کے لئے دُعا بتلادیں۔ ہم نے سنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی کوئی دُعا حضرت انس رضی اللہ عنہ کو سکھلائی تھی، اگر اس کی نشاندہی ہوجائے تو عنایت ہوگی۔

جواب:... آپ کی خواہش پر وہ دُعا تحریر کی جاتی ہے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خادمِ خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ کو سکھلائی تھی۔ اس کی برکت سے وہ ہر قسم کے مظالم اور فتنوں سے محفوظ رہے۔ اس دُعا کو علامہ سیوطیؒ نے جمع الجوامع میں نقل فرمایا ہے اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اس کی شرح فارسی زبان میں تحریر فرمائی ہے، اور اس کا نام ”استیناس انوار القبس فی شرح دعاء انس“ تجویز فرمایا ہے، ذیل میں ہم دُعائے انسؓ اور اس کی فارسی شرح کا اُردو ترجمہ پیش کرتے ہیں، آنجناب، حضرات

علماء وطلباء و مبلغینِ اسلام اور تمام اہلِ اسلام صبح و شام اس دُعا کو پڑھا کریں، اِن شاء اللہ انہیں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی، وہ دُعا یہ ہے:

"بِسْمِ اللهِ عَلٰى نَفْسِىْ وَدِيْنِىْ، بِسْمِ اللهِ عَلٰى اَهْلِىْ وَمَالِىْ وَوَلَدِىْ، بِسْمِ اللهِ عَلٰى مَا اَعْطَانِىَ اللهُ، اَللهُ رَبِّىْ لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا. اَللهُ اَكْبَرُ، اَللهُ اَكْبَرُ، اَللهُ اَكْبَرُ وَاَعَزُّ وَاَجَلُّ وَاَعْظَمُ مِمَّا اَخَافُ وَاَحْذَرُ عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ. اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِىْ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ مَّرِيْدٍ، وَّمِنْ شَرِّ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ، فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِىَ اللهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، اِنَّ وَلِيِّ اللهُ الَّذِىْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ."

"ایں دُعا انس بن مالک است رضی اللہ عنہ کہ خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بود و دہ سال خدمت آنحضرت کرد، و آنحضرت او را با التماس مادرش بدعاء خیر در دُنیا و آخرت مشرف و مخصوص ساختہ و حق سبحانہ وتعالیٰ بدعاء آنحضرت در عمر و مال و اولاد وے برکت عظیم دادہ، و عمرش از صد سال متجاوز شدہ و اولاد صلبی اش بصد تن رسیدہ ہفتاد و سہ تن از ذکور و باقی اناث و باغ و بستان وے در یک سال دو بار میوہ مے داد، ایں برکات دُنیا است، برکات آخرت را خود چہ تواں گفت۔

شیخ جلال الدین سیوطی کہ از اعاظم علماء حدیث است در کتاب جمع الجوامع مے آرد کہ ابوالشیخ در کتاب ثواب و ابن عساکر در تاریخ آوردند کہ روزے انس رضی اللہ عنہ نزد حجاج بن یوسف ثقفی نشستہ بود۔ حجاج حکم کرد تا چہار صد اسپ از اجناس مختلفہ در نظر وے آوردند پس بانس گفت۔ ہرگز دیدی کہ صاحب ترا یعنی محمد رسول اللہ را مثل ایں، اسپاں و دیگر اسبابِ دولت و مکنت بود؟ فرمود بخدا سوگند تحقیق دیدم من نزد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چیز ہا بہتر ازیں و شنیدم از رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کہ فرمودہ است۔ اسپ کہ مردم نگاہ دارند سہ قسم است، یکے: اسپ نگاہدارد تا در راہ خدا جہاد کند، و با دشمنانِ دِین داد غزا دہد۔ بول و سرگین و گوشت و پوست و خون آں روز قیامت ہمہ در میزان اعمال وے باشد۔ و دیگرے اسپ نگہدارد تا در حاجات خود سوار شود و رفع پیادگی کند۔ و دیگرے اسپاں نگہدارد برائے نام و آوازہ، تا مردم بینند بگویند کہ فلاں چنیں و چنداں اسپ دارد۔ جائے او در آتش دوزخ بود۔ و اسپان تو اے حجاج! ازیں قبیل است۔ حجاج بشنیدن ایں حدیث بہم برآشفت و نائرہ غضب وے تیز شد۔ و گفت اگر ملاحظہ خدمت تو اے انس کہ پیغمبر را کردہ صلی اللہ علیہ وسلم و کتاب امیر المؤمنین یعنی عبدالملک بن مروان کہ در سفارش و رعایت احوال تو بمن نوشتہ نمی بود۔ مے کردم بتو امروز آنچہ مے کردم۔ انس گفت لا واللہ ہرگز نتوانی کرد و بچشم بد بجانب من؟ دید۔ بدرستی شنیدم من از پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کلماتے کہ ہمیشہ در پناہ آں کلماتم۔ و نترسم بآں کلمات از سطوت ہیچ سلطانے و شر ہیچ شیطان۔ حجاج از ہیبت ایں کلام از خود

رفت۔ واز ساعتے برآورد و گفت بیاموز آں مرا، یا ابا حمزہ آں کلمات را۔ گفت ہرگز نیاموزم ترا بخدا سوگند کہ تو نہ اہل آنی۔

تا چوں وقت رحلت انس رضی اللہ عنہ در رسید آبان کہ خادم وے بود بر سرش آمد فریادش زد۔ انس رضی اللہ عنہ گفت چہ خواہی؟ گفت! آں کلمات را کہ حجاج از تو طلبید و تو بوے ندادی و ادر انیاموختی۔ گفت بلے بیاموزم ترا آں کلمات را و تو اہل آنی۔ خدمت کردم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دہ سال پس درگزشت وے از دُنیا در حالے کہ راضی بود از من و تو نیز، اے آبان خدمت کردی مرا دہ سال و در مے گزرم من از دُنیا در حالے کہ راضی ام از تو بگو در بامداد و شام ایں کلمات را نگاہ دار د خدائے تعالیٰ از ہمہ آفات۔

"بسم اللہ علی نفسی و دینی" حرز مے کنم و پناہ سازم بنام خدا بر نفس خود و دِین خود، تواند کہ مراد بہ بسم اللہ مجموع بسم اللہ الرحمٰن الرحیم باز کہ بجزء اولش اکتفا نمودہ۔ چنانچہ گویند چہ مے خوانی گوید الحمد للہ مے خوانم و مراد تمام سورہ است، و تخصیص کرد حرز را بنفس و دین، زیرا کہ بناء تحصیلی بر کمال واصل در مبدا و مآل نفس و دین است، باز تقدیم کرد نفس را از جہت بودن وے موقوف علیہ تحصیلی کمال دِینی و دُنیاوی۔ ولہٰذا بقا او در تہلکہ حرام است و ابقائے او حتی الامکان واجب و در مسائل شرعیہ مے آرند کہ اگر یکے را لقمہ در گلو بند شود و وم آبے کہ بوے آں لقمہ بند شدہ را فرو برد بہم نرسد شراب خوردن کہ باجماع در شرع حرام است دریں حالت اورا حلال گردد۔ بلکہ واجب بود تا بقاء نفس و حیات فانی کہ سبب حصول حیات حقیقی جاودانی ست گردد و اجراء کلمہ کفر بر زبان باطمینان قلب بایماں در حالت جبر و اکراہ نیز از ہمیں قبیل است و از برائے نگاہداشت جاں اگر ناشائستگی بگویند و دل برقرار خود بود ت رخصت است بجہت ابقاء نفس و دِین، و اگر صبر کنند، و عمل بہ عزیمت نمایند آں خود اعلیٰ و ارفع است ایں مسئلہ در کتب فقہ بتفصیل مذکور است از آنجا باید طلب داشت۔

"بسم اللہ علیٰ اھلی و مالی و ولدی" بعد از حفظ و احراز نفس و دین و اہل و مال و ولد را یاد کرد کہ اسباب بقائے نفس و دین و ممد و معاون آنند و جدا بسم اللہ بر سر آنہا آورد و بہمان لفظ بسم اللہ کہ در اول آورد بسندگی، نکرد و نگفت بسم اللہ علیٰ نفسی و دینی و اہل و مالی و ولدی۔ و سلوک ایں طریقہ در عبادت نزد ارباب معانی اشارت کند بر آنکہ ہر دو قسم یعنی ہر چہ اول مذکور شدہ و آنچہ در آخر ذکر یافتہ مقصود است، و اعتناء و اہتمام بہر دو علی السویہ است و اہل و آل ہر دو بیک معنی است گاہے بمعنی تابعاں و پسراں استعمال یابند و گاہے بمعنی اولاد۔ ایں جا چوں اولاد در آخر ذکر یافتہ معنی اول مناسب تر ست و مال و منال چوں در مقام مدح و استحسان مذکور گرد د مراد بداں مال حلال افتد۔ کہ وسیلہ آخرت گردد حفظ و احراز آں تخم سعادت و مثمر کمال ست۔ باقی ہمہ مایہ وبال و نکال۔ وولد بمعنی اولاد بود خواہ ذکور خواہ اناث، و وجود اولاد نیز از اسباب قوت و معاضدت بازوی دین و دولت است۔

و فرزند اگر رشید بود و صالح موجب سعادت دُنیا و آخرت است۔ و در حدی آمدہ است کہ سہ چیز از

آدمی زاد بعد از رفتن وے از دُنیا باقی مے ماند یکے علم دین کہ با اہل آں آموختہ باشد و ایں سلسلہ را کہ منتہی بجناب رسالت است صلی اللہ علیہ وسلم بر پا دارد۔ و دیگر خیر جاری کہ در آنجا منفعت بندگان خدا باشد۔ و بعد از وے بجا ماند:

خوش آنکس کہ ماند پس از وے بجا

پل و مسجد و چاہ و مہماں سرا

و دیگر فرزند صالح کہ بعد از مردنش بدعا ایماں یاد آورد تا موجب آمرزیدن گناہاں و باعث رفع درجات پدر گردد۔ و در حدیث بہ ہمیں ترتیب واقع است ذکر شاں بدیں ترتیب اشارت است بفضل علم و مال بردار دریں باب۔ از اں کہ وجود ولد صالح در آخر زمان نادر است۔ و در بعضے روایات ذکر ولد بر ذکر مال تقدیم یافتہ و بیشک ولد از مال عزیز تر و محبوب تر باشد، و حفظ و احراز وے مطلوب تر و مقدم تر بود۔

"**بسم اللہ علی ما اعطانی اللہ**" حرزے کنم بنام خدا بر ہر نعمتے کہ داد مرا خدا۔ چوں ذکر کرد چند نعمت مخصوص را کہ اصل و عمدۂ نعمتہائے دُنیا و آخرت است۔ بعد از اں لفظ عام آورد تا ہمہ نعمتہائے اصل و فرع و کلی و جزی را شامل باشد و حقیقت ہر نعمتہائے وے تعالیٰ بیرون دائرہ امکان است **و ان تعدوا نعمة اللہ لا تحصوھا۔ ان الانسان لظلوم کفار**۔ آدمی بر نفس خود ظلم کند و کفران نعمت ورزد۔ ازیں جہت فرمود ان الانسان لظلوم کفار بصیغہ مبالغہ و جائے دیگر میفر مایدو **ان تعدوا نعمة اللہ لا تحصوھا، ان اللہ لغفور رحیم**۔ یعنی اگر نہ مغفرت و رحمت وے تعالیٰ بودے کار بر آدمی زاد بدیں کافر نعمتی و ناسپاسی کہ در او دنگ بودے، مغفرت و رحمت وے تعالیٰ نیز از نعمت ہائے او است۔ اصل ایں است باقی ہمہ ہیچ در حدیث آمدہ است در دنیا مدہیچ یکے بہشت را الا بفضل خدا و رحمت وے تعالیٰ، شکر ایں نعمت باید گزارد۔ و بیکار نہ نشست سیّد العالمین صلی اللہ علیہ وسلم چنداں در نماز شب ایستادے کہ پایہائے مبارکش بیاماسیدے و خون از انہا واں شدے گفتند یا رسول اللہ! آخر نہ گناہان اوّل و آخر ترا امرزیدہ اند؟ **قولہ تعالیٰ: لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر**۔ دیگر ایں ہمہ تعب و مشقت چیست۔ فرمودے وے تعالیٰ مرا بخشید و بخشیدن وے نعمتی است عظیم، اگر شکر ایں نعمت نکنم، بندۂ شاکر نباشم۔ سیّد اوّلین و آخرین کہ عالم و عالمیاں طفیل او بند، ایں ہمہ تعب کشد و بندگی کند دیگراں را خود چہ گوید۔

"**اللہ ربی لا اشرک بہ شیئًا**" خدا است پروردگار من! شریک نمی گردانم با وے ہیچ چیز را۔ فضل ایں کلمہ و خاصیت وے در رفع محنت و شدت آنچہ پیش آید مرد را از حوادث و دواہی در احادیث بسیار واقع شدہ و حقیقت معنی وے شہود توحید افعالی است کہ ہر چہ پیش آید ہمہ را از پیش گاہ داند و در دام شرک خفی نیفتد بہ حسن ظن بہ پروردگارش کہ چو در تربیت اوست ہر چہ کند صلاح کار بندہ ہمدراں خواہد بود ولیکن ایں در حق کسی بود کہ دائم

متوجہ وملتجی بجناب لطف وکرم اوست تعالیٰ شانہ وتمام امور خود را بوے تفویض نمودہ و پرتو از نور ولایت بر ناصیہ حالش نافتہ و پروردگار تعالیٰ بلطف خاص متولی اُمور او شدہ، والا مذہب آنست کہ اصلح بر باری تعالیٰ واجب نبود، ہرچہ خواہد کند **لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون۔**

تنبیہ:... مراد حقیقی بآنکہ در شرع ورود یافتہ ہر کہ ایں دُعا بخواند جزائش انیست آں بود کہ متحقق براں حال ومتصف بمعنی آں شود والا مجرد حرکت جوارح وجنبانیدن زبان چنداں کفایت نہ کند۔ مگر آنکہ بنص شارع معلوم شود کہ ایں خاصیت در مجرد لفظ ونفس صرف وصوت است۔ آں زماں اثر بخاصیت براں لفظ مرتبیت گردد و حاجت بدرک معنی نباشد۔

د باوجود آں بے کار نباید نشست وعمل موقوف آں حال نباید داشت۔ فضل خدا واسع است ووے سبحانہ مجیب الدعوات بندگان است بہرحال کہ بکنند رعایت شرائط وآداب حسابے ست۔ ولیکن فضل وکرم وے تعالیٰ بیرون دائرہ حساب است۔ مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ وباللہ التوفیق چنانچہ در باب اخلاص وریا درعمل از شیخ شیوخ زمان خود شہاب الملۃ والدین السہر وردی پرسیدند چہ کار باید کرد چوں عمل کنیم ریا راہ یابد واگر نکنیم بیکار نشینم۔ فرمود عمل کنید واز ریا استغفار نمائید بیکار نشستن مصلحت نیست آخر ایں عمل اگر دوام پذیرفت ہم بنورانیت عمل سر اخلاص در دل پیدا شود اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

"**اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر واعز واجل واعظم مما اخاف و احذر**" خدا بزرگ تر وغالب ترست از چیزیکہ مے ترسم من۔ وبیم دارم از اں چیز۔ در بعضے روایات واعظم بعد از اجل نیز مذکورست۔ کبریا وعزت وعظمت وجلال در معنی نزدیک ہم آیند واگر کبریا را باعتبار ذات وعزت را بافعال وعظمت را باسماء و جلالت را بصفات اعتبار نمایند دور نہ باشد، وچوں نفس بجبلیت بے یقینی وخودترسی دہراسے از اغیار دارد خصوصاً در جائیکہ معاملہ باغالب تر از خودش افتد چنانچہ سلاطین وجباراں، دریں کلمہ بااستحضار عظمت وکبریا الٰہی کہ مستلزم اشتعال وانقداح نور یقین ست دلیرش ساخت۔ کہ ہاں اے نفس مترس! کہ پروردگار تو بزرگ تر وغالب تر از دُشمن تست:

گر دشمنت قوی ست نگہبان قوی ترست- تو
از مولیٰ تعالیٰ بترس تاہمہ از تو بترسند

من خاف عن اللہ خاف عنہ کل شیء ودریں کلمہ تنبیہ است براں کہ در وقت معاملہ باغالب باطن را مملو ومعمور بکبریائے حق دار تا ہیبت وعظمت بیگانہ را در دل جائے نماند ودر سطوت نور عظمت وجلال وے تعالیٰ جباریت وقہاریت دیگراں مضمحل ومتواری گردد۔

"**عز جارک**" غالب است ہمسایہ تو وپناہ آرندہ بتو چوں احضار کبریا۔ حق وشہود عظمت او کرد از غیب

بمقام حضور آمد و خطاب کرد و ہمسائیگی حق بدوام توجہ و التجا بجناب لطف و تمسک بذیل عزت اوست ہر کہ ملتجی بجناب عزت اوست ہرگز مقہور و مغلوب نگردد۔

عزیز تو خواری بیند ز کس

"وجل ثناؤک" وبزرگ است ثنائے تو ہیچ کس بکنہ صفات کمال تو وقدرت لایزال نرسد۔ ضعیف راقوت دہی وقوی راضعیف گردانی، تعز من تشاء وتذل من تشاء صفت تست۔

"ولَا اِلٰه غیرک" ونیست ہیچ معبود بحق جز تو "اللّٰهم انی اعوذ بک من شر نفسی" چوں منبع تمام۔ شرور وقبائح۔ وباعث بے یقینی وبے ثباتی نفس است پناہ جست بخدا از شروے وہر چہ از شر آدمی زاد رسد ہمہ از نفس اوست پیغمبر فرمود صلی اللہ علیہ وسلم رَبِّ لَا تکلنی الٰی نفسی طرفة عین ولَا اقل من ذٰلک، پروردگارا! مگزار مرا بنفس من یک چشم زدن بلکہ کمتر ازاں۔ مرادائم باخود دار! ودر مشاہدہ عظمت خود بگزار، تا یک چشم زدن اغیار مجال تاثیر وتصرف وغلبہ برمن نیاشد۔

"ومن شر کل شیطان مرید، ومن شر کل جبار عنید" وپناہ بجویم بتو از شر ہر شیطان راندہ شدہ واز شر ہر سلطان متکبر مائل از راہ راست معاند حق۔ معنی عناد از راہ است برآمدن ومخالف شدن برحق را باوجود شناخت آں۔ چوں تدبیر کار شر وسلطنت وملک اغوا واضلال بشیطان حوالہ کردہ اند وبریں قیاس حال جباراں وقہاراں را کہ مسلط بر خلائق اند استفادہ از شر ایشاں از واجبات وقت باشد۔ وشیاطین دو قسم اند۔ شیاطین جن ابلیس وجنودے۔ وشیطان انس ظلمہ واعوان ایشاں۔ اوّل اشارت باول است۔ وثانی بثانی وقوت وہمیہ کہ در سرشت آدمی زاد نہادہ اند واو راشیطان عالم انفس گویند نمونہ از شیطان عالم آفاق است کہ بر عقل وجمیع قویٰ ومشاعر سلطنتے دارد مگر برعقل مصفا دو منور بنور یقین کہ بحکم "ان عبادی لیس لک علیهم سلطان" سلطنت وے ازاں مقہور ومنتفی ست واستعاذہ از شر وے کہ معدوم رابصفت موجود و باطل را در لباس حق نماید نیز واجب است وزوال خوف از ماسوائے حق جز بدفع وازالہ وہم صورت نہ بندد ودر حقیقت استعاذہ از شر نفس ست چنانچہ در فقرۂ اول مذکور شد۔

"فان تولوا فقل حسبی الله لَا اله الّا هو علیه توکلت وهو رب العرش العظیم" ایں آیتے است از قرآن مجید کہ حق سبحانہ وتعالیٰ برسول خود صلی اللہ علیہ وسلم امر کردہ مے فرماید۔ پس اگر پشت دہند کافراں روئے بجانب حق نیابند۔ واز قبول آں اعراض نمایند بگوائے محمد وائے محبوب من وائے محفوظ ومعصوم من "حسبی الله" بس است مرا خدا۔ لَا اِلٰه الّا هو۔ نیست ہیچ معبودے بحق مگر وے علیه توکلت بروے گزاشتم کاروبار خود را وکیل خود گردانیدم اورا۔ وهو رب العرش العظیم ووے پروردگار عرش عظیم است کہ عظیم تر وبالا تر از وے خلقے در عالم اجسام پیدا نہ شدہ چوں سوق کلام در رفع جباراں وقہاراں ودفع بیم وہراس ایشاں بود۔

واصل و مادہ آں شہود قہر و عظمتِ الٰہی تعالیٰ است مقطع کلام بر سنن مطلع آوردہ ختم سخن بر عظمت کردہ۔ واگر اصحاب حرز وارباب دعوت مراقبہ احاطہ عرشِ الٰہی باملاحظہ ایں اضافت دریں وقت نمایند در حفظ وصیانت ادخل باشد۔

چنانچہ قطب الوقت شیخ ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ در حزب البحر کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تلقین نمودہ است ودر باب حرز وحفظ تریاقِ اکبر است فرمودہ: **ستر العرش مسبول علینا وعین اللہ ناظرة الینا، وبحول اللہ لا یقدر احد علینا واللہ من ورائھم محیط**۔ پردۂ عرش بر ما زرہشتہ وعین عنایت وعصمتِ الٰہی۔ بجناب ما ناظر دیگر بقوت الٰہی ہیچ کس را قدرت بر ما نباشد۔ قدرت وے تعالیٰ ہمہ را محیط ست کہ راہ بیرون آمدن از حیطہ قدرت او محال ست **وھو الکبیر المتعال**۔

فائدہ:... وصیت مشائخ شاذلیہ است قدس اللہ اسرارہم مر مریداں را نجواندن ایں دُعا یعنی: "**حسبی اللہ لا الٰہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم**" گفتہ اند کہ یکے باشد کہ وے را در ہیچ وردے نباشد الا ہمیں ورد کفایت کند اورا از جمیع اوراد۔ وگفتہ اند کہ در خواندن ایں دُعا گر فہم وحضور نباشد نیز مؤثر ومقبول ست۔ وعدد خواندن آں دہ کرات است بعد از نماز صبح وبعد مغرب واگر ہفت بار بخوانند نیز کفایت است بلکہ ایں بصحت روایت اقرب است وحاصل آں توحید وجہ بجناب حق و اِخلاص مطلب است باشہود و عظمت وے تعالیٰ وتبری از ماسوا وترک تدبیر واختیار۔ **رزقنا اللہ وثبتنا علیٰ ھٰذہ الطریقة المستقیمة**۔

"**ان ولیّ اللہ الذی نزل الکتٰب وھو یتولّی الصّٰلحین**" در بعضے روایات ایں کلمہ نیز در آخر دُعا مذکور است۔

ترجمہ: بدرستی وراستی کہ دوست ومتولّی تمام امور من خدا است کہ فرد فرستادہ است کتاب کہ در وے تدبیر تمامہ اُمورِ دُنیا وآخرت کردہ است یعنی قرآن مجید را۔ ووی سبحانہ وتعالیٰ دوست میدارد وتولیت اُمور میکند مر صالحین را **اللّٰھم اجعلنا من الصالحین**، ودُعا قنوت والتحیات را نیز در وقتی بتقریبی ترجمہ وشرحی کردہ شدہ بود آں نیز منقول ومسطور میگردد۔ فقط۔"

ترجمہ:... "یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی دُعا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادمِ خاص تھے۔ دس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی والدہ کی استدعا پر ان کو خیر دُنیا وآخرت کی دُعا سے مشرف ومخصوص فرمایا تھا، اور حق سبحانہ وتعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا کی برکت سے ان کی عمر و مال اور اولاد میں عظیم برکت عطا فرمائی، چنانچہ ان کی عمر سو سال سے زیادہ ہوئی اور ان کی صلبی اولاد کی تعداد سو کو پہنچی ہے۔ جن میں تہتر مرد تھے اور باقی عورتیں۔ اور ان کا باغ سال میں دو بار پھل لاتا، یہ دُنیا کی برکات تھیں (جو بطفیل دُعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو حاصل ہوئیں) باقی آخرت کی برکات کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔

شیخ جلال الدین سیوطیؒ جلیل القدر حافظِ حدیث ہیں، انہوں نے ''جمع الجوامع'' میں نقل کیا ہے کہ ابو الشیخؒ نے ''کتاب الثواب'' میں اور ابنِ عساکرؒ نے اپنی تاریخ میں یہ واقعہ روایت کیا ہے کہ ایک دن حضرت انس رضی اللہ عنہ حجاج بن یوسف ثقفی کے پاس بیٹھے تھے۔ حجاج نے حکم دیا کہ ان کو مختلف قسم کے چار سو گھوڑوں کا معائنہ کرایا جائے۔ حکم کی تعمیل کی گئی، حجاج نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا: فرمائیے[1]! اپنے آقا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی اس قسم کے گھوڑے اور ناز و نعمت کا سامان کبھی آپ نے دیکھا؟ فرمایا: بخدا! یقیناً میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بدر جہا بہتر چیزیں دیکھیں اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: جن گھوڑوں کی لوگ پرورش کرتے ہیں، ان کی تین قسمیں ہیں، ایک شخص گھوڑا اس نیت سے پالتا ہے کہ حق تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرے گا اور دادِ شجاعت دے گا۔ اس گھوڑے کا پیشاب، لید، گوشت پوست اور خون قیامت کے دن تمام اس کے ترازوئے عمل میں ہوگا۔ اور دُوسرا شخص گھوڑا اس نیت سے پالتا ہے کہ ضرورت کے وقت سواری کیا کرے اور پیدل چلنے کی زحمت سے بچے (یہ نہ ثواب کا مستحق ہے اور نہ عذاب کا)۔ اور تیسرا وہ شخص ہے جو گھوڑے کی پرورِش نام اور شہرت کے لئے کرتا ہے، تاکہ لوگ دیکھا کریں کہ فلاں شخص کے پاس اتنے اور ایسے ایسے عمدہ گھوڑے ہیں، اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اور حجاج! تیرے گھوڑے اسی قسم میں داخل ہیں۔ حجاج یہ بات سن کر بھڑک اُٹھا اور اس کے غصّے کی بھٹی تیز ہوگئی اور کہنے لگا: اے انس! جو خدمت تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کی ہے اگر اس کا لحاظ نہ ہوتا، نیز امیر المؤمنین عبدالملک بن مروان نے جو خط مجھے تمہاری سفارش اور رعایت کے باب میں لکھا ہے، اس کی پاسداری نہ ہوتی تو نہیں معلوم کہ آج میں تمہارے ساتھ کیا کر گزرتا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! تو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور نہ تجھ میں اتنی ہمت ہے کہ تو مجھے نظرِ بد سے دیکھ سکے۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چند کلمات سن رکھے ہیں، میں ہمیشہ ان ہی کلمات کی پناہ میں رہتا ہوں اور ان کلمات کی برکت سے مجھے نہ کسی سلطان کی سطوت سے خوف ہے، نہ کسی شیطان کے شر سے اندیشہ ہے۔ حجاج اس کلام کی ہیبت سے بے خود اور مبہوت ہوگیا۔ تھوڑی دیر بعد سر اُٹھایا اور (نہایت لجاجت سے) کہا: اے ابوحمزہ! وہ کلمات مجھے بھی سکھا دیجئے! فرمایا: تجھے ہرگز نہ سکھاؤں گا، بخدا! تو اس کا اہل نہیں۔

پھر جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت آیا، آبان جو آپؓ کے خادم تھے، حاضر ہوئے اور آواز دی، حضرتؓ نے فرمایا: کیا چاہتے ہو؟ عرض کیا: وہی کلمات سیکھنا چاہتا ہوں جو حجاج نے آپؓ سے چاہے

(۱) بہ تقدیرِ صحت یہ فقرہ حجاج کی غباوت سے ناشی ہے، اس کے حالات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نشہ امارت و دولت میں مخمور ہونے کی وجہ سے خود پسندی کے مرض میں وہ مسکین مبتلا تھا۔ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی فضیلت جتلانے میں بعض ناگفتہ بہ اقوال و افعال اس سے سرزد ہوجایا کرتے تھے، یہ فقرہ بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ مترجم۔

تھے مگر آپؐ نے اس کو سکھائے نہیں۔ فرمایا: ہاں! تجھے سکھاتا ہوں، تو ان کا اہل ہے۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دس برس خدمت کی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال اس حالت میں ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے راضی تھے، اسی طرح تو نے بھی میری خدمت دس سال تک کی اور میں دُنیا سے اس حالت میں رُخصت ہوتا ہوں کہ میں تجھ سے راضی ہوں۔ صبح وشام یہ کلمات پڑھا کرو، حق سبحانہ وتعالیٰ تمام آفات سے محفوظ رکھیں گے، وہ کلمات یہ ہیں:

"**بسم اللہ علیٰ نفسی و دینی**" یعنی حفاظت مانگتا ہوں اور پناہ لیتا ہوں نام خدا کی اپنے نفس پر اور اپنے دِین پر۔ ہوسکتا ہے بسم اللہ سے مراد پوری بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہو، جس کے جزءِ اوّل پر اکتفا کیا، جیسے جب کہا جائے کہ کیا پڑھتے ہو؟ تو جواب میں کہا جاتا ہے کہ الحمدللہ پڑھتا ہوں، مراد پوری سورت ہوتی ہے۔ حفاظت میں تخصیص نفس اور دِین کی اس وجہ سے فرمائی کہ ہر کمال کے حاصل کرنے کی بنیاد اور مبداء مآل کی اصل نفس و دِین ہیں۔ پھر نفس کو مقدم فرمایا، کیونکہ نفس ہر کمالِ دِینی و دُنیاوی کی تحصیل کے لئے موقوف علیہ ہے۔ اسی وجہ سے نفس کو ہلاکت میں ڈالنا حرام اور مقدور بھر اس کی حفاظت واجب ہے۔ مسائلِ شرعیہ میں لکھا ہے کہ اگر لقمہ کسی کے گلے میں پھنس جائے (جس سے جان پر بن آئے) اور پانی وہاں موجود نہ ہو جس سے اس پھنسے ہوئے لقمے کو نیچے اُتار سکے (نہ کوئی اور صورت اس کے اُتارنے کی ہوسکے) تو ایسے وقت شراب کا گھونٹ پی لینا جو قطعی حرام ہے، اس کے لئے حلال ہوگا، بلکہ واجب ہوگا۔ تاکہ نفس وحیاتِ فانی کو جو حیاتِ حقیقی جاودانی کے حصول کا سبب ہے باقی رکھا جاسکے۔ جبر و اِکراہ کی حالت میں کلمۂ کفر زبان پر جاری کرنا بشرطیکہ قلب پوری طرح ایمان کے ساتھ مطمئن ہو نیز اسی قبیل سے ہے۔ یعنی مجبوری کی حالت میں جان بچانے کے لئے کوئی نامناسب لفظ اگر کہہ دیا جائے اور دِل بدستور ایمان پر قائم رہے تو نفس و دِین کی خاطر اس کی اجازت ہے۔ ہاں! اگر کوئی باہمت عزیمت پر عمل کرتے ہوئے جان دے دے، اگر کلمۂ کفر زبان پر نہ لائے تو بہت ہی بہتر اور بلند کام ہے۔ یہاں اس مسئلے کی پوری تفصیل کا موقع نہیں، اس لئے کتبِ فقہ میں دیکھا جائے، یا کسی عالم سے رُجوع کیا جائے۔

"**بسم اللہ علیٰ اھلی ومالی وولدی**" نفس و دِین کی حفاظت کے بعد اہل، مال اور ولد کو یاد کیا، کیونکہ یہ چیزیں بھی نفس و دِین کے بقا کے لئے سبب اور مدد و معاون ہیں، اور ان پر بسم اللہ جدا ذکر کی، اسی بسم اللہ پر جو پہلے ذکر ہوچکی تھی کفایت کرتے ہوئے یوں نہیں کہا: "**بسم اللہ علیٰ نفسی ودِینی واھلی ومالی وولدی**" عبارت میں یہ طریق اختیار کرنا اصحابِ بلاغت کے نزدیک اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ اوّل الذکر اور ثانی الذکر دونوں قسمیں مقصود ہیں اور دونوں کا قصد و اہتمام یکساں ہے۔ اہل و آل دونوں لفظ ہم معنی ہیں، کبھی تابع اور پسر کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں، کبھی اولاد کے معنی میں، یہاں اولاد کا ذکر چونکہ بعد میں

موجود ہے، اس لئے معنیٰ اوّل زیادہ مناسب ہیں۔ یہ یاد رہے کہ مال و اسباب کا ذکر جب مدح اور خوبی کے موقع پر کیا جائے تو مراد وہاں مالِ حلال ہوتا ہے، جو آخرت کے لئے وسیلہ ہے اور اس کا جمع کرنا سعادت کا باعث اور کمال کا موجب ہے، باقی تمام وبال وعذاب کا سامان ہے۔ اور ولد کے معنی اولاد کے ہیں، مذکر ہو یا مؤنث، اور اولاد کا وجود بھی من جملہ اسبابِ قوت کے ہے، جو دِین و دولت کے لئے مددگار ہے۔ اور لڑکا اگر نیک اور رشید ہو تو سعادتِ دُنیا و آخرت کا موجب ہے۔ حدیث میں ہے کہ آدمی کے دُنیا سے رُخصت ہوجانے کے بعد تین چیزیں باقی رہ جاتی ہیں۔ اوّل: علمِ دِین، جو اس کے اہل لوگوں کو سکھایا ہو اور علمی سلسلے کو جو جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر منتہی ہوتا ہے قائم رکھتا ہو۔ دوم: صدقۂ جاریہ، جس میں بندگانِ خدا کا نفع ہو اور مرنے والے کے بعد تک قائم رہے۔ مبارک ہے وہ شخص جس کے مرنے کے بعد پل، کنواں، مسجد اور مہمان خانے باقی رہیں۔ سوم: نیک لڑکا جو اس کے انتقال کے بعد دُعا ایمان کے ساتھ یاد کرتا رہے، تاکہ باپ کے گناہوں کی بخشش اور اس کے رفعِ درجات کا موجب بنے۔ حدیث میں ان تین اُمور کا ذکر اسی ترتیب سے واقع ہوا ہے جو ذکر کی گئی۔ اس ترتیبِ ذکری میں اشارہ اس طرف ہے کہ علم و مال اولاد، اس باب میں فضیلت رکھتے ہیں کیونکہ ولدِ صالح کا وجود آخر زمان میں نادر ہوگا اور بعض روایات میں ولد کا ذکر مال سے مقدم ہے، بے شک اولاد، مال سے عزیز تر اور محبوب تر ہے، اس کی حفاظت ونگہداشت بھی زیادہ مطلوب اور مقدم ہے۔

"بسم الله علٰی ما اعطانی الله" حفاظت لیتا ہوں نامِ خدا کی ہر نعمت پر جو حق تعالیٰ نے عطا فرمائی۔ جب چند نعمتوں کا جو دُنیا و آخرت کی تمام نعمتوں کے لئے اصل اور مدار ہیں، ذکر کیا، اس کے بعد عام لفظ ذکر کیا، تاکہ اصل وفرع اور چھوٹی بڑی سب نعمتوں کو شامل ہوجائے۔ درحقیقت حق تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار دائرۂ امکان سے خارج ہے، فرمایا ہے: **"وان تعدوا نعمة الله لَا تحصوها، ان الْإنسان لظلوم كفار"** صیغہ مبالغہ کے ساتھ فرمایا، (یعنی بلاشبہ انسان بڑا ظالم اور بڑا ناشکرا ہے۔ بڑا ظالم اس لئے کہ خالق و مالک کی نعمتوں کا شکر کرنے کی بجائے ان کی دُوسروں کی طرف نسبت کرتا ہے)۔ دُوسری جگہ: **"ان الله لغفور رحيم"** فرمایا، یعنی اگر خالق تعالیٰ کی مغفرت ورحمت نہ ہوتی تو اس ناسپاسی کی وجہ سے آدمی پر کام تنگ ہوجاتا۔ اس کی مغفرت ورحمت خود ایک نعمت ہے، بلکہ اصل نعمت ہے، باقی اس کے مقابلے میں سب ہیچ ہیں۔ حدیث میں ہے کہ بدوں فضل ورحمتِ خداوندی کوئی بھی جنت میں داخل نہ ہوگا۔ اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہئے، بیکار بیٹھنا زیبا نہیں۔ سیّد العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ تہجد میں اس قدر قیام فرماتے کہ قدم مبارک پر وَرم آجاتا اور ان سے خون جاری ہوجاتا، عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کیا آپ کے اگلے پچھلے سب قصور معاف نہیں کردیئے گئے، خود حق جل مجدہٗ کا ارشاد ہے: **"ليغفر لک الله ما تقدم من ذنبک وما تأخر"** پھر اس قدر تعب اور مشقت کس لئے اُٹھاتے ہیں؟ ارشاد فرماتے کہ: حق تعالیٰ نے میری بخشش فرمادی ہے اور اس کی بخشش بڑی نعمت ہے، اگر اس

نعمت کا شکر نہ کروں تو بندۂ شاکر کیسے کہلاؤں۔ غور کا مقام ہے کہ سیّدِ اوّلین و آخرین کہ عالم و عالمین جن کا طفیل ہے، جب یہ مشقت برداشت فرماتے ہیں اور بندگی میں مشغول ہیں، تو دُوسروں کو کیوں ضرورت نہ ہوگی؟

"**الله ربی لَا اشرک به شیئًا**" خدا میرا پروردگار ہے، میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروں گا۔ آدمی کو جو مصائب اور حوادث پیش آتے ہیں ان کی شدّت اور محنت کو دفع کرنے میں اس کلمے کی فضیلت اور خاصیت احادیث میں بہت واقع ہوئی ہے اور اس کی حقیقت حق تعالیٰ کی توحیدِ افعالی کا مشاہدہ کرنا ہے کہ جو کچھ پیش آئے سب کو اسی کی پیش گاہ سے جانے، اور شرکِ خفی کے دام میں گرفتار نہ ہو۔ اپنے پروردگار کے ساتھ حسنِ ظن رکھے کہ جب بندہ اسی ذات بے چون و بے چگون کی تربیت میں ہے تو جو معاملہ اس کی طرف سے ہوگا، بندہ کی صلاح و فلاح اسی میں ہوگی۔ لیکن یہ اس شخص کے لئے ہے جو دائماً اس کے لطف و کرم کی جانب متوجہ اور ملتجی رہے اور اپنے تمام اُمور اسی کے سپرد کئے ہوئے ہو اور نورِ ولایت کا عکس اس کی پیشانی پر درخشاں ہو، اور پروردگارِ عالم اپنے لطفِ خاص کے ساتھ اس کے اُمور کا متولّی ہو، ورنہ مذہب یہی ہے کہ اَصلح حق تعالیٰ پر واجب نہیں وہ جو چاہے کرے، کسی کی مجال نہیں کہ دَم مار سکے۔

تنبیہ:... جس دُعا کے متعلق شریعت میں آیا ہے کہ اس کے پڑھنے کی یہ جزا ہے، اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ اس حال کو اپنے اندر پیدا کرلے اور اس معنی کے ساتھ متصف ہوجائے ورنہ اعضاء کی خالی حرکت اور محض زبان پر کلمات کا جاری کرلینا کافی نہیں مگر یہ کہ شارع کی جانب سے تصریح ہوجائے کہ یہ خاصیت محض لفظ اور نفس حروف میں ہے تو اس وقت وہ اثر بالخاصہ اس لفظ پر مرتب ہوگا اور معنی جاننے کی حاجت نہ ہوگی۔

لیکن اس کے باوجود بے کار نہ بیٹھنا چاہئے اور عمل کو اس حال کے حصول پر موقوف نہ رکھنا چاہئے، خدا کا فضل نہایت وسیع ہے اور حق تعالیٰ بندوں کی دُعا قبول فرمانے والے ہیں۔ شرائط و آداب کی رعایت جس قدر بھی کی جائے گی وہ بہرحال محدود ہوگی لیکن حق تعالیٰ کا فضل و کرم دائرۂ حساب سے خارج ہے، جو چیز پوری حاصل نہ ہوسکے اسے بالکلیہ چھوڑا بھی نہیں جاسکتا، اللہ توفیق دے۔ چنانچہ اِخلاص و رِیا کے باب میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ: کیا کیا جائے؟ اگر ہم عمل کریں تو رِیا کی آمیزش ہوجاتی ہے، نہ کریں تو بے کاری ہے۔ فرمایا: عمل کرتے رہو اور رِیا سے اِستغفار کرتے رہو، بے کار بیٹھنا مصلحت نہیں، عمل پر اگر دوام کیا جائے تو نورانیتِ عمل سے دِل میں اِخلاص بھی پیدا ہوجائے گا، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

"**الله اکبر، الله اکبر، الله اکبر و اعز و اجل و اعظم مما اخاف و احذر**" خدا بزرگ تر اور غالب تر ہے، ہر اس چیز سے جس سے میں ڈرتا ہوں اور اندیشہ رکھتا ہوں۔ بعض روایات میں "اجل" کے بعد "اعظم" بھی ذکر ہوا ہے۔ کبریائی، عزت، عظمت اور جلال قریب المعنی ہیں، اگر کبریائی کا تعلق ذات سے، عزت کا افعال سے، عظمت کا اسماء سے اور جلالت کا صفات سے اعتبار کیا جائے تو بعید نہ ہوگا۔ چونکہ نفس جبلی طور

پر بے یقینی، خودترسی اور ہر آسانی کا خوگر ہے، خصوصاً جہاں معاملہ اپنے سے غالب کے ساتھ ہو جیسے سلطان و جبار، اس لئے اس کلمے میں عظمت و کبریائی خداوندی کے استحضار کے ساتھ (جس سے لازماً شعلۂ نورِ یقین مشتعل ہوجاتا ہے) اسے دلیر بنادیا۔

کہ ہاں اے نفس! ڈر نہیں، تیرا پروردگار دُشمن سے بزرگ تر ہے اور غالب بھی، دُشمن اگر قوی ہے، نگہبان قوی تر ہے، تو اپنے مولا سے ڈر، تاکہ سب تجھ سے ڈریں۔ سچ ہے کہ جو خدا سے ڈرے اس سے ہر چیز ڈرتی ہے۔ اس کلمے میں اس پر بھی تنبیہ ہے کہ معاملہ جب غالب کے ساتھ ہو تو باطن کو حق تعالیٰ کی کبریائی سے معمور رکھا جائے، تاکہ بیگانہ کی ہیبت اور عظمت کے لئے دِل میں گنجائش نہ رہے اور حق تعالیٰ کی عظمت کے غلبے میں دُوسروں کی جباری و قہاری مضمحل اور مغلوب ہوجائے۔

"**عز جارک**" غالب ہے تیرا ہمسایہ اور تیری پناہ لینے والا، جب حق تعالیٰ کی کبریائی کا استحضار اور اس کی عظمت کا مشاہدہ ہوگیا، غیبت سے مقامِ حضور نصیب ہوا، اور خطاب کا شرف حاصل ہوا، حق تعالیٰ کی ہمسائیگی دوامِ توجہ، جنابِ لطف میں التجا اور اس کے دامنِ عزّت کے مضبوط پکڑنے سے حاصل ہوتی ہے، جو شخص اس کی جنابِ عزّت میں ملتجی رہے وہ ہرگز مغلوب و مقہور نہ ہوگا۔

"**وجل ثناؤک**" تیری ثنا بزرگ ہے، تیری صفاتِ کمال اور قدرتِ لایزال کی گہرائی میں کون جاسکتا ہے، کمزور کو قوی کردے اور بازور کو بے زور بنادے، جسے چاہے عزّت دے، جسے چاہے ذلیل کردے، یہ تیری شان ہے۔

"**ولا الٰہ غیرک**" اور تیرے سوا کوئی معبودِ حقیقی نہیں، "**اللّٰھم انی اعوذ بک من شر نفسی**"، چونکہ تمام شرور و قبائح کا منبع اور بے یقینی و بے ثباتی کا باعث نفس ہے اس لئے اس سے حق تعالیٰ کی پناہ لی جو شر، کہ آدمی کو پیش آتا ہے، تمام اس کے نفس کی جانب سے ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دُعا فرمایا کرتے: "**رَبِّ لَا تکلنی الٰی نفسی طرفۃ عین ولا اقل من ذٰلک**" اے پروردگار! مجھے ایک لمحے کے لئے بھی میرے نفس کے سپرد نہ کیجئے، بلکہ ہمہ دَم باخود رکھئے اور اپنی عظمت کے مشاہدے میں مشغول رکھئے تاکہ چشم زدن کے لئے بھی اغیار کو مجھ پر تاثیر و تصرف اور غلبے کی مجال نہ ہو۔

"**ومن شر کل شیطان مرید، ومن شر کل جبار عنید**" اور میں آپ کی پناہ لیتا ہوں ہر شیطان مردود کے شر سے اور ہر شیطان متکبر کے شر سے جو راہِ حق میں حائل ہو۔ عناد کے معنی راہِ راست سے ہٹ جانا اور حق کو جان لینے کے باوجود اس کا مخالف ہونا، چونکہ کارِ شر کی تدبیر اور اغوا و اضلال کی سلطنت شیطان کے حوالے کی گئی ہے، بالکل یہی حال ان جبار و قہار قسم کے لوگوں کا ہے جو مخلوق پر مسلط ہیں، اس لئے ان کے شر سے پناہ مانگنا بھی واجباتِ وقت میں سے ہے۔ اور شیاطین کی دو قسمیں ہیں، اوّل شیاطینِ جنّ یہ ابلیس اور اس

کی ذُریت ہے۔ دوم شیطانِ انس، یہ ظالم اور ان کے ہم نوا ہیں۔ فقرۂ اوّل مین قسمِ اوّل کی طرف اور ثانی میں ثانی کی طرف اشارہ ہے اور قوتِ وہمیہ جو آدمی کی سرشت میں رکھی گئی ہے اور اسے شیطان عالم النفس کہا جاتا ہے، یہ شیطان عالم آفاق کا نمونہ ہے کہ عقل قویٰ اور آلات شعور پر تسلط رکھتی ہے البتہ جو عقل نورِ یقین سے منوّر اور مصفا ہو اس پر اس کا تسلط نہیں، حکم: "ان عبادی لیس لک علیھم سلطان" پس یہ قوت معدوم کو موجود کی شکل میں اور باطل کو حق کے لباس میں پیش کرنے کی خوگر ہے۔ اس اسے استعاذہ ضروری ہے، ما سوا اللہ کا خوف زائل ہونے کی بجز دفعِ وہم کے کوئی صورت نہیں۔ یہ بھی درحقیقت استعاذہ از شرِ نفس کی فرع ہے، جیسا کہ فقرۂ اوّل میں ذکر ہوا۔

"فان تولوا فقل حسبی اللہ لَا الٰہ الّا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم" یہ قرآن مجید کی ایک آیت ہے جس میں حق تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "پس اگر کافر لوگ منہ پھیر لیں، حق کی جانب متوجہ نہ ہوں اور اس کے قبول کرنے سے پہلوتہی کریں، تو اے محمد! اے محبوب! اے میرے محفوظ و معصوم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیں: "حسبی اللہ" اللہ مجھے کافی ہے، "لَا الٰہ الّا ھو" اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، "علیہ توکلت" میں نے اپنا تمام کاروبار اسی کے سپرد کردیا، اس کو اپنا کارساز بنالیا، "وھو رب العرش العظیم" وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے، جس سے عظیم تر اور بالاتر عالم اجسام میں کوئی مخلوق پیدا نہیں کی گئی۔

سیاقِ کلام چونکہ جباروں اور قہاروں کے دفع کرنے اور ان کے خوف و اندیشہ کو دُور کرنے میں تھا اور اس کی اصل اور مادّہ ہے عظمت وقہرِ خداوندی کا مشاہدہ کرنا اس لئے مقطع کلام مطلع کے طرز پر لایا گیا اور بات کو عظمت پر ختم کیا گیا، اگر اُصحابِ حفظ اور اُربابِ دعوت احاطہ عرشِ الٰہی کا مراقبہ مع ملاحظہ اس اضافت کے کریں تو حفظ و صیانت میں زیادہ دخیل ہوگا۔

چنانچہ قطبِ وقت شیخ ابوالحسن شاذلی رحمہ اللہ نے حزب البحر میں (جو کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا ہے اور حفاظت و نگہداشت کے باب میں تریاقِ اکبر ثابت ہوا ہے) فرمایا: "ستر العرش مسبول علینا و عین اللہ ناظرۃ الینا وبحول اللہ لَا یقدر احد علینا، واللہ من ورائھم محیط" یعنی پردۂ عرش ہم پر لٹکا ہوا ہے اور عنایت و عصمتِ الٰہی کی نظر ہماری طرف نگراں ہے، پھر قوتِ الٰہی کے ساتھ ہم پر کسی کو قدرت نہ ہوگی، اس کی قوت سب کو محیط ہے کہ اس قدرت کے احاطے سے باہر نکلنے کا راستہ محال ہے۔

فائدہ:... مشائخِ شاذلیہ قدس اللہ اسرارہم نے مریدوں کو اس دُعا کے پڑھنے کی وصیت فرمائی ہے، یعنی: "حسبی اللہ لَا اِلٰہ الّا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم" اور ان کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی

شخص صرف یہی وظیفہ اختیار کئے ہوئے ہو تو اس کو تمام وظائف سے کفایت کرے گا۔ ان کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اگر اس دُعا کے پڑھنے میں فہم و حضور نہ ہو تب بھی مؤثر اور مقبول ہے، اس کی تعداد دس دس مرتبہ بعد نماز صبح و بعد نمازِ مغرب ہے، اگر سات سات مرتبہ پڑھا جائے تو بھی کافی ہے، بلکہ یہ صحتِ روایت سے قریب تر ہے، اس کا خلاصہ حق جل مجدہٗ میں اپنی ذات کا یکسو کرنا اور اِخلاص کا مطلب ہے۔ مع ہذا عظمتِ خداوندی کا مشاہدہ کرنا اور ماسوا سے تبریٰ اختیار کرنا اور تدبیر و اختیار سے فارغ ہو جانا، حق تعالیٰ اپنے فضلِ خاص سے ہم کو بھی اس طریقۂ مستقیمہ کی توفیق عطا فرمائیں اور اس پر ثابت قدم رکھیں۔

بعض روایات میں یہ کلمہ بھی دُعائے مذکور (یعنی دُعائے انسؓ) میں مذکور ہے: "**ان ولی اللہ الذی نزل الکتٰب وھو یتولی الصّٰلحین**"۔

اس کا ترجمہ یہ ہے: بے شک میرے تمام اُمور کا دوست اور متولی خدا تعالیٰ ہے، جس نے ایسی کتاب نازل فرمائی جس میں تمام اُمورِ دُنیا و آخرت کی تدبیر ہے، یعنی قرآن مجید، اور وہی نیک لوگوں کے تمام اُمور کو دوست رکھتا ہے اور ان کو تولیت فرماتا ہے۔ اے اللہ! اپنی رحمت سے ہمیں نیک لوگوں میں شامل فرما، آمین!"

میّت کے اَحکام

نامحرَم کو کفن دفن کے لئے ولی مقرّر کرنا صحیح نہیں

سوال:... سوال یہ ہے کہ ایک خاتون نے بحالتِ نزع اپنی بڑی بہن کو وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میرے والی وارث کی حیثیت سے دُولہا بھائی میری موت مٹی کریں، وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ حسبِ وصیتِ مرحومہ، اس کے بہنوئی نے اس پر عمل آوری کردی۔ لیکن اس وصیت کا شریکِ غم مستورات میں چرچا ہے کہ ایک خوشحال شوہر اور کھاتے پیتے جوان لڑکوں اور حقیقی بھائیوں اور بزرگوں کی موجودگی میں مرحومہ کو اپنے بہنوئی کو وارث و والی مقرّر کرنا شرعاً جائز ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور آئندہ کبھی یہ صورتِ حال واقع ہو تو بحکم شرعی کیا عمل ہونا چاہئے؟ تاکہ جمیع مسلمان اس مسئلے سے واقف ہوکر کسی اُلجھن میں نہ پڑنے پائیں اور دین و ایمان کی سلامتی کے ساتھ میّت کی آخرت بھی بحکمِ الٰہی بخیر ہو۔ مسئلہ محرَم نامحرَم کا ہے، ازراہ کرم اس بارے میں جو حکم خداوندی اور اس کے رسولِ مقبول کا ہو، اس سے بالتفصیل آگاہ فرمائیں۔

جواب:... کسی عورت کے ولی اس کے بیٹے یا بھائی ہیں،[1] بہنوئی ولی نہیں، نہ وارث، اس لئے اس کو ولی مقرّر کرنا غلط ہے، البتہ اگر وہ نیک دین دار اور شرعی مسائل سے واقف ہے تو یہ وصیت کرنا کہ وہ کفن دفن کی نگرانی کرے، یہ دُرست ہے۔

جس میّت کا مذہب معلوم نہ ہو، اُسے کس طرح کفن دفن کریں گے؟

سوال:... اگر کسی کو راہ میں ایک لاش ملتی ہے (عورت یا مرد) اور لاش کے مذہب کے بارے میں معلوم نہیں ہے، تو اسے ایک مسلمان کیسے دفنائے گا؟

جواب:... اگر کسی مسلمان ملک میں ہے تو اس کو مسلمان ہی سمجھا جائے گا، اگر کوئی علامت اس کے غیرمسلم ہونے کی نہ ہو، لہٰذا اس کا کفن اسلام کے مطابق ہوگا۔ اور اگر اس کے غیرمسلم ہونے کی کوئی واضح علامت موجود ہے (مثلاً اس عورت کے ماتھے پر تلک

---

(۱) وأقرب الأولياء إلى المرأة الإبن ثم إبن الإبن وإن سفل ثم الأب .... ثم الأخ لأب وأم ... إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۲۸۳، الباب الرابع فی الأولياء، كتاب النكاح، طبع رشيديه كوئٹه).

ہے، جو اس کے ہندو ہونے کی علامت ہے) تو اس کو غیرمسلم سمجھا جائے گا۔ (۱)

اگر عورت کہیں مردہ پائی جائے تو اس کے مسلمان ہونے کی کیا نشانی ہے؟

سوال:... ایک مسلمان عورت مردہ حالت میں پائی جاتی ہے، تو اس عورت کی مسلمان ہونے کی نشانی کیا ہے؟

جواب:... جس علاقے میں وہ عورت ملی ہے، اگر وہ مسلمانوں کا علاقہ ہے تو یہ عورت مسلمان ہے، اور اگر غیرمسلموں کا علاقہ ہے تو اس عورت کو غیرمسلم تصوّر کیا جائے گا۔ البتہ اگر کوئی اور علامت اس کے مسلمان یا غیرمسلم ہونے کی نمایاں ہو، تو اس پر عمل کیا جائے گا۔ (۲)

مردہ پیدا شدہ بچے کا کفن دفن

سوال:... میرے ایک دوست کے یہاں ایک بچہ ماں کے پیٹ سے مردہ پیدا ہوا، ہم نے سنا ہوا ہے کہ اس کو غسل وغیرہ نہیں دینا چاہئے اور اسے کسی سفید کپڑے میں لپیٹ کر دفن کردینا چاہئے، میرے دوست نے ایک مسجد کے پیش امام صاحب سے معلوم کیا کہ اس کو کہاں دفن کرنا چاہئے؟ مولوی صاحب نے یہ بتایا کہ اس بچے کو قبرستان کے باہر دفن کیا جائے۔ ازرُوئے شرع آپ سے درخواست ہے کہ اس مسئلے میں آپ ہماری رہنمائی فرمائیں۔

بچے کو غسل دینا چاہئے یا نہیں؟

بچے کا نام بھی رکھا جانا ضروری ہے یا نہیں؟

بچے کو قبرستان کے اندر دفن کیا جائے یا باہر کسی اور جگہ؟

جواب:... جو بچہ مردہ پیدا ہو، اسے غسل دینے اور اس کا نام رکھنے میں اختلاف ہے، ہدایہ میں اسی کو مختار کہا ہے کہ غسل دیا جائے اور نام رکھا جائے، البتہ اس کا جنازہ نہیں، بلکہ کپڑے میں لپیٹ کر قبرستان میں دفن کردیا جائے، قبرستان سے باہر دفن کرنا غلط ہے۔ (۳)

---

(۱) (فروع) لو لم يدر أمسلم أم كافر ولَا علامة فإن في دارنا غسل وصلى عليه وإلّا لَا (قوله فإن في دارنا ... إلخ) أفاد بذكر التفصيل في المكان بعد إنتفاء العلامة أن العلامة مقدمة وعند فقدها يعتبر المكان في الصحيح لأنه يحصل به غلبة الظن كما في النهر عن البدائع وفيها ان علامة المسلمين أربعة الختان والخضاب ولبس الثواب وحلق العانة. (رد المحتار مع الدر المختار ج:۲ ص:۲۰۰، باب صلاة الجنازة)، ومن لَا يدرى أنه مسلم أو كافر فإن كان عليه سيما المسلمين أو في بقاع دار الإسلام يغسل وإلّا فلا. (فتاویٰ عالمگیرية ج:۱ ص:۱۵۹، كتاب الصلاة، الباب الحادى والعشرون في الجنائز).

(۲) إن كان للمسلمين علامة يعرفون بها يميز بينهم وإن لم تكن علامة إن كانت الغلبة للمسلمين يصلى على الكل .... وإن كانت الغلبة للمشركين فإنه لَا يصلى على الكل ... إلخ. (عالمگيرية ج:۱ ص:۱۵۹، الباب الحادى والعشرون في الجنائز، كتاب الصلاة).

(۳) ومن لم يستهل أدرج في خرقة كرامة لبني آدم ولم يصل عليه لما روينا ويغسل في غير ظاهر من الرواية لأنه نفس من وجه وهو المختار. (هداية ج:۱ ص:۱۸۱، باب الجنائز، وأيضًا في درالمختار مع رد المحتار ج:۲ ص:۲۲۸).

میّت کے پاس قرآنِ کریم کی تلاوت کرنا

سوال:... اگر کسی شخص کا انتقال ہوگیا ہے اور اس کی میت جب تک گھر میں موجود ہوتی ہے، تو اس جگہ تلاوتِ قرآن شریف کرنی چاہئے یا نہیں؟

جواب:... میّت جس کمرے میں ہو اس کے بجائے دُوسرے کمرے میں تلاوت کی جائے، البتہ غسل کے بعد میّت کے پاس پڑھنے میں بھی مضائقہ نہیں۔[1]

مرنے والے کو کلمے کی تلقین کرنا

سوال:... قریب الموت ورثا کا مریض کو کلمہ طیبہ پڑھنے کی تلقین کرنا یا خود بآواز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب:... مرنے والے کو کلمہ شریف کی تلقین کرنے کا حکم ہے، اور تلقین کا مطلب یہ ہے کہ اس کے پاس اتنی اُونچی آواز سے کلمہ شریف پڑھا جائے کہ وہ سن لے، تاکہ اس کو بھی کلمہ پڑھنے کی ترغیب ہو۔ لیکن خود اس کو کلمہ پڑھنے کے لئے نہ کہا جائے۔[2]

غسلِ میّت کے لئے پانی میں بیری کے پتے ڈالنا

سوال:... اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ مردہ جسم کو غسل دیتے وقت لوگ پانی میں بیری کے پتے ڈالتے ہیں، براہِ مہربانی اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ ضرور مطلع کریں۔

جواب:... بیری کے پتے ڈالنا سنت سے ثابت ہے۔[3]

غسل کے وقت مردہ کو کیسے لٹایا جائے؟

سوال:... گزشتہ دنوں زید کا انتقال ہوگیا، ان کے رشتہ داروں نے میّت کو غسل دینے سے پہلے اور اس کے بعد اس کا چہرہ و سر مشرق کی طرف کردیا اور پاؤں مغرب (قبلہ) کی طرف کردیئے، بموجب ان حضرات کے جو اس وقت یہ کہہ رہے تھے کہ یہ عمل اس لئے کیا جاتا ہے کہ میّت کا منہ قبلہ کی طرف رہے، ان کا یہ عمل کس حد تک جائز ہے؟ کیا مرتے کے بعد میّت کے سر کو مشرق کی طرف اور پیر کو مغرب کی طرف کردینا چاہئے؟

---

(۱) وعبارة الزيلعي وغيره تكره القراءة عنده حتى يغسل ...إلخ. (درمختار مع الشامي ج:۲ ص:۱۹۳)، وأيضًا في العالمگيرية ج:۱ ص:۱۵۷ ويكره قراءة القرآن عنده حتى يغسل كذا في التبيين. الباب الحادي والعشرون، كتاب الصلاة.

(۲) ولقن الشهادتين وصورة التلقين أن يقال عنده في حالة النزع قبل الغرغرة جهرًا أشهد أن لا إله إلّا الله وأشهد أنّ محمّدًا رسول الله، ولَا يقال له: قل! (عالمگيري ج:۱ ص:۱۵۷، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، كتاب الصلوٰة).

(۳) عن عبدالله بن عباس قال: ان رجلا كان مع النبي صلى الله عليه وسلم فوقصته ناقته وهو محرم فمات، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اغسلوه بماء وسدر. الحديث. (مشكوٰة المصابيح، باب غسل الميت وتكفينه ج:۱ ص:۱۴۳، نسائي ج:۱ ص:۲۶۶، وأيضًا في العالمگيري ج:۱ ص:۱۵۸، وأيضًا في الدر المختار مع الشامي ج:۲ ص:۱۹۶).

جواب:... غسل کے لئے مردہ کو تختہ پر رکھنے کی دو صورتیں لکھی ہیں، ایک تو قبلہ کی طرف پاؤں کر کے لٹانا، دُوسرے قبلہ کی طرف منہ کرنا جیسے قبر میں لٹاتے ہیں، دونوں میں سے جگہ کی سہولت کے مطابق جو صورت اختیار کر لی جائے جائز ہے، مگر زیادہ بہتر دُوسری صورت ہے۔[1]

میّت کو دوبارہ غسل کی ضرورت نہیں

سوال:... میّت کو غسل دے کر کتنی دیر گھر میں رکھا جا سکتا ہے جبکہ اس کے لواحقین جلدی نہ آسکتے ہوں؟ اگر میّت کو غسل دے کر ایک رات گھر میں رکھا جائے تو کیا دُوسرے دن نمازِ جنازہ سے پہلے اس کو دوبارہ غسل دینا لازم ہوتا ہے؟ کیا شوہر اپنی بیوی کو کندھا دے سکتا ہے اور اس کو لحد میں اُتار سکتا ہے؟ جبکہ کچھ لوگوں کا خیال اس کے برعکس ہے۔

جواب:... ۱: میّت کو جلد سے جلد دفن کرنے کا حکم ہے، لواحقین کے انتظار میں رات بھر لگائے رکھنا بہت بُری بات ہے۔[2]

۲:... ایک بار غسل دینے کے بعد غسل دینے کی ضرورت نہیں۔[3]

۳:... شوہر کا بیوی کے جنازے کو کندھا دینا جائز ہے۔[4]

۴:... اگر عورت کے محرَم موجود ہوں تو لحد میں ان کو اُتارنا چاہئے، اور اگر محرَم موجود نہ ہوں یا کافی نہ ہوں تو لحد میں اُتارنے میں شوہر کے شریک ہونے میں کوئی حرج نہیں۔[5]

---

(۱) وكيفية الوضع عند بعض أصحابنا الوضع طولًا كما في حالة المرض إذا أراد الصلاة بإيماء ومنهم من اختار الوضع كما يوضع في القبر والأصح يوضع كما تيسر كذا في الظهيرية. (عالمگيرى، كتاب الصلاة، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز الفصل الثانى فى الغسل ج:۱ ص:۱۵۸، وأيضًا بدائع ج:۱ ص:۳۰۰، وأيضًا فى الدر مع الرد ج:۲ ص:۱۹۵).

(۲) عن عبدالله بن عمر: إذا مات أحدكم فلا تحبسوه وأسرعوا به إلى قبره ...إلخ. (مشكوٰة ج:۱ ص:۱۴۹)، (وفى المرقاة) فلا تحبسوه أى لَا تؤخروا دفنه من غير عذر قال ابن الهمام يستحب الإسراع بتجهيزه كله من حين يموت (وأسرعوا به إلى قبره) هو تاكيد وإشارة إلى سنة الإسراع فى الجنازة. (مرقاة ج:۲ ص:۳۸۱، باب دفن الميت، طبع بمبئى)، وأيضًا ويستحب ان يسرع فى جهازه لما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: عجلوا بموتاكم فإن يك خيرًا قدمتموه إليه، وإن يك شرًّا فبعدًا لأهل النار، ندب النبى صلى الله عليه وسلم إلى التعجيل ونبه على المعنىٰ. (بدائع الصنائع ج:۱ ص:۲۹۹، فصل وأما صلاة الجنازة، طبع ايچ ايم سعيد)، وإذا يتيقن موته يعجل بتجهيزه إكرامًا له لما فى الحديث وعجلوا به فإنه لَا ينبغى لجيفة مسلم ان تحبس بين ظهرانى أهله. (مراقى الفلاح علىٰ هامش الطحطاوى ص:۳۰۹، باب أحكام الجنائز، طبع مير محمد كتب خانه)، ويبادر إلىٰ تجهيزه ولَا يؤخر ...إلخ. (عالمگيرى ج:۱ ص:۱۸۷، وأيضًا فى الدر مع الرد ج:۲ ص:۱۹۳).

(۳) ولَا يعيد غسله ولَا وضوءهٗ. (عالمگيرى ج:۱ ص:۱۵۸، كتاب الصلاة، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، وأيضًا فى الدر مع الرد ج:۲ ص:۱۹۷، وأيضًا بدائع ج:۱ ص:۳۰۱).

(۴) سن فى حمل الجنازة أربعة من الرجال ...إلخ. (هندية ج:۱ ص:۱۶۲، كتاب الصلاة، الباب الحادى والعشرون).

(۵) وذوالرحم المحرم أولىٰ بإدخال المرأة من غيرهم كذا فى الجوهرة النيرة وكذا ذوالرحم غير المحرم أولىٰ من الأجنبى فإن لم يكن فلا بأس للأجانب وضعها كذا فى البحر الرائق. (هندية ج:۱ ص:۱۶۶، كتاب الصلاة، الجنائز).

میّت کو غسل دیتے وقت زخم سے پٹی اُتار دی جائے

سوال:...ایک شخص زخمی تھا، زخم پر مرہم پٹی باندھی ہوئی تھی، پھر اسی حالت میں انتقال ہوگیا، اب اس میّت کو غسل دیتے وقت وہ مرہم پٹی اُتار دی جائے گی یا کہ اسی حالت میں غسل دے کر دفنا دیں گے؟

جواب:... غسل دیتے وقت زخم سے پٹی اُتار دی جائے، کیونکہ اب پٹی کی ضرورت نہیں رہی۔[1]

میّت کے مصنوعی دانت نکالنا

سوال:...مسئلہ یہ ہے کہ میں نے چند دانت نکلوائے ہیں اور اب میں فکس دانت لگوانا چاہتا ہوں، اگر سونے کے دانت لگواؤں تو غسل ہوگا یا نہیں؟ اور کیا نماز اَدا ہوگی؟ مزید یہ کہ میّت ۔ کے سونے کے دانت نکالنے چاہئیں یا اس کے ساتھ دفن کردینا چاہئے (یا کوئی اور مصنوعی دانت ہو)؟

جواب:...اگر دُوسرے دانت خراب ہوجاتے ہوں تو سونے کے دانت لگانا جائز ہے،[2] اور ان کے ساتھ (جبکہ ان کو اُتارنا ممکن نہ ہو) غسل اور وضو صحیح ہے۔ میّت کے مصنوعی دانت اگر نکالے جاسکتے ہیں تو ان کو اُتار لینا چاہئے۔

ایکسیڈنٹ کی صورت میں غسلِ میّت

سوال:...ہمارے ہاں روہڑی میں ایک ٹرک کی ٹکر ایک گدھا گاڑی سے ہوگئی، جس کے نتیجے میں گاڑی بان ہلاک ہوگیا، جب اس کی میّت گھر پہنچی تو وہاں کے اِمامِ مسجد نے اسے بغیر غسل دیئے دفنا دیا۔ ٹکر لگنے کی وجہ سے مردہ کے جسم سے خون نکلا اور کافی چوٹیں آئیں، اور اس کا جسم مٹی میں لتھڑا ہوا تھا، اس ساری گندگی سمیت اسے جنازہ پڑھا کر دفنا دِیا گیا، یہ مردہ جنگی شہداء کے حکم میں ہے اور اس صورت میں اس کا جنازہ ہوگیا؟ اگر نہ ہوا تو اَب کیا کرنا چاہئے؟

جواب:...اس کو غسل دینا ضروری تھا، اور غسل کے بغیر اس کا جنازہ صحیح نہیں تھا، مگر اَب کچھ نہیں ہوسکتا۔ ایسا شخص جنگ میں

---

(۱) ویجرد المیت إذا ارید غسله وھٰذا مذھبنا کذا فی الظھیریة. (ھندیة ج:۱ ص:۱۵۸)، وأما کیفیة الغسل فنقول یجرد المیت إذا أرید غسله عندنا .... أن المقصود من الغسل ھو التطھیر ومعنی التطھیر لَا یحصل بالغسل وعلیه الثواب لتنجس الثوب بالغسالَات التی تنجست بما علیه من النجاسات الحقیقیة وتعذر عصره. (البدائع الصنائع ج:۱ ص:۳۰۰، فصل وأما بیان کیفیة الغسل ما جاز لعذر بطل بزواله، شرح المجلة لرستم باز اللبنانی ج:۱ ص:۳۰، المادة:۲۳، المقالة الثانیة، طبع مکتبة حبیبیه کوئٹه).

(۲) وفی التتارخانیة وعلٰی ھٰذا الْإختلاف إذا جدع أنفه أو أذنه أو سقط سنّه فأراد أن یتخذ سنًّا آخرًا فعند الْإمام یتخذ ذٰلک من الفضة فقط وعند محمد من الذھب أیضًا. (شامی ج:۶ ص:۳۶۲)، ما جاز لعذر بطل بزواله. (شرح المجلة ج:۱ ص:۳۰، المادة:۲۳، المقالة الثانیة).

شہید ہونے والوں کے حکم میں نہیں۔ [۱]

کیا شوہر بیوی کو اور بیوی شوہر کو غسل دے سکتی ہے؟

سوال:... میّت کو غسل کون دے سکتا ہے؟ بیوی شوہر کو یا شوہر بیوی کو غسل دے سکتے ہیں؟

جواب:... بیوی شوہر کو غسل دے سکتی ہے، مگر شوہر بیوی کو غسل نہیں دے سکتا۔ [۲] مرد، مرد کو غسل دیں، اور عورتیں، عورت کو۔ اگر مرد کو غسل دینے والا کوئی مرد نہ ہو، یا عورت کو غسل دینے والی کوئی عورت نہ ہو، تو تیمم کرادیا جائے۔ [۳]

ہیجڑہ کو غسل کون دے گا؟

سوال:... ہمارے گاؤں میں ہیجڑہ عرصہ دراز سے رہتا ہے، موت تو آنی ہے، اگر یہ فوت ہوجائے تو اس کو مرد یا عورت غسل دے سکتی ہے؟ اور کیا اس کی نمازِ جنازہ ہوسکتی ہے؟

جواب:... اس کو غسل نہیں دیا جائے گا، اگر اس کا کوئی محرَم ہو تو اس کو تیمم کرادے، اور اگر کوئی محرَم نہ ہو تو اَجنبی آدمی ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر اس کو تیمم کرادے۔ یہ تیمم غسل کے قائم مقام ہوگا، اور نمازِ جنازہ اس کی پڑھی جائے گی۔ [۴]

---

(۱) لو مات حتف أنفه أو تردى من موضع أو إحتراق بالنّار أو مات تحت هدم أو غرق لَا يكون شهيدًا أى فى حكم الدنيا وإلّا فقد شهد رسول الله صلى الله عليه وسلم للغريق وللحريق والمبطون والغريب بأنّهم شهداء فينالون ثواب الشهداء۔ (بحر الرائق باب الشهيد ج:۲ ص:۱۹۶)، وعامة مشائخنا قالوا: أنّ بالموت يتنجس الميت لما فيه من الدم المسفوح كما يتنجس سائر الحيوانات .... إلّا أنه إذا غسل يحكم بطهارته كرامة له۔ (البدائع الصنائع ج:۱ ص:۲۹۹، فصل والكلام فى الغسل)، الصلاة على الجنازة فرض كفاية .... وشرطها إسلام الميت وطهارته ما دام الغسل ممكنًا وإن لم يمكن بأن يدفن قبل الغسل ولم يمكن إخراجه إلّا بالنبش تجوز الصلاة على قبره للضرورة۔ (الفتاوى الهندية ص:۱۶۳، الفصل الخامس فى الصلاة على الميت، كتاب الصلاة، باب الجنائز)، ولو صلّى عليه بلا غسل ودفن وأهيل عليه التراب تعاد لفساد الأولٰى، وقيل تنقلب الأولٰى صحيحة لتحقق العجز فلا تعاد۔ (حلبى كبير ص:۵۸۳، طبع سهيل اكيڈمى لَاهور)۔

(۲) ويغسل الرجال الرجال والنساء النساء ولَا يغسل أحدهما الآخر .... ويجوز للمرأة أن تغسل زوجها إذا لم يحدث بعد موته ما يوجب البينونة .... وأما هو فلا يغسلها عندنا كذا فى السراج الوهاج .... إذا كان للمرأة محرم ييممها باليد وأمّا الأجنبى فبخرقة على يده .... ويغض بصره عن ذراعيها وكذا الرجل فى امرأته إلّا فى غض البصر ... إلخ۔ (الفتاوى الهندية ج:۱ ص:۱۶۰، باب الجنائز، الفصل الثانى فى الغسل)۔ والمرأة تغسل زوجها .... بخلافه أى الرجل فإنه لَا يغسل زوجته لِانقطاع النكاح، وإذا لم توجد امرأة لتغسيلها ييممها أى زوجها بخلاف الأجنبى أى فإنه يلف يده بخرقة وييممها مع كف بصره عن ذراعها۔ (مراقى الفلاح مع حاشية الطحطاوى ص:۳۱۳، باب أحكام الجنائز، طبع مير محمد كتب خانه)۔

(۳) لو مات امرأة مع الرجال تيمموها كعكسه بخرقة، وإن وجد ذو رحم محرم تيمم بلا خرقة۔ (نور الإيضاح مع مراقى الفلاح، كتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز ص:۵۷۲)۔ أيضًا: ماتت بين رجال أو هو بين نساء ييممه المحرم، فإن لم يكن فالأجنبى بخرقة۔ (الدر المختار، باب الجنائز ج:۲ ص:۲۰۱، طبع ايچ ايم سعيد كراچى)۔

(۴) جرد عن ثيابه إن لم يكن خنثٰى .... وإلّا بأن كان خنثٰى يمم وقيل يغسل فى ثيابه ... إلخ۔ (حاشية الطحطاوى على المراقى ص:۳۱۰، باب أحكام الجنائز، وأيضًا عالمگيرى ج:۱ ص:۱۶۰، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز)۔

میّت کے لئے دو دفعہ غسل کی ضرورت نہیں

سوال:... میری پھوپھی زاد بہن جن کا اِنتقال زچگی کے بعد ہوا تھا، اور اب تین سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ مرنے سے ایک دن قبل اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر میرا اِنتقال ہوجائے تو مجھے دو مرتبہ غسل دیا جائے۔ دُوسرے دن اس کا اِنتقال ہوگیا۔ تو میں غسل دینے والی خاتون کو یہ بات بتانا بالکل بھول گئی، اب میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ مجھے اس کا کوئی گناہ ہوگا یا نہیں؟ اور دُوسری بات یہ کہ اس نے دو دفعہ غسل کا کیوں کہا تھا؟ اور یہ کہ مردے کو کسی وجہ سے دو مرتبہ غسل دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ ہم نے تو یہ ہی سنا ہے کہ کئی ناپاکیاں بھی ہوں تو ایک ہی غسل سے پاک ہوجاتے ہیں، جواب دے کر اُلجھن و پریشانی دُور کریں۔

جواب:... دو دفعہ غسل کی ضرورت نہیں تھی، ایک ہی دفعہ کا غسل تمام ناپاکیوں کے لئے کافی ہوجاتا ہے، اس مرحومہ نے کسی سے یوں ہی سن لیا ہوگا، اسے مسئلے کا علم نہیں ہوگا۔ [1]

غسل دینے والے کو اُجرت دینا

سوال:... میت کو جو آدمی غسل دیتا ہے، وہ کوئی باہر کا آدمی ہو یا برادری یا ورثاء میں سے نہ ہو، تو کیا اس کو کچھ دیا جائے یا نہیں؟ ہمارے گاؤں کے رِواج کے مطابق صابن اور خوشبو اور میت کے کپڑے یا نئے کپڑے غسل دینے والا لے جاتا ہے۔

جواب:... غسل وارثوں کو دینا چاہئے، لیکن اگر وہ اُجرت دے کر کسی سے غسل دِلوائیں تو جائز ہے۔ [2]

میّت کو غسل دینے والے پر غسل واجب نہیں ہوتا

سوال:... ایک شخص جو اپنے آپ کو جماعت المسلمین کا ممبر کہتا ہے، اس نے ایک شخص کو کسی میّت کے غسل دینے سے اس لئے منع کیا کہ غسل دینے کے بعد اس پر غسل واجب ہوگا، اور بغیر غسل کئے وہ نمازِ جنازہ نہیں پڑھ سکے گا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا میّت کو غسل دینے والے شخص پر خود غسل کرنا واجب ہوجاتا ہے یا نہیں؟

جواب:... جو شخص میت کو غسل دے، اس پر غسل واجب نہیں، البتہ مستحب ہے کہ غسل کرے، اور یہ ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہؒ،

---

(۱) وما خرج منه غسله فقط تنظيفًا ولم يعد غسله ولا وضوءه ...إلخ. (مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی ص:۳۱۱، باب أحكام الجنائز، أيضًا: فتاویٰ عالمگیری ص:۱۵۸، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الثانی).

(۲) وأما ما يستحب للغاسل فالأولى أن يكون أقرب الناس إلى الميت، فإن لم يعلم الغسل فأهل الأمانة والورع. (البحر الرائق ج:۲ ص:۳۶، باب الجنائز، طبع رشيدية). ويستحب أن يكون أقرب الناس إلى الميت فإن لم يعلم الغسل فأهل الأمانة والورع كذا فی الزاهدی. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۵۹، وأيضًا در مختار ج:۲ ص:۲۰۲)، والأفضل أن يغسل الميت مجانًا وإن ابتغى الغاسل الأجر فإن كان هناك غيره يجوز أخذ الأجر ...إلخ. (فتاویٰ عالمگیری ج:۱ ص:۱۶۰، الباب الحادی والعشرون، الفصل الثانی فی الغسل، وأيضًا فی البحر ج:۲ ص:۳۰۴).

اِمام مالکؒ، اِمام شافعیؒ اور اِمام احمد بن حنبلؒ) کا اجماعی مسئلہ ہے۔ [1]

بعض روایات میں آیا ہے کہ جو شخص میّت کو غسل دے وہ غسل کرے، اور جو شخص جنازہ اُٹھائے وہ وضو کرے۔ [2] (مشکوٰۃ ص:۵۵) مگر اوّل تو اکابر محدثین نے ان روایات کو کمزور قرار دیا ہے۔ اِمام ترمذیؒ نے اِمام بخاریؒ سے نقل کیا ہے کہ اِمام احمد بن حنبلؒ اور اِمام علی بن المدینیؒ فرماتے ہیں کہ اس باب میں کوئی چیز صحیح نہیں، اور اِمام بخاریؒ کے اُستاذ محمد بن یحییٰ الذہلیؒ فرماتے ہیں کہ اس مسئلے میں مجھے کسی حدیث کا علم نہیں جو ثابت ہو (شرح مہذب ج:۵ ص:۱۸۵)۔ [3]

علاوہ ازیں اس روایت میں غسل کا جو حکم دیا گیا ہے وہ استحباب پر محمول ہے، جس طرح جنازہ اُٹھانے سے وضو لازم نہیں آتا، اسی طرح میّت کو غسل دینے سے بھی غسل لازم نہیں آتا، بلکہ دونوں حکم استحباب پر محمول ہوں گے۔ چنانچہ اِمام خطابیؒ معالم السنن میں لکھتے ہیں: ''مجھے فقہاء میں کوئی ایسا شخص معلوم نہیں جو غسلِ میّت کی وجہ سے غسل کو واجب قرار دیتا ہو، اور نہ ایسا شخص معلوم ہے جو جنازہ اُٹھانے کی وجہ سے وضو کو واجب قرار دیتا ہو، اور ایسا لگتا ہے کہ یہ حکم استحباب کے لئے ہے، بطورِ استحباب غسل کا حکم دینے کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ میّت کو غسل دینے والے کے بدن پر چھینٹے پڑ سکتے ہیں، اور کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ میّت کے بدن پر نجاست ہو تو اس کے چھینٹوں سے بدن کے ناپاک ہونے کا احتمال ہے، اس لئے غسل کا حکم دیا گیا تا کہ اگر کہیں گندے چھینٹے پڑے ہوں تو دُھل جائیں'' (مختصر سنن ابی داؤد للمنذری مع معالم السنن ج:۴ ص:۳۰۵)۔ [4]

---

(۱) قال الخطابی لَا أعلم أحدًا أوجب الغسل من غسل الميت .... قال ابن المنذر فی الإشراف رحمه الله قال ابن عمر وابن عباس والحسن البصری والنخعی والشافعی وأحمد واسحاق وأبو ثور وأصحاب الرأی لَا غسل عليه. المجموع شرح المهذب ج:۵ ص:۱۸۵، ۱۸۶، باب غسل الميت، طبع دار الفكر بيروت).

(۲) عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: من غسل ميتًا فليغتسل. رواه ابن ماجة وزاد أحمد والترمذی وأبوداؤد: وممن حمله فليتوضأ. (مشكوٰة ج:۱ ص:۵۵، باب الغسل المسنون، كتاب الطهارة).

(۳) حديث أبی هريرة رضی الله عنه هذا رواه أبوداؤد وغيره وبسط البيهقی رحمه الله القول فی ذكر طرقه وقال الصحيح أنه موقوف علٰی أبی هريرة قال: وقال الترمذی عن البخاری قال أن أحمد بن حنبل وعلی بن المدينی قالَا لَا يصح فی الباب شیء، وكذا قال محمد بن يحيی الذهلی شيخ البخاری لَا أعلم فيه حديثًا ثابتًا. (شرح المهذب ج:۵ ص:۱۸۵، باب غسل الميت، طبع دار الفكر).

(۴) قلت لَا أعلم أحدًا من الفقهاء يوجب الإغتسال من غسل الميت، ولَا الوضوء من حمله، ويشبه أن يكون الأمر فی ذٰلک علی الإستحباب، وقد يحتمل أن يكون المعنی فيه: أن غاسل الميت لَا يكاد يأمن أن يصيبه نضحٌ من رشاش الغسول، وربما كان علی بدن الميت نجاسة، فإذا أصابه نضحه وهو لَا يعلم مكانه كان عليه غسل جميع البدن، ليكون الماء قد أتی علی الموضع الذی أصابه النجس من بدنه ...إلخ. (مختصر سنن أبی داؤد للمنذری مع معالم السنن ج:۴ ص:۳۰۵، باب فی الغسل من غسل الميت، طبع المكتبة الأثرية، پاكستان). وفی المرقاة المفاتيح: (فليغتسل) لإزالة الرائحة الكريهة التی حصلت له منه، والأمر للإستحباب وعليه الأكثر للخبر الصحيح ليس عليكم فی ميتكم غسل إذا غسلتموه. (رواه ابن ماجة) قال أبو داؤد وهٰذا منسوخ سمعت أحمد بن حنبل سئل عن غسل الميت قال يجزئه الوضوء كذا فی التصحيح ....
وعلٰی كل فالأمر هنا للندب إتفاقًا. (مرقاة المفاتيح ج:۱ ص:۳۷۱، طبع أصح المطابع بمبئی).

مردے کو ہاتھ لگانے سے غسل واجب نہیں ہوتا

سوال:... عرض یہ ہے کہ ہمیں ایک اُلجھن درپیش ہے، وہ یہ کہ مردہ اجسام کو ہاتھ لگانے سے غسل واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ ہمیں یہ جان کر بھی اطمینان میسر ہوگا کہ دیگر فقہ نے اس مسئلے کے سلسلے میں کیا لکھا ہے؟ اُمید ہے کہ آپ فقہِ حنفی، حنبلی، شافعی اور مالکی سے بھی ہمارے اس مسئلے کا حل بتائیں گے۔

جواب:... جہاں تک مجھے معلوم ہے میّت کو ہاتھ لگانے سے کسی کے نزدیک غسل واجب نہیں ہوتا، ایک حدیث میں ہے کہ: ''جس نے میّت کو غسل دیا وہ غسل کرے، اور جو میّت کو اُٹھائے وہ وضو کرے۔'' اس کی سند میں محدثین کو کلام ہے۔[۱] اور فقہائے اُمت نے اس حکم کو استحباب پر محمول کیا ہے، اِمام ابوسلیمان خطابیؒ ''معالم السنن'' میں لکھتے ہیں: ''مجھے کوئی ایسا فقیہ معلوم نہیں جو میّت کو غسل دینے پر غسل واجب ہونے کا، اور میّت کو اُٹھانے پر وضو واجب ہونے کا حکم دیتا ہو۔'' بہرحال مردہ کے جسم کو ہاتھ لگانے کے بعد غسل یا وضو واجب نہیں، صرف ہاتھ دھولینا کافی ہے۔[۲]

اگر دورانِ سفر عورت انتقال کرجائے تو اس کو کون غسل دے؟

سوال:... ہم تین افراد ہم سفر تھے، اور ہمارا سفر ریگستان کا تھا، میرے ساتھ میرا ایک شفیق دوست بھی جس کی بیوی کا انتقال ہوگیا، اب آپ یہ بتائیں کہ اس کو کون غسل دے؟

جواب:... عورت کو مرد، اور مردوں کو عورتیں غسل نہیں دے سکتیں۔[۳] خدانخواستہ ایسی صورت پیش آجائے کہ عورت کو غسل دینے والی کوئی عورت نہ ہو، یا مرد کو غسل دینے والا کوئی مرد نہ ہو تو تیمّم کرادیا جائے، اگر عورت کا کوئی محرَم مرد یا مرد کی کوئی محرَم عورت ہو تو وہ تیمّم کرائے، اور اگر محرَم نہ ہو تو اجنبی اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر تیمّم کرائے۔ صورتِ مسئولہ میں شوہر کپڑا ہاتھ پر لپیٹ کر تیمّم کرادے۔[۴] اس مسئلے کی پوری تفصیل کسی عالم سے سمجھ لی جائے۔

---

(۱) گزشتہ صفحے کے حاشیہ نمبر۱ تا ۴ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) قلت لا أعلم أحدا من الفقهاء يوجب الإغتسال من غسل الميت ولا الوضوء من حمله. (مختصر سنن أبي داوٗد للمنذري مع معالم السنن ج:۴ ص:۳۰۵).

(۳) وأما الغاسل فمن شرطه أن يحل له النظر إلى المغسول فلا يغسل الرجل المرأة ولا المرأة الرجل ...إلخ. (البحر الرائق ج:۲ ص:۱۸۸، كتاب الجنائز، طبع دار المعرفة، بيروت، وأيضًا في الشامي ج:۲ ص:۱۹۸، طبع سعيد).

(۴) وإذا ماتت المرأة في السفر بين الرجال ييممها ذو رحم محرم منها وإن لم يكن لف الأجنبي على يده خرقة ثم ييممها .... وكذا إذا مات رجل بين النساء تيممه ذات رحم محرم منه أو زوجته أو أمته بغير ثوب وغيرهن بثوب .... ولا يغسل الرجل زوجته ...إلخ. (البحر الرائق ج:۲ ص:۱۸۸)، ماتت بين رجال أو هو بين نساء يممه المحرم، فإن لم يكن فالأجنبي بخرقة. (درمختار، كتاب الصلاة، باب الجنائز ج:۲ ص:۲۰۱)، مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، باب الجنائز ص:۳۰۴ تا ۳۰۶، فصل وأما بيان الكلام فيمن يغسل).

مرد اور عورت کے لئے مسنون کفن

سوال:... کفن دفن کے لئے جیسا کہ آج کل عام رواج ہے کہ **۲۲** گز لٹھے کا استعمال ہوتا ہے، کیا شرعی طور پر یہ پابندی ضروری ہے؟ اگر نہیں تو صحیح طریقہ کیا ہے؟

جواب:... مرد کے لئے مسنون کفن یہ ہے:

۱:... بڑی چادر، پونے تین گز لمبی، سوا گز سے ڈیڑھ گز تک چوڑی۔

۲:... چھوٹی چادر، اڑھائی گز لمبی، سوا گز سے ڈیڑھ گز تک چوڑی۔

۳:... کفنی یا کرتا، اڑھائی گز لمبا، ایک گز چوڑا۔ (۱)

عورت کے کفن میں دو کپڑے مزید ہوتے ہیں:

۱:... سینہ بند، دو گز لمبا، سوا گز چوڑا۔ (۲)

۲:... اوڑھنی ڈیڑھ گز لمبی، تقریباً ایک گز چوڑی، نہلانے کے لئے تہبند اور دستانے اس کے علاوہ ہوتے ہیں۔

کفن کے لئے نیا کپڑا خریدنا ضروری نہیں

سوال:... اگر کوئی کفن کے لئے کپڑا خرید کر رکھے تو کیا اسے ہر سال کفن کے لئے نیا کپڑا دوبارہ خریدنا ہوگا؟ اکثر لوگ یہی کہتے ہیں کہ کفن کا کپڑا صرف ایک سال کے لئے کارآمد ہوتا ہے، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب:... اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں، کفن کے لئے نیا کپڑا خریدنا بھی ضروری نہیں، دُھلی ہوئی چادروں میں بھی کفن دینا صحیح ہے۔ (۳)

---

(۱) عن ابن عباس رضی الله عنه قال: كفن رسول الله صلى الله عليه وسلم فى ثلاثة أثواب نجرانية: الحلة ثوبان: وقميصه الذى مات فيه. (سنن أبى داؤد، كتاب الجنائز، باب فى الكفن ج:۲ ص:۹۳، طبع إمدادية ملتان). قوله وكفنه سنة إزار وقميص ولفافة لحديث البخارى كفن رسول الله صلى الله عليه وسلم فى ثلاثة أثواب سحولية. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الجنائز، ج:۲ ص:۱۸۹، طبع دار المعرفة، بيروت، وأيضًا عالمگيرى، الفصل الثالث فى التكفين، الباب الحادى والعشرون ج:۱ ص:۱۶۰، طبع رشيديه، درمختار ج:۲ ص:۲۰۲ طبع سعيد).

(۲) عن رجل من بنى عروة بن مسعود يقال له داؤد وقد ولدته أمّ حبيبة بنت أبى سفيان زوج النبى صلى الله عليه وسلم أن ليلٰى بنت قانف الثقفية قالت: كنت فيمن غسل أمّ كلثوم ابنة رسول الله صلى الله عليه وسلم عند وفاتها، فكان أوّل ما أعطانا رسول الله صلى الله عليه وسلم الحقاء، ثم الدرع، ثم الخمار، ثم الملحفة، ثم ادرجت بعد فى الثوب الآخر ورسول الله صلى الله عليه وسلم جالس عند الباب ومعه كفنها يناولناها ثوبًا ثوبًا. (سنن أبى داؤد، كتاب الجنائز، باب فى كفن المرأة ج:۲ ص:۹۴، طبع إمدادية ملتان). (قوله وكفنها سنة درع وإزار ولفافة وخمار) وخرقة تربط بها ثدياها لحديث أمّ عطية أنّ النبى صلى الله عليه وسلم أعطى اللواتى غسلن ابنته خمسة أثواب. (البحر الرائق ج:۲ ص:۱۹۰ كتاب الجنائز، طبع دار المعرفة، بيروت، وأيضًا درمختار ج:۲ ص:۲۰۳، كتاب الجنائز).

(۳) وفى المجتبٰى: والجديد والخلق فيه سواء بعد أن يكون نظيفًا من الوسخ والحدث ...إلخ. (البحر الرائق ج:۲ ص:۱۸۹، كتاب الجنائز، طبع دار المعرفة، وأيضًا فى الهندية ج:۱ ص:۱۶۱، فصل فى التكفين، طبع رشيديه).

کفن میں سلے ہوئے کپڑے استعمال کرنا خلافِ سنت ہے

سوال:... جب کوئی عورت یا مرد وفات پاجاتے ہیں، ان کے لئے سلے سلائے کپڑے جو وہ زندگی میں پہنتے تھے، گھر میں موجود ہوتے ہیں، اس کے باوجود مزید رقم خرچ کر کے کفن خریدا اور سلوایا جاتا ہے، کیا پاجامہ قمیص یا شلوار قمیص میں دفن کیا جاسکتا ہے؟

جواب:... کفن میں سلے ہوئے کپڑے استعمال نہیں ہوتے، سلے ہوئے کپڑے کفن میں استعمال کرنا خلافِ سنت ہے۔(۱)

عام لٹھے کا کفن تیار رکھ سکتے ہیں لیکن اس پر آیات یا مقدس نام نہ لکھیں

سوال:... کیا مسلمان زندہ ہوتے ہوئے اپنے لئے کفن خرید کر رکھ سکتا ہے؟ اور اس پر قرآنی آیتیں یا پھر مقدس نام وغیرہ لکھ سکتا ہے؟ اور کفن اچھے سے اچھا لوں یا صرف لٹھے کا؟ کفن اپنے لئے ماں باپ، بہن بھائی کے لئے بھی لے سکتا ہوں یا کہ نہیں؟

جواب:... ۱: کفن تیار رکھنا دُرست ہے۔(۲)

۲:... کفن پر آیتیں یا مقدس نام لکھنا صحیح نہیں، اس سے آیاتِ مقدسہ کی اور پاک ناموں کی بے حرمتی ہوگی۔(۳)

۳:... مرنے والا جس قسم کے کپڑے زندگی میں جمعہ اور عیدین کے لئے پہنا کرتا تھا اور عورت اپنے میکے جانے کے لئے جیسے کپڑے پہنا کرتی تھی، اس معیار کے کپڑے کفن میں استعمال کرنے چاہئیں،(۴) مگر حکم یہ ہے کہ میّت کو سفید رنگ کے کپڑے میں کفن

---

(۱) (وكفنه سنة إزار وقميص ولفافة) لحديث البخاري .... والإزار واللفافة من القرن إلى القدم والقرن هنا بمعنى الشعر واللفافة هي الرداء طولًا .... والقميص من المنكب إلى القدم بلا دحاريص لأنها تفعل في قميص الحي ليتسع أسفله للمشي وبلا جيب ولا كمين ولا يكف أطرافه ... إلخ. (البحر الرائق ج:۲ ص:۱۸۹، كتاب الجنائز، طبع دار المعرفة، بيروت، رد المحتار، كتاب الصلوٰة، باب الجنائز ج:۲ ص:۲۰۲، طبع سعيد).

(۲) عن سهل أن امرأة جائت النبي صلى الله عليه وسلم ببردة منسوجة فيها حاشيتها تدرون ما البردة قالوا الشملة قال نعم قالت نسجتها بيدي فجئت لأكسوكها فأخذها النبي صلى الله عليه وسلم محتاجًا إليها فخرج إلينا وانها إزارة فحسنها فلان فقال اكسنيها ما أحسنها، فقال القوم: ما أحسنت لبسها النبي صلى الله عليه وسلم محتاجًا إليها ثم سألته وعلمت أنه لا يرده قال: إني والله ما سألته لألبسه وإنما سألته لتكون كفني، قال سهل: فكانت كفنه. (صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب من استعد الكفن في زمن النبي صلى الله عليه وسلم فلم ينكر عليه، ج:۱ ص:۱۷۰، طبع قديمي، ابن ماجة ص:۲۵۴، طبع قديمي). والذي ينبغي أن لا يكره تهيئه نحو الكفن ... إلخ. (قوله والذي ينبغي إلخ) كذا قاله في شرح المنية، وقال لأن الحاجة إليه متحققة غالبًا. (درمختار مع رد المحتار ج:۲ ص:۲۴۴، باب الجنائز، كتاب الصلاة).

(۳) وقد أفتى ابن الصلاح بأنه لا يجوز أن يكتب على الكفن يٰس والكهف ونحوهما خوفًا من صديد الميت .... وقدمنا قبيل باب المياه عن الفتح أنه تكره كتابة القرآن وأسماء الله تعالىٰ على الدراهم والمحاريب والجدران وما يفرش وماذاك إلا لاحترامه وحشية وطيئه ونحوه مما فيه إهانة فالمنع هنا أولىٰ ما لم يثبت عن المجتهد أو ينقل فيه حديث ثابت. (شامي ج:۲ ص:۲۴۶، ۲۴۷، باب الجنائز).

(۴) ويكفن بكفن مثله وهو أن ينظر إلىٰ مثل ثيابه في الحياة لخروج العيدين وفي المرأة ينظر إلىٰ ما تلبس إذا خرجت إلىٰ زيارة أبويها كذا في الزاهدي. (هندية ج:۱ ص:۱۶۱، كتاب الصلاة، في الشامية ج:۲ ص:۲۰۲، طبع سعيد).

دفن دیا جائے،[1] اس لئے عام طور سے سفید لٹھے کا کفن استعمال کیا جاتا ہے۔

کفن کا کپڑا استہ کرنے سے حرام نہیں ہوتا

سوال:... یہ بات کہاں تک صحیح ہے کہ مردے کو جو کفن پہنایا جاتا ہے اگر اس کو خرید کر تہہ کرلیا جائے تو یہ مردے کے لئے حرام ہوجاتا ہے۔

جواب:... یہ بالکل مہمل بات ہے۔

آبِ زمزم سے دُھلے ہوئے کپڑے سے کفن دینا جائز ہے

سوال:... آبِ زمزم سے دُھلے ہوئے کپڑے میں کفن دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:... آبِ زمزم سے دُھلے ہوئے کپڑے میں کفن دینا جائز ہے، البتہ اس طرح آبِ زمزم سے کفن دُھونا سلف سے ثابت نہیں، غالباً حصولِ برکت کے لئے لوگوں میں اس کا رواج ہوا۔

کفن زمزم سے دھوکر رکھنا، اپنی قبر کی جگہ مخصوص کرنا

سوال:... اگر کسی شخص نے عالمِ شباب میں اپنے لئے اور اپنی بیوی کے لئے مکہ معظمہ سے کفن خرید کر اس کو آبِ زمزم سے غسل دے کر رکھا، تو کیا یہ بدعت کہلاتی ہے؟ اور اگر مرنے سے پہلے ہی اپنی قبر کھود کر تیار رکھے اور اپنے متعلقین کو یہ تاکید کردے کہ وفات کے بعد مجھے اس جگہ دفن کیا جائے، تو کیا یہ فعل بدعت ہے؟

جواب:... دونوں باتیں جائز ہیں، بدعت نہیں، مگر ذاتی ملکیت کی جگہ میں بنائی جائے، وقف کی جگہ کو روکنا صحیح نہیں۔[2]

مردے کے کفن میں عہدنامہ رکھنا بے ادبی ہے

سوال:... مردے کے کفن میں عہدنامہ ڈالا جاتا ہے، کہتے ہیں کہ اس برکت سے بخشش ہوجاتی ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:... عہدنامہ قبر میں رکھنا بے ادبی ہے، نہیں رکھنا چاہئے۔ درمختار میں ہے کہ: ''اگر میّت کی پیشانی پر یا اس کے عمامہ پر یا اس کے کفن پر ''عہدنامہ'' لکھ دیا تو اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ میّت کی بخشش فرمادیں گے۔'' لیکن علامہ شامیؒ نے اس کی پُرزور

---

(۱) واجب الأكفان الثياب البيض هٰكذا في النهاية. (هندية ج:۱ ص:۱۶۱، كتاب الصلاة، الباب الحادى والعشرون، فصل في التكفين وأيضًا في البخاري، باب الثياب البيض في الكفن، ج:۱ ص:۱۶۹).

(۲) ويحفر قبرًا لنفسه وقيل يكره والذي ينبغي أن لَا يكره تهيئة نحو الكفن بخلاف القبر. وفي شرحه: لَا بأس به، وفي التتارخانية: لَا بأس به ويؤجر عليه، هٰكذا عمل عمر بن عبدالعزيز والربيع بن خيثم وغيرهما، قوله والذي ينبغي ...إلخ، كذا قاله في شرح المنية، وقال: لأن الحاجة إليه متحققة غالبًا بخلاف القبر لقوله تعالٰى وما تدري نفس بأي أرض تموت. (شامي ج:۲ ص:۲۴۴، باب الجنائز، كتاب الصلاة، طبع سعيد).

تردید کی ہے۔[۱]

مردہ عورت کے پاؤں کو مہندی لگانا جائز نہیں

سوال:... میری والدہ کا انتقال ہوا تو میں ایک مردے نہلانے والی خاتون کو بلاکر لایا، انہوں نے مجھ سے مہندی منگوائی، والدہ کو نہلانے کے بعد انہوں نے والدہ کے پاؤں یعنی دونوں پیروں کے تلوے میں مہندی لگادی، ہمارے گھر والوں نے تو بہت منع کیا، لیکن وہ خاتون مسئلے مسائل بتانے لگیں، مختصراً یہ کہ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کفن میں لپٹی لاش (عورت) کے کیا مہندی پاؤں میں لگانے کا کہیں ذکر آیا ہے یا نہیں؟

جواب:... اس نے غلط کیا، میّت کو مہندی نہیں لگانی چاہئے تھی۔[۲]

کفن پہنانے کے وقت میّت کو کافور لگانا اور خوشبو کی دُھونی دینا چاہئے

سوال:... جیسا کہ آج کل ہم مسلمانوں میں رائج ہے کہ میّت کے پاس اگربتی اور لوبان سلگایا جاتا ہے، نیز قبروں پر بھی اگربتی اور موم بتی وغیرہ لگاتے ہیں، حالانکہ میری معلومات کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آگ سے مُردوں کو تکلیف ہوتی ہے، کیا اَحکام ہیں؟ نیز پھر مُردوں کو کس طرح خوشبو میں بسایا جائے، ہار پھول ڈال کر یا خوشبوئیں بکھیر کر؟ جواب واضح دیجئے گا۔

جواب:... مردے کو کفن پہنانے سے پہلے کفن کو لوبان کی دُھونی دینا مسنون ہے۔[۳]

۲:... میّت کے سر، داڑھی اور پورے بدن کو خوشبو لگانا اور اعضائے سجدہ (پیشانی، ناک، دونوں ہاتھوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں قدموں) پر کافور لگانا مستحب ہے۔[۴]

---

(۱) كتب على جبهة الميت أو عمامته أو كفنه عهد نامه يرجي ان يغفر الله للميت، درمختار: وفي الشامية: وقد أفتى ابن الصلاح بأنه لَا يجوز أن يكتب على الكفن يٰسٓ والكهف ونحوهما خوفًا من صديد الميت .... وقد قدمنا قبيل باب المياه عن الفتح أنه تكره كتابة القرآن وأسماء الله تعالىٰ على الدراهم والمحاريب والجدران وما يفرش وما ذٰلك إلّا لِاحترامه وخشية وطئه ونحوه مما فيه إهانة فالمانع بالأولىٰ ما لم يثبت عن المجتهد أو ينقل فيه حديث ثابت فتأمل. (رد المحتار على الدر المختار ج:۲ ص:۲۴۶، مطلب فيما يكتب على كفن الميت). الْإستفسار: قد تعارف فى بلادنا أنهم يلقون على قبر الصلحاء ثوبًا مكتوبًا فيه سورة الْإخلاص هل فيه بأس؟ الْإستبشار: هو إستهانة بالقرآن، لأن هٰذا الثوب إنما يلقى تعظيمًا للميت، ويصير هٰذا الثوب مستعملًا مبتذلًا وابتذال كتاب الله من أسباب عذاب الله. (فتاوىٰ لكهنوى ص:۴۰۳).

(۲) قال فى القنية: أما التزين بعد موتها لَا يجوز ...إلخ. (البحر الرائق ج:۲ ص:۱۸۷).

(۳) قوله وتجمر الأكفان أولًا وترا لأنه عليه السلام أمر باجمار أكفان إمرأته والمراد به التطيب قبل ان يدرج فيها الميت ...إلخ. (البحر الرائق ج:۲ ص:۱۹۱، كتاب الصلاة، باب الجنائز، طبع دار المعرفة، بيروت).

(۴) قوله وجعل الحنوط علىٰ رأسه ولحيته لأن التطيب سنة .... والكافور علىٰ مساجده زيادة فى تكرمتها وصيانة للميت عن سرعة الفساد وهي موضع سجوده ...إلخ. (البحر الرائق ج:۲ ص:۱۸۷، باب الجنائز). وكذا فى الفتاوى العالمگيرية، كتاب الصلاة، الفصل الثالث فى التكفين، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز ج:۱ ص:۱۶۱).

۳:...میّت پر یا قبر پر پھول ڈالنا اور قبروں میں اگربتی سلگانا غلط ہے۔[1]

میّت کے بارے میں عورتوں کی توہم پرستی

سوال:... یہ کہا جاتا ہے کہ لاش کو ہلانا اور اِدھر اُدھر کرنا ٹھیک نہیں، کیونکہ اس سے مردے کو سخت تکلیف ہوتی ہے، اگر اس کو سانس ہو تو سب کو چیر پھاڑ دے۔ میرے محترم بزرگ! نواب شاہ ہی میں ایک اتفاق ہوا، ایک لڑکی کا انتقال ہوا، پتا نہیں غسل دے کر لے کر آئے تو کفن پہنانے کے بعد اس لڑکی کو جس کا انتقال ہوا غسل دینے والی نے اس کی آنکھوں کو کھول کر کاجل لگایا، محترم! ایک غسل والی نہیں، بلکہ نواب شاہ کی جتنی ایسی عورتیں ہیں وہ سب یہ ہی رسم کرتی ہیں، کاجل لگانا اُنگلی سے، ویسے یہ کہاں تک دُرست ہے؟

اگر کسی کے گھر میں کوئی بچہ یا لڑکی لڑکا، عورت مرد، بڈھی بڈھا، عمر رسیدہ یا کسی کی بھی موت واقع ہوجائے، تو عورتیں پرہیز کرتی ہیں کہ ہماری پرہیز یا ہمیں تعویذ ہے، ایسی عورتیں موت والے گھر میں نہیں جاتیں، حتیٰ کہ ان کی دس یا بارہ سال کی لڑکیوں کے بھی پرہیز ہوں گے، اور یہاں تک کہ اس یعنی میّت والے گھر کے آگے سے بھی نہیں گزریں گے، خدا نہ کرے ان کو میّت کی کوئی رُوح چمٹ جائے گی، یہ پرہیز چالیس دن یا اس سے بھی زیادہ چلتا ہے، یہ پرہیز اپنے سگے رشتوں یعنی بھتیجوں بھتیجیوں یا کوئی برادری وغیرہ عزیز رشتہ دار اور پڑوسیوں تک چلتا ہے۔

جواب:... یہ بھی توہم پرستی ہے کہ لاش کو اپنی جگہ سے اِدھر اُدھر نہ کیا جائے، میّت کے کاجل یا سرمہ لگانا ممنوع ہے۔[2] بعض عورتیں جو میّت والے گھر نہیں جاتیں، اسی طرح زچگی والے گھر سے پرہیز کرتی ہیں، یہ غلط لوگوں کی پھیلائی ہوئی گمراہی ہے، وہ ان کو ایسے تعویذ دیتے ہیں کہ وہ ساری عمر ان کے چکر سے باہر نہ نکل سکیں۔

میّت کے لئے حیلہ اسقاط اور قدم گننے کی رسم

سوال:... ہمارے گاؤں میں جب کوئی فوت ہوتا ہے تو پہلے تو جنازے کی چارپائی جب اُٹھاتے ہیں تو مولوی قدم گنتا ہے، نہ جانے یہ بات صحیح ہے یا کہ نہیں؟ پھر نمازِ جنازہ پڑھ کر ایک دائرہ سا مولوی حضرات بنا کر بیٹھ جاتے ہیں، ہاتھ میں قرآن لے کر جسے حیلہ کے نام سے کہتے ہیں، خدانخواستہ اگر کسی نے حیلہ نہ کیا اپنے فوت ہونے والے حضرات کا تو مولوی حضرات سب سے پہلے فتویٰ

---

(۱) وذکر ابن الحاج فی المدخل، انه ینبغی أن یجتنب ما أحدثه بعضهم من أنهم یأتون بماء الورد فیجعلونه علی المیت فی قبره، وإن ذٰلک لم یرو عن السلف رضی الله عنهم فهو بدعة، قال ویکفیه من الطیب ما عمل له وهو فی البیت، فنحن متبعون لَا مبتدعون فحیث وقف سلفنا وقفنا۔ (حاشیة الطحطاوی علٰی مراقی الفلاح، فصل فی حملها ودفنها ص:۳۳۳، طبع میر محمد کتب خانه)۔ واعلم ان النذر الذی یقع للأموات من أکثر العوام وما یؤخذ من الدراهم والشمع والزیت ونحوها إلٰی ضرائح الأولیاء الکرام تقربًا إلیهم فهو بالإجماع باطل وحرام .... وقد ابتلی الناس بذٰلک لَا سیما فی هٰذه الأعصار وقد بسطه العلامة قاسم فی شرح درر البحار۔ (درمختار، قبیل باب الإعتکاف ج:۲ ص:۴۳۹، طبع ایچ ایم سعید)، تفصیل کے لئے دیکھئے: اختلافِ اُمت اور صراطِ مستقیم ص:۶۹ تا ۷۴۔

(۲) ایضاً۔

لگاتے ہیں: ''اوجی! بغیر حیلہ کے دفن کیا ہے، اس کی بخشش نہیں ہوگی'' کیا یہ حیلہ اسلام میں جائز ہے؟ اس طرح قرآن ساتھ لے کر جانا کیا قرآن کی بھی بے حرمتی نہیں؟

جواب:... مستحب یہ ہے کہ آدمی جنازے کی چارپائی کو چالیس قدم اُٹھائے، پہلے دائیں کندھے پر اگلی جانب کو دس قدم اُٹھائے، پھر دائیں کندھے پر پچھلی جانب کو دس قدم، پھر بائیں کندھے اگلی جانب کو دس قدم، پھر بائیں کندھے پر پائینتی کی جانب کو دس قدم۔[1] ظاہر ہے کہ ہر اُٹھانے والا اپنے قدم گنے گا، مولوی صاحب کا لوگوں کے قدم گننا بے معنی ہے، ہاں اپنے قدم گنے۔

جہاں تک حیلہ اسقاط کا تعلق ہے، جس شکل میں یہ حیلہ آج کل رائج ہے یہ خالص بدعت ہے، اور نہایت قبیح بدعت...![2] اور اس بدعت کے لئے قرآنِ کریم کا استعمال بلاشبہ قرآنِ کریم کی بے حرمتی ہے۔

جنازے کو کندھا دینے کا مسنون طریقہ

سوال:... جب کسی شخص کا جنازہ اس کے گھر سے اُٹھایا جاتا ہے تو اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ لوگ جنازے کو کندھا دیتے ہیں، اور پھر کچھ مخصوص قدم چلنے کے بعد بدل دیتے ہیں، اور کافی دُور تک یہ عمل جاری رہتا ہے، اس عمل کو یہ لوگ ''دہ قدم'' کہتے ہیں، اس عمل (دہ قدم) کی اصل حقیقت کیا ہے؟ ذرا تفصیل سے سمجھائیے، کیونکہ جس علاقے کا میں رہنے والا ہوں، وہاں پر صدفی صد لوگ ایسا کرتے ہیں۔

جواب:... میّت کے جنازے کو کندھا دینا مسنون ہے، اور بعض احادیث میں جنازے کے چاروں طرف کندھا دینے کی فضیلت بھی آئی ہے۔

طبرانی کی معجمِ اوسط میں بہ سندِ ضعیف حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''من حمل جوانب السرير الأربع كفّر الله عنه اربعين كبيرة۔''

(مجمع الزوائد ج:۳ ص:۲۶)

ترجمہ:... ''جس شخص نے میّت کے جنازے کے چاروں پایوں کو کندھا دیا، اللہ تعالیٰ اسے اس کے

---

(۱) واما نفس السنة فهي ان نأخذ بقوائمها الأربع علٰى طريق التعاقب بأن تحمل من كل جانب عشر خطوات .... فيحمله علٰى عاتقه الأيمن ثم المؤخر الأيمن علٰى عاتقه الأيمن ثم المقدم الأيسر علٰى عاتقه الأيسر ثم المؤخر الأيسر علٰى عاتقه الأيسر ...إلخ۔ (فتاوىٰ عالمگيرى، كتاب الصلاة، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، الفصل الرابع فى حمل الجنازة ج:۱ ص:۱۶۲)، وينبغى أن يحمل من كل جانب عشر خطوات لما روى فى الحديث من حمل جنازة أربعين خطوة كفرت أربعين كبيرة۔ (البدائع الصنائع، فصل والكلام فى حمله على الجنائزة ج:۱ ص:۳۰۹، البحر ج:۲ ص:۳۳۸)۔

(۲) عن عائشة رضى الله عنها قالت: قال النبى صلى الله عليه وسلم: من أحدث فى أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردّ۔ (صحيح بخارى، كتاب الصلح، ج:۱ ص:۳۷۰، طبع قديمى)۔ وعرفها (أى البدعة) الشمنىّ بأنها ما أحدث علٰى خلاف الحق المتلقى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل دينًا قويمًا وصراطًا مستقيمًا۔ (رد المحتار، باب الإمامة، مطلب البدعة خمسة أقسام ج:۱ ص:۵۶۰)۔

چالیس بڑے گناہوں کا کفارہ بنادیں گے۔"

اِمام سیوطیؒ نے الجامع الصغیر (ج:۲ ص:۱۷۰) میں بروایت ابنِ عساکرؒ، حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث نقل کی ہے۔

فقہائے اُمت نے جنازہ کو کندھا دینے کا سنت طریقہ یہ لکھا ہے کہ پہلے دس قدم تک دائیں جانب کے اگلے پائے کو کندھا دے، پھر دس قدم تک اسی جانب کے پچھلے پائے کو، پھر دس قدم تک بائیں جانب کے اگلے پائے کو، پھر دس قدم تک بائیں جانب کے پچھلے پائے کو، پس اگر بغیر ایذادہی کے اس طریقے پر عمل ہوسکے تو بہتر ہے۔ [۱]

جنازہ کے لئے کھڑا ہونا؟

سوال:... جب ہمارے قریب سے جنازہ گزر رہا ہو اور ہم بیٹھے ہوئے ہوں تو کیا احتراماً کھڑے ہوجانا چاہئے یا نہیں؟ کیونکہ بعض افراد دُکان میں بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں تو کھڑے ہوجاتے ہیں اور بعض نہیں؟

جواب:... اگر جنازے میں شرکت کرنا مقصود ہو تو کھڑے ہوجانا بہتر ہے، ورنہ کھڑا نہ ہو۔ [۲]

میّت کو دفنانے کے لئے سواری میں لے جانا

سوال:... میّت کو دفنانے کے لئے سواری میں لے جانا چاہئے یا پیدل؟

جواب:... قبرستان دُور ہو تو سواری پر لے جانے کا بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ [۳]

شوہر اپنی بیوی کے جنازہ میں شریک ہوسکتا ہے

سوال:... بعض لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ بیوی کا جب انتقال ہوجائے تو خاوند نہ تو اپنی بیوی کا منہ دیکھ سکتا ہے، نہ ہی اس کو ہاتھ لگاسکتا ہے، حتیٰ کہ چارپائی کو کندھا بھی نہ دے، اور نمازِ جنازہ میں بھی شریک نہ ہو، قبر میں بھی خاوند بیوی کو نہیں اُتار سکتا، اب آپ ہی مطلع فرمائیں کہ یہ باتیں کہاں تک دُرست ہیں؟ کہتے ہیں بیوی کے انتقال کے بعد خاوند غیرمحرم بن جاتا ہے۔

---

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر۱ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) ولَا يقوم للجنازة إلّا أن يريد أن يشهدها كذا في الإيضاح۔ (هندية، كتاب الصلاة، الباب الحادى والعشرون في الجنائز، الفصل الرابع فى حمل الجنازة)، ولَا يقوم أحد للجنازة إذا مرت به، إلّا إذا أراد أن يتبعها، وعليه الجمهور، وما ورد فى الأحاديث الصحيحة من القيام لها منسوخ بما روى عن على رضى الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم أمرنا بالقيام فى الجنازة ثم جلس بعد ذٰلك وأمرنا بالجلوس۔ رواه أبو داوٗد ...إلخ۔ (حلبى كبير، فصل فى الجنازة ص:۵۹۳)۔

(۳) أما إذا كان عذر بأن كان المحل بعيدًا يشق حمل الرجال له أو لم يكن الحامل إلّا واحد فحمله علٰى ظهره فلا كراهة إذن۔ (حاشية الطحطاوى علٰى مراقى الفلاح، كتاب الجنائز ص:۳۳۱)۔

جواب:... بیوی کے انتقال کے بعد شوہر اس کا منہ دیکھ سکتا ہے، ہاتھ نہیں لگا سکتا۔[1] جنازہ کو کندھا دے سکتا ہے، نمازِ جنازہ میں بھی شریک ہوسکتا ہے، عورت کو لحد میں اُتارنے کے لئے اس کے محرَم رشتہ دار ہونے چاہئیں، اگر وہ نہ ہوں تو دُوسرے لوگ اُتاریں، ان میں شوہر بھی شریک ہوسکتا ہے۔[2] یہ صحیح ہے کہ بیوی کے مرتے ہی دُنیوی اَحکام کے اعتبار سے میاں بیوی کا رشتہ ختم ہوجاتا ہے، اور شوہر کی حیثیت ایک لحاظ سے اجنبی کی ہوجاتی ہے۔[3]

موت کے بعد بیوی کا چہرہ دیکھ سکتا ہے، ہاتھ نہیں لگا سکتا

سوال:... آپ نے ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا ہے: ''شوہر کو بیوی کا چہرہ دیکھنا جائز ہے، اس کے بدن کو ہاتھ لگانا جائز نہیں۔'' آپ سے استدعا ہے کہ قرآن پاک سے کوئی حوالہ یا دلیل مرحمت فرمائیں۔ کیونکہ راقم کے علم میں تو یہ حقیقت ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو بعد از انتقال خود غسل دیا تھا، اور اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ کے انتقال پر ان کی زوجہ محترمہ نے ان کو غسل دیا تھا، اسی طرح یہ بات تو ضرور پایۂ ثبوت اور دلیلِ شرعی کو پہنچتی ہے کہ بعد از انتقال شوہر کا بیوی کو یا بیوی کا شوہر کو دیکھنا، چھونا وغیرہ نہ صرف یہ کہ جائز ہے، بلکہ غسل دینا افضل ہے۔ صحابہ کرامؓ تو جائز بلکہ بہترین اور افضل افعال اور اعمال انجام دیتے تھے، ہمارے عامۃ المسلمین میں جو یہ باتیں مشہور و مقبول ہیں کہ بعد از انتقال نکاح ٹوٹ جاتا ہے، اور دیکھنا منع ہے یا چھونا منع ہے وغیرہ، وغیرہ، یہ سب باتیں غلط اور بنائے کم علمی و لاعلمی ہیں، اگر میری باتیں غلط ہیں تو برائے مہربانی دلیلِ شرعی مرحمت فرمائیں۔

جواب:... بیوی کے انتقال سے نکاح ختم ہوجاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کی بہن سے نکاح کرسکتا ہے، اس لئے شوہر کا بیوی کے مرنے کے بعد اسے ہاتھ لگانا اور غسل دینا جائز نہیں،[4] اور شوہر کے مرنے پر نکاح کے آثار عدّت تک باقی رہتے ہیں، اس لئے بیوی کا شوہر کے مرنے کے بعد اس کو ہاتھ لگانا اور غسل دینا صحیح ہے۔ پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کی زوجہ محترمہ کے غسل دینے پر تو

(۱) ویمنع زوجها من غسلها ومسها لا من النظر إليها على الأصح۔ (درمختار مع الشامی، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة ج:۲ ص:۱۹۸، طبع ایچ ایم سعید)۔

(۲) وذی الرحم المحرم أولٰی بإدخال المرأة من غیرهم وكذا ذو الرحم غیر المحرم أولٰی من الأجنبی۔ (هندیة ج:۱ ص:۱۶۲، کتاب الصلاة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس)۔

(۳) بخلاف ما إذا ماتت المرأة حیث لا یغسلها الزوج لأن هناک انتهٰی ملک النکاح لإنعدام المحل فصار الزوج أجنبیًا ...إلخ۔ (البدائع الصنائع ج:۱ ص:۳۰۴، طبع ایچ ایم سعید)، وأما بیان الکلام فیمن یغسل۔ (وأیضًا رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الجنائز ج:۲ ص:۱۹۸، طبع ایچ ایم سعید)۔

(۴) ولنا ما روی عن ابن عباس رضی الله عنه أن رسول الله صلی الله علیه وسلم سئل عن امرأة تموت بین رجال فقال یتیمم بالصعید ولم یفصل بین أن یکون فیهم زوجها أو لا یکون، ولأن النکاح ارتفع بموتها فلا یبقٰی حل المس والنظر کما لو طلقها قبل الدخول ودلالة الوصف انها صارت محرمة علی التأبید والحرمة علی التأبید تنافی النکاح ابتداء وبقاء ولهٰذا جاز للزوج أن یتزوج بأختها وأربع سواها وإذا زال النکاح صارت أجنبیة فبطل حل المس والنظر بخلاف ما إذا مات الزوج لأن هناک ملک النکاح قائم ...إلخ۔ (البدائع الصنائع، فصل وما بیان الکلام فیمن یغسل ج:۱ ص:۳۰۵)۔

کوئی اِشکال نہیں،[1] البتہ حضرت علیؓ کا واقعہ محلِ اِشکال ہے، لیکن اوّل تو اس سلسلے میں تین روایتیں مروی ہیں، ایک یہ کہ حضرت علیؓ نے غسل دیا تھا، دوم یہ کہ اسماء بن عمیسؓ اور حضرت علیؓ نے غسل دیا تھا،[2] سوم یہ کہ حضرت فاطمہؓ نے انتقال سے پہلے غسل فرمایا اور نئے کپڑے پہنے اور فرمایا کہ: ''میں رُخصت ہو رہی ہوں، میں نے غسل بھی کرلیا ہے، اور کفن بھی پہن لیا ہے، مرنے کے بعد میرے کپڑے نہ ہٹائے جائیں۔'' یہ کہہ کر قبلہ رُو لیٹ گئیں اور رُوح پرواز کرگئی، ان کی وصیت کے مطابق انہیں غسل نہیں دیا گیا۔ پس جب روایات اس سلسلے میں متعارض ہیں تو اس واقعے پر کسی شرعی مسئلے کی بنیاد رکھنا صحیح نہیں ہوگا۔ اور اگر حضرت علیؓ کے غسل دینے کی روایت کو تسلیم بھی کرلیا جائے تو زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ حضرت فاطمہؓ وعلیؓ کی خصوصیت تھی، اس سے عام حکم ثابت نہیں ہوتا، اس لئے مسئلہ صحیح وہی ہے جو اس ناکارہ نے لکھا تھا کہ بیوی کے مرنے کے بعد شوہر اس کا چہرہ دیکھ سکتا ہے، مگر ہاتھ نہیں لگا سکتا۔[3]

میاں بیوی میں سے کوئی مرجائے تو ایک دُوسرے کا چہرہ دیکھ سکتے ہیں

سوال:... کچھ لوگوں سے سنا ہے کہ میاں بیوی میں سے کوئی ایک مرجائے تو شوہر اپنی مری ہوئی بیوی کا منہ نہیں دیکھ سکتا، اور اسی طرح بیوی اپنے مرے شوہر کا منہ نہیں دیکھ سکتی، اور اگر بیوی اپنے مرے ہوئے شوہر کا یا شوہر اپنی مری ہوئی، بیوی کو آخری دیدار کے طور پر دیکھ لیتے ہیں تو اِسلام میں یہ کس قسم کا گناہ ہوگا؟

---

(۱) أما المرأة فتغسل زوجها .... وروی أن أبابکر الصدیق رضی الله عنه أوصٰی إلٰی امرأته أسماء بنت عمیس ان تغسله بعد وفاته .... ولأن اباحة الغسل مستفادة بالنکاح فتبقی ما بقی النکاح، والنکاح بعد الموت باق إلٰی وقت انقطاع العدة بخلاف ما إذا ماتت المرأة حیث لَا یغسلها الزوج لأن هناک انتهی ملک النکاح لإنعدم المحل فصار الزوج أجنبیًا فلا یحل له غسلها. (بدائع الصنائع، فصل واما بیان الکلام فیمن یغسل ج:۱ ص:۳۰۴، طبع ایچ ایم سعید، وأیضًا فی البحر ج:۲ ص:۱۸۸، کتاب الصلاة، باب الجنائز، طبع دار المعرفة، بیروت).

(۲) قلنا هذا محمول علٰی بقاء الزوجیة لقوله علیه السلام کل سبب ونسب ینقطع بالموت إلّا سببی ونسبی مع ان بعض الصحابة أنکر علیه شرح المجمع للعینی. (قوله قولنا ...إلخ) قال فی شرح المجمع لمصنفه فاطمة رضی الله عنها غسلتها أم أیمن .... ولئن ثبت الروایة فهو مختص به، ألّا ان ابن مسعود رضی الله عنه لما اعترض علیه بذلک أجابه بقوله: أما علمت ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: إن فاطمة زوجتک فی الدنیا والآخرة، فادعاه الخصوصیة دلیل علٰی ان المذهب عندهم عدم الجواز. (فتاویٰ شامی، باب صلاة الجنازة ج:۲ ص:۱۹۸)، وروی البیهقی وأبو الفرج عن فاطمة رضی الله عنها قالت لأسماء بنت عمیس: یا أسماء! إذا مت فاغسلینی أنت وعلی فغسلاها قال أبو الفرج فی اسناده عبدالله بن نافع قال یحیٰی لیس بشیء وقال النسائی متروک ورووا أحادیث أخر لیس فیها ما یعتمد علیه. (حلبی کبیر، فصل فی الجنائز ص:۶۰۴، طبع سهیل اکیڈمی).

(۳) عن أمّ سلمة قالت: اشتکت فاطمة شکواها الذی قبضت فیه، فکنت أمرضها فأصبحت یومًا کأمثل ما رأیتها، وخرج علی لبعض حاجته، فقالت: یا أمّه! اسکبی لی غسلًا فاغتسلت کأحسن ما رأیتها تغتسل، ثم قالت: یا أمّه! اعطنی ثیابی الجدد، فأعطیتها، فلبستها، ثم قالت: یا أمّه! قدمی لی فراشی وسط البیت، ففعلت واضطجعت، فاستقبلت القبلة وجعلت یدها تحت خدها ثم قالت: یا أمّه! إنه مقبوضة الآن وقد تطهرت فلا یکشفنی أحد، فقبضت مکانها. انتهٰی. واعلم أن الحدیث ذکره ابن الجوزی فی الموضوعات .... هذا مما لَا ینسب إلٰی علی وفاطمة بل ینزهون عن مثل هذا. (نصب الرایة لأحادیث الهدایة، کتاب الصلاة، باب الجنائز ج:۲ ص:۲۵۰، ۲۵۱، طبع مؤسسة الریان المکتبة الملکیة).

جواب:... دونوں ایک دُوسرے کا منہ دیکھ سکتے ہیں۔ بیوی اپنے مرحوم شوہر کو ہاتھ بھی لگاسکتی ہے، مگر شوہر مرحومہ بیوی کو ہاتھ نہیں لگاسکتا۔[1]

میّت کو گھر میں کتنی دیر تک رکھ سکتے ہیں؟

سوال:... جب موت واقع ہوجائے تو میّت کو گھر میں کتنی دیر تک رکھ سکتے ہیں؟

جواب:... وفات کے بعد جہاں تک ممکن ہو جلد اَز جلد تجہیز و تکفین اور تدفین ہونی چاہئے۔[2]

لوگوں کے اِنتظار کے لئے میّت رکھنا

سوال:... اگر کچھ لوگوں کے اِنتظار کے لئے میّت رکھ دی جائے تو کیسا ہے؟

جواب:... دُور کے رشتہ داروں کے اِنتظار پر میّت کو کئی کئی گھنٹے رکھ کر چھوڑنا بہت بُری بات ہے۔[3]

ناپاک آدمی کا جنازے کو کندھا دینا

سوال:... جنازے کو جب کندھا دیا جاتا ہے تو بہت سے لوگ جنازے کو کندھا دیتے ہیں، اگر کوئی شخص ناپاکی کی حالت میں جنازے کو کندھا دے تو کیا ہوگا؟ اگر اس شخص کا دِل پاک ہو اور کپڑے ناپاک ہوں تو کیا وہ اس حالت میں جنازے کو کندھا دے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:... ناپاک آدمی کا جنازے کو کندھا دینا مکروہ ہے، دِل کے ساتھ جسم اور کپڑوں کو بھی پاک کرنا چاہئے، جس شخص کو اپنے بدن اور کپڑوں کے پاک رکھنے کا اہتمام نہ ہو، وہ دِل کو پاک رکھنے کا کیا خاک اہتمام کرے گا؟

عورت کی میّت کو ہر شخص کندھا دے سکتا ہے

سوال:... کیا عورت کی میت کو ہر شخص کندھا دے سکتا ہے؟ یا کہ صرف محرَم مرد ہی اس کو کندھا دے سکتے ہیں؟

جواب:... قبر میں تو صرف محرَم مردوں کو ہی اُتارنا چاہئے (اگر محرَم نہ ہوں یا کافی نہ ہوں تو غیرمحرَم بھی شامل ہوسکتے ہیں)،[4]

---

(۱) ويمنع زوجها من غسلها ومسها لا من النظر إليها على الأصح .... وهي لا تمنع من ذٰلك ... إلخ. وفي الشرح: ولعل وجهه أن النظر أخف من المس فجاز لشبهة الإختلاف. (شامي ج:۲ ص:۱۹۸، باب الجنائز، كتاب الصلاة).

(۲) ويستحب أيضًا أن يسارع إلى قضاء دينه ابرائه منه ويبادر إلى تجهيزه ولا يؤخر. (عالمگيري ج:۱ ص:۱۵۷).

(۳) وكره تأخير صلاته ودفنه ليصلي عليه جمع عظيم بعد صلاة الجمعة إلّا إذا خيف فوتها بسبب دفنه. (الدر المختار مع الرد ج:۲ ص:۲۳۲). والأفضل أن يعجل بتجهيزه كله من حين يموت .... وفي القنية ولو جهز الميت صبيحة يوم الجمعة يكره تأخير الصلاة ودفنه ليصلي عليه الجمع العظيم ... إلخ. (البحر الرائق ج:۲ ص:۱۹۱، باب الجنائز).

(۴) وذو الرحم المحرم أولى بإدخال المرأة من غيرهم كذا في الجوهرة النيرة وكذا ذو الرحم غير المحرم أولى من الأجنبي فإن لم يكن فلا بأس للأجانب وضعها كذا في البحر الرائق. (هندية ج:۱ ص:۱۶۶، كتاب الصلاة).

لیکن کندھا دینے کی سب کو اجازت ہے۔[۱]

قبرستان میں جنازہ رکھنے سے پہلے بیٹھنا خلافِ ادب ہے

سوال:... قبرستان میں جنازے کو زمین پر رکھنے سے پہلے آدمیوں کا بیٹھنا کیسا ہے؟

جواب:... ادب کے خلاف ہے، جنازے کو رکھنے کے بعد بیٹھنا چاہئے۔[۲]

میّت کو دفناتے وقت کی رُسومات

سوال:... جب قبر میں مردہ کو اُتارتے ہیں تو قبر کی دیواروں اور مردہ پر گلاب کا عرق اور دُوسری خوشبوئیں چھڑکتے ہیں، مردہ پر ''عہدنامہ'' وغیرہ رکھتے ہیں، گھر سے میّت کو لے جاتے وقت مردہ کے لئے توشہ (باقاعدہ کھانا وغیرہ) لے جاتے ہیں، اور قبر پر پھول اور خوشبو استعمال کرتے ہیں، کیا ان چیزوں سے مردہ کو کوئی فائدہ ہوتا ہے؟ شرعی حیثیت سے بیان کریں۔

جواب:... یہ تمام رسمیں غلط ہیں، ان کی کوئی شرعی سند نہیں۔[۳]

قبر میں رُوئی فوم وغیرہ بچھانا دُرست نہیں

سوال:... کیا قبر میں کوئی چیز بچھانا مثلاً رُوئی، فوم، وغیرہ جائز ہے؟

جواب:... قبر میں کوئی بھی چیز بچھانا دُرست نہیں۔[۴]

قبر میں قرآن یا کلمہ رکھنا جائز نہیں

سوال:... کیا میّت کے ساتھ قبر میں قرآن مجید یا قرآن مجید کا کوئی حصہ یا کوئی دُعا یا کلمہ طیبہ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن،

---

(۱) سن فی حمل الجنازة أربعة من الرجال ...إلخ. (هندية ج:۱ ص:۱۶۲، كتاب الصلاة، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز)، وأيضًا يكره الناس ان يمنعوا حمل جنازة المرأة لزوجها ...إلخ. (خلاصة الفتاوىٰ ج:۱ ص:۲۲۵).

(۲) وإنما يكره قبل أن توضع عن مناكب الرجال كذا فى الخلاصة. (هندية ج:۱ ص:۱۶۲)، وأيضًا ويكره لمتبعى الجنازة أن يقعد وأقبل وضع الجنازة لأنهم أتباع الجنازة والتبع لَا يقعد قبل قعود والأصل ولأنهم إنما حضروا تعظيمًا للميت وليس من التعظيم الجلوس قبل الوضع. (البدائع الصنائع، فصل والكلام فى حمله على الجنازة ج:۱ ص:۳۱۰).

(۳) كتب علىٰ جبهة الميت أو عمامته أو كفنه عهدنامه .... وقد افتى ابن الصلاح بأنه لَا يجوز ان يكتب على الكفن يٰسٓ والكهف ونحوهما خوفًا من صديد الميت .... تكره كتابة القرآن .... ونحوه مما فيه اهانة فالمنع بالأولىٰ ما لم يثبت عن المجتهد أو ينقل فيه حديث ثابت فتأمل. (رد المحتار مع الدر المختار، مطلب فيما يكتب على الكفن ج:۲ ص:۲۴۶)، وذكر ابن الحاج فى المدخل أنه ينبغى ان يجتنب ما أحدثه بعضهم من انهم يأتون بماء الورد فيجعلونه على الميت فى قبره وإن ذٰلك لم يرو عن السلف رضى الله عنهم فهو بدعة قال ويكفيه من الطيب ما عمل له وهو فى البيت فنحن متبعون لَا مبتدعون فحيث وقف سلفنا وقفنا. (حاشية الطحطاوى علىٰ مراقى الفلاح، فصل فى حملها، ص:۳۳۳، طبع مير محمد كتب خانه)، وكذٰلك ما يفعله أكثر الناس من وضع ما فيه رطوبة من الرياحين والبقول ونحوهما على القبور ليس بشىء. (عمدة القارى، كتاب الوضوء، ج:۳ ص:۱۲۰، طبع منيرية).

(۴) ويكره أن يوضع تحت الميت فى القبر مضربة أو مخدة أو حصير أو نحو ذٰلك اهـ ...إلخ. (شامى ج:۲ ص:۲۳۴).

حدیث، فقہِ حنفی اور سلف صالحین کے تعامل کی روشنی میں تفصیلاً وضاحت فرمائیں، مہربانی ہوگی۔

جواب:... قبر میں مردے کے ساتھ قرآن مجید یا اس کا کچھ حصہ دفن کرنا ناجائز ہے، کیونکہ مردہ قبر میں پھول پھٹ جاتا ہے، قرآن مجید ایسی جگہ رکھنا بے ادبی ہے، یہی حکم دیگر مقدس کلمات کا ہے، سلف صالحین کے یہاں اس کا تعامل نہیں تھا۔ (۱)

میّت کا صرف منہ قبلہ رُخ کردینا کافی نہیں

سوال:... ہمارے ایک عزیز کی والدہ کا انتقال ہوگیا، مرحومہ کا چھوٹا بیٹا اہلِ حدیث ہے، وہ قبرستان گیا اور قبر کے اندر اُتر کر ماں کو کروٹ کے بل لٹا کر پیٹھ کی طرف پتھر لگا آیا، تدفین کے بعد بات نکلی تو لڑکے نے بتایا کہ خدا میری مغفرت کرے، اس سے قبل میں نے اپنے مرحوم بھائی کو چت لٹایا تھا اور منہ قبلے کی طرف کیا گیا تھا، لیکن اس بار صحیح طریقہ اختیار کیا ہے۔ واضح ہو کہ بقیہ تمام لوگ اہلِ سنت والجماعت ہیں، یہ سن کر ہم سب سے وہ لڑکا کہنے لگا ہمیں ہماری جماعت میں ایسا ہی بتایا گیا تھا۔ مولانا! آپ بتائیں کیا مردے کو کروٹ کے بل لٹانا جائز تھا؟ (منہ قبلے کی طرف تھا) اور اب اگر لٹایا جاچکا تو اس غلطی پر دوبارہ کیا کیا جائے؟

جواب:... میّت کو قبر میں قبلہ رُخ لٹانا چاہئے، چت لٹا کر صرف منہ قبلہ کی طرف کردینا کافی نہیں، یہ مسئلہ صرف اہلِ حدیث کا نہیں، فقہِ حنفی کا بھی یہی مسئلہ ہے، لیکن میت کے پیچھے پتھر رکھنے کے بجائے دیوار کے ساتھ مٹی کا سہارا دے دیا جائے تاکہ میّت کا رُخ قبلہ کی طرف ہوجائے۔ (۲)

مردہ عورت کا منہ غیرمحرَم مردوں کو دِکھانا جائز نہیں

سوال:... یہ بات کہاں تک صحیح ہے کہ مری ہوئی عورت کا منہ اگر اس کے گھر والے کسی غیرمرد کو دِکھادیں تو اس کا گناہ بھی مری ہوئی عورت کو ملے گا؟

جواب:... غیرمردوں کو مردہ عورت کا منہ دِکھانا جائز نہیں، (۳) اور گناہ منہ دِکھانے والوں کو ہوگا، اور مردہ عورت بھی اس پر اپنی زندگی میں راضی تھی تو وہ بھی گناہگار ہوگی، ورنہ نہیں۔ (۴) عورتوں کو وصیت کردینی چاہئے کہ ان کے مرنے کے بعد نامحرموں کو ان کا منہ نہ دِکھایا جائے۔ (۵)

---

(۱) حوالہ کے لئے دیکھئے گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۳۔

(۲) قوله ووجه إلى القبلة بذٰلك أمر رسول الله صلى الله عليه وسلم ويكون على شقه الأيمن ... إلخ. (البحر الرائق ج:۲ ص:۲۰۸، كتاب الجنائز)، وأيضًا ويوضع في القبر على جنبه الأيمن مستقبل القبلة ... إلخ. (هندية ج:۱ ص:۱۶۶).

(۳) وقد رويت انها (أي فاطمة الزهراء بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم) اغتسلت لما حضرها الموت وتكفنت وأمرت عليًا أن لَا يكشفها إذا توفيت ... إلخ. (أسد الغابة في معرفة الصحابة رقم:۷۱۷۵، مناقب فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم).

(۴) والحاصل ان الميت إذا كان له تسبب في هٰذه المعصية فالعذاب على حقيقته ويعذب بفعل نفسه حيث تسبب في ذٰلك لَا بفعل غيره ... إلخ. (حاشية الطحطاوي على المراقي، باب أحكام الجنائز، ص:۳۰۹، طبع مير محمد).

(۵) ایضاً حاشیہ نمبر ۳۔

قبر کے اندر میّت کا منہ دِکھانا اچھا نہیں

سوال:... آج کل اکثر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جب میت کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو پھر قبر کے اندر ایک آدمی جاکر میّت کے چہرے سے کفن ہٹادیتا ہے، قبر کے باہر چاروں طرف لوگ کھڑے ہوکر میّت کا آخری دیدار کرتے ہیں اور اس کے بعد میّت کا چہرہ ڈھانپ دیا جاتا ہے، کیا قبر میں اُتار دینے کے بعد یا قبرستان میں میّت کا چہرہ لوگوں کو دِکھانا جائز ہے؟

جواب:... قبر میں رکھ دینے کے بعد پھر منہ کھول کر دِکھانا اچھا نہیں، بعض اوقات چہرے پر برزخ کے آثار نمایاں ہوجاتے ہیں، ایسی صورت میں لوگوں کو مرحوم کے بارے میں بدگمانی کا موقع ملے گا۔[1]

قبر میں میّت کو کس کروَٹ پر لٹانا چاہئے؟

سوال:... میں نے کہیں پڑھا تھا کہ میّت کو جب قبر میں لٹایا جائے تو سیدھی کروَٹ سے، اس کی وضاحت سمجھنا چاہتا ہوں کہ میّت کو سیدھی طرف کروَٹ دے کر لٹایا جائے، یا صرف اس کا چہرہ قبلہ رُخ کردیا جائے اور میّت چت رکھی جائے، اگر میّت کو سیدھی کروَٹ کرنا ہے تو وہ ٹھہر کیسے سکے گی؟

جواب:... کروَٹ پر لٹانا چاہئے، ذرا سا سہارا کمر کی طرف دے دیا جائے، چت لٹاکر صرف منہ قبلہ کی طرف کردینا خلافِ سنت ہے۔[2]

میّت کو لحد میں اُتارنے کے بعد مٹی ڈالنے کا طریقہ

سوال:... مسئلہ یہ ہے کہ جب میّت کو دفن کیا جاتا ہے تو جیسا عام طور پر ہوتا ہے کہ میّت کو لحد میں لٹانے اور لحد کو ڈھانپنے کے بعد جنازے کے ساتھ آنے والے تمام لوگ تین تین مٹھی مٹی دیتے ہیں، اور اس کے بعد مٹی بھری جاتی ہے، از راہِ کرم آپ ہمیں مٹی دینے کی اہمیت کے بارے میں بتائیں۔

جواب:... مٹی کی تین مٹھیاں ڈالنا مستحب ہے، پہلی مٹھی ڈالتے وقت "مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ" پڑھے، دُوسری کے وقت "وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ"، اور تیسری کے وقت "وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى" پڑھے، اگر یہ عمل نہ کیا جائے تب بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔[3]

---

(۱) وينبغي للغاسل ولمن حضر إذا رأى ما يجب الميت ستره أن يستره ولَا يحدث به لأنه غيبة، وكذا إذا كان عيبًا حادثًا بعد الموت كسواد وجهٍ ونحوه ما لم يكن مشهورًا ببدعة فلا بأس بذكره تحذيرًا من بدعته. (رد المحتار، باب صلاة الجنازة ج:۲ ص:۲۰۲، طبع ايچ ايم سعيد، حلبي كبير ص:۵۸۰، طبع سهيل اكيڈمي).

(۲) ويوضع في القبر علٰى جنبه الأيمن مستقبل القبلة. (عالمگيري ج:۱ ص:۱۶۶، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز)، ويوضع علٰى شقه الأيمن متوجها إلى القبلة. (بدائع ج:۱ ص:۳۱۹، (فصل) وأما سنة الدفن).

(۳) وفي الهندية: ويستحب لمن شهد دفن الميت أن يحثو في قبره ثلاث حثيات من التراب بيديه جميعًا ويكون من قبل رأس الميت ويقول في الحثية الأولٰى: منها خلقناكم، وفي الثانية: وفيها نعيدكم، وفي الثالثة: ومنها نخرجكم تارة أخرىٰ، كذا في الجوهرة النيرة. (الفتاوى الهندية ج:۱ ص:۱۶۶، كتاب الصلاة، وأيضًا في الشامية ج:۲ ص:۲۳۷، كتاب الجنائز).

قبر بند کرنے کے قریب ہوجائے تو اُسے کھولنا

سوال:... ایک میت نمازِ جنازہ کے بعد دفن کردی جاتی ہے، ابھی صرف تختے رکھے ہی جاتے ہیں اور مٹی ڈالی جانے والی تھی کہ میّت کا کوئی رشتہ دار جو بعد میں آیا اِصرار کرتا ہے مجھے میّت کا چہرہ دِکھاؤ، اس کو تختے اُکھاڑ کر چہرہ دِکھادیا جاتا ہے، کیا یہ عمل دُرست ہے؟

جواب:... قبر کو بند کرنے کے بعد کھولنا بُرا ہے، خدانخواستہ کوئی ناگوار حالت دیکھنے میں آئی تو لوگ گاتے پھریں گے۔[1]

قبر پر اَذان دینا بدعت ہے

سوال:... قبر پر میّت کو دفنا کر اَذان دینا جائز ہے یا ناجائز؟ چونکہ ریڈیو پر جو سوال و جواب ہوتے ہیں اس میں ایک مولوی صاحب نے کہا ہے کہ جائز ہے۔

جواب:... علامہ شامی نے باب الاذان اور کتاب الجنائز میں نقل کیا ہے کہ قبر پر اَذان دینا بدعت ہے۔[2]

قبر پر اَذان کہنا بدعت ہے، اور کچھ دیر قبر پر رُکنا سنت ہے

سوال:... کیا میّت کو دفنانے کے بعد قبر پر اَذان دینا جائز ہے؟ اور بعد از اَذان قبر پر رُکنا اور میّت کے لئے اِستغفار پڑھنا جائز ہے؟

جواب:... قبر پر اَذان کہنا بدعت ہے، سلف صالحین سے ثابت نہیں،[3] البتہ دفن کے بعد کچھ دیر کے لئے قبر پر ٹھہرنا اور میّت کے لئے دُعا و اِستغفار کرنا سنت سے ثابت ہے۔[4]

کبھی کبھی زمین بہت گناہگار مردے کو قبول نہیں کرتی

سوال:... یہ بات تمام لانڈھی کے لوگوں میں عام ہوگئی ہے کہ گیدڑ کالونی کے قبرستان میں ایک مردہ دفن کیا گیا، لیکن جب اس کو دفن کرنے کے بعد کچھ قدم لوگ آگے آجاتے تو وہ مردہ قبر سے نکل کر دوبارہ زمین پر پڑا ہوتا، کافی مرتبہ اس کا جنازہ پڑھا کر اس کو دفن کیا گیا، مگر ہر مرتبہ لوگ جو مردے کو دفن کر رہے تھے، ناکام ہوگئے، آخر مولوی صاحب نے کہا کہ اس کو زمین پر ہی ڈال کر مٹی ڈال

---

(۱) ولا ینبغی إخراج المیت من القبر بعد ما دفن۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۱۶۷)۔ نیز گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر۱ ملاحظہ ہو۔

(۲) لا یسن الأذان عند إدخال المیت فی قبره کما هو المعتاد الآن وقد صرح ابن حجر فی فتاویه بأنه بدعة ...إلخ۔ (فتاویٰ شامی، مطلب فی دفن المیت ج:۲ ص:۲۳۵، وأیضًا فتاویٰ شامی، مطلب فی المواضع التی یندب لها الآذان ...إلخ۔ (ج:۱ ص:۳۸۵، طبع ایچ ایم سعید)۔

(۳) حوالہ سابقہ۔

(۴) قوله وجلوس ساعة بعد دفنه ...إلخ۔ لما فی سنن أبی داؤد کان النبی صلی الله علیه وسلم إذا فرغ من دفن المیت وقف علٰی قبره وقال استغفروا لأخیکم واسألوا الله له التثبیت فإنه الآن یسئل۔ (فتاوی شامی ج:۲ ص:۲۳۷)۔

دی جائے، اور اسی پر عمل کیا گیا۔ میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ آخر ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ بہت گناہگار تھا۔

جواب:... غالباً کسی علانیہ گناہ میں مبتلا ہوگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی اس قسم کے متعدّد واقعات پیش آئے کہ ایک مردہ کو کئی بار دفن کیا گیا، مگر زمین اس کو اُگل دیتی تھی، ... نعوذ باللہ من ذالک... اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ: "زمین تو اس سے بھی زیادہ گناہگار لوگوں کو قبول کرلیتی ہے، مگر اللہ تعالیٰ تمہیں عبرت دلانا چاہتے ہیں۔"[1] ان واقعات کی تفصیل ماہنامہ "بینات" بابت ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ میں باحوالہ درج کردی گئی ہے۔

میّت کو زمین کھود کر دفن کرنا فرض ہے

سوال:... ہمارے محلے میں ایک صاحب کا انتقال ہوا، ان کی میّت کو سوسائٹی کے قبرستان میں دفنایا گیا، بلکہ "دفنانا" یہاں کہنا صحیح نہ ہوگا، کیونکہ وہ قبر زمین کھود کر نہیں بنائی گئی تھی، بلکہ زمین کے اُوپر چاردیواری بنائی گئی تھی، جس میں ان کی میّت رکھ کر اُوپر سیمنٹ کی سلوں سے ڈھک کر چاروں طرف اُوپر مٹی لیپ دی گئی، ظاہر ہے جب بارش ہوگی تو مٹی بہ جائے گی، اور سات آٹھ سال کا بچہ ان سلوں کو آسانی سے ہٹاسکتا ہے۔ اس طرح کی کئی قبریں مسجد رحمانیہ والے کونے میں ہیں، آپ بتائیں کیا اس طرح میّت کو دفنایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ قرآن میں زمین کھود کر دفنانے کو آیا ہے۔

جواب:... علامہ شامیؒ حاشیہ درمختار میں لکھتے ہیں: "اس پر اجماع ہے کہ اگر میّت کو دفن کرنا ممکن ہو تو دفن کرنا فرض ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر زمین پر میّت کو رکھ کر اُوپر قبر کی شکل بنادی جائے تو کافی نہیں اور فرض ادا نہیں ہوگا۔" (ردالمحتار ج:۲ ص:۲۳۲)۔[2]

میّت کو دَریابُرد کرنا

سوال:... جاپان میں مردے کو دَفنانے کے بجائے جلایا جاتا ہے۔ جاپانی مسلمانوں کو دفن کرنے کے لئے ایک قبرستان کے حصول کے لئے خطیر رقم درکار ہوتی ہے، عموماً مرنے کے بعد چندہ جمع کرنے کی نوبت آتی ہے، میّت کو وطن بھیجنے پر بھی بہت خطیر رقم کی ضرورت ہوتی ہے، جو اَکثر لوگ برداشت نہیں کرپاتے۔ اس ملک میں دفن کرنا قانوناً منع ہے، اور چند جگہوں پر جہاں اِجازت ہے، وہاں بھی لوگ مخالفت کرتے ہیں، کیا ایسی صورت میں قبر میں دفن کرنا ہی واجب یا فرض ہے؟ اس ملک میں ۹۹ فیصد مُردوں کو جلانے کا رِواج ہے، اس کے لئے خاص مقامات ہیں، کیونکہ مسلمان میّت کو جلایا نہیں جاسکتا تو کیا میّت کو دَریا میں پھینک سکتے ہیں؟

---

(۱) عن عمران بن حصين رضى الله عنه قال: بعثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فى سرية فحمل رجل من المسلمين على رجل من المشركين فذكر الحديث. وزاد فيه: فنبذته الأرض فأخبر النبى صلى الله عليه وسلم وقال: إن الأرض لتقبل من هو أشر منه ولٰكن الله أحب أن يريكم تعظيم حرمة لَا إلٰهَ إلَّا الله. (سنن ابن ماجة، ابواب الفتن ص:۲۸۱، طبع نور محمد)، مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: دلائل النبوة للبيهقى، باب ما ظهر على من ارتد عن الإسلام ج:۷ ص:۱۲۶ تا ۱۲۸۔

(۲) شروع فى مسائل الدفن. وهو فرض كفاية إن أمكن إجماعًا .... ومفاده انه لَا يجزى دفنه على وجه الأرض ببناء عليه ...إلخ. (ردالمحتار ج:۲ ص:۲۳۳، باب صلاة الجنازة).

جواب:... مسلمان مُردے کو جلانا تو صحیح نہیں، البتہ اس کی تجہیز و تکفین کے بعد اگر دفن کرنے کی جگہ نہ ملے تو اس کو دَریا بُرد کرنا صحیح ہے۔[1]

اپنی زندگی میں قبر بنوانا مباح ہے

سوال:... جنگ میں آپ نے فتویٰ دیا ہے کہ زندگی میں آدمی اپنے لئے قبر بنا سکتا ہے، حالانکہ "وما تدری نفس بأی ارض تموت" کے خلاف ہے، اور فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں مکروہ لکھا ہے، اور تفسیر مدارک میں بھی نظر سے گزرا ہے، لہٰذا کچھ وضاحت کیجئے بمع حوالہ۔

جواب:... فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں تو یہ لکھا ہے: "پہلے سے قبر اور کفن تیار کرنے میں کچھ حرج اور گناہ نہیں ہے۔" (ج:۵ ص:۴۰۶)

اور کفایت المفتی میں لکھا ہے: "اپنی زندگی میں قبر تیار کرالینا مباح ہے۔" (ج:۴ ص:۳۸)

علامہ شامیؒ نے تاتارخانیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اپنے لئے قبر تیار رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں، اور اس پر اجر ملے گا، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، ربیع بن خیثمؒ، اور دیگر حضرات نے ایسا ہی کیا تھا (شامی ج:۲ ص:۲۴۴ مطبوعہ مصر جدید)۔[2]

فتاویٰ عالمگیری میں بھی تاتارخانیہ سے یہی نقل کیا ہے (ج:۱ ص:۱۶۶)۔[3] جہاں تک آیت شریفہ کا تعلق ہے، اس میں قطعی علم کی نفی نہیں کی گئی ہے، ہزاروں کام ہیں جن کے بارے میں ہمیں قطعی علم نہیں ہوتا کہ ان کا آخری انجام کیا ہوگا؟ اس کے باوجود ظاہر حالات کے مطابق ہم ان کاموں کو کرتے ہیں، یہی صورت یہاں بھی سمجھ لینی چاہئے۔

قبر پکی ہونی چاہئے یا کچی؟

سوال:... لوگ قبریں عموماً شوق میں سیمنٹ کی خوبصورت بناتے ہیں، بعض لوگ کہتے ہیں کہ پکی قبر منع ہے، آپ بتائیں کہ کیا پکی اور خوبصورت قبر بنانا جائز نہیں؟

جواب:... حدیث میں پکی قبریں بنانے کی ممانعت آئی ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پختہ کرنے سے، ان پر لکھنے سے اور ان کو روندنے سے منع فرمایا (ترمذی، مشکوٰۃ ص:۱۴۸)۔[4]

---

(۱) مات فی سفینة غسل وکفن وصلّی علیه وأُلقی فی البحر إن لم یکن قریبًا من البرّ۔ وفی الشرح: قوله وأُلقی فی البحر، قال فی الفتح وعن أحمد یثقل لیرسب وعن الشافعیة کذٰلک إن کان قریبًا من دار الحرب وإلّا شد بین لوحین لیقذفه البحر فیدفن۔ (الدر المختار مع الرد ج:۲ ص:۲۳۵، باب صلاة الجنائز، دفن المیت)۔

(۲) وفی التاتارخانیة: لَا بأس به ویؤجر علیه هٰکذا عمل عمر بن عبدالعزیز والربیع بن خیثم وغیرهما۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار ج:۲ ص:۲۴۴، باب صلاة الجنازة، مطلب فی إهداء ثواب القراءة للنبی صلی الله علیه وسلم)۔

(۳) من حفر قبرًا لنفسه فلا بأس به ویؤجر علیه کذا فی التتارخانیة۔ (هندیة ج:۱ ص:۱۶۶، کتاب الصلاة)۔

(۴) وعن جابر رضی الله عنه قال: نهٰی رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یجصص القبر وأن یبنی علیه وأن یقعد علیه۔ (مشکٰوة، باب دفن المیت ص:۱۴۸، طبع قدیمی کتب خانه)۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس مہم پر بھیجا کہ میں جس مورتی کو دیکھوں، اسے توڑ ڈالوں، اور جس اُونچی قبر کو دیکھوں، اس کو ہموار کردوں (صحیح مسلم، مشکوٰۃ)۔ [1]

قاسم بن محمد (جو اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ کے بھتیجے ہیں) فرماتے ہیں کہ: میں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے درخواست کی کہ: اماں جان! مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں رفیقوں کی (رضی اللہ عنہما) قبورِ مبارکہ کی زیارت کرائیے، انہوں نے میری درخواست پر تین قبریں دِکھائیں جو اُونچی نہ تھی، نہ بالکل زمین کے برابر تھیں (کہ قبر کا نشان ہی نہ ہو) اور ان پر بطحا کی سرخ کنکریاں پڑی تھیں (ابوداؤد، مشکوٰۃ ص:۱۴۹)۔ [2]

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی قبور شریفہ بھی روضۂ اقدس میں پختہ نہیں۔

یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ فقہائے اُمت نے بوقتِ ضرورت کچی قبر کی لپائی کی اجازت دی ہے، [3] اور ضرورت ہو تو نام کی تختی لگانے کی بھی اجازت ہے، جس سے قبر کی نشانی رہے، مگر قبریں پختہ بنانے، ان پر قبے تعمیر کرنے اور قبروں پر قرآن مجید کی آیات یا میّت کی مدح میں اشعار لکھنے کی اجازت نہیں دی، دراصل قبریں زینت کی چیز نہیں، بلکہ عبرت کی چیز ہیں۔ [4] شرح صدور میں حافظ سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ ایک نبی کا کسی قبرستان سے گزر ہوا تو انہیں کشف ہوا کہ قبرستان والوں کو عذاب ہو رہا ہے، ایک عرصے کے بعد پھر اسی قبرستان سے گزر ہوا تو معلوم ہوا کہ عذاب ہٹالیا گیا، اس نبی نے اللہ تعالیٰ سے اس عذاب ہٹائے جانے کا سبب دریافت کیا تو ارشاد ہوا کہ پہلے ان کی قبریں تازہ تھیں، اب بوسیدہ ہوچکی ہیں، اور مجھے شرم آتی ہے کہ میں ایسے لوگوں کو عذاب دُوں جن کی قبروں کا نشان تک مٹ چکا ہے۔ [5]

---

(۱) عن أبی الهیاج الأسدی قال: قال لی علی: ألَا أبعثک علٰی ما بعثنی علیه رسول الله صلی الله علیه وسلم أن لَا تدع تمثالًا إلّا طمسته ولَا قبرًا امشرفًا إلّا سویته۔ رواه مسلم۔ (مشکوٰة ص:۱۴۸، باب دفن المیت)۔

(۲) وعن القاسم بن محمد قال: دخلت علٰی عائشة فقلت: یا أمّاه! اکشفی لی عن قبر النبی صلی الله علیه وسلم وصاحبیه، فکشفت لی عن ثلاثة قبور لَا مشرفة ولَا لَاطئة مطبوحة ببطحاء العرصة الحمراء۔ رواه أبوداوٗد۔ (مشکوٰة ص:۱۴۹)۔

(۳) وقال فی الشرح: وقد اعتاد أهل مصر وضع الأحجار حفظًا للقبور عن الاندراس والنبش ولَا بأس به۔ وفی الدر: ولَا یجصص ولَا یطین ولَا یرفع علیه بناء وقیل لَا بأس به وهو المختار، وفی النوازل لَا بأس بتطیینه وفی التجنیس والمزید لَا بأس بتطیین القبور۔ (حاشیة الطحطاوی مع المراقی ص:۳۳۵، وأیضًا فی رد المحتار ج:۲ ص:۲۳۷)، وفی الهندیة: وإذا أخربت القبور فلا بأس بتطیینها...إلخ۔ (هندیة ج:۱ ص:۱۶۶، کتاب الصلاة، الباب الحادی والعشرون، الفصل السادس)۔

(۴) قوله لَا بأس بالکتابة ...إلخ .... وان احتیج إلی الکتابة حتّٰی لَا یذهب الأثر ولَا یمتهن فلا بأس به فأما الکتابة بغیر عذر فلا، حتّٰی أنه یکره کتابة شیء علیه من القرآن أو الشعر أو اطراء مدح ونحو ذٰلک، حلیة ملخصًا ...إلخ۔ (فتاویٰ شامی ص:۲۳۸)۔

(۵) حدثنا عبدالصمد ابن معقل عن وهب بن منبه قال: مر أرمیاء النبی صلی الله علیه وسلم بقبور یعذب أهلها فلما أن کان بعد سنة مر بها فإذا العذاب قد سکن عنها، فقال: قدوس قدوس مررت بهٰذه القبور عام أوّل وأهلها یعذبون ومررت فی هٰذه السنة وقد سکن العذاب عنها، فإذا النداء من السماء: یا أرمیاء! یا أرمیاء! تمزقت أکفانهم وتمعطت شعورهم ودرست قبورهم فنظرت إلیهم فرحمتهم وهٰکذا أفعل بأهل القبور الدراسات والأکفان المتمزقات والشعور المتمعطات۔ (شرح الصدور ص:۳۱۳، ۳۱۴، طبع دار الکتب العلمیة بیروت)۔

پکی قبر کی وضاحت

سوال:... آپ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا ہے کہ قبر کچی ہونی چاہئے۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ اکثر قبریں چاروں طرف سے پکی ہوتی ہیں، البتہ اُوپر سطح پر وسط میں کچی ہوتی ہیں۔ مہربان فرماکر "کچی قبر" کی وضاحت فرمادی جائے، کیونکہ قبر ظاہری اور اندرونی ہیئت پر مشتمل ہوتی ہے۔ ۲: کیا اندر کی قبر، زمین یعنی فرش اور چہار اطراف کی دیواریں کچی ہوں، پھر اُوپر کی سطح سیمنٹ کے بلاک سے بند کردی جائے اور اُوپر کچھ مٹی ڈال دی جائے؟ یا کسی اور طرح؟

جواب:... قبر اندر اور باہر سے کچی ہونی چاہئے، یہ صورت کہ قبر چاروں طرف سے پکی کردی جائے اور اُوپر کی سطح میں تھوڑا سا نشان کچا چھوڑ دیا جائے، یہ بھی صحیح نہیں۔[1]

۲:... قبر کی چھت بھی کچی ہونی چاہئے، لیکن اگر زمین نرم ہو کہ سیمنٹ کے بلاک کے بغیر چھت ٹھہر ہی نہیں سکتی (جیسا کہ کراچی میں یہ صورتِ حال ہے) تو بامرِ مجبوری یہ صورت جائز ہے۔[2]

قبر کی دیواروں کو بہ مجبوری پختہ کیا جاسکتا ہے

سوال:... قبر کا احاطہ پکا کرنا کیسا ہے؟ نیز یہ بتائیں کہ قبر پر نام کی تختی لگاسکتے ہیں یا نہیں؟

جواب:... اگر قبر اس کے بغیر نہ ٹھہرتی ہو تو دیواروں کو پختہ کیا جاسکتا ہے،[3] مگر قبر پکی بنانا گناہ ہے۔[4] تختی لگانا شناخت کے

---

(۱) (قال) ويسنم القبر ولَا يربع لحديث النخعي قال: حدثني من رأى قبر رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبي بكر وعمر رضي الله تعالى عنهما مسنمة عليها فلق من مدر بيض ولأن التربيع في الأبنية للإحكام ويختار للقبور ما هو أبعد من إحكام الأبنية وعلى قول الروافض السنة التربيع في القبور ولَا تجصص لما روى أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن تجصيص القبور وتربيعها ولأن التجصيص في الأبنية اما للزينة أو لإحكام البناء. (المبسوط للسرخسي ج:۲ ص:۶۲، باب غسل الميت).

(۲) وصفة اللحد أن يحضر القبر بتمامه ثم يحفر في جانب القبلة منه حفيرة فيوضع فيه الميت كذا في المحيط ويجعل ذٰلك كالبيت المسقف كذا في البحر الرائق فإن كانت الأرض رخوة فلا بأس بالشق كذا في فتاوىٰ قاضي خان وصفة الشق أن تحفر حفيرة كالنهر وسط القبر ويبنى جانباه باللبن أو غيره ويوضع الميت فيه ويسقف كذا في معراج الدراية. (هندية ج:۱ ص:۱۶۶، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، وأيضًا في البحر الرائق ج:۲ ص:۲۰۹، باب الجنائز).

(۳) في مبسوط للسرخسي: وانما اختاروا الشق في ديارنا لتعذر اللحد فإن الأرض فيها رخاوة فإذا ألحد انهار عليه فلهٰذا استعملوا الشق .... لَا بأس باستعمال اللبن ويكره الأجر لأنه إنما إستعمل في الأبنية للزينة أو لإحكام البناء والقبر موضع البلى فلا يستعمل فيه الآجر وكان الشيخ الإمام أبو بكر محمد بن الفضل رحمه الله تعالىٰ يقول: لَا بأس به في ديارنا لرخاوة الأرض وكان يجوز إستعمال رفوف الخشب واتخاذ التابوت للميت حتى قالوا لو إتخذوا تابوتًا من حديد لم أر به بأسًا في هٰذه الديار ...إلخ. (المبسوط للسرخسي ج:۲ ص:۶۲، باب الجنائز).

(۴) عن جابر رضي الله عنه قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يجصص القبر وأن يبنى عليه وأن يقعد عليه. (مشكوٰة ص:۱۴۸، باب دفن الميت، طبع قديمي).

لئے جائز ہے، مگر شرط یہ ہے کہ آیات اور دیگر مقدس کلمات نہ لکھے جائیں، تاکہ ان کی بے حرمتی نہ ہو۔[1]

قبر کے چند اَحکام

سوال:... اسلام میں قبر کس طرح بنائی جاتی ہے، پختہ یا کچی؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں، مہربانی ہوگی۔

جواب:... اسلام نے قبر کے بارے میں جو تعلیم دی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے:

۱:... قبر کشادہ اور گہری کھودی جائے (کم از کم آدمی کے سینے تک ہو)۔[2]

۲:... قبر کو نہ زیادہ اُونچا کیا جائے، نہ بالکل زمین کے برابر رہے، بلکہ تقریباً ایک بالشت زمین سے اُونچی ہونی چاہئے۔[3]

۳:... قبر کو پختہ نہ کیا جائے، نہ اس پر کوئی قبہ تعمیر کیا جائے، بلکہ قبر کچی ہونی چاہئے، خود روضۂ اقدس کے اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہما کی قبورِ مبارکہ بھی کچی ہیں، البتہ کچھ مٹی سے لپائی کردینا جائز ہے۔[4]

۴:... قبر کی نہ تو ایسی تعظیم کی جائے کہ عبادت کا شبہ ہو، مثلاً: سجدہ کرنا، اس کی طرف نماز پڑھنا، اس کے گرد طواف کرنا، اس کی طرف ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا، وغیرہ وغیرہ۔[5] اور نہ اس کی بے حرمتی کی جائے، مثلاً: اس کو روندنا، اس کے ساتھ ٹیک لگانا، اس پر پیشاب پاخانہ کرنا، اس پر گندگی پھینکنا یا اس پر تھوکنا وغیرہ۔[6]

منہدم قبر کی دُرستگی

سوال:... میرے والد محترم کا اِنتقال ۱۳ر دسمبر ۱۹۹۲ء کو ہوا، تقریباً دو ماہ بعد ۷ ۲ر فروری ۱۹۹۳ء میں بارش کی وجہ سے ان

---

(۱) وإن احتيج إلى الكتابة حتّى لَا يذهب الأثر ولَا يمتهن فلا بأس به فأما الكتابة بغير عذر فلا اهـ. حتّى انه يكره كتابة شيء عليه من القرآن أو الشعر ... إلخ. (شامي ج:۲ ص:۲۳۸، باب صلاة الجنازة).

(۲) ومقدار عمق القبر قدر نصف قامة وذكره في الروضة وفي الذخيرة إلى صدر الرجل أو وسط القامة فإن زادوا فهو أفضل وإن عمقوا مقدار قامة فهو أحسن فعلم بهذا أن الأولى نصف القامة وإلّا على القامة وما بينهما بينهما ... إلخ. (حلبي كبير ص:۵۹۶، فصل في الجنائز، وأيضًا في الشامية ج:۲ ص:۲۳۴، باب صلاة الجنازة).

(۳) ورفع قبره من الأرض نحو شبر ... إلخ. (حلبي كبير ص:۵۹۵، وأيضًا في الشامي ج:۲ ص:۲۳۷).

(۴) قوله ولَا يجصص لحديث جابر نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يجصص القبر وأن يقعد عليه وأن يبني عليه .... وقال في الفتاوى اليوم اعتاد والسفط ولَا بأس بالتطيين ... إلخ. (البحر الرائق ج:۲ ص:۲۰۹، وأيضًا في الشامي ج:۲ ص:۲۳۷، والبدائع الصنائع ج:۱ ص:۳۲۰، فصل وأما سنة الدفن).

(۵) سجدہ کردن بسوئے قبور انبیاء واولیاء وطواف گرد قبور کردن ودُعا از آں ہا خواستن ونذر برائے آں ہا قبول کردن حرام است، بلکہ چیزہا ازاں بکفر میرساند پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم برآں ہا لعنت گفتہ، وازاں منع فرمودند وگفتہ کہ قبر مرابت نہ کنند۔ (ما لَا بُد منه ص:۸۸، ارشاد الطالبين ص:۱۸، وأيضًا فتاوىٰ عالمگيرى ج:۵ ص:۳۵۱، كتاب الكراهية، الباب السادس عشر في زيارة القبور).

(۶) وكره أبو حنيفة أن يوطأ على قبر ويجلس عليه أو ينام عليه أتقضى عليه حاجته من بول أو غائط لما روى عن النبي صلى الله عليه وسلم انه نهى عن الجلس على القبور ... إلخ. (البدائع الصنائع ج:۱ ص:۳۲۰، (فصل) وأما سنة الدفن، وأيضًا في الشامي ج:۲ ص:۲۴۵، باب صلاة الجنازة، وفي البحر الرائق ج:۲ ص:۲۰۹).

کی قبر دھنس گئی، جب ہم وہاں پہنچے تو گورکن اور ایک صاحب نے دیکھا کہ والد مرحوم کی میّت بالکل اسی طرح جیسے آج ہی دفنائی گئی ہو، ایسا ہونا کیا ظاہر کرتا ہے؟ اور دُوسری بات اب قبر کا کیا کریں؟

جواب:... میّت کے بدن کا محفوظ رہنا اِن شاء اللہ اچھی علامت ہے، شہیدوں کا بدن محفوظ رہتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے کچھ دُوسرے بندے بھی ان کے ساتھ ملحق ہیں۔ [۱] منہدم شدہ قبر کو دوبارہ دُرست کردینا چاہئے۔ [۲]

قبر پر شناخت کے لئے پتھر لگانا

سوال:... میرے دوست کی والدہ کا انتقال ہوگیا ہے، وہ کہہ رہا ہے کہ قبر کے اُوپر نام وغیرہ لکھا ہوا پتھر لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب:... شناخت کے لئے پتھر لگانا دُرست ہے، مگر اس پر آیات وغیرہ نہ لکھی جائیں، شناخت کے لئے نام لکھ دیا جائے۔ [۳]

مٹی دینے جانے والے قبرستان میں کن چیزوں پر عمل کریں؟

سوال:... میّت کے ساتھ لوگ مٹی دینے جاتے ہیں، مگر اکثریت سے لوگ پاؤں میں چپل اور جوتے پہنے ہوئے مٹی دیتے ہیں، اور فاتحہ ختم ہوئے بغیر ہی ایک طرف جاکر بیٹھ جاتے ہیں، کیا یہ حرکت ان لوگوں کی جائز ہے؟ اگر نہیں تو پوری تفصیل سے جواب صادر فرمائیں کہ مٹی دینے جانے والوں کو قبرستان میں کن کن چیزوں پر عمل کرنا چاہئے؟

جواب:... عالمگیری میں ہے کہ: قبرستان میں جوتے پہن کر چلنا جائز ہے، [۴] تاہم ادب یہ ہے کہ جوتے اُتار دے، اور یہ

---

(۱) وأخرج مالک عن عبدالرحمٰن بن صعصعة أنه بلغه أن عمرو بن الجموح، وعبدالله بن عمرو الأنصاريين كانا قد حفر السيل قبرهما، وكان قبرهما مما يلي السيل، وكانا في قبر واحد، وهما ممن استشهد يوم أُحد، فحفرا ليغيرا من مكانهما، فوجدا لم يتغيرا كأنهما ماتا بالأمس، وكان أحدهما قد جرح، فوضع يده على جرحه فدفن وهو كذالک فأمطيت يده عن جرحه، ثم أرسلت فرجعت كما كانت، وكان بين أحد وبين يوم حفر عنهما ست وأربعون سنة. وأخرج البيهقي في الدلائل من وجه آخر وزاد بعد قوله: فأمطيت يده عن جرحه، فانبعث الدم فردت إلى مكانهما، فرد الدم .... وأخرج الطبراني عن ابن عمرو قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المؤذن المحتسب كالشهيد المتشحط في دمه، وإذا مات لم يدوده في قبره .... وأخرج ابن منده، عن جابر بن عبدالله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا مات حامل القرآن أوحى الله إلى الأرض أن لا تأكل لحمه، فتقول الأرض: أي ربّ! كيف آكل لحمه وكلامک في جوفه؟ قال ابن منده: وفي الباب أبو هريرة، وعبدالله بن مسعود، وأخرج المروزي عن قتادة قال: بلغني أن الأرض لا تسلط على جسد الذي لم يعمل خطيئة. (شرح الصدور ص:۳۱۶ تا ۳۱۸، باب نتن الميت وبلاء جسده إلّا الأنبياء ومن ألحق بهم، طبع بيروت).

(۲) وإذا خربت القبور فلا بأس بتطيينها كذا في التتارخانية وهو الأصح وعليه الفتوى. (عالمگيري ج:۱ ص:۱۶۶).

(۳) وإن احتيج إلى الكتابة حتّى لا يذهب الأثر ولا يمتهن فلا بأس به فأما الكتابة بغير عذر فلا اهـ. حتّى انه يكره كتابة شيء عليه من القرآن ... إلخ. (شامي ج:۲ ص:۲۳۸، باب صلاة الجنازة).

(۴) والمشي في المقابر بنعلين لا يكره عندنا. (عالمگيري ج:۱ ص:۱۶۷، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السادس)، في شرعة الإسلام من السنة أن لا يطأ القبور في نعليه ويستحب أن يمشي على القبور حافيا ويدعو الله لهم. (حاشية طحطاوي على المراقي، فصل في زيارة القبور ص:۳۴۰ طبع مير محمد).

بھی لکھا ہے کہ میّت کے دفن ہونے کے بعد واپسی کے لئے کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔[1] جو حضرات دفن کے وقت موجود ہوں وہ تدفین کے بعد کچھ دیر وہاں ٹھہر کر میّت کے لئے دُعا و اِستغفار میں مشغول رہیں، اور میّت کے لئے منکر نکیر کے جواب میں ثابت قدمی کی دُعا کریں۔[2]

قبر پر غلطی سے پاؤں پڑنے کی تلافی کس طرح ہو؟

سوال:... ایک دفعہ غلطی سے پاؤں ایک قبر پر پڑ گیا تھا، تو اس کی تلافی کس طرح ممکن ہے؟ سنا ہے اس کی سزا بہت سخت ہوتی ہے۔

جواب:... اِستغفار کرنا چاہئے اور خدا سے توبہ کرنا چاہئے۔[3]

قبروں کو روندنے کے بجائے دُور ہی سے فاتحہ پڑھ دے

سوال:... قبرستانوں میں اکثر قبریں ملی ملی ہوتی ہیں، اور کسی مخصوص قبر تک پہنچنے کے لئے قبروں پر چلنا ناگزیر ہے، ایسے میں کیا کیا جائے؟

جواب:... قبروں کو روندنا جائز نہیں، پس بچ بچا کر اس قبر تک جاسکتا ہے تو چلا جائے، ورنہ دُور ہی سے فاتحہ پڑھ لے، قبروں کو روندنے سے پرہیز کرے۔[4]

قبروں پر چلنا اور ان سے تکیہ لگانا جائز نہیں

سوال:... بعض لوگ آنے جانے میں قبرستان کو اپنا راستہ بناتے ہیں، اور اس کی وجہ سے ان کے پاؤں کبھی قبر پر بھی پڑ جاتے ہیں اور کبھی قبر کا پتا بھی نہیں چلتا، میں نے لوگوں سے کہا کہ اچھی بات نہیں ہے جو آپ قبروں کے اُوپر سے گزرتے ہیں اور قبروں کی بے حرمتی کرتے ہیں، مگر ان لوگوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا، کیا اس طرح قبرستان میں مرد یا عورت کا آنا جانا جائز ہے؟

جواب:... حدیث میں قبروں کو روندنے، ان پر بیٹھنے اور ان سے تکیہ لگانے کی ممانعت آئی ہے، اس لئے یہ اُمور جائز نہیں۔[5]

---

(۱) وبعد الدفن يسعه الرجوع بغير إذنهم كذا في المحيط. (عالمگيرى ج:۱ ص:۱۶۵، كتاب الصلاة).

(۲) ويستحب إذا دفن الميت أن يجلسوا ساعة عند القبر بعد الفراغ بقدر ما ينحر جزور ويقسم لحمها يتلون القرآن ويدعون للميت كذا في الجوهرة النيرة. (هندية ج:۱ ص:۱۶۶، وأيضًا في الشامية ج:۲ ص:۲۳۷).

(۳) وعن عائشة رضى الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إنّ العبد إذا اعترف ثم تاب، تاب الله عليه. متفق عليه. (مشكوة المصابيح ج:۱ ص:۲۰۳، باب الإستغفار والتوبة، الفصل الأوّل).

(۴) ويكره الجلوس على القبر ووطؤهٗ .... وفي خزانة الفتاوىٰ وعن أبي حنيفة لَا يوطأ القبر إلّا لضرورة ويزار من بعد ... إلخ. (شامى ص:۲۴۵، باب صلاة الجنازة).

(۵) وعن جابر رضى الله عنه قال: نهىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يجصص القبر وأن يبنى عليه وأن يقعد عليه. رواه مسلم. وأيضًا عن جابر رضى الله عنه قال: نهىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يجصص القبور وأن يكتب عليها وأن توطأ. رواه الترمذى. (مشكوة المصابيح ج:۱ ص:۱۴۸، ۱۴۹، باب دفن الميت، الفصل الثانى).

قبر کو جانوروں سے بچانے کے لئے غلاف چڑھانا

سوال:... جس کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے، ہم نے اس کو اپنے آبائی گاؤں میں دفنا دیا ہے، مگر وہاں پر جنگل ہونے کے باعث جانور یا بکریاں، بھینسیں وغیرہ قبرستان میں قبر پر بیٹھ جاتی ہیں، یا ان کے اُوپر سے گزرنے کی وجہ سے قبر بیٹھ جاتی ہے، یا قبر کو نقصان پہنچتا ہے، ہم چاہتے ہیں کہ قبر پر چادر (غلاف) چڑھا دیں جس سے قبر کی بے وقعتی نہیں ہوگی، ویسے اس کی عمر ۱۳ سال ۷ مہینے ہے، اور بہت ہی نیک اور اچھا بچہ تھا۔

جواب:... قبریں تو مٹنے کے لئے ہیں، جب آدمی نہ رہا تو قبر کب تک رہے گی...؟ قبر پر غلاف نہ چڑھایا جائے۔ [۱]

میّت کو بطورِ امانت دفن کرنا جائز نہیں

سوال:... میری کافی عرصے سے یہ خواہش تھی کہ ایک اہم قومی مسئلے کے بارے میں آپ سے رُجوع کروں۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ ہمارے عظیم فراموش کردہ رہبر و راہ نما چوہدری رحمت علی مرحوم بانیٔ تحریکِ پاکستان جنھوں نے ہمیں تقسیمِ برِصغیر کا اُصول بتایا اور اس سلطنتِ خداداد کو "پاکستان" کا نام دیا، بطورِ امانت دیارِ افرنگ کیمبرج کے قبرستان میں دفن ہیں۔ انہیں دفن بھی ان کے ایک معتقد عیسائی پروفیسر مسٹر ویلبورن نے اپنے عقیدے کے مطابق کیا تھا، آپ کی وفات کو ۳/فروری کو تیس برس ہوگئے ہیں۔ سنا ہے کہ جمال الدین افغانی کو بھی ان کے ہم وطنوں نے چالیس برس بعد ان کے آبائی وطن میں دفن کیا تھا۔ اب آپ سے دریافت یہ کرنا ہے کہ اگر موجودہ حکومت یا چوہدری رحمت علی میموریل ٹرسٹ، چوہدری صاحب کی میّت کو پاکستان لانے کے انتظامات کرے تو ان کی آخری رسومات دینِ اسلام کے مطابق کس طرح ادا کرنی ہوں گی؟ اور مزید یہ کہ میّت کتنے عرصے تک بطور امانت دفن رکھی جاسکتی ہے؟

جواب:... میّت کو امانت کے طور پر دفن کرنے کے کوئی معنی نہیں، اور دفن کے بعد میّت کو نکالنا دُرست نہیں۔ عالمگیریہ میں التبیین سے نقل کیا ہے کہ: "اگر غلطی سے میّت کا رُخ قبلہ سے دُوسری طرف کردیا گیا، یا اس کو بائیں پہلو پر لٹادیا گیا، یا اس کا سر پائینتی کی طرف اور پاؤں سرہانے کی طرف کردیا تو مٹی ڈالنے کے بعد اس کو دوبارہ کھولنا جائز نہیں، اور اگر ابھی تک مٹی نہیں ڈالی تھی صرف لحد پر اینٹیں لگائی تھیں تو اینٹیں ہٹاکر اس کو سنت کے مطابق بدل دیا جائے" (ج:۱ ص:۱۶۷)۔ [۲]

---

(۱) فی الأحکام عن الحجة: تکره الستور علی القبور. (شامی ج:۲ ص:۲۳۸، باب صلاة الجنائز). ویکره عند القبر ما لم یعهد من السنة والمعهود منها لیس إلّا زیارته والدعا عنده قائمًا کذا فی البحر الرائق. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۶۶). لَا تجصصوا القبور ولَا تبنوا علیها .... لأن ذٰلک من باب الزینة ولَا حاجة بالمیت إلیها ولأنه تضییع المال بلا فائدة فکان مکروهًا. (بدائع الصنائع ج:۱ ص:۳۲۰، (فصل) وأما سنة الدفن).

(۲) ولو وضع المیت لغیر القبلة أو علٰی شقه الأیسر أو جعل رأسه موضع رجلیه وأهیل علیه التراب لم ینبش ولو سوی علیه اللبن ولم یهل علیه التراب نزع اللبن وروعی السنة کذا فی التبیین. (هندیة ج:۱ ص:۱۶۷، کتاب الصلاة، الباب الحادی والعشرون). وفی الشامیة: وأما نقله (أی المیت) بعد دفنه فلا مطلقًا قال فی الفتح: واتفقت کلمة المشایخ فی امرأة دفن ابنها وهی غائبة فی غیر بلدها فلم تصبر وأرادت نقله علٰی أنه لَا یسعها ذٰلک. (فتاویٰ شامی ج:۲ ص:۲۳۹).

میّت کو آبائی جگہ لے جانا شرعاً کیسا ہے؟

سوال:... ایک آدمی کراچی یا حیدرآباد میں اِنتقال کرجاتا ہے، بجائے اس کے کہ میّت کو غسل دے کر کفن و جنازہ سے فارغ ہوکر میّت کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفنایا جائے، بلکہ کچھ ہمارے مسلمان بھائیوں نے ایک رسم قائم کی ہے کہ میّت کو اس کے آبائی گاؤں یا شہر میں ضرور لے جانا ہے۔ پسماندگان اس دُور دراز سفر کے بھاری اِخراجات کے متحمل ہوں یا نہ ہوں، قرض اُدھار لے کر میّت کو بذریعہ ہوائی جہاز یا بذریعہ روڈ لے کر جائیں گے، ورنہ ناک کٹنے کا خطرہ محسوس کرتے ہیں۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں کیا یہ ضروری ہے کہ میّت کو چاہے مرحوم کی وصیت ہو یا نہ ہو، کراچی سے پاکستان کے دُوسرے کونے آبائی گاؤں (شہر) سیکڑوں یا ہزاروں میل دُور لے جانا جائز ہے؟ کیا مرحوم اسی جگہ جہاں دَم دے گیا ہے، دُوسرے مسلمانوں کے قبرستان، جو ہر جگہ موجود ہیں، میّت کو اتنی مالی جانی تکالیف کے بعد لے جاکر وہاں دفنانا محض اس خیال سے کہ مرحوم کے دُوسرے لواحقین اور آبائی قبرستان وہاں پر ہے، صحیح ہے؟

جواب:... شرعی حکم یہی ہے کہ جس شہر میں کسی کا اِنتقال ہوا، اس کو اسی شہر کے قبرستان میں دفن کیا جائے، وہاں سے دُوسری جگہ منتقل کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔[1] جس رِواج کا آپ نے ذِکر کیا ہے، وہ چند وجوہ سے ناجائز اور لائقِ ترک ہے:

اوّل:... میّت کو اس کے آبائی گاؤں یا شہر میں منتقل کرنے کو ضروری سمجھنا، گویا اپنی طرف سے نئی شریعت کا گھڑنا ہے۔

دوم:... ایک ناجائز چیز کے لئے قرضہ لینا اور بے جا مصارف برداشت کرنا فعلِ حرام ہے۔

سوم:... اور اس ناجائز فعل کو ناک اور عزّت کا مسئلہ بنانا حرام در حرام ہے۔

چہارم:... اس منتقلی میں بعض اوقات کئی کئی دن لگ جاتے ہیں، جس سے لاش کی بےحرمتی ہوتی ہے، اور مسلمان کی لاش کو اس طرح ذلیل و خوار کرنا بھی حرام ہے۔

ان وجوہ کی بنا پر میّت کو خواہ مخواہ ایک شہر سے دُوسرے شہر میں منتقل کرنے کا رِواج نہایت غلط اور لائقِ اِصلاح ہے۔

قبر کے اَطراف میں گناہوں کی وجہ سے میّت کو دُوسری جگہ منتقل کرنا

سوال:... جس قبر کے اَطراف میں گناہ ہونے لگ جائے تو مردے کو دُوسری جگہ منتقل کردیا جاتا ہے، ٹھیک ہے؟

جواب:... مردے کا منتقل کرنا جائز نہیں، گناہوں کو بند کرنا چاہئے۔[2]

---

(۱) قال فی البزازیة: نقل المیت من بلد إلٰی بلد قبل الدفن لَا یکره وبعده یحرم. قال السرخسی: وقبله یکره أیضًا إلّا قدر میل أو میلین. (شامی ج:۶ ص:۴۲۸، فصل فی البیع). قوله ولَا بأس بنقله قبل دفنه، قیل مطلقًا وقیل إلٰی ما دون مدة السفر، وقیده محمد بقدر میل أو میلین، لأن مقابر البلد ربما بلغت هذه المسافة فیکره فیما زاد، قال فی النهر عن عقد الفرائد: وهو الظاهر. (شامی ج:۲ ص:۲۳۹، باب صلاة الجنازة).

(۲) ولَا ینبغی إخراج المیت من القبر بعد ما دفن. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۶۷، کتاب الصلاة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز)، قال فی رد المحتار: وأما نقله بعد دفنه فلا مطلقًا قال فی الفتح واتفقت کلمة الشیخ فی إمرأة دفن إبنها وهی غائبة فی غیر بلدها فلم تصبر وأرادت نقله علٰی أنه لَا یسعها ذٰلک. (شامی ج:۲ ص:۲۳۹، باب صلاة الجنازة).

میّت کو دُوسری جگہ منتقل کرنے کے لئے تابوت استعمال کرنا

سوال:... کیا مردے کو دُوسری جگہ لے جایا جاسکتا ہے؟ اگر لے جایا جاسکتا ہے تو تابوت کا رواج ٹھیک ہے؟ اور تابوت کی جسمانیت اور ساخت کیسی ہونی چاہئے؟ اکثر تابوت دیکھ کر مجھے یہ مشکل پیش آتی ہے، جب اس شہر کراچی کے بنے ہوئے تابوت دیکھتا ہوں جس کی اُونچائی مشکل سے ۲ فٹ ہوتی ہے۔

جواب:... یہاں دو مسئلے الگ الگ ہیں، ایک مسئلہ ہے مردے کو دُوسری جگہ لے جانے کا، اس کا حکم یہ ہے کہ بعض حضرات نے تو اس کو مطلقاً جائز رکھا ہے، اور بعض فرماتے ہیں کہ مسافتِ سفر (۴۸ میل) سے کم لے جانا تو صحیح ہے، اس سے زائد مسافت پر منتقل کرنا مکروہ ہے۔[1]

یہ مسئلہ تو دفن کرنے سے پہلے منتقل کرنے کا ہے، لیکن ایک جگہ دفن کرنے کے بعد پھر مردے کو دُوسری جگہ منتقل کرنا قطعاً جائز نہیں۔[2]

رہا تابوت کا مسئلہ! تو درمختار وغیرہ میں لکھا ہے کہ اگر زمین نرم ہو تو تابوت میں دفن کرنا جائز ہے، ورنہ مکروہ ہے۔[3] تابوت کی اُونچائی اتنی ہونی چاہئے کہ آدمی اس میں بیٹھ سکے، آج کل جو رواج ہے کہ میّت کو دُور دراز ملکوں سے لایا جاتا ہے، اور کئی دن تک لاش خراب ہوتی ہے، یہ رسم بہت سی وجوہ سے قبیح ہے۔[4]

فوت شدہ بچے، شفاعت کا ذریعہ

سوال:... میرا بیٹا تین ماہ ہوئے اللہ کو پیارا ہوگیا، اس دن سے لے کر آج تک مجھے کسی پل سکون نہیں ہے، دن رات بچے کی یاد مجھے بے چین رکھتی ہے، آج تک سکون نہیں ہے، مجھے یہ بتائیں کہ میرا نومولود بیٹا ہمارے لئے کس اُجر وثواب کا مستحق بن سکتا ہے؟ مجھے میرے گھر والے بہلانے کے لئے بہت سی باتیں کرتے ہیں، کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ بچہ ماں باپ کے لئے جنت کے راستوں کا نشان ہے، جبکہ میرا خیال ہے کہ ہر شخص خواہ مرد ہو یا عورت اپنے اپنے اعمال کا جواب دہ ہے، خداتعالیٰ کسی کو بھی اولاد کی

---

(۱) (قوله ولا بأس بنقله قبل دفنه) قيل مطلقًا، وقيل إلى ما دون مدة السفر .... فيكره فيما زاد ...إلخ. (الفتاوىٰ الشامية ج:۲ ص:۲۳۹، باب صلاة الجنازة).

(۲) قوله ولا بأس بنقله قبل دفنه قيل مطلقا وقيل إلى ما دون مدة السفر وقيده محمد بقدر ميل أو ميلين لأن مقابر البلاد ربما بلغت هذه المسافة فيكره فيما زاد .... وأما نقله بعد دفنه فلا مطلقًا. (شامي ج:۲ ص:۲۳۹، باب صلاة الجنازة، دفن الميت، وأيضًا في الهندية ج:۱ ص:۱۶۷، طبع رشيديه).

(۳) قوله ولا بأس باتخاذ التابوت ...إلخ، أي يرخص ذٰلك عند الحاجة وإلّا كره ...إلخ. (شامي ج:۲ ص:۲۳۴، وأيضًا في الهندية ج:۱ ص:۱۶۶، طبع رشيديه).

(۴) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أسرعوا بالجنازة فإن تك صالحة فخير تقدمونها إليه، وإن تك سوىٰ ذٰلك فشر تضعونه عن رقابكم. متفق عليه. (مشكٰوة المصابيح ج:۱ ص:۱۴۴، باب المشي بالجنازة والصلاة عليها وأيضًا في البدائع ج:۱ ص:۲۹۹، وأما صلاة الجنازة، طبع سعيد).

جدائی نہ دے، مجھے بتائیں کہ مجھے صبر کیسے آئے اور میں اس کے لئے کیا کروں؟ کیا یہ بات صحیح ہے کہ مرحوم بچہ والدین کے لئے باعثِ رحمت ہوگا؟

جواب:... اللہ تعالیٰ آپ کو اس بچے کا نعم البدل عطا فرمائیں۔ مسلمان والدین کا چھوٹا بچہ اگر اِنتقال کر جائے تو ان کی شفاعت اور بخشش کا ذریعہ بن جاتا ہے، بشرطیکہ کوئی بے صبری کی بات منہ سے نہ نکالے، بلکہ صبر و شکر سے کام لے۔ اِن شاء اللہ آپ کا بچہ آپ کے لئے مغفرت کا ذریعہ بنے گا۔ [1]

کیا میّت پر رونا اُس کے لئے تکلیف کا باعث بنتا ہے؟

سوال:... کہا جاتا ہے کہ مرنے کے بعد میّت یعنی مردے پر رونا مردے کی تکلیف کا باعث بنتا ہے۔ مجھے پوچھنا یہ ہے کہ تکلیف سے مردے کا کیا تعلق ہے؟ اور جب رُوح جسم سے نکل گئی تو رُوح جیسے لطیف شے کا نام دیا جاتا ہے، اس کو رونے کی تکلیف کے اِحساس کا اِدراک کیونکر ہوتا ہے؟ جبکہ رونا ایک قسم کا وزن ہے، آیا کیا یہ وزن رُوح محسوس کر لیتی ہے؟ یا پھر رونے کی تکلیف اس گوشت پوست کے بے جان جسم پر ہوتی ہے؟ جبکہ رُوح و جسم یک صورت یعنی لازم و ملزوم ہونے ہی کی صورت میں تکلیف محسوس کرتے ہیں، نہ مرنے کے بعد جب رُوح و جسم ایک دُوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں؟

جواب:... مرنے کے بعد رُوح اور بدن کا یہ تعلق تو باقی نہیں رہتا، لیکن ایک خاص طرح کا دُوسرا تعلق دونوں کے ساتھ قائم کر دیا جاتا ہے، جس سے مردے کو برزخ کے واقعات اور عذاب و ثواب کا اِحساس ہوتا ہے۔ [2] اور اسی تعلق کا نام "برزخی زندگی" ہے، جو دُنیا کی زندگی سے مختلف ہے۔ خلاصہ یہ کہ قبر میں مردہ جمادِ محض نہیں، بلکہ ایک خاص نوعیت کی حیات اس وقت بھی اس کو حاصل رہتی ہے، جس کی بنا پر اس کو ثواب و عذاب اور لذت و اَلم کا اِحساس عالمِ برزخ کی شان کے مطابق ہوتا ہے۔

میّت کا سوگ کتنے دِن منانا چاہئے؟

سوال:... میّت کے ورثاء کو سوگ کتنے دِن تک منانا چاہئے؟

جواب:... تین دن۔ [3]

---

(۱) عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم لنسوة من الأنصار: لَا يموت لأحد لٰكن ثلاثة من الولد فتحتسبه إلّا دخلت الجنّة، فقالت امرأة منهنّ: أو إثنان يا رسول الله؟ قال: أو إثنان. (مشكوة، باب البكاء على الميت ص: ۱۵۰). وعن أبی موسى الأشعری رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: إذا مات ولد العبد قال الله تعالىٰ لملائكته: قبضتم ولد عبدی؟ فيقولون: نعم! فيقول: قبضتم ثمرة فؤاده؟ فيقولون: نعم! فيقول: ماذا قال عبدی؟ فيقولون: حمدک واسترجع، فيقول الله: ابنوا لعبدی بيتًا فی الجنّة وسمّوه بيت الحمد. رواه أحمد والترمذی. (مشكوة ص: ۱۵۱).

(۲) واعلم أنّ أهل الحق اتفقوا على أنّ الله تعالىٰ يخلق فی الميت نوع حيوةٍ فی القبر قدر ما يتألّم أو يتلذّذ. (شرح فقه اكبر ص: ۱۲۲، طبع مجتبائی دهلی).

(۳) ولَا بأس لأهل المصيبة أن يجلسوا فی البيت أو فی مسجد ثلاثة أيام والناس يأتونهم ويعزونهم. (عالمگيری ج: ۱ ص: ۱۶۷، كتاب الصلاة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس).

میّت والوں کے سوگ کی مدّت اور کھانا کھلانے کی رسم

سوال:... بعض لوگ کہتے ہیں کہ میّت کے گھر والوں کو سوگ کرنا چاہئے، اور گھر میں کھانا نہ پکایا جائے، اور برادری والوں میں کھانا تقسیم کیا جائے، اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب:... میّت کی بیوہ کے علاوہ باقی گھر والوں کو تین دن تک سوگ کرنے کی اجازت ہے، اور بیوہ کو عدّت ختم ہونے تک سوگ کرنا واجب ہے۔[1] میّت والے گھر میں کھانا پکانے کی ممانعت نہیں، مگر چونکہ وہ لوگ غم کی وجہ سے کھانے کا اہتمام نہیں کریں گے، اس لئے میّت کے گھر والوں کو قریبی عزیزوں یا ہمسایوں کی طرف سے دو وقت کھانا بھیجنا مستحب ہے۔[2] برادری والوں کو کھانا تقسیم کرنا محض ریا و نمود کی رسم ہے، اور ناجائز ہے۔[3]

میّت کے گھر والوں کو ایک دن ایک رات کا کھانا دینا مستحب ہے

سوال:... جس گھر میں میّت ہوئی، اس کو کتنے دن تک دُوسرے ہمسایہ کھانا کھلائیں؟ یہ واجب ہے یا مستحب ہے؟

جواب:... میّت کے گھر والوں کو ایک دن ایک رات کا کھانا دینا مستحب ہے۔[4]

میّت کے گھر چولہا جلانے کی ممانعت نہیں

سوال:... یہ مشہور ہے کہ جس گھر میں کوئی مرجائے وہاں تین روز تک چولہا نہیں جلنا چاہئے، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ رشتہ دار وغیرہ تین دن یا کم و بیش دن تک کھانا گھر پہنچا دیتے ہیں، اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اس پر اگر کسی صحابیؓ کا واقعہ مل جائے تو بہت اچھا ہے۔

جواب:... جس گھر میں میّت ہوجائے وہاں چولہا جلانے کی کوئی ممانعت نہیں، چونکہ میّت کے گھر والے صدمے کی وجہ سے کھانا پکانے کا اہتمام نہیں کریں گے، اس لئے عزیز و اقارب اور ہمسایوں کو حکم ہے کہ ان کے گھر کھانا پہنچائیں اور ان کو کھلانے کی کوشش کریں۔ اپنے چچازاد حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی شہادت کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لوگوں کو یہ حکم فرمایا

---

(۱) وفی روایة زینب بنت أبی سلَمة رضی الله عنها .... سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: لَا یحل لِامرأة تؤمن بالله والیوم الآخر ان تحد علٰی میت فوق ثلاث لیال اِلّا علٰی زوج أربعة أشهر وعشرا ... الحدیث۔ (ترمذی شریف ج:۱ ص:۱۴۳، وأیضًا فی الهندیة ج:۱ ص:۱۶۷، کتاب الصلاة، الباب الحادی والعشرون)۔

(۲) قوله وباتخاذ الطعام لهم قال فی الفتح: ویستحب لجیران أهل المیت والأقرباء الأباعد تهیئة طعام لهم یشبعهم یومهم ولیلتهم لقوله صلی الله علیه وسلم: اصنعوا لآل جعفر طعاما، فقد جاءهم ما یشغلهم ... إلخ۔ (شامی ج:۲ ص:۲۴۰)۔

(۳) ویکره اتخاذ الضیافة من الطعام من أهل المیت لأنه شرع فی السرور لَا فی الشرور وهی بدعة مستقبحة ... إلخ۔ (ردالمحتار علی الدر المختار ج:۲ ص:۲۴۰، مطلب فی کراهة الضیافة من أهل المیت)۔

(۴) ایضاً حاشیہ نمبر ۲۔

تھا، اور یہ حکم بطور استحباب کے ہے، اگر میّت کے گھر والے کھانا پکانے کا انتظام کرلیں تو کوئی گناہ نہیں، نہ کوئی عار یا عیب کی بات ہے۔[1]

میّت کے گھر کا کھانا

سوال:... میت کے گھر کھانا اور جو لوگ میت کے گھر آئیں ان کو کھلانا دونوں کو علماء منع کرتے ہیں جب کہ بہت سے صحابہؓ اور اہل اللہ سے منقول ہے کہ انہوں نے وصیت کی کہ میرے جنازے میں شریک لوگوں کو کھانا کھلانا، حضرت ابوذرؓ نے بکری اور حضرت عمران بن حصینؓ نے اونٹ ذبح کرکے کھلانے کی وصیت کی، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک میّت کو دفن کرکے اہل میّت کے گھر کھانے کو گئے مگر بکری چونکہ مالک کی مرضی کے بغیر ذبح ہوئی تھی اس لئے بغیر کھائے واپس آگئے۔

جواب:... میّت والوں کو کھلانے کا تو حکم ہے، اس سے منع نہیں کیا جاتا۔[2] جس چیز سے منع کیا جاتا ہے وہ میّت کے ایصالِ ثواب کا کھانا کھانا ہے،[3] "طعام المیّت یمیتُ القلب" (مردے کا کھانا دل کو مردہ کرتا ہے) حضرت ابوذرؓ کی وصیت آنے والے مہمانوں کو کھلانے کی تھی اور مہمانوں کو کھلانے سے منع نہیں کیا جاتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جس واقعہ کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے اس روایت کے نقل کرنے میں صاحب مشکوٰۃ سے تسامح ہوا ہے، مشکوٰۃ میں "فاستقبله داعی امراته" کے الفاظ ہیں،[4] جس کا مفہوم ہے: "آپ اہل میّت کے یہاں کھانے کے لئے گئے" اصل کتاب میں جو الفاظ منقول ہیں اس کا مفہوم ہے: "واپسی میں کسی عورت کے قاصد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا۔" یہ بلانے والی عورت اہل میّت سے نہیں تھی، لہٰذا اس روایت سے میّت کے گھر کا کھانا کھانے پر اِستدلال صحیح نہیں۔[5]

---

(۱) قال في الفتح: ويستحب لجيران أهل الميت والأقرباء الأباعد تهيئة طعام لهم يشبعهم يومهم وليلتهم لقوله صلى الله عليه وسلم: إصنعوا لآل جعفر طعامًا، فقد جاءهم ما يشغلهم. الترمذي. (ردالمحتار مع الدر المختار، مطلب في الثواب على المصيبة، ص:۲۴۰، وأيضًا فتح القدير، باب صلٰوة الجنازة، قبيل باب الشهيد ج:۲ ص:۱۴۲).

(۲) عن عبدالله بن جعفر قال: لما جاء نعي جعفر قال النبي صلى الله عليه وسلم: اصنعوا لآل جعفر طعامًا فقد أتاهم ما يشغلهم. (مشكٰوة ص:۱۵۱، باب البكاء على الميت، الفصل الثاني).

(۳) عن جرير بن عبدالله البجلي قال: كنّا نرىٰ الإجتماع إلى أهل الميت وصنعة الطعام من النياحة. (ابن ماجة ص:۱۱۶، مسند أحمد ج:۲ ص:۲۰۴). ويكره إتخاذ الضيافة في هٰذه الأيام وكذا كلها كما في حيرة الفتاوىٰ. (جامع الرموز ج:۳ ص:۴۴۳).

(۴) عن عاصم بن كليب عن أبيه عن رجل من الأنصار قال: خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في جنازة فرأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو على القبر يوصي الحافر يقول: أوسع من قِبل رجليه، أوسع من قِبل رأسه، فلما رجع استقبله داعي امرأته فأجاب ونحن معه ...إلخ. رواه أبو داؤد والبيهقي في دلائل النبوة. (مشكٰوة ص:۵۴۴، باب في المعجزات، الفصل الثالث، طبع قديمي).

(۵) عاصم بن كليب عن أبيه عن رجل من الأنصار قال: خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في جنازة فرأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو علىٰ قبر يوصي الحافر أوسع من قِبل رجليه، أوسع من قِبل رأسه، فلما رجع استقبله داعي امرأة فجاء فجيء بالطعام فوضع يده ...إلخ. (سنن أبي داؤد ج:۲ ص:۱۱۷، كتاب البيوع، باب في إجتناب الشبهات). أيضًا: عن عاصم بن كليب عن أبيه عن رجل من الأنصار قال: خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في جنازة .... فلما رجع استقبل داعي امرأة فجاء وجيء بالطعام ...إلخ. (سنن الكبرىٰ للبيهقي ج:۵ ص:۳۳۵، باب كراهية مبايعة من أكثر ماله من الربا أو ثمن المحرم، طبع دار الكتب العلمية).

اہلِ میّت کا گھر میں کھانا

سوال:...آپ نے فرمایا ہے: ''جس چیز سے منع کیا جاتا ہے وہ میّت کے ایصالِ ثواب کا کھانا کھانا ہے، اور حضرت ابوذرؓ کی وصیت مہمانوں کو کھلانے کی تھی اور مہمانوں کو کھلانے سے منع نہیں کیا جاتا۔''

ا:...جب کسی کی موت واقع ہوتی ہے تو جو لوگ دور سے اور قریب سے جنازے میں شرکت کے لئے آتے ہیں وہ سب مہمان ہی ہوتے ہیں، بعد دفن وہی لوگ اور ان کی عورتیں کھانا کھاتے ہیں، یہ کھانا کیسا ہے؟

جواب:...اس کے جواز میں کیا شبہ ہے؟ مگر حکم یہ ہے کہ اہلِ میّت اور ان کے مہمانوں کو دوسرے لوگ کھانا دیں۔

ایصالِ ثواب کے کھانے سے خود کھانے کا حکم

سوال:...آپ نے فرمایا'' ایصالِ ثواب کا کھانا منع ہے''، میں جب اپنے والدین یا مشائخ کے ایصالِ ثواب کے لئے کھانا تیار کراتا ہوں تو اس میں سے خود بھی کھاتا ہوں اور اپنے ہمسایوں اور کچھ فقراء و مساکین کو بھی دیتا ہوں۔ ابھی عید پر ایک جانور حضور علیہ السلام کی طرف سے ایصالِ ثواب کیا، خود بھی کھایا اور دوسروں کو بھی کھلایا، کیا یہ سب ناجائز ہوا؟ خانقاہ مشائخ میں جو ہر وقت دیگیں چڑھی رہتی ہیں جس کو عرف میں لنگر کہتے ہیں وہ ایصالِ ثواب ہی کا کھانا ہوتا ہے جس کو بڑے بڑے اولیاء اللہ بڑی رغبت سے کھایا کرتے تھے، حضرت نظام الدین اولیاء کا لنگر، حضرت گنج شکر رحمہ اللہ کا لنگر مشہور ہے، جس پر وہ اپنے مشائخ کی فاتحہ ایصالِ ثواب کیا کرتے تھے، سچے عقیدت مند لنگر کی دال اور سوکھی روٹی کو اپنے گھر کے مرغن کھانوں پر ترجیح دیتے اور تبرک کہتے تھے، شہدائے کربلا کو کھانے اور شربت وغیرہ سے ایصالِ ثواب کرتے ہیں، غنی اور فقیر سب کھاتے ہیں، اور ایصالِ ثواب صرف کھانے ہی سے نہیں بلکہ ہر نیک کام جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچے، کرکے، ہوسکتا ہے؟ لوگ اپنے مردوں کے ایصالِ ثواب کے لئے درخت لگاتے ہیں، پل، سڑک، کنواں بنواتے ہیں، اس سے غنی فقیر سب مستفید ہوتے ہیں، سو اگر ایصالِ ثواب کا کھانا ناجائز تو ان اشیاء سے استفادہ بھی ناجائز، حضرت سعدؓ نے اپنی ماں کے ایصالِ ثواب کے لئے جو کنواں کھدوایا تھا اس سے بغیر تخصیص غنی فقیر سب مسلمان استفادہ کرتے تھے، جس زمانے کے اعراس جائز تھے وہاں بڑے بڑے مشائخ اولیاء اللہ جاتے تھے اور ایصالِ ثواب کا کھانا کھایا کرتے تھے۔

جواب:...ا:...ایصالِ ثواب تو اسی طعام کا ہوگا جو مستحقین کو کھلایا جائے، جو خود کھالیا یا عزیز و اقارب کو کھلایا اس کا ایصالِ ثواب نہیں۔ (۱)

۲:...قربانی سے مقصود ''اراقۃ الدم'' ہے، (۲) جب آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کردی تو بشرط

(۱) واذا تصدق بعشرة دراهم أو وهبها لفقيرين صح لأن الهبة للفقير صدقة والصدقة يراد بها وجه الله تعالٰى .... لا لغنيين لأن الصدقة على الغني هبة. (ردالمحتار مع الدر المختار ج:۵ ص:۶۹۸، كتاب الهبة).

(۲) لأن الاراقة قربة. (البحر الرائق ج:۸ ص:۱۹۸، كتاب الأضحية).

قبولیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا ثواب پہنچ گیا۔ گوشت خود کھالیں یا محتاجوں میں تقسیم کردیں یا دعوت کرکے کھلادیں۔[1]

۳:... مشائخ کے یہاں لنگر ایصالِ ثواب کے لئے نہیں ہوتے بلکہ واردین اور صادرین کی ضیافت کے لئے ہوتے ہیں اور اس کو تبرک سمجھنا مشائخ سے محبت اور عقیدت کی بنا پر ہے، اس لئے نہیں کہ یہ کھانا چونکہ فلاں بزرگ کے ایصالِ ثواب کے لئے ہے، اس لئے متبرک ہے۔ اور اس کھانے پر اپنے مشائخ کا نام پڑھنا بھی ان مشائخ کی نسبت کے لئے ہے گویا اپنے مشائخ کو بھی اس ایصالِ ثواب میں شریک کرلیا گیا ہے اور سب سے اہم تر یہ کہ مشائخ کا عمل شریعت نہیں کہ اس کی اِقتداء لازمی ہو، البتہ ان اکابر سے ہماری عقیدت اور حسنِ ظن کا تقاضا ہے کہ ہم ان کے افعال و اقوال اور ان کے احوال کی ایسی توجیہ کریں کہ یہ چیزیں شریعت کے مطابق نظر آئیں، اگر ہم کوئی ایسی توجیہ نہیں کرسکتے تب بھی ان کے ساتھ حسنِ ظن رکھتے ہوئے یہ سمجھیں کہ ان بزرگوں کے پیشِ نظر کوئی توجیہ ہوگی، الغرض ان پر طعن بھی نہ کریں اور ان کے افعال کو شریعت بھی نہ بنائیں۔

ضیافت، ایصالِ ثواب اور مکارمِ اخلاق کا فرق

سوال:... آپ نے فرمایا ہے کہ ایصالِ ثواب تو اسی کھانے کا ہوگا جو مستحقین کو کھلایا جائے، جو خود کھالیا یا عزیز و اقربا کو کھلایا اس کا ایصالِ ثواب نہیں۔ اس جواب سے مندرجہ ذیل سوال پیدا ہوتے ہیں:

۱:... بقول حضرت تھانویؒ ایصالِ ثواب کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے کوئی نیک عمل کیا، اس پر ہمیں ثواب ملا، ہم نے درخواست کی کہ الٰہی! اس عمل نیک کے ثواب کو ہم اپنے فلاں عزیز یا شیخ کو بخشتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: "اطعموا الطعام" یہ حکم مطلق ہے، اس میں غنی یا فقیر کی کوئی قید نہیں۔ اب اگر اس حدیث کے اِمتثالِ اَمر میں اپنے عزیز و اقربا اور دُوسرے بزرگوں کو کھانا کھلاؤں اور نیت کروں کہ الٰہی! اس کا ثواب میرے والدین یا شیخ کو ملے، تو اس میں کیا شرعی قباحت ہے؟ اور کھانے والوں نے کون سا گناہ کیا؟

۲:... جیسے پہلے سوال میں عرض کیا تھا کہ ایصالِ ثواب کھانے کے علاوہ سڑک بنواکر، سایہ دار، میوہ دار درخت لگواکر، پانی کی سبیل لگواکر یا کنواں وغیرہ کھدواکر بھی کیا جاتا ہے، اور اس سے غنی فقیر سب فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ تو اگر ایصالِ ثواب کا کھانا صرف فقراء اور مساکین کے لئے ہے تو یہ اُمور بھی صرف ان کے ہی لئے ہونے چاہئیں، مگر ایسا نہیں ہے، غنی فقیر سب سائے میں بیٹھتے ہیں، کنویں کا پانی پیتے ہیں، سڑک پر چلتے ہیں، راستے میں سبیل سے پانی پیتے ہیں۔ حضرت سعد بن معاذؓ کے کنویں سے جو انہوں نے اپنی ماں کے ثواب کے لئے بنوایا تھا سب مسلمان استفادہ کرتے تھے۔

۳:... شریعت کے فقہاء نے جس کھانے کو منع کیا ہے، وہ میّت کے گھر کا کھانا ہے، اور وہ بھی مکروہ کہا گیا ہے۔ اور علت اس کی یہ بیان کی گئی ہے کہ ضیافت خوشی کے موقع پر ہوتی ہے، سو جو کام خوشی کے موقع پر کیا جائے وہ اگر غمی میں ہو تو مکروہ ہے۔ بزرگوں اور

---

(۱) ویأکل من لحم الأضحیة ویؤکل ویدخر .... لما جاز أن یأکل منه وهو غنی فأولٰی أن یجوز له إطعام غیره وإن کان غنیًا قال رحمه الله وندب أن لَا ینقص الصدقة من الثلث لأن الجهات ثلاثة الْإطعام والأکل والْإدخار لما روینا ولقوله تعالٰی: وأطعموا القانع والمعتر أی السائل والمتعرض للسؤال فانقسم علیه اثلاثًا وهٰذا فی الأضحیة الواجبة والسُّنّة سواء. (البحر الرائق ج:۸ ص:۲۰۳، کتاب الأضحیة).

اولیاء اللہ کے ثواب کے لئے جو کھانا پکتا ہے، وہاں یہ علت نہیں پائی جاتی، کیونکہ ان کی وفات کو عرصہ گزر چکا ہوتا ہے، اور وہ کوئی غمی کا موقع نہیں ہوتا۔

مولانا سرفراز خان صفدر صاحب نے ''راہِ سنت'' کتاب میں اس سلسلے میں جتنے بھی حوالے دیئے ہیں، ان سب میں موت سے تین دن کے اندر اندر جو ضیافت ہے، وہ مکروہ بتائی گئی ہے۔ برسوں کے بعد مشائخ یا والدین کے ایصالِ ثواب کے لئے جو کھانا پکاتے ہیں، اس کا کوئی حوالہ نہیں۔ براہِ کرم ان تین اِشکالات کا نمبروار جواب عطا فرمائیں۔

جواب:... کھانا کھلانا مکارمِ اخلاق میں سے ہے،[1] مگر نیک کام غرباء کو کھانا کھلانا ہے،[2] اسی کا ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے۔ خود کھاپی لینا، یا دولت منداَحباب کو کھلا دینا اور نیت بزرگوں کے ایصالِ ثواب کی کرلینا، یہ عقل میں نہیں آتا۔ ہاں! ایک صورت اور ہے، اہلِ حرمین میں مشہور ہے کہ مکہ مکرمہ میں کوئی شخص کسی کی دعوت کرتا ہے تو یہ دعوت اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتی ہے، کیونکہ حجاج ''ضیوف الرحمٰن'' ہیں، اور جو مدینہ منوّرہ میں دعوت کرتا ہے، وہ دعوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہوتی ہے، کیونکہ زائرینِ مدینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں، پس اس کھانے میں بھی ایصالِ ثواب کی نیت نہیں ہوتی، بلکہ یہ کھانا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمانوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کھلایا جاتا ہے۔

صدقہ نہیں صلۂ رحمی ہے

سوال:... آپ نے سوال کے دوسرے اور تیسرے حصہ کا جواب نہیں دیا، آپ نے فرمایا: ''نیک کام غرباء کو کھلانا ہے'' بندے کے خیال میں ہر ایک کھلانا نیک کام ہے، ''اَطْعِمُوا الطَّعَامَ'' میں غرباء کی تخصیص کہاں ہے؟ ''وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی'' میں غریب کی تخصیص کہاں ہے؟ غنی فقیر ہر رشتہ دار اس میں آتا ہے۔

جواب:... غرباء کو کھلانا صدقہ ہے، ذَوِی القربیٰ کو دینا صلہ رحمی ہے اور عام لوگوں، واردین و صادرین کو کھانا دینا مکارمِ اخلاق ہے، بزرگوں کے ایصالِ ثواب کے لئے کھانا دینا صدقہ ہے، اور ''عَلٰی حُبِّهٖ'' کی شرط سب میں ملحوظ ہے، البتہ بزرگوں کی طرف سے کھلانا ضیافت ہے۔

کیا یہ صدقہ میں شمار نہیں ہوگا؟

سوال:... اس مرتبہ بھی آپ نے سابقہ سوال کے دوسرے اور تیسرے حصہ کا جواب نہیں دیا، غالباً ذہن سے نکل گیا ہوگا، اس لئے وہ سوال دوبارہ منسلک کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: غریبوں کو کھلانا صدقہ، رشتہ داروں کو کھلانا صلہ رحمی اور عام لوگوں کو کھلانا

---

(۱) عن أبی هریرة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من کان یؤمن بالله والیوم الآخر فلیکرم ضیفه ...إلخ. (مشکٰوة ص:۳۶۸، باب الضیافة، الفصل الأوّل).

(۲) "فکلوا منها وأطعموا القانع والمعترّ" (الحج:۳۶)، "ویطعمون الطعام علٰی حبّه مسکینًا ویتیمًا وأسیرًا، إنما نطعمکم لوجه الله لَا نرید منکم جزاءً ولَا شکورًا" (الدهر:۸). وعن أنس قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: أفضل الصدقة ان تشبع کبدًا جائعًا. رواه البیهقی فی شعب الإیمان. (مشکٰوة ص:۱۷۲، باب أفضل الصدقة، الفصل الثالث).

مکارمِ اخلاق سے ہے۔ محترم! یہ سارے کام صدقہ ہی کے ذیل میں آتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: راستے سے کانٹا ہٹانا صدقہ، بیوی کے منہ میں لقمہ دینا صدقہ، ماں باپ کو محبت کی نظر سے دیکھنا صدقہ۔ اور صلہ رحمی کے ضمن میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صلہ رحمی کرو اپنے رشتہ داروں سے امیر ہوں یا غریب۔''

جواب:... میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ کھانا کھلانا مکارمِ اخلاق میں سے ہے، لیکن جو کھانا ثواب کی نیت سے کھلایا جائے اس کا ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے: ''وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا''[1] گھر والوں کو کھلانا بھی صدقہ، دوست احباب کو کھلانا بھی صدقہ، مگر ان کھانوں کا ایصالِ ثواب کوئی نہیں کرتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بکری ذبح کرائی اور فرمایا: اس کا گوشت تقسیم کردیا جائے۔ یہ فرماکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے، واپسی پر پوچھا کہ گوشت سارا تقسیم ہوگیا، عرض کیا گیا کہ صرف ایک ران بچی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سارا بچ گیا، بس صرف یہی ران نہیں بچی۔[2]

الغرض! اس ناکارہ کے خیال میں ایصالِ ثواب اس کھانے کا کیا جاتا ہے جو صرف ثواب کی غرض سے کھلایا جائے۔ دُوسرے کھانوں میں دُوسری اغراض بھی شامل ہوجاتی ہیں، خواہ وہ بھی خیر کی اور بالواسطہ ثواب کی ہوں، مگر ان کا ایصالِ ثواب نہیں کیا جاتا۔ آپ اگر اس کو عام سمجھتے ہیں تو میں منازعت نہیں کرتا۔ بس یہ بحث ختم۔

تعزیت میّت کے گھر جاکر کریں اور فاتحہ ایصالِ ثواب اپنے گھر پر

سوال:... ہمارے گاؤں میں بعض لوگ کسی کے گھر میّت ہوجانے کی صورت میں وہاں فاتحہ پڑھنے کی غرض سے نہیں جاتے کہ وہاں فاتحہ پڑھنا بدعت ہے، ہم نے اِمام صاحب سے معلوم کیا تو فرمایا کہ جس گھر میں میّت ہوجائے وہاں صرف تین دن افسوس کے لئے جانا چاہئے، لیکن ہمارے ہاں اکثر پورا ہفتہ فاتحہ کی غرض سے بیٹھے رہتے ہیں، آپ بتلائیں کہ یہ بدعت ہے یا کارِ ثواب؟ تاکہ دونوں فریق راہِ راست پر آجائیں۔

جواب:... تعزیت سنت ہے، جس کا مطلب ہے اہلِ میّت کو تسلی دینا، فاتحہ پڑھنے کے لئے میّت کے گھر جانے کی ضرورت نہیں، تعزیت کے لئے جانا چاہئے، فاتحہ اور ایصالِ ثواب اپنے گھر پر بھی کرسکتے ہیں، جو شخص ایک دفعہ تعزیت کرلے، اس کا دوبارہ تعزیت کے لئے جانا سنت نہیں، تین دن تک افسوس کا حکم ہے، دُور کے لوگ اس کے بعد بھی اظہارِ افسوس کرسکتے ہیں، فاتحہ کی غرض سے بیٹھنا خلافِ سنت ہے۔[3]

---

(۱) سورة الدهر: ۸.

(۲) عن عائشة أنهم ذبحوا شاةً فقال النبی صلی الله علیه وسلم: ما بقی منها إلّا کتفها قال بقی کلها غیر کتفها. رواه الترمذی وصححه. (مشکوٰة ص: ۱۶۹، باب فضل الصدقة).

(۳) التعزیة لصاحب المصیبة حسن کذا فی الظهیریة وروی الحسن بن زیاد إذا عزیٰ أهل المیت مرة فلا ینبغی أن یعزیه مرة أخریٰ کذا فی المضمرات ووقتها من حین یموت إلٰی ثلاثة أیام ویکره بعدها إلّا أن یکون المعزی أو المعزی إلیه غائبًا فلا بأس بها ... إلخ. (هندیة ج: ۱ ص: ۱۶۷، طبع رشیدیه، وأیضًا فی الشامی ج: ۲ ص: ۲۴۰، ۲۴۱، مطلب فی کراهة الضیافة).

تعزیت کب تک کر سکتے ہیں؟

سوال:...تعزیت کے لئے لوگ مردے کے گھر جاتے ہیں، تو مدّتِ تعزیت کتنی ہے؟

جواب:...تعزیت کا کوئی وقت مقرّر نہیں، تعزیت سے مقصود اہلِ میّت کے غم میں شریک ہونا اور ان کو تسلی دینا ہے۔[1]

میّت پر رشتہ دار کی طرف سے کفن ڈالنا

سوال:...بعض علاقوں میں رِواج ہے کہ میّت پر ہر ایک رشتہ دار اپنی طرف سے ایک عدد کفن ڈالتے ہیں، یا کفن کے بدلے رقم دیتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟

جواب:...یہ محض دُنیا کی رسم ہے، اور نہایت فضول رسم ہے۔[2]

بیوہ کو تیجے پر نیا دوپٹہ اُڑھانا

سوال:...ہماری طرف رواج ہے کہ جب کسی شخص کا انتقال ہوجاتا ہے تو اس کی بیوہ کو اس کے متعلقین نیا دوپٹہ تیجے میں اُڑھاتے ہیں، اس طرح بیوہ کے پاس نئے سفید دوپٹے کئی کئی آجاتے ہیں، اگر نئے سفید دوپٹے کے عوض کچھ روپے نقد مدد کے لئے دے دیں تو اس میں کچھ حرج تو نہیں؟ اور پھر شوہر کے انتقال پر چونکہ سوگ چار ماہ دس دن مناتے ہوئے زینت کرنا عورت کو منع ہے، اس نئے دوپٹے اُڑھانے میں کیا راز پوشیدہ ہے؟ اس میں مسئلہ مذکورہ کی خلاف ورزی تو نہیں ہوتی؟ وضاحت فرمائیں۔

جواب:...بیوہ کو تیجے میں نیا دوپٹہ اُڑھانے کی رسم جو آپ نے لکھی ہے، یہ بھی غلط اور خلافِ شریعت ہے۔[3] بیوہ کی عدّت چار مہینے دس دن ہے،[4] اور اس دوران بیوہ کو نیا کپڑا پہننے کی اجازت نہیں۔[5] معلوم نہیں کہ اس رسم کے جاری کرنے والوں کا منشا کیا ہوگا؟

---

(۱) التعزية لصاحب المصيبة حسن كذا في الظهيرية وروى الحسن بن زياد إذا عزىٰ أهل الميت مرة فلا ينبغي أن يعزيه مرة أخرىٰ كذا في المضمرات ووقتها من حين يموت إلى ثلاثة أيام ويكره بعدها إلّا أن يكون المعزى أو المعزى إليه غائبًا فلا بأس به وهي بعد الدفن أولىٰ منها قبله وهٰذا إذا لم ير منهم جزع شديد فإن رؤى ذٰلك قدّمت التعزية ويستحب أن يعم بالتعزية جميع أقارب الميّت الكبار والصغار والرجال والنساء إلّا أن يكون امرأة شابة فلا يعزيها إلّا محارمها كذا في السراج الوهاج. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۶۷، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون، الفصل السادس).

(۲، ۳) عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال النبي صلى الله عليه وسلم: من أحدث في أمرنا هٰذا ما ليس منه فهو ردّ. (الصحيح البخاري، كتاب الصلح ج:۱ ص:۳۷۰).

(۴) وعدة المتوفى عنها زوجها أربعة أشهر وعشرًا، سواء دخل بها أو لم يدخل بها إذا كانت حرة لقول الله تعالىٰ: والذين يتوفون منكم ويذرون أزواجًا يتربصن بأنفسهن أربعة أشهر وعشرًا. (شرح مختصر الطحاوي ج:۵ ص:۲۳۹، كتاب الطلاق، باب العدد والإستبراء). أيضًا: وعدة الوفاة على الحرة أربعة أشهر وعشر ...إلخ. (قاضي خان على هامش الهندية ج:۱ ص:۵۵۰، باب العدة).

(۵) وتجتنب المعتدة كل زينة نحو الكحل والحناء والخضاب والدهن والتحلي والتطيب ولبس المطيب والمصبوغ بالمعصفر والزعفران ...إلخ. (قاضي خان على هامش الهندية ج:۱ ص:۵۵۴).

ممکن ہے دُوسری قوموں سے یہ رسم مسلمانوں میں در آئی ہو، یا مقصود بیوہ کی خدمت کرنا ہو، بہرحال یہ رسم خلافِ شرع ہے، اس کو ترک کردینا چاہئے، بیوہ کی خدمت اور اشک شوئی کے لئے اگر نقد روپیہ پیسہ دے دیا جائے تو اس کا کوئی مضائقہ نہیں، لیکن رسم اس کو بھی نہیں بنانا چاہئے۔

بزرگوں کو خانقاہ یا مدرسے میں دفن کرنا فقہاء کے نزدیک مکروہ ہے

سوال:... بزرگوں کو عام طور پر عام قبرستان کے بجائے خانقاہ یا مدرسے میں دفن کرنا، جبکہ تاریخ صاف بتاتی ہو کہ اسلاف میں صدی یا نصف صدی گزرنے کے بعد بزرگوں کے مقابر شرک و بدعت کے اڈّے بن گئے، کیسا ہے؟

جواب:... اکابر و مشائخ کو مساجد یا مدارس کے احاطے میں دفن کرنے کو فقہائے کرامؒ نے مکروہ لکھا ہے۔ [1]

---

(۱) ولَا يدفن صغير ولَا كبير في البيت الذي مات فيه فإن ذٰلك خاص بالأنبياء بل ينقل إلٰى مقابر المسلمين اهـ ومقتضاه أنه لَا يدفن في مدفن خاص كما يفعله من يبني المدرسة ونحوها ويبني له بقربها مدفنا فتأمل. (شامي، كتاب الصلاة، باب الجنائز، مطلب في دفن الميت، ج:۲ ص:۲۳۵ طبع ايچ ايم سعيد).

متفرّق مسائل
(میّت سے متعلق)

ہر مسلمان پر زندگی میں سات میّتوں کو نہلانا فرض نہیں

سوال:... عام طور پر یہ مشہور ہے کہ ہر مسلمان پر اپنی زندگی میں سات میّت نہلانا فرض ہے، قرآن و حدیث کی روشنی میں اس مسئلے کی وضاحت فرمادیجئے کہ یہ بات کہاں تک دُرست ہے؟

جواب:... میّت کو غسل دینا فرضِ کفایہ ہے، اگر کچھ لوگ اس کام کو کرلیں تو سب کی طرف سے یہ فرض ادا ہوجائے گا، ہر مسلمان کے ذمہ فرض نہیں۔[1]

غیرمسلم کی موت کی خبر سن کر ”اناللہ وانا الیہ راجعون“ پڑھنا

سوال:... جب ہم کسی مسلمان کی موت کی خبر سنتے ہیں تو سننے کے بعد ”اناللہ وانا الیہ راجعون“ پڑھتے ہیں، لیکن اگر کسی دُوسرے مذہب یا کسی غیرمسلم کی موت کی خبر سنیں تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب:... اس وقت بھی اپنی موت کو یاد کرکے یہ آیت پڑھ لی جائے۔

میّت کے بعد اس کے بیٹے کو اِجتماعی پگڑی پہنانا

سوال:... بعض علاقوں میں باپ کے مرنے کے بعد اس کے بڑے بیٹے کو وارث بنانے کے لئے اِجتماعی حالت میں اس کے سر پر پگڑی باندھتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟

جواب:... یہ بھی محض رسم ہے، اور اگر کسی شرعی حکم کے خلاف نہ ہو، مثلاً: تمام وارثوں پر وراثت تقسیم کی جائے، تو کوئی حرج نہیں۔

---

(۱) غسل المیت حق واجب علی الأحیاء بالسنة وإجماع الأُمّة کذا فی النهایة ولٰکن إذا قام به البعض سقط عن الباقین کذا فی الکافی۔ (هندیة ج:۱ ص:۱۵۸، کتاب الصلاة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الثانی فی الغسل، طبع رشیدیه کوئٹه)۔

والد کی تجہیز و تکفین پر رقم کس نے خرچ کی؟ معلوم نہ ہو تو اولاد پر گناہ نہیں

سوال:... میرے والد صاحب کا تیس برس پہلے ہارٹ اٹیک سے اِنتقال ہوگیا تھا، اس وقت ہم تینوں بھائی بہن نابالغ تھے، اور اس وقت پاکستان میں موجود نہیں تھے، بلکہ انڈیا گئے ہوئے تھے، اور اِنتقال کے بیس پچیس دن کے بعد ہم واپس آئے تھے۔ آج تک ہم کو یہ خیال نہ آیا کہ والد صاحب کی تجہیز و تکفین کی رقم کس نے خرچ کی؟ بہت سے قریبی رشتہ دار جو اس وقت تھے ان کا بھی اِنتقال ہوچکا ہے، اب اس بات کا پتا لگانا کہ کس نے یہ رقم خرچ کی تاکہ یہ مسئلہ حل ہوجائے۔ آپ سے رہنمائی مطلوب ہے۔

جواب:... جس نے بھی کردی، تمہارے ذمے کوئی گناہ نہیں، اور نہ تم سے کسی نے اس کا مطالبہ کیا ہے، تمہیں فکرمند ہونے کی کیا ضرورت ہے...؟

مرحوم کا قرض ادا ہو، ورنہ وہ عذاب کا مستحق ہے

سوال:... اگر مرحوم کے ذمہ ایسے قرض ہوں جن کا اس کے وارثوں کو علم نہ ہو، یا قرض دینے والا نہ بتائے تو اس سلسلے میں کیا حکم ہے؟

جواب:... جو شخص قرض لے کر مرے اس کا معاملہ بڑا شدید ہے، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو بچائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شخص کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھتے تھے جس کے ذمہ قرض ہو، بعد میں جب فتوحات ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میّت کا قرض اپنے ذمہ لے لیتے تھے۔[1]

ایک حدیث میں ہے کہ مؤمن کی جان اس کے قرض کے ساتھ لٹکی رہتی ہے، جب تک اس کا قرضہ ادا نہ کردیا جائے (ترمذی، ابنِ ماجہ)۔[2]

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز سے فارغ ہوکر فرمایا کہ: کیا یہاں فلاں قبیلے کے لوگ ہیں؟ دیکھو تمہارا آدمی جنت کے دروازے پر رُکا ہوا ہے، اس قرض کی وجہ سے جو اس کے ذمہ ہے، اب تمہارا جی چاہے تو اس کا فدیہ (یعنی قرض) ادا کرکے اسے چھڑالو، اور جی چاہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب کے سپرد کردو۔[3]

ایک صحابی فرماتے ہیں کہ: ہمارے والد کا انتقال ہوا، تین سو درہم ان کا ترکہ تھا، پیچھے ان کے اہل و عیال بھی تھے، اور ان کے

---

(۱) عن أبی هريرة رضی الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يؤتى بالرجل المتوفّى عليه الدين فيقول: هل ترك لدينه من قضاء؟ فإن حدث أنه ترك وفاء صلى عليه وإلّا قال للمسلمين صلوا على صاحبكم، فلما فتح الله عليه الفتوح قام فقال: أنا أولى بالمؤمنين من أنفسهم ... الحديث. (ترمذی شريف ج:۱ ص:۲۰۵، باب ما جاء فی المديون).

(۲) عن أبی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلى الله عليه وسلم أنه قال: نفس المؤمن معلقة بدينه حتّٰى يقضٰى عنه. (ترمذی، باب ما جاء أن نفس المؤمن معلقة بدينه ج:۱ ص:۲۰۶، طبع قديمی كتب خانه).

(۳) عن سمرة رضی الله عنه من هاهنا من رهط فلان إن صاحبكم قد احتبس عن الجنّة بدين كان عليه فأما ان تفدوه من عذاب الله وإما أن تسلموه. (كنز العمال ج:۶ ص:۲۳۵، حديث نمبر:۱۵۵۰۴، طبع مؤسسة الرسالة).

ذمہ قرض بھی تھا، میں نے ان کے اہل وعیال پر خرچ کرنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تیرا باپ قرضے میں پکڑا ہوا ہے، اس کا قرضہ ادا کر!'' (مسندِ احمد)۔[1]

مسلمان آدمی کے ذمہ اوّل تو قرضہ ہونا ہی نہیں چاہئے، اور اگر بامرِ مجبوری قرض لیا تو اس کو حتی الوسع جلد سے جلد ادا ہونا چاہئے، خدانخواستہ اسی حالت میں موت آگئی تو یہ خود غرض وارث خدا جانے ادا کریں گے بھی یا نہیں؟ اور اگر زندگی میں قرضہ ادا کرسکنے کا اِمکان نہ ہو تو وصیت کرنا فرض ہے کہ اس کے ذمہ فلاں فلاں کا اتنا قرضہ ہے وہ ادا کردیا جائے۔[2] اگر وصیت کے بغیر مرگیا اور گھر والوں کو کچھ پتا نہیں تو گناہگار بھی ہوگا اور پکڑا بھی جائے گا، اب نہ اس کا قرضہ ادا ہو، نہ اس کی رہائی ہو، نعوذ باللہ!

ہاں! اللہ تعالیٰ ہی اپنی رحمت سے کوئی صورت پیدا فرمادیں تو ان کا کرم ہے۔

اس تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے جو صورت لکھی ہے، ایک مسلمان کو اس کی نوبت ہی نہیں آنے دینی چاہئے، اور اگر بالفرض ایسی صورت پیش ہی آجائے تو اعلانِ عام کردیا جائے کہ اس میّت کے ذمہ کسی کا قرض ہو تو ہم سے وصول کرلے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا کہ جس شخص کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ قرض ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے کوئی وعدہ کر رکھا ہو، وہ ہمارے پاس آئے۔[3] مگر وارث بغیر ثبوتِ شرعی کے قرضہ ادا کرنے کے پابند نہیں ہیں۔[4] یہ مسئلہ بھی یاد رہنا چاہئے کہ میّت کا قرض اس کے کل مال سے ادا کیا جائے گا، خواہ اس کے وارثوں کے لئے ایک پیسہ بھی نہ بچے۔[5]

مرحوم ترکہ نہ چھوڑے تو وارث اس کے قرض کے ادا کرنے کے ذمہ دار نہیں

سوال:... جب کوئی آدمی مرجاتا ہے اور جو کچھ وہ باقی چھوڑ جاتا ہے، وہ اس کے رشتہ دار، عزیز بھائی وغیرہ ایک حد کے

---

(۱) عن سعد بن الأطول قال: مات أخي وترک ثلاث مأة دينار وترک ولدًا صغارًا فأردت أن أنفق عليهم فقال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن أخاک محبوس بدينه فاذهب فاقض عنه ... إلخ. (مسند أحمد ج:۴، ص:۱۳۶، طبع المكتب الإسلامي بيروت).

(۲) والوصية أربعة أقسام، واجبة كالوصية برد الودائع والديون المجهولة .... وفي المواهب تجب على مديون بما عليه لله تعالىٰ أو للعباد. (رد المحتار ج:۶ ص:۶۴۸ كتاب الوصايا، طبع ايچ ايم سعيد).

(۳) لمّا قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم قال أبوبكر لمّا جاءه مالٌ من البحرين: من كانت له على النبي عدةٌ يأتيني، قال فجاءه جابر بن عبدالله الأنصاري فقال: إنّ النبي وعدني إذا أتاه مال البحرين أن يعطيني هٰكذا هٰكذا هٰكذا، وأشار بكفّيه، فقال أبوبكر: خُذ! فأخذ بكفيه فعدّه خمسمائة درهم فأعطاه إياه وألفًا، ثم جاء ناس كان وعدهم رسول الله صلى الله عليه وسلم فأخذ كل إنسان ما كان وعده ثم قسم ما بقي من المال فأصاب كل إنسان منهم عشرة دراهم. (الطبقات الكبرىٰ لِابن سعد ج:۲ ص:۳۱۷، طبع بيروت).

(۴) قوله ويقدم دين الصحة وهو ما كان ثابتا بالبينة مطلقا أو بالإقرار في حال الصحة ... إلخ. (شامي ج:۶ ص:۷۶۰).

(۵) يبدأ من تركة الميت بتجهيزه ودفنه ثم قضا ديونه ثم تنفيذ وصاياه، والباقي لوارثه. (فتاوىٰ بزازية على الهندية، كتاب الفرائض ج:۶ ص:۴۴۷). وأيضًا يبدأ من تركة الميت الخالية عن تعلق حق الغير بعينها كالرهن .... ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العباد ... إلخ. (درمختار ج:۶ ص:۷۶۰، كتاب الفرائض، طبع سعيد).

مطابق تقسیم کرلیتے ہیں، یہ تو ہوئی سیدھی بات، اس کے علاوہ ایک اور آدمی مرجاتا ہے جس کے اُوپر لوگوں کا بے حساب قرض ہے، جبکہ اس کا کوئی بیٹا نہیں، باقی لوگ ہیں، مثلاً: بیوی، بچیاں، بھائی سگے اور سوتیلے وغیرہ، تو کیا یہ قرض جو وہ چھوڑ کر دُنیا سے چلا گیا یا چلا جائے تو ان رشتہ داروں کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟ جبکہ متعلقہ شخص کی وارثت میں کچھ بھی نہیں ہے، ماسوائے چار گز جھونپڑی کے، رشتہ دار، بھائی وغیرہ بھی غریب، قرض ادا نہ کرنے کے قابل، قرض کس طرح ادا ہو؟

جواب:... جب مرحوم نے کوئی ترکہ نہیں چھوڑا تو وارثوں کے ذمہ اس کا قرض ادا کرنا لازم نہیں۔[1]

مردے کے مال اور قرض کا کیا کیا جائے؟

سوال:... میرے بھائی کی شادی ۱۹ر ستمبر ۱۹۸۰ء کو ہوئی اور دو مہینے بعد یعنی ۲۸ر نومبر کو اس کا انتقال ہوگیا، میرے بھائی نے مرنے سے پہلے ۱۴ تولہ کے جو زیورات بنوائے تھے اس کی کچھ رقم اُدھار دینی تھی، میرے بھائی نے دو مہینے کا وعدہ کیا تھا، لیکن وہ رقم ادا کرنے سے پہلے خالقِ حقیقی سے جاملا۔ آپ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں کہ رقم لڑکے کے والدین ادا کریں گے یا لڑکے کے بنائے ہوئے زیورات میں سے وہ رقم ادا کردی جائے؟

جواب:... اگر آپ کے مرحوم بھائی کے ذمہ قرض ہے تو جو زیورات انہوں نے بنوائے تھے ان کو فروخت کرکے قرض ادا کرنا ضروری ہے،[2] والدین کے ذمہ نہیں۔ وہ زیورات جس کے پاس ہوں وہ قرض ادا نہ کرنے کی صورت میں گناہگار ہوگا، مردے کے مال پر ناجائز قبضہ جمانا بڑی سنگین بات ہے۔

مرحوم کا اگر کسی نے قرض اُتارنا ہو تو شرعی وارثوں کو ادا کرے

سوال:... مولانا صاحب! میں نے ایک دوست سے دس روپے اُدھار لئے تھے اور اس سے وعدہ کیا تھا کہ دو دن بعد اسے یہ پیسے واپس کردوں گا، لیکن افسوس کہ پیسے دینے سے قبل ہی میرا دوست اس جہانِ فانی سے رُخصت ہوگیا۔ بتائیے کہ اب میں کیا کروں؟ اس کے وہ دس روپے اب میں کس طرح اُتاروں؟

جواب:... میّت کا جو قرض لوگوں کے ذمہ ہوتا ہے، وہ اس کی وراثت میں شامل ہے، اور جن لوگوں کے ذمہ قرض ہو ان کا فرض ہے کہ میّت کے شرعی وارثوں کو قرض ادا کریں، اور اگر کسی کا کوئی وارث موجود نہ ہو یا معلوم نہ ہو تو میّت کی طرف سے اتنی رقم صدقہ کردے۔[3]

---

(۱) اَحکامِ میّت ص:۱۶۰ اور ۱۶۳، تالیف: ڈاکٹر عبدالحی عارفی رحمہ اللہ۔

(۲) ثم تقدم دیونه التی لها مطالب من جهة العباد ویقدم دین الصحة علٰی دین المرض ... الخ۔ (درمختار ج:۶ ص:۷۶۰)۔

(۳) علیه دیون ومظالم جهل أربابها وأیس من علیه ذالک من معرفتهم فعلیه التصدق بقدرها من ماله وإن إستغرقت جمیع ماله هٰذا مذهب أصحابنا .... ومتی فعل ذالک سقط عنه المطالبة من أصحاب الدیون۔ وفی الشامیة: وإن لم یجد المدیون ولَا وارثه صاحب الدین ولَا وارثه فتصدق المدیون أو وارثه عن صاحب الدین برئ فی الآخرة۔ (ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب اللقطة ج:۴ ص:۲۸۳)۔

مرحوم کا قرض اگر کوئی معاف کردے تو جائز ہے

سوال:... مرحوم کو ایک دو افراد کے کچھ پیسے دینے ہیں، بہترین دوست ہونے کے ناتے وہ پیسے نہیں لے رہے، اب کیا کیا جائے؟

جواب:... اگر وہ معاف کردیں تو ٹھیک ہے۔[1]

مرحوم کی نماز، روزوں کی قضا کس طرح کی جائے؟

سوال:... میری والدہ محترمہ معراج کی شب اپنے مالکِ حقیقی سے جاملی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، آمین! اب میں ان کی قضا نمازیں ادا کرنا چاہتی ہوں، بلکہ آج کل ادا کر رہی ہوں، لیکن مختلف لوگوں نے مختلف باتیں بتاکر مجھے اُلجھن میں ڈال دیا ہے، مثلاً: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے، لہٰذا مرنے والے کی قضا نمازیں نہیں ہوسکتیں، لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب مرنے والے کے گناہوں کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے قرآن شریف پڑھ کر بخشا جاسکتا ہے، مرنے والے کے قرض کا بوجھ ختم کرنے کے لئے قرض چکایا جاسکتا ہے تو پھر اس کی قضا نمازیں آخر کیوں نہیں ادا کی جاسکتیں، آپ میرے ان دو سوالوں کا جواب جلد سے جلد دیں۔

۱:... کیا میں اپنی والدہ محترمہ کی قضا نمازیں ادا کرسکتی ہوں؟

۲:... قضا نماز کے ادا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب:... فرض نماز اور روزہ ایک شخص دُوسرے کی طرف سے ادا نہیں کرسکتا،[2] البتہ نماز روزے کا فدیہ مرحوم کی طرف سے اس کے وارث ادا کرسکتے ہیں۔ پس اگر آپ اپنی والدہ کی طرف سے نمازیں قضا کرنا چاہتی ہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر آپ کے پاس گنجائش ہو تو ان کی نمازوں کا حساب کرکے ہر نماز کا فدیہ صدقۂ فطر کے برابر ادا کریں، وتر کی نماز سمیت ہر دن کی نمازوں کے چھ فدیے ہوں گے،[3] ویسے آپ نوافل پڑھ کر اپنی والدہ کو ایصالِ ثواب کرسکتی ہیں۔[4]

---

(۱) الدين الصحيح وهو الدين الثابت بحيث لَا يسقط إلّا بالأداء أو الإبراء كدين القرض ودين المهر ودين الإستهلاك وأمثالها. (كشاف إصطلاحات الفنون ج:۱ ص:۵۰۲، طبع سهيل اكيڈمی لَاهور).

(۲) ولَا يصح أن يصوم الولی ولَا غيره عن الميت ولَا يصح أن يصلی أحد عنه لقوله صلی الله عليه وسلم: لَا يصوم أحد عن أحد ولَا يصلّی أحد عن أحد ولٰكن يطعم عنه ... إلخ. (مراقی الفلاح علٰی هامش الطحطاوی، فصل فی إسقاط الصلاة والصوم ص:۲۳۸)، قوله فلا نيابة فيها أصلًا لأن المقصود من العبادة البدنية إتعاب البدن وقهر النفس الأمارة بالسوء ولَا يحصل بفعل النائب ... إلخ. (شامی ج:۱ ص:۳۵۵، مطلب فيما يصير الكافر به مسلمان من الأفعال).

(۳) إذا مات وعليه فوائت فدفع الوارث عن الميت لكل صلاة نصف صاع من بر أو قيمته لكل مسكين أو مسكين واحد عن كل الفوائت يجوز ... إلخ. (فتاویٰ سراجية ص:۱۷).

(۴) الأصل فی هٰذا الباب أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة كان أو صومًا أو صدقة ... إلخ. (هندية ج:۱ ص:۲۵۷، وأيضًا فی الشامی ج:۲ ص:۵۹۵، مطلب فی إهداء ثواب الأعمال للغير).

نانی کے مرنے کے بعد چالیسویں سے قبل نواسی کی شادی کرنا کیسا ہے؟

سوال:... میری ایک عزیزہ نے جس کی بیٹی کی شادی کی تاریخ ایک سال پہلے مقرّر ہوچکی تھی کہ شادی کی تاریخ سے دس یوم پہلے اس کی بوڑھی والدہ صاحبہ کا انتقال ہوگیا، سوئم اور دسویں کے بعد اس نے اپنی بیٹی کا تاریخِ مقرّرہ پر نکاح اور رُخصتی کردی، جس کی بنا پر اس کے عزیز رشتہ دار اس کو مطعون کر رہے ہیں کہ تم نے شادی انجام دے کر شرع کے خلاف کیا ہے، اس کا گناہ ہوگا۔

جواب:... شرعاً سوگ تین دن کا ہوتا ہے، اس کے بعد سوگ کرنا شرعاً ممنوع ہے، (البتہ جس عورت کا شوہر فوت ہوجائے وہ چار مہینے دس دن سوگ کرے گی)[1]، آپ کی عزیزہ نے مقرّرہ تاریخ پر بچی کا عقد کردیا، بالکل ٹھیک کیا، جو لوگ اس کو گناہ کہتے ہیں یہ ان کی نادانی اور جہالت ہے۔

شہید کون ہے؟

سوال:... گزشتہ تحریکِ نظامِ مصطفیٰ کے دوران جو لوگ پولیس کے ہاتھوں گولیوں کا نشانہ بن کر اس دارِفانی سے کوچ کرگئے انہیں شہید کہا جاتا ہے، دُوسری طرف اگر پولیس اور ڈاکوؤں کے درمیان مقابلہ ہو اور اس میں کوئی مارا جائے اور دُوسرے جو قتل ہوتے ہیں ان میں قاتل بھی مسلمان ہوتا ہے اور مقتول بھی، مہربانی فرماکر یہ بتایئے کہ مسلمان شہید کب کہلاتا ہے؟ صرف غیرمسلم کے ہاتھوں قتل ہونے سے یا کسی مسلمان کے ہاتھوں بھی؟ اُمید ہے تسلی بخش جواب مرحمت فرمائیں گے۔

جواب:... دُنیوی اَحکام کے لحاظ سے شہید وہ ہے:

الف:... جس کو کافروں یا باغیوں یا ڈاکوؤں نے قتل کردیا ہو۔

ب:... یا وہ مسلمانوں اور کافروں کی لڑائی کے دوران مقتول پایا جائے۔

ج:... یا کسی مسلمان نے اسے ظلماً جان بوجھ کر قتل کیا ہو۔

اس اُصول کو جزئیات پر خود منطبق کرلیجئے۔[2]

کیا سزائے موت کا مجرم شہید ہے؟

سوال:... کیا کوئی شخص جس کے بارے میں عدالت پھانسی یا سزائے موت کا فیصلہ صادر کرے، پھانسی پانے کے بعد شہید کہلائے گا؟

---

(۱) ووقتها من حين يموت إلى ثلاثة أيام ويكره بعدها ...إلخ. (هندية ج:۱ ص:۱۶۷)، وأيضًا في رواية زينب بنت أبي سلَمة رضي الله عنها .... سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لَا يحل لِامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر ان تحد على ميت فوق ثلاث ليال إلّا على زوج أربعة أشهر وعشرًا ...الحديث. (ترمذي ج:۱ ص:۱۴۳، باب ما جاء في عدة المتوفى عنها زوجها).

(۲) وهو في الشرع من قتله أهل الحرب والبغي وقطاع الطرق أو وجد في معركة وبه جرح .... أو قتله مسلم ظلمًا ...إلخ. (هندية ج:۱ ص:۱۶۷، ۱۶۸، كتاب الصلاة، الفصل السابع، وأيضًا في الدر مع الرد ج:۲ ص:۲۴۸، ۲۴۹).

جواب:... ایسا مجرم شہید نہیں کہلاتا۔ (۱)

پانی میں ڈُوبنے والا اور علمِ دِین حاصل کرنے کے دوران مرنے والا معنوی شہید ہوگا

سوال:... کیا پانی میں ڈُوب کر انتقال کر جانے والا شہید ہے؟

جواب:... جی ہاں! لیکن اس پر شہید کے دُنیوی اَحکام جاری نہ ہوں گے، معنوی شہید ہے۔ (۲)

سوال:... کیا حصولِ علم، جس میں کالج میں دی جانے والی این سی سی کی فوجی ٹریننگ بھی شامل ہے، کے لئے جانے والا اگر حصولِ علم کے دوران انتقال کر جائے تو کیا وہ شہید ہے؟

جواب:... دِینی علم یا دِین کے لئے علم کے حصول کے دوران انتقال کرنے والا معنوی شہید ہے۔ (۳)

کیا محرّم میں مرنے والا شہید کہلائے گا؟

سوال:... اکثر سنا ہے کہ محرّم الحرام کے مہینے میں مرنے والوں کا درجہ شہید کے درجے کے برابر ہوتا ہے، خاص طور پر محرّم کی ۹ر اور ۱۰ر تاریخ کو مرنے والوں کا، کیا یہ بات دُرست ہے؟

جواب:... محرّم میں مرنے والا شہید جب ہوگا جبکہ اس کی موت شہادت کی ہو، محض اس مہینے میں مرنا شہادت نہیں۔

ڈیوٹی کی ادائیگی میں مسلمان مقتول شہید ہوگا

سوال:... کیا پولیس کا کوئی فرد اگر جرائم پیشہ افراد کا مقابلہ کرتے ہوئے یا حکومت کے باغی لوگ جو سرکاری یا نجی املاک کو نقصان پہنچا رہے ہوں یا حکومت کے افسرانِ بالا مثلاً: سربراہِ مملکت یا وزراء وغیرہ کی حفاظت کرتے ہوئے اور اپنی ڈیوٹی کو فرض سمجھتے ہوئے حملہ آوروں کا مقابلہ کرتے ہوئے مارا جائے تو کیا وہ شہید ہوگا؟ اگر شہید تصوّر کیا جاتا ہے تو کیسے؟ اگر نہیں تو کیوں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت کریں۔

جواب:... اُصول یہ ہے کہ جو مسلمان ظلماً قتل کردیا جائے وہ شہید ہے، اس اُصول کے مطابق پولیس کا سپاہی اپنی ڈیوٹی ادا

---

(۱) قتل ظلمًا بغير حق ... إلخ. وفي الشرح: وبقوله ظلمًا لما يأتي من أنه لو قتل بحد أو قصاص مثلًا لَا يكون شهيدًا. (الدر المختار مع رد المحتار ج:۲ ص:۲۴۸). أيضًا: وكل من صار مقتولًا بمعنى غير مضاف إلى العدوّ لَا يكون شهيدًا كذا في المحيط. (هندية ج:۱ ص:۱۶۹، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، الفصل السابع في الشهيد).

(۲) لو .... حرق أو غرق أو هدم لم يكن شهيدًا في حكم الدنيا وإن كان شهيد الآخرة ... إلخ. (شامي ج:۲ ص:۲۴۸، باب الشهيد، وأيضًا في البدائع الصنائع ج:۱ ص:۳۲۰).

(۳) .... ومن مات وهو يطلب العلم ... إلخ. وفي الشرح: بأن كان له اشتغالًا به تأليفًا أو تدريسًا أو حضورًا فيما يظهر، ولو كل يوم درسًا وليس المراد الإنهماك. (ردالمحتار مع الدر المختار، باب الشهيد، مطلب في تعداد الشهداء ج:۲ ص:۲۵۲، طبع ايچ ايم سعيد).

کرتا ہوا مارا جائے (بشرطیکہ مسلمان ہو) تو یقیناً شہید ہوگا۔[۱]

غسل کے بعد میّت کی ناک سے خون بہنے سے شہید نہیں شمار ہوگا

سوال:... غسل کے بعد قبرستان تک جاتے وقت ناک سے اتنا خون بہے کہ ڈولی سے بہتا ہوا زمین تک آجائے تو کیا یہ اس کے شہید ہونے کی نشانی ہے؟ نیز شہید کہلانے کی کیا نشانی اسلام میں ہے؟

جواب:... شہید تو وہ کہلاتا ہے جس کو کافروں نے قتل کیا ہو یا کسی مسلمان نے ظلماً قتل کیا ہو،[۲] ناک سے خون بہنے سے شہید نہیں بنتا۔[۳]

اگر عورت اپنی آبرو بچانے کے لئے ماری جائے تو شہید ہوگی

سوال:... اگر کوئی عورت اپنی عزّت بچانے کے لئے اپنی جان قربان کردے تو کیا یہ خودکشی ہوگی؟ اور اسے اس بات کی آخرت میں سزا ملے گی یا نہیں؟

جواب:... اگر اپنی آبرو بچانے کے لئے ماری جائے تو وہ شہید ہوگی۔[۴]

انسانی لاش کی چیر پھاڑ اور اس پر تجربات کرنا جائز نہیں

سوال:... آج کل جو ڈاکٹر بنتے ہیں، مختلف قسم کے تجربات کرتے ہیں، جن میں پوسٹ مارٹم بھی شامل ہے، جس میں انسانی اعضاء کی بے حرمتی ہوتی ہے، یہ کہاں تک دُرست ہے؟ قرونِ اُولیٰ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، بعض حضرات کا کہنا ہے کہ مسلمان کی لاش پر تجربات نہیں کئے جاسکتے، اور غیرمسلم کی لاش پر کرسکتے ہیں، یہ کہاں تک دُرست ہے؟

جواب:... کسی انسانی لاش کی بے حرمتی جائز نہیں، نہ مسلمان کی، نہ غیرمسلم کی۔[۵]

پوسٹ مارٹم کی شرعی حیثیت

سوال:... آج کل جو لوگ گولی مار کر قتل کردیئے جاتے ہیں ان کی میّت کا اسپتال میں پوسٹ مارٹم کیا جاتا ہے، جس سے یہ

---

(۱) قال فی التنویر: باب الشهید هو كل مكلف مسلم طاهر .... قتل ظلمًا بغیر حق ...إلخ۔ (درمختار ج:۲ ص:۲۴۷، باب الشهید)۔

(۲) ایضاً۔

(۳) قوله كخروج الدم أی إن كان الدم یخرج من مخارقه ینظر إن كان موضعًا یخرج منه الدم من غیر آفة فی الباطن كالأنف .... لم یكن شهیدًا وأن المرء قد یبتلی بالرعاف ...إلخ۔ (شامی، باب الشهید ج:۲ ص:۲۴۹، وأیضًا فی الهندیة ج:۱ ص:۱۶۹، كتاب الصلاة، الباب الحادی والعشرون، الفصل السابع فی الشهید)۔

(۴) ومن ماتت صابرة علی الغیرة لها أجر شهید۔ (شامی ج:۲ ص:۲۵۲، مطلب فی تعداد الشهداء)۔

(۵) إمداد الفتاویٰ ج:۱ ص:۵۰۸، ۵۰۹، وأیضًا: وحرمته الإنتفاع بأجزاء الآدمی لكرامته لئلا یتجاسر الناس علی من كرّمه الله بابتزال أجزائه ...إلخ۔ (شرح العنایة علی الهدایة بر حاشیة فتح القدیر ج:۱ ص:۶۵)۔

معلوم کیا جاتا ہے کہ جسم پر کتنی گولیاں ماری گئیں؟ کہاں کہاں ماری گئیں؟ پوسٹ مارٹم کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ میّت کو مادرزاد برہنہ کر کے میز پر ڈال دیتے ہیں، پھر ڈاکٹر آ کر اس کا معائنہ کرتا ہے، عورت، مرد دونوں کا پوسٹ مارٹم اسی طرح ہوتا ہے۔ کیا شریعت میں یہ پوسٹ مارٹم جائز ہے؟ جبکہ میّت کے وارث منع کرتے ہیں کہ ہم پوسٹ مارٹم نہیں کرائیں گے، ایک تو ظلم کہ فائرنگ کر کے قتل کیا اور پھر ظلم قتل کے بعد پوسٹ مارٹم کے ذریعے کیا جاتا ہے، اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب:... پوسٹ مارٹم کا جو طریقہ آپ نے ذکر کیا ہے یہ صریح طور پر ظلم ہے،[1] اور اس کو فحاشی میں شمار کیا جاسکتا ہے۔[2] اور جب ایک آدمی مرگیا اور اس کے قاتل کا بھی پتا نہیں تو اس کی لاش کی بے حرمتی کرنے کا کیا فائدہ؟ لاش وارثوں کے حوالے کردی جائے، اور اگر لاش لاوارث ہو تو اس کی تدفین کردی جائے۔ بہرحال برہنہ پوسٹ مارٹم حد سے زیادہ تکلیف دہ ہے، خصوصاً جبکہ مردوں اور عورتوں کا ایک طرح پوسٹ مارٹم کیا جاتا ہے، یہ چند در چند قباحتوں کا مجموعہ ہے، گورنمنٹ کو چاہئے کہ اس کو از رُوئے قانون بند کردے۔

لاش کی چیر پھاڑ کا شرعی حکم

سوال:... کیا سائنسی تحقیق کے لئے اسلامی شریعت کی رُو سے لاشوں کی چیر پھاڑ جائز ہے؟ کیا اس سے لاشوں کی بے حرمتی کا احتمال تو نہیں، جبکہ لاشوں میں مرد اور عورتیں بھی ہوتی ہیں، اور لاشیں بالکل ننگی ہوتی ہیں، اور چیرنے پھاڑنے والے مرد اور عورتیں دونوں ہوتے ہیں۔ اگر بے حرمتی ہے تو اس کی سزا کیا ہے؟ اور کیا لڑکیوں کو اس طرح سے تعلیم حاصل کرنا جائز ہے؟ اور پھر مردوں کی موجودگی میں یہ کام کرنا جائز ہے؟ بصورتِ دیگر کیا سزا ہے؟

جواب:... لاشوں کی چیر پھاڑ شرعاً حرام ہے،[3] خصوصاً جنسِ مخالف کی لاش کی بے حرمتی اور بھی سنگین جرم ہے، پھر لڑکوں

---

(۱) وعن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: كسر عظم الميّت ككسره حيًّا. رواه مالك وأبوداوٗد وابن ماجة. (مشكوٰة ص:۱۴۹، باب دفن الميت، الفصل الثاني).

(۲) وتستر عورته بخرقة من السرة إلى الركبة كذا في محيط السرخسي. وصورة استنجائه أن يلف الغاسل على يديه خرقة ويغسل السوأة لأن مس العورة حرام كالنظر إليها كذا في الجوهرة النيرة. (عالمگيري ج:۱ ص:۱۵۸). وقال في ردالمحتار: لقوله عليه الصلاة والسلام لعلي: لَا تنظر إلى فخذ حيّ ولَا ميّت، لأن ما كان عورة لَا يسقط بالموت ولذا لَا يجوز مسه، حتى لو ماتت بين رجال أجانب يممها رجل بخرقة ولَا يمسها ...إلخ. (شامي ج:۲ ص:۱۹۵، القراءة عند الميت).

(۳) عن عائشة رضي الله عنها قالت: انّ رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: كسر عظم الميّت ككسره حيًّا. (رواه مالك ص:۲۲۰). عن عمرو بن حزم قال: رآني النبي صلى الله عليه وسلم متكئًا على قبر فقال: لَا تؤذ صاحب هذا القبر، أو: لَا تؤذه. رواه أحمد. (مشكوٰة ص:۱۴۹). قال ابن عابدين: لأن الميت يتأذى بما يتأذى به الحي. (رد المحتار ج:۲ ص:۱۹۶، مطلب في القراءة عند الميت).

لڑکیوں کے سامنے اور بھی قبیح ہے۔[1] گورنمنٹ سے اس کے انسداد کا مطالبہ کرنا چاہئے، اور جب تک یہ نہ ہو اس کو ناجائز سمجھتے ہوئے اِستغفار کرتے رہنا چاہئے۔

چھ ماہ کی حاملہ عورت کے مرنے پر بچے کو آپریشن کے ذریعے نکالنا

سوال:... اسلامی عقیدے کے مطابق ۱۲۰ دن میں بچہ ماں کے پیٹ میں جاندار شمار ہوتا ہے، یعنی ۱۲۰ دن میں ماں کے پیٹ میں پروَرِش پانے والے بچے میں جان آجائے گی۔ جبکہ میڈیکل تھیوری کے لحاظ سے بھی ۱۲۰ دن کے بعد بچے میں جان پیدا ہوجاتی ہے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی بیماری کی وجہ سے یا دِل کا دورہ پڑنے کی وجہ سے حاملہ عورت ۶ ماہ کے حمل میں وفات پاجاتی ہے جبکہ بچے کی پیدائش ۹ ماہ میں ہوتی ہے، اب اگر بچے کو آپریشن کے ذریعے مردہ ماں کے پیٹ سے نکال لیا جائے تو شاید وہ بچ جائے، لیکن اگر ماں کے پیٹ میں رہنے دیا جائے اور مردہ عورت کو دفنا دیا جائے تو جاندار بچے کو بھی زندہ درگور کردیا گیا، اب اس صورت میں کہ اگر عورت ۶ ماہ کے حمل میں وفات پاجائے تو اس بچے کا کیا بنے گا جو ماں کے پیٹ میں پروَرِش پا رہا تھا؟

جواب:... اگر اس کا وثوق ہو کہ بچہ زندہ ہے اور یہ کہ اگر آپریشن کے ذریعہ بچے کو نکالا جائے تو اس کے زندہ رہنے کے امکانات ہیں تو آپریشن کے ذریعہ بچے کو نکال لینا صحیح ہے۔[2]

---

(۱) قال فی شرح المنیة: إن الثانی هو المأخوذ به لقوله علیه الصلاة والسلام لعلیّ: "لَا تنظر إلٰی فخذ حیّ ولَا میّت" لأن ما کان عورة لَا یسقط بالموت ولذا لَا یجوز مسه، حتّٰی لو ماتت بین رجال أجانب یممها رجل بخرقة ولَا یمسها ...إلخ۔ وفی الشرنبلالیة: وهٰذا شامل للمرأة والرجل لأن عورة المرأة للمرأة کالرجل للرجل۔ (رد المحتار ج:۲ ص:۱۹۵)۔

(۲) وفی فتاویٰ أبی اللیث رحمه الله تعالٰی فی امرأة حامل ماتت وعلم أن ما فی بطنها حیٌّ فإنه یشق بطنها من الشق الأیسر وکذٰلک إذا کان أکبر رأیهم انه حیٌّ یشقّ بطنها کذا فی المحیط وحکی أنه فعل ذٰلک بإذن أبی حنیفة فعاش الولد، کذا فی السراجیة۔ (عالمگیری ج:۵ ص:۳۶۰، الباب الحادی والعشرون فیما یسع من جراحات ...إلخ، طبع مکتبه رشیدیه)۔

آنکھوں کا عطیہ اور اعضاء کی پیوندکاری

آنکھوں کے عطیہ کی وصیت کرنا شرعاً کیسا ہے؟

سوال:... دُکھی انسانیت کی خدمت کرنا بہت بڑا ثواب ہے، اسلام میں کیا یہ جائز ہے کہ کوئی آدمی فوت ہونے سے پہلے وصیت کرجائے کہ مرنے کے بعد میری آنکھیں کسی نابینا آدمی کو لگادی جائیں؟

جواب:... کچھ عرصہ پہلے مولانا مفتی محمد شفیعؒ اور مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ نے علماء کا ایک بورڈ مقرّر کیا تھا، اس بورڈ نے اس مسئلے کے مختلف پہلوؤں پر غور وخوض کرنے کے بعد آخری فیصلہ یہی دیا تھا کہ ایسی وصیت جائز نہیں اور اس کو پورا کرنا بھی جائز نہیں۔ یہ فیصلہ ''اعضائے انسانی کی پیوندکاری'' کے نام سے چھپ چکا ہے۔

شاید یہ کہا جائے کہ یہ تو دُکھی انسانیت کی خدمت ہے، اس میں گناہ کی کیا بات ہے؟ میں اس قسم کی دلیل پیش کرنے والوں سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ واقعتاً اس کو انسانیت کی خدمت اور کارِ ثواب سمجھتے ہیں تو اس کے لئے مرنے کے بعد کا انتظار کیوں کیا جائے؟ بسم اللہ! آگے بڑھئے اور اپنی دونوں آنکھیں دے کر انسانیت کی خدمت کیجئے اور ثواب کمائیے۔ دونوں نہیں دے سکتے تو کم از کم ایک آنکھ ہی دیجئے، انسانیت کی خدمت بھی ہوگی اور ''مساوات'' کے تقاضے بھی پورے ہوں گے۔

غالباً اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ زندہ کو تو آنکھوں کی خود ضرورت ہے، جبکہ مرنے کے بعد وہ آنکھیں بیکار ہوجائیں گی، کیوں نہ ان کو کسی دُوسرے کام کے لئے وقف کردیا جائے؟

بس یہ ہے وہ اصل نکتہ، جس کی بنا پر آنکھوں کا عطیہ دینے کا جواز پیش کیا جاتا ہے، اور اس کو بہت بڑا ثواب سمجھا جاتا ہے، لیکن غور کرنے کے بعد معلوم ہوگا کہ یہ نکتہ اسلامی ذہن کی پیداوار نہیں، بلکہ حیات بعد الموت (مرنے کے بعد کی زندگی) کے انکار پر مبنی ہے۔

اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد آدمی کی زندگی کا سلسلہ ختم نہیں ہوجاتا، بلکہ زندگی کا ایک مرحلہ طے ہونے کے بعد دُوسرا مرحلہ شروع ہوجاتا ہے، مرنے کے بعد بھی آدمی زندہ ہے، مگر اس کی زندگی کے آثار اس جہان میں ظاہر نہیں ہوتے۔ زندگی کا تیسرا مرحلہ حشر کے بعد شروع ہوگا اور یہ دائمی اور ابدی زندگی ہوگی۔

جب یہ بات طے ہوئی کہ مرنے کے بعد بھی زندگی کا سلسلہ تو باقی رہتا ہے مگر اس کی نوعیت بدل جاتی ہے۔ تو اَب اس پر غور کرنا چاہئے کہ کیا آدمی کو دیکھنے کی ضرورت صرف اسی زندگی میں ہے؟ کیا مرنے کے بعد کی زندگی میں اسے دیکھنے کی ضرورت نہیں؟

معمولی عقل و فہم کا آدمی بھی اس کا جواب یہی دے گا کہ اگر مرنے کے بعد کسی نوعیت کی زندگی ہے تو جس طرح زندگی کے اور لوازمات کی ضرورت ہے اسی طرح بینائی کی بھی ضرورت ہوگی۔

جب یہ بات طے ہوئی کہ جو شخص آنکھوں کے عطیہ کی وصیت کرتا ہے اس کے بارے میں دو میں سے ایک بات کہی جاسکتی ہے، یا یہ کہ وہ مرنے کے بعد کی زندگی پر ایمان نہیں رکھتا، یا یہ کہ وہ ایثار و قربانی کے طور پر اپنی بینائی کا آلہ دُوسروں کو عطا کردینا اور خود بینائی سے محروم ہونا پسند کرتا ہے۔ لیکن کسی مسلمان کے بارے میں یہ تصوّر نہیں کیا جاسکتا کہ وہ مرنے کے بعد کی زندگی کا قائل نہیں ہوگا، لہٰذا ایک مسلمان اگر آنکھوں کے عطیہ کی وصیت کرتا ہے تو اس کا مطلب یہی ہوسکتا ہے کہ وہ خدمتِ خلق کے لئے رضاکارانہ طور پر اندھا ہونا پسند کرتا ہے۔ بلاشبہ اس کی یہ بہت بڑی قربانی اور بہت بڑا ایثار ہے، مگر ہم اس سے یہ ضرور کہیں گے کہ جب وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بہ اختیارِ خود اندھاپن قبول فرما رہے ہیں تو اس چند روزہ زندگی میں بھی یہی ایثار کیجئے اور اس قربانی کے لئے مرنے کے بعد کا انتظار نہ کیجئے...!

ہماری اس تنقیح سے معلوم ہوا ہوگا کہ:

۱:... آنکھوں کا عطیہ دینے کے مسئلے میں اسلامی نقطۂ نظر سے مرنے سے پہلے اور بعد کی حالت یکساں ہے۔

۲:... آنکھوں کا عطیہ دینے کی تجویز اسلامی ذہن کی پیداوار نہیں، بلکہ حیات بعد الموت کے انکار کا نظریہ اس کی بنیاد ہے۔

۳:... زندگی میں انسانوں کو اپنے وجود اور اعضاء پر تصرف حاصل ہوتا ہے، اس کے باوجود اس کا اپنے کسی عضو کو تلف کرنا نہ قانوناً صحیح ہے، نہ شرعاً، نہ اخلاقاً۔ اسی طرح مرنے کے بعد اپنے کسی عضو کے تلف کرنے کی وصیت بھی نہ شرعاً دُرست ہے، نہ اخلاقاً۔ بقدرِ ضرورت مسئلے کی وضاحت ہوچکی، تاہم مناسب ہوگا کہ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات نقل کردیئے جائیں۔

"عن عائشة رضی الله عنها قالت: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: كسر عظم الميت ككسره حيًّا۔" (رواہ مالک ص:۲۲۰، ابوداؤد ص:۴۵۸، ابن ماجہ ص:۱۱۷)

ترجمہ:... "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میّت کی ہڈی توڑنا، اس کی زندگی میں ہڈی توڑنے کے مثل ہے۔"

"عن عمرو بن حزم قال: رآنى النبى صلى الله عليه وسلم متكئًا على قبر، فقال: لَا تؤذ صاحب هذا القبر، أو لَا تؤذه۔ رواه أحمد۔" (منداحمد، مشکوٰۃ ص:۱۴۹)

ترجمہ:... "عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا کہ میں قبر کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبر والے کو ایذا نہ دے۔"

"عن ابن مسعود: أذى المؤمن فى موته كأذاه فى حياته" (ابن ابی شیبہ، حاشیہ مشکوٰۃ ص:۱۴۹)

ترجمہ:... "حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مؤمن کو مرنے کے بعد ایذا دینا

ایسا ہی ہے جیسا کہ اس کی زندگی میں ایذا دینا۔''

حدیث میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا لمبا قصہ آتا ہے کہ وہ ہجرت کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، کسی جہاد میں ان کا ہاتھ زخمی ہوگیا، درد کی شدّت کی تاب نہ لاکر انہوں نے اپنا ہاتھ کاٹ لیا جس سے ان کی موت واقع ہوگئی، ان کے رفیق نے کچھ دنوں کے بعد ان کو خواب میں دیکھا کہ وہ جنت میں ٹہل رہے ہیں مگر ان کا ہاتھ کپڑے میں لپٹا ہوا ہے، جیسے زخمی ہوتا ہے، ان سے حال احوال پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ: اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی برکت سے میری بخشش فرمادی۔ اور ہاتھ کے بارے میں کہا کہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: جو تو نے خود بگاڑا ہے اس کو ہم ٹھیک نہیں کریں گے۔[1]

ان احادیث سے واضح ہوجاتا ہے کہ میّت کے کسی عضو کو کاٹنا ایسا ہی ہے جیسا کہ اس کی زندگی میں کاٹا جائے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو عضو آدمی نے خود کاٹ ڈالا ہو یا اس کے کاٹنے کی وصیت کی ہو وہ مرنے کے بعد بھی اسی طرح رہتا ہے، یہ نہیں کہ اس کی جگہ اور عضو عطا کردیا جائے گا۔ اس سے بعض حضرات کا یہ استدلال ختم ہوجاتا ہے کہ جو شخص اپنی آنکھوں کے عطیہ کی وصیت کرجائے، اللہ تعالیٰ اس کو اور آنکھیں عطا کرسکتے ہیں۔

بے شک اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے کہ وہ اس کو نئی آنکھیں عطا کردے، مگر اس کے جواب میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو آپ کو بھی نئی آنکھیں عطا کرسکتے ہیں، لہٰذا آپ اس ''کرسکتے ہیں'' پر اعتماد کرکے کیوں نہ اپنی آنکھیں کسی نابینا کو عطا کردیں...! نیز اللہ تعالیٰ اس بینا کو بھی بینائی عطا کرسکتے ہیں تو پھر اس کے لئے آنکھوں کے عطیہ کی وصیت کیوں فرماتے ہیں...؟

خلاصہ یہ کہ جو شخص مرنے کے بعد بھی زندگی کے تسلسل کو مانتا ہو اس کے لئے آنکھوں کے عطیہ کی وصیت کرنا کسی طرح صحیح نہیں، اور جو شخص حیات بعد الموت کا منکر ہو اس سے اس مسئلے میں گفتگو کرنا بے کار ہے۔

آنکھوں کا عطیہ کیوں ناجائز ہے؟ جبکہ انسان قبر میں گل سڑ جاتا ہے

سوال:... آنکھوں کے عطیہ کے بارے میں آپ نے جس رائے کا اظہار کیا، میں اس سے پوری طرح مطمئن ہوں، لیکن چند اُلجھنیں ذہن میں پیدا ہوتی ہیں، جواب دے کر شکریہ کا موقع دیں۔

ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ قبر میں جانے کے ایک سال کے بعد انسان کا سارا کا سارا جسم ختم ہوجاتا ہے، یعنی زمین میں جو کیمیکل ہوتے ہیں انسان کا جسم ان میں مل جاتا ہے، بس انسان کی رُوح جو ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہوتی ہے، قبر میں کچھ بھی نہیں ہوتا ہے۔ اور مسلمانوں کے ہاں یہ بھی ہوتا ہے کہ قبرستان کی ایک حد ہوتی ہے اس کے بعد اس قبرستان کو ختم کردیا جاتا ہے اور اس کے

---

(۱) عن جابر ان الطفيل بن عمرو الدوسى لما هاجر النبى صلى الله عليه وسلم إلى المدينة هاجر إليه وهاجر معه رجل من قومه فمرض فجزع فأخذ مشاقص له فقطع بها براجمه فشخبت يداه حتّٰى مات فرآه الطفيل بن عمرو فى منامه وهيئته حسنة ورآه مغطّيًا يديه فقال له: ما صنع بك ربك؟ فقال: غفر له بهجرتى إلٰى نبيه صلى الله عليه وسلم، فقال: مالى أراك مغطّيًا يديك؟ قال: قيل لى: لن نصلح منك ما أفسدت. فقصها الطفيل علٰى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اللّٰهم وليديه فاغفر. رواه مسلم. (مشكوٰة ص: ۳۰۰، كتاب القصاص).

اُوپر دُوسری قبر بنادی جاتی ہے۔ اس لئے اگر آنکھوں کو مرنے کے بعد کسی زندہ شخص کو دے دیا جائے تو کیا حرج ہے؟ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ زمین میں پگھلے ہوئے انسان کو دُوسری زندگی عطا کریں گے تو کیا آنکھوں کے عطیہ سے محروم کردیں گے؟ (نعوذ باللہ)

جواب:... جی ہاں! قانون یہی ہے کہ جو چیز بہ اختیارِ خود ضائع کی ہو وہ نہ دی جائے، ویسے اللہ تعالیٰ کسی کا گناہ معاف کردیں یا گناہ کی سزا دے کر وہ چیز عطا کردیں، اس میں کسی کو کیا اعتراض؟ مگر ہم تو قانونِ الٰہی کے پابند ہیں۔ اس جرأت پر اپنی آنکھیں پھوڑ لینا کہ اللہ تعالیٰ اور دیدے گا، حماقت ہے۔ باقی یہ خیال غلط ہے کہ قبر میں جسم بالکل معدوم ہوجاتا ہے، جسم مٹی بن جاتا ہے اور مٹی کے ان ذرّات کے ساتھ (خواہ وہ کہیں کے کہیں منتشر ہوجائیں) رُوح کا تعلق باقی رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے برزخ میں (یعنی روزِ محشر سے پہلے پہلے) عذاب و راحت کا سلسلہ رہتا ہے۔[1]

سوال:... گزارش ہے کہ ہر انسان اور اس کی زندگی اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، مردہ جسم کا قرنیہ جو مُردے کے لئے بے کار ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی امانت دُوسرے زندہ کی آنکھ میں منتقل کردی، یہ زندہ آدمی بھی اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، گویا ایک امانت دُوسری امانت میں منتقل ہوگئی، اور اس عمل سے وہ زندہ انسان اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی نعمتوں کو دیکھنے لگا اور اس کا شکر ادا کرنے لگا، ظاہراً تو یہ نہایت ہی نیک کام ہے، اور جب یہ آدمی مرے گا تو یہ قرنیہ بھی واپس دفن ہوجائے گا، اور جس سے یہ قرنیہ مستعار لیا گیا تھا اس کو واپس مل جائے گا۔ دُوسری بات یہ ہے کہ یہ قرنیہ اجازت سے لیا گیا ہے، کیونکہ انسان ہمدردی کے تحت اجازت دیتا ہے اس سے تو امانت، امانت ہی رہی۔ علماء کے فیصلے سے اپنی تسلی چاہتا ہوں۔

جواب:... اس سلسلے میں صحیح فیصلہ تو علمائے کرام ہی کرسکتے ہیں، اور ہمیں ان کے فیصلے پر اعتماد کرنا چاہئے۔ آنکھ اگر امانتِ الٰہی ہے تو ہمیں اس امانت میں تصرف کا حق بھی باذنِ الٰہی ہی حاصل ہوسکتا ہے، بحث یہ ہے کہ کیا اس تصرف کا حق شریعت نے دیا ہے؟ علمائے اُمت کی رائے یہ ہے کہ شرعاً اس تصرف کا ہمیں حق نہیں۔

سوال:... بزرگوارم! آپ نے انسانی اعضاء کا عطیہ ناجائز لکھا ہے، چند دن قبل روزنامہ ''نوائے وقت'' میں ایک مفتی صاحب نے بہت سارے دلائل کے ساتھ جائز قرار دیا ہے کہ بطور علاج حرام اشیاء کا استعمال بھی جائز ہے، ویسے بھی:

دردِ دِل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کم نہ تھے کرّ و بیان

کے پیشِ نظر سینکڑوں ہزاروں نابیناؤں کو بینائی مل جائے تو اِسلام کو اس خدمتِ خلق سے منع نہیں کرنا چاہئے۔

جواب:... ضروری نہیں کہ ہر مسئلے میں دُوسرے حضرات بھی مجھ سے متفق ہوں۔ ''دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو'' کوئی

---

(۱) واعلم ان أهل الحق إتفقوا علىٰ أن الله تعالىٰ يخلق في الميّت نوع حياة في القبر قدر ما يتألم أو يتلذذ. (شرح فقه الأكبر، ضغطة القبر ص: ۱۰۱). فيعذب اللحم متصلًا بالروح والروح متصلًا بالجسد وإن كان خارجا عنه. (أبو المعين علىٰ هامش شرح العقائد، عذاب القبر ص: ۷۲). ان عذاب القبر هو عذاب البرزخ، فكل من مات وهو مستحق العذاب ناله نصيبه منه قبر أو لم يقبر فلو أكلته السباع أو أحرق حتّٰى صار رمادًا ونسف في الهواء أو صلب أو غرق في البحر وصل إلىٰ روحه وبدنه من العذاب ما يصل إلى القبور. (كتاب الروح، المسئلة السادسة ص: ۸۱ طبع دار الكتب العلمية، بيروت).

شرعی قاعدہ نہیں۔ اور یہ کہنے کی میں جرأت نہیں کرسکتا کہ "اسلام کو فلاں چیز سے منع کرنا چاہئے، فلاں سے نہیں"عقل کو حاکم سمجھنا اہلِ سنت کے عقیدے کے خلاف ہے،[1] اسلام نے انسانی اعضاء کی منتقلی کی اجازت نہیں دی۔

خون کے عطیہ کا اِہتمام کرنا اور مریضوں کو دینا شرعاً کیسا ہے؟

سوال:... ہم لوگ ڈاؤ میڈیکل کالج میں ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کرتے ہیں، اور چونکہ تیسرے اور چوتھے سال سے ہمارا تعلق براہِ راست مریضوں کی دیکھ بھال سے ہوجاتا ہے، جس میں ہم لوگوں نے محسوس کیا کہ بہت سارے مریض غربت کی وجہ سے اپنا علاج معالجہ صحیح طور پر نہیں کراسکتے اور نہ ہی دوائیاں وغیرہ خرید سکتے ہیں۔ اس لئے ہم لوگوں نے ایک امدادی جماعت "پیشنٹ ویلفیئر ایسوسی ایشن" (مریضوں کی امدادی جماعت) کے نام سے بنائی ہے۔ جس میں ہم مختلف لوگوں سے چندہ وغیرہ لے کر دوائیاں خریدتے ہیں اور پھر خود مریضوں کو مہیا کرتے ہیں۔ اب ہماری اس انجمن نے اپنے کالج میں "بلڈ بینک" بنانا شروع کیا ہے، جس میں ہم خون جمع کرکے رکھا کریں گے تاکہ جاں بلب مریضوں کو خون پہنچاسکیں۔ اس کا طریقۂ کار یہ ہوگا کہ ہم اس مریض کے کسی رشتہ دار سے خون لے کر اپنے بینک میں رکھ لیا کریں گے اور اس مریض کے نمبر کا خون اس مریض کو مہیا کردیا کریں گے۔ کیا اس طرح ہم لوگوں کا مریضوں کے لئے خون جمع کرنا اور پھر مریضوں کو مہیا کرنا شریعت کے مطابق دُرست ہے یا نہیں؟ اور ہم طلبہ کو اس کام کا ثواب ملے گا؟

جواب:... اِضطرار کی حالت میں مریض کی جان بچانے کے لئے خون دینا جائز ہے، اور اسی ضرورت کے پیشِ نظر خون کا مہیا رکھنا اور اس کی خرید و فروخت بھی جائز ہے، اور خدمتِ خلق جبکہ حدِ جواز کے اندر ہو، ظاہر ہے کہ بڑے ثواب کا کام ہے۔[2]

انسانی اعضاء کی پیوندکاری اور خون کا مسئلہ

سوال:... مولانا صاحب! آج کل انسانی اعضاء کی پیوندکاری کا سلسلہ چلا ہوا ہے، کیا یہ جائز ہے؟ نئی تحقیقات اور سائنسی ایجادات نے ہمارے لئے ایک چیلنج کی شکل اختیار کرلی ہے، بعض لوگ ان تحقیقات سے نفع اُٹھانے کو عقل مندی اور اس سلسلے کی غیرشرعی تحقیقات سے بچنے والے حضرات کو تنگ نظر کہتے ہیں، اس طرح خون چڑھانے کا مسئلہ بھی ہے۔ آپ اس سلسلے میں ہماری رہنمائی فرمائیں۔

جواب:... اس سلسلے میں حال ہی میں حضرت مفتی صاحب مدفیضہم کی تازہ تألیف "انسانی اعضاء کی پیوندکاری" کے نام

---

(۱) ومنها ان القول بالرأی والعقل المجرّد فی الفقه والشریعة بدعة وضلالة فاولٰی أن یکون ذٰلک فی علم التوحید والصفات بدعة وضلالة، فقد قال فخر الإسلام علی البزدوی فی أصول الفقه انه لم یرد فی الشرع دلیل علٰی أن العقل موجب ولا یجوز ان یکون موجبا وعلة بدون الشرع إذا لعلل موضوعات الشرع ولیس إلی العباد ذٰلک لأنه یتنزع أی یسوق إلی الشرکة فمن جعله موجبا بلا دلیل شرعا فقد جاوز حدّ العباد وتعدی عن حدّ الشرع علٰی وجه العناد۔ (شرح فقه الأکبر ص:۷، ۸ طبع مجتبائی)۔

(۲) الضرورات تبیح المحظورات أی ان الأشیاء الممنوعة تعامل کالأشیاء المباحة وقت الضرورة۔ (شرح المجلة ص: ۲۹)۔

سے شائع ہوئی ہے، جس میں ان دونوں مسائل کے بارے میں متعدّد علمائے کرام (جن کے اسمائے گرامی حضرت مفتی صاحب نے تمہید میں ذکر کردیئے ہیں) کی متفقہ تحقیق کتاب وسنت اور فقہِ اسلامی کے دلائل کی روشنی میں درج کی گئی ہے، اس کا مختصر سا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے، تفصیلی دلائل کے لئے اصل کتاب کا مطالعہ فرمائیے۔

تمہید

زیرِ نظر مسئلہ انسانی خون اور انسانی اعضاء کے تبادلے کا معاملہ اس زمانے میں ایک ابتلائے عام کا معاملہ ہے، اور مسئلہ کتبِ فقہ میں منصوص نہیں، جب اس کے متعلق پاکستان اور بیرونِ پاکستان سے متعدّد سوالات آئے تو احقر (مفتی صاحب) نے سنتِ اکابر کے مطابق مناسب سمجھا کہ انفرادی رائے کے بجائے ماہر علماء کی ایک جماعت اس میں غور وفکر اور بحث وتمحیص کرکے کوئی رائے متعین کرے، چنانچہ اس کے لئے ایک سوال نامہ مرتب کرکے فقہ وفتویٰ کے مراکز پاکستان میں کراچی، ملتان، پشاور وغیرہ اور انڈیا میں دیوبند، سہارنپور، دہلی وغیرہ میں بھیجے، اکثر حضرات کے جوابات موصول ہوئے، تو ان پر بھی اجتماعی غور وفکر مناسب تھا، مگر ملک گیر وسائل بھی آسان نہ تھے، اس کے لئے جتنے وقت اور طویل فرصت کی ضرورت تھی اس کا میسر ہونا بھی دُشوار تھا، اس لئے بحکم "ما لا یدرک کله لا یترک کله" یہ صورت اختیار کی کہ صرف کراچی کے اہلِ فتویٰ علماء کا اجتماع کرکے ان پر غور کیا جائے اور یہ اجتماع جس نتیجے پر پہنچے اس کو منضبط کرکے ملک اور بیرونِ ملک کے اربابِ فتویٰ کے پاس بھیج کر ان کی آراء اور فتاویٰ حاصل کئے جائیں تاکہ یہ ماہرین اہلِ فتویٰ کا اجتماعی فتویٰ ہوسکے۔ اس اجتماع میں حسبِ ذیل حضرات نے شرکت کی، اور مختلف تاریخوں کی پانچ چھ نشستوں میں باہر سے آئے ہوئے جوابات اور اس مسئلے کے ہر پہلو پر غور کیا گیا اور اس معاملے کے متعلق مذاہبِ اربعہ کی کتابوں کو سامنے رکھا گیا، یہ مجلس اتفاقِ رائے سے جس نتیجے پر پہنچی وہ آئندہ صفحات میں مع دلائل کے لکھا جارہا ہے، اسمائے شرکائے مجلس یہ ہیں:

دارالعلوم کراچی سے:

۱:... محمد شفیع خادم دارالعلوم کراچی۔
۲:... مولانا محمد صابر صاحب نائب مفتی۔
۳:... مولانا سلیم اللہ صاحب مدرّس دارالعلوم۔
۴:... مولانا سحبان محمود صاحب دارالعلوم کراچی۔
۵:... مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب دارالعلوم کراچی۔
۶:... مولانا محمد رفیع صاحب دارالعلوم کراچی۔
۷:... مولانا محمد تقی صاحب دارالعلوم کراچی۔

مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی سے:

۸:... حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری شیخ الحدیث ومہتمم مدرسہ۔

۹:... مولانا محمد ولی حسن صاحب مفتی مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی۔

۱۰:... مولانا محمد ادریس صاحب مدرّس مدرسہ عربیہ اسلامیہ۔

اشرف المدارس سے:

۱۱:... مولانا مفتی رشید احمد صاحب مفتی و مہتمم مدرسہ۔

باہر سے جن حضرات کے تحقیقی فتاویٰ موصول ہوئے ہیں وہ حسبِ ذیل ہیں:

۱:... حضرت مولانا مفتی مہدی حسن صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند۔

۲:... حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب مفتی خیرالمدارس ملتان۔

۳:... مولانا عبدالستار صاحب مفتی خیرالمدارس ملتان۔

۴:... مولانا محمد اسحاق صاحب نائب مفتی خیرالمدارس ملتان۔

۵:... مولانا جمیل احمد صاحب تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور۔

۶:... مولانا مفتی محمود صاحب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان۔

۷:... مولانا عبداللطیف صاحب معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان۔

۸:... مولانا وجیہ صاحب مفتی دارالعلوم ٹنڈوالہ یار۔

اس مجلس نے خون اور اعضاء کے مسائل کے علاوہ اسی طرح کے دُوسرے اہم اور ابتلائے عام کے مسائل میں بحث و تمحیص کا بھی فیصلہ کیا ہے اور بحمداللہ! اس وقت تک بہت سے اہم مسائل زیرِ بحث آکر مجلس کی رائے کی حد تک طے کر کے منضبط کر لئے گئے ہیں، جس میں مسائلِ ذیل شامل ہیں:

۱:... بیمۂ زندگی کا مسئلہ۔

۲:... پراویڈنٹ فنڈ کے سود اور اس فنڈ کی رقم پر زکوٰۃ کا مسئلہ۔

۳:... بلاسود بینکاری کا مفصل نظام۔

۴:... یہود و نصاریٰ کا ذبیحہ اور ان سے گوشت خریدنے کا مسئلہ۔

۵:... مشینی ذبیحہ کا مسئلہ۔

اس وقت خون اور اعضاء کے زیرِ بحث مسئلے کے متعلق جس قدر جوابات بیرونی حضرات سے وصول ہوئے یا ارکانِ مجلس نے اپنی تحقیق سے لکھے، ان سب پر غور و فکر کے بعد مجلس جس نتیجے پر پہنچی، اس کو ان اوراق میں پیش کیا جاتا ہے۔ ہر ایک کو الگ الگ لکھنے میں تکرار بھی ہوتا اور بے ضرورت ضخامت بھی بڑھتی، اس لئے بحث و تمحیص کے بعد جو کچھ منقح ہوا، اس کو ایک ترتیب سے لکھ لیا گیا اور دلائل کے حوالوں کو عوام کی سہولت کے لئے الگ لکھ دیا گیا ہے، **واللہ المستعان!**

مقدمہ

چند اُصولی مسائل

مسائل کی تفصیل سے پہلے چند اُصولی باتیں سمجھ لینا ضروری ہے، تاکہ آنے والے مسائل کے سمجھنے میں سہولت ہو۔

اوّل:... ہر حرام چیز انسانیت کے لئے مضر ہے:

خدائے حکیم و برتر نے جن چیزوں کو بندوں کے لئے حرام اور ممنوع قرار دیا ہے خواہ بظاہر ان میں کتنا ہی فائدہ نظر آئے لیکن درحقیقت وہ انسان اور انسانیت کے لئے مضر ہیں اور نفع کے بجائے نقصان کا پہلو ان میں غالب ہے۔ یہ نقصان کبھی جسمانی ہوتا ہے، کبھی رُوحانی۔ پھر کبھی تو اس قدر واضح ہوتا ہے کہ ہر عام و خاص اسے جانتا ہے، اور کبھی ذرا خفی ہوتا ہے جسے حاذق طبیب اور ماہر ڈاکٹر ہی جان سکتے ہیں، اور کبھی اتنا لطیف ہوتا ہے کہ نہ افلاطون و ارسطو کی عقل کی وہاں تک رسائی ہوسکتی ہے، نہ کسی جدید سے جدید آلے کی مدد سے اسے دریافت کیا جاسکتا ہے، بلکہ صرف حاسۂ وحی اور فراستِ نبوّت ہی سے اسے دیکھا اور پہچانا جاسکتا ہے، اِنِّیْ اَعْلَمُ مِنَ اللهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔[1]

دوم:... تکریمِ انسان اور اس کے دو پہلو

حق تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے انسان کو ظاہری و معنوی شرف و امتیاز بخشا ہے، وہ شکل و صورت میں سب سے حسین اور علم و ادراک میں سب سے فائق پیدا کیا گیا اور اسے کائنات کا مخدوم و مکرم بنایا گیا ہے، اس تکریم و شرف کا ایک پہلو یہ ہے کہ تمام کائنات اسی کی خدمت پر مأمور ہے، بہت سی چیزوں کو اس کی غذا یا دوا کے لئے حلال کردیا گیا ہے،[2] اور اضطراری حالت میں حرام چیزوں کے استعمال کی بھی اسے اجازت دی گئی ہے۔[3] اور دُوسرا پہلو یہ کہ انسان کے اعضاء کو غذا اور دوا کے لئے ممنوع اور ان کی خرید و فروخت کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔[4]

سوم:... علاج میں شرعی سہولتیں:

اسلام کی نظر میں انسانی جان درحقیقت امانتِ اِلٰہیہ ہے، جسے تلف کرنا سنگین جرم ہے، اس کی حفاظت کے لئے بڑے سامان تیار کئے گئے ہیں، جن کے استعمال کا حکم ہے اور ایسی تدابیر اور علاج معالجے کو ضروری قرار دیا ہے جس سے مریض کی جان بچ سکے، مریض کی سہولت کے لئے نماز، روزہ، غسل، طہارت وغیرہ کے اَحکام الگ وضع فرمائے ہیں، اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ اضطرار کی

---

(۱) سورة یوسف: ۹٦۔

(۲) وسخر لكم الليل والنهار والشمس والقمر۔ (النحل: ۱۲)۔ وهو الذی سخر البحر لتاكلوا منه لحمًا طريًّا۔ (النحل: ۱۴)۔ وسخر لكم الفلك لتجری فی البحر۔ (ابراهيم: ۳۲)۔ وسخر لكم ما فی السمٰوٰت وما فی الأرض جميعًا۔ (الجاثية: ۱۳)۔

(۳) فمن اضطر غير باغ ولا عادٍ فلا إثم عليه۔ (البقرة: ۱۷۳)۔

(۴) ولأنه يحرم الإنتفاع بشعر الآدمی وسائر أجزائه لكرامته بل يدفن شعره وظفره وسائر أجزائه۔ (امام نووی رحمه الله، شرح مسلم ج: ۲ ص: ۲۰۴، باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة والنامصة والمتنمصة ... الخ)۔

حالت میں جان بچانے کے لئے کلمۂ کفر بکنے کی، جو اسلام کی نظر میں بدترین جرم ہے، اجازت دے دی گئی،[۱] اسی طرح جو شخص بھوک سے مر رہا ہو اس کے لئے سدِ رمق تک خنزیر اور مردار کھانے کو مباح بلکہ ضروری کر دیا گیا۔[۲]

چہارم:... اِضطرار کا صحیح درجہ کیا ہے؟

ناواقف حضرات ہر معمولی حاجت کو ''اِضطراری حالت'' کا نام دے لیتے ہیں، اس لئے ضروری ہوا کہ اس کی تنقیح کردی جائے۔

علامہ حمویؒ ''شرح اشباہ'' میں لکھتے ہیں کہ: یہاں پانچ درجے ہیں: ضرورت (اِضطرار)، حاجت، منفعت، زینت اور فضول۔

اِضطرار:... یہ ہے کہ ممنوع چیز کو استعمال کئے بغیر جان بچانے کی کوئی صورت ہی نہ ہو، یہی وہ اضطراری صورت ہے جس میں خاص شرائط کے ساتھ حرام کا استعمال مباح ہوجاتا ہے۔

حاجت:... یہ ہے کہ ممنوع چیز کو استعمال نہ کرنے سے ہلاکت کا اندیشہ تو نہیں لیکن مشقت اور تکلیف شدید ہوگی، اس حالت میں نماز، روزہ، طہارت وغیرہ کے اَحکام کی سہولتیں تو ہوں گی مگر حرام چیزیں مباح نہ ہوں گی۔

منفعت:... یہ ہے کہ کسی چیز کے استعمال کرنے سے بدن کی تقویت کا فائدہ ہوگا، اور نہ کرنے سے نہ ہلاکت کا اندیشہ ہے، نہ شدید تکلیف کا، اس حالت میں نہ کسی حرام کا استعمال جائز ہے، نہ روزہ کے اِفطار کی اجازت ہے، کسی حلال چیز سے یہ نفع حاصل ہوسکتا ہو تو کرے، ورنہ صبر کرے۔

زینت:... یہ ہے کہ اس میں بدن کی تقویت بھی نہ ہو، محض تفریحِ طبع ہو، ظاہر ہے کہ اس کے لئے کسی ناجائز چیز کے جواز کی گنجائش کہاں ہوسکتی ہے؟

فضول:... یہ کہ تفریح سے بھی آگے محض ہوس رانی مقصود ہو۔[۳]

ہماری بحث چونکہ اِضطرار کی حالت سے ہے، اس لئے یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ اِضطرار کی حالت میں کسی حرام چیز کے استعمال کی تین شرطیں ہیں:

---

(۱) وإن أكره (على الكفر) بالله تعالىٰ أو سب النبى صلى الله عليه وسلم مجمع، وقدورى (بقطع أو قتل رخص له إن يظهر ما أمر به) علىٰ لسانه ويورى (وقلبه مطمئن بالإيمان). (الدر المختار ج:٦ ص:١٣٤، كتاب الإكراه).

(۲) فمن اضطر غير باغٍ ولَا عادٍ فلا إثم عليه. (البقرة:١٧٣).

(۳) قوله ما ابيح للضرورة فى الفتح القدير ههنا خمسة مرات ضرورة، وحاجة، ومنفعة، وزينة، وفضول فالضرورة بلوغه حدا ان لم يتناول الممنوع هلك إذا قارب وهذا يبيح تناول الحرام والحاجة كالجائع الذى لو لم يجد ما يأكله لم يهلك غير انه يكون فى جهد ومشقة وهذا لَا يبيح الحرام ويبيح الفطر فى الصوم والمنفعة كالذى يشتهى خبز البر ولحم الغنم والطعام الدسم والزينة كالمشتهى بحلوى والسكر والفضول التوسع بأكل الحرام والشبهة ...إلخ. (الأشباه والنظائر مع حاشية الحموى ج:١ ص:١١٩ طبع إدارة القرآن).

الف:...مریض کی حالت واقعتاً ایسی ہو کہ حرام چیز کے استعمال نہ کرنے سے جان کا خطرہ ہو۔

ب:...یہ خطرہ محض وہمی نہ ہو بلکہ کسی معتمد حکیم یا ڈاکٹر کے کہنے کی بنا پر یقینی ہو، اور کسی حلال چیز سے علاج ممکن نہ ہو۔

ج:...اس حرام چیز سے جان کا بچ جانا بھی کسی معتمد حکیم یا مستند ڈاکٹر کی رائے میں عادۃً یقینی ہو۔

ان شرائط کے ساتھ حرام چیز کا استعمال مباح ہوجاتا ہے، مگر پھر بھی بعض صورتیں اس سے مستثنیٰ رہیں گی، مثلاً ایک شخص کی جان بچانے کے لئے دُوسرے کی جان لینا جائز نہیں، کہ دونوں کی جان یکساں محترم ہے۔[1]

پنجم:...غیر اِضطراری حالت میں علاج کی شرعی سہولت:

اگر اِضطرار کی حالت تو نہ ہو (جس میں جان کا خطرہ ہوتا ہے) مگر بیماری اور تکلیف کی شدّت سے مریض بے چین ہے (اسی حالت کو اُوپر حاجت سے تعبیر کیا گیا) تو اس صورت میں حرام اور نجس دوا کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ چونکہ اس کا حکم قرآن و سنت میں صراحتاً مذکور نہیں اس لئے فقہائے اُمت کا اس میں اختلاف ہے، بعض حضرات کے نزدیک جائز نہیں، اور جمہور فقہاء مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ اس کی اجازت دیتے ہیں، یعنی کسی معتمد ڈاکٹر یا حکیم کی رائے میں اس کے علاوہ کوئی علاج نہ ہو، اور اس حرام چیز سے شفا حاصل ہونے کا پورا وثوق ہو۔[2]

ان مقدمات کی روشنی میں اب زیرِ بحث دونوں مسئلوں کا حکم لکھا جاتا ہے۔

خون کا مسئلہ

سوال:...ایک انسان کا خون دُوسرے کے بدن میں داخل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:...خون، انسان کا جزو ہے، اور جب بدن سے نکال لیا جائے تو نجس بھی ہے، انسان کا جزو ہونے کی حیثیت سے اس کی مثال عورت کے دُودھ کی ہوگی جس کا استعمال علاج کے لئے فقہاء نے جائز لکھا ہے۔[3] خون کو بھی اگر اسی پر قیاس کرلیا جائے تو

---

(۱) قالوا لو اکره علٰی قتل غیره بقتل لَا یرخص له فإن قتله أثم لأن مفسدة قتل نفسه أخف من مفسدة قتل غیره. (الأشباه والنظائر ج:۱ ص:۱۱۹، القاعدة الخامسة الضّرر یزال).

(۲) ولم یبح الإرضاع بعد مدته لأنه جزء آدمی والإنتفاع به لغیر ضرورة حرام علی الصحیح شرح الوهبانیة. وفی البحر: لَا یجوز التداوی بالمحرم فی ظاهر المذهب، أصله بول المأکول کما مر، الدر المختار. وفی الشرح: (قوله وفی عبارته) وعلٰی هٰذا أی الفرع المذکور لَا یجوز الإنتفاع به للتداوی. قال فی الفتح: وأهل الطب یثبتون للبن البنت أی الذی نزل بسبب بنت مرضعة نفعًا لوجع العین، واختلف المشایخ فیه، قیل لَا یجوز، وقیل یجوز إذا علم أنه یزول به الرمد. ولَا یخفٰی أن حقیقة العلم متعذرة، فالمراد إذا غلب علی الظن وإلّا فهو معنی المنع اهـ. ولَا یخفٰی أن التداوی بالمحرم لَا یجوز فی ظاهر المذهب أصله بول ما یؤکل لحمه فإنه لَا یشرب أصلًا اهـ. قوله بالمحرم أی المحرم إستعماله طاهرًا کان أو نجسًا، قوله کما مر أی قبیل فصل فی البئر حیث قال: فرع اختلف فی التداوی بالمحرم، وظاهر المذهب المنع کما فی إرضاع البحر لٰکن نقل المصنف ثمة وهنا عن الحاوی: وقیل یرخص إذا علم فیه الشفاء ولم یعلم دواء آخر کما خص الخمر للعطشان وعلیه الفتویٰ اهـ. (ردالمحتار مع الدر المختار ج:۳ ص:۲۱۱، باب الرضاع).

(۳) ایضاً حوالہ بالا۔

یہ قیاس بعید نہیں ہوگا، البتہ اس کی نجاست کے پیشِ نظر اس کا حکم وہی ہوگا جو حرام اور نجس چیزوں کے استعمال کا اُوپر مقدمہ میں ذکر کیا گیا، یعنی:

۱:... جب مریض اِضطراری حالت میں ہو، اور ماہر ڈاکٹر کی نظر میں خون دیئے بغیر اس کی جان بچانے کا کوئی راستہ نہ ہو تو خون دینا جائز ہے۔

۲:... جب ماہر ڈاکٹر کی نظر میں خون دینے کی ''حاجت'' ہو، یعنی مریض کی ہلاکت کا خطرہ تو نہ ہو لیکن اس کی رائے میں خون دیئے بغیر صحت کا امکان نہ ہو تب بھی خون دینا جائز ہے۔

۳:... جب خون نہ دینے کی صورت میں ماہر ڈاکٹر کے نزدیک مرض کی طوالت کا اندیشہ ہو، اس صورت میں خون دینے کی گنجائش ہے، مگر اجتناب بہتر ہے۔

۴:... جب خون دینے سے محض منفعت یا زینت مقصود ہو، یعنی ہلاکت یا مرض کی طوالت کا اندیشہ نہ ہو، بلکہ محض قوت بڑھانا یا حسن میں اضافہ کرنا مقصود ہو، تو ایسی صورت میں خون دینا ہرگز جائز نہیں۔

سوال دوم:... کیا کسی مریض کو خون دینے کے لئے اس کی خرید و فروخت اور قیمت لینا بھی جائز ہے؟

جواب:... خون کی بیع تو جائز نہیں، لیکن جن حالات میں، جن شرائط کے ساتھ نمبر اوّل میں مریض کو خون دینا جائز قرار دیا ہے، ان حالات میں اگر کسی کو خون بلاقیمت نہ ملے تو قیمت دے کر خون حاصل کرنا صاحبِ ضرورت کے لئے جائز ہے، مگر خون دینے والے کے لئے اس کی قیمت لینا دُرست نہیں۔

سوال سوم:... کسی غیرمسلم کا خون مسلم کے بدن میں داخل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:... نفسِ جواز میں کوئی فرق نہیں، لیکن یہ ظاہر ہے کہ کافر یا فاسق فاجر انسان کے خون میں جو اثراتِ خبیثہ ہیں ان کے منتقل ہونے اور اخلاق پر اثرانداز ہونے کا قوی خطرہ ہے، اسی لئے صلحائے اُمت نے فاسقہ عورت کا دُودھ پلوانا بھی پسند نہیں کیا، اس لئے کافر اور فاسق فاجر انسان کے خون سے حتی الوسع اجتناب بہتر ہے۔

سوال چہارم:... شوہر اور بیوی کے باہم تبادلۂ خون کا کیا حکم ہے؟

جواب:... میاں بیوی کا خون اگر ایک دُوسرے کو دیا جائے تو شرعاً نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا، نکاح بدستور قائم رہتا ہے، واللہ اعلم!

اعضائے انسانی کا مسئلہ

سوال:... کسی بیمار یا معذور انسان کا علاج دُوسرے زندہ یا مردہ انسان کے اعضاء کا جوڑ لگاکر کرنا کیسا ہے؟

جواب:... اس وقت تک ڈاکٹروں نے بھی زندہ انسان کے اعضاء کا استعمال کہیں تجویز نہیں کیا، اس لئے اس پر مزید بحث کی ضرورت نہیں۔ بحث طلب مسئلہ وہ ہے جو آج کل ہسپتالوں میں پیش آرہا ہے، اور جس کے لئے اپیلیں کی جارہی ہیں، وہ یہ کہ جو

انسان دُنیا سے جارہا ہو، خواہ کسی عارضے کے سبب یا کسی جرم میں قتل کئے جانے کی وجہ سے، اس کی اجازت اس پر لی جائے کہ مرنے کے بعد اس کا فلاں عضو لے کر کسی دُوسرے انسان میں لگادیا جائے۔

بظاہر یہ صورت مفید ہی مفید ہے کہ مرنے والے کے تو سارے ہی اعضاء فنا ہونے والے ہیں، ان میں سے کوئی عضو اگر کسی زندہ انسان کے کام آجائے اور اس کی مصیبت کا علاج بن جائے تو اس میں کیا حرج ہے؟ یہ ایسا معاملہ ہے کہ عام لوگوں کی نظر صرف اس کے مفید پہلو پر جم جاتی ہے اور اس کے وہ مہلک نتائج نظروں سے اوجھل ہوجاتے ہیں جن کا کچھ ذکر شروع بحث میں آچکا ہے (اصل کتاب میں اس کے مضر پہلوؤں پر مفصل بحث کی گئی ہے، تلخیص میں وہ حصہ حذف کردیا گیا)۔

مگر شریعتِ اسلام کے لئے، جو انسان اور انسانیت کی ظاہری اور معنوی صلاح وفلاح کی ضامن ہے، اس کے مضر اور مہلک نتائج سے صرفِ نظر کرلینا اور محض ظاہری فائدے کی بنا پر اس کی اجازت دے دینا ممکن نہیں۔ شریعتِ اسلام نے صرف زندہ انسان کے کارآمد اعضاء ہی کا نہیں بلکہ قطع شدہ بیکار اعضاء واجزاء کا استعمال بھی حرام قرار دیا ہے، اور مردہ انسان کے کسی عضو کی قطع وبرید کو بھی ناجائز کہا ہے، اور اس معاملے میں کسی کی رضامندی اور اجازت سے بھی اس کے اعضاء واجزاء کے استعمال کی اجازت نہیں دی، اور اس میں مسلم وکافر سب کا حکم یکساں ہے، کیونکہ یہ انسانیت کا حق ہے جو سب میں برابر ہے، تکریمِ انسان کو شریعتِ اسلام نے وہ مقام عطا کیا ہے کہ کسی وقت، کسی حال میں، کسی کو انسان کے اعضاء واجزاء حاصل کرنے کی طمع دامن گیر نہ ہو، اور اس طرح یہ مخدومِ کائنات اور اس کے اعضاء عام استعمال کی چیزوں سے بالاتر رہیں، جن کو کاٹ چھانٹ کر یا کوٹ پیس کر غذاؤں اور دواؤں اور دُوسرے مفادات میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس پر ائمۂ اربعہؒ اور پوری اُمت کے فقہاء متفق ہیں،[1] اور نہ صرف شریعتِ اسلام بلکہ شرائعِ سابقہ اور تقریباً ہر مذہب وملت میں یہی قانون ہے، واللہ اعلم!

انسانی اعضاء کی حرمت

سوال:... میں ایم بی بی ایس کے سال آخر کی طالبہ ہوں، میں آپ کے مشورے اخبار ''جنگ'' کے کالم میں پڑھتی رہتی ہوں، اس وقت میں بھی اپنا ایک مسئلہ لے کر حاضر ہوئی ہوں۔ اس وقت میری سِول اسپتال کے وارڈ S.I.U.T (سندھ انسٹیٹیوٹ آف یورولوجی اینڈ ٹرانسپلانٹیزیشن) میں پوسٹنگ لگی ہوئی ہے۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے پاکستان میں پہلی دفعہ Cadaver Kidney Transplantation (مردہ جسم سے گردہ نکال کر زندہ آدمی کے لگانا) ہوا ہے۔ یہ S.I.U.T میں ہی پرفارم کیا گیا ہے اور آج کل میں دُوسرا اس نوعیت کا آپریشن ہونے والا ہے۔ یہ دونوں گردے جو مردہ اشخاص کے جسم سے نکالے گئے، باہر کے ملک سے بھیجے گئے ہیں۔

---

(۱) وقد فصّله أصحابنا قالوا ان وصلت شعرها بشعر آدمی فهو حرام بلا خلاف سواءً كان شعر رجل أو إمرأة وسواء المحرم والزوج وغيرها بلا خلاف لعموم الأحاديث ولأنّه يحرم الإنتفاع بشعر الآدمی وسائر أجزائه لكرامته بل يدفن شعرهٔ وظفرهٔ وسائر أجزائه۔ (شرح مسلم ج:۲ ص:۲۰۲، باب تحريم الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة والنامصة ...إلخ)۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ اس وارڈ کی جو ایڈمنسٹریشن ہیں وہ ہم سب اسٹوڈنٹس کے ساتھ مل کر یہ ڈسکشن کرنا چاہتی ہیں کہ آیا اگر کوئی ہم سے کہے کہ ہم مرنے کے بعد اپنے جسم کا کوئی عضو کسی مرتے ہوئے انسان کی جان بچانے کے لئے دے دیں تو ہمارا کیا رَدِّ عمل ہوگا؟ ان کا کہنا ہے کہ کچھ لوگ اسلامی نقطۂ نظر سے اس بات کو غلط سمجھتے ہیں، تو سعودی عرب بھی ایک اسلامی ملک ہے اور وہاں شاید ۷ یا ۸ سال سے کیڈا یورٹرانسپلانٹ ہو رہا ہے۔ میری کچھ اور دوستوں کا کہنا یہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک انسان کی جان بچانا ساری انسانیت کی جان بچانا ہے۔ تو اس لئے اگر ہم Donorcard بھر دیں کہ ہمارے مرنے کے بعد ہمارے جسم سے ہمارا کوئی بھی عضو نکال کر کسی کے لگا دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

میرا اپنا اس بارے میں یہ خیال ہے کہ اس طرح کرنا مُردے کی بے حرمتی ہے اور یہ اسلام میں جائز نہیں۔ اب میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ قرآن و سنت کی روشنی میں یہ فرمایئے کہ آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ پلیز آپ اپنے دلائل ثبوت کے ساتھ دیجئے گا تاکہ مجھے آپ کا موقف دُوسروں تک پہنچانے اور سمجھانے میں آسانی رہے۔

جواب:...اس مسئلے میں آپ کا موقف صحیح ہے، اور آپ کی رفیقاؤں کا موقف غلط ہے، اس سلسلے میں چند باتیں ذہن میں رکھی جائیں:

۱:...آپ کی تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص مرنے سے پہلے ایسی وصیت کر جائے کہ اس کے جسم کے اجزاء نکال کر کسی ضرورت مند کے بدن میں لگا دیئے جائیں، تب تو اس کے بدن کے اجزاء نکالے جاتے ہیں، ورنہ نہیں۔ گویا یہ اُصول تسلیم کرلیا گیا ہے کہ مرنے والے کی اجازت کے بغیر اس کے بدن کے اجزاء استعمال نہیں کئے جاسکتے۔

۲:...اب جو لوگ کہ کسی دین و مذہب کے قائل ہی نہیں، یا دین و مذہب کے قائل تو ہیں لیکن ان کا خیال ہے کہ مذہب ہماری زندگی کے جائز و ناجائز سے کوئی تعلق نہیں رکھتا، ایسے لوگوں کو تو مذکورہ بالا اجازت نامے کے لئے مذہب سے اجازت لینے کی ضرورت ہی نہیں۔ لیکن ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ آیا ہمارا دین و مذہب اس کی اجازت دیتا ہے یا نہیں؟ اگر مذہب کی طرف سے اجازت ہو تو مذکورہ بالا وصیت جائز ہوگی، ورنہ ایسی وصیت غلط اور لغو و باطل ہوگی۔

۳:...یہ اُصول طے ہوا، تو اَب یہ دیکھنا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کے اعضاء کا اور اس کے وجود کا مالک بنایا ہے؟ آدمی ذرا بھی غور کرے تو معلوم ہوجائے گا کہ انسان کا وجود اور اس کے اعضاء اس کی ملکیت نہیں۔

بلکہ یہ ایک سرکاری مشین ہے جو اس کے استعمال کے لئے اس کو دی گئی ہے، اور سرکاری چیز سمجھ کر اس کی حفاظت و نگرانی بھی اس کے ذمہ لگائی ہے، لہٰذا اس کو ان اعضاء کے تلف کرنے کی اجازت نہیں،[1] نہ فروخت کرنے ہی کی اجازت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس

(۱) مضطر لم یجد میتة وخاف الهلاک فقال له رجل: اقطع یدی وکلها، أو قال: اقطع منّی قطعة وکلها، لا یسعه أن یفعل ذالک ولا یصح أمره به کما لا یسع للمضطر أن یقطع قطعة من نفسه فیأکل، کذا فی فتاویٰ قاضیخان۔ (عالمگیری ج:۵ ص:۳۳۸، الباب الحادی عشر فی الکراهة فی الأکل وما یتصل به)۔

کو خودکشی کی اجازت نہیں بلکہ فرمایا گیا ہے کہ جو شخص خودکشی کرے وہ تا قیامت اسی عذاب میں مبتلا رہے گا۔[1] پس جب انسان اپنے وجود کا مالک نہیں تو اعضاء کو فروخت بھی نہیں کرسکتا، نہ ہبہ کرسکتا ہے، نہ اس کی وصیت کرسکتا ہے، اور اگر ایسی وصیت کر جائے تو یہ وصیت غیر ملک میں ہونے کی وجہ سے باطل ہوگی۔[2]

۴:... علاوہ ازیں احترامِ آدمیت کا بھی تقاضا ہے کہ اس کے اعضاء کو "بکاؤ مال" اور استعمال کی چیز نہ بنایا جائے، پس اعضاء ہبہ کی وصیت کرنا احترامِ آدمیت کے خلاف ہے۔

۵:... عام طور سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ مرنے کے بعد آدمی بے حس ہوتا ہے، یہ خیال بھی صحیح نہیں، وہ صرف ہمارے جہان اور ہمارے مشاہدے کے اعتبار سے بے حس نظر آتا ہے، ورنہ دُوسری زندگی کے اعتبار سے اس میں احساس موجود ہے۔ اس بنا پر مردہ کے جسم کی چیر پھاڑ جائز نہیں کہ اس سے مردہ کو بھی ایسی ہی تکلیف ہوتی ہے جیسی زندہ آدمی کو تکلیف ہوتی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے یعنی: "میّت کی ہڈی توڑنا ایسا ہی ہے جیسے زندہ کی ہڈی توڑنا" (مشکوٰۃ ص:۱۴۹، باب دفن المیّت)۔[3]

۶:... لوگ اپنی زندگی میں نہ آنکھوں کا عطیہ دیتے ہیں، نہ گردوں کا، کیونکہ جانتے ہیں کہ اس زندگی میں اس کو خود ان اعضاء کی ضرورت ہے، لیکن مرنے کے بعد کے لئے بڑی فیاضی سے وصیت کر جاتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اس زندگی کو تو زندگی سمجھتے ہیں لیکن مرنے کے بعد کی زندگی پر ایمان نہیں رکھتے، یوں سمجھتے ہیں کہ مرنے کے بعد اعضاء گل سڑ جائیں گے، خاک میں مل جائیں گے اور ان اعضاء کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ یہی عقیدہ کفارِ مکہ کا تھا اور یہی عقیدہ عام کافروں کا ہے۔ جو مسلمان ایسی وصیت کرتے ہیں وہ بھی انہی کافروں کے عقیدے کے مطابق مرنے کے بعد کی زندگی پر ایمان نہیں رکھتے۔

الغرض! اعضائے انسانی کی پیوندکاری جائز نہیں، اور ان اعضاء کے ہبہ کی وصیت باطل ہے۔

---

(۱) عن أبی ھریرۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من تردّٰی من جبل فقتل نفسہ فھو فی نار جھنم یتردّٰی فیھا خالدًا مخلدًا فیھا أبدا، ومن تحسّٰی سمًّا فقتل نفسہ فسمہ فی یدہ یتحساہ فی نار جھنم خالدًا مخلدًا فیھا أبدًا، ومن قتل نفسہ بحدیدۃ فحدیدتہ فی یدہ یتوجأ بھا فی بطنہ فی نار جھنم خالدًا مخلدًا فیھا أبدًا۔ متفق علیہ۔ وعنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: الذی یخنق نفسہ یخنقھا فی النار، والذی یطعنھا یطعنھا فی النار۔ رواہ البخاری۔ (مشکوۃ ص: ۲۹۹، کتاب القصاص، طبع قدیمی کتب خانہ)۔

(۲) ومن شرائط الوصیۃ أن یکون الرجل مالکًا وکون الشیء قابلًا للتملیک۔ (البحر الرائق ج:۸ ص:۴۰۳، رد المحتار ج:٦ ص:٦۴۹، کتاب الوصایا، طبع ایچ ایم سعید)۔

(۳) عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: کسر عظم المیت ککسرہ حیًّا۔ رواہ مالک وأبو داوٗد وابن ماجۃ۔

نمازِ جنازہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ اور تدفین کس طرح ہوئی اور خلافت کیسے طے ہوئی؟

سوال:... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کی نمازِ جنازہ کس نے پڑھائی؟ اور آپ کی تدفین اور غسل میں کن کن حضرات نے حصہ لیا؟ اور آپ کے بعد خلافت کے منصب پر کس کو فائز کیا گیا اور کیا اس میں بالاتفاق فیصلہ کیا گیا؟

جواب:... ۳۰ رصفر (آخری بدھ) کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوصال کی ابتدا ہوئی، ۸ ربیع الاوّل کو بروز پنجشنبہ منبر پر بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں بہت سے اُمور کے بارے میں تاکید و نصیحت فرمائی۔[1] ۹ ربیع الاوّل شبِ جمعہ کو مرض نے شدّت اختیار کی، اور تین بار غشی کی نوبت آئی، اس لئے مسجد تشریف نہیں لے جاسکے، اور تین بار فرمایا کہ: ''ابوبکر کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں!'' چنانچہ یہ نماز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور باقی تین روز بھی وہی اِمام رہے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سترہ نمازیں پڑھائیں، جن کا سلسلہ شبِ جمعہ کی نمازِ عشاء سے شروع ہوکر ۱۲ ربیع الاوّل دوشنبہ کی نمازِ فجر پر ختم ہوتا ہے۔[2]

علالت کے ایام میں ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں (جو بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری آرام گاہ بنی) اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کو وصیت فرمائی:

''انتقال کے بعد مجھے غسل دو اور کفن پہناؤ اور میری چارپائی میری قبر کے کنارے (جو اسی مکان میں ہوگی) رکھ کر تھوڑی دیر کے لئے نکل جاؤ، میرا جنازہ سب سے پہلے جبریلؑ پڑھیں گے، پھر میکائیلؑ، پھر

---

(۱) وفیها مرض رسول الله صلی الله علیه وسلم فی آخر الأربعاء من صفر وکان ذالک الیوم الثلاثین من شهر صفر المذکور .... وفیها فی أیام ذالک المرض خرج إلی المنبر فخطب علیه قاعدًا لعذر المرض وأخبر فیها بأمور کثیرة تحتاج إلیه اُمّته وکانت تلک الخطبة یوم الخمیس الثامن من شهر ربیع الأوّل ... إلخ. (بذل القوة فی حوادث سنی النبوة ص:۲۹۶ تا ۲۹۸، فصل فی حوادث السنة الحادیة عشرة من الهجرة).

(۲) فیها لما اشتد علیه صلی الله علیه وسلم المرض لیلة الجمعة التی هی التاسعة من شهر ربیع الأوّل فاغمی علیه صلی الله علیه وسلم ثلاث مرات، ولم یستطع الخروج إلٰی صلاة العشاء، قال ثلاث مرات: مروا أبابکر فلیصل بالناس! فصلی أبوبکر رضی الله تعالٰی عنه مقام النبی صلی الله علیه وسلم تلک العشاء، ثم لم یزل یصلی بهم الصلوٰة الخمس فی تلک الأیام الثلاثة الباقیة، حتّٰی کانت صلوٰة أبی بکر رضی الله تعالٰی عنه التی صلاها بهم فی حیاته صلی الله علیه وسلم سبع عشرة صلوٰة مبدأها صلاة العشاء من لیلة الجمعة ومنتهاها صلوٰة الفجر من یوم الإثنین الثانی عشر من شهر ربیع الأوّل. (بذل القوة ص:۳۰۰).

اسرافیلؑ، پھر عزرائیلؑ، ہر ایک کے ہمراہ فرشتوں کے عظیم لشکر ہوں گے، پھر میرے اہلِ بیت کے مرد، پھر عورتیں بغیر اِمام کے (تنہا تنہا) پڑھیں، پھر تم لوگ گروہ در گروہ آ کر (تنہا تنہا) نماز پڑھو۔"

چنانچہ اسی کے مطابق عمل ہوا، اوّل ملائکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھی، پھر اہلِ بیت کے مردوں نے، پھر عورتوں نے، پھر مہاجرین نے، پھر انصار نے، پھر عورتوں نے، پھر بچوں نے، سب نے اکیلے اکیلے نماز پڑھی، کوئی شخص اِمام نہیں تھا۔ (۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل حضرت علی کرّم اللہ وجہہ نے دیا، حضرت عباس اور ان کے صاحبزادے فضل اور قثم رضی اللہ عنہم ان کی مدد کر رہے تھے، نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو موالی حضرت اُسامہ بن زید اور حضرت شقران رضی اللہ عنہما بھی غسل میں شریک تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سحولی (موضع سحول کے بنے ہوئے) سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ (۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے روز (۱۲ ربیع الاوّل) کو سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت ہوئی، اوّل اوّل مسئلہ خلافت پر مختلف آراء پیش ہوئیں، لیکن معمولی بحث و تمحیص کے بعد بالآخر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتخاب پر اتفاق ہوگیا اور تمام اہلِ حل و عقد نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ (۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ کس نے پڑھائی تھی؟

سوال:... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ ہوئی تھی یا نہیں؟ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ کس نے پڑھائی تھی؟ براہِ کرم جواب عنایت فرمائیں، کیونکہ آج کل یہ مسئلہ ہمارے درمیان کافی بحث کا باعث بنا ہوا ہے۔

جواب:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ عام دستور کے مطابق جماعت کے ساتھ نہیں ہوئی، اور نہ اس میں کوئی اِمام بنا، ابنِ اسحاق وغیرہ اہلِ سِیَر نے نقل کیا ہے کہ تجہیز و تکفین کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ مبارک حجرۂ شریف میں رکھا گیا، پہلے مردوں نے گروہ در گروہ نماز پڑھی، پھر عورتوں نے، پھر بچوں نے۔ حکیم الاُمت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نشر الطیب میں لکھتے ہیں:

"اور ابنِ ماجہ میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: جب آپ کا جنازہ تیار کر کے

---

(۱) وفیها فی أیام مرضه صلی الله علیه وسلم وکونه صلی الله علیه وسلم فی بیت عائشة رضی الله تعالٰی عنها أوصی لأصحابه فقال: إذا أنا مت فاغسلونی وکفنونی واجعلونی علٰی سریری هٰذا علٰی شفیر قبری فی بیتی هٰذا ثم أخرجوا عنی ساعة فأوّل من یصلی علیَّ جبریل، ثم میکائیل، ثم إسرافیل، ثم ملک الموت، کل واحد منهم بجنوده، ثم یصلی علیَّ رجال أهل بیتی، ثم نسائهم، ثم ادخلوا أنتم فوجًا فوجًا فصلّوا علیَّ. فوقع کما قال صلی الله علیه وسلم فصلی علیه صلی الله علیه وسلم أوّلًا الملائکة علیهم السلام، ثم رجال أهل بیته، ثم نساءهم، ثم رجال المهاجرین، ثم الأنصار، ثم النساء، ثم الغلمان، فصلّوا کلهم افذاذا منفردین لَا یؤمهم أحد. (بذل القوة ص: ۲۹۹، فصل فی حوادث السَّنَة الحادیة عشرة من الهجرة).

(۲) وفیها وقع انه لما توفی صلی الله علیه وسلم غسله عَلیٌّ وحضر معه العبّاس وابناه الفضل وقثم ومولیا رسول الله صلی الله علیه وسلم ورضی عنهما أُسامة وشقران .... رضی الله تعالٰی عنهم وکفن فی ثلاثة أثواب بیض سهولیة. (بذل القوة ص: ۳۰۳، فصل فی حوادث السَّنَة الحادیة عشرة من الهجرة، طبع حیدرآباد).

(۳) البدایة والنهایة ج:۵ ص:۲۲۳ تا ۲۷۰، طبع دار الفکر، بیروت۔

رکھا گیا تو اوّل مردوں نے گروہ در گروہ ہوکر نماز پڑھی، پھر عورتیں آئیں، پھر بچے آئے، اور اس نماز میں کوئی اِمام نہیں ہوا۔'' (نشرالطیب ص:۲۴۴ مطبوعہ تاج کمپنی)

علامہ سہیلیؒ ''الروض الانف'' (ج:۲ ص:۳۷۷ مطبوعہ ملتان) میں لکھتے ہیں:

''یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی، اور ایسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم ہی سے ہوسکتا تھا، ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وصیت فرمائی تھی۔''

علامہ سہیلیؒ نے یہ روایت طبرانی اور بزار کے حوالے سے، حافظ نورالدین ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد (ج:۹ ص:۲۵) میں بزار اور طبرانی کے حوالے سے اور حضرت تھانویؒ نے نشرالطیب میں واحدی کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

''ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ پر نماز کون پڑھے گا؟ فرمایا: جب غسل کفن سے فارغ ہوں، میرا جنازہ قبر کے قریب رکھ کر ہٹ جانا، اوّل ملائکہ نماز پڑھیں گے، پھر تم گروہ در گروہ آتے جانا اور نماز پڑھتے جانا، اوّل اہلِ بیت کے مرد نماز پڑھیں، پھر ان کی عورتیں، پھر تم لوگ۔''

سیرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں طبقات ابنِ سعد کے حوالے سے حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا ایک گروہ کے ساتھ نماز پڑھنا نقل کیا ہے۔[1]

بے نمازی کی نمازِ جنازہ ہو یا نہ ہو؟

سوال:... ایک مولانا نے اپنی تقریر میں یہ کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بے نمازی کا جنازہ نہیں پڑھایا، یہاں تک کہ ایک لاکھ اُنتیس ہزار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی کبھی بے نمازی کا جنازہ تو کیا ان کے ہاتھ کا پانی تک نہیں پیا، اور حضرت غوث الاعظم عبدالقادر جیلانیؒ نے کبھی بے نمازی کا جنازہ نہیں پڑھایا۔ آپ سے عرض یہ ہے کہ آپ بھی انہی کے پیروکار ہیں، آپ تمام مولانا بے نمازی کا جنازہ پڑھانے سے ایک ساتھ بائیکاٹ کیوں نہیں کرتے؟ اگر آپ ایسا ہی کریں تو شاید ہی کوئی بے نمازی رہے؟

جواب:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو کوئی ''بے نمازی'' ہوتا ہی نہیں تھا، اس زمانے میں تو بے ایمان منافق بھی لوگوں کو دِکھانے کے لئے نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ حضرت پیرانِ پیرؒ، حضرت اِمام احمد بن حنبلؒ کے مقلد تھے، اور اِمام احمد بن حنبلؒ کے مذہب میں تارکِ صلوٰۃ کے بارے میں دو روایتیں ہیں، ایک یہ کہ جو شخص تین نماز بغیر عذرِ شرعی کے محض سستی کی وجہ سے چھوڑ دے وہ کافر و مرتد ہے، اور اپنے ارتداد کی وجہ سے واجب القتل ہے، قتل کے بعد نہ اسے غسل دیا جائے، نہ کفن، اور نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے، ممکن ہے حضرت پیرانِ پیرؒ اسی قول پر عمل فرماتے ہوں۔ دُوسری روایت یہ ہے کہ وہ ہے تو مسلمان، لیکن بطور سزا اس کو قتل کیا جائے گا اور قتل کے بعد اس کا جنازہ بھی پڑھایا جائے گا، اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ اِمام

(۱) البدایة والنهایة ج:۵ ص:۲۶۵، طبع دار الفکر، بیروت۔

ابنِ قدامہؒ نے "المغنی" میں اس مسئلے کو بہت تفصیل سے لکھا ہے، اہلِ علم اس کی طرف رُجوع فرمائیں (المغنی مع الشرح الکبیر ج:۲ ص:۲۹۸-۳۰۱)۔[۱]

اِمام مالکؒ اور اِمام شافعیؒ کا مذہب وہی ہے جو اُوپر اِمام احمدؒ کی دُوسری روایت میں ذکر کیا گیا کہ تارکِ صلوٰۃ کافر تو نہیں، مگر اس کی سزا قتل ہے، اور قتل کے بعد اس کا جنازہ بھی پڑھا جائے گا، اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا (شرح مہذب ج:۳ ص:۱۳)۔[۲]

اِمامِ اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک تارکِ صلوٰۃ کو قید کردیا جائے اور اس کی پٹائی کی جائے یہاں تک کہ وہ اسی حالت میں مرجائے۔[۳] مرنے کے بعد جنازہ اس کا بھی پڑھا جائے گا۔[۴] اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ بے نمازی کی سزا بہت ہی سخت ہے، لیکن اس کا جنازہ جائز ہے، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ترکِ صلوٰۃ کے گناہ سے بچائے۔

نمازِ جنازہ کے وقت ساتھ شریک ہونے کی بجائے الگ کھڑے رہنا

سوال:... زیادہ تر یہی دیکھنے میں آتا ہے کہ لوگ کسی جنازے کے ہمراہ آتے ہیں، اور جب نمازِ جنازہ ادا کی جاتی ہے تو زیادہ تعداد الگ ایک طرف ہٹ کر کھڑی ہوجاتی ہے۔ کس قدر دُکھ کی اور صدمے کی بات ہے کہ جو رشتہ دار اس دُنیا سے رُخصت ہوگیا ہے اس کی آخری نماز بھی ہم ادا نہیں کرتے، جبکہ گھر سے تو اسی مقصد کے لئے آئے تھے، پھر نماز سے منہ موڑ لیتے ہیں، نماز سے اس قدر نفرت کرنے والوں کے لئے قرآن و سنت کے کیا اَحکامات ہیں؟

جواب:... یہ کہنا تو شاید صحیح نہ ہو کہ ان کو نماز سے نفرت ہے۔ ہاں! یہ کہنا صحیح ہے کہ ان حضرات کو نماز کا اہتمام نہیں، نماز

---

(۱) وإن تركها تهاونًا أو كسلًا دعي إلى فعلها وقيل له: إن صليت وإلّا قتلناک، فإن صلى وإلّا وجب قتله، ولَا يقتل حتّٰى يحبس ثلاثًا ويضيق عليه فيها، ويدعى في وقت كل صلاة إلى فعلها ويخوف بالقتل، فإن صلى وإلّا قتل بالسيف وبهٰذا قال مالک وحماد بن زيد ووكيع والشافعي .... والثانية لَا يجب قتله حتّٰى يترک ثلاث صلوات ويضيق وقت الرابعة عن فعلها .... فروى أنه يقتل لكفره كالمرتد فلا يغسل ولَا يكفن ولَا يدفن بين المسلمين .... والرواية الثانية يقتل حدًّا مع الحكم بإسلامه كالزاني مع المحصن وهٰذا اختيار أبي عبدالله بن بطة وأنكر قول من قال أنه يكفر .... وهٰذا قول أكثر الفقهاء وقول أبي حنيفة ومالک والشافعي ...إلخ. (المغني والشرح الكبير ج:۲ ص:۲۹۹-۳۰۰).

(۲) ومن وجبت عليه الصلاة وامتنع من فعلها .... وإن تركها وهو معتقد لوجوبها وجب عليه القتل ....
(فرع) إذا قتل فالصحيح أنه يغسل ويصلّى عليه ويدفن في مقابر المسلمين. (شرح المهذب ج:۳ ص:۱۳-۱۵).

(۳) وتاركها عمدًا مجانة يحبس حتّٰى يصلي. (درمختار) وفي الشامية: ويحبس حتّٰى يموت أو يتوب ...إلخ. (ردالمحتار مع الدر المختار ج:۱ ص:۳۵۲، ۳۵۳، كتاب الصلاة).

(۴) فكل مسلم مات بعد الولَادة يصلّى عليه صغيرًا كان أو كبيرًا، ذكرًا كان أو أُنثٰى .... لقول النبي صلى الله عليه وسلم: صلّوا على كل بر وفاجر ...إلخ. (البدائع الصنائع ج:۱ ص:۳۱۱). أيضًا: عن عبدالله بن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: صلّوا على من قال لَا إلٰه إلّا الله ولأن ذالک إجماع المسلمين فإننا لَا نعلم في عصر من الأعصار أحدًا من تاركي الصلاة ترک تغسيله والصلاة عليه ودفنه في مقابر المسلمين. (المغني والشرح الكبير ج:۲ ص:۳۰۱).

پنج گانہ فرضِ عین ہے،(۱) اور نمازِ جنازہ فرضِ کفایہ،(۲) جو لوگ فرضِ عین ادا نہیں کرتے، ان سے فرضِ کفایہ ادا کرنے کی کیا شکایت کی جائے...؟

بے نمازی کی نمازِ جنازہ

سوال:... ایک گاؤں میں ایک انسان مرگیا، وہ بہت بے نمازی تھا، اس گاؤں کے اِمام نے کہا کہ: میں اس کا جنازہ نہیں پڑھتا، اس جھگڑے کی وجہ سے گاؤں والے دُوسرا مولوی لائے، اس نے یہ فتویٰ دیا کہ بے نمازی کا جنازہ ہوسکتا ہے، لہٰذا اس دُوسرے مولوی صاحب نے نمازِ جنازہ پڑھائی، براہ کرم ہمیں قرآن و سنت کی روشنی میں بتائیں کہ بے نمازی کا جنازہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب:... بے نمازی اگر خدا اور رسول کے کسی حکم کا منکر نہیں تھا تو اس کا جنازہ پڑھنا چاہئے، گاؤں کے مولوی صاحب نے اگر لوگوں کو عبرت دِلانے کے لئے جنازہ نہیں پڑھا تو انہوں نے بھی غلط نہیں کیا، اگر وہ یہ فرماتے ہیں کہ اس کا جنازہ دُرست ہی نہیں، تو یہ غلط بات ہوتی۔(۳)

بے نمازی کی لاش کو گھسیٹنا جائز نہیں، نیز اس کی بھی نمازِ جنازہ جائز ہے

سوال:... ہمارے محلے میں ایک صاحب رہتے تھے، ان کا انتقال ہوگیا، انہیں کسی نے کبھی نماز پڑھتے نہیں دیکھا تھا، اس لئے لوگوں نے ان کی لاش کو چالیس قدم گھسیٹا اور پھر دفنا دیا، مجھے بڑی حیرت ہوئی، ایک بزرگ سے دریافت کیا کہ ایسا کیوں کیا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں ایک بھی نماز نہ پڑھے تو اس کے لئے حکم ہے کہ اس کی لاش کو چالیس قدم گھسیٹا جائے؟

جواب:... نماز نہ پڑھنا کبیرہ گناہ ہے، اور قرآنِ کریم اور حدیث شریف میں بے نمازی کے لئے بہت سخت الفاظ آئے ہیں، لیکن اگر کوئی شخص نماز سے منکر نہ ہو تو اس کی لاش کی بے حرمتی جائز نہیں،(۴) اور اس کا جنازہ بھی پڑھا جائے گا،(۵) البتہ اگر وہ نماز کی

---

(۱) والفرض نوعان: فرض عين وفرض كفاية، وفرض العين نوعان: احدهما الصلوات المعهودة فى كل يوم وليلة والثانى صلاة الجمعة ... إلخ. (بدائع الصنائع ج:۱ ص:۸۹، كتاب الصلاة).

(۲) انها فرض كفاية إذا قام به البعض يسقط عن الباقين ... إلخ. (بدائع ج:۱ ص:۳۱۱، صلاة الجنازة، طبع سعيد).

(۳) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۴ ملاحظہ فرمائیں۔

(۴) عن عائشة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: كسر عظم الميت ككسره حيًّا، يعنى فى الإثم، كما فى رواية قال الطيبى إشارة إلى أنه لَا يهان ميتا كما لَا يها حيًّا قال ابن الملك وإلى أن الميت يتألم .... وقد أخرج ابن أبى شيبة عن ابن مسعود قال: أذى المؤمن فى موته كأذاه فى حياته. (مرقاة شرح مشكوة ج:۲ ص:۳۸۰).

(۵) الصلاة على الميت ثابتة بمفهوم القرآن قال الله تعالىٰ: ولَا تصل علىٰ أحد منهم مات أبدًا، والنهى عن الصلاة على المنافقين يشعر بثبوتها على المسلمين الموافقين وثابتة بالسُّنّة أيضًا قال عليه السلام: صلّوا علىٰ من قال لَا إله إلّا الله ولَا خلاف فى ذالک وهى فرض على الكفاية ويسقط فرضها بالواحد ... إلخ. (الجوهرة النيرة ج:۱ ص:۱۰۷).

فرضیت کا قائل ہی نہیں تھا تو وہ مرتد ہے، اس کا جنازہ جائز نہیں۔[۱]

غیر شادی شدہ کی نمازِ جنازہ جائز ہے

سوال:... کئی لوگوں سے سنا ہے کہ مرد اگر ۲۲ سال کی عمر سے زیادہ ہو جائے اور شادی نہ کرے اور غیر شادی شدہ ہی فوت ہو جائے تو اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھانی چاہئے، کیا یہ قرآن و حدیث سے صحیح ہے؟ اور اگر کوئی تعلیم حاصل کر رہا ہو اور شادی نہ کرنا چاہے تو اس کے متعلق تحریر فرمائیں۔

جواب:... آپ نے غلط سنا ہے، غیر شادی شدہ کا جنازہ بھی اسی طرح ضروری اور فرض ہے جس طرح شادی شدہ کا،[۲] لیکن نکاح عفت کا محافظ ہے۔

نمازِ جنازہ کے جواز کے لئے ایمان شرط ہے نہ کہ شادی

سوال:... اگر کوئی آدمی شادی نہ کرے اور مر جائے تو اس پر جنازہ جائز نہیں، اس طرح اگر کوئی عورت شادی نہ کرے یا اس کا رشتہ نہ آئے اور شادی نہ ہو سکے تو کیا اس کا جنازہ جائز ہے؟ آج کل لڑکیوں کی بہتات ہے، اور بہت سی لڑکیوں کی عمر زیادہ ہو جاتی ہے، لیکن ان کا رشتہ نہیں آتا، اور ان کا اسی حالت میں انتقال ہو جاتا ہے۔

جواب:... یہ غلط ہے کہ اگر کوئی آدمی شادی نہ کرے اور مر جائے تو اس کا جنازہ جائز نہیں، کیونکہ جنازہ کے جائز ہونے کے لئے میّت کا مسلمان ہونا شرط ہے، شادی شدہ ہونا شرط نہیں۔[۳]

خودکشی کرنے والے کی نمازِ جنازہ معاشرے کے ممتاز لوگ نہ ادا کریں

سوال:... ایک شخص نے خودکشی کر لی، نمازِ جنازہ کے وقت حاضرین میں اختلافِ رائے ہو گیا، اس پر قریب کے دو مولوی صاحبان سے دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ جنازہ پڑھ سکتے ہیں، تھوڑی دیر بعد پھر ایک دارالعلوم سے ٹیلی فون پر معلوم ہوا کہ ایک خاص گروہ کے لوگ یعنی مفتی، عالم، دین دار وغیرہ نہ جنازہ پڑھا سکتے ہیں اور نہ ہی جنازہ پڑھ سکتے ہیں۔ اب جو فریق نمازِ جنازہ میں شامل تھا وہ غیر شامل فریق سے کہتا ہے کہ تم لوگ ثواب سے محروم رہے ہو، اور دُوسرا فریق پہلے فریق سے کہتا ہے کہ تم نے گناہ کیا ہے۔ از راہِ کرم آپ دونوں فریقین کی شرعی حیثیت سے آگاہ فرمائیں۔

جواب:... خودکشی چونکہ بہت بڑا جرم ہے، اس لئے فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ مقتدا اور ممتاز افراد اس کا جنازہ نہ پڑھیں،

---

(۱) وأما المرتد فيلقى في حفرة كالكلب ...إلخ. (درمختار مع الشامي ج:۲ ص:۲۳۰).

(۲) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۵ ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۵ ملاحظہ فرمائیں، نیز: وشرطها إسلام الميت ...إلخ. (هندية ج:۱ ص:۱۶۲).

تا کہ لوگوں کو اس فعل سے نفرت ہو،[1] عوام پڑھ لیں،[2] تاہم پڑھنے والوں پر کوئی گناہ ہوا اور نہ ترک کرنے والوں پر، اس لئے دونوں فریقوں کا ایک دُوسرے پر طعن والزام قطعاً غلط ہے۔

خودکشی والے کی نمازِ جنازہ

سوال:... کسی آدمی نے زہر کی گولی کھالی یعنی خودکشی کی ہو اور موت واقع ہوگئی، تو اس کا جنازہ پڑھانے کے لئے کسی عام آدمی کو کہا جائے یا کہ جو مسجد کا خطیب ہو یا امام ان میں سے کون آدمی بہتر ہے جنازہ پڑھانے کے لئے؟ اور ایسا جنازہ پڑھانا چاہئے یا نہیں؟

جواب:... خودکشی کرنے والے کی نمازِ جنازہ میں اِختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ اس کا جنازہ پڑھا جائے، اور بہتر یہ ہے کہ عام لوگ پڑھ لیں، معزّز لوگ نہ پڑھیں۔[3]

غیراللہ سے خیر اور شرکی توقع رکھنے والے کی نمازِ جنازہ ادا کر

سوال:... دُنیا میں کوئی شخص جو بظاہر مسلمان ہو، اور شرک جیسا عمل بھی کرتا ہو، یعنی غیراللہ سے خیر اور شرکی توقع رکھتا ہو، ایسا شخص اگر مارا جائے تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھنا، اور اس کے لئے دُعائے مغفرت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:... ایمانی کمزوری کی وجہ سے غیراللہ سے خیر کی توقع رکھنا، اور اس کے شر سے ڈرنا، یہ بات عام ہے، اس لئے محض اس وجہ سے کسی مسلمان کی نمازِ جنازہ ترک نہیں کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ اس گناہ کو معاف فرمائے۔[4]

مقروض کی نماز میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شرکت اور ادائیگی قرض

سوال:... میں نے ''رحمۃ للعالمین'' کی جلد دوم صفحہ:۲۱۴ پر پڑھا ہے کہ جو مسلمان قرض چھوڑ کر مرے گا میں اس کا قرض ادا کروں گا، جو مسلمان ورثہ چھوڑ کر مرے گا اسے اس کے وارث سنبھالیں گے۔

---

(۱) ولا یصلی علی البغاة وقطاع الطریق عندنا وقال الشافعی یصلی علیهم لأنهم مسلمون .... فدخلوا تحت قول النبی صلی الله علیه وسلم: صلّوا علیٰ کل بر وفاجر. ولنا ما روی عن علی انه لم یغسل أهل نهروان ولم یصل، فقیل له: أکفار هم؟ فقال: لا! ولٰکن هم إخواننا بغوا علینا، أشار إلٰی ترک الغسل والصلاة علیهم إهانة لهم لیکون زجرًا لغیرهم وکان ذالک بمحضر من الصحابة رضی الله عنهم ولم ینکر علیه أحد فیکون إجماعًا وهو نظیر المصلوب ترک علیٰ خشبته إهانة له وزجرًا لغیره. (بدائع الصنائع ج:۱ ص:۳۱۲، والکلام فی صلاة الجنازة فی مواضع، طبع سعید).

(۲) من قتل نفسه ولو عمدًا یغسل ویصلی علیه به یفتیٰ وإن کان أعظم وزرًا من قاتل غیره ...إلخ. (درمختار مع الشامی ج:۲ ص:۲۱۱).

(۳) من قتل نفسه ولو عمدًا یغسل ویصلّی علیه به یفتیٰ ...إلخ. (الدر المختار مع الرد ج:۲ ص:۲۱۱)، ومن قتل نفسه عمدًا یصلّی علیه عند أبی حنیفة ومحمد رحمهما الله وهو الأصح کذا فی التبیین. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۶۳).

(۴) فالدلیل علیٰ فرضیتها ما روی عن النبی صلی الله علیه وسلم أنه قال: صلّوا علیٰ کل بر وفاجر. (بدائع الصنائع ج:۱ ص:۳۱۱، کتاب الصلاة، والکلام فی صلاة الجنازة، طبع سعید).

جواب:... یہ حدیث جو آپ نے "رحمۃ للعالمین" کے حوالے سے نقل کی ہے، صحیح ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقروض کا جنازہ نہیں پڑھاتے تھے، بلکہ دُوسروں کو پڑھنے کا حکم فرمادیتے تھے، جب اللہ تعالیٰ نے وسعت دے دی تو آپ مقروض کا قرضہ اپنے ذمہ لے لیتے تھے اور اس کا جنازہ پڑھادیتے تھے۔ (۱)

شہید کی نمازِ جنازہ کیوں؟ جبکہ شہید زندہ ہے

سوال:... قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: "مؤمن اگر اللہ کی راہ میں مارے جائیں تو انہیں مرا ہوا مت کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں" اس حقیقت سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ چونکہ شہید زندہ ہے تو پھر شہید کی نمازِ جنازہ کیوں پڑھی جاتی ہے؟ نمازِ جنازہ تو مُردوں کی پڑھی جاتی ہے؟

جواب:... آپ کے سوال کا جواب آگے اسی آیت میں موجود ہے: "وہ زندہ ہیں، مگر تم (ان کی زندگی کا) شعور نہیں رکھتے۔"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآنِ کریم نے شہداء کی جس زندگی کو ذِکر فرمایا ہے، وہ ان کی دُنیوی زندگی نہیں، بلکہ اور قسم کی زندگی ہے، جس کو "برزخی زندگی" کہا جاتا ہے، اور جو ہمارے شعور و اِدراک سے بالاتر ہے، دُنیا کی زندگی مراد نہیں۔ چونکہ وہ حضرات دُنیوی زندگی پوری کرکے دُنیا سے رُخصت ہوگئے ہیں، اس لئے ہم ان کی نمازِ جنازہ پڑھنے اور ان کی تدفین کے مکلف ہیں، اور ان کی وراثت تقسیم کی جاتی ہے، اور ان کی بیوائیں عدّت کے بعد عقدِ ثانی کرسکتی ہیں۔ (۲)

باغی، ڈاکو اور ماں باپ کے قاتل کی نمازِ جنازہ نہیں

سوال:... قاتل کو سزا کے طور پر قتل کیا جائے یا پھانسی دی جائے؟ اس کی نمازِ جنازہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اگر والدین کا قاتل ہو، اس صورت میں کیا حکم ہے؟ فاسق و فاجر زانی کی موت پر اس کی نمازِ جنازہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب:... نمازِ جنازہ ہر گناہگار مسلمان کی ہے، البتہ باغی اور ڈاکو اگر مقابلے میں مارے جائیں تو ان کا جنازہ نہ پڑھایا جائے، نہ ان کو غسل دیا جائے۔ (۳) اسی طرح جس شخص نے اپنے ماں باپ میں سے کسی کو قتل کردیا ہو، اور اسے قصاصاً قتل کیا جائے تو اس

---

(۱) عن أبی هریرة رضی الله عنه أن رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یؤتٰی بالرجل المتوفٰی علیه الدین فیقول: هل ترک لدینه من قضاء؟ فإن حدث انه ترک وفاء صلّٰی علیه وإلّا قال للمسلمین: صلّوا علٰی صاحبکم، فلما فتح الله علیه الفتوح قام فقال: أنا أولٰی بالمؤمنین من أنفسهم فمن توفّی من المؤمنین وترک دینًا فعلیّ قضاءه ومن ترک مالًا فهو لورثته۔ وأیضًا: أن النبی صلی الله علیه وسلم أتی برجل لیصلی علیه فقال النبی صلی الله علیه وسلم: صلّوا علٰی صاحبکم فإن علیه دینًا۔ قال أبو قتادة: هو علیّ! فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: بالوفاء، فقال: بالوفاء، فصلی علیه۔ (ترمذی شریف ج:۱ ص:۲۰۵)۔

(۲) فقد أخبر الله تعالٰی فیها عن الشهداء انهم أحیاء فی الجنّة یرزقون ولَا محالة انهم ماتوا وان أجسادهم فی التراب وأرواحهم حیة کأرواح سائر المؤمنین۔ (قرطبی ج:۲ ص:۱۷۲)۔ وأیضًا فی البدائع: فأما فی حق أحکام الدنیا فالشهید میت یقسم ماله وتنکح إمرأته بعد انقضاء العدة ... الخ۔ (البدائع الصنائع ج:۱ ص:۳۲۵، حکم الشهادة فی الدنیا)۔

(۳) وهی فرض علٰی کل مسلم مات خلا أربعة بغاة وقطاع طریق فلا یغسلوا ولَا یصلی علیهم۔ (درمختار ج:۲ ص:۲۱۰، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة)۔

کا جنازہ بھی نہیں پڑھا جائے گا، اور اگر وہ اپنی موت مرے تو اس کا جنازہ پڑھا جائے گا۔[1] تاہم سربرآوردہ لوگ اس کے جنازے میں شرکت نہ کریں۔

مرتد اور غیرمسلم کی نمازِ جنازہ

سوال:... ایک آدمی باوجود معلوم ہونے کے کسی مرتد کی نمازِ جنازہ میں شریک ہوتا ہے اور اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کراتا ہے، اس کے لئے دُعائے مغفرت کرتا ہے، کیا ایسا کرنے والا یا کرنے والے مسلمان رہ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب:... کسی مرتد کی نمازِ جنازہ جائز نہیں،[2] نہ اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا ہی جائز ہے۔[3]

قرآنِ کریم کی نصِ صریح[4] کے بعد جو شخص کسی مرتد کے جنازے کو جائز سمجھتا ہے، وہ مسلمان نہیں، اس کا ایمان جاتا رہا،[5] اور نکاح بھی ٹوٹ گیا، اس پر ایمان کی تجدید کے بعد دوبارہ نکاح کرنا لازم ہے۔[6]

معلوم ہونے کے باوجود مرتد میّت کو غسل دینے والے کا شرعی حکم

سوال:... جس مسلمان نے مرتد کی میّت کو غسل دیا باوجود معلوم ہونے کے، ان سب کے بارے میں جو شرعی حکم ہے تحریر کریں۔ نیز ان کے نکاح کا کیا حکم ہے جو شادی شدہ ہیں؟ ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

جواب:... مرتد کو غسل دینا بھی جائز نہیں، جو شخص اس کو جائز سمجھتا ہے، اس کا بھی وہی حکم ہے جو اُوپر لکھا گیا۔[7]

قادیانی کی نمازِ جنازہ پڑھنا

سوال:... کیا قادیانی کی نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے؟

---

(۱) قوله ولا يصلى على قاتل أحد أبويه، الظاهر ان المراد أنه لا يصلى عليه إذا قتله الإمام قصاصًا أما لو مات حتف أنفه يصلى عليه كما فى البغاة ونحوهم ... إلخ. (شامى ج:۲ ص:۲۱۲، باب صلاة الجنازة).

(۲) الصلاة على الجنازة فرض كفاية .... وشرطها إسلام الميت ... إلخ. (عالمگيرى ج:۱ ص:۱۶۲).

(۳) وأما لو كان مرتدًا يلقيه فى حفرة كالكلب ... إلخ. (حلبى كبير ج:۱ ص:۶۰۳). وفى الأشباه والنظائر: وإذا مات أو قتل على ردّته لم يدفن فى مقابر المسلمين ولا أهل ملّة وانما يلقى فى حفرة كالكلب ... إلخ. (الأشباه والنظائر ج:۱ ص:۲۹۱، كتاب السير، باب الردة).

(۴) "وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ". (التوبة: ۸۴).

(۵) من اعتقد الحرام حلالًا أو على القلب يكفر .... وفيما إذا كان حرامًا لعينه إنما يكفر إذا كانت الحرمة ثابتة بدليل مقطوع به. (عالمگيرى ج:۲ ص:۲۷۲، الباب التاسع فى أحكام المرتدين).

(۶) ما يكون كفرًا إتفاقًا يبطل العمل والنكاح .... وما فيه خلاف يؤمر بالإستغفار والتوبة وتجديد النكاح. (الدر المختار مع الرد ج:۴ ص:۲۴۷، باب المرتد).

(۷) وأما لو كان مرتدًا يلقيه فى حفرة كالكلب دفعا لأذى جيفته عن الناس من غير غسل ولا تكفين ... إلخ. (حلبى كبير ج:۱ ص:۶۰۳، فصل فى الجنائز، طبع سهيل اكيڈمى لاهور).

جواب:... قادیانی غیرمسلم ہیں، ان کا جنازہ جائز نہیں۔[1] جن لوگوں نے قادیانیوں کا جنازہ پڑھا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کریں اور آئندہ گناہ کے نہ کرنے کا وعدہ کریں۔

نمازِ جنازہ میں کافروں اور بے اِیمانوں کی شرکت

سوال:... نمازِ جنازہ میں اگر کسی غیرفقہ کے لوگ یا غیرمذہب کے لوگ شامل ہوجائیں، جیسے مرزائی، پرویزی وغیرہ تو کوئی فرق تو نہیں پڑے گا؟

جواب:... کافروں اور بے اِیمانوں کو جنازے میں شریک نہ کیا جائے کہ ان کی شرکت موجبِ رحمت نہیں بلکہ موجبِ لعنت ہے۔[2]

قادیانیوں کا جنازہ جائز نہیں

سوال:... موضع داتہ ضلع مانسہرہ جو کہ ربوہ ثانی ہے، میں ایک مرزائی مسمّٰی ڈاکٹر محمد سعید کے مرنے پر مسلمانانِ ''داتہ'' نے ایک مسلمان اِمام کے زیرِ اِمامت اس قادیانی کی نمازِ جنازہ ادا کی، اور اس کے بعد قادیانیوں نے دوبارہ مسمّٰی مذکورہ کی نمازِ جنازہ پڑھی، شرعاً اِمامِ مذکور اور مسلمانوں کے متعلق کیا حکم ہے؟

مسلمان لڑکیاں قادیانیوں کے گھروں میں بیوی کے طور پر رہ رہی ہیں، اور مسلمان والدین کے ان قادیانیوں کے ساتھ داماد اور سسرال جیسے تعلقات ہیں، کیا شریعتِ محمدی کی رُو سے ان کے ہاں پیدا ہونے والی اولاد حلالی ہوگی یا ولد الحرام کہلائے گی؟

عام مسلمانوں کے قادیانیوں کے ساتھ کافروں جیسے تعلقات نہیں، بلکہ مسلمانوں جیسے تعلقات ہیں، ان کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے اور ان کی شادیوں اور ماتم میں شرکت کرتے ہیں، اور جب ایک دُوسرے سے ملتے ہیں تو ''السلام علیکم'' کہہ کر ملتے ہیں۔ شادی، ماتم میں کھانے دیتے ہیں، فاتحہ میں شرکت کرتے ہیں، شریعتِ محمدیہ کی رُو سے وہ قابلِ مؤاخذہ ہیں یا کہ نہیں؟ اور شرع کی رُو سے وہ مسلمان ہیں یا کہ نہیں؟

جواب:... جواب سے پہلے چند اُمور بطور تمہید ذکر کرتا ہوں:

اوّل:... جو شخص کفر کا عقیدہ رکھتے ہوئے اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرتا ہو، اور نصوصِ شرعیہ کی غلط سلط تأویلیں کر کے اپنے عقائدِ کفریہ کو اسلام کے نام سے پیش کرتا ہو، اسے ''زندیق'' کہا جاتا ہے۔

---

(۱) قال تعالیٰ: "وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ." (التوبة: ۸۴). الصلاة على الجنازة فرض كفاية .... وشرطها إسلام الميت ... إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۶۲). وفي الأشباه والنظائر ج:۱ ص:۲۹۱ والمرتد أقبح كفرًا من الكافر الأصلي.

(۲) لأن هذه الصلاة شرعت للدعاء والشفاعة للميت. (بدائع الصنائع ج:۱ ص:۳۱۷). أيضًا: وما نهى الله عزّ وجلّ عن الصلاة على المنافقين والقيام على قبورهم للاستغفار لهم، كان هذا الصنيع من أكبر القربات في حق المؤمنين فشرع ذالك وفي فعله الأجر الجزيل. (تفسیر ابن کثیر ج:۳ ص:۴۲۷، طبع رشیدیه کوئٹه).

علامہ شامیؒ "باب المرتد" میں لکھتے ہیں:

"فان الزنديق يموه كفره ويروج عقيدته الفاسدة ويخرجها في الصورة الصحيحة وهذا معنى ابطال الكفر۔" (شامی ج:۴ ص:۲۴۳ طبع جدید)

ترجمہ:... "کیونکہ زندیق اپنے کفر پر ملمع کیا کرتا ہے، اور اپنے عقیدۂ فاسدہ کو رواج دینا چاہتا ہے اور اسے بظاہر صحیح صورت میں لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے اور یہی معنی ہیں کفر کو چھپانے کے۔"

اور اِمام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ مسوّیٰ شرح عربی مؤطا میں لکھتے ہیں:

"بيان ذالک ان المخالف للدين الحق ان لم يعترف به ولم يذعن له لَا ظاهرًا ولَا باطنًا فهو كافر وان اعترف بلسانه وقلبه على الكفر فهو المنافق، وان اعترف به ظاهرًا لٰكنه يفسر بعض ما ثبت من الدين ضرورة بخلاف ما فسره الصحابة والتابعون واجتمعت عليه الأمة فهو الزنديق۔" (ص:۱۳۰، مطبوعہ رحیمیہ دہلی)

ترجمہ:... "شرح اس کی یہ ہے کہ جو شخص دینِ حق کا مخالف ہے، اگر وہ دینِ اسلام کا اقرار ہی نہ کرتا ہو، اور نہ دینِ اسلام کو مانتا ہو، نہ ظاہری طور پر اور نہ باطنی طور پر تو وہ کافر کہلاتا ہے، اور اگر زبان سے دین کا اقرار کرتا ہو لیکن دین کے بعض قطعیات کی ایسی تأویل کرتا ہو جو صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین اور اجماعِ اُمت کے خلاف ہو تو ایسا شخص "زندیق" کہلاتا ہے۔"

آگے تأویلِ صحیح اور تأویلِ باطل کا فرق کرتے ہوئے شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"ثم التأويل تأويلان، تأويل لَا يخالف قاطعًا من الكتاب والسنة واتفاق الأمة، وتأويل يصادم ما ثبت بقاطع فذالک الزندقة۔" (ص:۱۳۰)

ترجمہ:... "پھر تأویل کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ تأویل ہے جو کتاب و سنت اور اجماعِ اُمت سے ثابت شدہ کسی قطعی مسئلے کے خلاف نہ ہو، اور دُوسری وہ تأویل جو ایسے مسئلے کے خلاف ہو جو دلیلِ قطعی سے ثابت ہے، پس ایسی تأویل "زندقہ" ہے۔"

آگے زندیقانہ تأویلوں کی مثالیں ذکر کرتے ہوئے شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

"او قال ان النبي صلى الله عليه وسلم خاتم النبوة ولٰكن معنى هذا الكلام انه لَا يجوز ان يسمى بعده احد بالنبي واما معنى النبوة وهو كان الإنسان مبعوثا من الله تعالٰى الى الخلق مفترض الطاعة معصومًا من الذنوب ومن البقاء على الخطأ فيما يرى فهو موجود في الأمة بعد فهو الزنديق۔" (مسوّیٰ ج:۲ ص:۱۳۰، مطبوعہ رحیمیہ دہلی)

ترجمہ:... "یا کوئی شخص یوں کہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ خاتم النبیین ہیں، لیکن اس کا مطلب

یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کا نام نبی نہیں رکھا جائے گا، لیکن نبوّت کا مفہوم یعنی کسی انسان کا اللہ تعالیٰ کی جانب سے مخلوق کی طرف مبعوث ہونا، اس کی اطاعت کا فرض ہونا، اور اس کا گناہوں سے اور خطا پر قائم رہنے سے معصوم ہونا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی اُمت میں موجود ہے، تو یہ شخص ''زندیق'' ہے۔''

خلاصہ یہ کہ جو شخص اپنے کفریہ عقائد کو اسلام کے رنگ میں پیش کرتا ہو، اسلام کے قطعی و متواتر عقائد کے خلاف قرآن و سنت کی تأویلیں کرتا ہو، ایسا شخص ''زندیق'' کہلاتا ہے۔

دوم:... یہ کہ زندیق مرتد کے حکم میں ہے، بلکہ ایک اعتبار سے زندیق، مرتد سے بھی بدتر ہے، کیونکہ اگر مرتد توبہ کرکے دوبارہ اسلام میں داخل ہو تو اس کی توبہ بالاتفاق لائقِ قبول ہے، لیکن زندیق کی توبہ قبول ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف ہے، چنانچہ درمختار میں ہے:

''(و) کذا الکافر بسبب (الزندقة) لَا توبة له وجعله فی الفتح ظاهر المذهب لٰکن فی حظر الخانیة الفتویٰ علیٰ انه (اذا اخذ) الساحر او الزندیق المعروف الداعی (قبل توبته) ثم تاب لم تقبل توبته ویقتل ولو اخذ بعدها قبلت۔'' (شامی ج:۴ ص:۲۴۱ طبع جدید)

ترجمہ:... ''اور اسی طرح جو شخص زندقہ کی وجہ سے کافر ہوگیا ہو اس کی توبہ قابلِ قبول نہیں، اور فتح القدیر میں اس کو ظاہر مذہب بتایا ہے، لیکن فتاویٰ قاضی خان میں کتاب الحظر میں ہے کہ فتویٰ اس پر ہے جب جادُوگر اور زندیق جو معروف اور داعی ہوں، توبہ سے پہلے گرفتار ہوجائیں اور پھر گرفتار ہونے کے بعد توبہ کریں تو ان کی توبہ قبول نہیں، بلکہ ان کو قتل کیا جائے گا، اور اگر گرفتاری سے پہلے توبہ کرلی تھی تو توبہ قبول کی جائے گی۔''

البحر الرائق میں ہے:

''لَا تقبل توبة الزندیق فی ظاهر المذهب وهو من لَا یتدین بدین .... وفی الخانیة قالوا ان جاء الزندیق قبل ان یؤخذ فاقر انه زندیق فتاب عن ذالک تقبل توبته وان اخذ ثم تاب لم تقبل توبته ویقتل۔'' (ج:۵ ص:۱۳۶، دار المعرفہ بیروت)

ترجمہ:... ''ظاہر مذہب میں زندیق کی توبہ قابلِ قبول نہیں، اور زندیق وہ شخص ہے جو دین کا قائل نہ ہو، اور فتاویٰ قاضی میں ہے کہ اگر زندیق گرفتار ہونے سے پہلے خود آکر اقرار کرے کہ وہ زندیق ہے، پس اس سے توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول ہے، اور اگر گرفتار ہوا پھر توبہ کی تو اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی، بلکہ اسے قتل کیا جائے گا۔''

سوم:... قادیانیوں کا زندیق ہونا بالکل واضح ہے، کیونکہ ان کے عقائد اسلامی عقائد کے قطعاً خلاف ہیں، اور وہ قرآن و سنت کی نصوص میں غلط سلط تأویلیں کرکے جاہلوں کو یہ باور کراتے ہیں کہ خود تو وہ پکے سچے مسلمان ہیں، ان کے سوا باقی پوری اُمت گمراہ اور کافر و بے ایمان ہے، جیسا کہ قادیانیوں کے دُوسرے سربراہ آنجہانی مرزا محمود لکھتے ہیں کہ:

''کل مسلمان جو حضرت مسیحِ موعود (یعنی مرزا) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے، خواہ انہوں نے حضرت مسیحِ موعود کا نام بھی نہیں سنا، وہ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔'' (آئینۂ صداقت ص:۳۵)

مرزائیوں کے ملحدانہ عقائد حسبِ ذیل ہیں:

۱:...اسلام کا قطعی عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص منصبِ نبوّت پر فائز نہیں ہوسکتا، اس کے برعکس قادیانی نہ صرف اسلام کے اس قطعی عقیدے کے منکر ہیں، بلکہ...نعوذ باللہ...وہ مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوّت کے بغیر اسلام کو مردہ تصوّر کرتے ہیں، چنانچہ مرزا غلام احمد کا کہنا ہے کہ:

''ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جس دین میں نبوّت کا سلسلہ نہ ہو وہ مردہ ہے، یہودیوں، عیسائیوں، ہندوؤں کے دین کو جو ہم مردہ کہتے ہیں تو اسی لئے کہ ان میں اب کوئی نبی نہیں ہوتا، اگر اسلام کا بھی یہی حال ہوتا تو پھر ہم بھی قصہ گو ٹھہرے۔ کس لئے اس کو دُوسرے دینوں سے بڑھ کر کہتے ہیں، آخر کوئی امتیاز بھی ہونا چاہئے .....ہم پر کئی سالوں سے وحی نازل ہورہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے کئی نشان اس کے صدق کی گواہی دے چکے ہیں، اس لئے ہم نبی ہیں، امرِحق کے پہنچانے میں کسی قسم کا اخفاء نہ رکھنا چاہئے۔''

(ملفوظات مرزا جلد:۱۰ ص:۱۲۷ طبع شدہ ربوہ)

۲:...اسلام کا قطعی عقیدہ ہے کہ وحیٔ نبوّت کا دروازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بند ہوچکا ہے، اور جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحیٔ نبوّت کا دعویٰ کرے وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے، لیکن قادیانی، مرزا غلام احمد کی خود تراشیدہ وحی پر ایمان رکھتے ہیں اور اسے قرآنِ کریم کی طرح مانتے ہیں، قرآنِ کریم کے ناموں میں سے ایک نام ''تذکرہ'' ہے، قادیانیوں نے مرزا غلام احمد کی ''وحی'' کو ایک کتاب کی شکل میں مرتب کیا ہے، اور اس کا نام ''تذکرہ'' رکھا ہے، یہ گویا قادیانی قرآن ہے،...نعوذ باللہ...اور یہ قادیانی وحی کوئی معمولی قسم کا الہام نہیں جو اولیاء اللہ کو ہوتا ہے، بلکہ ان کے نزدیک یہ وحی، قرآنِ کریم کے ہم سنگ ہے، ملاحظہ فرمائیے:

۱-''اور میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں، ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرّہ کے خدا کی اس کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی۔'' (ایک غلطی کا ازالہ ص:۶ طبع شدہ ربوہ)

۲-''مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآنِ کریم پر۔''

(اربعین ص:۱۱۲، طبع شدہ ربوہ)

۳-''میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان الہامات پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ قرآن شریف پر اور خدا کی دُوسری کتابوں پر اور جس طرح میں قرآن شریف کو یقینی اور قطعی طور پر خدا کا کلام جانتا ہوں، اسی طرح اس کلام کو بھی جو میرے اُوپر نازل ہوتا ہے خدا کا کلام یقین کرتا ہوں۔''

(حقیقۃ الوحی ص:۲۲۰ طبع شدہ ربوہ)

۳:...اسلام کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد معجزہ دِکھانے کا دعویٰ کفر ہے، کیونکہ معجزہ دِکھانا صرف نبی کی خصوصیت ہے، پس جو شخص معجزہ دِکھانے کا دعویٰ کرے، وہ مدعیٔ نبوّت ہونے کی وجہ سے کافر ہے، شرحِ فقہِ اکبر میں علامہ مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"التحدی فرع دعوی النبوة ودعوی النبوة بعد نبینا صلی الله علیه وسلم کفر بالإجماع۔" (ص:۲۰۲)

ترجمہ:..."معجزہ دِکھانے کا دعویٰ فرع ہے، دعویٔ نبوّت کی، اور نبوّت کا دعویٰ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بالاجماع کفر ہے۔"

اس کے برعکس قادیانی، مرزا غلام احمد کی وحی کے ساتھ اس کے "معجزات" پر بھی ایمان رکھتے ہیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو... نعوذ باللہ... قصے اور کہانیاں قرار دیتے ہیں، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی صورت میں نبی ماننے کے لئے تیار ہیں جبکہ مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی نبی مانا جائے، ورنہ ان کے نزدیک نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں اور نہ دینِ اسلام، دین ہے، مرزا غلام احمد لکھتے ہیں:

"وہ دین، دین نہیں ہے اور نہ وہ نبی، نبی ہے، جس کی متابعت سے انسان خدا تعالیٰ سے اس قدر نزدیک نہیں ہوسکتا کہ مکالماتِ الٰہی سے مشرف ہوسکے، وہ دین لعنتی اور قابلِ نفرت ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ صرف چند منقول باتوں پر (یعنی اسلامی شریعت پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، ناقل) انسانی ترقیات کا انحصار ہے اور وحیٔ الٰہی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہے، سو ایسا دین بہ نسبت اس کے کہ اس کو رحمانی کہیں، شیطانی کہلانے کا زیادہ مستحق ہے۔" (رُوحانی خزائن ج:۲۱ ص:۳۰۶، ضمیمہ براہینِ احمدیہ حصہ پنجم ص:۱۳۹)

"یہ کس قدر لغو اور باطل عقیدہ ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وحیٔ الٰہی کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہوگیا اور آئندہ کو قیامت تک اس کی کوئی بھی اُمید نہیں۔ صرف قصوں کی پوجا کرو، پس کیا ایسا مذہب کچھ مذہب ہوسکتا ہے کہ جس میں براہِ راست خدا تعالیٰ کا کچھ بھی پتا نہیں لگتا..... میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس زمانے میں مجھ سے زیادہ بیزار ایسے مذہب سے اور کوئی نہ ہوگا، میں ایسے مذہب کا نام شیطانی مذہب رکھتا ہوں نہ کہ رحمانی۔" (رُوحانی خزائن ج:۲۱ ص:۳۵۴، ضمیمہ براہینِ احمدیہ حصہ پنجم ص:۱۸۳)

"اگر سچ پوچھو تو ہمیں قرآنِ کریم پر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اسی (مرزا) کے ذریعے ایمان حاصل ہوا، ہم قرآنِ کریم کو خدا کا کلام اس لئے یقین کرتے ہیں کہ اس کے ذریعے آپ (مرزا) کی نبوّت ثابت ہوتی ہے۔ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت پر اس لئے ایمان لاتے ہیں کہ اس سے آپ (مرزا) کی نبوّت کا ثبوت ملتا ہے، نادان ہم پر اعتراض کرتا ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود (مرزا) کو نبی مانتے ہیں، اور کیوں اس کے کلام کو خدا کا کلام یقین کرتے ہیں، وہ نہیں جانتا کہ قرآنِ کریم پر یقین ہمیں اس کے کلام کی وجہ سے ہوا اور محمد

صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت پر یقین اس (مرزا) کی نبوّت سے ہوا ہے۔''

(مرزا بشیرالدین کی تقریر ''الفضل'' قادیان جلد:۳ مؤرخہ ۱۱؍جولائی ۱۹۲۵ء)

مرزا صاحب کی مندرجہ بالا دونوں عبارتوں سے واضح ہے کہ اگر مرزا صاحب پر وحیٔ الٰہی کا نزول تسلیم نہ کیا جائے اور مرزا غلام احمد کو نبی نہ مانا جائے تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت بھی ان کے نزدیک... نعوذ باللہ... باطل ہے، اور دینِ اسلام محض قصوں کہانیوں کا مجموعہ ہے۔ مرزا صاحب ایسے اسلام کو لعنتی، شیطانی اور قابلِ نفرت قرار دے کر اس سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں، بلکہ سب دہریوں سے بڑھ کر اپنے دہریہ ہونے کا اعلان کرتے ہیں، مسلمانوں کو نظرِ عبرت سے دیکھنا چاہئے، کیا اس سے بڑھ کر کوئی کفر و اِلحاد اور زندقہ اور بددینی ہوسکتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دینِ اسلام کو اس طرح پیٹ بھر کر گالیاں نکالی جائیں؟

۴:... مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ''محمد رسول اللہ'' ہیں، لیکن مرزا غلام احمد قادیانی نے اشتہار ''ایک غلطی کا ازالہ'' میں اپنے الہام کی بنیاد پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ خود ''محمد رسول اللہ'' ہے... نعوذ باللہ... چونکہ قادیانی، مرزا غلام احمد کی ''وحی'' پر قطعی ایمان رکھتے ہیں، اس لئے وہ مرزا آنجہانی کو ''محمد رسول اللہ'' مانتے ہیں اور جو شخص مرزا کو ''محمد رسول اللہ'' نہ مانے، اسے کافر سمجھتے ہیں۔

۵:... قرآنِ کریم اور احادیثِ متواترہ کی بنا پر مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمانوں پر اُٹھالیا گیا اور وہ قربِ قیامت میں نازل ہوکر دجال کو قتل کریں گے۔[1] لیکن مرزائیوں کا عقیدہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی، عیسیٰ ہے، اور قرآن و حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کی جو خبر دی گئی ہے، اس سے مراد مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔

قادیانیوں کے اس طرح بے شمار زندیقانہ عقائد ہیں جن پر علمائے اُمت نے بہت سی کتابیں تالیف فرمائی ہیں، اس لئے مرزائیوں کا کافر و مرتد اور ملحد و زندیق ہونا روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔

چہارم:... نمازِ جنازہ صرف مسلمانوں کی پڑھی جاتی ہے، کسی غیرمسلم کا جنازہ جائز نہیں، قرآنِ کریم میں ہے:

''وَلَا تصل علیٰ احد منهم مات ابدًا ولَا تقم علیٰ قبره انهم كفروا بالله ورسوله وماتوا وهم فٰسقون۔'' (التوبہ:۸۳)

ترجمہ:... ''اور ان میں کوئی مرجائے تو اس (کے جنازے) پر کبھی نماز نہ پڑھ اور نہ (دفن کے لئے) اس کی قبر پر کھڑے ہوجئے، کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ حالتِ کفر ہی میں مرے ہیں۔''

---

(۱) عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: والذی نفسی بيده! ليوشكنّ أن ينزل فيكم ابن مريم حَكمًا عدلًا فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويفيض المال حتّی لَا يقبله أحد حتّی تكون السجدة الواحدة خيرًا من الدنيا وما فيها، ثم يقول أبوهريرة: فاقرؤا إن شئتم: وإن من أهل الكتٰب إلّا ليؤمننّ به قبل موته ... الآية. متفق عليه. (مشكٰوة، الفصل الأوّل، باب نزول عيسٰی عليه السلام)، تفصیل کے لئے دیکھئے: التصريح بما تواتر فی نزول المسيح۔ طبع دار العلوم كراچی۔

اور تمام فقہائے اُمت اس پر متفق ہیں کہ جنازہ کے جائز ہونے کے لئے شرط ہے کہ میّت مسلمان ہو، غیر مسلم کا جنازہ بالاجماع جائز نہیں، نہ اس کے لئے دُعائے مغفرت کی اجازت ہے، اور نہ اس کو مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن کرنا ہی جائز ہے۔

ان تمہیدات کے بعد اب بالترتیب سوالوں کا جواب لکھا جاتا ہے۔

جواب، سوالِ اوّل:... جن مسلمانوں نے مرزائی مرتد کا جنازہ پڑھا ہے، اگر وہ اس کے عقائد سے ناواقف تھے تو انہوں نے بُرا کیا، اس پر ان کو اِستغفار کرنا چاہئے، کیونکہ مرزائی مرتد کا جنازہ پڑھ کر انہوں نے ایک ناجائز فعل کا ارتکاب کیا ہے۔

اور اگر ان لوگوں کو معلوم تھا کہ یہ شخص مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتا ہے، اس کی ''وحی'' پر ایمان رکھتا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کا منکر ہے، اس علم کے باوجود انہوں نے اس کو مسلمان سمجھا اور مسلمان سمجھ کر ہی اس کا جنازہ پڑھا تو ان تمام لوگوں کو جو جنازہ میں شریک تھے، اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کرنی چاہئے، کیونکہ ایک مرتد کے عقائد کو اِسلام سمجھنا کفر ہے،[1] اس لئے ان کا ایمان بھی جاتا رہا، اور نکاح بھی باطل ہوگیا۔[2] ان میں سے کسی نے اگر حج کیا تھا تو اس پر دوبارہ حج کرنا بھی لازم ہے۔[3]

یہاں یہ ذکر کر دینا بھی ضروری ہے کہ قادیانیوں کے نزدیک کسی مسلمان کا جنازہ جائز نہیں، یہاں تک کہ مسلمانوں کے معصوم بچے کا جنازہ بھی قادیانیوں کے نزدیک جائز نہیں، چنانچہ قادیانیوں کے خلیفہ دوم مرزا محمود اپنی کتاب ''انوارِ خلافت'' میں لکھتے ہیں:

''ایک اور سوال رہ جاتا ہے کہ غیر احمدی (یعنی مسلمان) تو حضرت مسیحِ موعود (غلام احمد قادیانی) کے منکر ہوئے، اس لئے ان کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہئے، لیکن اگر کسی غیر احمدی کا چھوٹا بچہ مرجائے تو اس کا جنازہ کیوں نہ پڑھا جائے وہ تو مسیحِ موعود کا منکر نہیں؟

میں یہ سوال کرنے والے سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ بات دُرست ہے تو پھر ہندوؤں اور عیسائیوں کے بچوں کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا جاتا؟ کتنے لوگ ہیں جو ان کا جنازہ پڑھتے ہیں؟ اصل بات یہ ہے کہ جو ماں باپ کا مذہب ہوتا ہے شریعت وہی مذہب بچے کا قرار دیتی ہے، پس غیر احمدی کا بچہ غیر احمدی ہوا، اس لئے اس کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہئے، پھر میں کہتا ہوں کہ بچہ گناہگار نہیں ہوتا، اس کو جنازے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ بچے کا جنازہ تو دُعا ہوتی ہے، اس کے پسماندگان کے لئے اور اس کے پسماندگان ہمارے نہیں، بلکہ غیر احمدی ہوتے ہیں، اس لئے بچے کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہئے۔'' (انوارِ خلافت ص:۹۳)

---

(۱) وفی المحیط من رضی بکفر نفسه فقد کفر أی إجماعًا وبکفر غیره اختلف المشائخ وذکر شیخ الإسلام ان الرّضا بکفر غیره إنما یکون کفرًا إذا کان یستجیزه ویستحسنه۔ (شرح فقه اکبر ص:۲۲۱، طبع دهلی)۔ وفی رد المحتار: قوله من هزل بلفظ کفر .... وکذا مخالفة أو إنکار ما أجمع علیه بعد العلم به لأن ذٰلک دلیل علٰی أن التصدیق مفقود۔ (ردالمحتار علی الدر المختار ج:۴ ص:۲۲۲، باب المرتد، طبع ایچ ایم سعید)۔

(۲) وفی شرح الوهبانیة للشرنبلالی: ما یکون کفرًا إتفاقًا یبطل العمل والنکاح وأولاده أولَاد الزنا وما فیه خلاف یؤمر بالإستغفار والتوبة وتجدید النکاح۔ (الدر المختار مع رد المحتار ج:۴ ص:۲۴۷)۔

(۳) من ارتد ثم أسلم وقد حج مرة فعلیه أن یحج ثانیًا۔ (خلاصة الفتاویٰ، کتاب ألفاظ الکفر ج:۴ ص:۳۸۳، طبع کوئٹه، رد المحتار، باب المرتد ج:۴ ص:۲۵۲)۔

اخبار "الفضل" مؤرخہ ۲۳ر اکتوبر ۱۹۲۲ء میں مرزا محمود کا ایک فتویٰ شائع ہوا کہ:

"جس طرح عیسائی بچے کا جنازہ نہیں پڑھا جاسکتا ہے، اگرچہ وہ معصوم ہی ہوتا ہے، اسی طرح ایک غیر احمدی کے بچے کا بھی جنازہ نہیں پڑھا جاسکتا ہے۔"

چنانچہ اپنے مذہب کی پیروی کرتے ہوئے چوہدری ظفر اللہ خان نے قائدِ اعظم کا جنازہ نہیں پڑھا، اور منیر انکوائری عدالت میں جب اس کی وجہ دریافت کی گئی تو انہوں نے کہا:

"نمازِ جنازہ کے اِمام مولانا شبیر احمد عثمانی، احمدیوں کو کافر، مرتد اور واجب القتل قرار دے چکے تھے، اس لئے میں اس نماز میں شریک ہونے کا فیصلہ نہ کرسکا، جس کی اِمامت مولانا کر رہے تھے۔"

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت پنجاب ص:۲۱۲)

لیکن عدالت سے باہر جب ان سے یہ بات پوچھی گئی کہ آپ نے قائدِ اعظم کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا؟ تو انہوں نے جواب دیا:

"آپ مجھے کافر حکومت کا مسلمان وزیر سمجھ لیں یا مسلمان حکومت کا کافر نوکر۔"

("زمیندار" لاہور ۸ر فروری ۱۹۵۰ء)

اور جب اخبارات میں چوہدری ظفر اللہ خان کی اس ہٹ دھرمی کا چرچا ہوا تو جماعتِ احمدیہ ربوہ کی طرف سے اس کا جواب یہ دیا گیا:

"جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خان پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے قائدِ اعظم کا جنازہ نہیں پڑھا، تمام دُنیا جانتی ہے کہ قائدِ اعظم احمدی نہ تھے، لہٰذا جماعتِ احمدیہ کے کسی فرد کا ان کا جنازہ نہ پڑھنا کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں۔" (ٹریکٹ ۲۲، احراری علماء کی راست گوئی کا نمبر، ناشر مہتمم نشر و اشاعت انجمن احمدیہ ربوہ ضلع جھنگ)

قادیانیوں کے اخبار "الفضل" نے اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے:

"کیا یہ حقیقت نہیں کہ ابوطالب بھی قائدِ اعظم کی طرح مسلمانوں کے بہت بڑے محسن تھے، مگر نہ مسلمانوں نے آپ کا جنازہ پڑھا اور نہ رسولِ خدا نے۔" ("الفضل" ربوہ ۲۸ر اکتوبر ۱۹۵۲ء)

کس قدر لائقِ شرم بات ہے کہ قادیانی تو مسلمانوں کو ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں کی طرح کافر سمجھتے ہوئے نہ ان کے بڑے سے بڑے آدمی کا جنازہ پڑھیں اور نہ ان کے معصوم بچوں کا، کیا ایک مسلمان کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ قادیانی مرتد کا جنازہ پڑھے؟ کیا اس کی غیرت اس کو برداشت کرسکتی ہے...؟

جواب، سوالِ دوم:... جب یہ معلوم ہوا کہ قادیانی، کافر و مرتد ہیں، تو اسی سے یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ کسی مسلمان لڑکی کا نکاح مرزائی مرتد سے نہیں ہوسکتا،[1] اسلام کی رُو سے یہ خالص زنا ہے، اگر کسی مسلمان نے لاعلمی اور بے خبری کی وجہ سے کسی مرزائی کو

(۱) ولَا یصلح أن ینکح مرتد أو مرتدة أحدًا من الناس مطلقًا۔ (الدر المختار مع الرد المحتار ج:۳ ص:۲۰۰)۔

لڑکی بیاہ دی ہے تو اس کا فرض ہے کہ علم ہوجانے کے بعد اپنے گناہ سے توبہ کرے اور لڑکی کو قادیانیوں کے چنگل سے واگزار کرائے۔

واضح رہے کہ مرزائیوں کے نزدیک مسلمانوں کی وہی حیثیت ہے جو ہمارے نزدیک یہودیوں اور عیسائیوں کی ہے، مرزائیوں کے نزدیک مسلمانوں سے لڑکیاں لینا تو جائز ہے، لیکن مسلمانوں کو دینا جائز نہیں، مرزا محمود کا فتویٰ ہے:

''جو شخص اپنی لڑکی کا رشتہ غیر احمدی لڑکے کو دیتا ہے، میرے نزدیک وہ احمدی نہیں، کوئی شخص کسی کو غیر مسلم سمجھتے ہوئے اپنی لڑکی اس کے نکاح میں نہیں دے سکتا۔''

''سوال:- جو نکاح خواں ایسا نکاح پڑھائے، اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب:- ایسے نکاح خواں کے متعلق ہم وہی فتویٰ دیں گے جو اس شخص کی نسبت دیا جاسکتا ہے، جس نے ایک مسلمان لڑکی کا نکاح ایک عیسائی یا ہندو لڑکے سے پڑھ دیا ہو۔

سوال:- کیا ایسا شخص جس نے غیر احمدیوں سے اپنی لڑکی کا رشتہ کیا ہے، وہ دُوسرے احمدیوں کو شادی میں مدعو کرسکتا ہے؟

جواب:- ایسی شادی میں شریک ہونا بھی جائز نہیں۔'' (اخبار ''الفضل'' قادیان ۲۳ مئی ۱۹۲۱ء)

پس جس طرح مرزا محمود کے نزدیک وہ شخص مرزائی جماعت سے خارج ہے جو کسی مسلمان لڑکے کو اپنی لڑکی بیاہ دے، اسی طرح وہ مسلمان بھی دائرۂ اسلام سے خارج ہے جو قادیانیوں کے عقائد سے واقف ہونے کے بعد کسی مرتد مرزائی کو اپنی لڑکی دینا جائز سمجھے، اور جس طرح مرزا محمود کے نزدیک کسی مرزائی لڑکی کا نکاح کسی مسلمان لڑکے سے پڑھانا ایسا ہے جیسا کہ کسی ہندو یا عیسائی سے، اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ کسی مرزائی مرتد کو داماد بنانا ایسا ہے جیسے کسی ہندو، سکھ، چوہڑے کو داماد بنالیا جائے۔

جواب، سوالِ سوم:... کسی مسلمان کے لئے مرزائی مرتدین کے ساتھ مسلمانوں کا سا سلوک کرنا حرام ہے، ان کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، ان کی شادی غمی میں شرکت کرنا یا ان کو اپنی شادی غمی میں شریک کرانا حرام اور قطعی حرام ہے۔ جو لوگ اس معاملے میں رواداری سے کام لیتے ہیں وہ خدا اور رسول کے غضب کو دعوت دیتے ہیں، ان کو اس سے توبہ کرنی چاہئے، اور مرزائیوں سے اس قسم کے تمام تعلقات ختم کردینے چاہئیں۔ قادیانی خدا اور رسول کے دُشمن ہیں اور خدا اور رسول کے دُشمنوں سے دوستانہ تعلقات رکھنا کسی مؤمن کا کام نہیں ہوسکتا۔

قرآن مجید میں ہے:

"لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ، وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ، اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ، وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا، رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ، اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللهِ، اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔" (المجادلہ:۲۲)

ترجمہ:... ''جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں، آپ ان کو نہ دیکھیں گے

کہ وہ ایسے شخصوں سے دوستی رکھیں جو اللہ اور رسول کے برخلاف ہیں، گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ ہی کیوں نہ ہوں، ان لوگوں کے دِلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کردیا ہے، اور ان (کے قلوب) کو اپنے فیض سے قوت دی ہے، (فیض سے مراد نور ہے) اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوں گے، یہ لوگ اللہ کا گروہ ہے، خوب سن لو! کہ اللہ ہی کا گروہ فلاح پانے والا ہے۔'' (ترجمہ: حضرت تھانویؒ)

آخیر میں یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ پاکستان کے آئین میں قادیانیوں کو ''غیرمسلم اقلیت'' قرار دیا گیا، لیکن قادیانیوں نے تاحال نہ تو اس فیصلے کو تسلیم کیا ہے اور نہ انہوں نے پاکستان میں غیرمسلم شہری (ذمی) کی حیثیت سے رہنے کا معاہدہ کیا ہے، اس لئے ان کی حیثیت ذمیوں کی نہیں بلکہ ''محارب کافروں'' کی ہے، اور محاربین سے کسی قسم کا تعلق رکھنا شرعاً جائز نہیں۔[1]

قادیانی مردے کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا اور فاتحہ دُعا و اِستغفار کرنا حرام ہے

سوال:... قادیانی مردے کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا اور ان کے ساتھ مسلمانوں کا جانا، فاتحہ پڑھنا، گھر میں جاکر سوگ اور اظہارِ ہمدردی کرنا، ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی میں شرکت کرنا کیسا ہے؟

جواب:... قادیانی، کافر و مرتد اور زندیق ہیں، ان کے دفن میں شرکت کرنا، ان کی فاتحہ پڑھنا، ان کے لئے دُعا و اِستغفار کرنا حرام ہے، مسلمانوں کو ان سے مکمل قطع تعلق کرنا چاہئے۔[2]

قادیانی مردہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا ناجائز ہے

سوال:... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس سلسلے میں کہ بعض دفعہ قادیانی اپنے مردے مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن کردیتے ہیں، اور پھر مسلمانوں کی طرف سے مطالبہ ہوتا ہے کہ ان کو نکالا جائے، تو کیا قادیانی کا مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں؟ اور مسلمانوں کے اس طرزِ عمل کا کیا جواز ہے؟

جواب:... قادیانی غیرمسلم اور زندیق ہیں، ان پر مرتدین کے اَحکام جاری ہوتے ہیں، کسی غیرمسلم کی نمازِ جنازہ جائز نہیں، چنانچہ قرآنِ کریم میں اس کی صاف ممانعت موجود ہے، ارشادِ خداوندی ہے:

---

(۱) یعلم مما ھنا حکم الدروز والتیامنة .... ویتکلمون فی جناب نبیّنا صلی الله علیه وسلم کلمات فظیعة .... ونقل عن علماء المذاھب الأربعة أنه لَا یحل إقرارھم فی دیار الْإسلام بجزیة ولَا غیرھا ولَا تحل مناکحتھم ولَا ذبائحھم وفیھم فتوی الخیریة أیضًا فراجعھا۔ والحاصل أنھم یصدق علیھم إسم الزندیق والمنافق والملحد ...إلخ۔ (رد المحتار ج:۴ ص:۲۴۴، باب المرتد، طبع ایچ ایم سعید)۔

(۲) ولَا تصل علٰی أحد منھم مات أبدًا ولَا تقم علٰی قبرہ۔ (التوبة:۸۴)۔ وفی التفسیر: والمراد من الصلاة المنھی عنھا صلاة المیت المعروفة وھی متضمنة للدعاء والْإستغفار والْإستشفاع ...إلخ۔ (تفسیر رُوح المعانی ج:۱۰ ص:۱۵۵، طبع دار إحیاء التراث العربی، بیروت)۔

"ولَا تصل علٰی احد منهم مات ابدًا ولَا تقم علی قبره، انهم كفروا بالله ورسوله وماتوا وهم فٰسقون۔" (التوبہ:۸۴)

ترجمہ:... "اور نماز نہ پڑھ ان میں سے کسی پر جو مر جاوے کبھی اور نہ کھڑا ہو اس کی قبر پر، وہ منکر ہوئے اللہ سے اور اس کے رسول سے اور وہ مر گئے نافرمان۔" (ترجمہ: حضرت شیخ الہندؒ)

اسی طرح کسی غیرمسلم کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں، جیسا کہ آیتِ کریمہ کے الفاظ "ولَا تقم علٰی قبره" سے معلوم ہوتا ہے، چنانچہ اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں اور غیرمسلموں کے قبرستان ہمیشہ الگ الگ رہے، پس کسی مسلمان کے اسلامی حقوق میں سے ایک حق یہ ہے کہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے، علامہ سعدالدین مسعود بن عمر بن عبداللہ التفتازانی (المتوفی ۷۹۱ھ) "شرح المقاصد" میں ایمان کی تعریف میں مختلف اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: اگر ایمان دِل و زبان سے تصدیق کرنے کا نام ہو تو اقرار رُکنِ ایمان ہوگا، اور ایمان تصدیق مع الاقرار کو کہا جائے گا، لیکن اگر ایمان صرف تصدیقِ قلبی کا نام ہو:

"فان الْاِقرار حينئذ شرط لِاجراء الأحكام عليه فی الدنيا من الصلاة عليه وخلفه، والدفن فی مقابر المسلمين والمطالبة بالعشور والزكاوات ونحو ذٰلك۔"

(شرح المقاصد ج:۲ ص:۲۴۸ مطبوعہ دارالمعارف النعمانیہ لاہور)

ترجمہ:... "تو اقرار اس صورت میں، اس شخص پر دُنیا میں اسلام کے اَحکام جاری کرنے کے لئے شرط ہوگا، یعنی اس کی نمازِ جنازہ، اس کے پیچھے نماز پڑھنا، اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا، اس سے زکوٰۃ و عشر کا مطالبہ کیا جانا اور اس طرح کے دیگر اُمور۔"

اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا بھی اسلامی حقوق میں سے ایک ہے، جو صرف مسلمان کے ساتھ خاص ہیں، اور یہ کہ جس طرح کسی غیرمسلم کی اِقتدا میں نماز جائز نہیں، اس کی نمازِ جنازہ جائز نہیں، اور اس سے زکوٰۃ و عشر کا مطالبہ دُرست نہیں، ٹھیک اسی طرح کسی غیرمسلم مردے کو مسلمانوں کے قبرستان میں جگہ دینا بھی جائز نہیں، اور یہ کہ یہ مسئلہ تمام اُمتِ مسلمہ کا متفق علیہ اور مُسلَّمہ مسئلہ ہے، جس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں، چنانچہ ذیل میں مذاہبِ اَربعہ کی مستند کتابوں سے اس مسئلے کی تصریحات نقل کی جاتی ہیں، واللہ الموفق!

فقہِ حنفی:... شیخ زین الدین ابن نجیم المصری (المتوفی ۹۷۰ھ) "الاشباہ والنظائر" کے فنِ اوّل قاعدۂ ثانیہ کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"قال الحاكم فی الكافی من كتاب التحری: واذا اختلط موتی المسلمين وموتی الكفار، فمن كانت عليه علامة المسلمين صلی عليه، ومن كانت عليه علامة الكفار ترك، فان لم تكن عليهم علامة والمسلمون اكثر، غسلوا وكفنوا وصلی عليهم وينوون

بالصلاة والدعاء للمسلمين دون الكفار، ويدفنون في مقابر المسلمين، وان كان الفريقان سواء او كانت الكفار اكثر، لم يصل عليهم، ويغسلون ويكفنون ويدفنون في مقابر المشركين۔" (الاشباہ والنظائر ج:۱ ص:۱۵۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)

ترجمہ:..."امام حاکم "الکافی" کی کتاب التحری میں فرماتے ہیں: اور جب مسلمان اور کافر مردے خلط ملط ہوجائیں تو جن مُردوں پر مسلمانوں کی علامت ہوگی ان کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی، اور جن پر کفار کی علامت ہوئی ان کی نمازِ جنازہ نہیں ہوگی۔ اور اگر ان پر کوئی شناختی علامت نہ ہوتو اگر مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوتو سب کو غسل وکفن دے کر ان کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی، اور نیت یہ کی جائے گی کہ ہم صرف مسلمانوں پر نماز پڑھتے ہیں اور ان کے لئے دُعا کرتے ہیں، اور ان سب کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا، اور اگر دونوں فریق برابر ہوں یا کافروں کی اکثریت ہوتو ان کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، ان کو غسل وکفن دے کر غیرمسلموں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔"

نیز دیکھئے: "نفع المفتی والسائل" از مولانا عبدالحی لکھنوی (المتوفی ۱۳۰۴ھ) اواخر کتاب الجنائز۔

مندرجہ بالا مسئلے سے معلوم ہوا کہ اگر مسلمان اور کافر مردے مختلط ہوجائیں اور مسلمانوں کی شناخت نہ ہوسکے تو اگر دونوں فریق برابر ہوں، یا کافر مُردوں کی اکثریت ہوتو اس صورت میں مسلمان مُردوں کو بھی اشتباہ کی بنا پر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہ ہوگا، اسی سے یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ جو مردہ قطعی طور پر غیرمسلم، مرتد قادیانی ہو، اس کا مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا بدرجہ اَولیٰ جائز نہیں، اور کسی صورت میں بھی اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

نیز "الاشباہ والنظائر" فن ثانی، کتاب السیَر، باب الردۃ کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"واذا مات او قتل على ردته لم يدفن في مقابر المسلمين ولا اهل ملّة وانما يلقى في حفرة كالكلب۔" (الاشباہ والنظائر ج:۱ ص:۲۹۱، مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)

ترجمہ:..."اور جب مرتد مرجائے یا ارتداد کی حالت میں قتل کردیا جائے تو اس کو نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے اور نہ کسی اور ملت کے قبرستان میں، بلکہ اسے کتے کی طرح گڑھے میں ڈال دیا جائے۔"

مندرجہ بالا جزئیہ قریباً تمام کتبِ فقہیہ میں کتاب الجنائز اور کتاب السیَر، باب المرتد میں ذکر کیا گیا ہے، مثلاً: درمختار میں ہے:

"اما المرتد فيلقى في حفرة كالكلب۔"

ترجمہ:..."لیکن مرتد کو کتے کی طرح گڑھے میں ڈال دیا جائے۔"

علامہ محمد امین بن عابدین شامیؒ اس کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"ولَا يغسل ولَا يكفن ولَا يدفع الى من انتقل الى دينهم، بحر عن الفتح۔"

(رد المحتار ج:۲ ص:۲۳۰، مطبوعہ کراچی)

ترجمہ:... "نہ اسے غسل دیا جائے، نہ کفن دیا جائے، نہ اسے ان لوگوں کے سپرد کیا جائے جن کا مذہب اس مرتد نے اختیار کیا۔"

قادیانی چونکہ زندیق اور مرتد ہیں، اس لئے اگر کسی کا عزیز قادیانی مرتد ہوجائے تو نہ اسے غسل دے، نہ کفن دے، نہ اسے مرزائیوں کے سپرد کرے، بلکہ گڑھا کھود کر اسے کتے کی طرح اس میں ڈال دے، اسے نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں، بلکہ کسی اور مذہب وملت کے قبرستان یا مرگھٹ، مثلاً: یہودیوں کے قبرستان اور نصرانیوں کے قبرستان میں دفن کرنا بھی جائز نہیں۔

فقہِ مالکی:... قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ المالکی الاشبیلی المعروف بابن العربیؒ (المتوفی ۵۴۳ھ) سورۃ الاعراف کی آیت:۱۷۲ کے تحت متأوّلین کے کفر پر گفتگو کرتے ہوئے "قدریہ" کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اختلف علماء المالكية فى تكفيرهم علىٰ قولين، فالصريح من اقوال مالك تكفيرهم۔"

ترجمہ:... "علمائے مالکیہ کے ان کی تکفیر میں دو قول ہیں، چنانچہ امام مالکؒ کے اقوال سے صاف طور پر ثابت ہے کہ وہ کافر ہیں۔"

آگے دُوسرے قول (عدمِ تکفیر) کی تضعیف کرنے کے بعد امام مالکؒ کے قول پر تفریع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فلا يناكحوا ولَا يصلى عليهم فان خيف عليهم الضيعة دفنوا كما يدفن الكلب۔

فان قيل: واين يدفنون؟ قلنا: لَا يؤذى بجوارهم مسلم۔"

(احکام القرآن لابن العربی جلد: دوم صفحات مسلسل:۸۰۲، مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:... "پس نہ ان سے رشتہ ناتا کیا جائے، نہ ان کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے، اور اگر ان کا کوئی والی وارث نہ ہو اور ان کی لاش ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو کتے کی طرح کسی گڑھے میں ڈال دیا جائے۔

اگر یہ سوال ہو کہ انہیں کہاں دفن کیا جائے؟ تو ہمارا جواب یہ ہے کہ کسی مسلمان کو ان کی ہمسائیگی سے ایذا نہ دی جائے (یعنی مسلمانوں کے قبرستانوں میں انہیں دفن نہ کیا جائے)۔"

فقہِ شافعی:... الشیخ الامام جمال الدین ابواسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف الشیرازی الشافعیؒ (المتوفی ۴۷۶ھ) اور امام محی الدین یحییٰ بن شرف النوویؒ (المتوفی ۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

"قال المصنف رحمه الله ولَا يدفن كافر فى مقبرة المسلمين ولَا مسلم فى مقبرة الكفار۔

الشـرح: اتـفـق اصـحـابـنـا رحمهم الله علىٰ انه لَا يدفن مسلم فى مقبرة كفار، ولَا كـافـر فى مقبرة مسلمين، ولو ماتت ذمية حامل بمسلم ومات جنينها فى جوفها ففيه اوجه (الـصـحـيـح) انهـا تـدفـن بين مقابر المسلمين والكفار، ويكون ظهرها الى القبلة لأن وجه الـجـنـيـن الـى ظهـر امّـه هٰكذا قطع به ابن الصباغ والشاشى وصاحب البيان وغيرهم وهو المشهور۔" (شرح مہذب ج:۵ ص:۲۸۵ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:... "مصنف فرماتے ہیں: اور نہ دفن کیا جائے کسی کافر کو مسلمانوں کے قبرستان میں، اور نہ کسی مسلمان کو کافروں کے قبرستان میں۔

شرح: اس مسئلے میں ہمارے اصحاب (شافعیہ) کا اتفاق ہے کہ کسی مسلمان کو کافروں کے قبرستان میں اور کسی کافر کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کیا جائے گا، اور اگر کوئی ذمی عورت مرجائے جو اپنے مسلمان شوہر سے حاملہ تھی، اور اس کے پیٹ کا بچہ بھی مرجائے تو اس میں چند وجہیں ہیں، صحیح یہ ہے کہ اس کو مسلمانوں اور کافروں کے قبرستان کے درمیان الگ دفن کیا جائے گا، اور اس کی پشت قبلے کی طرف کی جائے گی، کیونکہ پیٹ کے بچے کا منہ اس کی ماں کی پشت کی طرف ہوتا ہے، ابن الصباغ، شاشی، صاحب البیان اور دیگر حضرات نے اسی قول کو جزماً اختیار کیا ہے، اور یہی ہمارے مذہب کا مشہور قول ہے۔"

فقہِ حنبلی:... الشیخ الامام موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المقدسی الحنبلیؒ (المتوفی ۶۲۰ھ) "المغنی" میں اور امام شمس الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد بن قدامۃ المقدسی الحنبلیؒ (المتوفی ۶۸۲ھ) "الشرح الکبیر" میں لکھتے ہیں:

"مسـألـة: قـال: وان مـاتـت نـصـرانـيـة وهـى حـامـلـة من مسلم دفنت بين مقبرة الـمـسـلـمـيـن ومقبرة النصارىٰ، اختار هذا احمد، لأنها كافرة لَا تدفن فى مقبرة المسلمين فيتأذوا بعذابها، ولَا فى مقبرة الكفار، لأن ولدها مسلم فيتأذى بعذابهم، وتدفن منفردة، مع أنـه روى عـن واثـلـة بـن الأسـقـع مثـل هٰذا الـقـول، وروى عـن عـمـر أنها تدفن فى مقابر الـمـسـلـمـيـن، قال ابن المنذر: لَا يثبت۔ ذٰلك قال اصحابنا ويجعل ظهرها الى القبلة على جـانـبـهـا الأيـسـر لـيـكـون وجـه الـجـنـيـن الى القبلة على جانبه الأيمن، لأن وجه الجنين الى ظهرها۔" (المغنی مع الشرح الکبیر ج:۲ ص:۴۲۳، مطبوعہ بیروت ۱۴۰۳ھ)

ترجمہ:... "اور اگر نصرانی عورت جو اپنے مسلمان شوہر سے حاملہ تھی، مرجائے تو اسے (نہ تو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے اور نہ نصاریٰ کے قبرستان میں، بلکہ) مسلمانوں کے قبرستان اور نصاریٰ کے قبرستان کے درمیان الگ دفن کیا جائے، امام احمدؒ نے اس کو اس لئے اختیار کیا ہے کہ وہ عورت تو کافر ہے، اس کو

مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کیا جائے گا کہ اس کے عذاب سے مسلمان مُردوں کو ایذا نہ ہو، اور نہ اسے کافروں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا، کیونکہ اس کے پیٹ کا بچہ مسلمان ہے، اسے کافروں کے عذاب سے ایذا ہوگی، اس لئے اس کو الگ دفن کیا جائے گا۔ اسی کے ساتھ یہ بھی حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے اسی قول کے مثل مروی ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جو مروی ہے کہ ایسی عورت کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا، ابن المنذر کہتے ہیں کہ یہ روایت حضرت عمرؓ سے ثابت نہیں۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ اس نصرانی عورت کو بائیں کروٹ پر لٹا کر اس کی پشت قبلے کی طرف کی جائے تاکہ بچے کا منہ قبلے کی طرف رہے، اور وہ داہنی کروٹ پر ہو، کیونکہ پیٹ میں بچے کا چہرہ عورت کی پشت کی طرف ہوتا ہے۔''

مندرجہ بالا تصریحات سے معلوم ہوا کہ یہ شریعتِ اسلامی کا متفق علیہ اور مُسلَّم مسئلہ ہے کہ کسی غیرمسلم کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کیا جاسکتا، شریعتِ اسلامی کا یہ مسئلہ اتنا صاف اور واضح ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی اپنی تحریروں میں اس کا حوالہ دیا ہے، چنانچہ جھوٹے مدعیانِ نبوّت کے بارے میں مرزا نے لکھا ہے:

''حافظ صاحب یاد رکھیں کہ جو کچھ رسالہ قطع الوتین میں جھوٹے مدعیانِ نبوّت کی نسبت بے سروپا حکایتیں لکھی گئی ہیں، وہ حکایتیں اس وقت تک ایک ذرّہ قابلِ اعتبار نہیں جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ مفتری لوگوں نے اپنے اس دعویٰ پر اصرار کیا اور توبہ نہ کی، اور یہ اصرار کیونکر ثابت ہوسکتا ہے جب تک اسی زمانے کی کسی تحریر کے ذریعے سے یہ امر ثابت نہ ہو کہ وہ لوگ اسی افترا اور جھوٹے دعویٰ نبوّت پر مرے، اور ان کا کسی اس وقت کے مولوی نے جنازہ نہ پڑھا اور نہ وہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔''

(تحفۃ الندوۃ ص:۷، رُوحانی خزائن ج:۱۹ ص:۹۵ مطبوعہ لندن)

اسی رسالے میں آگے چل کر لکھا ہے:

''پھر حافظ صاحب کی خدمت میں خلاصۂ کلام یہ ہے کہ میرے توبہ کرنے کے لئے صرف اتنا کافی نہ ہوگا کہ بفرضِ محال کوئی کتاب الہامی مدعیٔ نبوّت کی نکل آوے، جس کو وہ قرآن شریف کی طرح (جیسا کہ میرا دعویٰ ہے) خدا کی ایسی وحی کہتا ہو، جس کی صفت میں لاریب فیہ ہے، جیسا کہ میں کہتا ہوں، اور پھر یہ بھی ثابت ہوجائے کہ وہ بغیر توبہ کے مرا اور مسلمانوں نے اپنے قبرستان میں اس کو دفن نہ کیا۔''

(تحفۃ الندوۃ ص:۱۲، رُوحانی خزائن ج:۱۹ ص:۹۹-۱۰۰ مطبوعہ لندن)

مرزا غلام احمد قادیانی کی ان دونوں عبارتوں سے تین باتیں واضح ہوئیں، ایک یہ کہ جھوٹا مدعیٔ نبوّت کافر و مرتد ہے، اسی طرح اس کے ماننے والے بھی کافر و مرتد ہیں، وہ کسی اسلامی سلوک کے مستحق نہیں۔

دوم: یہ کہ کافر و مرتد کی نمازِ جنازہ نہیں، اور نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جاتا ہے۔

سوم: یہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبوّت کا دعویٰ ہے، اور وہ اپنی شیطانی وحی کو... نعوذ باللہ... قرآنِ کریم کی طرح سمجھتا ہے۔

پس اگر گزشتہ دور کے جھوٹے مدعیانِ نبوّت اس کے مستحق ہیں کہ ان کو اسلامی برادری میں شامل نہ سمجھا جائے، ان کی نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے، اور ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیا جائے تو مرزا غلام احمد قادیانی (جس کا جھوٹا دعویٰ نبوّت اظہر من الشمس ہے) اور اس کی ذُرّیتِ خبیثہ کا بھی یہی حکم ہے کہ نہ ان کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے، اور نہ ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے دیا جائے۔

رہا یہ سوال کہ اگر قادیانی چپکے سے اپنا مردہ مسلمانوں کے قبرستان میں گاڑ دیں تو اس کا کیا کیا جائے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ علم ہوجانے کے بعد اس کا اُکھاڑنا واجب ہے، اور اس کی چند وجہیں ہیں:

اوّل:... یہ کہ مسلمانوں کا قبرستان مسلمانوں کی تدفین کے لئے وقف ہے، کسی غیرمسلم کا اس میں دفن کیا جانا ''غصب'' ہے، اور جس مردہ کو غصب کی زمین میں دفن کیا جائے اس کا نبش (اُکھاڑنا) لازم ہے، جیسا کہ کتبِ فقہیہ میں اس کی تصریح ہے۔[1] کیونکہ کافر و مرتد کی لاش جبکہ غیرمحل میں دفن کی گئی ہو، لائقِ احترام نہیں، چنانچہ اِمام بخاریؒ نے صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ میں باب باندھا ہے: ''باب هل ينبش قبور مشركي الجاهلية .... الخ'' اور اس کے تحت یہ حدیث نقل کی ہے کہ مسجدِ نبوی کے لئے جو جگہ خریدی گئی، اس میں کافروں کی قبریں تھیں:

''فأمر النبي صلى الله عليه وسلم بقبور المشركين فنبشت۔''

(صحیح بخاری ج:۱ ص:۶۱ مطبوعہ حاجی نور محمد اصح المطابع)

ترجمہ:... ''پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی قبروں کو اُکھاڑنے کا حکم فرمایا، چنانچہ وہ اُکھاڑ دی گئیں۔''

حافظ ابنِ حجرؒ، اِمام بخاریؒ کے اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

''أي دون غيرها من قبور الأنبياء وأتباعهم لما في ذالک من الاهانة لهم بخلاف المشركين فانهم لا حرمة لهم۔'' (فتح الباری ج:۱ ص:۵۲۴ مطبوعہ دار النشر لاہور)

ترجمہ:... ''مشرکین کی قبروں کو اُکھاڑا جائے گا، انبیائے کرامؑ اور ان کے متبعین کی قبروں کو نہیں، کیونکہ اس میں ان کی اہانت ہے، بخلاف مشرکین کے، کہ ان کی کوئی حرمت نہیں۔''

حافظ بدرالدین عینیؒ (المتوفیٰ ۸۵۵ھ) اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''(فان قلت) كيف يجوز اخراجهم من قبورهم والقبر مختص بمن دفن فيه فقد

(۱) إذا دفن الميت في أرض غيره بغير مالكها فالمالک بالخيار إن شاء أمر بإخراج الميت وإن شاء سوّى الأرض وزرع فيها كذا في التجنيس. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۶۷، طبع رشيديه كوئٹه)، إذا دفن في أرض مغصوبة أو كفن في ثوب مغصوب ولم يرض صاحبه إلّا بنقله عن ملكه أو نزع ثوبه جاز أن يخرج منه باتفاق. (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح مع حاشية طحطاوي ص:۳۳۷، في حملها ودفنها، طبع مير محمد كتب خانه).

حازه فلا یجوز بیعه ولَا نقله عنه۔

(قلت) تلک القبور التی أمر النبی صلی الله علیه وسلم بنبشها لم تکن أملاکا لمن دفن فیها بل لعلها غصبت، فلذٰلک باعها ملاکها، وعلی تقدیر التسلیم أنها حبست فلیس بلازم، انما اللازم تحبیس المسلمین لَا الکفار، ولهٰذا قالت الفقهاء اذا دفن المسلم فی أرض مغصوبة یجوز اخراجه فضلًا عن المشرک۔"

(عمدۃ القاری ج:۴ ص:۱۷۹ طبع دار الطباعۃ العامرہ)

ترجمہ:... "اگر کہا جائے کہ مشرک و کافر مُردوں کو ان کی قبروں سے نکالنا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ جبکہ قبر، مدفون کے ساتھ مختص ہوتی ہے، اس لئے نہ اس جگہ کو بیچنا جائز ہے اور نہ مردے کو وہاں سے منتقل کرنا جائز ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قبریں جن کے اُکھاڑنے کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا غالباً دفن ہونے والوں کی ملک نہیں تھیں، بلکہ وہ جگہ غصب کی گئی تھی، اس لئے مالکوں نے اس کو فروخت کرایا، اور اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ یہ جگہ ان مُردوں کے لئے مخصوص کردی گئی تھی، تب بھی یہ لازم نہیں، کیونکہ مسلمانوں کا قبروں میں رکھنا لازم ہے، کافروں کا نہیں، اسی بنا پر فقہاء نے کہا ہے کہ جب مسلمان کو غصب کی زمین میں دفن کردیا گیا ہو تو اس کو نکالنا جائز ہے، چہ جائیکہ کافر و مشرک کا نکالنا۔"

پس جو قبرستان کہ مسلمانوں کے لئے وقف ہے، اس میں کسی قادیانی کو دفن کرنا اس جگہ کا غصب ہے، کیونکہ وقف کرنے والے نے اس کو مسلمانوں کے لئے وقف کیا ہے، کسی کافر و مرتد کو اس وقف کی جگہ میں دفن کرنا غاصبانہ تصرف ہے، اور وقف میں ناجائز تصرف کی اجازت دینے کا کوئی شخص بھی اختیار نہیں رکھتا، بلکہ اس ناجائز تصرف کو ہر حال میں ختم کرنا ضروری ہے، اس لئے جو قادیانی، مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا گیا ہو اس کو اُکھاڑ کر اس غصب کا ازالہ کرنا ضروری ہے، اور اگر مسلمان اس تصرفِ بے جا اور غاصبانہ حرکت پر خاموش رہیں گے اور اس غصب کے ازالہ کی کوشش نہیں کریں گے تو سب گناہگار ہوں گے، اور اس کی مثال بالکل ایسی ہی ہوگی کہ جگہ مسجد کے لئے وقف ہو، اس میں گرجا اور مندر بنانے کی اجازت دے دی جائے، یا اگر اس جگہ پر غیرمسلم قبضہ کرکے اپنی عبادت گاہیں تعمیر کرلیں تو اس ناجائز تصرف اور غاصبانہ قبضے کا ازالہ مسلمانوں پر فرض ہوگا، اسی طرح مسلمانوں کے قبرستان میں جو کہ مسلمانوں کے لئے وقف ہے، اگر غیرمسلم قادیانی ناجائز تصرف اور غاصبانہ قبضہ کرلیں تو اس کا ازالہ بھی واجب ہوگا۔

دُوسری وجہ یہ ہے کہ کسی کافر کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا مسلمان مُردوں کے لئے ایذا کا سبب ہے، کیونکہ کافر اپنی قبر میں معذّب ہے، اور اس کی قبر محلِ لعنت و غضب ہے، اس کے عذاب سے مسلمان مُردوں کو ایذا ہوگی۔[1] اس لئے کسی کافر کو مسلمانوں

---

(۱) ویکره أن یدخل الکافر قبر أحد من قرابته من المؤمنین، لأنه الموضع الذی فیه الکافر تنزل فیه السخطة واللعنة فینزه قبر المسلم عن ذٰلک۔ (البدائع الصنائع ج:۱ ص:۳۱۹، صلاة الجنازة، سنة الدفن، طبع سعید)۔

کے درمیان دفن کرنا جائز نہیں، اور اگر دفن کر دیا گیا ہو تو مسلمانوں کو ایذا سے بچانے کے لئے اس کو وہاں سے نکالنا ضروری ہے، اس کی لاش کی حرمت کا نہیں، بلکہ مسلمان مُردوں کی حرمت کا لحاظ ضروری ہے۔ اِمام ابوداؤدؒ نے کتاب الجہاد "باب النهي عن قتل من اعتصم بالسجود" میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے:

"أنا بريئ من كل مسلم يقيم بين أظهر المشركين. قالوا: يا رسول الله! لم؟ قال: لَا ترايا نارهما." (ابوداؤد ج:۱ ص:۳۵۶ مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی)

ترجمہ:... "میں بری ہوں ہر اس مسلمان سے جو کافروں کے درمیان مقیم ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ کیوں؟ فرمایا: دونوں کی آگ ایک دُوسرے کو نظر نہیں آنی چاہئے۔"

نیز اِمام ابوداؤدؒ نے آخر کتاب الجہاد "باب في الاقامة بأرض الشرك" میں یہ حدیث نقل کی ہے:

"من جامع المشرك وسكن معه فانه مثله." (ابوداؤد ج:۲ ص:۲۹ ایچ ایم سعید کراچی)

ترجمہ:... "جس شخص نے مشرک کے ساتھ سکونت اختیار کی وہ اسی کی مثل ہوگا۔"

پس جبکہ دُنیا کی عارضی زندگی میں کافر و مسلمان کی اکٹھی سکونت کو گوارا نہیں فرمایا گیا، تو قبر کی طویل ترین زندگی میں اس اجتماع کو کیسے گوارا کیا جاسکتا ہے؟

تیسری وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے قبرستان کی زیارت اور ان کے لئے دُعا و اِستغفار کا حکم ہے،[1] جبکہ کسی کافر کے لئے دُعا و اِستغفار اور ایصالِ ثواب جائز نہیں،[2] اس لئے لازم ہوا کہ کسی کافر کی قبر مسلمانوں کے قبرستان میں نہ رہنے دی جائے، جس سے زائرین کو دھوکا لگے اور وہ کافر مُردوں کی قبر پر کھڑے ہوکر دُعا و اِستغفار کرنے لگیں۔

مرزا غلام احمد کے ملفوظات میں ایک بزرگ کا حسبِ ذیل واقعہ ذکر کیا گیا ہے:

"ایک بزرگ کسی شہر میں بہت بیمار ہوگئے، اور موت تک کی حالت پہنچ گئی، تب اپنے ساتھیوں کو وصیت کی کہ مجھے یہودیوں کے قبرستان میں دفن کرنا، دوست حیران ہوئے کہ یہ عابد زاہد آدمی ہیں، یہودیوں کے قبرستان میں دفن ہونے کی کیوں خواہش کرتے ہیں، شاید اس وقت حواس دُرست نہیں رہے۔ انہوں نے پھر پوچھا کہ یہ آپ کیا فرماتے ہیں؟ بزرگ نے کہا کہ تم میرے فقرے پر تعجب نہ کرو، میں ہوش سے بات کرتا ہوں، اور اصل واقعہ یہ ہے کہ تیس سال سے میں دُعا کرتا ہوں کہ مجھے موت طوس کے شہر میں آوے، پس اگر آج

---

(۱) عن بريدة قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلّمهم إذا خرجوا إلى المقابر السلام عليكم أهل الديار من المؤمنين والمسلمين وانّا إن شاء الله بكم لَاحقون، نسأل الله لنا ولكم العافية. رواه مسلم. (مشكوٰة، الفصل الأوّل، باب زيارة القبور ص:۱۵۴، طبع قديمي كتب خانه).

(۲) ولَا تصل على أحد منهم مات أبدًا ولَا تقم على قبره. (التوبة:۸۴) وفي التفسير: أمر الله تعالى رسوله صلى الله عليه وسلم أن يبرأ من المنافقين، وأن لَا يصلى على أحد منهم إذا مات وأن لَا يقوم على قبره ليستغفر له أو يدعو له، لأنهم كفروا بالله ورسوله وماتوا عليه، وهذا حكم عام في كل من عرف نفاقه. (تفسير ابن كثير ج:۳ ص:۴۲۵، طبع كوئته).

میں یہاں مرجاؤں تو جس شخص کی تیس سال کی مانگی ہوئی دُعا قبول نہیں ہوئی، وہ مسلمان نہیں ہے، میں نہیں چاہتا کہ اس صورت میں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہوکر اہلِ اسلام کو دھوکا دوں اور لوگ مجھے مسلمان جان کر میری قبر پر فاتحہ پڑھیں۔'' (مرزا غلام احمد قادیانی کے ملفوظات ج:۷ ص:۲۹۶ مطبوعہ لندن)

اس واقعے سے بھی معلوم ہوا کہ کسی کافر کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں، کیونکہ اس سے مسلمانوں کو دھوکا ہوگا اور وہ اسے مسلمان سمجھ کر اس کی قبر پر فاتحہ پڑھیں گے۔

حضراتِ فقہاء نے مسلم و کافر کے امتیاز کی یہاں تک رعایت کی ہے کہ اگر کسی غیرمسلم کا مکان مسلمانوں کے محلے میں ہوتو اس پر علامت کا ہونا ضروری ہے کہ یہ غیرمسلم کا مکان ہے، تاکہ کوئی مسلمان وہاں کھڑا ہوکر دُعا و سلام نہ کرے، جیسا کہ کتاب السیر باب اَحکام اہل الذمۃ میں فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے۔[1]

خلاصہ یہ کہ کسی غیرمسلم کو خصوصاً کسی قادیانی مرتد کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں، اور اگر دفن کردیا گیا ہو تو اس کا اُکھاڑنا اور مسلمانوں کے قبرستان کو اس مردار سے پاک کرنا ضروری ہے۔

نوزائیدہ بچے میں اگر زندگی کی کوئی علامت پائی گئی تو مرنے کے بعد اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی

سوال:... ہمارے گاؤں میں جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے، آواز کرتا ہے یا روتا ہے، علامتِ زندگی پائی جاتی ہے، اَذان کی مہلت نہیں ملتی اور بچہ دو چار سانس کے بعد مرجاتا ہے۔ گاؤں کے رہنے والے اس بچے کو اس وجہ سے کہ بچے کے کان میں اَذان نہیں ہوئی، اس لئے بچے کا جنازہ نہیں پڑھواتے، اور نہ ہی بچے کی میّت کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرتے ہیں، قبرستان کی دیوار کے باہر دفن کرتے ہیں، اگر آپ کے خیال میں نمازِ جنازہ پڑھنی جائز ہے تو اس صورت میں جنازہ اتنے عرصے سے نہ پڑھنے کا کفارہ کیا ہے؟

جواب:... جس بچے میں پیدائش کے وقت زندگی کی کوئی علامت پائی جائے، اس کا جنازہ ضروری ہے، خواہ دو تین منٹ بعد ہی اس کا انتقال ہوگیا ہو،[2] ایسے بچوں کا جنازہ اس وجہ سے نہ پڑھنا کہ ان کے کان میں اَذان نہیں کہی گئی، جہالت کی بات ہے، اور ناواقفی کی وجہ سے اب تک جو ایسے جنازے نہیں پڑھے گئے، ان پر توبہ استغفار کیا جائے، یہی کفارہ ہے۔

حاملہ عورت کا ایک ہی جنازہ ہوتا ہے

سوال:... ہمارے گاؤں میں ایک عورت فوت ہوگئی، اس کے پیٹ میں بچہ تھا، یعنی زچگی کی تکلیف کے باعث فوت ہوگئی،

---

(۱) ویأخذ الذمی بالتمییز عما فی المرکب والملبس .... وتجعل علٰی دورهم علامة۔ (الأشباه والنظائر ج:۲ ص:۱۷۷، أحكام الذمی)۔

(۲) قوله ومن استهل صلّی علیه وإلّا لا .... وفی الشرع أن یکون منه ما یدل علٰی حیاته من رفع الصوت أو حرکة عضو .... حکمه الصلاة علیه ویلزمه أن یغسل ...إلخ۔ (البحر الرائق ج:۲ ص:۲۰۲، کتاب الجنائز)۔

اس کا بچہ پیدا نہیں ہوا، ہمارے اِمام صاحب نے ان کا جنازہ پڑھایا، اب کئی لوگ کہتے ہیں کہ اس کے دو جنازے ہونے چاہئے تھے، دلائل اس طرح دیتے ہیں کہ فرض کرو ایک حاملہ عورت کو قتل کرتا ہے تو اس پر دو قتل کا الزام ہے۔

جواب:... جو لوگ کہتے ہیں کہ دو جنازے ہونے چاہئے تھے، وہ غلط کہتے ہیں، جنازہ ایک ہی ہوگا،[1] اور دو مُردوں کا اِکٹھا جنازہ بھی پڑھا جاسکتا ہے،[2] جبکہ بچہ ماں کے پیٹ ہی میں مرگیا ہو، اس کا جنازہ نہیں۔[3]

اگر پانچ چھ ماہ میں پیدا شدہ بچہ کچھ دیر زندہ رہ کر مرجائے تو کیا اس کی نمازِ جنازہ ہوگی؟

سوال:... اگر کسی عورت کا پانچ چھ ماہ کے دوران مرا ہوا بچہ پیدا ہوتا ہے، یا پیدا ہونے کے بعد وہ دُنیا میں آکر کچھ سانس لینے کے بعد اپنے خالقِ حقیقی سے جاملتا ہے، تو دونوں صورتوں میں نہلانے، کفنانے اور نمازِ جنازہ کے بارے میں بتائیں۔

جواب:... جو بچہ پیدائش کے بعد مرجائے اس کو غسل بھی دیا جائے اور اس کا جنازہ بھی پڑھا جائے، خواہ چند لمحے ہی زندہ رہا ہو، لیکن جو بچہ مردہ پیدا ہوا، اس کا جنازہ نہیں، اسے نہلا کر اور کپڑے میں لپیٹ کر بغیر جنازے کے دفن کردیا جائے، مگر نام اس کا بھی رکھنا چاہئے۔[4]

نمازِ جنازہ مسجد کے اندر پڑھنا مکروہ ہے

سوال:... اکثر یہاں دیکھا جاتا ہے کہ جنازہ محراب کے اندر رکھ کر محراب کے سرے پر اِمام کھڑے ہوجاتے ہیں اور مقتدی حضرات مسجد میں صف آرا ہوجاتے ہیں، بعد میں نمازِ جنازہ پڑھادی جاتی ہے۔ کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟ اور عذر یہ پیش کیا جاتا ہے کہ جگہ کی کمی کی وجہ سے ایسا کرنا پڑتا ہے۔

جواب:... مسجد میں نمازِ جنازہ کی تین صورتیں ہیں، اور حنفیہ کے نزدیک علی الترتیب تینوں مکروہ ہیں، ایک یہ کہ جنازہ مسجد میں ہو اور اِمام و مقتدی بھی مسجد میں ہوں، دوم یہ کہ جنازہ باہر ہو اور اِمام و مقتدی مسجد میں ہوں، سوم یہ کہ جنازہ اِمام اور کچھ مقتدی مسجد سے باہر ہوں اور کچھ مقتدی مسجد کے اندر ہوں،[5] اگر کسی عذرِ صحیح کی وجہ سے مسجد میں جنازہ پڑھا تو جائز ہے۔[6]

---

(۱) ولَا یصلی علٰی میّت إلّا مرة واحدة ... إلخ. (هندية ج:۱ ص:۱۶۳، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز).

(۲) قوله: وان جمع جاز أی بأن صلّی علی الکل صلاة واحدة ... إلخ. (شامی ج:۲ ص:۲۱۹، باب صلاة الجنازة).

(۳) ومن ولد فمات یغسل ویصلّی علیه ویرث ویورث ویسمّٰی إن إستهل .... (وإلّا) یستهل غسل وسمی .... ولم یصل علیه ... إلخ. (درمختار مع الشامی ج:۲ ص:۲۲۷، مطلب مهم، باب صلاة الجنازة).

(۴) أیضًا.

(۵) وکرهت تحریمًا فی مسجد جماعة هو أی المیت فیه وحده أو مع القوم واختلف فی الخارجة عن المسجد وحده أو مع بعض القوم والمختار الکراهة مطلقا. در مختار. وفی الشامیة: قوله مطلقا أی فی جمعی الصور المتقدمة کما فی الفتح عن الخلاصة. (درمختار مع الشامی ج:۲ ص:۲۲۵، مطلب فی کراهة صلاة الجنازة، وأیضًا فی الهندیة ج:۱ ص:۱۶۵).

(۶) تتمة: إنما تکره فی المسجد بلا عذر، فإن کان فلا. (رد المحتار ج:۲ ص:۲۲۶، مطلب مهم).

نومولود بچے کو دفنانے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ پیدا ہونے کے وقت زندہ تھا تو اَب کیا کیا جائے؟

سوال:... ایک سال پہلے میرے بیٹے کا اِنتقال ہوگیا تھا، یعنی پیدا ہونے کے دس منٹ کے بعد۔ لیکن ہمیں اسپتال میں یہی معلوم ہوا کہ مردہ پیدا ہوا تھا۔ اس لئے ہم نے بغیر نمازِ جنازہ پڑھے اور نہلائے اس کو قبرستان میں جاکر دفن کردیا۔ لیکن جب ہم نے بعد میں اسپتال کی رپورٹ پڑھی تو اس میں بچے کے بارے میں یہی لکھا ہوا تھا کہ پیدا ہونے کے دس منٹ کے بعد اس کا اِنتقال ہوگیا، جبکہ ہم نے بچے کا نام بھی نہیں رکھا تھا۔ کیا اس صورت میں ہم گناہگار ہوں گے جبکہ ہم نے لاعلمی کی وجہ سے نمازِ جنازہ نہ پڑھی، نہ اس کا نام رکھا؟

جواب:... چونکہ لاعلمی کی وجہ سے ایسا ہوا، اس لئے گناہ لازم نہیں ہوا۔ اور اَب نمازِ جنازہ پڑھنے کی تو کوئی صورت نہیں۔[1] البتہ بچے کا نام اب بھی تجویز کرلیں۔[2]

مسجد میں نمازِ جنازہ ادا کرنا

سوال:... عرض یہ ہے کہ ہماری جامع مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھایا جاتا ہے، محراب کے آگے گیلری میں میت رکھ کر امام کے علاوہ تمام نمازی مسجد میں ہی نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں۔ گزارش یہ ہے کہ فقہِ حنفیہ کی روشنی میں اس کی شرعی حیثیت ارشاد فرمائیں۔

جواب:... اگر مسجد کے علاوہ جنازہ پڑھنے کی جگہ موجود ہو (مثلاً: مسجد کے قریب گراؤنڈ) تو مسجد میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔[3] اور اگر کوئی جگہ نہیں تو مجبوری میں جائز ہے۔[4]

نمازِ جنازہ مسجد میں اَدا کرنا

سوال:... پاکستان بننے سے پہلے نمازِ جنازہ مسجد کے صحن کے حدود سے ملحقہ جگہ جو عام طور پر جوتے اُتارنے کے لئے ہوتی تھی، اگر لوگ کم ہیں تو وہاں اور حاضرین زیادہ ہیں تو مسجد کے باہر نماز ہوتی تھی، ابتدا میں پاکستان میں بھی یہ طریقہ تھا۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس کو وسیع النظری کہیے یا لبرلزم Libralism اس طریقے میں تبدیلی آتی گئی، بعض مساجد میں اِمام کے مصلے کے سامنے

---

(۱) ولو دفن الميت قبل الصلاة أو قبل الغسل فإنه يصلى على قبره إلى ثلاثة أيام والصحيح أن هذا ليس بتقدير لازم بل يصلى عليه ما لم يعلم أنه قد تمزق كذا في السراجية. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۶۵، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز).

(۲) ومن استهل بعد الولادة سمي وغسل وصلّى عليه. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۵۹، الباب الحادی والعشرون).

(۳) واختلف في الخارجة عن المسجد وحده أو مع بعض القوم والمختار الكراهة مطلقًا. (الدر المختار مع الرد ج:۲ ص:۲۲۵، باب صلاة الجنازة، مطلب فی کراهة صلاة الجنازة فی المسجد).

(۴) إنما تكره في المسجد بلا عذر، فإن كان فلا. ومن الأعذار المطر كما في الخانية .... وانظر هل يقال ان من العذر ما جرت به العادة في بلادنا من الصلاة عليها في المسجد لتعذر غيره أو تعسره بسبب اندراس المواضع التي كانت يصلى عليها فيها .... وإذا ضاق الأمر اتسع .... وإذا كان ما ذكرنا عذرًا فلا كراهة أصلًا. (شامی ج:۲ ص:۲۲۶، ۲۲۷، باب صلاة الجنازة، مطلب مهم).

دیوار میں ایک مختصر کھڑکی کہہ لیں جو بمشکل ۱×۱ فٹ کی ہوتی ہے، بنائی گئی، جنازہ باہر رکھ دیا جاتا ہے اور اِمام اپنے مصلے سے نماز پڑھاتا ہے، اب بعض مساجد میں دروازہ بھی بنادیئے گئے ہیں۔ بعض مساجد میں اِمام اور دو تین آدمی باہر نکل کر کھڑے ہوتے ہیں اور باقی نمازی اپنی جگہ پر نماز اَدا کرتے ہیں۔ وہی اِمام جو کسی وقت باہر نماز کے لئے مسئلہ بتاتا ہے، صرف یہ وجہ بتا کر کہ باہر ٹھیلے والے کھڑے ہیں، اندر ہی نماز پڑھاتا ہے۔ میری مراد اس تفصیل سے یہ ہے کہ اسلامی فقہ (واضح ہو کہ یہ سب اِمام دیوبند سے اِستفادہ کرتے ہیں) اس مسئلے میں کیا راہ بتاتا ہے؟ اگر مسجد میں اِمام اپنے مصلے سے یا تین آدمی مع اِمام باہر نکل کر باقی نمازی اپنی جگہ نماز میں شامل ہوسکتے ہیں، اس میں کوئی کراہت یا منع کا حکم نہیں ہے تو بہتر یہ ہے کہ اس کی وضاحت تمام اِمام صاحبان سے کردی جائے۔

جواب:... مسئلہ یہ ہے کہ نمازِ جنازہ مسجد میں مکروہ ہے، اِلَّا یہ کہ کسی عذر کی بنا پر مسجد میں پڑھانا ہی ناگزیر ہوجائے۔ پھر مسجد میں جنازہ پڑھانے کی چند صورتیں ہیں: ۱:... میّت، اِمام اور مقتدی مسجد میں ہوں۔ ۲:... میّت باہر ہو اور اِمام اور مقتدی مسجد میں ہوں۔ ۳:... میّت، اِمام اور کچھ مقتدی باہر ہوں، باقی مسجد میں ہوں۔ یہ ساری صورتیں مکروہ ہیں، البتہ پہلی میں دُوسری سے، اور دُوسری میں تیسری سے زیادہ کراہت ہے۔[1] اگر صورتِ حال یہ ہو کہ باہر نمازِ جنازہ پڑھنا ناممکن یا اَزحد مشکل ہو تو مسجد میں پڑھنا بامرِ مجبوری جائز ہے۔[2]

نمازِ جنازہ کی جگہ فرض نماز ادا کرنا

سوال:... کیا یہ بات صحیح ہے کہ جہاں نمازِ جنازہ پڑھائی جاتی ہے وہاں فرض نماز نہیں پڑھ سکتے؟

جواب:... یہ تو صحیح نہیں کہ جہاں نمازِ جنازہ پڑھائی جاتی ہو وہاں فرض نماز نہیں پڑھ سکتے، البتہ مسئلہ اس کے برعکس ہے کہ جو مسجد نمازِ پنج گانہ کے لئے بنائی گئی ہو، وہاں بغیر عذر کے جنازہ کی نماز مکروہ ہے۔[3]

نمازِ جنازہ کے لئے حطیم میں کھڑے ہونا

سوال:... حرم شریف میں تقریباً روزانہ کسی نہ کسی نماز کے بعد جنازہ ہوتا ہے، اکثر لوگ حطیم میں کھڑے ہوکر نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں، جبکہ اِمام مقامِ ابراہیم کے پاس کھڑا ہوتا ہے، تو کیا حطیم میں نمازِ جنازہ ادا ہوجاتی ہے یا نہیں؟

جواب:... متقدمین سے تو یہ مسئلہ منقول نہیں، البتہ علامہ شامیؒ نے ایک رُومی عالم کی گفتگو نقل کی ہے کہ وہ اس کو دُرست نہیں

---

(۱) ویکره تحریما وقیل تنزیهًا فی مسجد جماعة هو أی المیت فیه وحده أو مع القوم واختلف فی الخارجة عن المسجد وحده أو مع بعض القوم والمختار الکراهة مطلقًا. (الدر المختار مع الرد ج:۲ ص:۲۲۵، باب صلاة الجنازة).

(۲) إنما تکره فی المسجد بلا عذر فإن کان فلا. (شامی ج:۲ ص:۲۲۶، باب صلاة الجنازة، مطلب مهم).

(۳) وکرهت تحریما فی مسجد جماعة. درمختار وفی الشامیة قوله فی مسجد جماعة أی المسجد الجامع ومسجد المحلة ...إلخ. (شامی ج:۲ ص:۲۲۵، باب صلاة الجنازة، مطلب فی کراهیة صلاة الجنازة فی المسجد).

سمجھتے تھے، اور علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ: وہ خود کو صحیح سمجھتے ہیں۔[1] (ج:۲ ص:۲۵٦ طبع جدید) جہاں تک مجھے معلوم ہے عام نمازوں میں بھی اور نمازِ جنازہ میں بھی لوگوں کو حطیم شریف میں کھڑے نہیں ہونے دیا جاتا۔

نمازِ جنازہ حرمین شریفین میں کیوں ہوتی ہے؟

سوال:... تازہ شمارے میں آپ نے فرمایا ہے کہ جہاں پنج گانہ نماز باجماعت ہوتی ہے وہاں نمازِ جنازہ مکروہ ہے۔ جبکہ کعبہ شریف، مسجدِ نبوی اور دیگر مسجدوں میں اسی جگہ نمازِ جنازہ پڑھاتے ہیں، تو کیا نہیں پڑھنا چاہئے؟

جواب:... عذر اور مجبوری کی حالت مستثنیٰ ہے، حرمین شریفین میں اتنی بڑی جگہ میں اتنے بڑے مجمع کا بہ سہولت منتقل نہ ہوسکنا کافی عذر ہے۔[2]

بازار میں نمازِ جنازہ مکروہ ہے

سوال:... ہمارے بازار میں اکثر نمازِ جنازہ ہوتی رہتی ہے، جس کی وجہ سے ٹریفک بھی رُک جاتا ہے اور لوگوں کا آنا جانا بھی رُک جاتا ہے، جبکہ قریبی روڈ پر اس کے لئے جگہ بھی بنی ہوئی ہے، لیکن پھر بھی یہاں پڑھائی جاتی ہے، تو کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟

جواب:... کسی مجبوری کے بغیر بازار میں اور راستے میں نمازِ جنازہ پڑھانا مکروہ ہے۔[3]

فجر و عصر کے بعد نمازِ جنازہ

سوال:... اِمامِ اعظم ابوحنیفہؒ کے مسلک پر چلنے والوں کے لئے نمازِ صبح کے بعد جب تک سورج طلوع نہ ہوجائے اور عصر کی فرض نماز کے بعد جب تک مغرب کی فرض نماز نہ ہوجائے، کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہئے، اکثر و بیشتر جب اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے حرمین شریفین کی زیارت نصیب کراتا ہے تو وہاں اکثر یہ واقعہ پیش آتا ہے، صبح کی فرض نماز کے بعد فوراً یعنی اِدھر سلام پھیرا اور اُدھر نمازِ جنازہ ہونے لگتی ہے، تو ایسی حالت میں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ اور ایسا ہی عصر کی نماز کے بعد ہوتا ہے، تو ایسی حالت میں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ نمازِ جنازہ پڑھیں کہ نہیں؟

جواب:... فجر و عصر کے بعد نوافل جائز نہیں (ان میں دوگانہ طواف بھی شامل ہے)، مگر نمازِ جنازہ، سجدۂ تلاوت اور قضا

---

(۱) وهو ما لو كان المقتدى فيها والإمام خارجها، والظاهر الصحة إن لم يمنع منها مانع من التقدم على الإمام عند إتحاد الجهة .... قلت: ولما حججت سنة ثلاث وثلاثين ومائتين وألف اجتمعت في منى سقى الله عهدها مع بعض أفاضل الروم من قضاة المدينة المنورة فسألني عن هذه المسئلة فقلت له ما تقدم فقال: لَا يصح الإقتداء، لأن المقتدى يكون أقوىٰ حالًا من الإمام لكونه داخلها والإمام خارجها. (شامي ج:۲ ص:۲۵۵، باب الصلاة في الكعبة، طبع ايج ايم سعيد).

(۲) وإذا كان ما ذكرناه عذرًا فلا كراهة أصلًا والله تعالىٰ أعلم. (شامي ج:۲ ص:۲۲۷، باب صلاة الجنازة، مطلب مهم، وأيضًا في الهندية ج:۱ ص:۱۶۵، الباب الحادي والعشرون في الجنائز).

(۳) وتكره أيضًا في الشارع. (شامي ج:۲ ص:۲۲۵، باب صلاة الجنازة، وأيضًا في الهندية ج:۱ ص:۱۶۵).

نمازوں کی اجازت ہے، اس لئے نمازِ جنازہ ضرور پڑھنی چاہئے۔[1]

نمازِ جنازہ سنتوں کے بعد پڑھی جائے

سوال:... ہمارے علاقے کی مسجد میں چند دنوں سے یہ ہو رہا ہے کہ کسی بھی نماز کے اوقات میں اگر کوئی جنازہ آجاتا ہے تو مسجد کے اِمام صاحب فرض نماز کے فوراً بعد نمازِ جنازہ پڑھا دیتے ہیں، جبکہ دُوسری مساجد اور ہماری مسجد میں پوری نماز کے بعد نمازِ جنازہ ہوا کرتی تھی، مگر اب چند روز سے ہماری مسجد میں فرض نماز کے فوراً بعد نمازِ جنازہ ہوجاتی ہے، اور اس طرح کافی نمازی قبرستان تک جنازے میں شریک ہونے سے رہ جاتے ہیں، آپ سے گزارش یہ ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں فرض نماز کے فوراً بعد نمازِ جنازہ ادا کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب:... اصل مسئلہ تو یہی ہے کہ فرض نماز کے بعد جنازہ پڑھا جائے، پھر سنتیں پڑھی جائیں، لیکن دُرِمختار میں بحر سے منقول ہے کہ فتویٰ اس پر ہے کہ جنازہ سنتوں کے بعد پڑھا جائے۔[2]

جوتے پہن کر نمازِ جنازہ ادا کرنی چاہئے یا اُتار کر؟

سوال:... نمازِ جنازہ میں کھڑے ہوتے وقت اپنے پاؤں کے جوتے اُتارلیں یا نہیں؟ دیکھا گیا ہے کہ جوتے اُتار کر پیر جوتوں کے اُوپر رکھ لیتے ہیں، یہ عمل کیسا ہے؟ براہِ کرم بتائیے کہ ننگے پیر صحیح ہے یا جوتے سمیت یا جوتوں کے اُوپر؟

جواب:... جوتے اگر پاک ہوں تو ان کو پہن کر جنازہ پڑھنا صحیح ہے، اور اگر پاک نہ ہوں تو نہ ان کو پہن کر نمازِ جنازہ پڑھ سکتے ہیں، اور نہ ان پر پاؤں رکھ کر نمازِ جنازہ پڑھنا دُرست ہے، اور اگر اُوپر سے پاک ہوں، مگر نیچے سے پاک نہ ہوں تو ان پر پاؤں رکھ لیں،[3] زمین خشک یعنی پاک ہو تو ننگے پیر کھڑے ہونا صحیح ہے۔

جوتے پہن کر نمازِ جنازہ کی ادائیگی

سوال:... نمازِ جنازہ میں جب نماز پڑھائی جاتی ہے تو عام طور پر جنازے کو مسجد کے باہر ہی کچی زمین پر رکھ دیتے ہیں، اور کچھ لوگ جوتے پہن کر اور کچھ چپل پہن کر نماز میں شرکت کرتے ہیں، کیا جوتے اور چپل پہنے ہوئے نمازِ جنازہ پڑھی جاسکتی ہے؟

---

(۱) تسعة أوقات يكره فيها النوافل وما في معناهما لا الفرائض .... فيجوز فيها قضاء الفائتة وصلاة الجنازة وسجدة التلاوة .... منها ما بعد صلاة الفجر قبل طلوع الشمس .... ومنها ما بعد صلاة العصر قبل التغير ...إلخ. (هندية ج:۱ ص:۵۲، ۵۳، الباب الأوّل في المواقيت وما يتصل بها، وأيضًا في الشامي ج:۱ ص:۳۷۵).

(۲) لكن في البحر قبيل الأذان عن الحلبي الفتوىٰ على تأخير الجنازة عن السنة ...إلخ. (درمختار مع الشامي ج:۲ ص:۱۶۷، باب العيدين).

(۳) ولو افترش نعليه وقام عليها جاز فلا يضر نجاسة ما تحتها لكن لا بد من طهارة نعليه مما يلي الرجل لا مما يلي الأرض ...إلخ. (طحطاوي على مراقي الفلاح ص:۳۱۹، باب أحكام الجنائز، فصل الصلاة عليه).

جواب:... اگر جوتے اور چپل پاک ہوں تو ان کو پہن کر نمازِ جنازہ پڑھنا صحیح ہے، ورنہ جائز نہیں۔[1]

عجلت میں نمازِ جنازہ تیمّم سے پڑھنا جائز ہے

سوال:... اگر نمازِ جنازہ بالکل تیار ہو اور انسان پاک ہو تو بغیر وضو کیا نمازِ جنازہ ہوجائے گی؟ اگر وضو کرنے بیٹھے تو نمازِ جنازہ ہوچکی ہوگی، اس صورت میں کیا نمازِ جنازہ ہوجائے گی؟ اگر نہیں ہوگی تو اس صورت میں کیا کیا جائے؟

جواب:... اگر یہ اندیشہ ہو کہ اگر وضو کرنے لگا تو نمازِ جنازہ فوت ہوجائے گی، ایسی صورت میں تیمّم کرکے نمازِ جنازہ میں شریک ہوجائے،[2] لیکن یہ تیمّم صرف نمازِ جنازہ کے لئے ہوگا، دُوسری نمازیں اس تیمّم سے پڑھنا جائز نہیں، بلکہ وضو کرنا ضروری ہوگا۔[3]

بغیر وضو کے نمازِ جنازہ

سوال:... گزشتہ دنوں ہمارے کالج میں غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھائی گئی، وہ اس طرح کہ کالج بس سے اُترتے ہی چند طلبہ نے کہا کہ غائبانہ نمازِ جنازہ ہو رہی ہے، اس میں شرکت کریں۔ ہم لوگ اس وقت بغیر وضو کے تھے، بلکہ تقریباً تمام طلبہ ہی بے وضو تھے، لیکن وضو کی سہولت نہ ہونے کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ ساتھی طلبہ ہمیں اپنے سے الگ نہ سمجھیں، مجبوراً ہم نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی، اس نمازِ جنازہ میں ہندو طلبہ کی ایک بڑی تعداد بھی شامل تھی، آپ یہ بتایئے کہ کیا غائبانہ نمازِ جنازہ ہوگئی؟ اور ہمارے بے وضو شرکت کا کفارہ کیا ہے؟

جواب:... حنفیہ کے نزدیک تو غائبانہ نمازِ جنازہ ہوتی ہی نہیں،[4] آپ کو اگر اس میں شرکت کرنی ہی تھی تو تیمّم کرکے شریک ہونا چاہئے تھا، طہارت کے بغیر نمازِ جنازہ جائز نہیں،[5] اس کا کفارہ اب کیا ہوسکتا ہے؟ سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگئے۔ سمجھ میں نہیں آیا کہ ہندو طلبہ اس میں کیوں شامل ہوئے؟

نمازِ جنازہ کے لئے صرف بڑے بیٹے کی اجازت ضروری نہیں

سوال:... اکثر مولوی نمازِ جنازہ پڑھانے سے قبل پوچھ لیتے ہیں کہ میّت کا بڑا بیٹا کون ہے؟ میرے خیال میں بڑے بیٹے کی

---

(۱) وکل ما یعتبر شرطا لصحة سائر الصلوات من الطهارة الحقیقیة والحکمیة .... یعتبر لصحة صلاة الجنازة. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۶۴، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز)۔ وصلاته فیهما أفضل أی فی النعل والخف الطاهرین أفضل مخالفة للیهود. تاترخانیة. (شامی ج:۱ ص:۶۵۷، مطلب فی أحکام المسجد)۔

(۲) قوله وجاز لخوف فوت صلاة جنازة أی ولو کان الماء قریبًا. (شامی ج:۱ ص:۲۴۱، باب التیمم)۔

(۳) أما التیمم لخوف فوت الجنازة أو العید فغیر کامل ...إلخ. (شامی ج:۱ ص:۲۴۲، باب التیمم)۔

(۴) وشرطهما أیضًا حضوره ووضعه وکونه هو أو أکثره أمام المصلی وکونه للقبلة فلا تصح علٰی غائب ...إلخ. (درمختار مع الشامی ج:۲ ص:۲۰۸، باب صلاة الجنازة، مطلب هل یسقط فرض الکفایة بفعل الصبی؟)۔

(۵) أما الشروط التی ترجع إلی المصلی فهی شروط بقیة الصلوات من الطهارة الحقیقیة بدنا وثوبا ...إلخ. (شامی ج:۲ ص:۲۰۷، باب صلاة الجنازة، مطلب فی صلاة الجنازة)۔

شریعت کی رُو سے کوئی اہمیت نہیں، مولوی حضرات کو میت کے وارث کا پوچھنا چاہئے، وارث بھائی بھی ہوسکتا ہے، دوست بھی، کیا اس سلسلے میں بڑے بیٹے کی شرط ضروری ہے؟ کیا بڑے بیٹے کی شرعی شرط ہے؟

جواب:... جنازے کے لئے ولی سے اجازت لی جاتی ہے، اور چونکہ (باپ کے بعد) لڑکا سب سے مقدم ہے، اور لڑکوں میں سب سے بڑے لڑکے کا حق مقدم ہے، اس لئے اس سے اجازت لینا مقصود ہوتا ہے،[1] ویسے بغیر اجازت کے بھی نمازِ جنازہ ادا ہوجاتی ہے۔[2]

سیّد کی موجودگی میں نمازِ جنازہ دُوسرا شخص بھی پڑھا سکتا ہے

سوال:... ہمارے ہاں ایک جنازہ ہوگیا، وہاں کے لوگوں نے اِمام صاحب کو کہا کہ سیّد موجود نہیں ہے، اس لئے نمازِ جنازہ ادا نہ کریں، کیا سیّد کی غیرموجودگی میں جنازہ نہیں ہوسکتا؟ قرآنِ پاک کی روشنی میں تفصیلی جواب دیں۔

جواب:... جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ حق دار میت کا ولی ہے، اس کے بعد محلے کا اِمام۔[3] بہرحال سیّد کی غیرموجودگی میں نمازِ جنازہ صحیح ہے، اور یہ خیال بالکل غلط ہے کہ جب تک سیّد موجود نہ ہو دُوسرا شخص نماز نہیں پڑھا سکتا، بلکہ سیّد کی موجودگی میں بھی دُوسرا شخص نمازِ جنازہ پڑھا سکتا ہے۔[4]

نمازِ جنازہ پڑھانے کا حق دار کون ہے؟

سوال:... میت کا نمازِ جنازہ گاؤں کا اِمام پڑھائے یا کہ میت کے خاندانی وارث؟ کونسی صورت میں ولی کی اِجازت سے دُوسرا شخص جنازہ پڑھا سکتا ہے؟

جواب:... نمازِ جنازہ پڑھانے کا حق دار گاؤں کا اِمام ہے، وارثوں میں اگر کوئی صاحبِ علم ہو تو وہ زیادہ مستحق ہیں، اور ولی اگر کسی دُوسرے بزرگ کو جنازہ پڑھانے کے لئے کہہ دے تو وہ بھی صحیح ہے، بشرطیکہ وہ گاؤں کے اِمام سے علم و فضل میں فائق ہو۔[5]

---

(۱) قوله والأولياء على الترتيب .... والأب أفضل ولذا يقوم الأسن عند الإستواء كما في اخوين شقيقين ... إلخ. (فتح القدير ج:۱ ص:۴۵۷، باب صلاة الجنازة).

(۲) فإن صلّى غير الولي أو السلطان أعاد الولي .... ثم هو ليس بمنحصر على السلطان بل كل من كان مقدما على الولي في ترتيب الإمامة في صلاة الجنازة على ما ذكرنا فصلّى هو لا يعيد الولي ثانيا ... إلخ. (شرح العناية على الهداية في فتح القدير ج:۱ ص:۴۵۸).

(۳) قوله ثم الولي أي ولي الميت الذكر البالغ العاقل .... قال في شرح المنية: الأصل أن الحق في الصلاة للولي، ولذا قدم على الجميع ... إلخ. (شامي ج:۲ ص:۲۲۰، باب صلاة الجنازة، مطلب تعظيم أولي الأمر واجب).

(۴) أما شروط وجوبها فهي شروط بقية الصلوات من القدرة والعقل والبلوغ والإسلام ... إلخ. (شامي ج:۲ ص:۲۰۷).

(۵) ثم إمام الحي المراد به إمام مسجد محلته لٰكن بشرط أن يكون أفضل من الولي وإلّا فالولي أولٰى منه ... إلخ. (مراقي الفلاح ج:۱ ص:۳۲۳، طبع سعيد).

نمازِ جنازہ پڑھانے کے کون لوگ حق دار ہیں؟

سوال:... نمازِ جنازہ پڑھانے کے کون حضرات حق رکھتے ہیں؟

جواب:... میّت کا ولی زیادہ حق دار ہے، بشرطیکہ جنازہ پڑھانے کا اہل ہو۔ اسی طرح محلے کے اِمامِ مسجد کا حق ہے اور کسی نیک متقی سے نمازِ جنازہ پڑھانے کا اہتمام ہونا چاہئے۔[1]

ولیٔ اَقرب کی اِجازت کے بغیر پڑھی گئی نمازِ جنازہ کا حکم

سوال:... اگر کوئی شخص اپنے وطن سے باہر بقضائے اِلٰہی فوت ہوجائے اور وہاں پر میت کے برابر درجے کے ولیوں میں سے کسی ایک کی موجودگی واِجازت سے نمازِ جنازہ پڑھائی گئی ہو اور پھر اسے وطن لایا جائے تو اس کی دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:... میّت کو جہاں اس کا اِنتقال ہو، وہیں دفن کردینا چاہئے۔[2] اگر ولیٔ اَقرب کی اِجازت کے بغیر مسلمانوں نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھ لی (کیونکہ ولیٔ اَقرب موجود ہی نہیں تھا) تو فرض ادا ہوگیا۔ تاہم ولیٔ اَقرب دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھ سکتا ہے اور اس کے ساتھ جنازے میں دُوسرے لوگ بھی شریک ہوسکتے ہیں۔[3]

جس کی نمازِ جنازہ غیرمسلم نے پڑھائی، اس پر دوبارہ نماز ہونی چاہئے

سوال:... نئی کراچی سیکٹر ۵-ڈی میں ایک غیرمسلم گروہ کی مسجد ہے، فلاح دارین، اس کے پیش اِمام کا تعلق ایک دیندار جماعت سے ہے جو چنن بشویشور کو مانتے ہیں، لیکن یہ ظاہر نہیں کرتے ہیں، لوگ دھوکا کھا جاتے ہیں، جب ان کو علم ہوتا ہے تو پچھتاتے ہیں۔ یہاں ایک صاحب کا انتقال ہوگیا جو سنی عقیدہ تھے، ان کی نمازِ جنازہ اس مسجد کے اِمام صاحب نے پڑھائی۔ آپ یہ بتائیں کہ سنی عقیدہ رکھنے والوں کی نمازِ جنازہ قادیانی اِمام پڑھا سکتا ہے؟ اگر نہیں تو دوبارہ نماز کا کیا طریقہ ہوگا؟

جواب:... دیندار انجمن کے لوگ قادیانیوں کی ایک شاخ ہے، اس لئے یہ لوگ مسلمان نہیں، اس اِمام کو اِمامت سے فوراً الگ کردیا جائے۔ غیرمسلم، مسلمان کا جنازہ نہیں پڑھا سکتا،[4] اگر کسی غیرمسلم نے مسلمان کا جنازہ پڑھایا ہو تو دوبارہ جنازہ کی نماز پڑھنا فرض ہے، اور اگر بغیر جنازے کے دفن کردیا گیا ہو تو تمام مسلمان گناہگار رہوں گے۔

---

(۱) ثم إمام الحي المراد به إمام مسجد محلته لٰكن بشرط أن يكون أفضل من الولي وإلّا فالولي أولٰى منه ... إلخ۔ (مراقي الفلاح ج:۱ ص:۳۲۳، باب أحكام الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته، طبع مير محمد)۔

(۲) ويستحب في القتيل والميت دفنه في المكان الذي مات في مقابر أولٰئك القوم ... إلخ۔ (عالمگيری ج:۱ ص:۱۶۷، الباب الحادي والعشرون في الجنائز)۔

(۳) فإن صلّى غير الولي أو السلطان أعاد الولي إن شاء كذا في الهداية۔ (أيضًا ج:۱ ص:۱۶۴، الباب الحادي والعشرون)۔

(۴) ص:۳۷۸ کا حاشیہ نمبر۲ ملاحظہ فرمائیں۔ نیز: وإذا ترك الكل أثموا۔ (عالمگيری ج:۱ ص:۱۶۲)۔

نمازِ جنازہ کا طریقہ

سوال:... نمازِ جنازہ کا طریقہ کیا ہے؟

جواب:... نمازِ جنازہ میں چار تکبیریں ہوتی ہیں، پہلی تکبیر کے بعد ثنا، دُوسری کے بعد دُرود شریف، تیسری کے بعد میّت کے لئے دُعا، اور چوتھی کے بعد سلام۔ (۱)

نمازِ جنازہ کی نیت کیا ہو؟ اور دُعا یاد نہ ہو تو کیا کرے؟

سوال:... نمازِ جنازہ کی دُعا یاد نہ ہو تو کیا پڑھنا چاہئے؟ اور کس طرح نیت کی جائے؟

جواب:... نمازِ جنازہ میں نمازِ جنازہ ہی کی نیت کی جاتی ہے۔ (۲) پہلی تکبیر کے بعد ثنا پڑھتے ہیں، دُوسری تکبیر کے بعد نماز والا دُرود شریف پڑھتے ہیں، تیسری تکبیر کے بعد میّت کے لئے دُعا پڑھتے ہیں اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دیتے ہیں۔ (۳) دُعا یاد نہ ہو تو یاد کرنی چاہئے، جو نیچے لکھی ہوئی ہے، جب تک دُعا یاد نہ ہو: "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ" پڑھتا رہے یا خاموش رہے۔ (۴)

دُعائیں یہ ہیں:

بالغ میّت کے لئے دُعا:

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا، اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ۔" (۵)

نابالغ بچے کے لئے دُعا:

"اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا۔" (۶)

نابالغ بچی کے لئے دُعا:

"اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهَا لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَّمُشَفَّعَةً۔" (۷)

---

(۱) وهي أربع تكبيرات يرفع يديه في الأولٰى فقط ويثني بعدها ويصلي على النبي صلى الله عليه وسلم بعد الثانية ويدعوا بعد الثالثة ويسلم بلا دعاء بعد الرابعة ...الخ. (تنوير الأبصار مع الدر ج:۲ ص:۲۱۲، باب صلاة الجنازة).

(۲) ولو تفكر الإمام بالقلب أنه يؤدي صلاة الجنازة يصح ولو قال المقتدي اقتديت بالإمام يجوز. (هندية ج:۱ ص:۱۶۴، الباب الحادي والعشرون في الجنائز).

(۳) ایضاً حاشیہ نمبر۱۔

(۴) ثم أفاد ان من لم يحسن الدعاء بالمأثور يقول: اللّٰهم اغفر لنا ولوالدينا وله وللمؤمنين والمؤمنات. (شامي ج:۲ ص:۲۱۲، باب صلاة الجنازة، مطلب هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبي؟).

(۵) مشكٰوة المصابيح ص:۱۴۶، باب المشي بالجنازة، أيضًا: شامي ج:۲ ص:۲۱۲، هندية ج:۱ ص:۱۶۴.

(۶، ۷) ایضاً۔

نمازِ جنازہ میں دُعائیں سنت ہیں

سوال:... کیا نمازِ جنازہ میں دُعا پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب:... نمازِ جنازہ میں چار تکبیریں فرض ہیں، اور دُعائیں سنت ہیں۔[1] اگر کسی کو دُعائیں یاد نہ ہوں تو صرف تکبیر ہی کہنے سے فرض ادا ہوجائے گا۔ لیکن نمازِ جنازہ کی دُعا سیکھ لینی چاہئے، کیونکہ اس کے بغیر میّت کی شفاعت سے بھی محروم رہے گا اور نماز بھی خلافِ سنت ہوگی۔

بچوں اور بڑوں کی اگر ایک ہی نمازِ جنازہ پڑھیں تو بڑوں والی دُعا پڑھیں

سوال:... حرمین شریفین میں بچے اور بڑوں کی نمازِ جنازہ ساتھ پڑھنی پڑتی ہیں، اس صورت میں کون سی دُعا ادا کی جائے گی؟

جواب:... اجتماعی نمازِ جنازہ میں وہی دُعا پڑھیں گے جو بڑوں کی نمازِ جنازہ میں پڑھتے ہیں، اس میں بچے کے لئے بھی دُعا شامل ہوجائے گی۔[2]

جنازہ مرد کا ہے یا عورت کا، نہ معلوم ہو تو بالغ والی دُعا پڑھیں

سوال:... نمازِ جنازہ کی جماعت کھڑی ہوچکی ہے، ایک شخص بعد میں پہنچتا ہے اور نمازِ جنازہ میں شامل ہوجاتا ہے، ابھی اس کو یہ معلوم نہیں کہ جنازہ کس کا ہو رہا ہے؟ آیا کہ میّت مرد، عورت یا بچہ کون ہے؟ ایسی صورت میں وہ کیا نیت کرے اور کیا پڑھے؟

جواب:... مرد و عورت کے لئے دُعائے جنازہ ایک ہی ہے، البتہ بچے، بچی کے لئے دُعا کے الفاظ الگ ہیں، تاہم بچے کے جنازہ میں بھی اگر بالغ مرد و عورت والی دُعا پڑھ لی جائے تو صحیح ہے، اس لئے بعد میں آنے والوں کو اگر علم نہ ہو تو وہ مطلق نمازِ جنازہ کی نیت کرلیں اور بالغوں والی دُعا پڑھ لیا کریں۔[3]

مرد یا عورت کا معلوم نہ ہو تو نمازِ جنازہ کس طرح ادا کریں؟

سوال:... کسی شخص کو اگر کسی وجہ سے یہ معلوم نہ ہو کہ نمازِ جنازہ کسی مرد، عورت یا بچے کی پڑھائی جارہی ہے تو ایسی صورت میں وہ شخص نمازِ جنازہ کس طرح ادا کرے گا؟

جواب:... اگر معلوم نہ ہو تو بالغ مرد کے لئے جو دُعا پڑھی جاتی ہے، وہی پڑھ لے، نمازِ جنازہ ہوجائے گی۔[4]

---

(۱) ورکنها شيئان التكبيرات الأربع .... وسنتها ثلاثة التحميد والثناء والدعاء فيها ...إلخ۔ (درمختار مع الشامي ج:۲ ص:۲۰۹، باب صلاة الجنازة)۔

(۲) ثم يكبر أخرىٰ ويدعو للميت وجميع المسلمين وليس فيها دعاء مؤقت وعن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه كان يقول: اللّٰهم اغفر لحينا .... هٰذا إذا كان يحسن ذٰلك فإن كان لا يحسن يأتي بأيّ دعاء شاء ...إلخ۔ (هندية ج:۱ ص:۱۶۴)۔

(۳) ایضاً۔

(۴) ایضاً۔

نمازِ جنازہ اور عیدین کی نیت سنانا

سوال:... ہمارے علاقے میں نمازِ جنازہ سے پہلے اور نمازِ عیدین سے پہلے باآوازِ بلند نیت سنانا مروّج ہے، چونکہ بعض شرکاء ان نمازوں کی ادائیگی کی بنیادی شرائط وفرائض سے بھی ناآشنا ہوتے ہیں، اس کے باوجود کہیں اس طرح نیت کا سنانا بدعت تو نہیں؟

جواب:... نیت سنانا محض ایک رِواج ہے، کیونکہ لوگ جہالت کی وجہ سے ناواقف ہیں، اس لئے کوشش کرتے ہیں کہ ان کو صحیح نیت بتادی جائے، ورنہ نیت تو صرف اتنی کافی ہے کہ نمازِ جنازہ پڑھنے لگا ہوں۔ [1]

نمازِ جنازہ میں دُعا کی شرعی حیثیت

سوال:... ویسے تو نمازِ جنازہ کی دُعا بالغ مرد وعورت کے لئے علیحدہ اور نابالغ لڑکی لڑکے کے لئے علیحدہ علیحدہ ہے، مسئلہ یہ ہے کہ نمازِ جنازہ تو ظاہر ہے اِمام ہی پڑھائے گا، تو اس صورت میں عرض ہے کہ آیا مقتدی کو بھی اِمام کے علاوہ ثنا، دُرود پڑھنی چاہئے یا صرف دیگر نمازوں میں جیسے نماز فرض ہوگئی مقتدی کو صرف ثنا ہی پڑھنے کا حکم ہے۔ بعض مولوی حضرات سے اس بارے میں دریافت کیا ہے، لیکن کوئی تسلی بخش جواب نہیں ملتا، ہر ایک کی مختلف رائے ہے، آیا مقتدی اگر ثنا کے علاوہ دُرود اور دُعا نہ پڑھے نمازِ جنازہ ہوجائے گی یا نہیں؟ یا مقتدی کو بھی ثنا، دُرود، دُعا پڑھنی ہوگی یا نہیں؟ بہرحال اس مسئلے کے متعلق تفصیل قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کردیں۔

جواب:... جنازے کی تکبیریں تو فرض ہیں، باقی دُعائیں سنت ہیں، اِمام کے لئے بھی اور مقتدیوں کے لئے بھی۔ [2]

نمازِ جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد تین تکبیریں بھی کہیں گے

سوال:... نمازِ جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد اِمام کے پیچھے مقتدی باقی تین تکبیریں بھی کہیں گے یا صرف اِمام کہے گا؟

جواب:... اِمام کے ساتھ باقی تکبیریں بھی کہیں گے۔ [3]

نمازِ جنازہ میں رُکوع وسجود نہیں ہے

سوال:... نمازِ جنازہ میں چار تکبیریں کس طرح پڑھی جاتی ہیں؟ یعنی رُکوع، سجود وغیرہ کرتے ہیں یا نہیں؟ دُوسرے یہ کہ میں نے نویں جماعت کی اسلامیات میں پڑھا تھا کہ یہ چار تکبیریں چار رکعتوں کی قائم مقام ہوتی ہیں۔

جواب:... نمازِ جنازہ میں اَذان، اقامت، رُکوع، سجدہ نہیں، بس پہلی تکبیر کہہ کر نیت باندھ لیتے ہیں، ثنا پڑھ کر دُوسری تکبیر

(۱) ولو تفكر الإمام بالقلب أنه يؤدى صلاة الجنازة يصح ولو قال المقتدى اقتديت بالإمام يجوز كذا فى المضمرات. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۶۴، كتاب الصلاة، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز).

(۲) وصلاة الجنازة أربع تكبيرات ولو ترك واحدة منها لم تجز صلاته هكذا فى الكافى. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۶۴).

(۳) وصلاة الجنازة أربع تكبيرات ولو ترك واحدة منها لم تجز .... والإمام والقوم فيه سواء كذا فى الكافى. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۶۴، كتاب الصلاة، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز).

کہتے ہیں، دُرود شریف پڑھ کر تیسری تکبیر کہی جاتی ہے، اور میّت کے لئے دُعا کی جاتی ہے، اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دیتے ہیں،[1] یہ چار تکبیریں گویا چار رکعتوں کے قائم مقام سمجھی جاتی ہیں۔[2]

نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ اور دُوسری سورۃ پڑھنا کیسا ہے؟

سوال:... میں ایک میّت کے جنازے میں شریک ہوا، جب نیت باندھ لی تو اِمام نمازِ جنازہ زور سے پڑھنے لگا، جس میں سورتیں تلاوت کر رہے تھے، مثلاً: سورۂ فاتحہ، سورۂ اِخلاص، دُرود شریف وغیرہ۔ سلام پھیرنے کے بعد مقتدی ایک دُوسرے کے ساتھ بحث کرنے لگے، مہربانی فرماکر قرآن و سنت کی روشنی میں اس کا جواب دیں۔

جواب:... نمازِ جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد سورۂ فاتحہ کے اِمام شافعیؒ و اِمام احمدؒ قائل ہیں، اِمام مالکؒ اور اِمام ابوحنیفہؒ قائل نہیں،[3] بطورِ حمد و ثناء پڑھ لیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔[4] سورۂ اِخلاص پڑھنے کا ائمہ اَربعہ میں سے کوئی قائل نہیں، اسی طرح نمازِ جنازہ میں اُونچی قرأت کا بھی ائمہ اَربعہ میں سے کوئی قائل نہیں۔[5]

نمازِ جنازہ کی ہر تکبیر میں سر آسمان کی طرف اُٹھانا

سوال:... کیا نمازِ جنازہ کی ہر تکبیر میں سر آسمان کی طرف اُٹھانا چاہئے؟

جواب:... جی نہیں!

نمازِ جنازہ کے دوران شامل ہونے والا نماز کس طرح پوری کرے؟

سوال:... نمازِ جنازہ ہو رہی ہے اور ایک آدمی جو دُوسری یا تیسری تکبیر میں پہنچتا ہے تو اب وہ کیا پڑھے گا؟ اور جو تکبیریں باقی ہیں ان کو کیسے ادا کرے گا، اور اگر اس کو پتا ہی نہیں کہ کتنی تکبیریں ہوئی ہیں تو پھر کیا پڑھے گا؟

جواب:... ایسے شخص کو چاہئے کہ امام کی اگلی تکبیر کا انتظار کرے، جب اگلی تکبیر ہو تب نماز میں شریک ہو جائے، اور جتنی تکبیریں اس کی رہ گئی ہوں، اِمام کے سلام پھیرنے اور جنازہ کے اُٹھائے جانے سے پہلے صرف اتنی تکبیریں کہہ کر سلام پھیر دے،

(۱، ۲) وهى أربع تكبيرات كل تكبيرة قائمة مقام ركعة يرفع يديه فى الأولى فقط ...... ويثنى بعدها ويصل على النبى صلى الله عليه وسلم كما فى التشهد بعد الثانية ...... ويدعو بعد الثالثة ...... ويسلم بلا دعاء بعد الرابعة. (درمختار ج:۲ ص:۲۱۲، ۲۱۳).

(۳) قوله وعين الشافعى الفاتحة وبه قال أحمد .... مذهبنا قول عمر وابنه وعلى وأبى هريرة وبه قال مالك كما فى شرح المنية. (درمختار ج:۲ ص:۲۱۳، باب صلاة الجنازة).

(۴) ولو قرأ الفاتحة بنية الدعاء فلا بأس به ...إلخ. (هندية ج:۱ ص:۱۶۴، كتاب الصلاة، باب الجنائز).

(۵) ويخافت فى الكل إلّا فى التكبير كذا فى التبيين ولَا يقرأ فيها القرآن ...إلخ. (هندية ج:۱ ص:۱۶۴، وأيضًا فى البدائع الصنائع ج:۱ ص:۳۱۳، صلاة الجنازة، طبع سعيد).

جب اِمام کے ساتھ شامل ہوتو جو دُعا وثنا پڑھ سکتا ہے پڑھ لے، اس کی نماز ہوجائے گی۔ (۱)

اگر نمازِ جنازہ میں مقتدی کی کچھ تکبیریں رہ جائیں تو کیا کرے؟

سوال:... جس طرح نماز باجماعت میں کوئی رکعت رہی ہو تو اس کو اِمام کے سلام پھیرنے کے بعد پوری کرلیتے ہیں، اسی طرح اگر نمازِ جنازہ میں ایک یا دو تکبیریں چھوٹ جائیں تو اس کو کس طرح ادا کریں گے؟

جواب:... یہ شخص اِمام کے سلام پھیرنے کے بعد جنازے کے اُٹھائے جانے سے پہلے اپنی باقی ماندہ تکبیریں کہہ کر سلام پھیر دے، اس کو ان تکبیروں میں کچھ پڑھنے کی ضرورت نہیں، صرف تکبیریں پوری کرکے سلام پھیر دے۔ (۲)

نمازِ جنازہ کے اختتام پر ہاتھ چھوڑنا

سوال:... نمازِ جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ دونوں چھوڑنے چاہئیں یا جب دائیں طرف سلام پھیریں تو دائیں ہاتھ کو چھوڑیں، اور جب بائیں طرف سلام پھیریں تو بائیں ہاتھ کو چھوڑیں؟

جواب:... دونوں طرح دُرست ہے۔

نمازِ جنازہ کا وقت مقرّر کرنا تاکہ لوگ زیادہ شریک ہوں

سوال:... زیادہ سے زیادہ لوگوں کا جنازے میں شرکت کی غرض سے نمازِ جنازہ کا وقت مقرّر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:... حکم یہ ہے کہ میّت کی تجہیز و تکفین میں جلدی کی جائے، اس کی رعایت رکھی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ (۳)

نمازِ جنازہ کے بعد دُعا مانگنا

سوال:... نمازِ جنازہ پڑھنے کے فوراً بعد دُعا مانگنی جائز ہے؟

---

(۱) وإذا جاء رجل وقد كبّر الإمام التكبيرة الأولى ولم يكن حاضرًا انتظره حتّى يكبر الثانية ويكبّر معه فإذا فرغ الإمام كبّر المسبوق التكبيرة التى فاتت قبل أن ترفع الجنازة .... وكذا إن جاء وقد كبّر الإمام تكبيرتين أو ثلاثًا .... ثم يكبّر ثلاثًا قبل أن ترفع الجنازة متتابعا لا دعاء فيها ... إلخ. (هندية ج:۱ ص:۱۶۴، ۱۶۵، كتاب الصلاة، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، وأيضًا درمختار مع الشامى ج:۲ ص:۲۱۶، باب صلاة الجنازة).

(۲) ایضاً، نیز دیکھئے: بدائع الصنائع ج:۱ ص:۳۱۴۔

(۳) عن أبى هريرة رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: أسرعوا بالجنازة فإن كانت صالحة فخير تقدمونها إليه، وإن تك غير ذٰلك فشر تضعونه عن رقابكم. (مسلم ج:۱ ص:۳۰۶). ويستحب أيضًا أن يسارع إلى قضاء دينه وإبرائه منه ويبادر إلى تجهيزه ولا يؤخر. (عالمگيرى ج:۱ ص:۱۵۷). يندب دفنه فى جهة موته وتعجيله ... إلخ. أى تعجيل جهازه عقب تحقق موته، ولذا كره تأخير صلاته ودفنه ليصلى عليه جمع عظيم بعد صلاة الجنازة. (شامى ج:۲ ص:۲۳۹).

جواب:... جنازہ خود دُعا ہے، اس کے بعد دُعا کرنا سنت سے ثابت نہیں، اس لئے اس کو سنت سمجھنا یا سنت کی طرح اس کا التزام کرنا صحیح نہیں۔[۱]

نمازِ جنازہ کے بعد اور قبر پر ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنا

سوال:... نمازِ جنازہ کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنا، قبر کے سامنے ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنا، قبر کے سرہانے اور پائینتی دُعا پڑھتے وقت اُنگلی شہادت کی رکھنا ضروری ہے یا نہیں؟ کیا اس کی فضیلت احادیث سے ثابت ہے؟

جواب:... جنازہ کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنا بدعت ہے۔[۲] قبر پر دُعا جائز ہے،[۳] قبر کے سرہانے سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات اور پائینتی کی جانب سورۂ بقرہ کی آخری آیات پڑھنا بھی جائز ہے،[۴] قبر پر اُنگلی رکھنا ثابت نہیں۔

میّت کی نمازِ جنازہ نہ پڑھی تو کیا کرے؟

سوال:... ۱۹۴۷ء میں انڈیا سے پاکستان کی طرف ہجرت کرتے ہوئے راستے میں ہی بمقام وزیرآباد میری والدہ انتقال کرگئیں، اس وقت حالات اس طرح تھے کہ ہم فاقوں کے مارے ہوئے اور بےگھر تھے، علاوہ ازیں خطرات بھی تھے، ہم میں دین سے ناواقفیت بھی تھی، ان اسباب کی وجہ سے ہم نے بغیر جنازہ کے ہی صرف چار آدمیوں نے والدہ محترمہ کو دفن کردیا، اب جبکہ خدا نے علمِ دین سے واقفیت عطا فرمائی ہے، سوچتا ہوں کہ ہم نے نمازِ جنازہ نہیں پڑھی، اس کے حل کے لئے اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟

جواب:... میّت کی نمازِ جنازہ فرضِ کفایہ ہے، اس فرض کو نہ ادا کرنے کی وجہ سے سب لوگ گناہگار ہوئے، اب دُعا و

---

(۱) عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحدث في أمرنا هٰذا ما ليس منه فهو رد. (صحيح البخاري ج:۱ ص:۳۷۱، كتاب الصلح). وفي المرقاة: من أحدث أي جدد وابتدع وأظهر واخترع في أمرنا هٰذا أي في دين الإسلام .... فهو رد أي مردود عليه .... قال القاضي: المعنٰى من أحدث في الإسلام رأيًا لم يكن له من الكتاب أو السنّة سند ظاهر أو خفي، ملفوظ أو مستنبط فهو مردود عليه، قيل: في وصف الأمر بهٰذا إشارة إلى امر الإسلام كمل وانتهى، وشاع وظهر ظهور المحسوس بحيث لَا يخفى على كل ذي بصر وبصيرة، فمن حاول الزيادة فقد حاول أمرًا غير مرضي، لأنه من قصور فهمه رآه ناقصًا. (مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان، باب الإعتصام بالكتاب والسُّنَّة، الفصل الأوّل ج:۱ ص:۱۷۷، ۱۷۸). وليس في ظاهر المذهب بعد التكبيرة الرابعة دعاء سوى السلام ...إلخ. (البدائع الصنائع ج:۱ ص:۳۱۳، طبع ايچ ايم سعيد).

(۲) ايضاً۔

(۳) عن عثمان بن عفان رضي الله عنه قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا فرغ من دفن الميت وقف عليه فقال: إستغفروا لأخيكم واسألوا له بالتثبيت، فإنه الآن يُسئل. (سنن أبي داوٗد ج:۲ ص:۱۰۳، كتاب الجنائز، وهٰكذا في الدر المختار ج:۲ ص:۲۳۷، باب صلاة الجنازة). والدعاء عنده قائمًا كذا في البحر. (هندية ج:۱ ص:۱۶۶، كتاب الصلاة، باب الجنائز).

(۴) وعن عبدالله بن عمر قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: إذا مات أحدكم فلا تحبسوه وأسرعوا به إلٰى قبره، وليُقرأ عند رأسه فاتحة البقرة وعند رجليه بخاتمة البقرة. رواه البيهقي في شعب الإيمان. (مشكوٰة ج:۱ ص:۱۴۹، باب البكاء على الميت، طبع قديمي).

اِستغفار کے سوا اس کا کوئی تدارک نہیں ہوسکتا۔ (۱)

نوٹ:... اگر کسی کو نمازِ جنازہ کی دُعائیں یاد نہ ہوں تو وضو کرکے جنازے کے سامنے کھڑے ہوکر نمازِ جنازہ کی نیت باندھ کر تکبیر کہہ کر سلام پھیر دے تب بھی فرض ادا ہوجائے گا۔ (۲)

جنازے کا ہلکا ہونا نیکوکاری کی علامت نہیں

سوال:... سنا ہے کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کا جنازہ ہلکا (بے وزن) ہوگا تو وہ نیکوکار رہوگا، اور جس کا جنازہ بھاری ہوگا وہ گناہگار رہوگا، کیا یہ سچ ہے؟

جواب:... یہ خیال غلط ہے!

جنازے کے ساتھ ٹولیاں بناکر بلند آواز سے کلمہ طیبہ یا کلمہ شہادت پڑھنا بدعت ہے

سوال:... بعض لوگ جنازے کے ساتھ چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بناکر بلند آواز کے ساتھ کلمہ طیبہ پڑھتے رہتے ہیں، اور بعض اس کی مخالفت کرتے ہیں، آپ ذرا یہ بتائیے کہ کیا صحیح ہے؟ میں آپ کا دِل کی گہرائیوں سے مشکور و ممنون ہوں گا۔

جواب:... فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"وعلى متبعي الجنازة الصمت ويكره لهم رفع الصوت بالذكر وقراءة القرآن كذا في شرح الطحاوي، فان اراد ان يذكر الله يذكر في نفسه كذا في فتاوى قاضي خان۔"

(ج:۱ ص:۱۶۲)

ترجمہ:... "جنازے کے ساتھ چلنے والوں کو خاموش رہنا لازم ہے، اور بلند آواز سے ذکر کرنا اور قرآن مجید کی تلاوت کرنا مکروہ ہے، (شرح طحاوی) اور اگر کوئی شخص ذکر اللہ کرنا چاہے تو دِل میں ذکر کرے۔"

اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ نے ٹولیاں بناکر کلمہ طیبہ پڑھنے کے جس رواج کا ذکر کیا ہے وہ مکروہ، بدعت ہے، اور جو لوگ مخالفت کرتے ہیں وہ صحیح کرتے ہیں، البتہ کلمہ طیبہ وغیرہ زیرِ لب پڑھنا چاہئے۔

میّت کے ساتھ چلتے ہوئے بلند آواز سے "کلمۂ شہادت" پڑھنا

سوال:... میّت کے ساتھ چلتے ہوئے ایک صاحب بار بار بلند آواز سے کہتے رہتے ہیں: "کلمۂ شہادت" کیا یہ فعل حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اجمعین سے ثابت ہے؟

---

(۱) الصلاة على الجنازة فرض كفاية إذا قام به البعض .... سقط عن الباقين وإذا ترك الكل أثموا هٰكذا في التتارخانية۔ (هندية ج:۱ ص:۱۶۲، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز)۔

(۲) ص:۳۸۹ کا حاشیہ نمبر ۲ ملاحظہ فرمائیں۔

جواب:...آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات خلفائے راشدینؓ کے زمانے میں اس کا رِواج نہیں تھا، حضراتِ فقہاء نے جنازے کے ساتھ بلند آواز سے ذِکر کرنے کو بدعت فرمایا ہے۔[1]

متعدّد بار نمازِ جنازہ کا جواز

سوال:...کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ میّت کی نمازِ جنازہ ایک بار ہونی چاہئے، یا زیادہ بار؟ کیونکہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ایک بار ہی ہونی چاہئے، جبکہ علمائے کرام کی نمازِ جنازہ تین بار ہوئی ہے؟

جواب:...اگر میّت کے ولی نے نمازِ جنازہ پڑھ لی ہو تو جنازے کی نماز دوبارہ نہیں ہوسکتی، اور اگر اس نے نہ پڑھی ہو تو وہ دوبارہ پڑھ سکتا ہے، اور اس دُوسری جماعت میں دُوسرے لوگ بھی جنہوں نے پہلے نمازِ جنازہ نہیں پڑھی، شریک ہوسکتے ہیں۔[2]

جنازے کی نماز ایک سے زائد مرتبہ پڑھنا

سوال:...ایک علاقے میں یہ رِواج بن چکا ہے کہ ایک میت کی نمازِ جنازہ دو تین مرتبہ پڑھائی جاتی ہے۔ اور خاص بڑے آدمی کی نمازِ جنازہ میں کچھ آدمی رہ جاتے ہیں، تو وہ جنہوں نے نمازِ جنازہ نہیں پڑھی، دوبارہ پڑھتے ہیں، کیا یہ طریقہ صحیح ہے یا نہیں؟

جواب:...حضرت اِمام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نمازِ جنازہ میں تکرار جائز نہیں۔ اگر میّت کی نماز ایک مرتبہ پڑھ لی ہو تو دوبارہ نہیں پڑھی جاسکتی۔ البتہ اگر میّت کے وارثوں نے نماز نہ پڑھی ہو، اجنبی لوگوں نے نماز پڑھ لی ہو تو وارث دوبارہ نماز پڑھ سکتے ہیں۔[3]

غائبانہ نمازِ جنازہ کی شرعی حیثیت

سوال:...غائبانہ نمازِ جنازہ کی اسلام میں کیا حیثیت ہے؟ کیا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تاکید فرمائی ہے؟ دُوسرا اگر ایک آدمی کا تابوت جس کے اندر اس کی میت ہے یا کہ نہیں ہے، بغیر دیکھے اس کی نمازِ جنازہ ادا کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب:...غائبانہ نمازِ جنازہ اِمام شافعیؒ اور اِمام احمدؒ کے نزدیک جائز ہے۔ اِمام ابوحنیفہؒ اور اِمام مالکؒ کے نزدیک جائز نہیں۔[4]

---

(۱) ویکرہ رفع الصوت فیھا بالذکر وقراءة القرآن ذکر فی فتاوی العصر انھا کراھة تحریم ...إلخ. (حلبی کبیر ج:۱ ص:۵۹۴)، وعلٰی متبعی الجنازة الصمت ویکرہ لھم رفع الصوت بالذکر وقراءة القرآن کذا فی شرح الطحاوی فإن أراد أن یذکر اللہ یذکرہ فی نفسه کذا فی فتاوی قاضی خان. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۶۲، طبع رشیدیه کوئٹه)

(۲) وإن صلّی علیه الولی لم یجز لأحد أن یصلی بعد .... فإن صلّی غیر الولی أو السلطان أعاد الولی إن شاء کذا فی الهدایة. (هندیة ج:۱ ص:۱۶۴، وأیضًا فی الشامیة ج:۲ ص:۲۲۲، طبع سعید کراچی).

(۳) ولا یصلی علٰی میّت إلّا مرّة واحدة والتنفل بصلاة لجنازة غیر مشروع کذا فی الإیضاح .... فإن صلّی غیر الولی أو السلطان أعاد الولی إن شاء کذا فی الهدایة. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۶۳، ۱۶۴، طبع رشیدیه کوئٹه).

(۴) رأی الحنفیة والمالکیة: عدم جواز الصلاة علی الغائب ورأی الشافعیة والحنابلة: جواز الصلاة علی المیت الغائب عن البلد. (الفقه الإسلامی وأدلّته ج:۲ ص:۵۰۴، طبع دار الفکر، بیروت).

غائبانہ نمازِ جنازہ

سوال:... کچھ روز پہلے، بلکہ اب تک افراد کی بڑی تعداد نے غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کی، اور یہاں تک کہ مدینہ منورہ اور مکہ مکرّمہ میں بھی ملک کی ایک بڑی ہستی کی نمازِ جنازہ غائبانہ طور پر ادا کی گئی، آپ سے پوچھنا یہ مقصود ہے کہ حنفی مسلک میں کیا غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کرنا دُرست ہے؟ اگر نہیں تو کس مسلک میں دُرست ہے؟ اور مدینہ منورہ اور مکہ مکرّمہ کے اِمام صاحب کس مسلک سے تعلق رکھتے ہیں؟ کیونکہ ہمارے علاقے کی مسجد کے اِمام جو ایک سند یافتہ جید عالم ہیں اور اپنے مسائل کی تصحیح ہم انہی کے بتائے ہوئے طریقے پر کرتے ہیں، انہوں نے احادیث کی کتب سے دلائل دیتے ہوئے بتایا کہ غائبانہ نمازِ جنازہ احناف کے نزدیک دُرست نہیں ہے۔

جواب:... غائبانہ نمازِ جنازہ اِمام ابوحنیفہؒ اور اِمام مالکؒ کے نزدیک جائز نہیں، البتہ اِمام شافعیؒ اور اِمام احمدؒ کے نزدیک جائز ہے، حرمین شریفین کے ائمہ اِمام احمدؒ کے مقلد ہیں، اس لئے اپنے مسلک کے مطابق ان کا غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھنا صحیح ہے۔ (۱)

غائبانہ جنازہ اِمام ابوحنیفہؒ اور اِمام مالکؒ کے نزدیک جائز نہیں

سوال:... کیا کسی شخص کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی جاسکتی ہے؟ کیونکہ پندرہ روزہ ''تعمیرِ حیات'' (لکھنؤ) میں مولانا طارق ندوی سے سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ: احناف کے یہاں جائز نہیں ہے، اس کے برعکس ''معارف الحدیث'' جلد ہفتم میں مولانا محمد منظور نعمانی لکھتے ہیں کہ جب حبشہ کے بادشاہ نجاشی کا انتقال ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے اس کی اطلاع ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس کی اطلاع دی اور مدینہ طیبہ میں اس کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی، دونوں مسائل کی وضاحت کیجئے۔

جواب:... اِمام مالکؒ اور اِمام ابوحنیفہؒ کے نزدیک غائبانہ نمازِ جنازہ جائز نہیں، جیسا کہ مولانا طارق ندوی نے لکھا ہے، نجاشی کا غائبانہ جنازہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا تھا، اس کو نجاشی کی خصوصیت قرار دیتے ہیں، ورنہ غائبانہ جنازہ کا عام معمول نہیں تھا، اِمام شافعیؒ قصہ نجاشی کی وجہ سے جواز کے قائل ہیں، اِمام احمدؒ کے مذہب میں دو روایتیں ہیں، ایک جواز کی، دُوسری منع کی۔ (۲)

نمازِ جنازہ میں عورتوں کی شرکت

سوال:... کیا عورت نمازِ جنازہ میں شرکت کرسکتی ہے؟ یعنی جماعت کے پیچھے عورتیں کھڑی ہوسکتی ہیں؟

---

(۱) وعلٰى هذا قال أصحابنا لَا يصلى على ميّت غائب وقال الشافعي يصلى عليه ...إلخ. (البدائع الصنائع ج:۱ ص:۳۱۲، كتاب الصلاة، صلاة الجنازة، طبع سعيد، وأيضًا في الدر المختار مع الشامي ج:۲ ص:۲۰۹).

(۲) ایضاً صفحہ سابقہ حاشیہ نمبر۲۔ وأيضًا فلا تصح على غائب .... وصلٰوة النبي صلى الله عليه وسلم على النجاشي لغوية أو خصوصية ...إلخ. (درمختار مع الشامي، باب صلاة الجنائز ج:۲ ص:۱۹۲)۔ نیز حاشیۂ بالا ملاحظہ ہو۔

جواب:... جنازہ مردوں کو پڑھنا چاہئے، عورتوں کو نہیں۔[1] تاہم اگر جماعت کے پیچھے کھڑی ہوجائیں تو نماز ان کی بھی ہوجائے گی۔[2]

حضرت حذیفہ بن یمانؓ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ کی میّت کا واقعہ

سوال:... سنا ہے کہ عراق میں اس صدی کی دُوسری یا تیسری دہائی میں دو اَصحابِ رسول حضرت حذیفہ بن یمانؓ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ کی میّت کو دوبارہ کاندھا دیا گیا، ان کی دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھائی گئی، اور ان کی میّتوں کو ان کے پچھلے مزارات سے منتقل کرکے حضرت سلمان فارسیؓ کے مزار کے قریب دفنایا گیا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:... یہ واقعہ ہمارے ہوش سے پہلے کا ہے، اس وقت سنا ہے، بہت سے لوگ مسلمان بھی ہوئے تھے۔

میّت اُٹھانے والی چارپائی غیرمسلم کو دینا

سوال:... کیا فرماتے ہیں علمائے دِین اس مسئلے کے بارے میں کہ ہماری مسجد کی جنازہ اُٹھانے کی ایک چارپائی ہے جو کہ بوقتِ ضرورت اہلِ محلّہ اِستعمال کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ہمارے علاقے میں غیرمسلم بھی ہیں، تو کیا مسلمانوں کی یہ جنازہ اُٹھانے کی چارپائی غیرمسلموں کے اِستعمال کے لئے دینا جائز ہے یا نہیں؟ ایک مرتبہ غلطی سے اِمام صاحب نے لاعلمی کی وجہ سے غیرمسلم کے اِستعمال کے لئے یہ چارپائی دے دی تھی، اس سے کوئی فرق تو نہیں پڑا؟

جواب:... مسجد کی دیگر اشیاء کی طرح یہ میّت چارپائی بھی مسجد کے لئے وقف ہے، اور اس کا مصرف صرف اور صرف مسلمان میّت ہی ہے، جس طرح مسجد مسلمانوں کی عبادت کے لئے ہے، اسی طرح متعلقہ اشیاء کا مصرف بھی مسلمان ہی ہیں۔ اس کے علاوہ وقف کرنے والے کی نیت بھی یہی ہوتی ہے کہ اسے مسلمان استعمال کریں، اس لئے کسی غیرمسلم کے اِستعمال کے لئے جنازے کی چارپائی دینا ہی جائز نہیں ہے۔ لاعلمی سے جو کچھ ہوا اس پر مؤاخذہ نہیں، البتہ آئندہ اس پر سختی سے عمل کیا جائے اور کسی غیرمسلم کے لئے میّت چارپائی نہ دی جائے۔[3]

کیا نمازِ جنازہ کی آخری صف میں نماز کا زیادہ ثواب ملتا ہے؟

سوال:... کیا نمازِ جنازہ کی آخری صف میں نماز اَدا کرنے کا ثواب زیادہ ہوتا ہے؟

جواب:... جی ہاں! عام نمازوں کے برعکس نمازِ جنازہ میں آخری سے آخری صف افضل ہے۔[4]

---

(۱) ولا حق للنساء فی الصلاة علی المیّت۔ (ہندیة ج:۱ ص:۱۶۳، طبع رشیدیہ کوئٹہ)۔

(۲) الصلاة علی الجنازة فرض کفایة إذا قام به البعض واحدًا کان أو جماعة ذکرًا کان أو أنثٰی سقط عن الباقین۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۱۶۳، کتاب الصلاة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز)۔

(۳) شرط الواقف کنص الشارع فی المفهوم والدلالة ووجوب العمل۔ (الدر المختار مع الرد، کتاب الوقف ج:۴ ص:۴۳۳، ۴۳۴، طبع ایچ ایم سعید کراچی)۔

(۴) وفی القنیة: أفضل صفوف الرجال فی الجنازة آخرها وفی غیرها أوّلها۔ (حلبی کبیر ج:۱ ص:۵۸۸)۔

کیا نمازِ جنازہ میں صفوں کی تعداد طاق ہونا ضروری ہے؟

سوال:... نمازِ جنازہ میں کتنی صفیں ہونی چاہئیں؟ اگر صفیں طاق ہونے کے بجائے جفت ہوجائیں تو کوئی فرق تو نہیں؟

جواب:... جنازے کی صفیں تین، پانچ، سات یعنی طاق ہونی چاہئیں۔ [1]

نمازِ جنازہ اور مکروہ وقت

سوال:... جیسا کہ بارہ بجے کے وقت میں یا دُوسرے مکروہ وقت میں سجدہ ادا کرنا جائز نہیں ہے، تو اس ہی وقت میں نمازِ جنازہ بھی ادا کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ نمازِ جنازہ میں تو سجدہ نہیں ہوتا، یہ مسئلہ چند دنوں میں درپیش ہوا جب ہمارا ایک گاؤں والا یہاں پر جاں بحق ہوچکا تھا۔ یہ مسئلہ اس وقت سننے میں آیا، کسی نے کہا جنازہ جلدی ادا کریں، پھر بعد نمازِ جنازہ ادا نہیں ہوتا۔

جواب:... سورج نکلتے وقت، ٹھیک دوپہر کے وقت اور سورج غروب ہوتے وقت، ان تین وقتوں میں کوئی نماز خواہ ادا ہو یا قضا جائز نہیں، اور نمازِ جنازہ بھی چونکہ حکماً نماز ہی ہے، اس لئے وہ بھی جائز نہیں۔ ہاں! البتہ اگر جنازہ ان تین وقتوں میں سے کسی وقت میں تیار ہوا ہو تو بلاکراہت جائز بلکہ افضل ہے، اور تأخیر کرنا مکروہ ہے۔ [2]

نمازِ جنازہ پڑھانے والے کو پیسے دینا

سوال:... جو شخص نمازِ جنازہ پڑھائے، کیا اس کو کچھ دینا چاہئے یا کہ نہیں؟ ہمارے گاؤں میں دس روپے دینے کا رِواج ہے۔

جواب:... نمازِ جنازہ کی اُجرت لینا دینا جائز نہیں۔ [3]

مزار پر اِحتراماً سجدہ کرنا

سوال:... جناب ایک مسلمان جس کے دِل میں یقینِ کامل ہے کہ اللہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے، وہ واحد ہے، وحدہٗ لاشریک ہے۔ ایک مسلمان کے مزار پر اِحتراماً محبت سے سجدہ کرتا ہے، کیا وہ سجدہ جائز یا نہیں؟

جواب:... ہماری شریعت میں غیراللہ کو سجدہ کرنے کی اجازت نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر مقدس کون ہوگا...؟ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کے اِصرار کے باوجود اپنے آپ کو یا اپنی قبرِ مبارک کو سجدہ کرنے کی اجازت نہیں

---

(۱) ویستحب ان یصفوا ثلاثة صفوف حتّی لو کانوا سبعة یتقدم أحدهم للإمامة ویقف وراء ثلاثة ورآهم إثنان ثم واحد ذکره فی المحیط. (حلبی کبیر ج:۱ ص:۵۸۸، فصل فی الجنائز، طبع سهیل اکیڈمی لاهور).

(۲) ثلاث ساعات لَا تجوز فیها المکتوبة ولَا صلاة الجنازة ولَا سجدة التلاوة: إذا طلعت الشمس حتّٰی ترتفع، وعند الإنتصاف إلٰی أن تزول، وعند إحمرارها إلٰی أن تغیب .... هٰذا إذا وجب صلاة الجنازة وسجدة التلاوة فی وقت مباح وأخرتا إلٰی هٰذا الوقت .... أما لو وجبتا فی هٰذا الوقت وأدّیتا فیه جاز .... وفی صلاة الجنازة التأخیر مکروه. (عالمگیری ج:۱ ص:۵۲، کتاب الصلاة).

(۳) الأصل أن کل طاعة یختص بها المسلم لَا یجوز الإستئجار عندنا .... ولأن القربة متی حصلت وقعت علی العامل، ولهٰذا تتعین أهلیته فلا یجوز له أخذ الأجرة من غیره کما فی الصوم والصلاة هدایة. (شامی ج:۶ ص:۵۵).

دی۔ جو مسلمان اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے، اس کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ و رسول نے غیر اللہ کے سجدے کو حرام ٹھہرایا ہے۔[1]

قبرستان جانا کیسا ہے، جبکہ ایصالِ ثواب گھر سے بھی ہوسکتا ہے؟

سوال:... قبرستان جانا کیسا ہے؟ حالانکہ ثواب گھر بیٹھے بھی پہنچ سکتا ہے؟

جواب:... اہلِ قبور کی حالت سے عبرت حاصل کرنے، ان کو سلام کرنے، ان کے لئے دُعا و استغفار کرنے اور ان کو تلاوت وغیرہ کے ذریعے نفع پہنچانے کی غرض سے قبرستان کی زیارت کا حکم ہے، اور مستحب ہے، مگر شرط یہ ہے کہ وہاں جاکر کوئی کام خلافِ شرع نہ کرے۔[2]

بزرگ کے مزار پر مراقبہ کرنا

سوال:... کسی بزرگ کے مزار پر جانے اور مراقبہ کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب:... شریعت کے مطابق اگر مزار پر جاکر حاضری دے اور دُعا کرلے تو جائز ہے۔[3]

قبر کے سرہانے کھڑے ہوکر کچھ پڑھنے کی شرعی حیثیت

سوال:... بعض حضرات میّت دفنانے کے بعد قبر کے سرہانے، قبر پر اُنگلی رکھ کر کچھ پڑھتے ہیں، اس عمل کی کیا حیثیت ہے؟

جواب:... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ قبر کے سرہانے سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات، اور پائینتی کی

---

(۱) عن جندب رضي الله عنه قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: ألَا وان من كان قبلكم كانوا يتخذون قبور أنبياءهم وصالحيهم مساجد، ألَا فلا تتخذوا القبور مساجد انّي أنهاكم عن ذٰلك. رواه مسلم. (مشكوٰة ص: ٦٩). عن عائشة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال في مرضه الذي لم يُقيم منه: لعن الله اليهود والنّصارىٰ إتخذوا قبور أنبيائهم مساجد. متفق عليه. (مشكوٰة ص: ٦٩ باب المساجد ومواضع الصلاة).

(۲) قوله وبزيارة القبور أي لَا بأس بها بل تندب كما في البحر عن المجتبىٰ .... وتزار في كل أسبوع كما في مختارات النوازل، قال في شرح لباب المناسك إلَّا أن الأفضل يوم الجمعة والسبت والإثنين والخميس، فقد قال محمد بن واسع الموتى يعلمون بزوّارهم يوم الجمعة ويوما قبله ويوما بعده، فتحصل أن يوم الجمعة أفضل .... قلت استفيد منه ندب الزيارة وإن بعد محلها ... إلخ. (شامي ج:۲ ص:۲۴۲، مطلب في زيارة القبور).

(۳) قوله وبزيارة القبور أي لَا بأس بها بل تندب كما في البحر عن المجتبىٰ .... وهل تندب الرحلة لها كما اعتيد من الرحلة إلىٰ زيارة خليل الرحمٰن وأهله وأولَاده وزيارة السيد البدوي وغيره من الأكابر الكرام؟ لم أر من صرح به من أئمتنا .... وأما الأولياء فإنهم متفاوتون في القرب من الله تعالىٰ، ونفع الزائرين بحسب معارفهم وأسرارهم، قال ابن حجر في فتاويه: ولَا تترك لما يحصل عندها من منكرات ومفاسد كإختلاط الرجال بالنساء وغير ذٰلك لأن القربات لَا تترك لمثل ذٰلك بل على الإنسان فعلها وإنكار البدع بل وإزالتها إن أمكن. (شامي ج:۲ ص:۲۴۲، مطلب في زيارة القبور).

جانب سورۂ بقرہ کی آخری آیات پڑھی جائیں۔[1]

قبرستان کے قریب بلند آواز سے گانے بجانا

سوال:... قبرستان اور مردوں کے احترام کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بعض لوگ جن کے گھر بالکل قبرستان سے ملحق ہیں، بلند آواز میں گانے بجاتے ہیں، ان کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب:... قبرستان کا اِحترام تو کرنا چاہئے اور جو لوگ قبروں کے قریب گانے بجانے کا کام کرتے ہیں، ان پر بہت بڑا وبال ہے۔[2]

قبر پر چھڑکاؤ کرنا اور سبز ٹہنی گاڑنا

سوال:... جب ہم اپنے بڑوں کی قبروں پر جائیں تو کیا پانی کا چھڑکاؤ کرسکتے ہیں؟ اور سبزہ جو کہ قبرستان کے باہر ملتا ہے، خرید کر قبر کے سرہانے لگاسکتے ہیں؟ جیسا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبر پر ٹہنی لگائی تھی؟

جواب:... جائز ہے، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹہنی رکھنا بہت سے اہلِ علم کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی، تاہم اِتباعاً للسنۃ اگر کوئی ٹہنی گاڑ دے تو مضائقہ نہیں۔[3]

قبر کی تختی پر قرآنی آیات کندہ کروانا

سوال:... ہفتہ ۲۲؍جمادی الثانی ۱۴۱۰ھ بمطابق ۲۰؍جنوری ۱۹۹۰ء قبرستان میں اللہ تعالیٰ نے ایک عجیب واقعہ دِکھایا، جسے دیکھ کر دِل دہل گیا اور اللہ کا خوف دِل پر طاری ہوگیا۔ ہوا کچھ اس طرح کہ ایک قبر پر آیۃ الکرسی کی تختی لگی ہوئی تھی، ایک کتا آیا اور اس نے اس تختی پر پیشاب کردیا، اس طرح دیکھ کر اِنتہائی دُکھ ہوا اور دِل میں آیا کہ آپ کو بذریعہ خط تحریر کروں اور اَخبار ''جنگ'' میں اس کا جواب آجائے، تاکہ سب مسلمانوں کو معلوم ہوجائے کہ کیا ایسی تختی وغیرہ لگانا دُرست ہے یا نہیں؟

جواب:... قبرستان کی تختیوں پر قرآنی آیات کا لکھنا جائز نہیں، یہ قرآنِ کریم کی بےحرمتی ہے۔[4]

---

(۱) وکان ابن عمر یستحب أن یقرأ علی القبر بعد الدفن أوّل سورة البقرة وخاتمتها. (رد المحتار، مطلب فی دفن المیت ج:۲ ص:۲۳۷). فقد ثبت أنه علیه الصلاة والسلام قرأ أوّل سورة البقرة عند رأس میّت وآخرها عند رجلیه. (شامی ج:۲ ص:۲۴۲، طبع ایچ ایم سعید کراچی).

(۲) استماع صوت الملاهی کضرب قصب ونحوه حرام لقوله علیه السلام استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق والتلذذ بها کفر. (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة ج:۶ ص:۳۴۹، طبع سعید).

(۳) ان التخفیف .... ببرکة یده الشریفة صلی الله علیه وسلم أو دعائه لهما ولَا یُقاس علیه غیره .... ویوخذ من ذٰلک ومن الحدیث ندب وضع ذٰلک للِاتباع. (حاشیة رد المحتار، مطلب فی وضع الجرید ج:۲ ص:۲۴۵).

(۴) ویکره أن یبنی علی القبر أو یقعد .... أو یعلم بعلامة من کتابة ونحوه. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۶۶)، فأما الکتابة بغیر عذر فلا اھ. حتّی أنه یکره کتابة شیء علیه من القرآن أو الشعر أو إطراء مدح له ونحو ذٰلک ...الخ. (ردالمحتار علی الدر المختار ج:۲ ص:۲۳۸، طبع سعید).

قبروں کی زیارت

قبرستان پر کتنی دُور سے سلام کہہ سکتے ہیں؟

سوال:... قبرستان میں جاتے ہوئے یا قریب سے گزرتے ہوئے ''السلام علیکم یا اہل القبور'' کہنا چاہئے، دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ بس، ٹرین یا کسی بھی سواری میں سفر کے دوران کوئی قبرستان یا کوئی مزار نظر آجائے تو ''السلام علیکم یا اہل القبور'' یا ''السلام علیکم یا صاحب مزار'' کہنا چاہئے یا نہیں؟

جواب:... اگر پاس سے گزریں تو ''السلام علیکم یا اہل القبور'' کہہ لینا چاہئے۔ [1]

قبرستان کس دن اور کس وقت جانا چاہئے؟

سوال:... قبرستان جانے کے لئے سب سے بہتر وقت اور دن کون سے ہیں؟

جواب:... قطعی طور پر کسی خاص وقت اور دن کی تعلیم نہیں دی گئی، آپ جب چاہیں جاسکتے ہیں، وہاں جانے سے اصل مقصود عبرت حاصل کرنا ہے، موت و آخرت کو یاد کرنا ہے۔ البتہ بعض روایات میں شبِ برأت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ طیبہ کے قبرستان (بقیع) میں تشریف لے جانا اور ان کے لئے دُعائے مغفرت فرمانا آیا ہے، بعض حضرات نے ان روایات پر کلام فرمایا ہے، اور ان کو ضعیف کہا ہے۔ [2] ایک مرسل روایت میں ہے کہ جس نے اپنے والدین کی یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی ہر جمعہ کو زیارت کی، اس کی بخشش ہوجائے گی اور اسے ماں باپ سے حسنِ سلوک کرنے والا لکھ دیا جائے گا (مشکوٰۃ از شعب الایمان بیہقی)۔ [3]

---

(۱) عن ابن عباس رضی الله عنه قال: مر النبی صلی الله علیه وسلم بقبور بالمدینة فأقبل علیهم بوجهه فقال: السلام علیکم یا أهل القبور ... الحدیث۔ (مشکوة، باب زیارة القبور ص:۱۵۴)۔

(۲) عن عائشة رضی الله عنها قالت: فقدت رسول الله صلی الله علیه وسلم لیلة فإذا هو بالبقیع فقال: أکنت تخافین أن یحیف الله علیک ورسوله؟ قلت: یا رسول الله! إنی ظننت انک أتیت بعض نسائک۔ فقال: إن الله تعالیٰ ینزل لیلة النصف من شعبان إلی السماء الدنیا فیغفر لأکثر من عدد شعر غنم کلب۔ رواه الترمذی وابن ماجة وزاد رزین: ممّن استحق النّار۔ وقال الترمذی: سمعت محمدًا یعنی البخاری یضعّف هذا الحدیث۔ (مشکوة ص:۱۱۵، باب قیام شهر رمضان)۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: اِصلاحی مواعظ ج:۲ ص:۲۱۷، از حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ۔

(۳) عن محمد بن النعمان یرفع الحدیث إلی النبی صلی الله علیه وسلم قال: من زار قبر أبویه أو إحداهما فی کل جمعة غفر له وکتب برًّا۔ رواه البیهقی فی شعب الإیمان مرسلًا۔ (مشکوة ص:۱۵۴، باب زیارة القبور)۔

فی الجملہ ان روایات سے متبرک دن میں قبرستان جانے کا اہتمام معلوم ہوتا ہے، علامہ شامیؒ لکھتے ہیں: ''ہر ہفتے میں قبروں کی زیارت کی جائے، جیسا کہ ''مختارات النوازل'' میں ہے، اور ''شرح لباب المناسک'' میں لکھا ہے کہ: جمعہ، ہفتہ، پیر اور جمعرات کا دن افضل ہے۔ محمد بن واسعؒ فرماتے ہیں کہ مردے اپنے زائرین کو پہچانتے ہیں جمعہ کے دن، اور ایک دن پہلے اور ایک دن بعد، اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کا دن افضل ہے'' (رد المحتار ج:۲ ص:۲۴۲)۔[1]

پختہ مزارات کیوں بنے؟

سوال:... حدیث شریف میں ہے کہ بہترین قبر وہ ہے جس کا نشان نہ ہو اور کچی ہو، پھر ہندوستان اور پاکستان میں اتنے سارے مزارات کیوں ہیں جن کو لوگ پوجا کی حد تک چومتے ہیں اور منتیں مانتے ہیں؟

جواب:... بزرگوں کی قبروں کو یا تو عقیدت مند بادشاہوں نے پختہ کیا ہے، یا دُکان دار مجاوروں نے، اور ان لوگوں کا فعل کوئی شرعی حجت نہیں۔

مزارات پر جانا جائز ہے، لیکن وہاں شرک و بدعت نہ کرے

سوال:... کیا مزاروں پر جانا جائز ہے؟ جو لوگ جاتے ہیں یہ شرک تو نہیں کر رہے ہیں؟

جواب:... قبروں کی زیارت کو جانا مستحب ہے،[2] اس لئے مزاراتِ اولیاء پر جانا تو شرک نہیں، ہاں! وہاں جاکر شرک و بدعت کرنا بڑا سخت وبال ہے۔[3]

بزرگوں کے مزارات پر منّت ماننا حرام ہے

سوال:... کئی جگہ پر کچھ بزرگوں کے مزار بنائے جاتے ہیں (آج کل تو بعض نقلی بھی بن رہے ہیں)، اور ان پر ہر سال عرس ہوتے ہیں، چادریں چڑھائی جاتی ہیں، ان سے منتیں مانگی جاتی ہیں، یہ کہاں تک صحیح ہے؟

جواب:... یہ تمام باتیں بالکل ناجائز اور حرام ہیں، ان کی ضروری تفصیل میرے رسالے ''اِختلافِ اُمت اور صراطِ مستقیم'' میں دیکھ لی جائے۔[4]

---

(۱) وتزار في كل اسبوع كما في مختارات النوازل قال في شرح لباب المناسك إلّا أن الأفضل يوم الجمعة والسبت والإثنين والخميس فقد قال محمد بن واسع: الموتٰى يعلمون بزوّارهم يوم الجمعة ويومًا قبله ويومًا بعده فتحصل أن يوم الجمعة أفضل اهـ۔ (ردالمحتار ج:۲ ص:۲۴۲)۔

(۲) قوله بزيارة القبور أى لَا بأس بها بل تندب كما في البحر عن المجتبٰى۔ (ردالمحتار على الدر المختار ج:۲ ص:۲۴۲، مطلب في زيارة القبور، طبع سعيد)۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں ص:۳۹۹ کا حاشیہ نمبر ۲، ۳۔

(۳) ان الشرك لظلم عظيم۔ الآية۔ وأيضًا ويكره عند القبر ما لم يعهد من السنة والمعهود منها ليس إلّا زيارته ... إلخ۔ (هندية ج:۱ ص:۱۶۶)۔

(۴) تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں ''اِختلافِ اُمت اور صراطِ مستقیم'' صفحہ: ۶۳ تا ۸۷، طبع مکتبہ لدھیانوی۔

مزارات پر پیسے دینا کب جائز ہے اور کب حرام ہے؟

سوال:... میں جس رُوٹ پر گاڑی چلاتا ہوں، اس راستے میں ایک مزار آتا ہے، لوگ مجھے پیسے دیتے ہیں کہ مزار پر دے دو، مزار پر پیسے دینا کیسا ہے؟

جواب:... مزار پر جو پیسے دیئے جاتے ہیں، اگر مقصود وہاں کے فقراء و مساکین پر صدقہ کرنا ہے تو جائز ہے، اور اگر مزار کا نذرانہ مقصود ہے تو یہ ناجائز اور حرام ہے۔[1]

مزارات کی جمع کردہ رقم کو کہاں خرچ کرنا چاہئے؟

سوال:... مزاروں یا قبروں پر جو پیسے جمع کئے جاتے ہیں یہ کیسے ہیں؟ (جمع کرنے کیسے ہیں؟) اگر ناجائز ہیں تو پہلے جو جمع ہیں، ان کو کہاں خرچ کیا جائے؟

جواب:... اولیاء اللہ کے مزارات پر جو چڑھاوے چڑھائے جاتے ہیں وہ "ما اھل بہ لغیر اللہ" میں داخل ہونے کی وجہ سے حرام ہیں،[2] اور ان کا مصرف مالِ حرام کا مصرف ہے، یعنی بغیر نیتِ ثواب کے یہ مال کسی مستحق زکوٰۃ کو دے دیں۔[3]

اولیاء اللہ کی قبروں پر بکرے وغیرہ دینا حرام ہے

سوال:... جو لوگ اولیاء اللہ کی قبروں پر بکرے وغیرہ دیتے ہیں، کیا یہ جائز ہیں؟ حالانکہ اگر ان کی نیت خیرات کی ہو تو ان کے قرب و جوار میں مساکین بھی موجود ہیں۔

جواب:... اولیاء اللہ کے مزارات پر جو بکرے بطور نذر و نیاز کے چڑھائے جاتے ہیں، وہ قطعاً ناجائز و حرام ہیں، ان کا کھانا کسی کے لئے بھی جائز نہیں،[4] اِلَّا یہ کہ مالک اپنے فعل سے توبہ کرکے بکرے کو واپس لے لے، اور جو بکرے وہاں کے غریب غرباء کو کھلانے کے لئے بھیجے جاتے ہیں، وہ ان غریب غرباء کے لئے حلال ہیں۔[5]

---

(۱) واعلم ان النذر الذی یقع للأموات من أکثر العوام وما یؤخذ من الدراھم والشمع والزیت ونحوھا إلٰی ضرائح الأولیاء الکرام تقربا إلھم فھو بالإجماع باطل وحرام ما لم یقصدوا صرفھا لفقراء الأنام وقد ابتلی الناس بذالک ولا سیما فی ھذہ الأعصار ... إلخ۔ (درمختار ج:۲ ص:۴۳۹، ۴۴۰، قبیل باب الإعتکاف، طبع سعید)۔

(۲) قولہ باطل وحرام لوجوہ منھا انہ نذر لمخلوق والنذر للمخلوق لا یجوز لأنہ عبادۃ والعبادۃ لا تکون لمخلوق ... إلخ۔ (ردالمحتار ج:۲ ص:۴۳۹، مطلب فی النذر الذی یقع للأموات من أکثر العوام)۔

(۳) لأن سبیل الکسب الخبیث التصدق ... إلخ۔ (شامی، فصل فی البیع، ج:۶ ص:۳۸۵)، أیضًا ویتصدق بھا بلا نیۃ الثواب انما ینوی بہ براءۃ الذمۃ۔ (قواعد الفقہ ص:۱۱۵)۔

(۴) دیکھئے حاشیہ نمبر۱ اور ۲۔

(۵) وذکر الشیخ إنما ھو محل لصرف النذر لمستحقیہ القاطنین برباطہ أو مسجدہ فیجوز بھٰذا الإعتبار ولا یجوز أن یصرف ذٰلک لغنی ولا شریف منصب أو ذی نسب أو علم ما لم یکن فقیرًا ... إلخ۔ (ردالمحتار علی الدر ج:۲ ص:۴۳۹)۔

مردہ، قبر پر جانے والے کو پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے

سوال:... قبر پر کوئی عزیز مثلاً: ماں باپ، بہن بھائی یا اولاد جائے تو کیا اس شخص کی رُوح انہیں اس رشتے سے پہچانتی ہے؟ ان کو دیکھنے اور بات سننے کی قوت ہوتی ہے؟

جواب:... حافظ سیوطیؒ نے ''شرح الصدور'' میں اس مسئلے پر متعدّد روایات نقل کی ہیں کہ میّت ان لوگوں کو جو اس کی قبر پر جائیں، دیکھتی اور پہچانتی ہے اور ان کے سلام کا جواب دیتی ہے۔[1] ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ: ''جو شخص اپنے مؤمن بھائی کی قبر پر جائے، جس کو وہ دُنیا میں پہچانتا تھا، پس جا کر سلام کہے تو وہ ان کو پہچان لیتا ہے اور اس کا جواب دیتا ہے۔'' یہ حدیث ''شرح صدور'' میں حافظ ابنِ عبدالبر کی ''استذکار'' اور ''تمہید'' کے حوالے سے نقل کی ہے، اور لکھا ہے کہ محدث عبدالحق نے اس کو ''صحیح'' قرار دیا ہے (ص:۸۸)۔[2]

قبر پر ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگنا

سوال:... قبرستان میں یا ایک قبر پر ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگنا کیسا ہے؟

جواب:... فتاویٰ عالمگیری (ج:۵ ص:۳۵۰ مصری) میں لکھا ہے کہ قبر پر دُعا مانگنا ہو تو قبر کی طرف پشت اور قبلے کی طرف منہ کر کے دُعا مانگے۔[3]

قبرستان میں فاتحہ اور دُعا کا طریقہ

سوال:... قبرستان میں جا کر قبر پر فاتحہ پڑھی جاتی ہے، اس فاتحہ نامی دُعا میں کیا پڑھا جاتا ہے؟ (یعنی کیا دُعا مانگنی چاہئے؟)

جواب:... قبرستان میں جا کر پہلے تو ان کو سلام کہنا چاہئے، اس کے الفاظ حدیث میں یہ آتے ہیں: ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا

---

(۱) عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما من رجل يزور قبر أخيه ويجلس عنده إلّا استأنس وردّ عليه حتّى يقوم، وأخرج أيضًا والبيهقي في الشعب، عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: إذا مر الرجل بقبر يعرفه فسلم عليه ردّ عليه السلام وعرفه، وإذا مر بقبر لا يعرفه فسلم عليه، رد عليه السلام .... وأخرج ابن أبي الدنيا في القبور، والصابوني في المائتين، عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ما من عبد يمرّ على قبر رجل يعرفه في الدنيا، فيسلّم عليه إلّا عرفه ورد عليه السلام. (شرح الصدور ص:۲۰۲، باب زيارة القبور وعلم الموتى بزوارهم، طبع دار الكتب العلمية).

(۲) وأخرج ابن عبدالبر في الإستذكار والتمهيد عن ابن عباس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما من أحد يمر بقبر أخيه المؤمن كان يعرفه في الدنيا فيسلم عليه إلّا عرفه ورد عليه السلام. صححه عبدالحق. (شرح الصدور ص:۲۰۲، طبع دار الكتب العلمية بيروت).

(۳) فإذا بلغ المقبرة يخلع نعليه ثم يقف مستدبر القبلة مستقبلًا لوجه الميت ويقول: السلام عليكم يا أهل القبور! .... وإذا أراد الدعاء يقوم مستقبل القبلة كذا في خزانة الفتاوى. (عالمگيری ج:۵ ص:۳۵۰).

اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ، نَسْأَلُ اللهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ۔"[1] اور پھر جس قدر ممکن ہو ان کے لئے دُعا و استغفار کرے، اور قرآن مجید پڑھ کر ایصالِ ثواب کرے۔ بعض روایات میں سورۂ یٰسین، سورۂ تبارک الذی، سورۂ فاتحہ سورۂ زلزال، سورۂ تکاثر اور سورۂ اِخلاص اور آیت الکرسی کی فضیلت بھی آئی ہے۔[2] فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ قبر کی طرف منہ اور قبلے کی طرف پشت کر کے کھڑا ہو، اور جب دُعا کا ارادہ کرے تو قبر کی طرف پشت اور قبلے کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو۔[3]

قبرستان میں پڑھنے کی مسنون دُعائیں

سوال:... کون سی مسنون اور بہتر دُعائیں ہیں جو قبرستان میں پڑھنی چاہئیں؟

جواب:... سب سے پہلے قبرستان میں جا کر اہلِ قبور کو سلام کہنا چاہئے، اس کے مختلف الفاظ احادیث میں آئے ہیں، ان میں سے کوئی سے الفاظ کہہ لے، اگر وہ یاد نہ ہوں تو "السلام علیکم" ہی کہے، اس کے بعد ان کے لئے دُعا و استغفار کرے اور جس قدر ممکن ہو تلاوتِ قرآنِ کریم کا ثواب ان کو پہنچائے۔ احادیث میں خصوصیت کے ساتھ بعض سورتوں کا ذکر آیا ہے، مثلاً: سورۂ فاتحہ، آیت الکرسی، سورۂ یٰسین، سورۂ تکاثر، سورۂ کافرون، سورۂ اِخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس وغیرہ۔[4]

قبرستان میں قرآنِ کریم کی تلاوت آہستہ جائز ہے، آواز سے مکروہ ہے

سوال:... ایک مولوی صاحب فرما رہے تھے کہ قرآن مجید قبرستان میں نہیں پڑھنا چاہئے، کیونکہ عذاب والی آیات پر مردے پر عذاب نازل ہوتا ہے، بلکہ مخصوص دُعاؤں بشمول آیات جو کہ سنتِ نبوی سے ثابت ہیں، پڑھنی چاہئیں۔

جواب:... قبر پر بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے، آہستہ پڑھ سکتے ہیں۔[5]

قبرستان میں عورتوں کا جانا صحیح نہیں

سوال:... ۱: کیا عورتوں کا قبرستان جانا منع ہے؟

۲:... اگر جا سکتی ہیں تو کیا کسی خاص وقت کا تعین ہونا چاہئے؟

۳:... قبرستان جا کر عورتوں یا مردوں کے لئے قرآن پڑھنا یا نوافل پڑھنا منع ہیں، اگر نماز کا وقت ہو جائے اور وقت تھوڑا ہو

---

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، باب زیارۃ القبور ص:۱۵۴۔

(۲) ثم يدعوا قائمًا طويلًا وإن جلس يجلس بعيدًا أو قريبًا بحسب مرتبته في حال حياته .... وفي شرح اللباب ويقرأ من القرآن ما تيسر له من الفاتحة وأوّل البقرة إلى المفلحون وآية الكرسي وآمن الرسول وسورة يٰس وتبارك الملك وسورة التكاثر والإخلاص اثنى عشر مرة ... إلخ۔ (شامي ج:۲ ص:۲۴۲، ۲۴۳، مطلب في زيارة القبور)۔

(۳) ثم يقف مستدير القبلة مستقبلًا لوجه الميت .... وإذا أراد الدعاء يقوم مستقبل القبلة كذا في خزانة الفتاوىٰ۔ (هندية ج:۵ ص:۳۵۰، كتاب الكراهية، الباب السادس عشر في زيارة القبور)۔

(۴) ایضاً حاشیہ نمبر ۲۔

(۵) إنما يكره قراءة القرآن في المقبرة جهرًا أما المخافتة فلا بأس بها۔ (هندية ج:۵ ص:۳۵۰، كتاب الكراهية)۔

جیسے مغرب کا وقت ہوتا ہے تو کیا نماز کو قضا کردینا چاہئے یا وہیں پڑھ لینی چاہئے؟

جواب:... ۱: عورتوں کے قبرستان جانے پر اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ جوان عورت کو تو ہرگز نہیں جانا چاہئے، بڑی بوڑھی اگر جائے اور وہاں کوئی خلافِ شرع کام نہ کرے تو گنجائش ہے۔[1]

۲:... خاص وقت کا کوئی تعین نہیں، پردہ کا اہتمام ہونا اور نامحرموں سے اختلاط نہ ہونا ضروری ہے۔[2]

۳:... قبرستان میں تلاوت صحیح قول کے مطابق جائز ہے، مگر بلند آواز سے نہ پڑھے،[3] قبرستان میں نماز پڑھنے کی حدیث میں ممانعت آئی ہے،[4] اس لئے قبرستان میں نفل پڑھنا جائز نہیں، اگر کبھی فرض نماز پڑھنے کی ضرورت پیش آجائے تو قبرستان سے ایک طرف کو ہوکر کہ قبریں نمازی کے سامنے نہ ہوں، نماز پڑھ لی جائے۔[5]

خواتین کا قبرستان جانا گناہ ہے

سوال:... اکثر لوگ یہ بات یقین سے بیان کرتے ہیں کہ خواتین قبرستان نہیں جاتی ہیں، گناہ ہوتا ہے، آپ بتایئے یہ بات کہاں تک دُرست ہے؟ کیا خواتین کا قبرستان جانا گناہ ہے؟

جواب:... حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ان عورتوں پر جو قبر کی زیارت کے لئے جاتی ہیں۔[6] بعض حضرات اس حدیث کی بنا پر عورتوں کے قبرستان جانے کو حرام قرار دیتے ہیں، بعض کے نزدیک مکروہ ہے۔ بعض کے نزدیک عورتوں کا جانا بھی جائز

---

(۱) وأما النساء إذا أردن زيارة القبور إن كان ذٰلك لتجديد الحزن والبكاء والندب كما جرت به عادتهن فلا تجوز لهن الزيارة وعليه يحمل الحديث الصحيح لعن الله زائرات القبور وإن كانت للإعتبار والترحم والتبرك بزيارة قبور الصالحين من غير ما يخالف الشرع فلا بأس به إذا كن عجائز وكره ذٰلك للشابات كحضورهن في المساجد للجماعات ... إلخ. (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح ص:۳۴۰، فصل في زيارة القبور، وأيضًا في الشامي ج:۲ ص:۲۴۲، طبع سعيد).

(۲) ایضاً۔

(۳) قراءة القرآن في المقابر إذا أخفى ولم يجهر لَا تكره ولَا بأس بها ... إلخ. (هندية ج:۵ ص:۳۵۰، كتاب الكراهية).

(۴) عن أبي سعيد قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الأرض كلها مسجد إلّا المقبرة والحمام. رواه أبوداوٗد والترمذي والدارمي. (مشكوٰة ص:۷۱). وعن جندب قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: ألا وانّ من كان قبلكم كانوا يتخذون قبور أنبياءهم وصالحيهم مساجد، ألّا فلا تتخذوا القبور مساجد انّي أنهاكم عن ذٰلك. رواه مسلم. (مشكوٰة ص:۶۹).

(۵) لَا تكره الصلاة في جهة قبر إلّا إذا كان بين يديه ... إلخ. (شامي ج:۱ ص:۶۵۴، مطلب في بيان السنة والمستحب).

(۶) عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لعن زوّارات القبور. رواه أحمد والترمذي وابن ماجة، وقال الترمذي: هٰذا حديث حسن صحيح، وقال: قد راى بعض أهل العلم ان هٰذا كان قبل ان يرخّص النبي صلى الله عليه وسلم في زيارة القبور فلما رخّص دخل في رخصته الرجال والنساء وقال بعضهم انما كره زيارة القبور للنساء لقلة صبرهنّ وكثرة جزعهنّ تم كلامه. (مشكوٰة ص:۱۵۴، باب زيارة القبور).

ہے، بشرطیکہ کوئی خلافِ شرع کام نہ کریں۔ صحیح یہ ہے کہ جوان عورتوں کا جانا مطلقاً ممنوع ہے، بوڑھی عورتیں اگر باپردہ جائیں اور وہاں کوئی کام خلافِ شرع نہ کریں، تو ان کے لئے جائز ہے۔ یہ تمام تفصیل علامہ شامیؒ نے ذِکر فرمائی ہے۔ (۱)

کیا عورتوں کا مزارات پر جانا جائز ہے؟

سوال:... کیا عورتوں کے قبرستان، مزارات پر جانے، محفلِ سماع (قوالی) منعقد کرنے کی مذہب نے کہیں اجازت دی ہے؟ اگر یہ جائز ہے تو آپ قرآن و حدیث کی روشنی میں ثابت کریں، ویسے مجھے خدشہ ہے کہ کہیں آپ اسے اختلافی مسئلہ سمجھتے ہوئے گول نہ کر جائیں۔

جواب:... مسئلہ اتفاقی ہو یا اختلافی، لیکن جب جناب کو ہم پر اتنا اعتماد بھی نہیں کہ ہم مسئلہ صحیح بتائیں گے یا گول کر جائیں گے تو آپ نے سوال بھیجنے کی زحمت ہی کیوں فرمائی؟

آپ کو چاہئے تھا کہ یہ مسئلہ کسی ایسے عالم سے دریافت فرماتے جن پر جناب کو کم از کم اتنا اعتماد تو ہوتا کہ وہ مسئلے کو گول نہیں کریں گے، بلکہ خدا اور رسول کی جانب سے ان پر شریعت کی ٹھیک ٹھیک ترجمانی کی جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے، اسے وہ اپنے فہم کے مطابق پورا کریں گے۔

میرے بھائی! شرعی مسائل تو نہ ذہنی عیاشی کے لئے ہیں، نہ محض چھیڑ چھاڑ کے لئے، یہ تو عمل کرنے اور اپنی زندگی کی اصلاح کے لئے ہیں، لہٰذا مسئلہ کسی ایسے شخص سے پوچھئے جو آپ کی نظر میں دین کا صحیح عالم بھی ہو، اور اس کے دِل میں خدا کا اتنا خوف بھی ہو کہ وہ محض اپنی یا لوگوں کی خواہشات کی رعایت کر کے شریعت کے مسائل میں تلبیس یا ترمیم نہیں کرے گا۔

اب آپ کا مسئلہ بھی عرض کئے دیتا ہوں، ورنہ آپ فرمائیں گے کہ دیکھو گول کر گئے ناں!

عورتوں کا قبروں پر جانا واقعی اختلافی مسئلہ ہے، اکثر اہلِ علم تو حرام یا مکروہِ تحریمی کہتے ہیں، اور کچھ حضرات اس کی اجازت دیتے ہیں، یہ اختلاف یوں پیدا ہوا کہ ایک زمانے میں قبروں پر جانا سب کو منع تھا، مردوں کو بھی اور عورتوں کو بھی، بعد میں حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دے دی اور فرمایا: "قبروں کی زیارت کیا کرو، وہ آخرت کی یاد دِلاتی ہیں۔" (۲)

جو حضرات عورتوں کے قبروں پر جانے کو جائز رکھتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ یہ اجازت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی، مردوں اور عورتوں سب کو شامل ہے۔

اور جو حضرات اسے ناجائز کہتے ہیں، ان کا استدلال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے

---

(۱) إن كان ذٰلك لتجديد الحزن والبكاء والندب على ما جرت به عادتهن فلا تجوز وعليه حمل حديث (لعن الله زائرات القبور) وإن كان للإعتبار والترحم من غير بكاء والتبرك بزيارة قبور الصالحين فلا بأس إذا كن عجائز ويكره إذا كنّ شوابّ. (حاشية رد المحتار، مطلب في زيارة القبور ج:۲ ص:۲۴۲).

(۲) عن ابن مسعود أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فإنها تزهّد في الدنيا وتذكّر الآخرة. رواه ابن ماجة. (مشكوة ص:۱۵۴، باب زيارة القبور، طبع قديمي).

جو قبروں کی زیارت کے لئے جائیں، لہٰذا قبروں پر جانا ان کے لئے ممنوع اور موجبِ لعنت ہوگا۔

یہ حضرات یہ بھی فرماتے ہیں کہ عورتیں ایک تو شرعی مسائل سے کم واقف ہوتی ہیں، دُوسرے ان میں صبر، حوصلہ اور ضبط کم ہوتا ہے، اس لئے ان کے حق میں غالب اندیشہ یہی ہے کہ یہ وہاں جاکر جزع فزع کریں گی یا کوئی بدعت کھڑی کریں گی، شاید اسی اندیشے کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قبروں پر جانے کو موجبِ لعنت فرمایا، اور یہ اختلاف بھی اسی صورت میں ہے کہ عورتیں قبروں پر جاکر کسی بدعت کا ارتکاب نہ کرتی ہوں، ورنہ کسی کے نزدیک بھی اجازت نہیں ہے، آج کل عورتیں بزرگوں کے مزارات پر جاکر جو کچھ کرتی ہیں اسے دیکھ کر یقین آجاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مزاروں پر جانے والی عورتوں پر لعنت کیوں فرمائی ہے...؟[1]

عورتوں اور بچوں کا قبرستان جانا، بزرگ کے نام کی منّت ماننا

سوال:...عورتوں اور بچوں کا قبر پر جانا جائز ہے کہ نہیں؟ نیز قبر والے کے نام کی منّت ماننا جیسے کہ بکرا دینا یا کوئی چادر چڑھانا وغیرہ؟

جواب:...اہلِ قبور کے لئے منّت ماننا بالاجماع باطل اور حرام ہے، درمختار میں ہے:

''جاننا چاہئے کہ اکثر عوام کی طرف سے مُردوں کے نام کی جو نذر مانی جاتی ہے اور اولیائے کرامؒ کی قبروں پر روپے، پیسے، شرینی، تیل وغیرہ کے جو چڑھاوے ان کے تقرّب کی خاطر چڑھائے جاتے ہیں، یہ بالاجماع باطل اور حرام ہیں، اِلَّا یہ کہ نذر اللہ کے لئے ہو اور وہاں کے فقراء پر خرچ کرنے کا قصد کیا جائے، لوگ خصوصاً اس زمانے میں اس میں بکثرت مبتلا ہیں، اس مسئلے کو علامہ قاسمؒ نے ''درر البحار'' کی شرح میں بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔''[2]

علامہ شامیؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

''ایسی نذر کے ناجائز اور حرام ہونے کی کئی وجوہ ہیں، اوّل یہ کہ یہ نذر مخلوق کے لئے کی جاتی ہے، اور مخلوق کے نام کی منّت ماننا جائز نہیں، کیونکہ نذر عبادت ہے، اور غیراللہ کی عبادت نہیں کی جاتی۔ دوم یہ کہ جس کے نام کی منّت مانی گئی وہ میّت ہے، اور مردہ کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا۔ سوم یہ کہ اگر نذر ماننے والے کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا یہ فوت شدہ بزرگ بھی تکوینی اُمور میں تصرف رکھتا ہے تو یہ عقیدہ غلط ہے''[3] (رد المحتار قبیل باب الاعتکاف ج:۲ ص:۴۳۹، نیز دیکھئے البحر الرائق ج:۲ ص:۳۲۰)۔

چھوٹے بچوں کو قبرستان لے جانا تو بے ہودہ بات ہے، رہا عورتوں کا قبر پر جانے کا مسئلہ! اس میں علماء کا اختلاف ہے، بعض

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۱، ۲ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) واعلم أن النذر الذی یقع للأموات من أکثر العوام وما یؤخذ من الدراهم والشمع والزیت ونحوها إلٰی ضرائح الأولیاء الکرام تقرّبًا إلیهم فهو بالإجماع باطل وحرام ما لم یقصدوا صرفها لفقراء الأنام وقد ابتلی الناس بذٰلک ولَا سیما فی هٰذه الأعصار وقد بسطه العلامة قاسم فی شرح درر البحار۔ (الدر المختار ج:۲ ص:۴۳۹، قبیل باب الإعتکاف)۔

(۳) قوله باطل وحرام لوجوه: منها أنه نذر لمخلوق والنذر للمخلوق لَا یجوز لأنه عبادة والعبادة لَا تکون لمخلوق، ومنها أن المنذور له میت والمیت لَا یملک، ومنها أنه إن ظن أن المیت یتصرف فی الأمور دون الله تعالٰی واعتقاده ذٰلک کفر۔

کے نزدیک عورتوں کا قبروں پر جانا حرام ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ان عورتوں پر جو بہ کثرت قبروں کی زیارت کو جاتی ہیں۔"[1]

(رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ، مشکوٰۃ ص:۱۵۴)

بعض حضرات کے نزدیک مکروہ ہے، اور بعض کے نزدیک جائز ہے، بشرطیکہ وہاں جزع فزع نہ کریں اور کسی غیرشرعی امر کا ارتکاب نہ کریں، ورنہ حرام ہے۔ اس زمانے میں عورتوں کا وہاں جانا مفسدہ سے خالی نہیں، اکثر بے پردہ جاتی ہیں، اور پھر وہاں جاکر غیرشرعی حرکتیں کرتی ہیں، منتیں مانتی ہیں، چڑھاوے چڑھاتی ہیں، اس لئے صحیح یہ ہے کہ جس طرح آج کل عورتوں کے وہاں جانے کا رواج ہے، اس کی کسی کے نزدیک بھی اجازت نہیں، بلکہ بالاجماع حرام ہے۔

قبرستان وقف ہوتا ہے، اس میں ذاتی تصرفات جائز نہیں

سوال:... اگر کوئی شخص مسلمان کہلائے اور مسلمانوں کے قبرستان میں قبروں کو مسمار کرکے ان پر مکانات اور کارخانے تعمیر کرلے، اور ان میں رہائش اختیار کرکے احترامِ قبرستان کی پامالی کا سبب بنے، اس کے اس عمل پر قانونِ شریعت کیا حد قائم کرتا ہے؟ اور اس کے عمل کا تذکرہ کس انداز میں کیا جائے گا؟

جواب:... مسلمانوں کا قبرستان وقف ہوتا ہے، اور وقف میں اس قسم کے تصرفات، جو سوال میں ذکر کئے گئے ہیں، جائز نہیں،[2] البتہ اگر کسی کی ذاتی زمین میں قبریں ہوں، ان کو ہموار کرسکتا ہے۔[3]

قبرستان کب تک قبرستان رہتا ہے؟

سوال:... قبرستان کب تک قبرستان رہتا ہے؟ بعض ملکوں میں کئی سالوں کے بعد بلڈوزر چلاکر اس پر آبادی کرلیتے ہیں۔ شریعت میں اس کی کہاں تک گنجائش ہے؟

جواب:... قبریں پُرانی ہوجائیں تو ان کو مسمار کرنے کی اِجازت ہے،[4] لیکن شخصی و ذاتی اغراض کے لئے اس جگہ کا اِستعمال جائز نہیں ہے، کیونکہ وہ صرف اموات کی تدفین کے لئے وقف کیا گیا ہے۔[5] ہاں! کسی کی ذاتی جگہ ہو تو پُرانی قبروں کو منہدم کرکے وہاں

---

(۱) عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: ان رسول الله صلی الله عليه وسلم لعن زوّارات القبور. (مشكوٰة ص:۱۵۴).

(۲) مقبرة قديمة لحلة لم يبق فيها آثار المقبرة هل يباح لأهل المحلة الإنتفاع بها؟ قال ابو نصر رحمه الله تعالىٰ: لَا يباح ...إلخ. (قاضی خان بر هامش هندية ج:۳ ص:۳۱۴). وأيضًا إذا صح الوقف لم يجز بيعه ولَا تمليكه ...إلخ. (هداية ج:۲ ص:۶۴۰، كتاب الوقف، طبع مكتبه شركت علميه).

(۳) ولو بلی الميت وصار ترابا جاز .... زرعه والبناء عليه كذا فی التبيين .... إذا دفن الميت فی أرض غيره بغير إذن مالكها فالمالک بالخيار ...إلخ. (هندية، باب الجنائز ج:۱ ص:۱۶۷، طبع رشيديه).

(۴) كما جاز زرعه والبناء عليه إذا بلی وصار ترابًا. (الدر المختار، مطلب فی دفن الميت ج:۲ ص:۲۳۸).

(۵) الوقف .... ولَا يباع ولَا يوهب ولَا يورث. (عالمگيری ج:۲ ص:۳۵۰).

کاشتکاری بھی کرنا صحیح ہے،[1] مگر قبرستان جو وقف ہو اس کو خریدنا کسی حال میں بھی جائز نہیں۔

کسی کی مملوکہ زمین میں قبر بنانا

سوال:... میرے بھائی کو فوت ہوئے مہینہ ہوگیا ہے، ہم نے گاؤں میں اس کی قبر ایک رشتہ دار کی زمین جو کہ قبرستان کے ساتھ ہے کھودی، پہلے والدہ صاحبہ کی قبر بھی اِدھر ہی ہے، وہ آدمی حاضر نہ تھا، اس کے لڑکے سے اِجازت لے کر قبر کھودی، پھر دِل میں یہ بھی خیال تھا کہ ماموں کا لڑکا ہے، کیا کہے گا؟ قبر جب تیار ہوگئی تو وہ آدمی آیا تو اس نے شور کردیا کہ میری جگہ قبر کیوں کھودی ہے؟ کیونکہ اس وقت جنازے کا وقت ہوگیا تھا، اتنا وقت نہیں تھا کہ دُوسری جگہ قبر تیار کرلیں، چند لوگوں کے کہنے پر وہ چپ ہوگیا، ہم نے جنازہ پڑھ کر مردے کو قبر کے حوالے کردیا، ابھی مجھے بار بار خیال آتے ہیں کہ اگر وہ آدمی دِل سے راضی نہیں ہوا تو شاید میرے بھائی کو عذاب ہو رہا ہو۔ جناب سے گزارش ہے کہ مجھے اس کا حل بتائیں کہ میں کیا کروں؟ اس کو کیسے راضی کروں؟ یا جگہ کے پیسے دُوں؟ جناب کی مہربانی ہوگی۔

جواب:... اگر کسی کی مملوکہ زمین میں قبر بنادی جائے تو اس کو حق پہنچتا ہے کہ زمین کو ہموار کرکے اس کو اِستعمال کرے، مردے کو نکالنے کی ضرورت نہیں۔ اور میت کے وارثوں کو نہ تو مردے کے نکالنے کی اجازت ہے، نہ اس زمین میں تصرف کرنے سے روکنے کی اجازت ہے۔[2]

خواب کی بنا پر کسی کی زمین میں بنائے گئے مزار کا کیا کریں؟

سوال:... مولانا صاحب! ہمارے قصبے سے کوئی ایک میل دُور ایک کھیت میں ایک پیر صاحب دریافت ہوئے ہیں، وہ ایسے کہ ایک عورت نے خواب میں دیکھا کہ پیر صاحب کہتے ہیں کہ فلانی جگہ پر میرا مزار بناؤ۔ لوگوں نے مزار بنادیا، آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ اس مزار پر روزانہ تقریباً ۲۰۰ سے زائد آدمی دُعا مانگنے آتے ہیں، جس مالک کی یہ زمین ہے وہ بہت تنگ ہے، اور کہتا ہے کہ میری زمین سے یہ جعلی مزار ہٹاؤ، لیکن وہ نہیں ہٹاتے۔ آپ بتائیں کہ اس کا کیا حل ہے؟

جواب:... ایک عورت کے کہنے کی بنا پر مزار بنالینا بے عقلی ہے، زمین کے مالک کو چاہئے کہ وہ اس کو ہموار کردے اور لوگوں کو وہاں آنے سے روک دے۔[3]

---

(۱) إذا دفن الميت في أرض غيره بغير إذن مالكها فالمالك بالخيار إن شاء أمر بإخراج الميت وإن شاء سوّى الأرض وزرع فيها. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۶۷، كتاب الصلاة، الباب الحادي والعشرون، الفصل السادس).

(۲) إذا دفن الميت في أرض غيره بغير إذن مالكها، فالمالك بالخيار إن شاء أمر بإخراج الميت وإن شاء سوّى الأرض وزرع فيها .... ولا ينبغي إخراج الميت من القبر بعد ما دفن إلّا إذا كانت الأرض مغصوبة أو أخذت بشفعة. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۶۷)، ولا يخرج منه بعد إهالة التراب إلّا لحق آدمي أن تكون الأرض مغصوبة أو أخذت بشفعة ويخير المالك بين إخراجه ومساواته بالأرض ...إلخ. (الدر المختار ج:۲ ص:۲۳۸، باب صلاة الجنازة).

(۳) لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه. (شرح المجلة، المادة:۹۶، ص:۶۱). أيضًا إذا دفن الميت في أرض غيره بغير إذن مالكها فالمالك بالخيار إن شاء أمر بإخراج الميت وإن شاء سوّى الأرض وزرع فيها كذا في التجنيس. (عالمگیری، الفصل السادس في القبر والدفن والنقل من مكان إلى آخر ج:۱ ص:۱۶۷).

ایصالِ ثواب

ایصالِ ثواب کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع کیا جائے

سوال:... میں ذکر کرنے سے پہلے ایک بار سورۂ فاتحہ، تین بار قل ہو اللہ شریف، اوّل آخر دُرود شریف پڑھ کر اس طرح دُعا کرتا ہوں: "یا اللہ! اس کا ثواب میرے مخدوم ومکرم حضرت..... دامت برکاتہم سے لے کر میرے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک میرے سلسلے کے تمام مشائخ کرام تک پہنچادے اور ان کے فیوض و برکات سے ہمیں بھی حصہ نصیب فرمادے۔

جواب:... حضرتِ شیخ نوّر اللہ مرقدہٗ کے سلسلے کے مطابق گیارہ بار دُرود شریف اور تیرہ بار قل ہو اللہ شریف پڑھ کر (اور اس کے ساتھ اگر سورۂ فاتحہ بھی پڑھ لی جائے تو بہت اچھا ہے) ایصالِ ثواب کیا جائے اور ابتدا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ مبارک سے کی جائے، باقی ٹھیک ہے۔[1]

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نوافل سے ایصالِ ثواب کرنا

سوال:... میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایصالِ ثواب کے لئے روزانہ سورۂ یٰسین کی تلاوت کرتا تھا، اب کچھ عرصے سے یہ عمل دو رکعت نفل کے ذریعے ادا کرتا ہوں، کیا اس طرح کرنے میں ذاتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام میں کوئی کوتاہی تو نہیں؟

جواب:... کوئی حرج نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بدنی اور مالی عبادات کے ذریعے ایصالِ ثواب کا اہتمام کرنا محبت کی بات ہے۔[2]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایصالِ ثواب، اِشکال کا جواب

سوال:... کیا فرماتے ہیں مفتیانِ عظام مندرجہ ذیل مسئلے کے متعلق کہ مسلمان حضرات بخدمتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایصالِ ثواب کرتے ہیں، ہمارے ایصالِ ثواب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا فائدہ پہنچتا ہے؟ جبکہ آپ دو جہانوں کے سردار ہیں، اور

---

(۱) قلت: وقول علمائنا له أن يجعل ثواب عمله لغيره يدخل فيه النبي صلى الله عليه وسلم فإنه أحق بذلك حيث أنقذنا من الضلالة ...إلخ. (شامي ج:۲ ص:۲۴۴، مطلب في إهداء ثواب القراءة للنبي صلى الله عليه وسلم).

(۲) وفي البحر من صام أو صلّى أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء جاز ويصل ثوابها إليهم عند أهل السُّنّة والجماعة كذا في البدائع. (شامي ج:۲ ص:۲۴۳، مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له).

جنت کے اعلیٰ ترین مقام آپ کے لئے یقینی ہیں۔

دُرود و سلام تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بھیجتے ہیں، کما فی النص، اپنے کسی عزیز کو ایصالِ ثواب کرنے کی وجہ معقول ہے، اس کی بخشش کے لئے، اور رفعِ درجات کے لئے۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایصالِ ثواب کرنے کی حقیقت پر روشنی ڈالئے، اور قرآن و سنت کی روشنی میں اس کا صحیح جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

جواب:... اُمت کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایصالِ ثواب نصوص سے ثابت ہے، چنانچہ ایصالِ ثواب کی ایک صورت آپ کے لئے ترقیٔ درجات کی دُعا، اور مقامِ وسیلہ کی درخواست ہے، صحیح مسلم کی حدیث میں ہے:

"اذا سمعتم المؤذّن فقولوا مثل ما یقول، ثم صلوا علیّ فانه من یصلی علیّ صلٰوة صلی الله علیه وسلم بها عشرًا، ثم سلوا الله لی الوسیلة فانها منزلة فی الجنة لَا ینبغی الّا لعبد من عباد الله وارجوا ان اکون انا هو، فمن سأل لی الوسیلة حلت علیه الشفاعة۔"

(مشکٰوۃ ص:۶۴)

ترجمہ:... "جب تم مؤذّن کو سنو تو اس کی اَذان کا اسی کی مثل الفاظ سے جواب دو، پھر مجھ پر دُرود پڑھو، کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار دُرود پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں، پھر میرے لئے اللہ تعالیٰ سے "وسیلہ" کی درخواست کرو، یہ ایک مرتبہ ہے جنت میں، جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کے شایانِ شان ہے، اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا، پس جس شخص نے میرے لئے وسیلہ کی درخواست کی، اس کو میری شفاعت نصیب ہوگی۔"

اور صحیح بخاری میں ہے:

"من قال حین سمع النداء، اللّٰهم رب هٰذه الدعوة التامة والصلٰوة القائمة اٰت محمدن الوسیلة والفضیلة وابعثه مقامًا محمودن الذی وعدته، حلت له شفاعتی یوم القیامة۔"　(مشکٰوۃ ص:۶۵)

ترجمہ:... "جو شخص اَذان سن کر یہ دُعا پڑھے: "اے اللہ! جو مالک ہے اس کامل دعوت کا، اور قائم ہونے والی نماز کا، عطا کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت اور کھڑا کر آپ کو مقامِ محمود میں، جس کا آپ نے وعدہ فرمایا ہے" قیامت کے دن اس کو میری شفاعت نصیب ہوگی۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ عمرہ کے لئے تشریف لے جارہے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلبی کے لئے حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رُخصت کرتے ہوئے فرمایا:

"لَا تنسنا یا اخی من دعائک۔ وفی روایۃ: اشرکنا یا اخی فی دعائک۔"

(ابوداوٗد ج:۱ ص:۲۱۰، ترمذی ج:۲ ص:۱۹۵)

ترجمہ:... "بھائی جان! ہمیں اپنی دُعا میں نہ بھولنا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ: بھائی جان! اپنی دُعا میں ہمیں بھی شریک رکھنا۔"

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح حیاتِ طیبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دُعا مطلوب تھی، اسی طرح وصال شریف کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دُعا مطلوب ہے۔

ایصالِ ثواب ہی کی ایک صورت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کی جائے، حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کا حکم فرمایا تھا:

"عن حنش قال رأیت علیًّا رضی اللہ عنہ یضحی بکبشین، فقلت لہ: ما ھذا؟ فقال: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوصانی ان اضحی عنہ، فانا اضحی عنہ۔"

(ابوداوٗد، باب الأضحیۃ عن المیّت ج:۲ ص:۲۹)

ترجمہ:... "حنش کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ دو مینڈھوں کی قربانی کرتے ہیں، میں نے عرض کیا: یہ کیا؟ فرمایا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کیا کروں، سو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔"

"وفی روایۃ: امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اضحی عنہ فانا اضحی عنہ ابدًا۔" (مسندِ احمد ج:۱ ص:۱۰۷)

"وفی روایۃ: فلا ادعہ ابدًا۔" (ایضاً ج:۱ ص:۱۴۹)

ترجمہ:... "ایک روایت میں ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا تھا کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کیا کروں، سو میں آپ کی طرف سے ہمیشہ قربانی کرتا ہوں۔"

ترجمہ:... "ایک روایت میں ہے کہ میں اس کو کبھی نہیں چھوڑتا۔"

علاوہ ازیں زندوں کی طرف سے مرحومین کو ہدیہ پیش کرنے کی صورت ایصالِ ثواب ہے، اور کسی محبوب و معظم شخصیت کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنے سے یہ غرض نہیں ہوتی کہ اس ہدیہ سے اس کی ناداری کی مکافات ہوگی، کسی بہت بڑے امیر کبیر کو اس کے احباب کی طرف سے ہدیہ پیش کیا جانا عام معمول ہے، اور کسی کے حاشیہ خیال میں بھی یہ بات نہیں کہ ہمارے اس حقیر ہدیہ سے اس کے مال و دولت میں اضافہ ہوجائے گا، بلکہ صرف ازدیادِ محبت کے لئے ہدیہ پیش کیا جاتا ہے، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں گناہگار اُمتیوں کی طرف سے ایصالِ ثواب کے ذریعہ ہدیہ پیش کرنا اس وجہ سے نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان حقیر ہدایا کی احتیاج ہے، بلکہ یہ ہدیہ پیش کرنے والوں کی طرف سے اظہارِ تعلق و محبت کا ایک ذریعہ ہے، جس سے جانبین کی محبت میں اضافہ ہوتا

ہے، اور اس کا نفع خود ایصالِ ثواب کرنے والوں کو پہنچتا ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درجاتِ قرب میں بھی اس سے اضافہ ہوتا ہے۔

علامہ ابنِ عابدین شامیؒ نے ردالمحتار میں باب الشہید سے قبیل اس مسئلے پر مختصر سا کلام کیا ہے، اتمامِ فائدہ کے لئے اسے نقل کرتا ہوں:

"ذکر ابن حجر فی الفتاویٰ الفقهیة ان الحافظ ابن تیمیة زعم منع اهداء ثواب القرائة للنبی صلی الله علیه وسلم، لأن جنابه الرفیع لَا یجرأ علیه الّا بما اذن فیه وهو الصلٰوة علیه وسوال الوسیلة له۔

قال: وبالغ السبکی وغیره فی الردّ علیه بان مثل ذٰلک لَا یحتاج لِاذن خاص، الَا تری ان ابن عمر کان یعتمر عنه صلی الله علیه وسلم عمرًا بعده موته من غیر وصیة، وحج ابن الموفق وهو فی طبقة الجنید عنه سبعین حجة، وختم ابن السراج عنه صلی الله علیه وسلم اکثر من عشرة آلاف ختمة وضحی عنه مثل ذٰلک۔ اهـ۔

قلت: رأیت نحو ذٰلک بخط مفتی الحنفیة الشهاب احمد بن الشلبی شیخ صاحب البحر نقلًا عن شرح الطیبة للنویری ومن جملة ما نقله ان ابن عقیل من الحنابلة قال: یستحب اهدائها له صلی الله علیه وسلم۔

قلت: وقول علمائنا له ان یجعل ثواب عمله لغیره، یدخل فیه النبی صلی الله علیه وسلم فانه احق بذٰلک حیث انقذنا من الضلالة ففی ذٰلک نوع شکر واسدا جمیل له والکامل قابل لزیادة الکمال وما استدل به بعض المانعین من انه تحصیل الحاصل، لأن جمیع اعمال امته فی میزانه یجاب عنه بانه لَا مانع من ذٰلک فان الله تعالیٰ اخبرنا بانه صلی علیه ثم امرنا بالصلٰوة علیه بان نقول اللّٰهم صل علی محمد، والله اعلم۔"

(شامی ج:۲ ص:۲۴۴، طبع مصر) [1]

ترجمہ:... "ابنِ حجرؒ (مکی شافعی) نے فتاویٰ فقہیہ میں ذکر کیا ہے کہ حافظ ابنِ تیمیہؒ کا خیال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاوت کے ثواب کا ہدیہ کرنا ممنوع ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں صرف اسی کی جرأت کی جاسکتی ہے جس کا اذن ہو، اور وہ ہے آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجنا اور آپ کے لئے دُعائے وسیلہ کرنا۔

ابنِ حجرؒ کہتے ہیں کہ: امام سبکیؒ وغیرہ نے ابنِ تیمیہؒ پر خوب خوب رَدّ کیا ہے کہ ایسی چیز اذنِ خاص کی

(۱) وأیضًا طبع ایچ ایم سعید کراچی، مطلب فی إهداء ثواب القراءة للنبی صلی الله علیه وسلم.

محتاج نہیں ہوتی، دیکھتے نہیں ہو کہ ابنِ عمرؓ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عمرے کیا کرتے تھے، جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس کی وصیت بھی نہیں فرمائی تھی۔ ابن الموفق نے جو جنید کے ہم طبقہ ہیں، آپ کی طرف سے ستر حج کئے، ابن السراج نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دس ہزار ختم کئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اتنی ہی قربانیاں کیں۔

میں کہتا ہوں کہ میں نے اسی قسم کی بات مفتی حنفیہ شیخ شہاب الدین احمد بن الشلبی، جو صاحبِ بحر الرائق کے اُستاذ ہیں، کی تحریر میں بھی دیکھی ہے، جو موصوف نے علامہ نویریؒ کی ''شرح الطیبہ'' سے نقل کی ہے، اس میں موصوف نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ حنابلہ میں سے ابنِ عقیل کا قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیۂ ثواب مستحب ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ہمارے علماء کا یہ قول کہ: ''آدمی کو چاہئے کہ اپنے عمل کا ثواب دُوسروں کو بخش دے'' اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا زیادہ استحقاق رکھتے ہیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے ہمیں گمراہی سے نجات دلائی، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ثواب کا ہدیہ کرنے میں ایک طرح کا تشکر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کا اعتراف ہے، اور (آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ ہر اعتبار سے کامل ہیں، مگر) کامل زیادتِ کمال کے قابل ہوتا ہے۔ اور بعض مانعین نے جو استدلال کیا ہے کہ یہ تحصیلِ حاصل ہے، کیونکہ اُمت کے تمام عمل خود ہی آپ کے نامۂ عمل میں درج ہوتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ یہ چیز ایصالِ ثواب سے مانع نہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمتیں نازل فرماتے ہیں، اس کے باوجود ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپ کے لئے رحمت طلب کرنے کے لئے **اللّٰھم صل علیٰ محمد** کہا کریں۔''

سوال:... میں قرآن مجید کی تلاوت اور صدقہ وخیرات کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بعد کے اکابر علمائے دین کو ایصالِ ثواب کرتا ہوں، لیکن چند روز سے ایک خیال ذہن میں آتا ہے، جس کی وجہ سے بے حد پریشان ہوں، خیال یہ ہے کہ ہم لوگ ان ہستیوں کو ثواب پہنچا رہے ہیں جن پر خدا خود دُرود وسلام پیش کرتا ہے، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو، توبہ توبہ! معاذ اللہ! ہم اتنے بڑے ہیں کہ چند آیات پڑھ کر اس کا ثواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ رضی اللہ عنہم تک پہنچا رہے ہیں، یہ تو نہ سمجھ میں آنے والی بات ہے۔

جواب:... ایصالِ ثواب کی ایک صورت تو یہ ہے کہ دُوسرے کو محتاج سمجھ کر ثواب پہنچایا جائے، یہ صورت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مقبولانِ الٰہی کے حق میں نہیں پائی جاتی، اور یہی منشا ہے آپ کے شبہ کا، اور دُوسری صورت یہ ہے کہ ان اکابر کے ہم پر بے شمار احسانات ہیں، اور احسان شناسی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ان کی خدمت میں کوئی ہدیہ پیش کیا کریں، ظاہر ہے کہ ان اکابر کی خدمت میں ایصالِ ثواب اور دُعائے ترقیٔ درجات کے سوا اور کیا ہدیہ پیش کیا جاسکتا ہے؟ پس ہمارا ایصالِ ثواب اس بنا پر نہیں کہ... معاذ

اللہ... یہ حضرات ہمارے ایصالِ ثواب کے محتاج ہیں، بلکہ یہ حق تعالیٰ شانہ کی ہم پر عنایت ہے کہ ایصالِ ثواب کے ذریعے ہمارے لئے ان اکابر کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنے کا دروازہ کھول دیا، جس کی بدولت ہمارا حق احسان شناسی بھی ادا ہوجاتا ہے اور ان اکابر کے ساتھ ہمارے تعلق ومحبت میں بھی اضافہ ہوجاتا ہے، اس سے ان اکابر کے درجات میں بھی مزید ترقی ہوتی ہے، اس کی برکت سے ہماری سیئات کا کفارہ بھی ہوتا ہے، اور ہمیں حق تعالیٰ شانہ کی عنایت سے بے پایاں حصہ ملتا ہے۔ اس کی مثال ایسی سمجھ لیجئے کہ کسی غریب مزدور پر بادشاہ کے بہت سے احسانات ہوں اور وہ اپنے تقاضائے محبت کی بنا پر کوئی ہدیہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کرنا چاہے اور بادشاہ از راہ مراحم خسروانہ اس کے ہدیہ کو قبول فرماکر اسے اپنے مزید انعامات کا مورد بنائے، یہاں کسی کو یہ شبہ نہیں ہوگا کہ اس فقیر درویش کا ہدیہ پیش کرنا بادشاہ کی ضرورت کی بنا پر ہے، نہیں! بلکہ یہ خود اس مسکین کی ضرورت ہے۔[1]

اِیصالِ ثواب کی شرعی حیثیت

سوال:... کیا اِسلام کی رُو سے ایصالِ ثواب کرنا صحیح ہے؟

جواب:... اسلام میں اِیصالِ ثواب کرنے کا حکم ہے اور مردے کو یہ تحفے کی شکل میں ملتا ہے، کسی مخصوص دن کا تعین کئے بغیر کوئی نیک عمل یا صدقہ وخیرات کی نیت سے کیا جاسکتا ہے۔[2]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود وسلام کا طریقہ نیز اِیصالِ ثواب کے لئے فاتحہ پڑھنا

سوال:... جمعہ ۲۶؍جولائی ۱۹۹۱ء کے ''اقرأ'' کے کالم میں دُرود شریف کے ثمرات وبرکات پر قمر سلطانہ عابد علی کا مضمون نظر سے گزرا۔ مضمون نہایت مدلل ہے اور بڑی کد وکاوش سے لکھا گیا ہے۔ انہوں نے قرآنِ کریم کی آیت نمبر ۵۵ سورۂ اَحزاب نمبر ۳۳ کا ذِکر کیا ہے، جس کے معنی یہ ہیں: ''اللہ تعالیٰ اور تمام فرشتے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) پر صلوٰۃ وسلام بھیجتے ہیں، اور اے مسلمانو! تم بھی ان پر صلوٰۃ وسلام بھیجو'' لیکن پورے مضمون میں کہیں دُرود شریف کا ذِکر نہیں کیا گیا جو ہم پر فرض کیا گیا ہے، تو ہم دُرود شریف پڑھیں تو کس طرح اور کن الفاظ سے پڑھیں؟ اگر دُرود شریف اس کو کہتے ہیں: ''اللّٰہم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد وبارک وسلم علیہ'' تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ: ''اے اللہ! تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آلِ محمد پر صلوٰۃ وسلام بھیج'' گویا کہ ہم اللہ کے حکم کو اللہ ہی پر لگا رہے ہیں۔ کوئی عالمِ دین جواب دے کہ یہ کون سی آیت ہے؟ اور کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس طرح کہنا سکھایا ہے؟ جبکہ اللہ

---

(۱) قلت وقول علمائنا له أن يجعل ثواب عمله لغيره يدخل فيه النبي صلى الله عليه وسلم فإنه أحق بذٰلك حيث أنقذنا من الضلالة ففي ذٰلك نوع شكر واسداء جميل له والكامل قابل لزيادة الكمال. (شامی ج:۲ ص:۲۴۴)۔

(۲) عن عبدالله بن عباس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما الميت في القبر إلّا كالغريق المتغوّث ينتظر دعوة تلحقه من أب أو أمّ أو أخ أو صديق، فإذا لحقته كان أحب إليه من الدنيا وما فيها وان الله تعالىٰ ليدخل على أهل القبور من دعاء أهل الأرض أمثال وإنّ هديّة الأحياء إلى الأموات الإستغفار لهم. رواه البيهقي في شعب الإيمان. (مشكوٰة ص:۲۰۶)۔ صرح علماؤنا في باب الحج عن الغير بأن للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صومًا أو صدقة أو غيرها كذا في الهداية. (ردالمحتار ج:۲ ص:۲۴۳، مطلب في القراءة للميت واهداء ثوابها له)۔

تعالیٰ سورۂ اَحزاب کی آیت نمبر ۴۲ میں اِرشاد فرماتا ہے کہ: "وہ وہ ذات ہے جو تمام موٴمنوں پر صلوٰۃ و سلام بھیجتا ہے اور تمام فرشتے بھی تاکہ تمہیں اندھیروں سے اُجالے (نور) روشنی کی طرف نکالے اور وہ مسلمانوں پر مہربان ہے۔" یہاں پر میں عرض کرتا چلوں کہ جن مساجد میں جمعہ کی نماز کے بعد سلام پڑھا جاتا ہے، وہاں ایک بڑی تعداد سلام میں شریک ہونے کے بجائے فوراً بھاگ کھڑی ہوتی ہے، اور سلام پڑھنے والے رہ جاتے ہیں، اور عام طور سے مساجد میں سلام پڑھا ہی نہیں جاتا، اور علماء اسے بدعت سمجھتے ہیں، اور ایک گروہ کا کہنا ہے کہ وہ دُرود و فاتحہ کے قائل ہی نہیں۔ اب اگر ان سے پوچھا جائے کہ قرآن تو بغیر سورۂ فاتحہ کے شروع ہی نہیں ہوتا اور کوئی نماز ایسی نہیں جس میں فاتحہ نہ پڑھی جائے، اب اگر ہم مرحوم والدین و اقرباء کی اَرواح کے اِیصالِ ثواب کے لئے دُرود و فاتحہ پڑھیں تو یہ ان کے نزدیک بدعت ہے، اور اگر ہم فاتحہ میں شریک ہونے والوں کو اس بہانے کچھ کھلا دیں تو یہ بھی ان کے نزدیک بدعت ہے، تو کیا ہم ان کو بھوکا لوٹا دیں کہ بھائی اپنے گھر پہنچ کر آپ کھانا کھا لیجئے گا۔ یہ مانا کہ یہ بدعت ہے، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کی پیداوار ہے، لیکن مہمان نوازی تو اِسلامی اخلاق کا اہم جزو ہے، اس کے علاوہ ہم سب مسلمان اس فاتحہ میں شریک ہوجائیں تو فاتحہ بھی ہوجائے گی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود و سلام بھی اللہ کے حکم کے مطابق ہوجائے گا، یہ بدعت ضرور ہے، لیکن گناہ نہیں، بلکہ نیکی ہے۔

جواب:...اللہ تعالیٰ نے جو حکم فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود شریف بھیجو، اس کی تفسیر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے کہ یوں کہا کرو: "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ...الخ" اس لئے یہ دُرود شریف حکمِ ربانی ہی کی تعمیل ہے۔[1]

مساجد میں جو لاؤڈ اسپیکر پر گا گا کر صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں، اس کا حکم نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے، نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسا کیا، نہ اِمام ابوحنیفہؒ نے اس کی تعلیم دی، اس کو دِین سمجھنا غلط ہے۔ فاتحہ تو ہر مسلمان نماز میں پڑھتا ہے، اور اس کی روزمرّہ تلاوت بھی کرتا ہے، اس لئے کوئی مسلمان نہ فاتحہ کا منکر ہے، نہ دُرود شریف کا، لیکن اگر ایک من گھڑت چیز کا نام کسی نے فاتحہ اور دُرود رکھ لیا ہو تو اس کا کوئی مسلمان بھی قائل نہیں ہوسکتا۔

جو لوگ قرآن خوانی کے لئے جمع کئے جائیں، ان کی دعوت کرنا فقہائے اَحناف نے مکروہ اور بدعت کہا ہے،[2] اگر آپ کا مسلک فقہِ حنفی کے علاوہ کچھ اور ہے، تو گفتگو بے سود ہے، لیکن اگر آپ بھی فقہِ حنفی پر عمل کرتے ہیں، تو فقہِ حنفی کا حوالہ دینا چاہئے۔ اپنے پاس سے ایک بات گھڑ کر اس کو دِین میں داخل کرلینا نہ آپ کے لئے جائز ہے، نہ میرے لئے۔

نوٹ:...ان مسائل پر میری کتاب "اِختلافِ اُمت اور صراطِ مستقیم" کا مطالعہ فرمالیا جائے، والسلام۔

---

(۱) عن كعب بن عجرة رضى الله عنه قال: قال رجل: يا رسول الله! أما السلام عليك فقد علمناه فكيف الصلاة عليك؟ قال: قل: اللّٰهم صل على محمد وعلٰى آل محمد كما صليت على آل إبراهيم إنك حميد مجيد ... إلخ. (رُوح المعاني ج:۲۲ ص:۷۷، مشكوٰة ص:۸۶، باب الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم وفضلها، الفصل الأوّل).

(۲) وفى البزازية: ويكره إتخاذ الطعام فى اليوم الأوّل والثالث وبعد الأسبوع ونقل الطعام إلى القبر فى المواسم، واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراءة سورة الأنعام أو الإخلاص. والحاصل أن اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لأجل الأكل يكره. (شامى ج:۲ ص:۲۴۰، مطلب فى كراهة الضيافة من أهل الميت).

ایصالِ ثواب کا مرحوم کو بھی پتا چلتا ہے اور اس کو بطور تحفے کے ملتا ہے

سوال:... ایصالِ ثواب کے لئے فاتحہ پڑھی جائے، قرآن خوانی کی جائے یا صدقۂ جاریہ میں پیسے دیئے جائیں، تو کیا مرحوم کی رُوح کو اس کا علم ہوتا ہے؟

جواب:... جی ہاں! ہوتا ہے۔ ایصالِ ثواب کے لئے جو صدقہ خیرات آپ کریں گے، یا نماز، روزہ، دُعا، تسبیح، تلاوت کا ثواب آپ بخشیں گے، تو اس کا اجر و ثواب میّت کو آپ کے تحفے کی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے۔ اس پر احادیث کا لکھنا طوالت کا موجب ہوگا۔[1]

مسلمان خواہ کتنا ہی گناہگار ہو، اس کو خیرات کا نفع پہنچتا ہے

سوال:... بعض علماء سے سنا ہے کہ کسی آدمی کے فوت ہونے کے بعد اگر وہ آدمی خود نیک نہیں گزرا ہو یا نیک عمل نہیں ہو تو خیرات، ختمِ قرآن شریف یا اس کی اولاد کی دُعا، کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی، یہ کہاں تک صحیح ہے؟

جواب:... مسلمان خواہ کتنا ہی گناہگار ہو، اس کو نفع پہنچتا ہے،[2] کافر کو نہیں پہنچتا۔[3]

آپ نے جو سنا ہے (بشرطیکہ آپ کو صحیح یاد ہو) اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آدمی کو نیکی کا خود اہتمام کرنا چاہئے، جس شخص نے عمر بھر نہ نماز، روزہ کیا، نہ حج و زکوٰۃ کی پروا کی، نہ کبھی قرآنِ کریم کی تلاوت کی اسے توفیق ہوئی، بلکہ کلمہ صحیح سیکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی، ایسے شخص کے مرنے پر لوگوں کی قرآن خوانی یا تیجا، چالیسواں کرنے کی جو رسم ہے، اس سے اس کو کیا فائدہ پہنچے گا؟ لوگ فرائض و واجبات کا ایسا اہتمام نہیں کرتے، جیسا ان رُسوم کا اہتمام کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

---

(۱) وفي البحر من صام أو صلّى أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء جاز ويصل ثوابها إليهم عند أهل السُّنّة والجماعة كذا في البدائع۔ (شامي، مطلب في القراءة للميت ج:۲ ص:۲۴۳)۔ أيضًا: عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما الميت في قبره إلّا شبه الغريق المتغوث ينتظر دعوة تلحقه من أب أو أمّ أو ولد أو صديق ثقة، فإذا لحقته كانت أحب إليه من الدنيا وما فيها، وإن الله ليدخل على أهل القبور من دعاء أهل الأرض أمثال الجبال، وإن هدية الأحياء إلى الأموات الإستغفار لهم .... وأخرج عن عمرو بن جرير قال: إذا دعا العبد لأخيه الميت أتاه بها إلى قبره ملك، فقال: يا صاحب القبر الغريب! هذه هدية من أخ عليك شفيق۔ (شرح الصدور ص:۳۰۵، باب ما ينفع الميت في قبره)۔ أيضًا: وعن أنس رضي الله عنه أن سعدًا أتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله! إن أمّي توفيت، ولم توص، فهل ينفعها أن أتصدق عنها؟ قال: نعم! وعليك بالماء۔ وأخرج الطبراني في البزار بسند حسن عن أنس رضي الله عنه قال: جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه وسلم، فقال: إنّ أبي قد مات ولم يحج حجة الإسلام، فقال: أرأيت لو كان على أبيك دين أكنت تقضيه عنه؟ قال: نعم! قال: فإنه دين الله فاقضه عنه۔ (شرح الصدور ص:۳۰۷، ۳۰۸)۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: شرح الصدور ص:۳۰۱ تا ۳۱۵، طبع دار الكتب العلمية، بيروت.

(۲) ایضاً۔

(۳) الثالث المراد بالإنسان الكافر فله ما سعى فقط .... فلا يبقى له في الآخرة شيء ... إلخ۔ (طحطاوي على مراقي الفلاح ص:۳۴۱)۔ أيضًا: وأن ليس للإنسان إلّا ما سعى .... الثالث: أن المراد بالإنسان هنا الكافر، فأما المؤمن فله ما سعى، وما سعى له، قاله الربيع بن أنس۔ (شرح الصدور ص:۳۱۰، طبع دار الكتب العلميه)۔

لاپتا شخص کے لئے ایصالِ ثواب جائز ہے

سوال:... میرے شوہر بارہ سال سے لاپتا ہیں، گمشدگی کے وقت ان کی عمر کم و بیش ۴۲ سال تھی، ہمیں کچھ پتا نہیں کہ وہ زندہ ہیں یا ان کا انتقال ہوگیا ہے، ہم لوگوں نے فالناموں اور دُوسرے متعدّد طریقوں سے معلوم کیا تو یہی پتا چلتا ہے کہ وہ زندہ ہیں، آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ اگر ان کا انتقال ہوگیا ہو تو ان کی رُوح کے ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی وغیرہ کرائی جاسکتی ہے یا نہیں؟ کیونکہ ہم لوگ سب پریشان ہیں کہ اگر ان کا انتقال ہوگیا ہے تو ان کے لئے ہم لوگوں نے ابھی تک کچھ بھی نہیں کیا ہے، آپ بتائیں کہ اس مسئلے کا شریعت میں کیا حل ہے؟ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔

جواب:... جب تک خاص شرائط کے ساتھ عدالت ان کی وفات کا فیصلہ نہ کرے، اس وقت تک ان کی وفات کا حکم تو جاری نہیں ہوگا،[1] تاہم ایصالِ ثواب میں کوئی مضائقہ نہیں، ایصالِ ثواب تو زندہ کے لئے بھی ہوسکتا ہے۔[2] اور یہ فالناموں کے ذریعہ پتا چلانا غلط ہے، ان پر یقین کرنا بھی جائز نہیں۔[3]

مرحومین کے لئے ایصالِ ثواب کا طریقہ

سوال:... ہمارے جو بزرگ فوت ہوگئے ہیں ان کی رُوح کو ثواب بخشنے کے لئے کھانا وغیرہ کھلانا کیسا ہے؟ اور ثواب بخشنے کا کیا طریقہ ہے؟ مہربانی کرکے اس مسئلے پر پوری روشنی ڈالئے۔

جواب:... مرحومین کو ایصالِ ثواب کے مسئلے میں چند اُمور پیشِ خدمت ہیں، آپ ان کو اچھی طرح سمجھ لیں۔

۱:... مرحومین کے لئے، جو اس دُنیا سے رُخصت ہوچکے ہیں، زندوں کا بس یہی ایک تحفہ ہے کہ ان کو ایصالِ ثواب کیا جائے۔ حدیث میں ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض پیرا ہوا: یا رسول اللہ! میرے والدین کی وفات کے بعد بھی ان کے ساتھ حسنِ سلوک کی کوئی صورت ہے، جس کو میں اختیار کروں؟ فرمایا: ہاں! ان کے لئے دُعا و اِستغفار کرنا، ان کے بعد ان کی وصیت کو نافذ کرنا، ان کے متعلقین سے صلہ رحمی کرنا، اور ان کے دوستوں سے عزّت کے ساتھ پیش آنا (ابوداؤد، ابنِ ماجہ، مشکوٰۃ ص:۴۲۰)۔[4]

ایک اور حدیث میں ہے کہ: کسی شخص کے والدین کا انتقال ہوجاتا ہے، یہ ان کی زندگی میں ان کا نافرمان تھا، مگر ان کے

---

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ: حیلہ ناجزہ ص: ۵۹ مفقود کے اَحکام۔

(۲) ایضاً صفحہ سابقہ حاشیہ نمبر۱۔

(۳) عن حفصة رضی الله عنها قالت: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من أتی عرّافًا فسأله عن شیء لم یقبل له صلوٰة أربعین لیلة. رواه مسلم. (مشکوٰة ص:۳۹۳، باب الکهانة، الفصل الأوّل).

(۴) عن أبی أُسید الساعدی قال: بینا نحن عند رسول الله صلی الله علیه وسلم إذ جاءه رجل من بنی سلمة فقال: یا رسول الله! هل بقی من برّ أبویّ شیء أبرّهما به بعد موتهما؟ قال: نعم! الصلاة علیهما، والْاِستغفار لهما، وانفاذ عهدهما من بعدهما، وصلة الرحم التی لا توصل إلّا بهما، وإکرام صدیقهما. (مشکوٰة ص:۴۲۰، باب البر والصلة).

مرنے کے بعد ان کے لئے دُعا، اِستغفار کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے ماں باپ کا فرماں بردار لکھ دیتے ہیں (بیہقی شعب الایمان، مشکوٰۃ ص:۴۲۱)۔[1]

ایک اور حدیث میں ہے کہ: ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے، کیا اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو اس کے لئے مفید ہوگا؟ فرمایا: ضرور! اس نے عرض کیا کہ: میرے پاس باغ ہے، میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے وہ باغ اپنی والدہ کی طرف سے صدقہ کردیا۔[2]

۲:... ایصالِ ثواب کی حقیقت یہ ہے کہ جو نیک عمل آپ کریں اس کے کرنے سے پہلے نیت کرلیں کہ اس کا ثواب جو حاصل ہو وہ اللہ تعالیٰ میّت کو عطا کرے، اسی طرح کسی نیک عمل کرنے کے بعد بھی یہ نیت کی جاسکتی ہے اور اگر زبان سے بھی دُعا کرلی جائے تو اچھا ہے۔

الغرض کسی نیک عمل کا جو ثواب آپ کو ملنا تھا، آپ وہ ثواب میّت کو ہبہ کردیتے ہیں، یہ ایصالِ ثواب کی حقیقت ہے۔

۳:... امام شافعیؒ کے نزدیک میّت کو صرف دُعا اور صدقات کا ثواب پہنچتا ہے، تلاوتِ قرآن اور دیگر بدنی عبادت کا ثواب نہیں پہنچتا، لیکن جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ہر نفلی عبادت کا ثواب میّت کو بخشا جاسکتا ہے۔ مثلاً: نفلی نماز، روزہ، صدقہ، حج، قربانی، دُعا و اِستغفار، ذکر، تسبیح، دُرود شریف، تلاوتِ قرآن وغیرہ۔ حافظ سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ شافعی مذہب کے محققین نے بھی اسی مسلک کو اختیار کیا ہے۔[3] اس لئے کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ہر قسم کی عبادت کا ثواب مرحومین کو پہنچایا جاتا رہے، مثلاً: قربانی کے دنوں میں اگر آپ کے

---

(۱) عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن العبد ليموت والداه أو أحدهما وانه لهما لعاق فلا يزال يدعو لهما ويستغفر لهما حتى يكتبه الله بارًا. (مشكوة ص:۴۲۱، باب البر والصلة، طبع قديمى).

(۲) ان سعد بن عبادة توفيت أمّه وهو عنها غائب فقال: يا رسول الله! ان أمّى توفيت وأنا غائب عنها، أينفعها شيء أن تصد به عنها؟ قال: نعم! قال: فإنّى أشهدك ان حائطى المخراف صدقة عليها. (صحيح بخارى ج:۱ ص:۳۸۶، باب إذا قال أرضى أو بستانى صدقة عن أمّى فهو جائز، أيضًا: شرح الصدور ص:۳۰۷).

(۳) صرح علمائنا فى باب الحج عن الغير بأن للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوما أو صدقة أو غيرها كذا فى الهداية .... هو مذهب أهل السنّة والجماعة لكن استثنى مالك والشافعى العبادات البدنية المحضة كالصلاة والتلاوة فلا يصل ثوابها إلى الميت عندهما ... إلخ. (شامى ج:۲ ص:۲۴۳، وأيضًا فى فتح القدير ج:۲ ص:۳۰۸).
إختلف فى وصول ثواب القراءة للميت، فجمهور السلف والأئمة الثلاثة على الوصول، وخالف فى ذالك إمامنا الشافعى مستدلًا بقوله تعالى: وأن ليس للإنسان إلّا ما سعى، وأجاب الأولون عن الآية بأوجهٍ، احدها: انها منسوخة بقوله تعالى: والذين اٰمنوا واتبعتهم ذريتهم الآية أدخل الأبناء الجنة بصلاح الآباء .... الثالث ان المراد بالإنسان هنا الكافر، فأما المؤمن فله ما سعى وما سعى له قاله الربيع بن أنس .... واستدلوا على الوصول بالقياس على تقدم من الدعاء والصدقة والصوم والحج والعتق، فإنه لا فرق فى نقل الثواب بين أن يكون عن حج أو صدقة أو وقف، أو دعاء أو قراءة وبالأحاديث الآتى ذكرها، وهى وإن كانت ضعيفة، فمجموعها يدل على أن لذالك أصلًا، وبأن المسلمين ما زالوا فى كل عصر يجتمعون ويقرؤن لموتاهم من غير نكير فكان ذالك إجماعًا قال القرطبى .... وأما القراءة على القبر، فجزم بمشروعيتها أصحابنا وغيرهم .... وقال النووى رحمه الله فى شرح المهذب: يستحب لزائر القبور أن يقرأ ما تيسر من القرآن ويدعو لهم عقبها نص عليه الشافعى، واتفق عليه الأصحاب، وزاد فى موضع آخر: وإن ختموا القرآن على القبر كان أفضل. (شرح الصدور ص:۳۱۰، ۳۱۱، باب فى قراءة القرآن للميت أو على القبر).

پاس گنجائش ہو تو مرحوم والدین یا اپنے دُوسرے بزرگوں کی طرف سے بھی قربانی کریں، بہت سے اکابر کا معمول ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی قربانی کرتے ہیں۔ اسی طرح نفل نماز، روزے کا ثواب بھی پہنچانا چاہئے، گنجائش ہو تو والدین اور دیگر بزرگوں کی طرف سے نفلی حج و عمرہ بھی کیا جائے۔ ہم لوگ چند روز مُردوں کو رو پیٹ کر ان کو بہت جلد بھول جاتے ہیں، یہ بڑی بے مروّتی کی بات ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ قبر میں میّت کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص دریا میں ڈُوب رہا ہو، وہ چاروں طرف دیکھتا ہے کہ کیا کوئی اس کی دستگیری کے لئے آتا ہے؟ اسی طرح قبر میں میّت بھی زندوں کی طرف سے ایصالِ ثواب کی منتظر رہتی ہے، اور جب اسے صدقہ و خیرات وغیرہ کا ثواب پہنچتا ہے تو اسے اتنی خوشی ہوتی ہے گویا اسے دُنیا بھر کی دولت مل گئی۔[1]

۴:... صدقات میں سب سے افضل صدقہ جس کا ثواب میّت کو بخشا جائے، صدقۂ جاریہ ہے، مثلاً: میّت کے ایصالِ ثواب کے لئے کسی ضرورت کی جگہ کنواں کھدوا دیا، کوئی مسجد بنوادی، کسی دینی مدرسہ میں تفسیر، حدیث یا فقہ کی کتابیں وقف کردیں، قرآنِ کریم کے نسخے خرید کر وقف کردیئے، جب تک ان چیزوں سے استفادہ ہوتا رہے گا، میّت کو اس کا برابر ثواب ملتا رہے گا۔ حدیث میں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے، وہ مرنے سے پہلے وصیت نہیں کرسکیں، میرا خیال ہے کہ اگر انہیں موقع ملتا تو ضرور وصیت کرتیں، کیا اگر ان کی طرف سے صدقہ کردوں تو ان کو پہنچے گا؟[2] فرمایا: ضرور! اور ایک روایت میں ہے: عرض کیا: کیا صدقہ کردوں؟ فرمایا: پانی بہتر ہے! حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک کنواں کھدوایا اور کہا کہ: یہ سعد کی والدہ کے لئے ہے۔[3]

۵:... ایصالِ ثواب کے سلسلے میں یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ میّت کو اسی چیز کا ثواب پہنچے گا جو خالصتاً لوجہ اللہ دی گئی ہے، اس میں نمود و نمائش مقصود نہ ہو، نہ اس کی اُجرت اور معاوضہ لیا گیا ہو۔ ہمارے یہاں بہت سے لوگ ایصالِ ثواب کرتے ہیں، مگر اس میں نمود و نمائش کی ملاوٹ کردیتے ہیں، مثلاً: مرحومین کے ایصالِ ثواب کے لئے دیگ اُتارتے ہیں، اگر ان سے یہ کہا جائے کہ جتنا خرچ تم اس پر کر رہے ہو، اسی قدر رقم یا غلہ کسی یتیم، مسکین کو دے دو، تو اس پر ان کا دِل راضی نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ چپکے سے کسی یتیم،

---

(۱) وأخرج البيهقي في شعب الإيمان والديلمي، عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما الميت في قبره إلّا شبه الغريق المتغوث، ينتظر دعوة تلحقه من أب أو أُمّ أو ولد أو صديق ثقة، فإذا لحقته كانت أحب إليه من الدنيا وما فيها، وإن الله ليدخل على أهل القبور من دعاء أهل الأرض أمثال الجبال. (شرح الصدور للسيوطي ص:۳۰۵، باب ما ينفع الميت في قبره، طبع دار الكتب العلمية، بيروت).

(۲) عن عائشة أن رجلًا (وفي رواية سعد بن عبادة) قال للنبي صلى الله عليه وسلم: إن أُمّي اُفتلتت نفسها وأُراها لو تكلمتْ تصدقتْ، أفأتصدق عنها؟ قال: نعم! تصدق عنها. (صحيح بخاري ج:۱ ص:۳۸۶، ۱۶۹، باب ما يستحب لمن توفي فجاءةً ان يتصدقوا عنه). (وفي رواية ابن عباس) أن سعد بن عبادة أخا بني ساعدة توفيت اُمّه، وهو عنها غائب، فأتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله! إنّ أُمّي توفيت وأنا غائب عنها، فهل ينفعها شيء ان تصدقت به عنها؟ قال: نعم! (صحيح بخاري ج:۱ ص:۳۸۷، مشكوٰة ص:۱۶۹).

(۳) وأخرج أحمد والأربعة، عن سعد بن عبادة قال: يا رسول الله! إن أُمّي ماتت، فأي الصدقة أفضل؟ قال: الماء. فحفر بئرًا وقال هٰذه لأُمّ سعد. (شرح الصدور للسيوطي ص:۳۰۷، باب ما ينفع الميت في قبره).

مسکین کو دینے میں وہ نمائش نہیں ہوتی جو دیگ اُتارنے میں ہوتی ہے۔ اس عرض کرنے کا یہ مقصد نہیں کہ کھانا کھلاکر ایصالِ ثواب نہیں ہوسکتا، بلکہ مقصد یہ ہے کہ جو حضرات ایصالِ ثواب کے لئے کھانا کھلائیں وہ نمود و نمائش سے احتیاط کریں، ورنہ ایصالِ ثواب کا مقصد نہیں حاصل نہیں ہوگا۔

اس سلسلے میں ایک بات یہ بھی یاد رکھنی چاہئے کہ ثواب اسی کھانے کا ملے گا جو کسی غریب مسکین نے کھایا ہو، ہمارے یہاں یہ ہوتا ہے کہ میّت کے ایصالِ ثواب کے لئے جو کھانا پکایا جاتا ہے اس کو برادری کے لوگ کھاپی کر چلتے بنتے ہیں، فقراء و مساکین کا حصہ اس میں بہت ہی کم لگتا ہے، کھاتے پیتے لوگوں کو ایصالِ ثواب کے لئے دیا گیا کھانا نہیں کھانا چاہئے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص ایسے کھانے کا منتظر رہتا ہے اس کا دل سیاہ ہوجاتا ہے۔ الغرض جو کھانا خود گھر میں کھالیا گیا، یا دوست احباب اور برادری کے لوگوں نے کھالیا اس سے ایصالِ ثواب نہیں ہوتا، مُردوں کو ثواب اسی کھانے کا پہنچے گا جو فقراء و مساکین نے کھایا ہو، اور جس پر خیرات کرنے والے نے کوئی معاوضہ وصول نہ کیا ہو، نہ اس سے نمود و نمائش مطلوب ہو۔

کیا ایصالِ ثواب کرنے کے بعد اس کے پاس کچھ باقی رہتا ہے؟

سوال:... میں قرآن شریف ختم کرکے اس کا ثواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے خاندان کے مرحومین اور اُمتِ مسلمہ کو بخش دیتا ہوں، تو کیا اس میں میرے لئے ثواب کا حصہ نہیں ہے؟ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ تم نے جو کچھ پڑھا وہ دُوسروں کو دے دیا، اب تمہارے لئے اس میں کیا ہے؟

جواب:... ضابطے کا معاملہ تو وہی ہونا چاہئے جو اُن صاحب نے کہا، لیکن اللہ تعالیٰ کے یہاں صرف ضابطہ کا معاملہ نہیں ہوتا، بلکہ فضل و کرم اور انعام و احسان کا معاملہ ہوتا ہے، اس لئے ایصالِ ثواب کرنے والوں کو بھی پورا اجر عطا فرمایا جاتا ہے، بلکہ کچھ مزید۔[1]

ایصالِ ثواب ثابت ہے اور کرنے والے کو بھی ثواب ملتا ہے

سوال:... تلاوتِ کلامِ پاک کے بعد ثواب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر تمام مسلمان مرد، عورت کو پہنچایا جاتا ہے، ہر روز اور ہر دفعہ بعد تلاوت اس طرح ثواب پہنچانا اپنے ذخیرۂ آخرت اور سببِ رحمتِ خداوندی حاصل کرنے کے لئے مناسب ہے یا نہیں؟ کیونکہ میں نے سنا ہے کہ اس طرح اپنا دامن خالی رہ جاتا ہے اور جس کو ثواب پہنچایا اس کو مل جاتا ہے۔

جواب:... پہلے میں بھی اس کا قائل تھا کہ ایصالِ ثواب کرنے کے بعد ایصال کرنے والے کو کچھ نہیں ملتا، لیکن دو حدیثیں

---

(۱) الأفضل لمن يتصدق نفلًا أن ينوى لجميع المؤمنين والمؤمنات لأنها تصل إليهم ولا ينقص من أجره شيء ...إلخ. (شامي ج:۲ ص:۲۴۳). أيضًا: وأخرج أيضًا عن ابن عمرو قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا تصدق أحدكم بصدقة تطوعًا فليجعلها عن أبويه، فيكون لها أجرها ولا ينتقص من أجره شيئًا. أيضًا: وأخر فى الأوسط عن أبى هريرة رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من حج عن ميّت فللذى حج عنه مثل أجره. (شرح الصدور ص:۳۰۸، ۳۰۹).

اور ایک فقہی عبارت کسی دوست نے لکھ بھیجی، جس سے معلوم ہوا کہ ایصالِ ثواب کا اجر ملتا ہے، اور وہ یہ ہیں:

ا:... "من مر علی المقابر فقرأ فیها احدی عشرة مرة قل هو الله احد ثم وهب اجره للأموات اعطی من اجر بعدد الأموات۔"

(الرافعی، عن علی، کنز العمال ج:۱۵ ص:۶۵۵ حدیث:۴۲۵۹۵، اتحاف ج:۱۰ ص:۳۷۱)

ترجمہ:... "جو شخص قبرستان سے گزرا اور قبرستان میں گیارہ مرتبہ قل ہو اللہ شریف پڑھ کر مُردوں کو اس کا ایصالِ ثواب کیا تو اسے مُردوں کی تعداد کے مطابق ثواب عطا کیا جائے گا۔"

۲:... "من حج عن ابیه وامه فقد قضی عنه حجته وکان له فضل عشر حجج۔"

(دار قطنی، عن جابر، فیض القدیر ج:۶ ص:۱۱۶)

ترجمہ:... "جس شخص نے اپنے باپ یا اپنی ماں کی طرف سے حج کیا، اس نے مرحوم کا حج ادا کردیا، اور اس کو دس حجوں کا ثواب ہوگا۔"

(یہ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں، اور دُوسری حدیث میں ایک راوی نہایت ضعیف ہے)

"وقدمنا فی الزکٰوة عن التاتر خانیة عن المحیط الأفضل لمن یتصدق نفلًا ان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لأنها تصل الیهم ولَا ینقص من اجره شیئا۔"

(شامی ج:۲ ص:۵۹۵)

ترجمہ:... "اور ہم کتاب الزکوٰۃ میں تاتارخانیہ کے حوالے سے محیط سے نقل کرچکے ہیں کہ جو شخص نفلی صدقہ کرے اس کے لئے افضل یہ ہے کہ تمام مؤمن مردوں اور عورتوں کی طرف سے صدقہ کی نیت کرلے، کہ یہ صدقہ سب کو پہنچ جائے گا اور اس کے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔"

فرض نماز کا ثواب کسی کو دے سکتے ہیں؟

سوال:... میرے والد کا اِنتقال ہوگیا ہے، کافی پہلے میں تقریباً دو یا ڈھائی سال سے چار وقت کا نمازی ہوں، لیکن فجر کی نماز کبھی کبھی پڑھ لیتا تھا، اب ڈیڑھ مہینے سے فجر بھی جماعت کے ساتھ مل رہی ہے، اللہ کے کرم سے۔ مسئلہ یہ ہے کہ جب میں امی کو نماز کے لئے اُٹھاتا ہوں تو وہ اُٹھ تو جاتی ہیں لیکن پھر نیند آجاتی ہے، جس کی وجہ سے کبھی نماز ان کی قضا ہوجاتی ہے، اور میں جماعت سے نماز پڑھ لیتا ہوں، جب گھر آتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ امی تو سورہی ہیں، ایسا کبھی کبھی ہوتا ہے، لیکن ہوتا ہے۔ کیا میں اپنا ثواب امی اور باقی سب گھر والوں کو دے سکتا ہوں؟ اور ان کا نماز نہ پڑھنے کا گناہ اپنے اُوپر لے سکتا ہوں؟ اگر ایسا ممکن ہے تو کیا کرنا ہوگا؟ باقی ہمارے گھر میں سب چار وقت کے نمازی ہیں۔

جواب:... فرض نماز کا ثواب کسی کو نہیں دے سکتے،[۱] اور نہ کسی کا گناہ اپنے ذمے لے سکتے ہیں۔[۲]

نفلی اعمال کا ثواب

سوال:... یہ معلوم ہے کہ خداوندقدوس کے خزانے بھرپور ہیں، جن میں نہ کمی ہوتی ہے، نہ زیادتی، اور جنتوں میں سب اہلِ جنت کے دُخول کے بعد وہ پھر بھی خالی رہ جائے گی۔ نیز ایک بندہ کسی غم اور مصیبت پہنچنے پر إنا للہ پڑھتا ہے، جو ثواب واَجر اُسے پہلی مرتبہ پڑھنے پر ملا ہے، اگر وہ ہزار مرتبہ اس غم کو یاد کرکے پڑھے گا ویسا ہی اَجر اُسے ہر بار ملے گا۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: انسان کے اعمال پر بار بار اِنعامات ومزید اِنعامات جنت میں ملتے رہیں گے، اگر ایک عمل مقبول ہوگیا عنداللہ اس پر ہمیشہ ہمیشہ جنتیں اور اِنعام ملا کریں گے۔

نیز ہمارے مشائخ میں سے غالباً حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا اِرشاد یہ تھا کہ اگر کوئی شخص ایک قرآن پاک کا ثواب پوری اُمت کے افراد کو اِیصالِ ثواب کرتا ہے تو ہر ہر فرد اُمت کو پورے پورے قرآن کا ثواب پہنچے گا۔ لہٰذا ایک شخص اگر خداوندقدوس کے ساتھ نیک ظن کرکے یہ نیت کرتا ہے کہ بلوغ کے بعد سے جتنے مندوب اعمال تلاوت وصدقات اس نے کئے ہیں ان سب کا مجموعی ثواب تمام انبیاء علیہم السلام، تمام صدیقین اولیاء اور تمام مسلمین مسلمات مؤمنین ومؤمنات کو پہنچے پھر روزانہ ان سب مجموعے کا اَجر وثواب بار بار ان سب کی ارواح کو پہنچتا رہے تو آیا یہ ممکن ہے اور کوئی بعید بات تو نہیں؟

جواب:... نفلی اعمال کا ثواب بخش سکتا ہے، اس میں کوئی اشکال نہیں۔[۳]

پوری اُمت کو اِیصالِ ثواب کا طریقہ

سوال:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایصالِ ثواب کے الفاظ کی آپ نے تحسین فرمائی ہے، دیگر حضرات کو ایصالِ ثواب کرنے کے مناسب الفاظ تحریر فرمائیں۔

جواب:... ''یا اللہ! اس کا ثواب میرے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے طفیل میرے والدین کو، اساتذہ ومشائخ کو، اہل وعیال کو، اعزہ واقربا کو، دوست واحباب کو، میرے تمام محسنین اور متعلقین کو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری اُمت کو عطا فرما۔''[۴]

---

(۱) (وعلى القول الأوّل) لَا يصح إهداء الواجبات لأن العامل ينوي القربة بها عن نفسه. (رد المحتار ج:۲ ص:۲۴۳).

(۲) ولَا تزر وازرة وزر أُخرى. (الأنعام:۱۶۴).

(۳) وفي البحر: من صام أو صلى أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء جاز ويصل ثوابها إليهم عند أهل السُّنّة والجماعة كذا في البدائع. (رد المحتار ج:۲ ص:۲۴۳، مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له).

(۴) ولهٰذا اختاروا في الدعاء اللّٰهم أوصل مثل ثواب ما قرأته إلى فلان ... إلخ. (شامي ج:۲ ص:۲۴۳). أيضًا وقول علمائنا له ان يجعل ثواب عمله لغيره يدخل فيه النبي صلى الله عليه وسلم فإنه أحق بذٰلك ... إلخ. (شامي ج:۲ ص:۲۴۴).

ایصالِ ثواب کرنے کا طریقہ، نیز دُرودشریف لیٹے لیٹے بھی پڑھنا جائز ہے

سوال:... میرے روزانہ کے معمول میں قرآنِ پاک کی تلاوت میں سورۂ یٰسین بھی شامل ہے، اگر میں روزانہ سورۂ یٰسین پڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشوں تو یہ فعل دُرست ہوگا؟ کیونکہ مجھے یہ بات نہیں معلوم کہ کیا کیا چیزیں (عمل) ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے؟ نیز دُرودشریف پڑھ کر ایسے ہی چھوڑ دیا جائے یا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشنا ضروری ہے؟ اور لیٹ کر دُرودشریف پڑھ سکتے ہیں کہ نہیں؟ ایصالِ ثواب کے متعلق ہی ایک سوال یہ ہے کہ نفل نماز اور روزے، حج وغیرہ کس طرح ایصالِ ثواب کئے جاتے ہیں؟ میں نے کسی سے سنا ہے کہ نماز کی نیت کر کے نماز نفل پڑھی اور بعد میں کہہ دیا کہ اس نفل نماز کا ثواب فلاں کو پہنچے، لیکن طریقہ آپ بتادیں تو میں آپ کی بہت زیادہ مشکور ہوں گی۔

جواب:... ایصالِ ثواب نماز اور نفلی عبادتوں کا جائز ہے،[1] اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے، ایصالِ ثواب کا طریقہ آپ نے صحیح لکھا ہے، یعنی نیک عمل کے بعد دُعا کرلی جائے کہ یااللہ! میرے اس عمل کو قبول فرماکر اس کا ثواب فلاں کو عطا فرما۔[2] دُرودشریف ادب واحترام کے ساتھ پڑھنا چاہئے، اگر کوئی شخص لیٹا ہوا ہو اور اس وقت سے فائدہ اُٹھاکر لیٹے لیٹے دُرودشریف پڑھتا ہے تو یہ جائز ہے۔[3]

زندوں کو بھی ایصالِ ثواب کرنا جائز ہے

سوال:... کیا جس طرح میت کو قرآن مجید پڑھ کر ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے، اس طرح اگر کوئی شخص اپنے زندہ والدین کو قرآن کا ختم پڑھ کر ثواب پہنچائے تو ان کو اس کا ثواب پہنچے گا؟ اور کیا وہ ایسا کرسکتا ہے؟

جواب:... زندہ لوگوں کو بھی ایصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے، مُردوں کو ایصالِ ثواب کا اہتمام اس لئے کیا جاتا ہے کہ وہ خود عمل کرنے سے قاصر ہیں، اس کی مثال ایسی ہے کہ آپ برسرِ روزگار کو کچھ ہدیہ بھیج دیں تو اس کو بھی پہنچ جائے گا، مگر زیادہ اہتمام ایسے لوگوں کو دینے کا کیا جاتا ہے جو خود کمانے سے معذور ہوں۔[4]

تدفین سے پہلے ایصالِ ثواب دُرست ہے

سوال:... ایک آدمی جو کہ ہمارا عزیز تھا، مدینہ شریف میں اس کی موت ہوگئی، اس کی لاش ہسپتال میں حکومت نے اسٹور

---

(۱) صرح علمائنا فی باب الحج عن الغیر بأن للإنسان أن یجعل ثواب عمله لغیره صلاة أو صوما أو صدقة أو غیرها کذا فی الهدایة. (شامی ج:۲ ص:۲۴۳).

(۲) ایضاً۔

(۳) ولا بأس بالتسبیح والتهلیل مضطجعًا وکذا بالصلاة علی النبی علیه الصلاة والسلام. (قاضی خان علی هامش الهندیة ج:۱ ص:۱۶۲، مسائل کیفیة القراءة وما یکره فیها ویستحب، طبع رشیدیه).

(۴) ص:۴۱۸ کا حاشیہ نمبر۱ ملاحظہ کیجئے۔

کردی کہ اس آدمی کا وارث آئے گا تو دیں گے، اس آدمی کا وارث یہاں سعودیہ میں کوئی نہیں ہے، کفیل کے ذریعے بھی اگر لاش کو پاکستان بھیجیں تو تقریباً ایک ماہ لگ جائے گا، اس کی موت کے تقریباً ۵ دن بعد ہم لوگوں نے اس کی فاتحہ پڑھی، مگر ہمارے ایک مسجد امام ہیں، حافظِ قرآن بھی ہیں، انہوں نے کہا کہ فاتحہ نہیں پڑھنی چاہئے، کیونکہ جب تک جنازہ دفن نہ ہوجائے فاتحہ نہیں پڑھنی چاہئے، اس بارے میں آگاہ کریں کہ کیا یہ دُرست ہے؟

جواب:... ایصالِ ثواب تو مرنے کے بعد جب بھی کیا جائے دُرست ہے۔ ایسی لاشوں کو پاکستان بھیجنے کا کیوں تکلف کیا جاتا ہے؟ غسل وکفن اور نمازِ جنازہ کے بعد وہیں دفن کردینا چاہئے۔[1] آپ کے حافظ صاحب نے جو کہا کہ جب تک میّت کو دفن نہ کیا جائے اس کے لئے ایصالِ ثواب نہ کیا جائے، غلط ہے۔[2]

ایصالِ ثواب کے لئے کسی خاص چیز کا صدقہ ضروری نہیں

سوال:... آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے کہ میرے شوہر وفات پاچکے ہیں، آج کل عام طور پر کھانے کے علاوہ مرحوم کے لئے کپڑے، بستر، جانماز، لوٹا وغیرہ تمام ضرورت کی چیزیں کسی ضرورت مند کو دی جاتی ہیں۔ آپ بتائیں کہ آیا یہ سب دُرست ہے؟ اور کیا واقعی ان سب اشیاء کا ثواب ان کو پہنچے گا یا پہنچتا ہے؟ علاوہ ازیں کوئی اور بھی طریقہ عنایت فرمائیں کہ میرے شوہر کو زیادہ سے زیادہ ثواب پہنچے، اور اگر ان سب چیزوں کے بجائے اتنی ہی قیمت کے پیسے دے دیئے جائیں تو کیا جب بھی اجر ملے گا؟ اور کیا کسی مرد کے بجائے عورت کو دیا جاسکتا ہے؟ جواب سے جلد نوازیں۔

جواب:... ایصالِ ثواب کے لئے کسی خاص چیز (کپڑے، بستر، جانماز، لوٹا وغیرہ) کا صدقہ ہی کوئی ضروری نہیں، بلکہ اگر ان چیزوں کی مالیت صدقہ کردی جائے تب بھی ثواب اتنا ہی پہنچے گا، اسی طرح مرد، عورت کی بھی کوئی تخصیص نہیں، بلکہ جس محتاج کو بھی دے دیا جائے ثواب میں کوئی کمی بیشی نہ ہوگی۔[3] ہاں! نیک اور دین دار کو دینے کا زیادہ ثواب ہے۔[4]

دُنیا کو دکھانے کے لئے برادری کو کھانا کھلانے سے میّت کو ثواب نہیں ملتا

سوال:... ضلع مانسہرہ اور صوبہ سرحد کے دیہاتی علاقوں میں جب کوئی آدمی وصال پاتا ہے تو اس وصال والے دن تقریباً دس یا بارہ ہزار روپے خیرات اس طرح کی جاتی ہے کہ چاول، خالص گھی اور چینی، گوشت خرید کر عام لوگ کھاتے ہیں، کچھ لوگ یہ رقم اپنی جائیداد رہن رکھ کر اس خیرات کا اہتمام کرتے ہیں، اور وہاں کے علمائے کرام بھی باقاعدہ کھاتے ہیں، منع کرنے والوں کو بڑی نفرت کی

---

(۱) قوله ولا بأس بنقله قبل دفنه قيل مطلقا وقيل إلى ما دون مدة السفر وقيده محمد بقدر ميل أو ميلين .... فيكره فيما زاد ... إلخ. (شامي ج:۲ ص:۲۳۹، مطلب في دفن الميت، طبع ايچ ايم سعيد).

(۲) وفي البحر: من صام أو صلّى أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء جاز ويصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة كذا في البدائع ثم قال وبهذا علم انه لا فرق بين أن يكون المجعول له ميتا أو حيا ... إلخ. (شامي ج:۲ ص:۲۴۳).

(۳) ايضاً۔

(۴) التصدق على الفقير العالم أفضل من التصدق على الجاهل ... إلخ. (هندية، باب المصارف ص:۱۸۷).

نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

جواب:... کسی مرحوم کے لئے ایصالِ ثواب تو بڑی اچھی بات ہے، لیکن اس کا طریقہ یہ ہے کہ جتنی رقم ایصالِ ثواب کے لئے خرچ کرنی ہو، وہ چپکے سے کسی محتاج کو دے دی جائے، یا کسی دینی مدرسہ میں دے دی جائے۔[1] برادری کو کھلانا اکثر بطور رسم دُنیا کو دِکھانے کے لئے ہوتا ہے، اس لئے ثواب نہیں ملتا۔[2]

قربانی کے ذریعے ایصالِ ثواب

سوال:... اپنی طرف سے نفلی قربانی کرکے ایصالِ ثواب کیا جائے یا میّت کی طرف سے قربانی کرکے کیا جائے؟

جواب:... اگر خود پر قربانی واجب ہو تو اس کو تو ہر حال میں کرے، مزید گنجائش ہو تو میّت کی طرف سے کردے، واللہ اعلم![3]

ایصالِ ثواب کے لئے نشست کرنا اور کھانا کھلانا

سوال:... چار جمعرات علیحدہ علیحدہ عورت، مرد کی نشست ایصالِ ثواب کے لئے ہوتی ہے، پھر کھانا بھی کھایا جاتا ہے، پھر چالیسواں میں صاحبِ مال شرکت کرتے ہیں۔

جواب:... ایصالِ ثواب کے لئے نشستیں کرنے کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے، اس لئے اپنے اپنے طور پر ہر شخص ایصالِ ثواب کرے، اس مقصد کے لئے اجتماع نہ ہونا چاہئے۔[4] ایصالِ ثواب کے لئے فقراء و مساکین کو کھانا کھلانے کا کوئی مضائقہ نہیں، مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ میّت کے بالغ وارث اپنے مال سے کھلائیں۔[5]

کیا جب تک کھانا نہ کھلایا جائے مردے کا منہ کھلا رہتا ہے؟

سوال:... سنا اور پڑھا بھی ہے کہ انسان کا مرنے کے بعد دُنیا سے تعلق ختم ہوجائے تو اس کے لئے دُعا کی ضرورت ہے، مگر بعض لوگ کہتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب تک کھانا کھلایا نہ جائے تو مردے کا منہ قبر کے اندر کھلا رہتا ہے۔

---

(۱) وفی التطوعات الأفضل هو الإخفاء والإسرار ...الخ. (عالمگيرية ج:۱ ص:۱۷۱).

(۲) ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت لأنه شرع في السرور لا في الشرور وهي بدعة مستقبحة .... وبعد أسطر.... وهٰذه الأفعال كلها للسمعة والرياء فيحترز عنها، لأنهم لا يريدون بها وجه الله تعالىٰ ...الخ. (شامي ج:۲ ص:۲۴۰، ۲۴۱، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت، طبع ايج ايم سعيد).

(۳) وفي البحر: من صام أو صلّى أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء جاز. (رد المحتار ج:۲ ص:۲۴۳، مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له).

(۴) ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأوّل والثالث وبعد الأُسبوع .... واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء ...الخ. (شامي ج:۲ ص:۲۴۰، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت).

(۵) وإن اتخذ طعاما للفقراء كان حسنا إذا كانت الورثة بالغين فإن كان في الورثة صغير لم يتخذوا ذٰلك من التركة كذا في التتارخانية. (هندية ج:۵ ص:۳۴۴).

جواب:...صدقہ وخیرات وغیرہ سے مُردوں کو ایصالِ ثواب کرنا بہت اچھی بات ہے، کھانا ہی کھلانا ایسا کوئی ضروری نہیں۔[1]
اور مردے کا منہ کھلا رہنے کی بات، پہلی بار آپ کے خط میں پڑھی ہے، اس سے پہلے نہ کسی کتاب میں پڑھی، نہ کسی سے سنی۔

ختم دینا بدعت ہے، لیکن فقراء کو کھانا کھلانا کارِ ثواب ہے

سوال:...ختم شریف کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ بعض حضرات ختم خیرات کرتے ہیں لیکن کھانے پر اکثر امیر ہوتے ہیں، جہاں پر زیادہ تعداد میں امیر ہوں وہاں خیرات کا طریقۂ کار کیا ہونا چاہئے؟ چونکہ بعض حضرات اس کو جائز اس لئے نہیں سمجھتے کہ خیرات کھانا مسکینوں کا حق ہے، لیکن اکثر لوگ اس بات سے اتفاق نہیں کرتے۔

جواب:...ختم کا رواج بدعت ہے، کھانا جو فقراء کو کھلایا جائے گا اس کا ثواب ملے گا، اور جو خود کھالیا وہ خود کھالیا، اور جو دوست احباب کو کھلایا وہ دعوت ہوگئی۔[2]

تلاوتِ قرآن سے ایصالِ ثواب کرنا

سوال:...ایصالِ ثواب کے سلسلے میں جو عمومی طریقے رائج ہیں، مثلاً: قرآنِ کریم پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنا، وغیرہ، اللہ کی کتاب میں کہیں بھی اس کا حکم نہیں دیا گیا، یہ عقلی بات نہیں بلکہ نقلی ہے۔

جواب:...جناب کا یہ ارشاد بالکل بجا ہے کہ ایصالِ ثواب کا مسئلہ عقلی نہیں نقلی ہے، قرآنِ کریم میں مؤمنین ومؤمنات کے لئے دُعا و اِستغفار کا ذکر بہت مقامات پر آیا ہے، جس سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ ایک مؤمن کا دُوسرے مؤمن کے لئے دُعا و اِستغفار کرنا مفید ہے، ورنہ قرآنِ کریم میں اس کارِ عبث کو ذکر نہ کیا جاتا،[3] اور احادیثِ صحیحہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دیگر اعمال کا ایصالِ ثواب بھی منقول ہے،[4] اور قرآنِ کریم کی تلاوت کا ایصالِ ثواب بطورِ خاص بھی منقول ہے، ہم اسی ایصالِ ثواب کے قائل ہیں، جو

---

(۱) الأفضل لمن يتصدق نفلًا أن ينوى لجميع المؤمنين والمؤمنات لأنها تصل إليهم ولَا ينقص من أجره شيء ...إلخ. (شامى ج:۲ ص:۲۴۳، مطلب فى القراءة للميت واهداء ثوابها له).

(۲) ويكره.......... واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم ...إلخ. (شامى ج:۲ ص:۲۴۰).

(۳) اختلف فى وصول ثواب القراءة للميت، فجمهور السلف والأئمة -الثلاثة- على الوصول، وخالف فى ذالك إمامنا الشافعى مستدلًا بقوله تعالىٰ: وأن ليس للإنسان إلّا ما سعىٰ، وأجاب الأولون عن الآية بأوجه، أحدها: انها منسوخة بقوله تعالىٰ: والذين اٰمنوا واتبعتهم ذريتهم الآية، أدخل الأبناء الجنة بصلاح الآباء .... الثالث: ان المراد بالإنسان هنا الكافر، فأما المؤمن فله ما سعىٰ وما سعى له، قاله الربيع بن أنس. (شرح الصدور ص:۳۱۰). قال تعالىٰ: ربّ اغفر لى ولوالديّ ولمن دخل بيتى مؤمنًا وللمؤمنين والمؤمنٰت، ولَا تزد الظّٰلمين إلّا تبارًا. (نوح:۲۸) وقال تعالىٰ: ربنا اغفر لنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان. (الحشر:۱۰).

(۴) عن عطاء وزيد بن أسلم قالَا: جاء رجل إلى النبى صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله! أعتق عن أبى وقد مات؟ قال: نعم! (شرح الصدور ص:۳۰۹). وأخرج أحمد والأربعة عن سعد بن عبادة أنه قال: يا رسول الله! إنّ أمّى ماتت، فأىّ الصدقة أفضل؟ قال: الماء! فحفر بئرًا وقال: هٰذه لأمّ سعد. (شرح الصدور ص:۳۰۷).

قرآن وحدیث اور بزرگانِ اُمت سے ثابت ہے۔[1]

اور جو نئے طریقے لوگوں نے ایجاد کر رکھے ہیں، ان کی میں خود تردید کرچکا ہوں۔

میّت کو قرآن خوانی کا ثواب پہنچانے کا صحیح طریقہ

سوال:... کسی کے انتقال کرنے کے بعد مرحوم کو ثواب پہنچانے کی خاطر قرآن خوانی کرانا دُرست ہے؟

جواب:... حافظ سیوطیؒ "شرح الصدور" میں لکھتے ہیں کہ: "جمہور سلف اور ائمہ ثلاثہ (اِمام ابوحنیفہؒ، اِمام مالکؒ اور اِمام احمدؒ) کے نزدیک میّت کو تلاوتِ قرآنِ کریم کا ثواب پہنچتا ہے، لیکن اس مسئلے میں ہمارے اِمام شافعیؒ کا اختلاف ہے۔"[2]

نیز انہوں نے اِمام قرطبیؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ: "شیخ عزالدین بن عبدالسلامؒ فتویٰ دیا کرتے تھے کہ میّت کو تلاوتِ قرآنِ کریم کا ثواب نہیں پہنچتا، جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے کسی شاگرد کو خواب میں ان کی زیارت ہوئی، اور ان سے دریافت کیا کہ آپ زندگی میں یہ فتویٰ دیا کرتے تھے، اب تو مشاہدہ ہوگیا ہوگا، اب کیا رائے ہے؟ فرمانے لگے کہ: میں دُنیا میں یہ فتویٰ دیا کرتا تھا، لیکن یہاں آکر جو اللہ تعالیٰ کے کرم کا مشاہدہ کیا تو اس فتویٰ سے رُجوع کرلیا، میّت کو قرآنِ کریم کی تلاوت کا ثواب پہنچتا ہے۔"[3] اِمام محی الدین نووی شافعیؒ "شرح المہذب" (ج:۵ ص:۳۱۱) میں لکھتے ہیں کہ: "قبر کی زیارت کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ جس قدر ہوسکے قرآنِ کریم کی تلاوت کرے، اس کے بعد اہلِ قبور کے لئے دُعا کرے، اِمام شافعیؒ نے اس کی تصریح فرمائی ہے اور اس پر ہمارے اصحاب متفق ہیں۔"[4] فقہائے حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کی کتابوں میں بھی ایصالِ ثواب کی تصریحات موجود ہیں، اس لئے میّت کے ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی تو بلاشبہ دُرست ہے، لیکن اس میں چند اُمور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے:

اوّل:... یہ کہ جو لوگ بھی قرآن خوانی میں شریک ہوں، ان کا مطمحِ نظر محض رضائے الٰہی ہو، اہلِ میّت کی شرم اور دِکھاوے کی وجہ سے مجبور نہ ہوں، اور شریک نہ ہونے والوں پر کوئی نکیر نہ کی جائے، بلکہ انفرادی تلاوت کو اجتماعی قرآن خوانی پر ترجیح دی جائے کہ اس میں اِخلاص زیادہ ہے۔

---

(۱) عن معقل بن يسار قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اقرؤا سورة يٰس على موتاكم. رواه أحمد وأبوداؤد وابن ماجة. (مشكوٰة ج:۱ ص:۱۴۱). وأيضًا قوله ويقرأ يٰس لما ورد من دخل المقابر فقرأ يٰس خفف الله عنهم يومئذ فكان له بعدد من فيها حسنات بحر ... إلخ. (شامي ج:۲ ص:۲۴۳).

(۲) فجمهور السلف والأئمة الثلاثة على الوصول وخالف في ذٰلك إمامنا الشافعي. (شرح الصدور ص:۳۱۰، طبع دار الكتب العلمية بيروت، باب في قراءة القرآن للميت أو على القبر).

(۳) قال القرطبي: وقد كان الشيخ عزالدين بن عبدالسلام يفتي بأنه لَا يصل إلى الميت ثواب ما يقرأ له فلما توفي رآه بعض أصحابه فقال له: إنك كنت تقول إنه لَا يصل إلى الميت ثواب ما يقرأ ويهدى إليه، فكيف الأمر؟ قال: لَا كنت أقول ذٰلك في دار الدنيا والآن فقد رجعت عنه لما رأيت من كرم الله في ذٰلك. (شرح الصدور ص:۳۱۱، طبع دار الكتب العلمية بيروت، باب في قراءة القرآن للميت أو على القبر).

(۴) ويستحب للزائر أن يسلم على المقابر .... ويستحب أن يقرأ القرآن ما تيسر ويدعو لهم عقبها نص عليه الشافعي واتفق عليه الأصحاب. (شرح المهذب ج:۵ ص:۳۱۱، طبع بيروت).

دوم:... یہ کہ قرآنِ کریم کی تلاوت صحیح کی جائے، غلط سلط نہ پڑھا جائے، ورنہ اس حدیث کا مصداق ہوگا کہ: "بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے!"

سوم:... یہ کہ قرآن خوانی کسی معاوضہ پر نہ ہو، ورنہ قرآن پڑھنے والوں ہی کو ثواب نہیں ہوگا، میّت کو کیا ثواب پہنچائیں گے؟ ہمارے فقہاء نے تصریح کی ہے کہ قرآن خوانی کے لئے دعوت کرنا اور صلحاء و قراء کو ختم کے لئے یا سورۂ انعام یا سورۂ اخلاص کی قرأت کے لئے جمع کرنا مکروہ ہے (فتاویٰ بزازیہ)۔[1]

قرآن خوانی کے دوران غلط اُمور اور ان کا وبال

سوال:... قرآن خوانی میں چند لوگ ایسے ہوتے ہیں جنھیں پڑھنا نہیں آتا، وہ شرماشرمی میں پارہ لے کر بیٹھ جاتے ہیں، اور جب لوگ پڑھ کر رکھتے ہیں تو اور لوگوں کے ساتھ وہ بھی پڑھے ہوئے پاروں میں رکھ دیتے ہیں، یا کچھ لوگ صحیح نہیں پڑھتے اور جلدی میں تلفظ صحیح ادا نہیں کرتے یا کچھ پڑھتے ہیں، کچھ چھوڑ دیتے ہیں، تو اس کا گناہ قرآن خوانی کروانے والے پر ہوگا یا پڑھنے والے پر یا دونوں پر ہوگا؟

جواب:... جو نہ پڑھنے کے باوجود یہ ظاہر کرتے ہیں کہ انہوں نے پڑھ لیا، وہ گناہگار ہیں۔ اسی طرح جو غلط سلط پڑھتے ہیں وہ بھی، اور قرآن خوانی کرانے والا اس گناہ کا سبب بنا ہے، اس لئے وہ بھی گناہ میں شریک ہے۔

کسی کے مرنے پر رشتہ داروں کا قرآن خوانی کرنا

سوال:... ہفت روزہ "اخبارِ جہاں" میں ایک سوال شائع ہوا تھا: "س: کسی شخص کے اِنتقال کے بعد مختلف لوگوں کو بلاکر جو قرآن خوانی کرائی جاتی ہے، کیا اس کا اجر و ثواب فوت شدہ شخص کو پہنچتا ہے؟ اور کیا اس طرح کے رسم و رِواج اسلام کے مطابق ہیں؟" جس کا جواب یہ دیا گیا تھا: "ج: قرآن شریف کی تلاوت کا ثواب اس شخص کو ملتا ہے جس نے تلاوت کی ہے، وہ اگر اپنی خوشی سے کسی کو ثواب پہنچانا چاہے تو وہ ثواب دُوسرے کو پہنچتا ہے۔ مختلف لوگوں کو بلاکر قرآن خوانی کرنے کی بجائے بہتر طریقہ یہ ہے کہ جتنا قرآن خود پڑھ سکتا ہے، اس کا ثواب مرحوم عزیز کو پہنچادے، اور رسم و رِواج کے چکر میں نہ پڑے۔" اس سلسلے میں عرض ہے کہ فوت شدہ عزیز کے نہایت قریبی رشتہ دار مثلاً: چچا، ماموں، خالو اور دوست وغیرہ جو کہ مختلف مقامات پر ہوتے ہیں اور اس جاں کاہ واقعے پر اِکٹھے ہوتے ہیں اور جنازے کے بعد اپنے گھروں کو واپس چلے جاتے ہیں، یہ سب اشخاص فوت شدہ شخص کو ثواب پہنچانے کے لئے قرآن خوانی کرانا چاہتے ہیں، اگر یہ سب اشخاص فوت شدہ شخص کے گھر آکر قرآن خوانی کریں اور کسی قسم کی خوردنی چیز قرآن خوانی کے بعد تقسیم نہ کریں اور دُعا کے بعد رُخصت ہوجائیں تو کیا یہ طریقہ اِختیار کیا جاسکتا ہے؟

جواب:... یہاں دو مسئلے ہیں، اوّل یہ کہ قرآنِ کریم پڑھ کر اس کا ثواب کسی کو بخشا جائے، تو جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ پہنچتا

---

(۱) ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الأوّل .... واتخاذ الدعوۃ بقراءۃ القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراءۃ سورۃ الأنعام أو الإخلاص۔ (فتاویٰ بزازیۃ علیٰ ہامش الہندیۃ ج:۴ ص:۸۱، أیضًا شامی ج:۲ ص:۲۴۰)۔

ہے یا نہیں؟ اس میں ائمہ کا اِختلاف ہے، ہمارے اِمام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تمام عبادات کا ثواب پہنچتا ہے، بشرطیکہ اِخلاص کے ساتھ کیا جائے، اور اِمام شافعیؒ کے نزدیک عباداتِ قولیہ کا ثواب مثلاً تلاوت وغیرہ، ان کا ثواب نہیں پہنچتا۔[1]

دُوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اپنے طور پر ہمیشہ آدمی اپنے اکابر کو، متعلقین کو، احباب کو ثواب پہنچانے کا اِہتمام رکھے، اور دُوسرے حضرات اگر کسی وقت جمع ہوجائیں تو بغیر اہتمام کے وہ بھی پڑھ سکتے ہیں، لیکن قرآن خوانی کے لئے کوئی وقت مقرّر کرنا اور اس پر لوگوں کو بلانا، شریعت نے اس کی اِجازت نہیں دی، اور جو چیز شریعت سے ثابت نہ ہو، اس کو اپنی طرف سے شروع کرنا صحیح نہیں، واللہ اعلم بالصواب![2]

عبادات کا ایصالِ ثواب

سوال:... قرآن پاک یا نعتیں وغیرہ پڑھ کر اس کا ایصالِ ثواب میّت کے لئے کرنا احادیث سے ثابت ہے؟

جواب:... عباداتِ مالیہ اور دُعا و اِستغفار کے ساتھ ایصالِ ثواب تو متفق علیہ ہے۔ تلاوتِ قرآن کے بارے میں اِمام شافعیؒ کا اِختلاف منقول ہے۔ حافظ سیوطیؒ کی ''شرح صدور'' سے نقل کیا ہے کہ شافعیہ کے نزدیک بھی راجح یہ ہے کہ تلاوت کا ثواب پہنچتا ہے۔ نیز اسی پر اِمام نوویؒ کی شرح مہذب (جلد:۵ صفحہ:۳۱۱) سے نقل کیا ہے کہ: ''قبر کی زیارت کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ جس قدر ہوسکے قرآنِ کریم کی تلاوت کرے، اس کے بعد اہلِ قبور کے لئے دُعا کرے، اِمام شافعیؒ نے اس کی تصریح فرمائی ہے، اور اس پر ہمارے اصحاب متفق ہیں۔''[3]

مذاہبِ اَربعہ کے اِتفاق کے بعد مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔

ابوداؤد صفحہ:۵۹۲، ''باب فی ذکر البصرة'' کے ذیل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد نقل کیا ہے: ''تم میں سے کون ہے جو مجھے اس کی ضمانت دے کہ وہ میرے لئے مسجد عشار میں دو یا چار رکعتیں پڑھ کر یہ کہے کہ یہ ابوہریرہ کے لئے ہیں۔''[4]

اس سے نوافل کے ایصالِ ثواب پر اِستدلال کیا جاسکتا ہے، ویسے جمہور ائمہ اس کے صحیح ہونے کے قائل ہیں۔

---

(۱) صرح علماؤنا فی باب الحج عن الغیر بأن للانسان أن یجعل ثواب عمله لغیره صلاة أو صوما أو صدقة أو غیرها کذا فی الهدایة .... لکن استثنی مالک والشافعی العبادات البدنیة المحضة کالصلاة والتلاوة فلا یصل ثوابها إلی المیت عندهما بخلاف غیرها کالصدقة والحج. (شامی ج:۲ ص:۲۴۳، مطلب فی القراءة للمیت واهداء ثوابها له).

(۲) وفی البزازیة: ویکره .... اتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراءة سورة الأنعام أو الإخلاص. (شامی ج:۲ ص:۲۴۰، مطلب فی کراهة الضیافة من أهل المیت).

(۳) اختلف فی وصول ثواب القراءة للمیت، فجمهور السلف والأئمة - الثلاثة- علی الوصول، وخالف فی ذالک إمامنا الشافعی .... وأما القراءة علی القبر، فجزم بمشروعیتها أصحابنا وغیرهم، قال الزعفرانی سألت الشافعی رحمه الله عن القراءة عند القبر، فقال: لا بأس به، وقال النووی رحمه الله فی شرح المهذب (ج:۵ ص:۳۱۱) یستحب لزائر القبور أن یقرأ ما تیسر من القرآن ویدعو لهم عقبها نص علیه الشافعی، واتفق علیه الأصحاب. (شرح الصدور ص:۳۱۰، ۳۱۱).

(۴) محمد بن المثنی .... قال سمعت أبی یقول: انطلقنا حاجین .... قال: من یضمن لی منکم أن یصلی لی فی مسجد العشاء رکعتین أو أربعًا ویقول: هذا لأبی هریرة. (أبو داؤد، کتاب الملاحم، باب فی ذکر البصرة ج:۲ ص:۲۳۶).

قرآن خوانی میں بغیر پڑھے پاروں کو پڑھے ہوئے پاروں میں رکھنے کا کفارہ

سوال:... ایک خاتون اکثر محلے میں سورۂ یٰسین وغیرہ کے ختم اور قرآن خوانی میں جاتی ہیں۔ ان کی قرآن پڑھنے کی رفتار انتہائی سست ہے، یعنی بہت دیر سے وہ سپارے ختم کرتی ہیں، جبکہ اور خواتین دو تین سپارے ختم کرلیتی ہیں، تو ان کا ایک سپارہ ختم ہوتا ہے۔ لہٰذا انہوں نے محفل میں اپنا یہ عیب چھپانے کے لئے بغیر پڑھے ہوئے ایک دو سپارے پڑھے ہوئے سپاروں میں رکھ دیئے۔ اسی طرح ایک دفعہ یٰسین شریف پڑھتیں اور دو تین پڑھی ہوئی سورتوں میں ڈال دیتیں۔ اب ان خاتون کو اپنی اس غلطی اور گناہ کا احساس ہوگیا ہے اور وہ شرمندہ ہیں، وہ اپنی اس غلطی اور گناہ کا کفارہ ادا کرنا چاہتی ہیں، قرآن و سنت کی روشنی میں اس گناہ کا کفارہ اور تلافی کس طرح ممکن ہے؟

جواب:... بس اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں، اور جتنا قرآن مجید پڑھنا ہو، اپنے گھر پر پڑھ لیا کریں، لوگوں کے گھروں میں جاکر قرآن مجید نہ پڑھا کریں۔ یہ عورتوں میں جو قرآن خوانی کا رِواج ہے، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ قرآن غلط پڑھتی ہیں، بہتر ہوگا کہ اپنے اپنے گھر میں قرآنِ کریم پڑھا کریں اور اس کا ثواب مرحومین کو بخش دیا کریں۔

تیجا، دسواں اور قرآن خوانی میں شرکت کرنا

سوال:... ہمارے مسلم معاشرے میں خودساختہ مذہبی رُسوم پر عمل کیا جاتا ہے، بنیاد اور حقیقت کچھ نہیں، مثلاً: تیجا، دسواں وغیرہ، لیکن پھر بھی حنفی عقیدہ (یعنی مذہب) کیا فرماتا ہے؟ قرآن خوانی کیسے ہے؟ یعنی قل شریف پڑھنا شکر وغیرہ پر، حنفی مسلک اس بارے میں کیا کہتا ہے؟

جواب:... مرگ کے موقع پر جو رسمیں ہمارے یہاں رائج ہیں، وہ زیادہ تر بدعت ہیں، ان کو غلط سمجھنا چاہئے اور حتی الوسع ان میں شریک بھی نہیں ہونا چاہئے۔ قرآن خوانی ایک رسم بن کر رہ گئی ہے، اکثر لوگ محض منہ رکھنے کے لئے شریک ہوتے ہیں، خال خال ہوں گے جن کا مقصود واقعی ایصالِ ثواب ہو۔ ایسے موقعوں پر میں یہ کہتا ہوں کہ اتنے پارے پڑھ کر اپنے طور پر ایصالِ ثواب کردوں گا۔

لیکن اگر کسی مجلس میں شریک ہونا پڑے تو اِخلاص کے ساتھ محض ایصالِ ثواب کی نیت ہونی چاہئے، باقی رسوم میں حتی الوسع شرکت نہ کی جائے، اگر کبھی ہوجائے تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی جائے۔[1]

میّت کو قبر تک لے جانے کا اور ایصالِ ثواب کا صحیح طریقہ

سوال:... فرض کیا میں مرگیا، مرنے کے بعد قبر تک کیا کیا حکم ہے؟ اس کے بعد قبر تک کا عرصہ اس کے لئے ایصالِ ثواب پہنچانے کا کیا صحیح طریقہ ہے؟ یعنی مرنے کے بعد جنازہ کے ساتھ اُونچا کلمہ پڑھنا، جنازے کے بعد دُعا کرنا، پھل اور دُوسری اشیاء ساتھ لے جانا (توشہ) جمعرات کرنا، چالیسواں کرنا، مسجد کے لئے رقم دینا جس کو زکوٰۃ کا نام دیا جاتا ہے، آیا وہ رقم جو کہ مسجد کے نام دی

---

(۱) هذه الأفعال كلها للسمعة والرياء فيحترز عنها، لأنهم لا يريد بها وجه الله تعالىٰ ... إلخ۔ (شامی ج:۲ ص:۲۴۱)۔

جاتی ہے، وہ مسجد کی ہوتی ہے یا کہ اِمامِ مسجد کی؟ اور وہ مرنے والے کی بخشش کے لئے کارآمد ہے یا کہ نہیں؟

جواب:... حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی صاحبؒ کی کتاب ''اَحکامِ میّت'' اِن مسائل پر بہت مفید اور جامع کتاب ہے، اس کا مطالعہ ہر مسلمان کو کرنا چاہئے، آپ کے سوال کے مختصر نکات حسبِ ذیل ہیں:

۱:... موت کے بعد سنت کے مطابق تجہیز و تکفین ہونی چاہئے اور اس میں جہاں تک ممکن ہو جلدی کرنے کا حکم ہے۔ [۱]

۲:... جنازے کے ساتھ آہستہ ذکر کیا جائے، بلند آواز سے ذکر کرنا ممنوع ہے۔ [۲]

۳:... ایصالِ ثواب کے لئے شریعت نے کوئی وقت مقرّر نہیں فرمایا، نہ دنوں کا تعین فرمایا ہے، بلکہ مالی اور بدنی عبادات کا ایصالِ ثواب جب چاہے کرسکتا ہے۔ [۳]

۴:... مرنے کے بعد مرحوم کا مال اس کے وارثوں کو فوراً منتقل ہوجاتا ہے، اگر تمام وارث بالغ ہوں اور موجود ہوں، ان میں کوئی نابالغ یا غیرحاضر نہ ہو تو تمام وارث خوشی سے میّت کے لئے صدقہ خیرات کرسکتے ہیں، لیکن اگر کچھ وارث نابالغ ہوں تو ان کے حصے میں سے صدقہ و خیرات جائز نہیں، اور اس کا کھانا بھی جائز نہیں، بلکہ ''یتیموں کا مال کھانے'' پر جو وعید آتی ہے اس کا وبال لازم آئے گا۔ ہاں! بالغ وارث اپنے حصے سے ایصالِ ثواب کے لئے صدقہ خیرات کریں تو بہت اچھا ہے۔ [۴] یا اگر میّت نے وصیت کی ہو تو تہائی مال کے اندر اندر اس کی وصیت کے مطابق خیر کے کاموں میں خرچ کرسکتے ہیں۔ [۵]

نیا پڑھا ہو یا پہلے کا پڑھا ہو، سب کا ثواب پہنچا سکتے ہیں

سوال:... اکثر محفلِ قرآن میں بعض مرد یا خواتین کہتے ہیں کہ انہوں نے اب تک گھر پر مثلاً: ۱۰، ۵ پارے پہلے پڑھے ہیں، وہ اس میں شامل کرلیں، یا پھر اکثر قلّتِ قارئین کی وجہ سے سپارے گھر گھر بھیج دیئے جاتے ہیں، یہ کہاں تک دُرست ہے؟

جواب:... یہاں چند مسائل ہیں:

۱:... مل کر قرآن خوانی کو فقہاء نے مکروہ کہا ہے، اگر کی جائے تو سب آہستہ پڑھیں تاکہ آوازیں نہ ٹکرائیں۔ [۶]

---

(۱) ويبادر إلى تجهيزه ولَا يؤخر ...إلخ. (هندية ج:۱ ص:۱۵۷، كتاب الصلاة، طبع رشيديه).

(۲) وعلى متبعي الجنازة الصمت ويكره لهم رفع الصوت بالذكر وقراءة القرآن .... فإن أراد أن يذكر الله يذكره في نفسه ...إلخ. (هندية ج:۱ ص:۱۶۲، وأيضًا في الشامي ج:۲ ص:۲۳۳، باب صلاة الجنازة).

(۳) صرح علماؤنا في باب الحج عن الغير بأن للإنسان ان يجعل ثواب عمله لغيره صلاةً أو صومًا أو صدقةً أو غيرها كذا في الهداية ...إلخ. (شامي ج:۲ ص:۲۴۳، مطلب في القراءة للميت واهداء ثوابها له).

(۴) وان اتخذ طعاما للفقراء كان حسنا إذا كانت الورثة بالغين فإن كان في الورثة صغير لم يتخذو ذٰلک من التركة كذا في التتارخانية. (هندية ج:۵ ص:۳۴۴، كتاب الكراهية).

(۵) والوصية تصرف في ثلث المال في آخر العمر زياده في العمل فكانت مشروعة ...إلخ. (البدائع الصنائع ج:۷ ص:۳۳۰).

(۶) يكره للقوم ان يقرؤا القرآن جملة لتضمنها ترک الإستماع والإنصات المأمور بها كذا في القنية. (هندية ج:۵ ص:۳۱۷، كتاب الكراهية).

۲:...آدمی نے جو کچھ پڑھا ہو اس کا ثواب پہنچا سکتا ہے، خواہ نیا پڑھا ہو یا پرانا پڑھا ہو۔ (۱)

۳:...ایصالِ ثواب کے لئے پورا قرآن پڑھوانا ضروری نہیں، جتنا پڑھا جائے اس کا ثواب بخش دینا صحیح ہے۔ (۲)

۴:...کسی دُوسرے کو پڑھنے کے لئے کہنا صحیح ہے، بشرطیکہ اس کو گرانی نہ ہو، ورنہ دُرست نہیں۔ (۳)

پہلے کے پڑھے ہوئے کا ایصالِ ثواب کرنا

سوال:... بعض اوقات لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا فلاں عزیز کا انتقال ہوگیا ہے، آپ نے جو قرآن پاک ختم کر رکھے ہیں، ان میں سے کچھ سپارے ہمیں دے دیں۔ اس طرح مختلف لوگوں سے مختلف سپارے لے کر وہ قرآن پاک کا ثواب اِکٹھا کرتے ہیں اور اپنے عزیز کی رُوح کو پہنچاتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟

جواب:... ہر شخص نے جو پڑھا ہو، وہ ایصالِ ثواب کرسکتا ہے۔ (۴)

خود ثواب حاصل کرنے کے لئے صدقۂ جاریہ کی مثالیں

سوال:... اگر کوئی اپنے وارثوں سے مایوس ہوکر اپنے ثوابِ آخرت کا سامان خود ہی کر جائے، مثلاً: قرآن شریف کے سپارے مسجد میں بھجوادے یا کنواں بنوادے، یا مسجد میں پنکھے لگوادے، تو کیا یہ جائز ہے؟

جواب:... یہ نہ صرف جائز ہے، بلکہ بہتر اور افضل ہے کہ آدمی اپنی زندگی میں اپنے لئے ذخیرۂ آخرت جمع کرنے کا اہتمام کرے۔ (۵)

متوفی کے لئے تعزیت کے جلسے کرنا صحیح مقاصد کے تحت جائز ہے

سوال:... متوفی پر تعزیت کے جلسے کرنا اور بعض کے تو مستقل سالانہ جلسے کرنا، یہ عرس تو نہیں؟ جائز ہیں یا بدعت؟ قرآن و حدیث اور خیر القرون میں اس عمل کی کوئی مثال ہے؟

جواب:... تعزیت کا مفہوم اہلِ میّت کو تسلی دینا اور ان کے غم میں اپنی شرکت کا اظہار کر کے ان کے غم کو ہلکا کرنا ہے، جو

---

(۱) والظاهر أن لا فرق بين أن ينوى به عند الفعل للغير أو يفعله لنفسه ثم بعد ذٰلك يجعل ثوابه لغيره ...إلخ. (شامی ج:۲ ص:۲۴۳، مطلب فی القراءة للميت واهداء ثوابها له).

(۲) ويصح إهداء نصف الثواب أو رُبعه كما نص عليه أحمد ولا مانع منه ...إلخ. (شامی ج:۲ ص:۲۴۳).

(۳) تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے: شامی ج:۲ ص:۲۴۳، مطلب فی القراءة للميت.

(۴) أيضًا.

(۵) عن أبى هريرة رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا مات الإنسان انقطع عنه عمله إلّا من ثلاثة إلّا من صدقة جارية أو علم ينتفع به أو ولد صالح يدعوا له. رواه مسلم. (مشكوٰة ج:۱ ص:۳۲).

مأمور بہ ہے۔[1] نیز: "اذکروا موتاکم بخیر" میں مرحومین کے ذکر بالخیر کا بھی حکم ہے، پس اگر تعزیتی جلسہ انہی دو مقاصد کے لئے ہو، اور مرحوم کی تعریف میں غیر واقعی مبالغہ نہ کیا جائے تو جائز ہوگا۔[2] سالانہ جلسہ تو ظاہر ہے کہ فضول حرکت ہے، اور کسی مرحوم کی غیر واقعی تعریف بھی غلط ہے۔ بہرحال تعزیتی جلسہ اگر مذکورہ بالا مقاصد کے لئے ہو تو اس کو بدعت نہیں کہا جائے گا، کیونکہ ان جلسوں کو نہ بذاتِ خود مقصد تصوّر کیا جاتا ہے، نہ انہیں عبادت سمجھا جاتا ہے۔

عذابِ قبر میں کمی اور نزع کی آسانی کے لئے وظیفہ

سوال:... وہ وظیفے بتائیں جن کے کرنے سے قبر کا عذاب کم ہوتا اور نزع کے وقت کی تکلیف کم ہوتی ہے۔

جواب:... عذابِ قبر کے لئے سونے سے پہلے سورۂ تبارک الذی پڑھنی چاہئے،[3] اور نزع کی آسانی کے لئے یہ دُعا پڑھنی چاہئے:

"اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی سَکَرَاتِ الْمَوْتِ وَغَمَرَاتِ الْمَوْتِ"[4]

قبرستان میں ایصالِ ثواب کے لئے کن کن باتوں کا خیال رکھنا چاہئے؟

سوال:... قبرستان میں جاکر مردے کے لئے ایصالِ ثواب کرنے کے لئے کن کن باتوں کا خیال رکھنا چاہئے؟ اور مرحوم کے ایصالِ ثواب کے لئے کونسی آیات یا سورتیں تلاوت کی جائیں؟

جواب:... جتنی سورتیں یاد ہوں پڑھ کر یہ دُعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ اس میت کو ان کا ثواب عطا فرمائے۔ اور قبر پر پہنچنے کے بعد میّت کو سلام بھی کہنا چاہئے، کم از کم یہ الفاظ ضرور کہہ دینے چاہئیں: "السلام علیکم یا اہل القبور"۔[5]

والدہ کی قبر معلوم نہ ہو تو دُعائے مغفرت کیسے کروں؟

سوال:... میری والدہ مرحومہ کراچی میں دفن ہیں، میں اکثر ان کی مغفرت کی دُعائیں کرتا رہتا ہوں، اب یہ میری بدنصیبی ہے کہ میں کبھی ان کی قبر پر نہیں گیا۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ قبر پر جانا ضروری ہے یا نہیں؟ اور قبر پر نہ جانے سے گھر ہی پر دُعائیں کرنا بیکار تو

---

(۱) وتستحب التعزية للرجال والنساء اللاتي لا يفتن لقوله عليه السلام من عزى أخاه بمصيبة كساه الله من حلل الكرامة يوم القيامة. رواه ابن ماجة. (شامي ج:۲ ص:۲۴۰).

(۲) لكن يكره الإفراط في مدحه لا سيما عند جنازته ...إلخ. (درمختار مع الشامي ج:۲ ص:۲۳۹، باب صلاة الجنازة).

(۳) عن عبدالله بن مسعود رضي الله عنه قال: من قرأ تبارك الذي بيده الملك كل ليلة منعه الله عز وجل بها من عذاب القبر. رواه النسائي. (الترغيب والترهيب ج:۲ ص:۳۴۷).

(۴) ترمذي ج:۱ ص:۱۱۷، باب ما جاء في التشديد عند الموت، طبع رشيديه دهلي.

(۵) ومن آدابها أن يسلّم بلفظ السلام عليكم على الصحيح .... ثم يدعو قائما طويلا وإن جلس يجلس .... ويقرأ يٰس ...إلخ. وفي شرح اللباب ويقرأ من القرآن ما تيسر له من الفاتحة وأوّل البقرة إلى المفلحون وآية الكرسي .... ثم يقول اللّٰهم أوصل ثواب ما قرأناه إلى فلان أو إليهم. (شامي ج:۲ ص:۲۴۳).

نہیں؟ دُوسرے یہ کہ قبرستان اگر جاؤں بھی تو والدہ کی قبر کا پتہ نہیں، تو قبرستان میں جاکر والدہ کے لئے کہاں کھڑا ہوکر دُعا کروں اور کیا کیا دُعا کروں؟ کیا وہاں کچھ پڑھنا ہوگا یا ایسے ہی دُعائے مغفرت کروں؟

جواب:... اگر آپ کو والدہ کی قبر کا پتا ہی نہیں تو آپ کو جانے کا مشورہ کیسے دُوں؟ البتہ آپ کو نشانی رکھنا چاہئے تھی یا اگر کوئی آدمی جاننے والا ہے تو آپ اس سے پتا کرلیجئے۔ قبر پر جانے سے میّت کو اتنی خوشی ہوتی ہے کہ جتنا ماں کو اپنے بیٹے سے مل کر خوشی ہوتی ہے۔(۱) بہرحال ان کو پڑھ کر بخشتے رہنا چاہئے یہ بھی بیکار نہیں ہے۔(۲)

کنواں یا سڑک کا ایصالِ ثواب؟

سوال:... آپ نے فرمایا ''بس یہ بحث ختم'' اس لئے بندہ حکم عدولی تو نہیں کرے گا، تاہم اس کا جواب آپ کے ذمہ رہے گا کہ کھانا صرف غرباء کو کھلاکر ایصالِ ثواب ہوگا ورنہ نہیں، تو لوگ ایصالِ ثواب کے لئے جو سڑک بنواتے ہیں، کنواں کھدواتے ہیں، درخت سایہ دار لگاتے ہیں تو کیا ان کو بھی غرباء کے نامزد کیا جائے گا جب ایصالِ ثواب ہوگا، یا جو بھی فقیر غنی اس سے فائدہ اُٹھائے ایصالِ ثواب ہوجائے گا؟

جواب:... یہ رفاہِ عامہ کے کام ہیں، اور صدقۂ جاریہ ہے، اور صدقۂ جاریہ کا ثواب منصوص ہے۔(۳)

عورت بھی ایصالِ ثواب کرسکتی ہے

سوال:... کیا عورت نیاز دے سکتی ہے یا نہیں؟

جواب:... عورت بھی ایصالِ ثواب کرسکتی ہے، مگر اپنے مال میں سے کرے، میّت کے ترکہ میں سے نہ کرے۔(۴)

مرحومین کی قبر پر اِیصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی

سوال:... اگر کسی کے فوت ہوجانے کے بعد اس کی قبر پر جاکر ایصالِ ثواب کی خاطر قرآن خوانی کی جائے تو کیا اس مرحوم کو اَجروثواب مل جائے گا؟

جواب:... قبر پر جاکر قرآن مجید پڑھنے کے بجائے گھر پر قرآنِ کریم کی تلاوت کی جائے۔ لیکن ہمارے یہاں یہ ہوتا ہے کہ ایک دو دن قرآن خوانی کروالیتے ہیں، اس کے بعد مردے کو بھول جاتے ہیں، اور یہ ایک نافرمان اور گناہگار کے ساتھ ایک طرح ٹھیک

---

(۱) الأحاديث والآثار تنزل على الزائر متى جاء علم به الميت وسمع سلامه وأنس به وردّ عليه وهذا عام في حق الشهداء وغيرهم فانه لَا يوقت. (شرح الصدور ص:۳۵۸، طبع دار الكتب العلمية، بيروت).

(۲) من دخل المقابر فقرأ سورة يٰسٓ خفف الله عنهم يومئذ، وكان له بعدد من فيها حسنات، بحر. وفي البحر: من صام أو صلّى أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء جاز، ويصل ثوابها إليهم عند أهل السُّنَّة والجماعة. (رد المحتار ج:۲ ص:۲۴۳).

(۳) عن سعد بن عبادة قال: يا رسول الله! ان أمّ سعد ماتت فأيّ الصدقة أفضل؟ قال: الماء! فحفر بئرًا وقال: هٰذه لأمّ سعد. رواه أبوداؤد والنسائي. (مشكوٰة ص:۱۶۹، فضل الصدقة، طبع قديمي).

(۴) وفي البحر: من صام أو صلّى أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء جاز ويصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة كذا في البدائع. (شامي ج:۲ ص:۲۴۳، مطلب في القراءة للميت واهداء ثوابها له).

بھی کرتے ہیں، کیونکہ مردے نے بھی ساری عمر نہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی، نہ قرآن مجید کی تلاوت کی، نہ نماز پڑھی، نہ روزہ رکھا، ایسے شخص کا انجام یہی ہونا چاہئے، ورنہ اللہ کے مقبول بندے کو ہر نماز کے بعد ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے۔

ایصالِ ثواب کی مجلس میں قادیانی اور غیرمسلم کا شریک ہونا، نیز کیا ان کا ایصالِ ثواب دُرست ہے؟

سوال:... مادرِ وطن کے سرکاری اور نیم سرکاری دفاتر میں تقریباً تمام اِسلامی اور غیر اِسلامی (قادیانی اور عیسائی وغیرہ) افراد منصبی فرائض ادا کر رہے ہیں۔ بعض اوقات مشاہدہ یوں ہوا کہ کسی مسلمان ملازم/آفیسر کے کسی قریبی رشتہ دار کی رحلت ہوگئی، بعد ازاں اس کے ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی اور طعام کا بندوبست کیا گیا، کثیر اَفراد کی شرکت کی غرض سے ایک ٹائپ شدہ دعوت نامہ برائے ایصالِ ثواب بشکل قرآن خوانی ملازمین وافسران کو تقسیم کردیا گیا۔ دعوت نامے میں فرداً فرداً دعوت نہیں دی گئی تھی۔ اس عمومی دعوت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اور مصلحت کے پیشِ نظر اگر کوئی قادیانی اور دُوسرا غیرمسلم اس ایصالِ ثواب میں شرکت کرتا ہے تو اس قسم کی شرکت سے متعلق مندرجہ ذیل سوالات کے اِسلامی جوابات مطلوب ہیں:

۱:...کیا قادیانی کی شرکت برائے ایصالِ ثواب قرآن خوانی یا دیگر خالصتاً مذہبی اجتماع میں شرکت شرعاً جائز ہے؟

جواب:... ایصالِ ثواب کی مجلس میں کسی غیرمسلم قادیانی کو شریک کرنا جائز نہیں،[1] اس لئے ان کو بلایا ہی نہ جائے، اگر خود آئیں تو ان کی شرکت سے معذرت کردی جائے۔

۲:...آیا قادیانی کی تلاوتِ قرآن مجید سے میّت کو ثواب پہنچے گا؟

جواب:... میّت کا ثواب ملنا فرع ہے اس کی کہ خود پڑھنے والے کو ثواب ملے، اور غیرمسلم قادیانی کے اعمال باطل ہیں،[2] جب اس کو خود ہی ثواب نہ ملا، تو میّت کو کیا ملے گا...؟

۳:...قادیانی کی شرکت سے آیا ایصالِ ثواب پر کسی قسم کا غیر اِسلامی اثر مرتب تو نہیں ہوگا؟ ہاں کی صورت میں کونسا؟

جواب:... قادیانی اور غیرمسلموں کی شرکت سے اسلام اور کفر کے درمیان، اور مسلم و کافر کے درمیان اِمتیاز مٹ جائے گا، اور یہ ضررِ عظیم ہے، عجب نہیں کہ اس مجلس کے تمام شرکاء مبتلائے عذاب ہوجائیں۔

۴:... دُنیوی مصلحتوں اور اس قسم کی رواداریوں میں شرعاً کیا قباحت ہے؟ مسلمان شرعاً کیا رویہ اپنائیں؟

جواب:... دُنیوی مصالح، دِین کے تابع ہیں، اگر کسی دُنیوی مصلحت اور رواداری سے دِین کے اُصول ٹوٹ ٹوٹ جاتے ہوں، تو ایسی مصلحت اور رواداری کو بالائے طاق رکھ دیا جائے گا، اور اس پر لعنت بھیجی جائے گی۔[3]

---

(۱) لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللهَ وَرَسُوْلَهُ. (المجادلة: ۲۲). وقال تعالى: "يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ" (الممتحنة: ۱).

(۲) مقتضى كون حبط العمل في الدنيا والآخرة جزاء الردة وإن لم يمت عليها عندنا. (شامي ج:۳ ص:۲۷).

(۳) عن نواس بن سمعان رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق. (مشكوة ص:۳۲۱، كتاب الإمارة والقضاء).

قرآنِ کریم کی عظمت اور اس کی تلاوت

چھوٹے بچوں کی تعلیم کے لئے پارہ عمّ کی ترتیب بدلنا جائز ہے

سوال:... نماز میں قرآن شریف اُلٹا پڑھنا یعنی پہلی سورۃ آخر کی اور دُوسری سورۃ پہلے کی پڑھنا دُرست نہیں ہے، مگر قرآن شریف کے تیسویں پارے میں سورتیں قل سے شروع ہوکر عمّ پر ختم ہوتی ہیں، یعنی اُلٹا قرآن شریف لکھا ہوا ہے، جو اکثر مدرسوں میں طلبہ کو پڑھایا جاتا ہے، کیا اس طرح پڑھنا جائز ہے؟

جواب:... چھوٹے بچوں کی تعلیم کے لئے ہے، تاکہ وہ چھوٹی سورتوں سے شروع کرسکیں۔ [1]

قرآن مجید میں نسخ کا علی الاطلاق انکار کرنا گمراہی ہے

سوال:... جنگ راولپنڈی میں مولانا...... صاحب نے اپنے تأثرات ومشاہدات کے کالم میں لکھا ہے کہ: ''میں قرآنِ حکیم کی کسی آیت کو منسوخ نہیں مانتا۔'' میرے خیال میں یہ عقیدہ دُرست نہیں ہے، اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب:... میری رائے آپ کے ساتھ ہے، قرآن مجید میں نسخ کا علی الاطلاق انکار کرنا گمراہی ہے۔ [2]

قرآنِ کریم کی سب سے لمبی آیت سورۂ بقرہ کی آیت: ۲۸۲ ہے

سوال:... ''معلوماتِ قرآن'' جو کہ ''عثمان غنی ظاہر'' نے لکھی ہے، میں پڑھا ہے کہ قرآن شریف کی سب سے لمبی آیت آیت الکرسی ہے، آیت الکرسی کم وبیش ۵ لائنوں میں ہے، جبکہ میں نے قرآن شریف میں ایک اور آیت اس سے بھی لمبی دیکھی ہے، جو کہ سات لائنوں میں ہے، اور یہ آیت سورۃ الحج کی پانچویں آیت ہے، آپ ضرور بتائیں کہ قرآن شریف کی سب سے لمبی آیت کون سی ہے؟ آیا وہ آیت جو کہ میں نے کتاب میں پڑھی ہے، یا وہ جو میں نے قرآن شریف میں دیکھی ہے؟

---

(۱) وفی الدر المختار: الفصل بسورة قصيرة وان يقرأ منكوسا. وفی الشرح: بأن يقرأ فی الثانية سورة أعلٰی مما قرأ فی الأولٰی، لأن الترتيب السور فی القراءة واجبات التلاوة وإنما جوز للصغار تسهيلًا لضرورة التعليم. (الدر المختار مع الرد المحتار، قبيل باب الإمامة ج: ۱ ص: ۵۴۷، طبع ايج ايم سعيد).

(۲) واتفقت أهل الشرائع علٰی جواز النسخ ووقوعه وخالفت اليهود ... إلخ. (رُوح المعانی ج: ۱ ص: ۳۵۲، طبع بيروت). النسخ مما خص الله به هذه الأمّة لحكم منها التيسير وقد أجمع المسلمون علٰی جوازه وأنكره اليهود ظنا منهم أنه بداء كالذی يری الرأی ثم يبدو له وهو باطل. (الإتقان فی علوم القرآن ج: ۲ ص: ۲۱، طبع مصر، الفوز الكبير ص: ۴۰، طبع قديمی).

جواب:... قرآنِ کریم کی سب سے لمبی آیت سورۂ بقرہ کی آیت نمبر: ۲۸۲ ہے، جو آیتِ مداینہ کہلاتی ہے، آیت الکرسی زیادہ لمبی نہیں، مگر شرف و مرتبہ میں سب سے بڑی ہے، اور "سیّد الآیات" کہلاتی ہے۔[۱]

دُعا میں قرآنی الفاظ کو تبدیل کرنا

سوال:... قرآن اور حدیث میں جو دُعائیں آئی ہیں، کیا موقع کی مناسبت سے ان دُعاؤں میں واحد متکلم کی جگہ جمع متکلم اور جمع متکلم کی جگہ واحد متکلم کے ساتھ ردّ و بدل کیا جاسکتا ہے؟ کیا قرآنی دُعاؤں میں اس تبدیلی سے تحریفِ قرآن تو لازم نہیں آتی؟

جواب:... مناسب تو یہ ہے کہ جو دُعا جن الفاظ میں منقول ہے، ان کو اسی طرح رکھا جائے، تاہم اگر واحد، جمع کے صیغے بدل لے تب بھی کوئی حرج نہیں۔ قرآنِ کریم دُعا کی نیت سے پڑھا جائے تو اس سے مقصود قرآنِ کریم کے الفاظ کی حکایت نہیں ہوتی،[۲] یہی وجہ ہے کہ جنبی اور حائضہ کو قرآنی دُعائیں، دُعا کی نیت سے پڑھنے کی اجازت ہے۔[۳] اس لئے دُعا میں قرآنی الفاظ تبدیل کرنے سے تحریف تو لازم نہیں آئے گی، لیکن قرآنِ کریم کے مبارک الفاظ زیادہ بہتر ہیں، اس لئے ان کو تبدیل کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

لوحِ محفوظ سے کیا مراد ہے؟

سوال:... اُمّ الکتاب اور لوحِ محفوظ دو الگ الگ کتاب ہیں یا ایک ہی کتاب کے دو نام ہیں؟

جواب:... بظاہر دونوں ایک ہی چیز سے عبارت ہیں، اس کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے، کاتب بھی قلمِ قدرت ہے۔[۴]

قرآنِ کریم مجہول پڑھنا دُرست نہیں ہے

سوال:... موجودہ دور میں اکثر لوگ یا تو قرآن مجہول پڑھتے ہیں یا بغیر تجوید کے پڑھتے ہیں، ان کی نمازوں اور تلاوتِ قرآن وغیرہ کا کیا معاملہ ہوگا؟

جواب:... قرآنِ کریم اِمکانی حد تک صحیح پڑھنا واجب اور غلط پڑھنا ناجائز ہے۔[۵] اگر کوشش کے باوجود کسی کا تلفظ صحیح نہیں

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لكل شيء سنام وان سنام القرآن سورة البقرة وفيها آية هي سيدة آي القرآن هي آية الكرسي. (ترمذي شريف، أبواب فضل القرآن، ج:۲ ص:۱۱۱، طبع قديمي كتب خانه).

(۲) حتى لو قصد بالفاتحة الثناء في الجنازة لم يكره إلّا إذا قرأ المصلي قاصدًا الثناء فإنها تجزيه لأنها في محلها، فلا يتغير حكمها بقصده ... الخ. وفي الشامية: أن القرآن يخرج عن القرآنية بقصد غيره. (ردالمحتار على الدرالمختار ج:۱ ص:۱۷۳).

(۳) ويحرم به تلاوة القرآن ولو دون آية على المختار. وفي الشامية: قرأ الفاتحة على وجه الدعاء أو شيئًا من الآيات التي فيها معنى الدعاء ولم يرد القراءة لا بأس به. (شامي ج:۱ ص:۱۷۲، أركان الوضوء، مطلب يوم عرفة أفضل من يوم الجمعة).

(۴) وتفسير أم الكتاب بعلم الله تعالى مما رواه عبدالرزاق وابن جرير عن كعب رضي الله عنه، والمشهور أنها اللوح المحفوظ قالوا: وهو أصل الكتاب إذا ما من شيء من الذاهب والثابت إلّا وهو مكتوب فيه كما هو. (روح المعاني ج:۱۴ ص:۱۷۰، سورة الرعد الآية:۳۹).

(۵) وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا. (المزّمّل:۴).

ہوتا وہ معذور ہے، اور اگر صحیح پڑھنے کی کوشش ہی نہیں کرتا تو گناہگار ہے۔ باقی نماز اور تلاوت فقہی حکم کے مطابق تو مقبول نہیں، آگے حق تعالیٰ کی رحمت دستگیری فرمائے تو وہ وسیع المغفرت ہے۔ (۱)

جامع القرآن کون تھے؟

سوال:... جامع القرآن کون ہے، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت عثمانؓ؟

جواب:... قرآنِ کریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پورے کا پورا لکھا گیا، اور حضرت ابوبکرؓ نے اس کو یکجا کرایا، اور حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو ایک قراءت پر جمع کیا۔ (۲)

تلاوتِ قرآن کے دوران باتیں کرنا

سوال:... چند دوستوں کی محفل میں مختلف موضوعات پر بات ہو رہی ہو تو اس دوران کوئی فرد قرآن پاک کی تلاوت اُونچی آواز سے کرے، پھر باتیں شروع کردے، اور محفل میں شوروغل جاری ہو تو پھر ایک آیت تلاوت کرے، اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہے تو ایسی صورت میں تلاوت کرنا جائز ہے؟

جواب:... ایسے دوستوں کی مجلس میں شرکت ہی نہیں کرنی چاہئے۔ آدمی کے پاس محدود وقت ہے، اور اس وقت کو فضول ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ (۳)

قرآن پاک پڑھنے کا طریقہ

سوال:... میں انٹر کا اسٹوڈنٹ ہوں، میں نے قرآن پاک پڑھنے کی کئی بار کوشش کی، مگر آج تک یسرنا القرآن سے آگے نہیں پڑھ سکا، میری بدنصیبی یہ ہے کہ میں قرآن پاک نہیں پڑھ سکا، کئی بار پڑھنا شروع کیا مگر چند دِن بعد پھر چھوڑ دیتا تھا۔ اس لئے میں قرآن پاک نہیں پڑھ سکا۔ آپ سے گزارش ہے کہ مجھے قرآن پاک پڑھنے کا طریقہ بتادیں۔

جواب:... قرآن پاک مسجد میں قاری صاحب سے شروع کردیجئے، جب تک پورا نہیں ہوجاتا، اس وقت تک لگے رہئے۔

---

(۱) وکذا من لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف .... وذٰلک کالرحمٰن الرهیم والشیتان الرجیم .... فکل ذٰلک حکمه ما مر من بذل الجهد دائمًا وإلّا فلا تصح الصلاة به. (شامی ج:۱ ص:۵۸۲، باب الإمامة، مطلب فی الألثغ، شامی ج:۱ ص:۶۳۰، باب الإمامة، مطلب فی زلة القاری).

(۲) وقد کان القرآن کتب کله فی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم لٰکن غیر مجموع فی موضع واحد ولا مرتب السور. قال الحاکم فی المستدرک جمع القرآن ثلاث مرّات، إحداها بحضرة النبی صلی الله علیه وسلم .... الثانیة بحضرة أبی بکر .... قال الحاکم والجمع الثالث هو ترتیب السور فی زمن عثمان ...إلخ. (الإتقان فی علوم القرآن ص:۵۷-۵۹).

(۳) عن عمرو بن میمون الأودی قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لرجل وهو یعظه: اغتنم خمسا قبل خمس: شبابک قبل هرمک، وصحتک قبل سقمک، وغناک قبل فقرک، وفراغک قبل شغلک، وحیاتک قبل موتک. رواه الترمذی مرسلًا. (مشکوٰة ص:۴۴۱، کتاب الرقاق، الفصل الثانی).

قرآن مجید پڑھنا فرض ہے یا سنت؟

سوال:... مولانا صاحب! پوچھنا یہ ہے کہ قرآن کا پڑھنا فرض ہے یا سنت؟

جواب:... نماز میں پڑھنا فرض ہے، نماز سے باہر تلاوت کرنا فضیلت، برکت اور نور ہے۔ (۱)

کیا قرآن پر اِعراب لگانے سے اُس میں ترمیم ہوگئی ہے؟

سوال:... حجاج بن یوسف کے زمانے میں قرآن پر اِعراب لگائے گئے، تو کیا یہ قرآن میں ترمیم نہ ہوئی؟

جواب:... اِعراب تو پہلے بھی پڑھے جاتے تھے، مگر عوام کے صحیح پڑھنے کے لئے اعراب لگادیئے، مثلاً: ''الحمد'' کو پہلے بھی صحیح پڑھا جاتا تھا، مگر عوام کی سہولت کے لئے اس پر زیر، زبر لگادی گئی۔ (۲)

قرآن مجید کی سات منزلیں کس طرح پڑھنی چاہئیں؟

سوال:... قرآن مجید کی جو سات منزلیں ہیں، انہیں کس طرح پڑھنا چاہئے؟

۱:... ایک منزل صبح فجر سے شام چار بجے تک ختم کرنی چاہئے؟

۲:... جب منزل شروع کریں تو ایک جگہ ہی بیٹھ کر پڑھیں، اُٹھنے کی اِجازت نہیں ہے؟

جواب:... قرآن مجید جس طرح سہولت ہو پڑھ سکتے ہیں، ایک جگہ بیٹھ کر پڑھنے کی کوئی پابندی نہیں۔ (۳)

قرآن مجید کو بوسہ دینا

سوال:... قرآن شریف کو بوسہ دینا کیسا ہے؟ بعض لوگ بدعت کہتے ہیں۔

جواب:... کوئی حرج نہیں۔ (۴)

---

(۱) فاعلم ان حفظ ما تجوز به الصلاة فرض عين على كل مكلف وحفظ فاتحة الكتاب وسورة واجب وحفظ سائر القرآن فرض كفاية. (حلبی كبير ص:۴۹۵، تتمات فيما يكره من القرآن فی الصلاة وما لَا يكره فی القراءة ...إلخ).

(۲) وجاز تحلية المصحف .... وتعشيره ونقطه أی إظهار إعرابه وبه يحصل الرفق جدًّا خصوصًا للعجم فيستحسن وعلٰى هٰذا لَا بأس بكتابة أسامی السور وعد الآی وعلامات الوقف ونحوها فهی بدعة حسنة. (الدر المختار مع الرد ج:۶ ص:۳۸۶، باب الإستبراء وغيره، فصل فی البيع).

(۳) أفضل القراءة أن يتدبر فی معناه حتى قيل يكره أن يختم القران فی يوم واحد ولَا يختم فی أقل من ثلاثة أيام تعظيمًا له .... وندب لحافظ القرآن أن يختم فی كل أربعين يومًا .... من ختم القرآن فی السَّنة مرّة لَا يكون هاجرًا كذا فی القنية. (عالمگيری ج:۵ ص:۳۱۷، الباب الرابع فی الصلاة والتسبيح وقراءة القرآن والذكر والدعاء ...إلخ).

(۴) وفی القنية فی باب ما يتعلق بالمقابر تقبيل المصحف قيل بدعة لٰكن روی عن عمر رضی الله عنه أنه كان يأخذ المصحف كل غداة ويقبّله ويقول: عهد ربی ومنشور ربی عزّ وجلّ. وكان عثمان رضی الله عنه يقبل المصحف ويمسحه علٰى وجهه. (الدر المختار مع الرد ج:۶ ص:۳۸۴، باب الإستبراء وغيره، فصل فی البيع).

قرآن مجید کو چومنا جائز ہے

سوال:... ہمارے گھر کے سامنے مسجد میں ایک دن ہمارا پڑوسی قرآن شریف کی تلاوت کر رہا تھا، جب تلاوت کر چکا تو قرآن شریف کو چوما، تو مسجد کے خزانچی نے ایسا کرنے سے روکا، اور کہا کہ: قرآن شریف کو نہیں چومنا چاہئے۔ وضاحت کریں کہ یہ شخص صحیح کہتا ہے یا غلط؟ میں بھی قرآن شریف پڑھ کر چومتا ہوں، اور ہمارے گھر والے بھی۔

جواب:... قرآن مجید کو چومنا جائز ہے۔ (۱)

قرآنی حروف والی انگوٹھی پہن کر بیت الخلاء نہ جائیں

سوال:... گزارش ہے کہ لوگ اکثر آیاتِ قرآنی وغیرہ انگوٹھیوں پر کندہ کراتے ہیں، براہِ کرم آپ ہمیں یہ بتائیں کہ ان انگوٹھیوں کو کس طریقے سے پہن کر بیت الخلاء جایا جائے؟ یا انہیں اُتار کر بیت الخلاء جایا جائے؟ ہم نے انگوٹھی پر حروفِ مقطعات یعنی ص، ن وغیرہ کندہ کرائے ہیں، اس کے لئے بھی بتائیں، کیا مسئلہ ہے؟

جواب:... انگوٹھی پر آیت یا قرآنی کلمات کندہ ہوں تو ان کو بیت الخلاء میں لے جانا مکروہ ہے، اُتار کر جانا چاہئے۔ (۲)

تختۂ سیاہ پر چاک سے تحریر کردہ قرآنی آیات کو کس طرح مٹائیں؟

سوال:... جب کلاس میں بلیک بورڈ پر قرآنی آیات لکھی جاتی ہیں تو اس کے بعد ان کو مٹادیا جاتا ہے، اور پھر ان الفاظ کی چاک زمین پر بکھر، یعنی پھیل جاتی ہے، اور وہی ہمارے پاؤں کے نیچے آتی ہے، اس کے لئے کیا ہونا چاہئے؟ اس کا جواب ہم نے یہ دیا کہ وہ جب مٹ جاتی ہیں تو چاک قرآنی آیات کے الفاظ نہیں ہوتے وہ تو صرف چاک ہوتی ہے۔ لیکن ایک شخص نے ہمیں ایک مثال دے کر لاجواب کردیا کہ تعویذ کو بعض لوگ پانی میں گھول کر پیتے ہیں، کاغذ پر تو کچھ لکھا ہوتا ہے، لیکن جب یہ گھل جاتا ہے تو وہ الفاظ تو نہیں رہتے، پھر اسے لوگ کیوں پیتے ہیں؟

جواب:... یہ تو ظاہر ہے کہ مٹادینے کے بعد قرآنِ کریم کے الفاظ نہیں رہتے، لیکن بہتر یہ ہے کہ اس چاک کو گیلے کپڑے سے صاف کردیا جائے۔ (۳)

---

(۱) وروی عن عمر رضی الله عنه أنه كان يأخذ المصحف كل غداة ويقبله .... وكان عثمان رضی الله عنه يقبل المصحف ويمسحه علىٰ وجهه ...إلخ. (الدر المختار مع رد المحتار ج:۶ ص:۳۸۴، باب الإستبراء وغيره، فصل فی البيع).

(۲) ويكره أن يدخل فی الخلاء ومعه خاتم عليه إسم الله تعالىٰ أو شیء من القرآن كذا فی السراج الوهاج. (هندية ج:۱ ص:۵۰، الباب السابع فی النجاسة وأحكامها).

(۳) لو محا لوحًا كتب فيه القرآن واستعمله فی أمر الدنيا يجوز ...إلخ. (عالمگيرية ج:۵ ص:۳۲۲، الباب الخامس). وأيضًا ولو كتب القرآن على الحيطان والجدران بعضهم قالوا يرجى ان يجوز وبعضهم كرهوا ذٰلك مخافة السقوط تحت أقدام الناس ...إلخ. (هندية ج:۵ ص:۳۲۳، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة والمصحف ...إلخ).

بوسیدہ مقدس اوراق کو کیا کیا جائے؟

سوال:... قرآنِ پاک کے بوسیدہ اوراق کو کیا کیا جائے؟ ہمارے لطیف آباد میں ایک واقعہ ایسا رُونما ہوا کہ ایک مسجد کے مؤذّن نے قرآنِ پاک کے بوسیدہ اوراق ایک کنستر میں رکھ کر جلائے، مؤذّن اپنے فالتو اوقات میں چھولے فروخت کرتا ہے اور محنت کر کے کماتا ہے، حج بھی کیا ہے، اور عمرہ بھی ادا کیا ہے، اور مسجد کا کام بھی خوش اُسلوبی سے ادا کرتا ہے، مگر قرآنِ پاک کے اوراق کو جلانے پر اس کے خلاف خطرناک ہنگامہ اُٹھ کھڑا ہوا، اسے فوری طور پر مسجد سے نکال دیا گیا، بعد میں پولیس نے اسے گرفتار بھی کرلیا۔ اب آپ ازرُوئے شریعت یہ بتائیں کہ واقعی مؤذّن سے گناہ سرزد ہوا ہے؟ قرآنِ پاک کے بوسیدہ اوراق ازرُوئے شریعت کون کون سے طریقے سے ضائع کرسکتے ہیں؟ اس پر تفصیلی روشنی ڈالئے۔

جواب:... مقدس اوراق کو بہتر یہ ہے کہ دریا میں یا کسی غیرآباد کنویں میں ڈال دیا جائے، یا زمین میں دفن کردیا جائے۔[1] اور بصورتِ مجبوری ان کو جلاکر خاکستر (راکھ) میں پانی ملاکر کسی پاک جگہ جہاں پاؤں نہ پڑتے ہوں، ڈال دیا جائے... مگر ایسا کرنا مکروہ ہے، اس لئے... آپ کے مؤذّن نے اچھا نہیں کیا، لیکن اس سے زیادہ گناہ بھی سرزد نہیں ہوا، جس کی اتنی بڑی سزا دی گئی، لوگ جذبات میں حدود کی رعایت نہیں رکھتے۔

اخبارات و جرائد میں قابلِ احترام شائع شدہ اوراق کو کیا کیا جائے؟

سوال:... عرض و گزارش یہ ہے کہ میں نے جنابِ صدرِ پاکستان کی خدمت میں اس مفہوم کا ایک عریضہ بھیجا تھا کہ آج کل نشر و اشاعت میں دین کا جو ذخیرہ اخبارات وغیرہ میں آرہا ہے، وہ بہرحال بھلا اور وقت کی ضرورت کے عین مطابق ہے، لیکن اس سلسلے میں یہ پہلو بھی غور و فکر کا ہے کہ ایسے تمام اخبارات وغیرہ جب رَدّی ہوکر بازار میں آتے ہیں تو پھر ان متبرک مضامین کی بڑی بے حرمتی ہوتی ہے، پہلے مساجد میں کسی مجلسِ خیر کی طرف سے ایسی ہدایات آویزاں تھیں کہ ایسے رَدّی کاغذات مسجدوں میں محفوظ کرادیا کریں، ان کو احترام کے ساتھ ختم کردیا جایا کرے گا۔ پھر سابق وزارتِ اُمورِ مذہبی نے بھی اس کے لئے جگہ جگہ کنستر رکھوائے تھے، مگر اب یہ انتظامات نظر نہیں آرہے، عوام ہی کچھ کرتے ہیں اور پریشان ہوجاتے ہیں۔ رائے ناقص میں اخبارات وغیرہ کو ایسی ہدایت کی جائے کہ وہ اشتہارات میں بسم اللہ کے بجائے ۷۸۶ طبع کریں، اور قرآنی آیات و احادیث کے ساتھ یہ ہدایت بھی طبع کرتے رہیں کہ یہ حصہ رَدّی میں دینا گناہ ہے، اسے تراش کر احترام کے ساتھ ختم کیا جائے۔

میرے عریضے کے جواب میں مجھے اطلاع دی گئی کہ میرا خط ضروری کارروائی کے لئے وزارتِ نشر و اشاعت اسلام آباد بھیج دیا گیا ہے۔ اسی زمانے میں الفاظ کی بے حرمتی کے متعلق آپ سے بھی سوال کیا، اور آپ نے جواب دیا کہ یہ بے ادبی ایک مستقل وبال

---

(۱) المصحف إذا صار خلقًا لَا يقرأ منه ويخاف أن يضيع يجعل فى فرقة طاهرة ويدفن ودفنه أولٰى .... المصحف إذا صار خلقا وتعذرت القراءة منه لَا يحرق بالنار أشار الشيبانى إلٰى هذا فى السير الكبير وبه نأخذ كذا فى الذخيرة. (هندية ج:۵ ص:۳۲۳، الباب الخامس فى آداب المسجد والقبلة ...إلخ، وأيضًا فى الشامية ج:۶ ص:۴۲۲ باب الإستبراء).

ہے، اس کا حل سمجھ میں نہیں آتا، حکومت اور سب کے تعاون کے بغیر اس سیلاب سے بچنا ممکن نہیں۔ میں نے اخبار سے یہ حصہ تراش کر برائے غور اپنے خط میں شامل کرنے کے لئے اپنے عریضے کے ساتھ وزارتِ نشر و اشاعت کو بھجوادیا۔ اخبار جنگ کراچی میں حکومت کی ہدایات اور جو فیصلہ شامل ہوا ہے، اس کے تراشے میں اس عریضے کے ساتھ جناب کو بھیج رہا ہوں، میری رائے میں اس مرحلے پر عوام سے جو یہ چاہا گیا کہ وہ ایسی عبارتوں کو اسلامی اور شرعی اَحکام کے مطابق تلف کیا کریں، اس میں عوام کے لئے اسلامی اور شرعی اُحکام کی وضاحت بھی ہوجائے تو عوام کا کام آسان ہوجائے گا، اور ایسی وضاحت کا انتظام آپ جیسے محترم ہی مناسب اور صحیح طور پر فرماسکتے ہیں، جو خالی از ثوابِ دارین نہ ہوگا۔

جواب:... اس سلسلے میں چند اُمور قابلِ ذکر ہیں:

اوّل:... اخبارات و جرائد کے ذریعہ اسمائے مبارکہ کی بے حرمتی ایک وبائی شکل اختیار کرگئی ہے، اس لئے حکومت کو بھی، اخبارات کو بھی اور عام مسلمانوں کو بھی اس سنگینی کا پورا پورا احساس کرنا چاہئے، عوام کو احساس دلانے کے لئے ضروری ہے کہ جو عبارت سرکاری گشتی مراسلے میں دی گئی ہے، اخبارات اسے مسلسل نمایاں طور پر شائع کرتے رہیں۔

دوم:... سرکاری طور پر اس کا اہتمام ہونا چاہئے کہ ایسے منتشر اوراق جن میں قابلِ احترام چیز لکھی ہوئی ہو، ان کی حفاظت کے لئے مساجد میں، رفاہی اداروں میں اور عام شاہراہوں پر جگہ جگہ کنستر رکھوادیئے جائیں، اور عوام کو ہدایت کی جائے کہ جس کو بھی کسی جگہ ایسا قابلِ احترام کاغذ پڑا ہوا ملے، اسے ان ڈبوں میں محفوظ کردیا جائے۔

سوم:... ایسے کاغذات کو تلف کرنے کی بہتر صورت یہ ہے کہ انہیں سمندر میں یا دریا میں یا کسی بے آباد جگہ میں ڈال دیا جائے، یا کسی جگہ دفن کردیا جائے جہاں پاؤں نہ آتے ہوں۔ اور آخری درجے میں ان کو جلانے کے بعد خاکستر میں پانی ملاکر کسی ایسی جگہ ڈال دیا جائے جہاں پاؤں نہ آتے ہوں۔[1]

قرآنی آیات کی اخبارات میں اشاعت بے ادبی ہے

سوال:... جنگ کوئٹہ میں ایک قدیم نادر قلمی قرآن مجید کا عکس شائع ہوا تھا، دیکھ کر بے حد دُکھ ہوا کہ اس میں سورۂ قریش میں ایک لفظ چھوٹا ہوا ہے، (اخبار کا ٹکڑا بھیج رہا ہوں) لہٰذا آپ سے گزارش ہے کہ آپ بتائیں ہم غلطی پر ہیں؟ یہ قرآنی نسخہ بارہا چھپ چکا ہوگا اور کافی عرصہ پرانا بھی ہے، تو کیا آج تک کسی کی نظر سے نہیں گزرا جو اسے صحیح کیا جاتا؟ لہٰذا آپ سے درخواست ہے کہ اس کے بارے میں تفصیل سے جواب دیں اور یہ بھی بتائیں کہ اخبار میں قرآنی آیات کا چھاپنا اتنا ضروری ہے کہ اس کی بے ادبی کو مدِنظر رکھے بغیر چھاپ دیا جائے؟ قلات میں اکثریت ہندو گھرانوں کی ہے، اس لئے ہر ہندو کے ہاتھ میں اخبار ہوتا ہے، اور ان کے لئے عام اخبار کی خبریں اور قرآنی آیات سب برابر ہیں، اور ہم مسلمان بھائی اخباروں کو کہاں تک سنبھال سکتے ہیں؟

---

(۱) قال العلامة الحصكفي رحمه الله الكتب التي لا ينتفع بها يمحى عنها اسم الله وملائكته ورسله ويحرق الباقي ولا بأس بأن تلقى في ماء جار كما هي أو تدفن وهو أحسن كما في الأنبياء. (درمختار مع الشامي ج:٦ ص:٤٢٢، فصل في البيع).

جواب:... آپ نے جو اخباری تراشہ بھیجا ہے، اس میں آیت واقعی غلط چھپی ہوئی ہے، جو افسوسناک بات ہے، میں قرآن مجید کی آیات اور سورتوں کو اخبار میں چھاپنا بھی بے ادبی سمجھتا ہوں۔[1]

ترجمۂ قرآن کو اَخبارات وغیرہ میں چھاپنا

سوال:... اکثر اَخبارات و رسائل میں مثلاً ''جنگ'' اخبار میں روزانہ ایک دو صفحات پر قرآنی آیات کے تراجم شائع ہوتے ہیں۔ آپ کے علم میں ہے کہ قرآن پاک کی آیات یا ترجمے کو بغیر وضو چھونا ناجائز ہے، جبکہ ان اخبارات کی چھپائی سے لے کر تقسیم تک اور پڑھنے سے لے کر ردّی میں اِستعمال تک کے تمام مراحل میں شاید ہی یہ کسی بے وضو ہاتھ میں نہ جاتا ہو، حد تو یہ ہے کہ ہاکر ان کی تقسیم کے لئے سڑکوں پر بچھا کر بے وضو تہہ بندی کرتے ہیں، گھروں میں گیند کی طرح اُچھال کر پھینکتے ہیں، گھر والے بے وضو پڑھتے ہیں، جس طرح چاہا رکھ دیتے ہیں، کباڑی کو بیچ دیتے ہیں اور بعد میں کھانے پینے کی اشیاء وغیرہ باندھنے کے لئے اِستعمال ہوتے ہیں، اور بالآخر سڑکوں پر قدموں میں حتیٰ کہ گندی جگہوں تک پڑے نظر آتے ہیں۔ غرض یہ کہ اتنی قباحتیں ہیں کہ اتنے بڑے پیمانے پر اِحتیاط مہیا کرنا بہت ہی مشکل ہے۔ کیا ایسی صورت میں ان آیاتِ قرآنی یا ان کے تراجم کا اَخبارات میں شائع کرنا کسی طرح مفید یا جائز ہے؟ کیا اس طرح تبلیغ کے ثواب سے زیادہ بے حرمتی کا گناہ لازم نہیں آتا؟

جواب:... اَخبارات میں قرآنِ کریم کی آیات کا متن کا چھاپنا واقعی بے ادبی ہے۔[2] اگر حوالے کی ضرورت ہو تو ترجمہ دیا جائے۔ اگرچہ ترجمہ بھی لائقِ ادب ہے، مگر اس کے اَحکام قرآنِ کریم کے متن کے نہیں، اور جہاں تک ممکن ہو، ایسے اوراق کا اَدب ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔[3]

قرآن مجید کو الماری کے اُوپری حصے میں رکھیں

سوال:... عرض یہ ہے کہ مجھے ایک اُلجھن درپیش آ گئی ہے، میں قرآن مجید اپنی بک شیلف کی نچلی دراز میں رکھتی ہوں، اچانک میرے ذہن میں خیال ہوا ہے کہ صوفے کی سطح دراز سے اُونچی ہے، اس لئے نعوذ باللہ کہیں قرآن پاک کی بے حرمتی نہ ہوتی ہو؟ دراز بند ہے، مہربانی فرما کر مجھے ٹھیک سے بتائیں میں آپ کی بہت مشکور ہوں گی۔

جواب:... قرآن مجید چونکہ الماری میں بند ہوتا ہے، اس لئے بے حرمتی تو نہیں، مگر بہتر یہی ہے کہ اسے اُونچا رکھ دیجئے۔[4]

---

(۱) لو كتب القرآن على الحيطان والجدران بعضهم قالوا يرجى أن يجوز وبعضهم كرهوا ذلك مخافة السقوط تحت أقدام الناس. (هندية ج:۵ ص:۳۲۳، كتاب الكراهية، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة).

(۲) فتح القدير: وتكره كتابة القرآن وأسماء الله تعالىٰ على الدراهم والمحاريب والجدران وما يفرش. (شامي ج:۱ ص:۱۷۹، قبيل باب المياه). أيضًا ولو كتب القرآن على الحيطان والجدران بعضهم قالوا يرجى أن يجوز وبعضهم كرهوا ذلك مخافة السقوط تحت أقدام الناس كذا في فتاوىٰ قاضيخان. (عالمگيري ج:۵ ص:۳۲۳).

(۳) ووكذا ورق الكتابة لصقالته وتقومه، وله احترام أيضًا لكونه آلة لكتابة العلم ولذا علله في التاتارخانية بأن تعظيمه من أدب الدين. (شامي ج:۱ ص:۳۴۰، فصل الإستنجاء، مطلب إذا دخل المستنجي في ماء قليل).

(۴) حانوت أو تابوت فيه كتب فلأدب أن لا يضع الثياب فوقه ... إلخ. (هندية ج:۵ ص:۳۲۲).

قرآن مجید کو نچلی منزل میں رکھنا جائز ہے

سوال:... قرآن کو اُونچی جگہ رکھا جاتا ہے، لیکن اگر مکان ایک سے زائد منزلوں پر مشتمل ہو تو کیا قرآن کو نچلی منزل میں رکھنے سے اس کی بے ادبی نہیں ہوتی؟ جبکہ اُوپر کی منزلوں میں لوگ چلتے پھرتے، سوتے غرض ہر کام کرتے ہیں۔

جواب:... نچلی منزل میں قرآنِ کریم کے ہونے کا کوئی حرج نہیں۔ (۱)

قرآن مجید پر کاپی رکھ کر لکھنا سخت بے ادبی ہے

سوال:... کیا قرآن شریف کے اُوپر کوئی کاپی وغیرہ رکھ کر لکھنا چاہئے؟

جواب:... کیا کوئی مسلمان جس کے دِل میں قرآن مجید کا ادب ہو، قرآن مجید پر کاپی رکھ کر لکھ سکتا ہے؟ (۲)

قرآن پاک کے بارے میں گستاخانہ خیالات آنے کا شرعی حکم

سوال:... ایک روز اچانک میرے دِل میں قرآن پاک کے بارے میں گستاخانہ خیال پیدا ہوا، میں نے اس خیال کو رَدّ کردیا۔ پھر اسلامی عقائد اور شعائرِ اسلام کے خلاف عجیب قسم کے خیالات اور گمراہ کن سوچ کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ یہ شیطانی خیال کیوں آتے ہیں؟ اور ان کا کیا علاج ہے؟ خدانخواستہ اس سے میں کافر و مرتد تو نہیں ہوگیا؟ توبہ کا کیا طریقہ ہوگا؟

جواب:... ان خیالات کا آنا اور ان کو بُرا سمجھ کر رَدّ کرنا کمالِ ایمان کی علامت ہے۔ شیطان ڈاکو ہے، اور ڈاکو دولت مند گھر پر ڈاکا ڈالتا ہے۔ ان خیالات کی قطعاً پروانہ کریں، یوں سمجھیں کہ کتا بھونک رہا ہے، اور ''لاحول'' کے ڈنڈے سے اس کو دفع کردیا کریں، اِن شاءاللہ! کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ (۳)

ٹی وی کی طرف پاؤں کرنا جبکہ اس پر قرآنِ کریم کی آیات آرہی ہوں

سوال:... بسااوقات لیٹ کر ٹی وی پروگرام دیکھ رہے ہوتے ہیں، اس دوران پاؤں بھی ٹی وی کی طرف ہوتے ہیں، اور تخت ٹی وی سے اُونچا ہوتا ہے، اور قرآن شریف کی آیات ٹی وی پر دکھائی جاتی ہیں، تو کوئی گناہ ہے یا نہیں؟ اور گناہگار کون ہوگا؟ دیکھنے والا یا ٹی وی پروگرام دکھانے والا؟

---

(۱) وقال ألَا ترىٰ أنه لو وضع في البيت (القرآن) لا بأس بالنوم على سطحه كذا ههنا. (الهندية ج:۵ ص:۳۲۲).

(۲) ويوضع .... المواعظ ثم التفسير. (درمختار) قوله ثم التفسير .... والمصحف فوق الجميع. (درمختار مع الشامي ج:۱ ص:۱۷۷، ۱۷۸، مطلب يطلق الدعاء على ما يشمل الثناء).

(۳) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ان الله تجاوز عن أُمّتي ما وسوست به صدرها ما لم تعمل به أو تتكلم. متفق عليه. وعنه قال: جاء ناس من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى النبي صلى الله عليه وسلم فسألوه: إنا نجد في أنفسنا ما يتعاظم أحدنا أن يتكلم به، قال: أوقد وجدتموه؟ قالوا: نعم! قال: ذٰلك صريح الإيمان. رواه مسلم. (مشكوة ص:۱۸، كتاب الإيمان، باب الوسوسة، طبع قديمي).

جواب:... یہ ایک نہیں، بلکہ تین گناہوں کا مجموعہ ہے:

۱:... ٹی وی دیکھنا بذاتِ خود حرام ہے۔[1]

۲:... اس حرام چیز کا قرآنِ کریم کے لئے استعمال حرام۔[2]

۳:... قرآنِ کریم کے نقوش کی طرف پاؤں پھیلانا بے ادبی ہے۔[3]

پروگرام دیکھنے اور دکھانے والے سب اس کے وبال میں شریک ہیں۔[4]

دِل میں پڑھنے سے تلاوتِ قرآن نہیں ہوتی، زبان سے قرآن کے الفاظ کا ادا کرنا ضروری ہے

سوال:... اکثر قرآن خوانی میں لوگ خاص کر عورتیں تلاوت اس طرح کرتی ہیں جیسے اخبار پڑھتے ہیں، آواز تو درکنار لب تک نہیں ہلتے، دِل میں ہی پڑھتی ہیں، ان سے کہو تو جواب ملتا ہے: ہم نے دِل میں پڑھ لیا ہے، مرد تلاوت کی آواز سنیں گے تو گناہ ہوگا۔

جواب:... قرآن مجید کی تلاوت کے لئے زبان سے الفاظ ادا کرنا شرط ہے، دِل میں پڑھنے سے تلاوت نہیں ہوتی۔[5]

بغیر زبان ہلائے تلاوت کا ثواب نہیں، البتہ دیکھنے اور تصوّر کرنے کا ثواب ملے گا

سوال:... بعض لوگ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں لیکن ہونٹ نہیں ہلاتے، دِل میں خیال کر کے پڑھتے ہیں۔

جواب:... تلاوت زبان سے قرآن مجید کے الفاظ کی ادائیگی کا نام ہے، اس لئے اگر زبان سے نہ پڑھے اور صرف دِل میں خیال کرے تو تلاوت کا ثواب نہیں ملے گا، صرف آنکھوں سے دیکھنے اور دِل میں تصوّر کرنے کا ثواب مل جائے گا۔[6]

---

(۱) وکرہ کل لھو لقولہ علیہ السلام کل لھو المسلم حرام إلّا ثلاثة ملاعبته أھله وتأدیبه لفرسه ومناضلته بقوسه۔ (درمختار مع الشامی ج:۶ ص:۳۹۵، وأیضًا عالمگیریة ج:۵ ص:۳۵۲)۔

(۲) ومن حرمة القرآن أن لا یقرأ فی الأسواق وفی موضع اللغو کذا فی القنیة۔ (ھندیة ج:۵ ص:۳۱۶، الباب الرابع فی الصلاة والتسبیح ...إلخ، وأیضًا فی کفایة المفتی، سولھواں باب، ریڈیو اور لاؤڈ اسپیکر، ج:۹ ص:۲۱۸ طبع دار الإشاعت)۔

(۳) ویکرہ .... مد رجلیه .... إلی مصحف ...إلخ۔ (درمختار مع الشامی ج:۱ ص:۶۵۵ طبع ایچ ایم سعید)۔

(۴) عن جریر قال: کنا فی صدر النھار عند رسول الله صلی الله علیه وسلم .... فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم .... ومن سنّ فی الإسلام سُنّة سیّئة کان علیه وزرھا ووزر من عمل بھا من بعد من غیر أن ینقص من أوزارھم شیء۔ رواہ مسلم۔ (مشکوٰة ص:۳۳، کتاب العلم، الفصل الأوّل طبع قدیمی)۔

(۵) وکذا لا تجب بالکتابة أو النظر من غیر تلفظ لأنه لم یقرأ ...إلخ۔ (کبیری ص:۵۰۰، طبع سھیل اکیڈمی لاھور، وأیضًا فی الھندیة ج:۱ ص:۶۹)۔

(۶) لأن القراءة فعل اللسان۔ (مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح ص:۱۲۲)۔ وقراءة القرآن فی المصحف أولٰی من القراءة عن ظھر القلب لما روی عبادة بن الصامت رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال: أفضل عبادة اُمّتی قراءة القرآن نظرًا ولأن فیه جمعًا بین العبادتین وھو النظر فی المصحف وقراءة القرآن۔ (فتاویٰ خانیة علٰی ھامش الھندیة ج:۱ ص:۱۲۲، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز)۔

کیا نمازِ عشاء میں پڑھی جانے والی سورتوں کی فضیلت حاصل ہوجائے گی؟

سوال:... بعد نمازِ عشاء پڑھی جانے والی سورتیں تبارک الذی، الم سجدہ اگر دورانِ نماز پڑھ لی جائیں تو کیا وہ فضیلت جو نماز کے علاوہ پڑھنے سے ملے گی، حاصل ہوجائے گی؟

جواب:... حاصل ہوجائے گی۔

سورۂ تبارک الذی، سورۂ یٰسین آواز سے پڑھنا

سوال:... میری بچی کی عمر ۲۴ سال ہے، ۱۱ سال کی عمر سے پانچ وقت کی نماز، سورۂ یٰسین، سورۂ تبارک الذی روزانہ پڑھتی ہے۔ ۱۷ سال کی عمر سے اس کو کانوں میں آوازیں آتی ہیں، جس کی وجہ سے سخت تکلیف میں ہوتی ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس طرح پڑھنے سے یہ اثرات ہوئے ہیں، مہربانی سے بتادیجئے کہ بچی ان دونوں سورتوں کو پڑھے یا نہ پڑھے؟

جواب:... بچی ان دونوں سورتوں کو آواز کے ساتھ نہ پڑھے، بلکہ اس طرح پڑھے کہ پڑھنے میں آواز نہ آئے۔

تلاوت کے لئے ہر وقت صحیح ہے

سوال:... یہاں پر سعودی عرب میں اَذان کے بعد اور ہر باجماعت نماز سے پہلے اکثر لوگ قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے ہیں، جمعہ کے روز بھی ایسا ہوتا ہے، کیا دن میں کسی خاص وقت کا خیال کئے بغیر ایسا عمل صحیح ہے؟

جواب:... قرآنِ کریم کی تلاوت دن رات میں کسی وقت بھی منع نہیں، ہر وقت تلاوت کی جاسکتی ہے۔

طلوعِ آفتاب کے وقت تلاوت جائز ہے

سوال:... جب سورج طلوع ہونے کا وقت ہو تب نماز پڑھنا منع کیا گیا ہے، کیا اس وقت قرآن مجید کی تلاوت کرسکتے ہیں یا نہیں؟

جواب:... اس وقت قرآنِ کریم کی تلاوت جائز ہے۔[1]

زوال کے وقت تلاوتِ قرآن اور ذکر و اذکار جائز ہیں

سوال:... قرآن خوانی کے بارے میں یہ سوال تھا کہ کسی شخص کے مرنے کے بعد دُوسرے روز یا کسی بھی روز قرآن خوانی ہوتی ہے، ایک صاحب نے کہا کہ اب قرآن خوانی کا ٹائم نہیں ہے، زوال کا وقت ہونے والا ہے، کیا اس وقت قرآن خوانی کرسکتے ہیں؟

جواب:... زوال کے وقت قرآنِ کریم کی تلاوت اور دیگر ذکر و اذکار جائز ہیں، اس لئے یہ کہنا غلط ہے کہ اب قرآن خوانی کا

(۱) وتستحب القراءة عند الطلوع أو الغروب ...إلخ۔ (درمختار مع الشامی ج:۶ ص:۴۲۳)۔

وقت نہیں۔[1] یہ الگ بحث ہے کہ آج کل قرآن خوانی کا جو رواج ہے اس میں لوگوں نے بہت سی غلط چیزیں بھی شامل کرلی ہیں۔

عصر تا مغرب تلاوت، تسبیح کے لئے بہترین وقت ہے

سوال:... عصر سے لے کر مغرب کے وقت تک قرآن پاک پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ کہتے ہیں کہ یہ زوال کا وقت ہوتا ہے۔

جواب:... عصر سے مغرب کا وقت تو بہت ہی مبارک وقت ہے، اس وقت ذکر و تسبیح اور تلاوتِ قرآن مجید میں مشغول ہونا بہت ہی پسندیدہ عمل ہے۔[2]

تلاوتِ قرآن کا افضل ترین وقت

سوال:... قرآن پڑھنے کا افضل ترین وقت کون سا ہے؟ تقریباً ایک سال پہلے کی بات ہے، میرے دِل میں قرآن و نماز پڑھنے کا جذبہ بہت شوق سے اُبھرا، سردیوں کے دن تھے چھوٹے، تمام وقت کام میں مصروف رہتی، نماز کا وقت تو مل جاتا لیکن قرآن عموماً رات کے گیارہ یا بارہ بجے پڑھنے بیٹھ جاتی۔ ترجمہ کے ساتھ مجھے بہت لطف آتا، کیونکہ رات کا وقت بہت سکون کا ہوتا ہے، سمجھ کر پڑھنا بہت اچھا لگتا ہے، مگر یہ جان کر بہت دُکھ ہوا کہ ایک دن میرے شوہر فرمانے لگے، بلکہ ناراض بھی ہوئے کہ یہ کون سا وقت ہے؟ خدانخواستہ بیوہ عورتیں اس وقت پڑھا کرتی ہیں! تم عصر میں یا علی الصباح پڑھا کرو، میرے شوہر خود قرآن کے حافظ اور دینی علوم سے آگاہ ہیں، ان کی زبان سے یہ جان کر بہت صدمہ ہوا کہ وہ میرا قرآن پڑھنے کا غلط مقصد نکال رہے ہیں، جبکہ میرے دِل میں کہیں بھی ایسا خیال نہ تھا، نہ مجھے یہ پتا تھا کہ میں اس وقت پڑھوں گی تو لوگ ہم میاں بیوی میں کشیدگی سمجھیں گے، نہ یہ مقصد تھا کہ میری آواز سن کر پڑوسی مجھے بہت نیک پارسا سمجھیں، میں تو خود کو بے حد گناہگار تصوّر کرتی ہوں۔ بہرحال اس دن سے دِل کچھ ایسا ہوگیا کہ نماز و قرآن کی طرف دِل راغب نہیں ہوتا، دُنیا جہان کے کاموں میں لگی رہتی ہوں، البتہ ضمیر بے حد ملامت کرتا ہے، موت کا تصوّر کسی لمحے کم نہیں ہوتا۔

جواب:... آپ کے شوہر کا یہ کہنا تو محض ایک لطیفہ تھا کہ اس وقت بیوہ عورتیں پڑھا کرتی ہیں، ویسے یہ خیال ضرور رہنا چاہئے کہ ہمارے طرزِ عمل سے دُوسرے کو تکلیف نہ پہنچے، گیارہ بجے کا وقت عموماً آرام کا وقت ہوتا ہے، اور اس وقت آپ کے پڑھنے سے دُوسروں کی نیند اور راحت میں خلل واقع ہوسکتا ہے۔ آپ کے لئے مناسب یہ ہے کہ کام کاج نمٹا کر نمازِ عشاء پڑھ کر جس قدر جلدی ممکن ہو سوجایا کریں، آخرِ شب میں تہجد کے وقت اُٹھ کر کچھ نوافل پڑھ کر قرآنِ کریم کی تلاوت کرلیا کریں (اور عورتوں کو تلاوت بھی آہستہ کرنی چاہئے، اتنی بلند آواز سے نہیں کہ آواز نامحرموں تک جائے)، سردیوں میں تو ان شاء اللہ اچھا خاصا وقت مل جایا کرے گا، اور گرمیوں میں اگر اس وقت تلاوت کا وقت نہ ملے تو نمازِ فجر کے بعد کرلیا کریں، یہ موزوں ترین وقت ہے۔ اور آپ نے جو لکھا ہے کہ

---

(۱) وتستحب القراءة عند الطلوع أو الغروب ...إلخ. (درمختار مع الشامي ج:۶ ص:۴۲۳).

(۲) تستحب القراءة عند الطلوع أو الغروب (درمختار) واقتصر عليه في القنية حيث قال الصلوٰة على النبي صلى الله عليه وسلم والدعاء والتسبيح أفضل من قراءة القرآن في الأوقات التي نهي عن الصلاة فيها. (شامي ج:۶ ص:۴۲۳).

جس دن سے آپ کے شوہر نے آپ کو بے وقت پڑھنے پر ٹوکا ہے، اس دن سے نماز و قرآن کی طرف دِل راغب نہیں ہوتا، اس سے آپ کے نفس کی چوری نکل آئی، اگر آپ نماز و تلاوت رضائے الٰہی کے لئے کرتی تھیں تو اب اس سے بے رغبتی کیوں ہوگئی؟ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تلاوت کرنے پر نفس کا کوئی چھپا ہوا مکر تھا، اس سے توبہ کیجئے، خواہ رغبت ہو یا نہ ہو، نماز و تلاوت کا اہتمام کیجئے، مگر بے وقت نہیں۔ (۱)

قرآنی آیات والی کتاب کو بغیر وضو ہاتھ لگانا

سوال:... اقرأ ڈائجسٹ میں قرآنی آیات اور ان کا ترجمہ لکھا ہوتا ہے، براہِ کرم وضاحت فرمائیں کہ کیا اسے بغیر وضو مطالعہ کیا جاسکتا ہے؟ اسی طرح کچھ اور کتابیں یا اخبار جن میں قرآنی آیات یا صرف ان کا ترجمہ احادیثِ نبوی یا ان کا ترجمہ تحریر ہوتا ہے، وضو کے بغیر پڑھی جاسکتی ہیں یا نہیں؟

جواب:... دینی کتابیں جن میں آیاتِ شریفہ درج ہوں، ان کو بغیر وضو کے ہاتھ لگانا جائز ہے، مگر آیاتِ شریفہ کی جگہ ہاتھ نہ لگایا جائے۔ (۲)

بغیر وضو قرآن مجید پڑھنا جائز ہے، چھونا نہیں

سوال:... قرآن شریف کو چھونے کے لئے یا ہاتھ میں لینے کے لئے یا کوئی آیت دیکھنے کے لئے وضو کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ کیونکہ انسان بغیر وضو کے بھی پاک ہوتا ہے، شاید قرآن شریف کے اُوپر ہی جو آیت درج ہوتی ہے اس کا مفہوم بھی ایسا ہی ہے کہ پاک لوگ چھوتے ہیں یہ کتاب، وغیرہ، اُمید ہے ہماری رہنمائی فرمائیں گے۔

جواب:... بغیر وضو کے قرآن مجید پڑھنا جائز ہے، (۳) مگر ہاتھ لگانا جائز نہیں۔ (۴)

اُستاذ کے ڈر سے ناپاکی کے باوجود قرآن پڑھنے کا کفارہ

سوال:... میں ایک مدرسے میں حفظ کے لئے جاتی تھی، ایک دن جبکہ میں ناپاک تھی، اُستاد کے ڈر کی وجہ سے ناپاکی کی

---

(۱) وفی الفتح عن الخلاصة: رجل یکتب الفقه وبجنبه رجل یقرأ القرآن فلا یمکنه استماع القرآن فالإثم علی القاری وعلٰی هٰذا لو قرأ علی السطح والناس قیام یأثم اهـ أی لأنه یکون سببًا لإعراضهم عن استماعه أو لأنه یؤذیهم بإیقاظهم تأمل۔ (رد المحتار ج:۱ ص:۵۴۶، باب صفة الصلاة، فروع فی القراءة خارج الصلاة، طبع ایچ ایم سعید)۔

(۲) وفی السراج عن الإیضاح أن کتب التفسیر لا یجوز مس موضع القرآن منها وله أن یمس غیره وکذا کتب الفقه إذا کان فیها شیء من القرآن ... إلخ۔ (شامی ج:۱ ص:۱۷۶، وأیضًا حاشیة طحطاوی علٰی مراقی الفلاح ص:۷۷)۔

(۳) ویباح له قراءة القرآن لما روی أن رسول الله صلی الله علیه وسلم کان لا یحجزه عن قراءة القرآن شیء إلّا الجنابة۔ (البدائع الصنائع ج:۱ ص:۳۴ کتاب الطهارة، مطلب مس المصحف)۔

(۴) لا یجوز للمحدث .... مس المصحف من غیر غلاف ... إلخ۔ (بدائع صنائع ج:۱ ص:۳۳، کتاب الطهارة، مطلب مس المصحف، وأیضًا فی الشامیة ج:۱ ص:۷۳، وفی الهندیة ج:۱ ص:۳۸، الباب السادس فی الدماء المختصة بالنساء)۔

حالت میں بھی قرآن مجید پڑھتی رہی، اس دن کے بعد سے بیماری میں مبتلا ہوگئی ہوں، ایک سال ہوگیا ہے، علاج جاری ہے، مگر کوئی فرق نہیں پڑ رہا ہے، اس کا کفارہ کیا ہے؟

جواب:... اللہ تعالیٰ سے سچے دِل سے توبہ کریں، اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ سے صحت کی دُعا کیا کریں۔ تین بار سورۂ فاتحہ پڑھ کر اپنے اُوپر دَم کرلیا کریں، اللہ تعالیٰ صحت عطا فرمائیں۔ ناپاکی کی حالت میں زبان سے تلاوت نہ کیا کریں، بلکہ دِل میں پڑھتی رہیں، یعنی زبان ہلائے بغیر اور قرآن مجید کو غلاف سے پکڑا کریں اور کسی چیز کے ساتھ ورق اُلٹتی رہیں۔[1]

قرآن مجید کو بغیر وضو چھونا دُرست نہیں

سوال:... کراچی میں ایک صاحب قرآن پاک کا درس دیتے ہیں، قرآن کے متعلق ان کی معلومات بھی کافی ہیں، ان کا کہنا ہے کہ قرآن پڑھنے کے لئے وضو کی ضرورت نہیں ہے، جب آپ کا دِل چاہے، جب آپ کو وقت ملے، پڑھ سکتے ہیں، اصل اِحترام تو دِل میں ہوتا ہے، ان کا کہنا ہے کہ قرآن بھی کاغذ پر لکھا گیا ہے اور اُخبار بھی کاغذ پر ہی لکھا جاتا ہے، یہ صرف مولویوں کے لوگوں کو قرآن سے دُور کرنے کے چکر ہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

جواب:... قرآن میں تو ہے: "لَا یَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ"[2] اس لئے یہ شخص غلط کہتا ہے۔

ناپاکی کی حالت میں قرآن ہاتھ میں لینے کا کفارہ

سوال:... قرآن مجید کو ایسی حالت میں ہاتھوں میں لینا یا اُٹھانا جبکہ غسل فرض ہو، یہ گناہ توبہ سے معاف ہوجائے گا یا کفارہ بھی ادا کرنا پڑے گا؟ نیز کیا کفارہ ادا کرنا ہوگا؟

جواب:... ناپاک ہونے کی حالت میں قرآن مجید کو بغیر غلاف کے ہاتھ لگانا گناہِ کبیرہ ہے، اگر کبھی ایسی ضرورت پیش آجائے تو کسی پاک کپڑے کے ساتھ قرآن مجید کو اُٹھانا چاہئے۔[3] اس کا کفارہ توبہ واِستغفار ہے، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور آئندہ یہ ناجائز کام نہ کریں۔

نابالغ بچے قرآنِ کریم کو بلا وضو چھو سکتے ہیں

سوال:... چھوٹے بچے بچیاں مسجد، مدرسے میں قرآن پڑھتے ہیں، پیشاب کرکے آبدست نہیں کرتے، بلا وضو قرآن چھوتے ہیں، معلم کا کہنا ہے کہ جب تک بچے پر نماز فرض نہیں ہوتی، تب تک وہ بلا وضو قرآن چھو سکتا ہے۔ چار پانچ سال کے اکثر بچے

---

(۱) ولَا یجوز للحائض ولَا جنب قراءة القرآن .... ولَا یجوز لمحدث مس المصحف .... إلّا أن یأخذه بغلافه أو بعلاقته ... إلخ. (الجوهرة النیرة ج: ۱ ص: ۳۰، باب المسح علی الخفین).

(۲) الواقعة: ۷۹.

(۳) ومنها حرمة مس المصحف لَا یجوز لهما وللجنب والمحدث مس المصحف إلّا بغلاف متجاف عنه کالخریطة. (عالمگیری ج: ۱ ص: ۳۹، الباب السادس فی الدماء المختصة بالنساء).

بار بار پیشاب کو جاتے ہیں، ریاح آتی رہتی ہے، ان کے لئے ہر دس پندرہ منٹ پر وضو کرنا بہت مشکل کام ہے۔ دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ کتنی عمر کے بچے بلاوضو قرآن چھو سکتے ہیں؟

جواب:... چھوٹے نابالغ بچوں پر وضو فرض نہیں، ان کا بلاوضو قرآن مجید کو ہاتھ لگانا دُرست ہے۔[1]

قرآن مجید اگر پہلے نہیں پڑھا تو اَب بھی پڑھ سکتے ہیں

سوال:... قرآنِ کریم کو عربی زبان میں پڑھ کر ہی ثواب حاصل کیا جاسکتا ہے یا کہ اُردو زبان میں ترجمہ پڑھ کر بھی ثواب حاصل ہوگا؟ کیونکہ مجھے عربی نہیں آتی۔

جواب:... قرآن عربی میں ہے،[2] اُردو میں تو اس کا ترجمہ ہوگا، اور اس کا ثواب قرآن کی تلاوت کا ثواب نہیں، آپ نے اگر قرآن مجید نہیں پڑھا، تو اَب بھی پڑھ سکتے ہیں۔

دِل لگے یا نہ لگے قرآن شریف پڑھتے رہنا چاہئے

سوال:... میں قرآن شریف کی تعلیم حاصل کر رہا ہوں، اللہ کا شکر ہے میں اب تک ۱۹ پارے پڑھ چکا ہوں، اور اب پڑھنے میں دِل نہیں لگ رہا ہے، آپ کوئی وظیفہ تحریر کردیں آپ کی مہربانی ہوگی جس پر عمل کرنے سے تعلیم حاصل کرنے کو میرا دِل لگ جائے، نماز کے بعد دُعا کرتا ہوں کہ اے رَبّ! میرے علم میں اضافہ فرما۔

جواب:... بعض کام ایسے ہوتے ہیں کہ خواہ دِل لگے یا نہ لگے وہ ضرور کئے جاتے ہیں، مثلاً: دوائی پینے کو دِل نہیں چاہتا، مگر صحت کے خیال سے پی جاتی ہے، اسی طرح قرآن مجید بھی باطنی صحت کے لئے ہے، خواہ دِل لگے یا نہ لگے پڑھتے رہیں، انشاء اللہ دِل بھی لگنے لگے گا۔[3]

قرآن مجید کو فقط غلاف میں رکھ کر مدتوں نہ پڑھنا موجبِ وبال ہے

سوال:... آج کل یہ عام ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت نہیں ہوتی، صرف قرآن مجید گھر میں، ہوٹلوں اور دُکانوں میں اُونچی جگہ میں نظر آتا ہے، غلاف پر بہت سارا گرد و غبار جمع ہوتا ہے، کیا قرآن مجید کو ایسی جگہوں میں رکھنا جائز ہے؟

جواب:... قرآنِ کریم کو اُونچی جگہ پر تو رکھنا ہی چاہئے، باقی مدتوں اس کی تلاوت نہ کرنا لائقِ شرم اور موجبِ وبال ہے۔[4]

---

(۱) قوله ولا يكره مس صبى ... الخ. فيه أن الصبى غير مكلف ... الخ. (شامى ج:۱ ص:۱۷۴ طبع ایچ ایم سعید).

(۲) مزید تفصیل اور حوالہ جات کے لئے ملاحظہ فرمائیں ص:۴۶۳ تا ۴۷۵ کا سوال و جواب۔

(۳) وقوله أن الذى ليس فى جوفه شىء من القرآن كالبيت الخرب يعنى عمارة القلوب بالإيمان والقرآن وذكر الله فمن خلا قلبه من هذه الأشياء فقلبه خرب لا خير فيه. (التعليق الصبيح على مشكٰوة المصابيح، باب فضل القرآن الفصل الثانى ج:۳ ص:۱۵).

(۴) ایضاً حاشیہ نمبر ۳۔

قرآن مجید کی تلاوت نہ کرنے والا، عظیم الشان نعمت سے محروم ہے

سوال:... اگر کوئی شخص قرآن مجید کی تلاوت نہیں کرتا تو کہیں وہ گناہ کا مرتکب تو نہیں ہوتا؟

جواب:... قرآن مجید کی تلاوت نہ کرنے والا گناہگار تو نہیں، لیکن ایک عظیم الشان نعمت سے محروم ہے۔

سگریٹ پیتے ہوئے قرآنِ کریم کا مطالعہ یا ترجمہ پڑھنا خلافِ ادب ہے

سوال:... ایک شخص قرآنِ حکیم کا مطالعہ معنی سمجھنے کے لئے کر رہا ہے، اُردو کی مدد سے وہ الفاظ اور عبارت کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہے، اور اس دوران سگریٹ پی رہا ہے، اس کا یہ فعل کہاں تک دُرست ہے؟ کیا وہ سگریٹ پینے سے گناہ کا مرتکب ہو رہا ہے، جبکہ سگریٹ یا حقہ پینے سے وضو نہیں ٹوٹتا؟

جواب:... سگریٹ یا حقہ پینے سے وضو نہیں ٹوٹتا، لیکن جو شخص قرآنِ کریم کے اتنے احترام سے بھی عاری ہے، اسے قرآنِ پاک کا فہم کیا خاک نصیب ہوگا؟ اور پھر وہ بے چارہ خالی اُردو ترجمے سے کیا سمجھے گا؟ انا للہ وانا الیہ راجعون!

سوتے وقت لیٹ کر آیت الکرسی پڑھنے میں بے ادبی نہیں

سوال:... آیت الکرسی جو میں رات کو پڑھ کر سوتی ہوں، لیکن بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جب لیٹ جاتی ہوں تو یاد آتا ہے، لیٹ کر پڑھنے سے بے ادبی تو نہیں ہوتی؟ ضرور بتایئے۔

جواب:... لیٹ کر پڑھنا جائز ہے، بے ادبی نہیں۔[1]

تلاوت کرنے والے کو نہ کوئی سلام کرے، نہ وہ جواب دے

سوال:... جب کوئی آدمی کلامِ پاک کی تلاوت کر رہا ہو، ایسی حالت میں اسے سلام دیا جاسکتا ہے کہ نہیں؟ اگر سلام دے دیا جائے تو کیا اس پر جواب دینا واجب ہوجاتا ہے؟

جواب:... اس کو سلام نہ کیا جائے،[2] اور اس کے ذمہ سلام کا جواب بھی ضروری نہیں۔[3]

ہر تلاوت کرنے والے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ کہاں ٹھہرے؟ کہاں نہیں؟

سوال:... رُموزِ اوقاف قرآن مجید کو ادا کرنا کیا ہر مسلمان کا فرض ہے یا صرف قاری لوگوں کے لئے ضروری ہے؟

---

(۱) ولو قرأ مضطجعا فلا بأس ...إلخ. (فتح القدير ج:۱ ص:۲۴۲).

(۲) يكره السلام على العاجز عن الجواب حقيقة كالمشغول بالأكل أو الإستفراغ، أو شرعًا كالمشغول بالصلاة وقراءة القرآن، ولو سلم لا يستحق الجواب ...إلخ. (شامی ج:۱ ص:۶۱۷، مطلب المواضع التي يكره فيها السلام).

(۳) وفي شرح الشرعة: صرح الفقهاء بعدم وجوب الرد في بعض المواضع .... وسلام السائل، والمشتغل بقراءة القرآن، والدعاء حال شغله ...إلخ. (باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب المواضع التي لا يجب فيها رد السلام).

جواب:... کس لفظ پر، کس طرح وقف کیا جائے؟ اور کہاں وقف ضروری ہے، کہاں نہیں؟ یہ بات جاننا ہر قرآن مجید پڑھنے والے کے لئے ضروری ہے، اور یہ زیادہ مشکل نہیں، کیونکہ قرآن مجید میں اس کی علامات لگی ہوتی ہیں، باقی فن کی باریکیوں کو سمجھنا ماہرین کا کام ہے۔[1]

مسجد میں تلاوتِ قرآن کے آداب

سوال:... مسجد میں جب اور لوگ بھی نماز و تسبیح میں مشغول ہوں تو کیا تلاوت با آواز بلند جائز ہے؟

جواب:... اتنی بلند آواز سے تلاوت کرنا جائز نہیں جس سے کسی کی نماز میں خلل پڑے۔[2]

اگر کوئی شخص قرآن پڑھ رہا ہو تو کیا اس کا سننا واجب ہے؟

سوال:... مولانا صاحب! احقر خود اس ماہِ مبارک میں نماز، روزہ، تلاوت کرتا ہے، گھر کے تقریباً جملہ افراد بھی یہ عمل کرتے ہیں، سوال یہ ہے کہ گھر میں جبکہ زیادہ تر لوگ قرآنِ کریم (بلند آواز میں) پڑھ رہے ہوں، تو کیا ہم وہ سنیں یا ہم کچھ ذاتی اور دُنیاوی کام بھی اس وقت کر سکتے ہیں؟ میں کافی شش و پنج میں مبتلا ہو جاتا ہوں کہ آخر قرآنِ کریم کی تلاوت کے دوران کہاں تک کاموں کو روکوں؟ اُمید ہے کہ آپ مدد فرمائیں گے اور احقر کو جواب دیں گے، قرآنِ کریم سے مجھے بے حد محبت ہے، میں خود پڑھتا ہوں، مگر میں نے ایک حدیث پڑھی ہے کہ اسے تب تک پڑھو جب تک دِل چاہے۔

جواب:... جو شخص اپنے طور پر قرآن پڑھ رہا ہو، اس کا سننا واجب نہیں، اور گھر والوں کے لئے بھی بہتر یہ ہے کہ آہستہ پڑھیں۔[3]

سورۃ التوبہ میں کب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے اور کب نہیں؟

سوال:... قرآن مجید کی سورتوں میں صرف ایک سورۂ توبہ کی ابتدا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے نہیں ہے، اگر کوئی شخص بغیر بسم اللہ پڑھے ہی سورۂ توبہ کی تلاوت شروع کردے اور درمیان میں ہی رُک کر دُوسرے دن اسی جگہ سے تلاوت شروع کردے تو بسم اللہ پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:... سورۂ برأت (توبہ) کے شروع میں بسم اللہ شریف نہ لکھنے کی وجہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ منقول ہے کہ اس سورۃ کے مضامین چونکہ اس سے پہلے کی سورۂ انفال سے ملتے جلتے ہیں، اس لئے ہمیں خیال ہوا کہ یہ سورۂ انفال کا جز نہ ہو، پس احتمالِ جزئیت کی بنا پر بسم اللہ نہیں لکھی گئی، اور مستقل سورۃ ہونے کے احتمال کی بنا پر اس کو ماقبل کی سورۃ سے ممتاز کردیا گیا، گویا جز ہونے

---

(۱) وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا. (المزّمّل:۴). أی إقرأه علٰی تمهل، فإنه يكره عونا علٰی فهم القرآن وتدبره. (تفسير ابن كثير ج:۶ ص:۳۲۹، أيضًا احسن الفتاویٰ ج:۱ ص:۸۶).

(۲،۳) لَا يقرأ جهرًا عند المشتغلين بالأعمال ...إلخ. (هندية ج:۵ ص:۳۱۶، كتاب الكراهية، الباب الرابع فی الصلاة والتسبيح وقراءة القرآن والذكر والدعاء ورفع الصوت عند قراءة القرآن).

یا نہ ہونے کے دونوں پہلوؤں کی رعایت ملحوظ رکھی گئی۔[1] اس سورۃ کے شروع میں بسم اللہ شریف پڑھنے کا حکم یہ ہے کہ اگر اُوپر سے پڑھتا آرہا ہو تب تو بسم اللہ پڑھے بغیر ہی سورۂ توبہ شروع کردے، اور اگر اس سورۃ سے تلاوت شروع کی ہے تو عام معمول کے مطابق اعوذ باللہ، بسم اللہ پڑھ کر شروع کرے، اسی طرح اگر اس سورۃ کے درمیان تلاوت روک دی تھی، تو آگے جب تلاوت شروع کرے تب بھی اعوذ باللہ کے بعد بسم اللہ پڑھ کر شروع کرے۔[2]

قرآن شریف کی ہر سطر پر اُنگلی رکھ کر ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھنا

سوال:... میں نے سنا اور دیکھا بھی ہے کہ اکثر ایسے لوگ جو قرآن شریف کی ہر سطر پر ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھتے ہیں، کہتے ہیں کہ اس طرح دو قرآن ختم کرنے سے ایک قرآن ختم کرنے کا ثواب ملتا ہے، ان لوگوں کا یہ فعل کیا دُرست ہے؟

جواب:... اس سے قرآنِ کریم کی تلاوت کا ثواب نہیں ملتا، اور قرآن مجید پر بلاوجہ اُنگلی پھیرنا فضول حرکت ہے، صرف بسم اللہ پڑھنے کا ثواب مل جائے گا۔[3]

قرآنِ کریم اُنگلی رکھ کر پڑھیں یا بغیر اُنگلی رکھے؟

سوال:... یہ بتایئے کہ قرآن پڑھنے میں اُنگلی رکھ کر پڑھنا چاہئے یا بغیر اُنگلی رکھے پڑھ سکتے ہیں؟ کوئی فرق تو نہیں پڑتا؟

جواب:... دونوں طرح ٹھیک ہے، کوئی فرق نہیں۔

بغیر سمجھے قرآنِ پاک سننا بہتر ہے یا اُردو ترجمہ پڑھنا؟

سوال:... رمضان المبارک میں تراویح پڑھی جاتی ہیں، میں تراویح پڑھنے بہت کم گیا ہوں، مجھے ڈر ہے کہ کہیں گناہ تو نہیں کر رہا ہوں؟ ہمیں عربی زبان سمجھ نہیں آتی، اسی لئے قرآن مجید تو پڑھ سکتے ہیں لیکن سمجھ نہیں سکتے، تراویح میں پورا قرآن ختم کیا جاتا

---

(۱) وفي وجه ترك البسملة عنها روى البغوي بسنده وأحمد وأبوداؤد والنسائي وابن حبان والحاكم وصححه والترمذي وحسنه عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قلت لعثمان رضي الله عنه: ما حملكم على أن عمدتم إلى الأنفال وهي من الثاني والى براءة وهي من المئين فقرنتم بينهما ولم تكتبوا سطر بسم الله الرحمٰن الرحيم ووضعتموها في السبع الطوال، فقال عثمان رضي الله عنه: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان مما يأتي عليه الزمان وهو ينزل عليه السور ذوات العدد فإذا نزل عليه الشيء يدعوا بعض من كان يكتب عنده فيقول ضعوا هذه الآية في السورة التي يذكر فيها كذا وكانت الأنفال مما نزلت بالمدينة وكانت براءة من آخر ما نزلت وفي لفظ وكانت البراءة من آخر القرآن نزولًا وكانت قصتها شبيهة بقصتها وقبض رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم يبين لها انها منها فمن ثم قرنت بينهما ولم اكتب سطر بسم الله الرحمٰن الرحيم ووضعتها في السبع الطوال. (التفسير المظهري ج:۴ ص:۱۳۲، أيضًا: معارف القرآن ج:۴ ص:۳۰۶).

(۲) فإن استعاذ بسورة الأنفال وسمّى ومر في قراءته إلى سورة التوبة وقرأها كفاه ما تقدم (إلى أن قال) وكذلك سائر السور. كذا في المحيط. (هندية ج:۵ ص:۳۱۶).

(۳) لأن التسمية آية من القرآن أنزلت للفصل وللتبرك في الإبتداء بها بين السور عندنا. (تفسير نسفي ج:۱ ص:۲۶ طبع دار ابن كثير بيروت).

ہے، مگر جو چیز سمجھ میں نہیں آئے اسے عبادت کیسے کہہ سکتے ہیں؟ اگر میں اس مبارک مہینے میں نمازِ عشاء کے بعد قرآن شریف کا اُردو ترجمہ پڑھوں تاکہ مجھے کچھ سبق حاصل ہو اور میں اپنے دوست واحباب تک کو ان کی اپنی زبان میں قرآنی واقعات بتاؤں، تو کیا مجھے تراویح نہ پڑھنے کا گناہ ملے گا؟ جبکہ تراویح میں آنے والے طرح طرح کے خیالات، حافظ جی کی تیزی اور قرآن کی ناسمجھی کی وجہ سے میرے خالی ذہن میں داخل ہوجاتے ہیں، جو سوائے گناہ کے اور کچھ نہیں۔

جواب:... آپ کی تحریر چند مسائل پر مشتمل ہے، جن کو بہت ہی اختصار سے ذکر کرتا ہوں:

۱:... تراویح میں پورا قرآن مجید سننا سنتِ مؤکدہ ہے، اور اس سے محروم رہنا بڑی سخت محرومی ہے، دُوسری کوئی عبادت اس کا بدل نہیں بن سکتی۔ (۱)

۲:... قرآن مجید پڑھنا مستقل عبادت ہے، خواہ معنی سمجھے یا نہ سمجھے، اور قرآن مجید سمجھنا الگ عبادت ہے، اگر آپ کو قرآنِ کریم کے سمجھنے کا شوق ہے تو یہ بڑی سعادت ہے، تاہم الفاظِ قرآن کی تلاوت کو... نعوذ باللہ... بے کار سمجھنا غلط ہے۔ تلاوتِ آیات کو اللہ تعالیٰ نے مستقل طور پر مقاصدِ نبوّت میں شمار فرمایا ہے، اور تلاوت کی مدح فرمائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوتِ قرآن کے بہت سے فضائل بیان فرمائے ہیں، اس لئے تلاوت کو فضول سمجھنا، خدا اور رسول کی تکذیب اور قرآنِ کریم کی توہین کے ہم معنی ہے۔ ہمارے شیخ حضرتِ اقدس مولانا محمد زکریاؒ کا رسالہ ''فضائلِ قرآن'' ملاحظہ فرمالیا جائے۔ (۲)

۳:... قرآن مجید سیکھنے کا یہ طریقہ نہیں کہ آپ اس کا ترجمہ بطورِ خود پڑھ لیا کریں، کیونکہ اوّل تو یہی معلوم نہیں کہ جو ترجمہ آپ کے زیرِ مطالعہ ہے، وہ کسی دیندار آدمی کا ہے یا کسی بے دین کا، مؤمن کا ہے یا کافر کا؟ اور یہ کہ اس نے منشائے الٰہی کو ٹھیک سمجھا بھی ہے یا نہیں؟ سمجھا ہے تو اسے ٹھیک طریقے سے تعبیر بھی کرپایا ہے یا نہیں؟ اور پھر یہ کہ ترجمہ پڑھ کر آپ صحیح بات سمجھ سکیں گے؟ کہیں فہم میں کوئی لغزش تو نہیں ہوگی؟ اس کے اطمینان کا آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہوگا، اور خدانخواستہ غلط مفہوم سمجھ کر اسے دُوسروں کو بتائیں گے، تو افتراء علی اللہ کا اندیشہ ہے۔ شاہی فرامین کی ترجمانی کے لئے کیسے کیسے ماہرین رکھے جاتے ہیں، بڑا ظلم ہوگا اگر ہم قرآن فہمی کے لئے کسی استعداد و مہارت کی ضرورت ہی نہ سمجھیں، اور محض ترجمہ خوانی کا نام قرآن فہمی رکھ لیں۔ الغرض قرآن فہمی کا طریقہ یہ نہیں کہ محض اُردو ترجمہ پڑھ لینے کو کافی سمجھ لیا جائے، بلکہ اگر یہ شوق ہو تو کسی محقق عالم کی صحبت میں قرآنِ کریم پڑھا جائے اور اس کے لئے ضروری استعداد پیدا کی جائے۔

۴:... پھر جناب نے تراویح کے وقت ہی کو ترجمہ خوانی کے لئے کیوں تجویز فرمایا؟ جو عبادات شریعت نے مقرّر کی ہیں، ان کو حذف کرکے اپنے خیال میں قرآن فہمی میں مشغول ہونا گویا صاحبِ شریعت کو مشورہ دینا ہے کہ اس کو فلاں عبادت کی جگہ یہ چیز مقرّر کرنی چاہئے تھی، اور یہ بات آدابِ بندگی کے یکسر منافی ہے، بندہ کا فرض تو یہ ہونا چاہئے کہ جس وقت اس کی جو ڈیوٹی لگادی جائے، اسی کو بجالائے، ترجمہ خوانی کا اگر شوق ہے تو اس کے لئے آپ سیر و تفریح اور آرام و طعام کے مشاغل حذف کرکے بھی تو وقت نکال سکتے ہیں۔

---

(۱) قوله والختم سنة أى قراءة الختم فى صلاة التراويح سنة ...الخ۔ (شامى ج:۲ ص:۴۶، باب الوتر والنوافل)۔
(۲) فضائلِ قرآن ص:۸ تا ۴۷۔

۵:...آپ کا یہ ارشاد بھی اس ناکارہ کے نزدیک اصلاح کا محتاج ہے کہ: ''اپنے دوست احباب تک ان کو ان کی زبان میں قرآنی واقعات بتاؤں'' آدمی کو ہدایتِ الٰہی کا مطالعہ کرتے وقت یہ نیت کرنی چاہئے کہ جو ہدایت مجھے ملے گی اس پر خود عمل کروں گا، اسی عمل کا ایک شعبہ یہ بھی ہے کہ جو صحیح مسئلہ معلوم ہو، وہ دُوسرے مسلمان بھائیوں کو بھی بتایا جائے، لیکن ہم کو اپنی اصلاح کی سب سے پہلے فکر ہونی چاہئے اور قرآنِ کریم اور حدیثِ نبوی کا مطالعہ صرف اسی نیت سے کرنا چاہئے۔

۶:...تراویح میں حافظ صاحب ایسے مقرّر کئے جائیں جو الفاظِ قرآن کو صحیح صحیح ادا کریں، تیز روی میں الفاظ کو خراب نہ کریں۔

۷:...نماز میں جو خیالات بغیر قصد و اختیار کے آئیں نہ وہ گناہ ہیں، نہ ان پر مؤاخذہ ہے، ان خیالات سے پریشان ہونا غلط ہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ آدمی نماز کی طرف متوجہ رہنے کی کوشش کرتا رہے، خیالات بھٹکتے ہیں تو بھٹکتے رہیں، ان کی طرف التفات ہی نہ کرے، بلکہ بار بار نماز کی طرف متوجہ ہوتا رہے، اِن شاء اللہ اس کو کامل نماز کا ثواب ملے گا۔[1]

اُردو میں تلاوت کرنا

سوال:...جناب مسئلہ یہ ہے کہ اگر قرآن اُردو میں پڑھا جائے تو اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا کہ عربی میں پڑھنے سے، یا عربی میں پڑھنا ہی بہتر ہے؟ کیونکہ عربی میں قرآن مجید پڑھ تو لیتے ہیں لیکن ظاہر بات ہے، سمجھ نہیں سکتے، جبکہ قرآن مجید کو جب تک سمجھا اور اس پر عمل نہ کیا جائے، اس کا پڑھنا بے کار ہے۔

جواب:...اُردو ترجمہ پڑھنے سے قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب نہیں ملے گا، تلاوت کا ثواب صرف قرآنِ کریم کے الفاظ کے ساتھ مخصوص ہے، سمجھنے کے لئے تلاوت کرنے کے بعد اس کا ترجمہ اور تفسیر پڑھ لی جائے، لیکن قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب اس کے اپنے الفاظ کی تلاوت سے ہوگا۔

اور قرآن مجید کی بے سمجھے تلاوت کو بے کار کہنا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی تلاوت کے بے شمار فضائل بیان فرمائے ہیں، یہ فضائل قرآنِ کریم کے الفاظ کی تلاوت کے ہیں، خواہ معنی و مفہوم کو سمجھے یا نہ سمجھے۔[2]

---

(۱) عن أبی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ان الله تجاوز عن أُمّتی ما وسوست به صدرها ما لم تعمل به أو تتکلم. متفق علیه۔ (مشکٰوة ص:۱۸، باب فی الوسوسة، الفصل الأوّل)۔ وعن القاسم بن محمد أن رجلًا سأله فقال: إنّی أهم فی صلٰوتی فیکثر ذٰلک علیّ، فقال له: امضی فی صلٰوتک فإنه لن یذهب ذٰلک عنک حتی تنصرف وأنت تقول ما أتممت صلٰوتی۔ رواه مالک۔ (مشکٰوة ص:۱۹، باب فی الوسوسة، الفصل الثالث)۔

(۲) قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من قرأ حرفًا من کتاب الله فله به حسنة والحسنة بعشر أمثالها، لا أقول الٓمّ حرف، بل ألف حرف ولام حرف ومیم حرف۔ رواه الترمذی۔ (مشکٰوة المصابیح ج:۱ ص:۱۸۶)۔ عن أبی سعید قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: یقول الربّ تبارک وتعالٰی: من شغله القرآن عن ذکری ومسئلتی أعطیته أفضل ما أعطی السائلین، وفضل کلام الله علٰی سائر الکلام کفضل الله علٰی خلقه۔ (مشکٰوة ج:۱ ص:۱۸۶، باب فضائل القرآن)۔

اُردو ترجمے پر قرآن مجید کا ثواب

سوال:... قرآن مجید کی تلاوت کے بجائے اگر قرآن مجید کا اُردو ترجمہ ترتیب وار پڑھا جائے تو ثواب ملے گا، کیونکہ اگر اُردو ترجمہ کو عربی میں کر دیا جائے تو قرآن مجید بن جاتا ہے؟

جواب:... قرآن مجید عربی میں نازل ہوا ہے،[1] اور اس کے ہر لفظ کی تلاوت پر دس نیکیوں کا وعدہ ہے۔[2] ظاہر ہے کہ اس کے ترجمے پر اَجر و ثواب نہیں، اس لئے قرآنِ کریم کی تلاوت کا ثواب تو عربی الفاظ کی تلاوت پر ہی ملے گا، ترجمے کے ذریعہ مفہوم سمجھنے کا ثواب ملے گا، قرآنِ کریم کی تلاوت کا ثواب نہیں ہوگا۔

قرآن مجید پڑھنے کا ثواب فقط ترجمہ پڑھنے سے نہیں ملے گا

سوال:... ترجمے والے قرآن پاک کا ترجمہ پڑھتے ہیں، کیا اس طرح قرآن شریف پڑھنے سے اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا عربی میں (جو کہ اس کی اصل شکل ہے) پڑھنے سے ملتا ہے؟

جواب:... قرآن مجید کے الفاظ کی تلاوت کے بغیر صرف ترجمہ پڑھنے سے قرآن مجید پڑھنے کا ثواب نہیں ملے گا۔

قرآن مجید کے الفاظ کو بغیر معنی سمجھے ہوئے پڑھنا بھی عظیم مقصد ہے

سوال:... اگر ایک آدمی عربی میں قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے اور وہ صرف طوطے کی طرح پڑھے جاتا ہے، مگر اسے یہ پتا نہیں کہ اس نے جو کچھ پڑھا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ صرف اسے اتنا پتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب پڑھ رہا ہوں، اب اس کا کیا مقصد ہوا؟ اس شخص کا اس طرح سے قرآن مجید پڑھنا اس کے واسطے محض انگریزی یا یونانی پڑھنے کے مترادف ہوا، اگر اسے ان کے معانی نہیں آتے، کیا اس شخص کو بغیر معنی کے قرآن مجید پڑھنے کا ثواب ملے گا؟ حالانکہ قرآن مجید پڑھنے کا مقصد اور مطلب تو یہ ہے کہ اس مقدس کتاب کو خوبصورتی سے پڑھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے، اگر مقصد صرف پڑھنے تک محدود رہے تو اس کا کیا فائدہ؟

جواب:... قرآن مجید کے الفاظ کی تلاوت ایک مستقل وظیفہ ہے، جس کی قرآنِ کریم اور حدیثِ نبوی میں ترغیب دی گئی ہے، اور اس کو مقاصدِ نبوّتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں سے ایک مستقل مقصد قرار دیا گیا ہے۔[3] اور قرآنِ کریم کے الفاظ کو

---

(۱) إنّا أنزلنٰه قرانًا عربيًّا لعلكم تعقلون۔ (يوسف: ۲)۔

(۲) عن ابن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قرأ حرفًا من كتاب الله فله به حسنة، والحسنة بعشر أمثالها، لَا أقول الٓمٓ حرف، الف حرف، ولام حرف، وميم حرف۔ (مشكٰوة ص:۱۸۶، رواه الترمذي، كتاب فضائل القرآن، الفصل الثاني، طبع قديمي كتب خانه كراچي)۔

(۳) رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ... الآية۔ (البقرة: ۱۲۹)۔ قال الإمام الرازي في تفسيره: (قوله ويعلمهم الكتٰب) والمراد أنه يأمرهم بتلاوة الكتاب، ويعلمهم معاني الكتاب وحقائقه وذالك لأن التلاوة مطلوبة لوجوده منها بقاء لفظها على السنة أهل التواتر فيبقى مصونًا عن التحريف والتصحيف، ومنها أن يكون لفظه ونظمه معجزًا لمحمد صلى الله عليه وسلم، ومنها أن يكون في تلاوته نوع تلاوة وطاعة، ....(باقی اگلے صفحے پر)

طوطے کی طرح رٹنے، حفظ کرنے اور اس کی تلاوت کرنے کا اجر وثواب بیان فرمایا گیا ہے۔ اور اس کے معنی ومفہوم کو سمجھنا ایک مستقل وظیفہ ہے، اس کا الگ اجر وثواب ہے، اور سمجھ کر اس کے اَحکام پر عمل کرنا یہ سب سے اہم تر مقصد ہے، اور ایک مسلمان کو اپنی ہمت و بساط کے مطابق کلام اللہ کی تلاوت بھی کرنی چاہئے، اس کے الفاظ بھی یاد کرنے چاہئیں، اس کے معنی ومفہوم کو بھی ضرور سمجھنا چاہئے، اور ارشاداتِ خداوندی پر عمل بھی کرنا چاہئے، مگر بے سمجھے پڑھنے کو بے فائدہ کہنا دُرست نہیں، بلکہ گستاخی و بے ادبی ہے جس سے توبہ کرنا واجب ہے۔[1]

معنی سمجھے بغیر قرآن پاک کی تلاوت بھی مستقل عبادت ہے

سوال:... میرا سوال یہ ہے کہ قرآن پاک بغیر سمجھے پڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں، جب تک اس کے معنی نہ پڑھے جائیں، لیکن کیا یہ جائز ہے کہ ہم جو رُکوع پڑھنا چاہیں صرف اس کے معنی پڑھ لیں، یعنی بغیر تلاوت کے؟

جواب:... قرآن مجید کی تلاوت ایک مستقل عبادت اور اعلیٰ ترین عبادت ہے، اس کے مفہوم و معنی کو سمجھنا مستقل عبادت ہے، اور پھر اس پر عمل کرنا الگ عبادت ہے۔ قرآنِ کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین وظائف ذکر فرمائے گئے ہیں:

۱:... تلاوتِ آیات۔ ۲:... تعلیم کتاب وحکمت۔ ۳:... تزکیہ۔[2]

یہ انہی تین عبادتوں کی طرف اشارہ ہے جو اُوپر ذکر کی گئی ہیں، اس لئے معنی سمجھے بغیر قرآنِ کریم کی تلاوت کو بے کار سمجھنا غلط ہے، کیا یہ نفع کم ہے کہ قرآنِ کریم کے ایک حرف کی تلاوت پر دس نیکیاں عطا کی جاتی ہیں؟[3] بہر حال قرآن مجید کی تلاوت تو ہر مسلمان کا وظیفہ ہونا چاہئے، خواہ معنی سمجھے یا نہ سمجھے۔ اس کے بعد اگر اللہ تعالیٰ توفیق اور ہمت دے تو معنی سمجھنے کی کوشش کی جائے، مگر صرف قرآنِ کریم کا ترجمہ پڑھ کر قرآن مجید کی آیت کا مفہوم اپنے ذہن سے نہ گھڑ لیا جائے، بلکہ جہاں اِشکال ہو اہلِ علم سے سمجھ لیا جائے۔[4]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)......... ومنها أن تكون قراءته في صلوات وسائر العبادات نوع عبادة فهٰذا حكم التلاوة إلّا ان الحكمة العظمٰى والمقصود الأشرف تعليم ما فيه من الدلائل والأحكام، فإن الله تعالٰى وصف القرآن بكونه هدىً ونورًا لما فيه من المعاني والحِكَم والأسرار فلما ذكر الله تعالٰى أوّلًا أمر التلاوة، وذكر بعده تعليم حقائقه وأسراره، فقال ويعلمهم الكتٰب. (تفسير كبير ج:۴ ص:۲۶، طبع بيروت).

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۳ ملاحظہ فرمائیں۔ أيضًا: وعن معاذ الجهني قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قرأ القرآن وعمل بما فيه ألبس والداه تاجًا يوم القيامة ضوءه أحسن من ضوء الشمس في بيوت الدنيا لو كانت فيكم فما ظنم بالذي عمل بهٰذا. (مشكٰوة ج:۱ ص:۱۸۶).

(۲) ایضاً، نیز گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۳ ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) دیکھئے گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۲۔

(۴) ایضاً۔

قرآن مجید سمجھ کر پڑھے یا بے سمجھے، صحیح ہے، لیکن نیا مطلب گھڑنا غلط ہے

سوال:... روزنامہ جنگ مؤرخہ ۱۵؍دسمبر ۱۹۸۲ء کے صفحہ:۳ پر ایک حدیث بحوالہ مسلم رقم ہے، عنوان ہے: ''طلبِ علم کا صلہ'' اس حدیثِ مبارکہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان درج ہے کہ: ''جو لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر (مسجد) میں اکٹھے ہوکر اللہ کی کتاب پڑھتے اور اس پر بحث و گفتگو کرتے ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایمانی سکون نازل ہوتا ہے، رحمت ان کو ڈھانک لیتی ہے، فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ذکر اپنے فرشتوں کی مجالس میں فرماتے ہیں۔'' اس حدیث شریف میں قرآن شریف پڑھنے اور اس کے معانی و حکمت پر گفتگو اور بحث کرنے کی برکات کا ذکر ہے، اور اشارہ ملتا ہے کہ لوگ قرآنِ کریم کے معانی و مطالب اور حکمت و فلسفہ کو موضوعِ گفتگو بنائیں، اور یوں اس کو سمجھنے سمجھانے کی کوشش کریں۔ لیکن فی زمانہ دیکھا گیا ہے کہ قرآنِ کریم کی صرف تلاوت یعنی پڑھ لینے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے اور اللہ سے ثواب (اجر) حاصل کرنے کے لئے کافی سمجھا جاتا ہے، یہ رویہ نہ صرف کم علم عوام کا ہے بلکہ اچھے پڑھے لکھے بھی قرآنِ کریم کی لفظی تلاوت سے آگے بڑھنا ضروری نہیں سمجھتے۔ یہی نہیں بلکہ اکثر علماء قرآنِ کریم کے مطالب اور حکمت پر بحث و گفتگو سے مسلمانوں کو منع کرتے ہیں اور صرف تلاوت کو ثواب کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور اسی پر زور دیتے ہیں۔ آپ سے استدعا ہے کہ آپ اس بات پر روشنی ڈالیں کہ اس حدیث شریف کی روشنی میں مسلمانوں کو کون سی عملی راہ اختیار کرنی چاہئے؟

نیز یہ بات کس حد تک دُرست ہے کہ قرآنِ کریم کو بغیر سمجھے بھی تلاوت کی جائے تو بھی ثواب (اجر) ملتا ہے؟ عموماً ہم کوئی بھی کتاب پڑھتے ہیں، تو اسے سمجھتے ہیں، ورنہ پڑھتے ہی نہیں، بغیر سمجھے کسی کتاب کا پڑھنا عجیب سی بات ہے، پھر قرآنِ کریم جو انسانوں کے لئے ایک مستقل حقیقی سرچشمہ ہدایت ہے، اسے سمجھے بغیر یعنی یہ معلوم کئے بغیر کہ اس میں ہمارے لئے کیا ہدایت اور رہنمائی ہے تو پڑھنے سے ثواب کے کیا معنی ہیں؟ اور ثواب یعنی اجر تو اس ہدایت کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے سے ہی حاصل ہوسکتا ہے، ایک مسلمان کے لئے ایمان و عمل کی شرائط بھی اسی صورت میں پوری ہوسکتی ہیں کہ قرآنِ کریم کو سمجھ کر پڑھا جائے، اس سوال پر بھی روشنی ڈالئے تاکہ مسلمانوں کی فلاح کا راستہ کھل سکے۔

جواب:... قرآنِ کریم کی تلاوت کا ثواب الگ ہے، جو صحیح احادیث میں وارد ہے، اور قرآنِ کریم کے معانی و مطالب کو سیکھنے کا ثواب الگ ہے، جہاں تک مجھے معلوم ہے کسی عالمِ دین نے قرآنِ کریم کے معنی و مفہوم کو سمجھنے سے منع نہیں کیا، البتہ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ انہوں نے قرآنِ کریم کو سمجھا نہیں ہوتا، مگر وہ اپنی طرف سے کسی آیت کا مطلب گھڑ کر بحث شروع کردیتے ہیں، ایسی بحث سے علماء ضرور منع کرتے ہیں، کیونکہ ایک تو اس بحث کا منشاء جہلِ مرکب ہے، پھر ایسی بحث کی حدیث میں مذمت بھی آئی ہے، چنانچہ جامع صغیر (ص:۲۲۰ طبع دارالکتب العلمیہ بیروت) میں مستدرک حاکم کے حوالے سے جو حدیث نقل کی ہے: "الجدال فی القراٰن کفر" یعنی قرآن میں کج بحثی کرنا کفر ہے۔ الغرض قرآنِ کریم کی تلاوت کو بیکار سمجھنا بھی صحیح نہیں، قرآنِ کریم کے مطالب

سیکھنے اور پڑھنے کی کوشش نہ کرنا بھی غلط ہے، اور قرآنِ کریم کا صحیح علم حاصل کئے بغیر بحث شروع کردینا بھی غلط ہے۔ [1]

قرآن مجید کا ترجمہ پڑھ کر عالم سے تصدیق کرنا ضروری ہے

سوال:... وہ لوگ جنہیں کسی بھی وجہ سے قرآن مجید پڑھنے کا موقع نہیں ملا، مگر اب ان کا تجسس مقدس کتاب پڑھنے کے بارے میں بڑھ رہا ہے، اور اب وہ عمر کی اس حد میں پہنچ چکے ہیں کہ عربی زبان میں پڑھنا مشکل ہوگیا ہے، تو وہ ترجمہ ہی پڑھ کر اپنے علم کو وسعت دینا چاہتے ہیں، اور اس پر عمل پیرا ہونا چاہتے ہیں۔ اگر کسی صاحب نے آپ کے جوابات کو غور سے پڑھا ہوگا تو وہ ایسا کرنے سے ضرور گریز کرے گا، کیونکہ اسے یہ پتا چلا ہوگا کہ محض ترجمہ پڑھنے سے کیا فائدہ؟ اب اسے جو بھی تھوڑا سا ثواب ملنے کا امکان تھا، اس سے بھی محروم رہ جائے گا، اس طرح گناہ کا موجب کون ہوگا؟

جواب:... ایک ایسا شخص جو عربی الفاظ پڑھنے سے قاصر ہے، وہ اگر "اُردو قرآن" پڑھے گا تو اسے قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب نہیں ملے گا۔ رہا صرف "اُردو قرآن" پڑھ کر اَحکامِ خداوندی کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا! یہ جذبہ تو بہت قابلِ قدر ہے، مگر تجربہ یہ ہے کہ بغیر اُستاذ کے نہ یہ قرآنِ کریم کا مفہوم صحیح سمجھے گا، نہ منشاءِ خداوندی کے مطابق عمل پیرا ہوسکے گا۔ ایسے حضرات کو واقعی قرآنِ کریم سمجھنے کا شوق ہے تو ان کے لئے مناسب تدبیر یہ ہے کہ وہ کسی عالمِ حقانی سے سبقاً سبقاً پڑھیں اور اگر اتنی فرصت بھی نہ ہو تو کم از کم اتنا ضرور کریں کہ اُردو ترجمہ دیکھ کر جو مفہوم ان کے ذہن میں آئے اس پر اعتماد نہ کریں، بلکہ کسی عالم سے اس کی تصدیق کرالیا کریں کہ ہم نے فلاں آیت کا جو مفہوم سمجھا ہے، آیا صحیح سمجھا ہے؟ اور اس سے بھی اچھی صورت یہ ہے کہ کسی عالمِ حقانی کے مشورے سے کسی تفسیر کا مطالعہ کیا کریں اور اس میں جو بات سمجھ میں نہ آئے وہ پوچھ لیا کریں۔

ترجمہ پڑھنے سے کیوں روکا جاتا ہے جبکہ قرآن پر کسی کی اِجارہ داری نہیں؟

سوال:... مؤرخہ ۱۲؍جولائی کے ایڈیشن میں آپ سے سوال پوچھا گیا جس میں قرآن سمجھنے کے لئے ۱۴ زبانوں کا علم ہونا اس کے بغیر قرآن وحدیث ودینی علوم کا مطالعہ گمراہی ہے۔ اس کا جواب آپ نے مدلل نہیں دیا، جبکہ اللہ تعالیٰ قرآن کی سورۃ القمر میں کئی جگہ تکرار سے بنی نوعِ آدم کو چیلنج سے دعوت دیتا ہے کہ ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لئے آسان ذریعہ بنادیا ہے، پھر کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟ قرآن کی مذکورہ آیت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں کہ:

---

(۱) قوله ويعلمهم الكتٰب والمراد أنه يأمرهم بتلاوة الكتاب، ويعلمهم معاني الكتاب وحقائقه وذالك لأن التلاوة مطلوبة لوجوده منها بقاء لفظها على السنة أهل التواتر فيبقى مصونًا عن التحريف والتصحيف، ومنها أن يكون لفظه ونظمه معجزًا لمحمد صلى الله عليه وسلم، ومنها أن يكون في تلاوته نوع تلاوة وطاعة، ومنها أن تكون قراءته في صلوات وسائر العبادات نوع عبادة فهٰذا حكم التلاوة إلّا ان الحكمة العظمٰى والمقصود الأشرف تعليم ما فيه من الدلائل والأحكام، فإن الله تعالٰى وصف القرآن بكونه هدىً ونورًا لما فيه من المعاني والحِكَم والأسرار فلما ذكر الله تعالٰى أوّلًا أمر التلاوة، وذكر بعده تعليم حقائقه وأسراره، فقال ويعلمهم الكتٰب. (تفسير كبير ج:۴ ص:۶۶).

الف:... مالکِ قرآن تو اس کو نصیحت کے لئے آسان ذریعہ قرار دیتے ہوئے نصیحت قبول کرنے والے کو دعوتِ عام دے رہا ہے، لیکن چند اِنسانی ذہن اس کو گمراہی قرار دیں، کیا یہ اَزخود بہتان و گمراہی نہیں؟

ب:... عربی زبان سے نابلد اُفراد اگر ترجمہ پڑھنا چاہیں تو ان پر اتنی بندش کیوں؟ آخر عربی خط کا ترجمہ کرانے پر ہی مرسل کی تحریر کے مفہوم کا پتا چلے گا۔

ج:... قرآن فہمی کے لئے ترجمہ نہ پڑھنے کی تلقین کرنے والے اس سے خائف تو نہیں کہ لوگ قرآن سمجھنے پر کہیں اَحکاماتِ قرآن پر عمل پیرا ہوجانے سے ان کی اِجارہ داری پر ضرب کا باعث ثابت نہ ہوجائیں؟

ہ:... یہود و نصاریٰ اور ہنود کے آلہ کاروں کو قرآن کا ترجمہ بے نقاب کرنے کا باعث ثابت ہوگا، کیا یہ آلہ کار مسلمانوں کے ہمدرد ہیں یا دُشمن؟

جواب:... ۱:... قرآنِ کریم عربی زبان میں ہے، صحابہ کرامؓ کے لئے تو عربی مادری زبان تھی، وہ تو قرآنِ کریم کو سنتے ہی نصیحت حاصل کرسکتے تھے، اور کرتے تھے۔ مگر جس شخص کو عربی زبان پر عبور نہ ہو، وہ اگر بے سمجھے قرآنِ کریم کے معنی گھڑے گا، خود بھی گمراہ ہوگا، دُوسروں کو بھی کرے گا۔ قرآنِ کریم بلاشبہ آسان ہے، مگر اس کے لئے جو علومِ قرآن سے واقف ہو۔

۲:... بندش تو نہیں، صرف اتنا ضرور ہے کہ ترجمہ بھی صحیح ہو، اور اس کا سمجھنا بھی صحیح ہو، اس کی کسی ماہر سے تصحیح کرالینی لازم ہے۔

۳:... جی نہیں! قرآنِ کریم کے فہم پر الحمدللہ کسی کی اِجارہ داری ہے ہی نہیں۔ کسی ملک کا، کسی قوم کا، کسی خاندان کا شخص قرآنِ کریم کے علوم پر مہارت حاصل کرنا چاہے، اس کے لئے چاروں دروازے کھلے ہیں، جیسا کہ سب لوگوں کو اس کا علم ہے، پھر اِجارہ داری کیسے ہوئی...؟ صرف اتنی گزارش کی جاتی ہے کہ جو شخص علومِ قرآن کا ماہر نہیں، وہ اپنے فہم کے بجائے ماہرین کے فہم پر اِعتماد کرے۔ مثلاً: میں رائج الوقت قانون کا ماہر نہیں ہوں، بلکہ جس زبان میں قانون لکھا گیا ہے، اس کو بھی نہیں سمجھتا۔ میں نے قانون کی کتاب کا ترجمہ پڑھ لیا، اس کا نام اور مفہوم اپنے ذہن میں جمالیا، تو ضروری نہیں کہ میں نے صحیح سمجھا ہو۔ اب اگر میں اِصرار کروں کہ چونکہ قانون پر کسی کی اِجارہ داری نہیں، اس لئے میں جو مفہوم اس قانون کا بیان کرتا ہوں، وہ تو صحیح ہے، اور ''بار ایٹ لا'' قسم کے لوگ جو مفہوم بیان کرتے پھرتے ہیں، یا اعلیٰ عدالتوں نے اس قانون کی جو تشریح کی ہے، وہ غلط ہے، میں اس کو نہیں مانتا، کیونکہ قانون پر کسی کی اِجارہ داری نہیں۔ ظاہر ہے کہ آپ مجھ سے فرمائیں گے کہ مولوی صاحب! آپ نے اِجارہ داری کا مطلب نہیں سمجھا۔

یا فرض کیجئے! میں نے شیخ ابنِ سینا کی کتاب ''قانون'' کے ترجمے کا مطالعہ کرلیا اور کسی سے یہ معلوم کرنے کی زحمت نہیں کی کہ میں نے کتاب کا مفہوم صحیح بھی سمجھا ہے یا نہیں؟ نہ کسی اُستاذ سے اس کو پڑھا، نہ کسی طبیہ کالج میں اس کا اِمتحان دیا، بس اپنے ترجمے کے مطالعے پر اِعتماد کرکے میں نے مطب کھول لیا اور لوگوں کا علاج معالجہ کرنے لگا، تو کیا میرا لوگوں کی جان سے کھیلنا جائز ہوگا...؟

اگر کوئی مجھے اس پر ٹوکے، اُستاذ سے پڑھنے کا، اور باقاعدہ اِمتحان دینے کا مشورہ دے، اور میں اس کے جواب میں گزارش کروں کہ طب پر کسی کی اِجارہ داری نہیں، مجھے کسی سے پڑھنے کی ضرورت نہیں، نہ اِمتحان کی حاجت...! ظاہر ہے کہ آپ میری اس منطق کو قبول نہیں فرمائیں گے۔

یہی بات میں قرآنِ کریم کے بارے میں کہتا ہوں۔ قرآنِ کریم پر بحمداللہ! کسی کی اِجارہ داری نہیں، ہر مسلمان کے گھر میں یہ کتابِ مقدس موجود ہے، مسلمان ہی نہیں، غیرمسلم بھی اس کا مطالعہ کرتے ہیں۔ کبھی کسی نے کسی کو اس کے پڑھنے سے نہیں روکا، نہ کسی کو اپنی اِجارہ داری کا پروانہ دِکھایا۔ بس اتنی سی گزارش کی ہے کہ قرآنِ کریم کے کسی ماہر سے مشورہ کرلیجئے کہ یہ ترجمہ صحیح اور مستند بھی ہے یا نہیں؟ اور پھر کسی آیت کا جو مفہوم آپ نے ترجمے کے ذریعے سمجھا، اس کو حرفِ آخر قرار نہ دیجئے، بلکہ ماہرینِ علومِ قرآن اگر اس آیت کا مفہوم کچھ اور بتاتے ہیں، تو اپنے فہم پر اعتماد کرکے لوگوں کے ''ایمان'' سے نہ کھیلئے، اپنے قصورِ فہم کا اعتراف کرکے ماہرین کے فہم کی پیروی کیجئے۔

اگر آپ اسی کا نام ''اِجارہ داری'' رکھتے ہیں تو آپ کی خوشی...! لیکن جیسا کہ اُوپر عرض کرچکا ہوں اہلِ عقل اس کو اِجارہ داری نہیں کہتے، بلکہ کسی بھی فن میں اس کے ماہرین سے رُجوع کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

۴:...اس فقرے کا مطلب میں نہیں سمجھ سکا، اپنے قصورِ فہم کا معترف ہوں...!

امریکا کی مسلم برادری کے تلاوتِ قرآن مجید پر اِشکالات کا جواب

سوال:...کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں:

ہم قرآن شریف کو عربی میں کیوں پڑھتے ہیں، جبکہ ہم عربی نہیں سمجھتے؟ اس کی ضرور کوئی نہ کوئی وجہ ہوگی، اسلام کی مشہور و معروف کتابوں میں اگر اس کی وجہ نہیں ہے، تو پھر عقلی وجہ ایسا کرنے کی کوئی سمجھ میں نہیں آتی، یہ بتایا جائے کہ کون سا طریقہ بہتر ہے، عربی میں قرآن شریف کی تلاوت کرنا یا اس کا انگریزی ترجمہ پڑھنا؟ یہاں امریکا میں زندگی بہت مصروف ہے، اور لوگوں کے پاس بہت سارے کام کرنے کا وقت نہیں ہے، لہٰذا یہاں مسلمان مرد و عورت کہتے ہیں کہ ہم قرآن نہیں پڑھ سکتے، کیونکہ وہ وضو کرکے کسی کونے میں بیٹھ کر قرآن نہیں پڑھ سکتے، جو ان کی سمجھ میں نہیں آتا۔

کافر مذاق کرتے ہیں کہ صرف ایک قرآن پڑھنے کے لئے کتنے کام کرنے پڑتے ہیں، یہ مانتے ہیں کہ وہ ایک مقدس کتاب ہے، لیکن بائبل بھی مقدس کتاب ہے اور ہم وہ کتاب کسی بھی وقت میں پڑھ سکتے ہیں، ہم زیادہ تر رات کو سوتے وقت بستر میں پڑھتے ہیں۔ کیا قرآن بھی اس طریقے سے پڑھا جاسکتا ہے؟ اگر نہیں تو کیا وجہ ہے؟

جواب:...آپ کے سوال کا تجزیہ کیا جائے تو یہ چند اجزاء پر مشتمل ہے، اس لئے مناسب ہے کہ ان پر الگ الگ گفتگو کی جائے اور چونکہ یہ آپ کا ذاتی مسئلہ نہیں، بلکہ آپ نے امریکا کی مسلم برادری کی نمائندگی کی ہے، اس لئے مناسب ہوگا کہ قدرے تفصیل سے لکھا جائے۔

ا:...آپ دریافت کرتے ہیں کہ ہم قرآنِ کریم کو عربی میں کیوں پڑھتے ہیں؟ اس کی کیا وجہ ہے؟

تمہیداً پہلے دو مسئلے سمجھ لیجئے! ایک یہ کہ قرآنِ کریم کی تلاوت نماز میں تو فرض ہے کہ اس کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی،[1] (میں یہاں یہ تفصیلات ذکر نہیں کرتا کہ نماز میں قرأت کی کتنی مقدار فرض ہے؟ کتنی مسنون ہے؟ اور یہ کہ کتنی رکعتوں میں فرض ہے؟ اور کس کے ذمہ فرض ہے؟)۔ لیکن نماز سے باہر قرآنِ کریم کی تلاوت فرض و واجب نہیں، البتہ ایک عمدہ ترین عبادت ہے، اس لئے اگر کوئی شخص نماز سے باہر ساری عمر تلاوت نہ کرے تو کسی فریضے کا تارک اور گناہگار نہیں ہوگا، البتہ ایک بہترین عبادت سے محروم رہے گا، ایسی عبادت جو اس کی رُوح و قلب کو منوّر کرکے رشکِ آفتاب بناسکتی ہے، ایسی عبادت جو اس کی قبر کے لئے روشنی ہے، اور ایسی عبادت جو حق تعالیٰ شانہ سے تعلق و محبت کا قوی ترین ذریعہ ہے۔

دُوسرا مسئلہ یہ کہ جس شخص کو قرآنِ کریم کی تلاوت کرنی ہو، خواہ وہ نماز کے اندر تلاوت کرے یا نماز سے باہر، اس کو قرآنِ کریم کے اصل عربی متن کی تلاوت لازم ہے۔[2] تلاوتِ قرآن کی فضیلت صرف عربی متن کی تلاوت پر حاصل ہوگی، وہ اس کی اُردو، انگریزی یا کسی اور زبان کے ترجمہ پڑھنے پر حاصل نہیں ہوگی، اس لئے مسلمان قرآنِ کریم کے عربی متن ہی کی تلاوت کو لازم سمجھتے ہیں، ترجمہ پڑھنے کو تلاوت کا بدل نہیں سمجھتے اور اس کی چند وجوہات ہیں:

پہلی وجہ:...قرآنِ کریم ان مقدس الفاظ کا نام ہے جو کلامِ الٰہی کی حیثیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے، گویا قرآنِ کریم حقیقت میں وہ خاص عربی الفاظ ہیں جن کو قرآن کہا جاتا ہے۔[3] چنانچہ متعدّد آیاتِ کریمہ میں قرآنِ کریم کا تعارف قرآنِ عربی یا لسانِ عربی کی حیثیت سے کرایا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

"وکذٰلک أنزلنٰه قرانًا عربیًّا" (۲۰:۱۱۳)

"قرانًا عربیًّا غیر ذی عوج لعلھم یتّقون" (۳۹:۲۸)

---

(۱) فرائض الصلوٰة .... القراءة لقوله تعالٰى فاقرؤا ما تيسر من القراٰن. (هداية ج:۱ ص:۹۸، طبع مكتبه شركت علميه ملتان). وفى الجوهرة النيرة (ج:۱ ص:۵۸) باب صفة الصلاة: قال رحمه الله فرائض الصلاة ستة أى فرائض نفس الصلاة .... قوله: والقراءة لقوله تعالٰى: فاقرؤا ما تيسّر من القراٰن، والأمر للوجوب، والقراٰن لَا تجب فى غير الصلاة بالإجماع فثبت أنها فى الصلاة.

(۲) القراٰن الذى تجوز به الصلاة بالإتفاق هو المضبوط فى مصاحف الأئمة التى بعث بها عثمان رضى الله عنه إلى الأمصار، وهو الذى أجمع عليه الأئمة العشرة وهٰذا هو المتواتر جملة وتفصيلًا. (رد المحتار ج:۱ ص:۴۸۶، طبع ايچ ايم سعيد). أن الفارسى ليس قراٰنًا أصلًا لِانصرافه فى عرف الشرع إلى العربى. (رد المحتار ج:۱ ص:۴۸۵).

(۳) فالقراٰن المنزل على الرسول عليه السلام .... المكتوب فى المصاحف .... المنقول عنه نقلًا متواترًا بلا شبهة .... وهو اسم للنظم والمعنى جميعًا .... يعنى ان القراٰن اسم للنظم والمعنى جميعًا لَا انه اسم للنظم فقط .... ولَا انه اسم للمعنى فقط. (نور الأنوار ص:۷ تا ۹، طبع مكتبه حقانيه پشاور)، فإن تغيير سورة أو اٰية بألفاظ عربية مرادفة لألفاظ القراٰن لَا يعد قراٰنًا مهما كان مطابقًا للمفسر فى دلَالته لأن القراٰن عربى خاص نزل من عند الله سبحانه وترجمة القراٰن لَا تعد قراٰنًا مهما كانت الترجمة دقيقة فلا يصح الإعتماد عليها فى إستنباط الأحكام الشرعية. (أصول الفقه الإسلامى، لدكتور وهبة الزحيلى ج:۱ ص:۴۲۳ طبع رشيديه كوئٹه).

"انّا أنزلنٰه قرانًا عربيًّا لعلكم تعقلون" (۱۲:۲)

"كتٰب فصلت اٰيٰته قرانًا عربيًّا" (۴۱:۳)

"وكذٰلك أوحينا اليك قرانًا عربيًّا" (۴۲:۷)

"انّا جعلنٰه قرانًا عربيًّا لعلكم تعقلون" (۴۳:۳)

"وكذٰلك أنزلنٰه حكمًا عربيًّا" (۱۳:۳۷)

"وهٰذا كتٰب مصدق لسانًا عربيًّا" (۴۶:۱۲)

"وهٰذا لسان عربي مبين" (۱۶:۱۰۳)

"بلسان عربي مبين" (۲۶:۱۹۵)

اور جب یہ معلوم ہوا کہ قرآنِ کریم، عربی کے ان مخصوص الفاظ کا نام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے، تو اس سے خود بخود یہ بات واضح ہوگئی کہ اگر قرآنِ کریم کے کسی لفظ کی تشریح متبادل عربی لفظ سے بھی کردی جائے تو وہ متبادل لفظ قرآن نہیں کہلائے گا، کیونکہ وہ متبادل لفظ منزل من اللہ نہیں، جبکہ قرآن وہ کلامِ الٰہی ہے جو جبریلِ امین علیہ السلام کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا، مثلاً: سورۂ بقرہ کی پہلی آیت میں: "لَا ريب فيه" کے بجائے اگر "لَا شک فيه" کے الفاظ رکھ دیئے جائیں تو یہ قرآن کی آیت نہیں رہے گی۔

الغرض جن متبادل الفاظ سے قرآنِ کریم کی تشریح یا ترجمانی کی گئی ہے وہ چونکہ وحیٔ قرآن کے الفاظ نہیں، اس لئے ان کو قرآن نہیں کہا جائے گا۔ ہاں! قرآنِ کریم کا ترجمہ یا تشریح و تفسیر ان کو کہہ سکتے ہیں، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنے فہم کے مطابق ترجمہ و تشریح کیا کرتا ہے، پس جس طرح غالبؔ کے اشعار کا مفہوم کوئی شخص اپنے الفاظ میں بیان کردے تو وہ غالبؔ کا کلام نہیں، بلکہ غالبؔ کے کلام کی ترجمانی ہے۔ اسی طرح قرآنِ کریم کا ترجمہ، خواہ کسی زبان میں ہو، وہ کلامِ الٰہی نہیں، بلکہ کلامِ الٰہی کی تشریح و ترجمانی ہے، اب اگر کوئی شخص اس ترجمہ و تشریح کا مطالعہ کرے تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس نے کلامِ الٰہی کو پڑھا، بلکہ یہ کہا جائے گا کہ اس نے قرآنِ کریم کا ترجمہ پڑھا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان جو فرق ہے، وہی فرق اس کے اپنے کلام اور مخلوق کی طرف سے کی گئی ترجمانی کے درمیان ہے۔ اب جو شخص حق تعالیٰ شانہ سے براہِ راست ہم کلامی چاہتا ہو، اس کے لئے صرف مخلوق کے کئے ہوئے ترجمہ و تفسیر کا دیکھ لینا کافی نہیں ہوگا، بلکہ اس کے لئے براہِ راست کلامِ الٰہی کی تلاوت لازم ہوگی۔ ہر مسلمان کی کوشش یہی ہونی چاہئے کہ وہ قرآنِ کریم کا مفہوم خود اس کے الفاظ سے سمجھنے کی صلاحیت و استعداد پیدا کرے، لیکن اگر کسی میں یہ صلاحیت پیدا نہ ہو تب بھی قرآنِ کریم کی تلاوت کے انوار و تجلیات اسے حاصل ہوں گے، اور وہ تلاوت کے ثواب و برکات سے محروم نہیں رہے گا، خواہ معنی و مفہوم کو وہ سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ آپ ایک پھل یا مٹھائی لاتے ہیں، مجھے نہ تو اس کا نام معلوم ہے، نہ میں اس کے خواص و تأثیرات سے واقف ہوں، اس لاعلمی کے باوجود اگر میں اس پھل یا شیرینی کو کھاتا ہوں تو اس کی حلاوت و شیرینی اور اس کے ظاہری و باطنی فوائد سے محروم نہیں رہوں گا۔

دُوسری وجہ:... بعض لوگ جو کلامِ الٰہی کی لذت سے ناآشنا ہیں اور جنھیں کلامِ الٰہی اور مخلوق کے کلام کے درمیان فرق و امتیاز کی حس نہیں، ان کا کہنا ہے کہ قرآنِ کریم کے پڑھنے سے مقصود اس کے معنی و مفہوم کو سمجھنا اور اس کے اَحکام و فرامین کا معلوم کرنا ہے، اور یہ مقصود چونکہ کسی ترجمہ و تفسیر کے مطالعے سے بھی حاصل ہوسکتا ہے، لہٰذا کیوں نہ صرف ترجمہ و تفسیر پر اکتفا کیا جائے؟ قرآنِ کریم کے الفاظ کے سیکھنے سکھانے اور پڑھنے پڑھانے پر کیوں وقت ضائع کیا جائے؟ مگر یہ ایک نہایت سنگین علمی غلطی ہے، اس لئے کہ جس طرح قرآنِ کریم کے معانی و مطالب مقصود ہیں، ٹھیک اسی طرح اس کے الفاظ کی تعلیم و تلاوت بھی ایک اہم مقصد ہے، اور یہ ایسا عظیم الشان مقصد ہے کہ قرآنِ کریم نے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائضِ نبوّت میں اوّلین مقصد قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

۱:... ”ربّنا وابعث فیھم رسولًا منھم یتلوا علیھم اٰیاتک ویعلمھم الکتٰب والحکمة ویزکیھم انک أنت العزیز الحکیم۔“ (۲:۱۲۹)

ترجمہ:... ”اے ہمارے پروردگار! اور اس جماعت کے اندر انہیں میں کا ایک ایسا پیغمبر بھی مقرّر کیجئے جو ان لوگوں کو آپ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کریں اور ان کو (آسمانی) کتاب کی اور خوش فہمی کی تعلیم دیا کریں، اور ان کو پاک کردیں، بلاشبہ آپ ہی ہیں غالب القدرت کامل الانتظام۔“ (ترجمہ: حضرت تھانویؒ)

۲:... ”کما أرسلنا فیکم رسولًا منکم یتلوا علیکم اٰیاتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتٰب والحکمة ویعلمکم ما لم تکونوا تعلمون۔“ (۲:۱۵۱)

ترجمہ:... ”جس طرح تم لوگوں میں ہم نے ایک (عظیم الشان) رسول کو بھیجا تمہیں میں سے، ہماری آیات (واَحکام) پڑھ پڑھ کر تم کو سناتے ہیں، اور (جہالت سے) تمہاری صفائی کرتے رہتے ہیں، اور تم کو کتاب (الٰہی) اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں، اور تم کو ایسی (مفید) باتیں تعلیم کرتے رہتے ہیں جن کی تم کو خبر بھی نہ تھی۔“ (ترجمہ: حضرت تھانویؒ)

۳:... ”لقد منّ اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولًا من أنفسھم یتلوا علیھم اٰیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔“ (۳:۱۶۴)

ترجمہ:... ”حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا، جبکہ ان میں ان ہی کی جنس سے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں، اور ان کو کتاب اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں، اور بالیقین یہ لوگ قبل سے صریح غلطی میں تھے۔“

(ترجمہ: حضرت تھانویؒ)

۴:... ”ھو الذی بعث فی الأمیین رسولًا منھم یتلوا علیھم اٰیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔“ (۶۲:۲)

ترجمہ:...''وہی ہے جس نے (عرب کے) ناخواندہ لوگوں میں ان ہی (کی قوم) میں سے (یعنی عرب میں سے) ایک پیغمبر بھیجا، جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں، اور ان کو (عقائدِ باطلہ اور اخلاقِ ذمیمہ سے) پاک کرتے ہیں، اور ان کو کتاب اور دانشمندی (کی باتیں) سکھلاتے ہیں، اور یہ لوگ (آپ کی بعثت کے) پہلے سے کھلی گمراہی میں تھے۔'' (ترجمہ: حضرت تھانویؒ)

جس چیز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائضِ نبوّت میں سے اوّلین فریضہ قرار دیا گیا ہو، اُمت کا اس کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ یہ غیرضروری ہے، کتنی بڑی جسارت اور کس قدر سوءِ ادب ہے...!

تیسری وجہ:...قرآنِ کریم میں ارشاد ہے: "اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ" (الحجر:۹) یعنی ''ہم نے ہی یہ قرآن نازل کیا ہے، اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' قرآنِ کریم کی حفاظت کے وعدے میں اس کے الفاظ کی حفاظت، اس کے معنی کی حفاظت، اس کی زبان ولغت کی حفاظت سب ہی کچھ شامل ہے، اور عالمِ اسباب میں حفاظت کا یہ وعدہ اس طرح پورا ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے لے کر آج تک جماعتوں کی جماعتیں قرآنِ کریم کی خدمت میں مشغول رہیں، اور انشاء اللہ قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ گویا حفاظتِ قرآن کے ضمن میں ان تمام لوگوں کی حفاظت کا بھی وعدہ ہے جو قرآنِ کریم کی خدمت کے کسی نہ کسی شعبے سے منسلک ہیں، ان خدامِ قرآن میں سرِفہرست ان حضرات کا نام ہے جو قرآنِ کریم کے الفاظ کی حفاظت میں مشغول ہیں، اور قرآنِ کریم کے الفاظ کی تعلیم وتعلّم میں لگے ہوئے ہیں، خواہ حفظ کر رہے ہوں یا ناظرہ پڑھتے پڑھاتے ہوں، اور اسی وعدۂ حفاظت کی کارفرمائی ہے کہ آج کے گئے گزرے زمانے میں (جس میں بقول آپ کے قرآن پڑھنے کی فرصت کس کو ہے؟) لاکھوں حافظِ قرآن موجود ہیں۔ جن میں چھ سات سال تک کے بچے بھی شامل ہیں، اب اگر الفاظِ قرآن کی تلاوت کو غیرضروری قرار دے کر اُمت اس کے پڑھنے پڑھانے کا شغل ترک کردے تو گویا قرآنِ کریم کا وعدۂ حفاظت...نعوذ باللہ...غلط ٹھہرا۔ مگر اس وعدۂ محکم کا غلط قرار پانا تو محال ہے، ہاں! یہ ہوگا کہ اگر بالفرض اُمت قرآنِ کریم کے الفاظ کی تلاوت اور اس کے پڑھنے پڑھانے کو ترک کردے تو حق تعالیٰ شانہ ان کی جگہ ایسے لوگوں کو بروئے کار لائیں گے جو اس وعدۂ الٰہی کی تکمیل میں بسر وچشم اپنی جانیں کھپائیں گے، گویا اُمت کا اُمت کی حیثیت سے باقی رہنا موقوف ہے، قرآنِ کریم کے الفاظ کی تلاوت اور تعلیم وتعلّم پر، اگر اُمت اس فریضے سے منحرف ہوجائے تو گردن زدنی قرار پائے گی اور اسے صفحۂ ہستی سے مٹادیا جائے گا، جیسا کہ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

''وان تتولوا یستبدل قومًا غیرکم ثم لَا یکونوا أمثالکم۔'' (محمد:۳۸)

ترجمہ:...''اور اگر تم روگردانی کروگے تو خدا تعالیٰ تمہاری جگہ دُوسری قوم پیدا کردے گا، پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔'' (ترجمہ: حضرت تھانویؒ)

یہاں یہ نکتہ بھی ذہن میں رکھنا چاہئے کہ حق تعالیٰ شانہ نے جہاں قرآنِ کریم کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے، وہاں اسی حفاظتِ قرآن کے ضمن میں ان تمام علوم کی حفاظت کا بھی وعدہ ہے، جو قرآنِ کریم کے خادم ہیں، ان علومِ قرآن کی فہرست پر ایک نظر ڈالیں تو ان میں بہت سے علوم ایسے نظر آئیں گے جن کا تعلق الفاظِ قرآن سے ہے، ان علوم کا اجمالی تعارف حافظ سیوطیؒ نے ''الاتقان فی علوم

القرآن'' میں پیش کیا ہے، موصوفؒ نے علومِ قرآن کو بڑی بڑی ۸۰ انواع میں تقسیم کیا ہے، اور ہرنوع کے ذیل میں متعدّد انواع درج کی ہیں، مثلاً: ایک نوع کا عنوان ہے: ''بدائع القرآن'' اس کے ذیل میں حافظ سیوطیؒ لکھتے ہیں:

''۵۸ویں نوع ''بدائع القرآن'' میں اس موضوع پر ابنِ ابی الاصبع (عبدالعظیم بن عبدالواحد بن ظافر المعروف بابن ابی الاصبع المصری المتوفی ۶۵۴ھ) نے مستقل کتاب لکھی ہے، اور اس میں قریباً ایک سو انواع ذکر کی ہیں۔''[1] (الاتقان ج:۲ ص:۸۳)

الغرض قرآنِ کریم کے مقدس الفاظ ہی ان تمام علوم کا سرچشمہ ہیں، قرآنِ کریم کے معنی ومفہوم کا سمندر بھی انہی الفاظ میں موجزن ہے، اگر خدانخواستہ اُمت کے ہاتھ سے الفاظِ قرآن کا رشتہ چھوٹ جائے تو ان تمام علوم کے سوتے خشک ہوجائیں گے اور اُمت نہ صرف کلامِ الٰہی کی لذّت وحلاوت سے محروم ہوجائے گی، بلکہ قرآنِ کریم کے علوم ومعارف سے بھی تہی دامان ہوجائے گی۔

چوتھی وجہ:... کلامِ الٰہی کی تلاوت سے جو انوار وتجلیات اہلِ ایمان کو نصیب ہوتی ہیں، ان کا احاطہ اس تحریر میں ممکن نہیں، یہ حدیث تو آپ نے بھی سنی ہوگی کہ قرآنِ کریم کے ایک حرف کی تلاوت پر دس نیکیاں ملتی ہیں، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

''جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھا اس کے لئے اس کے بدلے میں ایک نیکی ہے، اور ہر نیکی دس گنا ملتی ہے (پس ہر حرف پر دس نیکیاں ہوئیں)، اور میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے، نہیں! بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے، اور میم ایک حرف ہے (پس الٓمٓ پڑھنے پر تیس نیکیاں ملیں)۔''
(مشکوٰۃ ص:۱۸۶)[2]

قرآنِ کریم کی تلاوت کے بے شمار فضائل ہیں، جو شخص تلاوتِ قرآن کے فضائل و برکات کا کچھ اندازہ کرنا چاہے، وہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نوّر اللہ مرقدہٗ کے رسالہ ''فضائلِ قرآن'' کا مطالعہ کرے۔ اب ظاہر ہے کہ قرآنِ کریم کے ایک ایک حرف پر دس دس نیکیوں کا جو وعدہ ہے، یہ تمام اجر وثواب اور یہ ساری فضیلت و برکت قرآنِ کریم کے الفاظ کی تلاوت پر ہی ہے، محض انگریزی، اُردو ترجمہ پڑھ لینے سے یہ اجر حاصل نہیں ہوگا۔ پس جو شخص اس اجر وثواب، اس برکت وفضیلت اور اس نور کو حاصل کرنا چاہتا ہے، اس کو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ قرآنِ کریم کے الفاظ کی تلاوت کرے، جن سے یہ تمام وعدے وابستہ ہیں، **واللہ الموفق لکل خیر وسعادۃ!**

جہاں تک قرآنِ کریم کے ترجمہ وتفسیر کے مطالعے کا تعلق ہے! قرآنِ کریم کا مفہوم سمجھنے کے لئے ترجمہ وتفسیر کا مطالعہ

---

(۱) النوع الثامن والخمسون فی بدائع القرآن أفرده بالتصنیف ابن أبی الأصبع فأورد فیه نحو مائة نوع. (الإتقان فی علوم القرآن ج:۲ ص:۸۳ طبع مصر).

(۲) وعن ابن مسعود رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من قرأ حرفًا من کتاب الله فله به حسنة والحسنة بعشر أمثالها، لا أقول الٓمٓ حرف، الف حرف ولام حرف ومیم حرف. رواه الترمذی والدارمی. (مشکوٰة ص:۱۸۶، کتاب فضائل القرآن، طبع قدیمی کتب خانه).

بہت اچھی بات ہے، ترجمہ خواہ اُردو میں ہو، انگریزی میں ہو، یا کسی اور زبان میں ہو، البتہ اس سلسلے میں چند اُمور کی رعایت رکھنا ضروری ہے:

اوّل:... وہ ترجمہ و تفسیر مستند ہو اور کسی محقق عالم ربانی کے قلم سے ہو، جس طرح شاہی فرامین کی ترجمانی کے لئے ترجمان کا لائقِ اعتماد اور ماہر ہونا شرط ہے، ورنہ وہ ترجمانی کا اہل نہیں سمجھا جاتا، اسی طرح احکم الحاکمین کی ترجمانی کے لئے بھی شرط ہے کہ ترجمہ کرنے والا دینی علوم کا ماہر، مستند اور لائقِ اعتماد ہو، آج کل بہت سے غیرمسلموں، بے دینوں اور کچے پکے لوگوں کے تراجم بھی بازار میں دستیاب ہیں، خصوصاً انگریزی زبان میں تو ایسے ترجموں کی بھرمار ہے جن میں حق تعالیٰ شانہ کے کلام کی ترجمانی کی بجائے قرآنِ کریم کے نام سے خود اپنے افکار و خیالات کی ترجمانی کی گئی ہے، ظاہر ہے کہ جس شخص کے دین و دیانت پر ہمیں اعتماد نہ ہو، اس کے ترجمہ قرآن پر کیسے اعتماد کیا جاسکتا ہے؟ اس لئے جو حضرات ترجمہ و تفسیر کے مطالعے کا شوق رکھتے ہوں، ان کا فرض ہے کہ وہ کسی لائقِ اعتماد عالم کے مشورے سے ترجمہ و تفسیر کا انتخاب کریں، اور ہر غلط سلط ترجمہ کو اُٹھا کر پڑھنا شروع نہ کردیں۔

دوم:... ترجمہ و تفسیر کی مدد سے آدمی نے جو کچھ سمجھا ہو اس کو قطعیت کے ساتھ قرآنِ کریم کی طرف منسوب نہ کیا جائے، بلکہ یہ کہا جائے کہ میں نے فلاں ترجمہ و تفسیر سے یہ مفہوم سمجھا ہے، ایسا نہ ہو کہ غلط فہمی کی وجہ سے ایک غلط بات کو قرآنِ کریم کی طرف منسوب کرنے کا وبال اس کے سر آجائے، کیونکہ منشائے الٰہی کے خلاف کوئی بات قرآنِ کریم کی طرف منسوب کرنا اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنا ہے، جس کا وبال بہت ہی سخت ہے۔[1]

سوم:... قرآنِ کریم کے بعض مقامات ایسے دقیق ہیں کہ بعض اوقات ترجمہ و تفسیر کی مدد سے بھی آدمی ان کا احاطہ نہیں کرسکتا، ایسے مقامات پر نشان لگا کر اہلِ علم سے زبانی سمجھ لیا جائے، اور اگر اس کے باوجود وہ مضمون اپنے فہم سے اُونچا ہو تو اس میں زیادہ کاوش نہ کی جائے۔

۲:... آپ دریافت فرماتے ہیں کہ: ''کون سا طریقہ بہتر ہے، عربی میں قرآن شریف کی تلاوت کرنا یا اس کا انگریزی ترجمہ پڑھنا؟''

ترجمہ پڑھنے کی شرائط تو میں ابھی ذکر کرچکا ہوں، اور یہ بھی بتاچکا ہوں کہ ترجمے کا پڑھنا، قرآنِ کریم کی تلاوت کا بدل نہیں۔ اگر دو چیزیں متبادل ہوں یعنی ایک چیز دُوسری کا بدل بن سکتی ہو، وہاں تو یہ سوال ہوسکتا ہے کہ ان میں سے کون سی چیز بہتر ہے؟ جب ترجمے کا پڑھنا، قرآنِ کریم کی تلاوت کا بدل ہی نہیں، نہ اس کی جگہ لے سکتا ہے تو یہی عرض کیا جاسکتا ہے کہ قرآنِ کریم کے اجر و ثواب اور انوار و تجلیات کے لئے تو مسلمانوں کو قرآن ہی کی تلاوت کرنی چاہئے، اگر معنی و مفہوم کو سمجھنے کا شوق ہو تو اس کے لئے

---

(۱) عن ابن عباس رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من قال فی القرآن برأیه فلیتبوأ مقعده من النار. وفی روایة: من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوأ مقعده من النار. رواه الترمذی. وعن جندب رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من قال فی القرآن برأیه فأصاب فقد أخطأ. رواه الترمذی وأبوداؤد. وعن أبی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: المراء فی القرآن کفر. رواه أحمد وأبوداؤد. (مشکٰوة ص:۳۵ طبع قدیمی).

ترجمہ وتفسیر سے بھی مدد لی جاسکتی ہے، اور اگر دونوں کو جمع کرنے کی فرصت نہ ہو تو بہتر صورت یہ ہے کہ ترجمے کے بجائے قرآنِ کریم کی تو تلاوت کرتا رہے اور دین کے مسائل اہلِ علم سے پوچھ پوچھ کر ان پر عمل کرتا رہے۔ اس صورت میں قرآنِ کریم کی تلاوت کا اجر وثواب بھی حاصل ہوتا رہے گا، اور قرآنِ کریم کے مقاصد یعنی دینی مسائل پر عمل کرنے کی بھی توفیق ہوتی رہے گی۔ لیکن اگر تلاوت کو چھوڑ کر ترجمہ خوانی شروع کردی تو تلاوتِ قرآن سے تو یہ شخص پہلے دن ہی محروم ہوگیا، اور ظاہر ہے کہ صرف ترجمہ پڑھ کر یہ شخص قرآنِ کریم کا ماہر نہیں بن سکتا، نہ دینی مسائل اخذ کرسکتا ہے، اس طرح یہ شخص دین پر عمل کرنے کی توفیق سے بھی محروم رہے گا۔ اور یہ سراسر خسارے کا سودا ہے!

آپ نے یہ عذر لکھا ہے کہ:

''یہاں امریکا میں زندگی بہت مصروف ہے، اور لوگوں کے پاس بہت سارے کام کرنے کا وقت نہیں، لہٰذا یہاں مسلمان مرد اور عورت کہتے ہیں کہ ہم قرآن نہیں پڑھ سکتے، کیونکہ وہ وضو کرکے کسی کونے میں بیٹھ کر قرآن نہیں پڑھ سکتے جو ان کی سمجھ میں نہیں آتا۔''

آپ نے دورِ جدید کے مرد وزن کی بے پناہ مصروفیات کا جو ذِکر کیا ہے، وہ بالکل صحیح ہے، اور یہ صرف امریکا کا مسئلہ نہیں، بلکہ قریباً ساری دُنیا کا مسئلہ ہے، آج کا انسان مصروفیت کی زنجیروں میں جس قدر جکڑا ہوا ہے، اس سے پہلے شاید کبھی اس قدر پابندِ سلاسل نہیں رہا ہوگا۔

آپ غور کریں گے تو اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ ہماری ان بے پناہ مصروفیات کے دو بڑے سبب ہیں: ایک یہ کہ آج کے مشینی دور نے خود انسان کو بھی ایک خودکار مشین بنادیا ہے، مشینوں کی ایجاد تو اس لئے ہوئی تھی کہ ان کی وجہ سے انسان کو فرصت کے لمحات میسر آسکیں گے، لیکن مشین کی برق رفتاری کا ساتھ دینے کے لئے خود انسان کو بھی مشین کا کردار ادا کرنا پڑا۔

دوم: یہ کہ ہم نے بہت سی غیرضروری چیزوں کا بوجھ اپنے اُوپر لادلیا ہے، آدمی کی بنیادی ضرورت صرف اتنی تھی کہ بھوک مٹانے کے لئے اسے پیٹ بھر کر روٹی میسر آجائے، تن ڈھانکنے کے لئے اس کو کپڑا میسر ہو، اور سردی گرمی سے بچاؤ کے لئے جھونپڑا ہو، لیکن ہم میں سے ہر شخص قیصر وکسریٰ کے سے ٹھاٹھ باٹھ سے رہنے کا متمنی ہے، اور وہ ہر چیز میں دُوسروں سے گوئے سبقت لے جانا چاہتا ہے، خواجہ عزیز الحسن مرحوم کے بقول:

یہی تجھ کو دُھن ہے رہوں سب سے بالا
ہو زینت نرالی، ہو فیشن نرالا
جیا کرتا ہے کیا یوں ہی مرنے والا؟
تجھے حسنِ ظاہر نے دھوکے میں ڈالا
جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

وہ لادین اور بے خدا قومیں جن کے سامنے آخرت کا کوئی تصوّر نہیں، جن کے نزدیک زندگی بس یہی دُنیا کی زندگی ہے، اور جن کے بارے میں قرآنِ کریم نے فرمایا ہے:

"ان الذین لَا یرجون لقائنا ورضوا بالحیٰوۃ الدنیا واطمأنوا بھا والذین ھم عن اٰیاتنا غافلون، اولٰئک مأواھم النار بما کانوا یکسبون۔" (۱۰:۷،۸)

ترجمہ:... "البتہ جو لوگ اُمید نہیں رکھتے ہمارے ملنے کی، اور خوش ہوئے دُنیا کی زندگی پر اور اسی پر مطمئن ہوگئے، اور جو لوگ ہماری نشانیوں سے بےخبر ہیں، ایسوں کا ٹھکانا ہے آگ، بدلہ اس کا جو کماتے تھے۔"

(ترجمہ: حضرت شیخ الہندؒ)

وہ اگر دُنیوی مسابقت کے مرض میں مبتلا ہوتیں اور دُنیوی کرّوفر اور شان و شوکت ہی کو معراجِ کمال سمجھتیں، تو جائے تعجب نہ تھی، لیکن اُمتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) جن کے دِل میں عقیدۂ آخرت کا یقین ہے اور جن کے سر پر آخرت کے محاسبہ کی، وہاں کی جزا و سزا کی اور وہاں کی کامیابی و ناکامی کی تلوار ہر وقت لٹکتی رہتی ہے، ان کی یہ آخرت فراموشی بہت ہی افسوسناک بھی ہے اور حیرت افزا بھی!

ہم نے غیروں کی تقلید و نقالی میں اپنا معیارِ زندگی بلند کرنا شروع کردیا، ہمارے سامنے ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا نقشِ زندگی موجود تھا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نمونے موجود تھے، اکابر اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین کی مثالیں موجود تھیں، مگر ہم نے ان کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہ کیا، بلکہ اس کی دعوت دینے والوں کو احمق و کودن سمجھا، اور معیارِ زندگی بلند کرنے کے شوق میں زندگی کی گاڑی پر اتنا نمائشی سامان لاد لیا کہ اب اس کا کھینچنا محال ہوگیا، گھر کے سارے مرد و زن، چھوٹے بڑے اس بوجھ کے کھینچنے میں دن رات ہلکان ہو رہے ہیں، رات کی نیند اور دن کا سکون غارت ہوکر رہ گیا ہے، ہمارے اعصاب جواب دے رہے ہیں، نفسیاتی امراض میں اضافہ ہو رہا ہے، علاج معالجے میں ۷۵ فیصد مسکّن دوائیاں استعمال ہو رہی ہیں، خواب آور دوائیں خوراک کی طرح کھائی جارہی ہیں، ناگہانی اموات کی شرح حیرت ناک حد تک بڑھ رہی ہے، لیکن کسی بندۂ خدا کو یہ عقل نہیں آتی کہ ہم نے نمود و نمائش کا یہ بارِ گراں آخر کس مقصد کے لئے لاد رکھا ہے؟ نہ یہی خیال آتا ہے کہ اگر موت اور موت کے بعد کی زندگی برحق ہے، اگر قبر کا سوال و جواب اور ثواب و عذاب برحق ہے، اگر حشر و نشر، قیامت کے دن کی ہولناکیاں اور جنت و دوزخ برحق ہیں، تو ہم نمود و نمائش کا جو بوجھ لادے پھر رہے ہیں، اور جس کی وجہ سے اب چشم بددُور! ہمیں قرآنِ کریم کی تلاوت کی بھی فرصت نہیں رہی، یہ قبر و حشر میں ہمارے کس کام آئے گا؟

"سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاوے گا جب لاد چلے گا بنجارا!"

کا تماشا شب و روز ہماری آنکھوں کے سامنے ہے، نمود و نمائش اور بلند معیارِ زندگی کے خبطی مریضوں کو ہم خالی ہاتھ جاتے ہوئے دن رات دیکھتے ہیں، لیکن ہماری چشمِ عبرت وا نہیں ہوتی۔

ایک حدیث شریف کا مضمون ہے کہ آدمی جب مرتا ہے تو فرشتے پوچھتے ہیں کہ: اس نے آگے کیا بھیجا؟ اور لوگ کہتے ہیں کہ:

اس نے پیچھے کیا چھوڑا؟ (مشکوٰۃ ص:۴۴۵)۔[1]

اب جب ہمارا انتقال ہوگا، جب ہمیں قبر کے تاریک خلوت خانے میں رکھ دیا جائے گا اور فرشتے پوچھیں گے کہ: یہاں کے اندھیرے کی روشنی قرآنِ کریم کی تلاوت ہے، یہاں کی تاریکی دُور کرنے کے لئے تم کیا لائے ہو؟ تو وہاں کہہ دیجئے گا کہ ہماری زندگی بڑی مصروف تھی، اتنا وقت کہاں تھا کہ وضو کرکے ایک کونے میں بیٹھ کر قرآنِ کریم پڑھیں۔

اور جب میدانِ حشر میں بارگاہِ خداوندی میں سوال ہوگا کہ جنت کی قیمت ادا کرنے کے لئے کیا لائے؟ تو وہاں کہہ دیجئے کہ میں نے بڑی سے بڑی ڈگریاں حاصل کی تھیں، امریکا جیسے ترقی یافتہ ملک میں اتنے بڑے عہدوں پر فائز تھا، میں نے فلاں فلاں چیزوں میں نام پیدا کیا تھا، بہترین سوٹ زیبِ تن کرتا تھا، شاندار بنگلے میں رہتا تھا، کاریں تھیں، بینک بیلنس تھا، میرے پاس اتنی فرصت کہاں تھی کہ آخرت کی تیاری کروں، پانچ وقت مسجد میں جایا کروں، روزانہ کم سے کم ایک پارہ قرآنِ کریم کی تلاوت کیا کروں، تسبیحات پڑھوں، دُرود شریف پڑھوں، خود دین کی محنت میں لگوں اور اپنی اولاد کو قرآن مجید حفظ کراؤں.....؟ مجھے بتائیے! کہ کیا مرنے کے بعد بھی قبر اور حشر میں بھی ہم اور آپ یہی جواب دیں گے کہ: جناب! امریکی مردوں اور عورتوں کے پاس اتنی فرصت کہاں تھی کہ باوضو ایک کونے میں بیٹھ کر قرآن کی تلاوت کیا کریں؟ نہیں...! وہاں یہ جواب نہیں ہوگا، وہاں وہ جواب ہوگا جو قرآنِ کریم نے نقل کیا ہے:

"أن تقول نفس يٰحسرتى علىٰ ما فرّطت فى جنب الله وان كنت لمن السّٰخرين۔"

(الزمر:۵۶)

ترجمہ:... "کبھی (کل قیامت کو) کوئی شخص کہنے لگے کہ: افسوس میری اس کوتاہی پر جو میں نے خدا کی جناب میں کی ہے، اور میں تو (اَحکامِ خداوندی پر) ہنستا ہی رہا۔" (ترجمہ: حضرت تھانویؒ)

جب مرنے کے بعد ہمارا جواب وہ ہوگا جو قرآنِ کریم نے نقل کیا ہے تو یہاں یہ عذر کرنا کہ فرصت نہیں، محض فریبِ نفس نہیں تو اور کیا ہے...؟

حدیث شریف میں ہے:

"الكيس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت، والعاجز من اتبع نفسه هواها وتمنى على الله۔" (مشکوٰۃ ص:۴۵۱)

ترجمہ:... "دانشمند وہ ہے جس نے اپنے نفس کو رام کرلیا اور موت کے بعد کی زندگی کے لئے محنت کی، اور احمق ہے وہ شخص جس نے اپنے نفس کو خواہشات کے پیچھے لگادیا اور اللہ تعالیٰ پر آرزوئیں دھرتا رہا۔"

ان تمام اُمور سے بھی قطعِ نظر کرلیجئے! ہماری مصروف زندگی میں ہمارے پاس اور بہت سی چیزوں کے لئے وقت ہے، ہم

(۱) عن أبى هريرة رضى الله عنه يبلغ به قال: إذا مات الميّت قالت الملائكة: ما قدّم؟ وقال بنوا آدم: ما خلّف. رواه البيهقى فى شعب الإيمان. (مشكوٰة ص:۴۴۵، كتاب الرقاق، طبع قديمى).

اخبار پڑھتے ہیں، ریڈیو، ٹیلیویژن دیکھتے ہیں، دوست احباب کے ساتھ گپ شپ کرتے، سیر و تفریح کے لئے جاتے ہیں، تقریبات میں شرکت کرتے ہیں، ان تمام چیزوں کے لئے ہمارے پاس فالتو وقت ہے، اور ان موقعوں پر ہمیں کبھی عدیم الفرصتی کا عذر پیش نہیں آتا، لیکن جب نماز، روزہ، ذکر و اذکار اور تلاوتِ قرآن کا سوال سامنے آئے تو ہم فوراً عدیم الفرصتی کی شکایت کا دفتر کھول بیٹھتے ہیں۔

امریکا اور دیگر بہت سے ممالک میں ہفتے میں دو دن کی تعطیل ہوتی ہے، ہفتے کے ان دو دنوں کے مشاغل کا نظام ہم پہلے سے مرتب کرلیتے ہیں، اور اگر کوئی کام نہ ہو تب بھی وقت پاس کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی مشغلہ ضرور تجویز کرلیا جاتا ہے، لیکن تلاوتِ قرآن کی فرصت ہمیں چھٹی کے ان دو دنوں میں بھی نہیں ہوتی۔

اس سے معلوم ہوا کہ فرصت نہ ہونے کا عذر محض نفس کا دھوکا ہے، اس کا اصل سبب یہ ہے کہ دُنیا ہماری نظر کے سامنے ہے، اس لئے ہم اس کے مشاغل میں منہمک رہتے ہیں، موت اور آخرت کا دھیان نہیں، اس لئے موت کے بعد کی طویل زندگی سے غفلت ہے، نہ اس کی تیاری ہے، اور نہ تیاری کا فکر و اہتمام۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ عذر تراشی کے بجائے اس مرضِ غفلت کا علاج کیا جائے، قیامت کے دن یہ عذر نہیں چلے گا کہ پاکستانی یا امریکی مردوں، عورتوں کو مصروفیت بہت تھی، ان کو ذکر و تلاوت کی فرصت کہاں تھی؟

۳:... آپ نے لکھا ہے کہ:

> ''کافر مذاق اُڑاتے ہیں کہ صرف ایک قرآن پڑھنے کے لئے کتنے کام کرنے پڑتے ہیں، یہ مانتے ہیں کہ وہ ایک مقدس کتاب ہے، لیکن بائبل بھی مقدس کتاب ہے، اور ہم وہ کتاب کسی بھی وقت پڑھ سکتے ہیں، ہم زیادہ تر رات کو سوتے وقت بستر میں پڑھ سکتے ہیں، کیا قرآن بھی اس طریقہ سے پڑھا جاسکتا ہے؟ اگر نہیں تو کیا وجہ ہے؟''

آپ نے کافروں کے مذاق اُڑانے کا جو ذکر کیا ہے، اس پر آپ کو ایک لطیفہ سناتا ہوں، کہتے ہیں کہ ایک ناک والا شخص نکٹوں کے دیس چلا گیا، وہ ''نکو آیا! نکو آیا'' کہہ کر اس کا مذاق اُڑانے لگے، چونکہ یہ پورا ملک نکٹوں کا تھا، اس لئے اس غریب کی زندگی دُوبھر ہوگئی اور اسے اپنی ناک سے شرم آنے لگی، وہیں سے ہمارے یہاں ''نکو بنانے'' کا محاورہ رائج ہوا۔ آپ کی مشکل یہ ہے کہ آپ نکٹوں کے دیس میں رہتے ہیں، اس لئے آپ کو اپنی ناک سے شرم آنے لگی ہے، اگر آپ کو یہ احساس ہوتا کہ عیب آپ کی ناک کا نہیں، بلکہ ان نکٹوں کی ناک کے غائب ہونے کا ہے، تو آپ کو ان کے مذاق اُڑانے سے شرمندگی نہ ہوتی۔

جس بائبل کو وہ مقدس کلام کہتے ہیں، وہ کلامِ الٰہی نہیں، بلکہ انسانوں کے ہاتھوں کی تصنیفات ہیں، مثلاً: ''عہد نامہ جدید'' میں ''متی کی اِنجیل''، ''مرقس کی اِنجیل''، ''لوقا کی اِنجیل''، ''یوحنا کی اِنجیل'' کے نام سے جو کتابیں شامل ہیں، یہ وہ کلامِ الٰہی نہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے نازل ہوا تھا، بلکہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چار سوانح عمریاں ہیں، جو مختلف اوقات میں ان چار حضرات نے تصنیف فرمائی تھیں۔ لطف یہ ہے کہ ان کی تصنیف کا اصل نسخہ بھی کہیں دُنیا میں موجود نہیں، ان بے چاروں کے ہاتھ میں جو کچھ ہے وہ محض ترجمہ ہی ترجمہ ہے، اصل متن غائب ہے، یہی وجہ ہے کہ آئے دن ترجموں میں

تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ ۱۸۸۰ء میں جو نسخہ شائع ہوا تھا اس کا مقابلہ ۱۹۸۰ء کے نسخے سے کرکے دیکھئے، دونوں کا فرق کھل کر سامنے آجائے گا۔

ان چار انجیلوں کے بعد اس مجموعے میں ''رسولوں کے اعمال'' کی کتاب شامل ہے، یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کے حالات پر مشتمل ہے، اس کے بعد چودہ خطوط جناب پولس کے ہیں، جو انہوں نے مختلف شہروں کے باشندوں کو لکھے تھے، اس کے بعد یعقوب، پطرس، یوحنا اور یہودا کے خطوط ہیں، اور آخر میں یوحنا عارف کا مکاشفہ ہے۔ اب غور فرمائیے! کہ اس مجموعے میں وہ کون سی چیز ہے جس کے ایک ایک حرف کو کلام الٰہی کہا جائے؟ اور وہ ٹھیک اسی زبان میں محفوظ ہو، جس زبان میں وہ نازل ہوا تھا؟ ان حضرات نے انسانوں کی لکھی ہوئی تحریروں کو کلامِ مقدس کا نام دے رکھا ہے، مگر چونکہ وہ کلامِ الٰہی نہیں ہیں، اس لئے وہ واقعی اس لائق ہیں کہ ان کو بغیر طہارت کے لیٹ کر پڑھا جائے، لیکن آپ کے ہاتھ میں وہ کلامِ الٰہی ہے، جس کے ایک حرف میں بھی کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی، اور وہ آج ٹھیک اسی طرح تر و تازہ حالت میں موجود ہے، جس طرح کہ وہ حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا، اس نکتے پر دُنیا کے تمام اہلِ عقل متفق ہیں کہ یہ ٹھیک وہی کلام ہے، جس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلامِ الٰہی کی حیثیت سے دُنیا کے سامنے پیش کیا تھا، اور اس میں ایک حرف کا بھی تغیر و تبدل نہیں ہوا، چنانچہ انگریزی دور میں صوبہ متحدہ کے لیفٹیننٹ گورنر سر ولیم میور، اپنی کتاب ''لائف آف محمد'' (صلی اللہ علیہ وسلم) میں لکھتے ہیں:

> ''یہ بالکل صحیح اور کامل قرآن ہے، اور اس میں ایک حرف کی بھی تحریف نہیں ہوئی، ہم ایک بڑی مضبوط بنا پر دعویٰ کرسکتے ہیں کہ قرآن کی ہر آیت خالص اور غیرمتغیر صورت میں ہے۔ اور آخرکار ہم اپنی بحث کو ''ون ہیم'' صاحب کے فیصلے پر ختم کرتے ہیں، وہ فیصلہ یہ ہے کہ ہمارے پاس جو قرآن ہے، ہم کامل طور پر اس میں ہر لفظ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سمجھتے ہیں، جیسا کہ مسلمان اس کے ہر لفظ کو خدا کا لفظ خیال کرتے ہیں۔''

(ماخوذ از تنبیہ الحائرین ص:۱۴، از مولانا عبدالشکور لکھنویؒ)

الغرض مسلمانوں کے پاس الحمدللہ کلامِ الٰہی عین اصل حالت میں اور انہی الفاظ میں موجود ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے تھے، اس لئے مسلمان جس ادب و تعظیم کے ساتھ کلام اللہ کی تلاوت کریں بجا ہے، ایک بزرگ مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ہزار بار بشویم دہن بہ مشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمالِ بے ادبی ست

ترجمہ:... ''آپ کا پاک نام اس قدر مقدس ہے کہ میں اگر ہزار مرتبہ منہ کو مشک و گلاب کے ساتھ دھوؤں تب بھی آپ کا نام لینا بے ادبی ہے۔''

اس لئے اگر کافر آپ کو طعنہ دیتے ہیں تو ان کے طعنے کی کوئی پروا نہ کیجئے، ان کے یہاں طہارت کا کوئی تصور ہی نہیں، وہ ظاہری ٹیپ ٹاپ اور صفائی کا تو بہت اہتمام کرتے ہیں، مگر نہ انہیں کبھی پانی سے استنجا کرنے اور گندگی کی جگہ کو پاک کرنے کی توفیق

ہوئی ہے، اور نہ انہوں نے کبھی غسلِ جنابت کیا۔ جب طہارت، وضو اور غسل ان کے مذہب ہی میں نہیں تو باوضو ہوکر وہ اپنی کتاب کو کیسے پڑھیں گے؟ یہ اُمتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی خصوصیت ہے کہ ان کو قدم قدم پر پاک اور باوضو رہنے کی تعلیم دی گئی ہے، اور یہ اس اُمت کا وہ امتیازی وصف ہے جس کے ساتھ قیامت کے دن اس اُمت کی شناخت ہوگی کہ جن اعضاء کو وضو میں دھویا جاتا ہے وہ قیامت کے دن چمک رہے ہوں گے۔[1] کتاب اللہ نور ہے، اور وضو بھی نور ہے، اس لئے کتاب اللہ کا ادب یہی ہے کہ اس کو باوضو اور باادب پڑھا جائے، تاہم اگر کسی کو قرآنِ کریم کی کچھ آیات یا سورتیں زبانی یاد ہوں، ان کو بے وضو بھی پڑھنا جائز ہے،[2] اور بستر پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔[3] البتہ اگر غسل فرض ہو تو غسل کئے بغیر قرآنِ کریم کی تلاوت زبانی بھی جائز نہیں۔ اسی طرح حیض ونفاس کی حالت میں بھی عورت تلاوت نہیں کرسکتی۔[4] اور اگر آدمی کو غسل کی حاجت تو نہ ہو لیکن وضو کا موقع نہ ہو، تو یہ بھی جائز ہے کہ قرآن مجید کے اوراق کسی کپڑے وغیرہ سے اُلٹتا رہے اور دیکھ کر تلاوت کرتا رہے۔[5] الغرض بڑی ناپاکی کی حالت میں تو قرآنِ کریم کی تلاوت جائز نہیں، لیکن وضو نہ ہونے کی حالت میں تلاوت جائز ہے، البتہ قرآنِ کریم کو بے پردہ ہاتھ لگانا، بے وضو جائز نہیں۔[6]

''تفہیم القرآن'' تفسیر کا مطالعہ کرنا

سوال:… کیا مولانا مودودی کی ''تفہیم القرآن'' غلط ہے، اور اس کا پڑھنا ناجائز ہے؟ کیا وہ گستاخِ رسول اور گستاخِ صحابہ ہے؟ جس طرح مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ڈپٹی نذیر احمد کے ترجمہ قرآن کی اَغلاط کو واضح کرتے ہوئے ایک رسالہ لکھا تھا، کیا آپ حضرات نے بھی مولانا مودودی کی تصانیف کے جملہ اَغلاط سے اُمت کو مطلع کرنے کے لئے کوئی رسالہ لکھا ہے؟

---

(۱) عن أبی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ان أُمّتی یدعون یوم القیامة غرًّا محجّلین من آثار الوضوء فمن استطاع منکم أن یطیل غرته فلیفعل۔ متفق علیه۔ (مشکوٰة ص: ۳۹، طبع قدیمی)۔ وعن أبی الدرداء رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: أنا أوّل من یؤذن له بالسجود یوم القیامة، وأنا أوّل من یؤذن له أن یرفع رأسه فأنظر إلٰی ما بین یدی فأعرف أُمّتی من بین الأُمم ومن خلفی مثل ذٰلک وعن یمینی مثل ذٰلک وعن شمالی مثل ذٰلک، فقال رجل: یا رسول الله! کیف تعرف أُمّتک من بین الأُمم فیما بین نوح إلٰی أُمّتک؟ قال: هم غرّ محجّلون من أثر الوضوء لیس أحد کذٰلک غیرهم ... إلخ۔ (مشکوٰة ص: ۴۰، کتاب الطهارة، طبع قدیمی)۔

(۲) ویباح له قراءة القرآن لما روی أن رسول الله صلی الله علیه وسلم کان لَا یحجزه عن قراءة القرآن شیء إلّا الجنابة۔ (البدائع الصنائع ج: ۱ ص: ۳۳، کتاب الطهارة، آداب الوضوء، طبع ایچ ایم سعید)۔

(۳) ولو قرأ مضطجعًا فلا بأس ... إلخ۔ (فتح القدیر ج: ۱ ص: ۲۴۲)۔

(۴) ومنها حرمة قراءة القرآن لَا تقرأ الحائض والنفساء والجنب شیئًا من القرآن والآیة وما دونها سواء فی التحریم علی الأصح۔ (فتاویٰ هندیة ج: ۱ ص: ۳۸، کتاب الطهارة، الباب السادس، الفصل الرابع، طبع کوئٹه)۔

(۵) قوله وحل قلبه بعود أی تقلیب أوراق المصحف بعود ونحوه لعدم صدق المس علیه۔ (رد المحتار علی الدر المختار ج: ۱ ص: ۱۷۴، کتاب الطهارة، مطلب یطلق الدعاء علٰی ما یشمل الثناء، طبع ایچ ایم سعید)۔ أیضًا یجوز للمحدث الذی یقرأ القرآن من المصحف تقلیب الأوراق بقلم أو عود أو سکین۔ (البحر الرائق ج: ۱ ص: ۲۱۲، طبع بیروت)۔

(۶) ومنها حرمة مس المصحف لَا یجوز لهما وللجنب والمحدث مس المصحف إلّا بغلاف متجاف عنه کالخریطة والجلد الغیر المشرز لَا بما هو متصل به هو الصحیح هٰکذا فی الهدایة وعلیه الفتویٰ کذا فی الجوهرة النیرة۔ (فتاویٰ هندیة ج: ۱ ص: ۳۸، ۳۹، کتاب الطهارة، الباب السادس، طبع رشیدیه کوئٹه)۔

جواب:... مولانا مودودی کی ''تفہیم القرآن'' میں غلطیوں کی نشاندہی علماء وقتاً فوقتاً کرتے رہے ہیں، اس کا مطالعہ عام مسلمانوں کے لئے نہایت مضر ہے۔

ڈپٹی نذیر احمد کا ترجمہ پڑھنا کیسا ہے؟

سوال:... کیا ڈپٹی نذیر احمد کے ترجمہ وتفسیر پر اختلاف ہے؟

جواب:... ان کا ترجمہ نہ پڑھا جائے، اس میں غلطیاں ہیں، وہ ڈپٹی تھے، مفسر نہیں تھے۔

''تدبر القرآن'' کا مطالعہ کرنا کیسا ہے؟

سوال:... میں جانوروں کا ڈاکٹر ہوں، ہمارے ایک اُستاد (جنھوں نے اِبتدائی تعلیم مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب کے مدرسے سے حاصل کی) کے کہنے کے مطابق مولانا امین احسن اصلاحی کی ''تدبر القرآن'' کا مطالعہ شروع کیا، کیا ''تدبر القرآن'' رجم رویت کے مسئلے کے سوا دُرست ہے؟ کیا اس کا نہ پڑھنا بہتر ہے؟

جواب:... ''تدبر القرآن'' کا مطالعہ نہیں کرنا چاہئے۔

چلتے پھرتے قرآن کی تلاوت اور دُرود شریف پڑھنا اچھا ہے

سوال:... میں روزانہ بازار میں چلتے پھرتے قرآن مجید کی سورتیں جو مجھ کو یاد ہیں پڑھا کرتا ہوں، اور ایک ایک سورۃ کو دو دو، تین تین مرتبہ پڑھا کرتا ہوں، اور اس کے بعد دُرود شریف بھی بازار میں چلتے پھرتے پڑھا کرتا ہوں۔ اس سلسلے میں دو باتیں بتادیں ایک تو یہ کہ میرا یہ عمل ٹھیک ہے؟ اور اس میں بے ادبی کا کوئی احتمال تو نہیں ہے؟ دُوسرے یہ کہ میرا اس طرح پڑھنا کہیں اوراد و وظائف میں شمار تو نہیں ہوتا؟ کیونکہ میں نے سنا ہے کہ اکثر اوراد و وظائف پڑھنے سے وظیفوں کی رجعت بھی ہوجاتی ہے، جس سے انسان کو نقصان بھی ہوسکتا ہے۔

جواب:... بازار میں چلتے پھرتے قرآنِ کریم کی سورتیں، دُرود شریف یا دُوسرے ذکر و اذکار پڑھنے کا کوئی مضائقہ نہیں،[1] بلکہ حدیثِ پاک میں بازار میں گزرتے ہوئے چوتھا کلمہ پڑھنے کی فضیلت آئی ہے۔[2] اور یہ آپ کو کسی نے غلط کہا کہ اس سے نقصان بھی ہوسکتا ہے، اللہ تعالیٰ کا نام لینے میں کیا نقصان؟ ہاں! کسی خاص مقصد کے لئے ورد و وظیفہ کرنا ہو تو کسی سے پوچھے بغیر نہیں کرنا چاہئے۔

تلاوت کے دوران لفظ ''رسول اللہ'' آنے پر کیا پڑھیں؟

سوال:... اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں روزانہ قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہوں، تلاوت کرتے وقت جہاں لفظ ''رسول''

---

(۱) ولَا بأس بالقراءة راكبًا وماشيًا إذا لم يكن ذٰلك الموضع معد للنجاسة فإن كان يكره كذا في القنية. (عالمگيری ج:۵ ص:۳۱۶، كتاب الكراهية، الباب الثالث في الرجل رأى رجلًا يقتل أباه وما يتصل به).

(۲) وعن عمر رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من دخل السوق فقال: لَا إلٰه إلَّا الله وحده لَا شريك له ...... كتب الله له ألف ألف حسنة، ومحا عنه ألف ألف سيئة، ورفع له ألف ألف درجة، وبنى له بيتًا في الجنة. (مشكوة المصابيح ج:۱ ص:۲۱۴).

یا ''رسول اللہ'' آتا ہے وہاں ''صلی اللہ علیہ وسلم'' پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:... آیت ختم کرکے پڑھ لیا جائے۔[1]

ختمِ قرآن کی دعوت بدعت نہیں

سوال:... کیا ختمِ قرآن کی خوشی پر دعوت بدعت ہے؟

جواب:... بدعت نہیں، بلکہ جائز ہے۔[2]

ختمِ قرآن میں شیرینی کا تقسیم کرنا

سوال:... رمضان المبارک کی ۲۳ویں شب کو مسجد میں بعد از تراویح اِمامِ مسجد کا سورۂ عنکبوت اور سورۂ رُوم پڑھنا، مقتدیوں کا سننا اور مقتدیوں کی لائی ہوئی شیرینی بچوں اور بڑوں میں تقسیم کرنے کا کوئی ثبوت ہے؟

جواب:... ختمِ قرآنِ کریم کی خوشی میں دعوت، ضیافت اور شیرینی وغیرہ تقسیم کرنا جائز ہے، بشرطیکہ اس میں کوئی اور خرابی نہ پائی جائے۔[3] لیکن آج کل جس طرح ختمِ قرآن پر شیرینی تقسیم کرنے کا رواج ہے، یہ جائز نہیں۔ باقی سورۂ عنکبوت اور سورۂ رُوم پڑھنا منقول نہیں۔

ختمِ قرآن پر دعوت کرنا جائز ہے اور تحفتاً کچھ دینا بھی جائز ہے

سوال:... ہمارے معاشرے میں جب بچہ قرآن ختم کرتا ہے تو آمین کرائی جاتی ہے، جس میں رشتہ داروں کو کھانا کھلایا جاتا ہے، اور ختم کروانے والے کو تحفتاً کچھ دیا جاتا ہے، کیا یہ اسلام میں جائز ہے؟ کیونکہ اس میں ریاکاری کا پہلو بھی آتا ہے۔

جواب:... ختمِ قرآن کی خوشی میں کھانا کھلانے کا کوئی حرج نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب سورۃ البقرہ ختم کی تھی تو اُونٹ ذبح کیا تھا۔[4] اسی طرح اگر محبت کی بنا پر بچے کو کوئی ہدیہ یا تحفہ دے دیا جائے، اس کا بھی مضائقہ نہیں۔ لیکن ہمارے یہاں اکثر تکلّفات خلافِ شرع کئے جاتے ہیں، اور ان میں اِخلاص و محبت کے بجائے ریاکاری اور رسم پرستی کا پہلو ہی نمایاں ہوتا ہے۔

---

(۱) ولو قرأ القرآن فمرّ علٰی إسم النبي صلی الله علیه وسلم وآلهٖ وأصحابه فقراءة القرآن علٰی تألیفه ونظمه أفضل من الصلاة علی النبي صلی الله علیه وسلم وآله وأصحابه فی ذٰلک الوقت، فإن فرغ ففعل فهو أفضل وإن لم یفعل فلا شيء علیه کذا فی الملتقط۔ (عالمگیری ج:۵ ص:۳۱۶، کتاب الکراهیة، الباب الثالث فی الرجل رأی رجلًا یقتل أباه وما یتصل به)۔

(۲) ویستحب له أن یجمع أهله وولده عند الختم ویدعو لهم کذا فی الینابیع۔ (عالمگیری ج:۵ ص:۳۱۷، کتاب الکراهیة، الباب الثالث)، أیضًا مالک عن نافع عن ابن عمر رضی الله عنهما قال: تعلم عمر رضی الله عنه البقرة فی اثنتی عشرة سنة فلما ختمها نحر جزورًا۔ (الجامع لأحکام القرآن للقرطبی ج:۱ ص:۳۰ طبع بیروت)۔

(۳) ایضاً۔

(۴) مالک عن نافع عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: تعلم عمر رضي الله عنه البقرة في اثنتي عشرة سنةً فلما ختمها نحر جزورًا۔ (الجامع لأحکام القرآن للقرطبی ج:۱ ص:۳۰ طبع بیروت)۔

ایک دن میں قرآن ختم کرنا

سوال:... ایک عورت یہاں پر تبلیغ کرتی ہے، وہ کہتی ہے کہ آپ لوگ جو عورتیں ایک ساتھ مل کر ختم پڑھتی ہیں وہ ناجائز ہے، کیونکہ ایک دن میں پورا قرآن ختم کرنا منع ہے، ایک قرآن کم از کم تین دن میں ختم کرنا چاہئے۔ اس پر میں نے پوچھا کہ خالق دینا ہال یا دُوسری جگہ تراویح میں ایک رات میں پورا ختم کیا گیا، اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ تو اس نے کہا کہ: یہ لوگ بھی سخت گناہگار ہیں۔ برائے مہربانی صحیح صورتِ حال سے ہم کو آگاہ کریں۔

جواب:... حدیث میں تین دن سے کم میں قرآنِ کریم ختم کرنے کی ممانعت آئی ہے، کیونکہ اس صورت میں تدبر و تفکر نہیں ہوسکتا، مطلقاً ممنوع نہیں، کیونکہ بہت سے سلف سے ایک رات میں قرآنِ کریم ختم کرنا بھی منقول ہے۔ عورتیں جہاں مل کر قرآنِ کریم ختم کرتی ہیں، اس میں دُوسری خرابیاں ہوسکتی ہیں، مثلاً: عورتوں کا بن ٹھن کر آنا، صحیح تلاوت نہ کرنا، تلاوت کے دوران دُنیا بھر کی باتیں نمٹانا، وغیرہ، وغیرہ۔ تاہم اگر چند آدمی مل کر ختم کریں تو حدیث کی ممانعت کے تحت داخل نہیں، کیونکہ حدیث میں ایک آدمی کے تین دن سے پہلے ختم کرنے کو منع فرمایا ہے نہ کہ چند آدمیوں کے ختم کرنے کو۔[1] اور آپ نے جو خالق دینا ہال میں تراویح کا حوالہ دیا ہے، یہ بھی صحیح نہیں، تراویح میں ایک رات میں جو قرآنِ کریم ختم کیا جاتا ہے وہ اتنی تیزی سے پڑھا جاتا ہے کہ الفاظ صحیح طور پر سمجھ میں نہیں آتے، اس طرح پڑھنا مکروہ و ممنوع ہے۔[2]

رمضان میں قرآن تیز پڑھنا کیسا ہے؟

سوال:... رمضان المبارک میں عموماً حافظ صاحب جو قرآن سناتے ہیں، ان کے پڑھنے کی رفتار اتنی تیز ہوتی ہے کہ سوائے ''یعلمون'' اور ''تعلمون'' کے کچھ سمجھ میں نہیں آتا، اگر ان سے عرض کیا جائے کہ تھوڑی رفتار ہلکی کرلیں تو جواب ملتا ہے کہ ان کی مجبوری ہے، وہ ہلکا نہیں پڑھ سکتے، اس صورت میں پڑھنے اور سننے والے ثواب کے مستحق ہوں گے؟

جواب:... قرآنِ کریم کا ادب یہ ہے کہ نہایت سکون اور وقار کے ساتھ صحیح الفاظ کا تلفظ کیا جائے۔[3] اتنا تیز پڑھنا جیسا کہ آپ نے ذکر کیا ہے، جائز نہیں، اور پڑھنے اور سننے والوں کو اس کا ثواب نہیں ملتا، بلکہ اندیشہ ہے کہ گناہ نہ ہو۔[4]

---

(۱) أفضل القراءة ان يتدبر في معناه حتى قيل يكره أن يختم القرآن في يوم واحد ولا يختم في أقل من ثلاثة أيام تعظيمًا له ويقرأ بقراءة مجمع عليها كذا في القنية. (عالمگيری ج:۵ ص:۳۱۷، كتاب الكراهية، الباب الثالث ...إلخ). وأيضًا ويكره أن يقرأه في أقل من ثلاث لما روى عبدالله بن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يفقه من قرأه في أقل من ثلاث ...إلخ. (الفقه الإسلامي وأدلّته ج:۲ ص:۸۲، تتمة الصلاة، ختم القرآن).

(۲) ويكره الإسراع في القراءة وفي أداء الأركان كذا في السراجية. (فتاویٰ هندية ج:۱ ص:۱۱۸).

(۳) وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا. (المزمّل:۴).

(۴) وفي الحجة: يقرأ في الفرض بالترسل حرفًا حرفًا، وفي التراويح بين بين، وفي النفل ليلا له أن يسرع بعد أن يقرأ كما يفهم. وفي الشامية: أي بعد أن يمد أقل مد قال به القراء وإلّا حرم لترك الترتيل المأمور به شرعًا. (شامی ج:۱ ص:۵۴۱).

شبینہ قرآن جائز ہے یا ناجائز؟

سوال:... ہمارے قرب و جوار میں چند حفاظ نے جمع ہوکر یہ پروگرام بنایا ہے کہ وہ ہر ماہ میں ایک شب شبینہ کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ سال بھر میں قرآنِ پاک سے تعلق رکھنے کے لئے وہ ایسا کرتے ہیں تاکہ قرآن ضبط بھی رہ سکے، اور محبت بھی برقرار رہ سکے۔ اس میں کچھ غیر حافظ لوگ بھی ذوق وشوق سے شرکت کرتے ہیں، واضح رہے کہ ان کے لئے کوئی چندہ نہیں کیا جاتا، نہ ہی حافظ کچھ لیتے ہیں، اور نہ ہی کسی کو زبردستی قرآن سننے پر مجبور کیا جاتا ہے، اعلان یہی ہوتا ہے کہ جو صاحب چاہیں اور جس قدر چاہیں شبینہ قرآن میں شرکت کرسکتے ہیں۔ ایسی محفل میں قرآن سنانے یا سننے کے لئے شرکت کرنا قرآن وسنت کی روشنی میں کیا حکم رکھتا ہے؟

جواب:... حضراتِ فقہاءؒ نے تین سے زیادہ افراد کا جماعت کے ساتھ نوافل پڑھنا مکروہ لکھا ہے، پس اگر امام تراویح پڑھائے تو یہ شبینہ صحیح ہے، اور اگر امام نفل کی جماعت کراتا ہے تو یہ شبینہ جائز نہیں۔ [1]

۲۷ویں شب رمضان کو شبینہ اور لائٹنگ کرنا کیسا ہے؟

سوال:... ۲۷ویں شب کو شبینہ اور لائٹنگ کرنا کیسا ہے؟

جواب:... شبینہ جائز ہے، بشرطیکہ مفاسد سے خالی ہو، ورنہ صحیح نہیں، بے ضرورت روشنی کرنا کوئی مستحسن بات نہیں۔ [2]

ریڈیو کے دینی پروگرام چھوڑ کر گانے سننا

سوال:... میرے گھر میں ریڈیو ہے، مجھے نغمے سننے کا بہت شوق ہے، بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک ریڈیو اسٹیشن سے تلاوتِ کلامِ پاک یا کوئی مذہبی پروگرام نشر ہو رہا ہوتا ہے، تو دُوسرے اسٹیشن سے میرے پسندیدہ گانے نشر ہو رہے ہوتے ہیں، میں بالآخر تمام مذہبی پروگراموں کو چھوڑ کر گانے سننے لگتا ہوں، کیا یہ جائز ہے؟

جواب:... خود آپ کا ضمیر کیا اسے جائز کہتا ہے؟ گانے سننا بجائے خود حرام ہے، تلاوت بند کرکے گانے سننا کس طرح جائز ہوسکتا ہے...؟ [3]

---

(۱) (ولا يصلى الوتر والتطوع بجماعة خارج رمضان) أى يكره ذلك على سبيل التداعى بأن يقتدى أربعة بواحد، درمختار۔ وفى الشامية: قوله أربعة بواحد اما إقتداء واحد بواحد أو إثنين بواحد فلا يكره وثلاثة بواحد فيه خلاف... إلخ۔ (شامى ج:۲ ص:۴۸، كتاب الصلاة، مبحث صلاة التراويح)۔

(۲) إمداد الفتاوىٰ ج:۱ ص:۲۳۷، فصل فى التراويح، طبع كتب خانه امداديه، انڈيا۔

(۳) وفى البزازية استماع صوت الملاهى كضرب قصب ونحوه حرام لقوله عليه الصلاة والسلام استماع الملاهى معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر۔ (درمختار مع الشامى ج:۶ ص:۳۴۹، وأيضًا فى الهندية ج:۵ ص:۳۵۱)۔

ٹیپ ریکارڈر سے گانا سننے کا گناہ ملتا ہے، تو تلاوت سننے کا ثواب کیوں نہیں ملتا؟

سوال:... میں حافظِ قرآن ہوں، لیکن عالم نہیں ہوں، لوگ مجھ سے یہ سوال کرتے ہیں کہ: کیا گانے سننا گناہ ہے؟ میں کہتا ہوں کہ ہاں گناہ ہے! تو وہ سوال کرتے ہیں کہ: ٹیپ یا ریڈیو پر تلاوت سننے سے ثواب ملتا ہے؟ تو میں کہتا ہوں کہ: نہیں! وہ کہتے ہیں کہ: نہ تلاوت کرنے والا موجود ہے، نہ گانا گانے والا موجود ہے، یہ کیا وجہ ہے کہ ٹیپ پر گانے سننے سے گناہ کیوں ملتا ہے؟ اور تلاوت سننے سے ثواب کیوں نہیں ملتا؟ تو مہربانی فرماکر اس سوال کا حل تلاش کرکے بتائیں۔

جواب:... ٹیپ ریکارڈر سے قرآنِ کریم کی آواز سننے کا ثواب ملتا ہے، مگر تلاوت کا ثواب نہیں ملتا۔[1] اور گانے کی کیسٹ سننے سے گانے کی آواز سننے کا گناہ ملتا ہے، اور گانے کی آواز سننا بھی حرام ہے۔[2]

ٹیپ ریکارڈر کی تلاوت کا ثواب ہوتا ہے

سوال:... ٹیپ ریکارڈر سے اگر تلاوتِ قرآن سنی جائے تو اس کا ثواب ہوتا ہے، گناہ ہوتا ہے یا ثواب گناہ کچھ بھی نہیں؟

جواب:... ٹیپ ریکارڈر کی آواز تلاوت تو بہرحال نہیں،[3] اس لئے نہ اس پر تلاوت کے اَحکام مرتب ہوتے ہیں، نہ تلاوت سننے کا ثواب ہوگا، البتہ تلاوت کی آواز ضرور ہے، اس پر اللہ تعالیٰ ثواب عطا فرمادیں تو کچھ بعید نہیں۔

کیسٹ پر تلاوت کا ثواب نہیں ملتا تو پھر گانا سننے کا گناہ کیوں ملتا ہے؟

سوال:... فتویٰ کیسٹ پر تلاوت اور سجدۂ سہو کے عنوان کے تحت پڑھا، جس میں آپ نے کیسٹ کی تلاوت پر سجدۂ تلاوت کے عدمِ وجوب کا فتویٰ دیا ہے، اور کیسٹ کی آواز کو تلاوت قرار نہیں دیا۔ تو اس پر اشکال یہ وارد ہوتا ہے کہ آیا کیسٹ پر تلاوت کلامِ پاک کا ثواب اصلی تلاوت کے برابر ہوگا یا نہیں؟ دیگر اِشکال یہ کہ اگر کوئی کیسٹ میں بند موسیقی سنے تو اس کا گناہ ملے گا یا نہیں؟ یا موسیقی کی آواز کو آواز نہ سمجھتے ہوئے گناہ کا کام نہیں سمجھا جائے گا؟

جواب:... تلاوت تو وہ تھی جو قاری صاحب نے کی تھی، اس پر ثواب بشرطِ اِخلاص ضرور ہوگا، کیسٹ میں اس تلاوت کی آواز محفوظ ہوگئی، اس آواز کا حکم تلاوت کا نہیں۔[4] مثلاً: اگر اَذان کی کیسٹ اَذان کے وقت لگادی جائے تو اس کا حکم اَذان کا نہیں ہوگا۔

---

(۱) لأن القراءة فعل اللسان. (حلبی کبیر ص:۲۷۵، طبع سهيل اكيڈمی لاهور).

(۲) وفي البزازية استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام لقوله عليه الصلاة والسلام: استماع الملاهي معصية والجلوس عليها فسق والتلذّذ بها كفر. (الدر المختار ج:۶ ص:۳۴۹). وكره كل لهو أى كل لعب وعبث .... واستماعه كالرقص والسخرية والتصفيق وضرب الأوتار .... واستماع ضرب الدف والمزمار وغير ذٰلك حرام وإن سمع بغتة يكون معذورًا ويجب عن يجتهد أن لا يسمع. (شامی ج:۶ ص:۳۹۵، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده).

(۳) ایضاً حاشیہ نمبرا۔

(۴) والسماع شرط عمل التلاوة. (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح ص:۲۶۰). أيضًا: بخلاف السماع من الببغاء والصدى فإن ذالك ليس بتلاوة وكذا إذا سمع من المجنون لأن ذالك ليس بتلاوة صحيحة لعدم أهليته لإنعدام التمييز. (بدائع الصنائع ج:۱ ص:۱۸۶، كتاب الصلاة، فصل وأما بيان من تجب عليه السجدة، طبع ايچ ايم سعيد).

آپ نے گانے کی کیسٹ کا جو اشکال کیا ہے، وہ صحیح نہیں۔ ایک ہے گانا، یہ بھی شرعاً حرام ہے، اور ایک ہے گانے کی آواز سننا، یہ بھی حرام ہے۔ گانے کی کیسٹ میں گانے کی آواز سنی جاتی ہے، اس کے حرام ہونے میں کیا شبہ ہے...؟(۱)

کیسٹ کی آواز سے سجدہ

سوال:... مسئلہ یہ ہے کہ ایک دن میں منی بس میں سفر کر رہا تھا، منی بس میں کیسٹ آن تھا، جس میں قرآن پاک کی تلاوت ہو رہی تھی، میں بھی تلاوت سن رہا تھا کہ اس دوران قاری صاحب جو تلاوت کر رہے تھے ایک جگہ اس نے یہ کہا کہ سجدۂ تلاوت، تو جب میں نے یہ سنا تو میرے برابر سیٹ پر بیٹھے شخص نے کہا کہ اب ہم پر سجدہ واجب ہوگیا، کیا اس شخص کی بات دُرست ہے؟ کیونکہ منی بس تو بھری ہوئی تھی۔

جواب:... کیسٹ کی آواز سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا، آدمی کے منہ کی تلاوت سے واجب ہوتا ہے۔(۲)

ٹیپ ریکارڈر سے تلاوت سننا خلافِ ادب ہے؟

سوال:... میرے ذہن میں یہ مسئلہ کھٹکتا ہے، بسوں کے ڈرائیور اور اکثر منی بس ڈرائیور سفر کرتے وقت گانوں کے کیسٹ لگا دیتے ہیں، جن میں فحش اور عریاں گانے ہوتے ہیں، صبح کے وقت بسوں کے ڈرائیور قرآن پاک کا کیسٹ بھی لگا دیتے ہیں اور اس کے تھوڑی دیر بعد عریاں اور فحش گانے شروع ہوجاتے ہیں، میرے منع کرنے کے باوجود کہ اس میں فحش گانے لگے ہوتے ہیں، قرآن پاک کا کیسٹ نہ لگاؤ، وہ لوگ کہتے ہیں کہ آواز تو ہے جس طرح آدمی جھوٹ سچ بولتا ہے۔ کیا ان کا کہنا صحیح ہے؟

جواب:... ٹیپ ریکارڈر آواز محفوظ کرنے کا آلہ ہے، اس کا صحیح استعمال صحیح ہے، اور غلط، غلط۔(۳) یہ ڈرائیوروں کی بدمذاقی ہے کہ اس کو گانے کے لئے استعمال کرتے ہیں،... باوجودیکہ بسوں اور منی بسوں میں گانے لگانا قانوناً بھی ممنوع ہے، لیکن یہ خلافِ قانون حرکت، قانون کے محافظوں کی ناک کے نیچے ہو رہی ہے... بہرحال جو آلہ گانے کے لئے استعمال ہوتا ہو، اس سے تلاوت سننا خلافِ ادب ہے۔(۴)

---

(۱) اختلفوا في التغني المجرد قال بعضهم انه حرام مطلقًا والإستماع إليه معصية وهو إختيار شيخ الإسلام ولو سمع بغتة فلا إثم عليه. (عالمگیری ج:۵ ص:۳۵۱، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر في الغناء واللهو وسائر المعاصي ...إلخ).

(۲) ولا تجب بكتابة ولا نظر من غير تلفظ لأنه لم يقرأ ولم يسمع وكذا التهجي فلا تجب عليه ولا على من سمعه لأنه تعداد الحروف وليس بقراءة. (حاشية الطحطاوي ص:۲۶۱، باب سجود التلاوة). التلاوة هي مصدر تلا بمعنى قرأ .... وإنما لم يذكر السماع لأن المختار أن السبب التلاوة فقط ولأن التلاوة سبب للسماع أيضًا فكان ذكر مشتملًا على السماع من وجه فاكتفى به كذا في العناية وفي ذكر التلاوة إيماء إلى أنه لو كتبها أو تهجاها لم يجب قاله السيد. (حاشية الطحطاوي ص:۲۶۰، باب سجود التلاوة، أيضًا بدائع ج:۱ ص:۱۸۶، كتاب الصلاة).

(۳) الأمور بمقاصدها كما علمته في التروك وذكر قاضيخان في فتاواه ان بيع العصير ممن يتخذه خمرًا إن قصد به التجارة فلا يحرم وإن قصد به لأجل التخمير حرم. (الأشباه والنظائر ج:۱ ص:۴۳، الفن الأوّل، القاعدة الثانية).

(۴) تفصیل دیکھئے: "آلاتِ جدیدہ" ص:۱۶۱۔

تلاوتِ کلامِ پاک اور گانے ریڈیو یا کیسٹ سے سننا

سوال:… اگر تلاوتِ کلامِ پاک کو کیسٹ یا ریڈیو سے سنا جائے تو اس کا ثواب حاصل نہیں ہوتا، تو اس اُصول کے مطابق موسیقی اگر ریڈیو یا کیسٹ میں سنی جائے تو اس کا گناہ بھی نہ ہونا چاہئے!

جواب:… گانے کی آواز سننا حرام ہے، اس کا گناہ ہوگا۔ تلاوت کی آواز تلاوت نہیں، اس لئے تلاوت سننے کا ثواب نہیں ہوگا۔ البتہ اگر آپ قرآنِ کریم کے صحیح تلفظ کو سیکھنے کے لئے سنتے ہیں تو اس کا اجر ضرور ملے گا۔ (۱)

کیا ٹیپ ریکارڈ پر تلاوت ناجائز ہے؟

سوال:… آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ ٹیپ پر تلاوت کرنے سے تلاوت کا ثواب نہیں ملتا، اور نہ اس کے سننے سے تلاوت کا سجدہ واجب ہوتا ہے، تو گزارش ہے کہ اس زمانے میں تو ٹیپ ریکارڈ نہیں تھا، اس لئے قرآن وسنت سے اس کے لئے کوئی دلیل نہیں ملتی، لیکن آج کل کے دور میں تو یہ ایک آلہ ہے جس کو استعمال کیا جاتا ہے، جیسا کہ جہاد میں ہوائی جہاز اور ٹینک وغیرہ، قرآن وسنت کی روشنی میں وجوہات درج کیجئے۔

جواب:… ٹیپ پر تلاوت کو ناجائز تو میں نے بھی نہیں کہا، مگر سجدۂ تلاوت واجب ہونے کے لئے تلاوتِ صحیحہ شرط ہے، اور ٹیپ سے جو آواز نکلتی ہے وہ عقلاً وشرعاً صحیح نہیں، اس لئے اس پر تلاوت کے اَحکام بھی جاری نہیں ہوں گے۔ (۲)

ٹیپ ریکارڈ پر صحیح تلاوت وترجمہ سننا موجبِ برکت ہے

سوال:… میں قرآنِ کریم کے مکمل کیسٹ خریدنا چاہتا ہوں جو باترجمہ ہیں، پوچھنا یہ ہے کہ ٹیپ ریکارڈ پر تلاوت وترجمہ سننا کیسا ہے؟ ثواب ہوتا ہے کہ نہیں؟ آپ سے مشورہ لینا ہے کہ ''قرآن کیسٹ سیٹ'' لوں یا نہ لوں۔

جواب:… اب یہ تو آپ نے لکھا نہیں کہ کیسٹ پر کس کی تلاوت اور ترجمہ ہے؟ ترجمہ وتلاوت اگر صحیح ہیں تو ان کے خریدنے میں کوئی حرج نہیں، تلاوت سننے کا ثواب تو نہیں ہوگا، بہرحال قرآنِ کریم کی آواز سننا موجبِ برکت ہے۔ (۳)

تلاوت کی کیسٹ سُننی کافی ہے یا خود بھی تلاوت کرنی چاہئے؟

سوال:… میرا ایک دوست ہے جو خود قرآن شریف نہیں پڑھتا بلکہ ٹیپ ریکارڈ کی کیسٹ کے ذریعہ روز قرآن شریف سنتا

---

(۱) ص:۴۸۰ کا حاشیہ نمبر۱، ۲ ملاحظہ ہو۔

(۲) فینظر إلى أهلية التالي وأهليته بالتميز .... بخلاف السماع من الببغاء والصدى فإن ذٰلک ليس بتلاوة وكذا إذا سمع من المجنون لأن ذٰلک ليس بتلاوة صحيحة لعدم أهليته لإنعدام التمييز. (بدائع صنائع ج:۱ ص:۱۸۶، كتاب الصلاة، فصل بيان من تجب عليه السجدة، وأيضًا جدید فقہی مسائل ج:۱ ص:۶۵، آلاتِ جدیدہ ص:۲۰۷)۔

(۳) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: جدید فقہی مسائل ص:۶۵، ایضاً: آلاتِ جدیدہ ص:۱۶۰۔

ہے، حالانکہ میری اس سے بحث ہوئی تو کہنے لگا کہ قرآن شریف پڑھنا کوئی ضروری نہیں، مسلمان صرف سن کر بھی عمل کرسکتا ہے۔ یہ اُلجھن میرے ذہن میں گھومتی رہی، اس کو دُور کرنے کے لئے ایک مولوی صاحب سے ملا، انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ خود پڑھنے اور سننے کا ثواب ایک ہی ہے۔ اب میرے ذہن میں بات نہیں آتی کہ جب ایک مسلمان خود قرآن شریف پڑھا ہوا ہے تو خود کیوں نہیں تلاوت کرتا ہے؟ آپ بتایئے اور میری اُلجھن دُور کریں کہ کیا قرآنِ پاک صرف دُوسروں کی زبان سے سننا چاہئے اور خود تلاوت نہ کی جائے؟ جبکہ وہ خود لکھا پڑھا ہو، آخر کیوں؟

جواب:... قرآن مجید کے بہت سے حقوق ہیں، ایک حق اس کی تلاوت کرنا بھی ہے، اور اس کے اَحکام کا سننا اور ان پر عمل کرنا بھی اس کا حق ہے، اسی طرح بقدرِ ہمت اس کو حفظ کرنا بھی اس کا حق ہے، ان تمام حقوق کو ادا کرنا چاہئے۔ البتہ قرآن مجید پڑھنا، قرآن مجید سننے سے زیادہ افضل ہے۔[1] اور ٹیپ ریکارڈ کی تلاوت کو اکثر علماء نے تلاوت میں شمار نہیں کیا ہے۔[2]

ٹیپ ریکارڈ کی تلاوت کا ثواب نہیں، تو پھر گانوں کا گناہ کیوں؟

سوال:... روزنامہ جنگ میں ہر ہفتہ آپ کا کالم تقریباً باقاعدگی سے پڑھتا رہا ہوں، اس میں بعض اوقات آپ کے جواب متعلقہ مسئلہ کے مزید اُلجھاؤ کا باعث بن جاتے ہیں، اور کبھی کبھی جواب وضاحت طلب رہ جاتے ہیں، جس کی وجہ سے سائل ہی نہیں، بلکہ دُوسرے قارئین کی اُلجھن دُور نہیں ہو پاتی۔ مثال کے طور پر آپ نے فرمایا ہے کہ ٹیپ ریکارڈ کی تلاوت واقعتاً تلاوت نہیں ہے، اس سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوگا، نہ تلاوت کا ثواب ملے گا۔ اگر یہ واقعتاً تلاوت نہیں ہے تو پھر ریڈیو اور ٹیلیویژن سے تلاوت کا جواز ختم ہو جائے گا، یہی نہیں جب اس کا ثواب بھی نہیں ہے تو پھر ٹیپ ریکارڈ سے فحش گانے سننا بھی باعث عذاب نہیں ہوگا، اور پھر فلمیں دیکھنے سے بھی کیا بُرائی پیدا ہوسکتی ہے؟ دُوسری بات سجدۂ تلاوت کی ہے، تو یہ ناچیز یہ سمجھتا ہے کہ قرآن مجید کی متعلقہ آیت کسی بھی ذریعہ سے کسی مسلمان کے کان تک پہنچے یا وہ خود تلاوت کرے اس پر سجدۂ تلاوت واجب ہو جائے گا۔ یہ آپ کی بات تسلیم کرلی جائے تو پھر عیدین اور جمعہ کی نمازوں میں دُور دُور تک صف بند نمازی جو نماز ادا کرتے یا رُکوع و سجود پیش اِمام کے ساتھ کرتے ہیں، وہ بھی بے معنی ہوکر رہ جائے گا، اس لئے کہ ان نمازوں میں خصوصاً لاؤڈ اسپیکر کا استعمال عام ہے۔ ہاں! ٹیپ ریکارڈر پر تلاوت سے نماز ادا نہ کرنے کا جواز تو ہے اس لئے کہ باجماعت نماز کے لئے پیش اِمام کا ہونا لازم ہے، لیکن سجدۂ تلاوت کا واجب نہ ہونا اور اس کی سماعت کا کسی ثواب کا باعث نہ ہونا عقل و فہم سے بعید باتیں ہیں۔

---

(۱) عن عبيدة المليكي وكانت له صحبة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا أهل القرآن! لا تتوسدوا القرآن واتلوه حق تلاوته من آناء الليل والنهار وافشوه وتغنّوه وتدبّروا ما فيه لعلكم تفلحون، ولَا تعجلوا ثوابه فإنّ له ثوابًا. رواه البيهقي في شعب الإيمان. (مشكوة ص:۱۹۲، أيضًا: الفقه الإسلامي وأدلّته ج:۲ ص:۸۱، ۸۲، هندية ج:۵ ص:۳۱۷).

(۲) فينظر إلى أهلية التالي وأهليته بالتمييز وقد وجد فوجد سماع تلاوة صحيحة فتجب السجدة بخلاف السماع من الببغاء والصدىٰ فإن ذالك ليس بتلاوة وكذا إذا سمع من المجنون لأن ذالك ليس بتلاوة صحيحة لعدم أهليته لإنعدام التمييز. (البدائع الصنائع ج:۱ ص:۱۸۶، كتاب الصلاة). أيضًا: آلاتِ جديده ص:۲۰۷.

جواب:... جناب کی نصیحتیں بڑی قیمتی ہیں، میں دِل سے ان کی قدر کرتا ہوں، اور ان پر جناب کا شکرگزار ہوں۔ یہ ناکارہ اپنے محدود علم کے مطابق مسائل حزم و احتیاط سے لکھنے کی کوشش کرتا ہے، مگر قلتِ علم اور قلتِ فہم کی بنا پر بھی جواب میں غلطی یا لغزش کا ہوجانا غیرمتوقع نہیں، اس لئے اہلِ علم سے بار بار التجا کرتا ہے کہ کسی مسئلے میں لغزش ہوجائے تو ضرور آگاہ فرمائیں تاکہ اس کی اصلاح ہوجائے۔

۱:... اس تمہید کے بعد گزارش ہے کہ آنجناب کی نصیحت کے مطابق اس مسئلہ میں دُوسرے اہلِ علم سے بھی رُجوع کیا، ان کی رائے بھی یہی ہے کہ ٹیپ ریکارڈر پر تلاوت سننے سے سجدۂ تلاوت لازمی نہیں آتا، پاکستان کے مفتیٔ اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ "آلاتِ جدیدہ" میں تحریر فرماتے ہیں:

"ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ جو آیتِ سجدہ سنی جائے اس کا وہی حکم ہے جو گراموفون کے ریکارڈ کا ہے کہ اس کے سننے سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا، کیونکہ سجدۂ تلاوت کے وجوب کے لئے تلاوتِ صحیحہ شرط ہے، اور آلہ بے جان بے شعور سے تلاوت متصوّر نہیں۔" (ص:۲۰۷)

۲:... جناب کا یہ شبہ صحیح نہیں کہ: "اگر یہ تلاوت نہیں تو ریڈیو اور ٹیلیویژن سے تلاوت کا جواز ختم ہوجائے گا۔" ریڈیو پر جو تلاوت نشر ہوتی ہے، وہ عموماً پہلے ریکارڈ کرلی جاتی ہے، بعد میں نشر کی جاتی ہے، اس لئے اس کا حکم وہی ہے جو ٹیپ ریکارڈ کی آواز کا ہے کہ وہ تلاوتِ صحیحہ نہیں، مگر ریکارڈ کرانا جائز ہے۔ حضرت مفتی صاحبؒ "آلاتِ جدیدہ" میں لکھتے ہیں: "اس مشین پر تلاوتِ قرآنِ پاک اور دُوسرے مضامین کا پڑھنا اور اس میں محفوظ کرانا جائز ہے۔" (حوالہ بالا) پس اس کے تلاوتِ صحیحہ نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ریڈیو اور ٹیلیویژن پر تلاوت کرنا ہی ناجائز ہوجائے۔ البتہ کسی اور سبب سے ممانعت ہو تو دُوسری بات ہے، مثلاً: ٹیلیویژن پر تصویر بھی آتی ہے، اور یہ شرعاً حرام ہے، اور جو چیز حرام اور ملعون ہو اس کو قرآن مجید کے لئے استعمال کرنا بھی حرام ہے، اور ریڈیو کا استعمال اکثر گانے بجانے کے لئے ہوتا ہے، اس لئے بعض اہلِ علم نے اس پر تلاوت کو بے ادبی قرار دیا ہے، اور اس کی مثال ایسی ہے کہ جو برتن نجاست کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، اس میں کھانا کھاتے ہوئے ایک سلیم الفطرت شخص کو گھن آئے گی، چنانچہ حضرت مفتی صاحبؒ لکھتے ہیں:

"اگرچہ ریڈیو کے استعمال کرنے والوں کی بدمذاقی نے زیادہ تر گانے بجانے اور بدمذاقی میں لگا رکھا ہے، اسی وجہ سے بعض علماء نے اس پر تلاوتِ قرآن کو دُرست نہیں سمجھا، لیکن دُوسرے مفید مضامین کی بھی اس میں خاصی اہمیت پائی جاتی ہے، اس لئے یہ صحیح ہے کہ اس کو آلاتِ لہو و طرب کے حکم میں داخل نہیں کیا جاسکتا، اور ریڈیو کی جس مجلس میں تلاوت ہوتی ہے، وہ مجلس بھی لہو و لعب اور لغو باتوں سے الگ ہوتی ہے۔" (ص:۱۶۲)

۳:... جناب کا یہ شبہ بھی سمجھ میں نہیں آیا کہ اگر ٹیپ ریکارڈر کی تلاوت، تلاوتِ صحیحہ نہیں، نہ اس سے تلاوت سننے کا ثواب ہے، تو گانے سننے کا گناہ بھی نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ تلاوت کے خاص شرعی اَحکام ہیں، جو تلاوتِ صحیحہ پر مرتب ہوتے ہیں، ٹیپ ریکارڈ کی آواز تلاوتِ صحیحہ نہیں، محض تلاوت کی آواز ہے، چنانچہ اگر اَذان ٹیپ کرلی جائے تو مؤذِّن کی جگہ پانچوں وقت ٹیپ ریکارڈ بجادینے

سے گوا ذان کی آواز تو آئے گی، لیکن اس کو اَذان نہیں کہا جائے گا، نہ اس سے اَذان کی سنت ادا ہوگی، اسی طرح ٹیپ کی ہوئی تلاوت بھی تلاوت کے قائم مقام نہیں۔ لیکن شریعت نے گانے کی آواز سننے کو مطلقاً حرام قرار دیا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ:

''دو آوازیں ایسی ہیں کہ دُنیا و آخرت میں ملعون ہیں، ایک خوشی کے موقع پر باجے تاشے کی آواز، دُوسری مصیبت کے موقع پر نوحے کی آواز۔''[1]

اس لئے گانے کی آواز خواہ کسی ذریعے سے بھی سنی جائے اس کا سننا حرام ہے، لہٰذا تلاوت پر گانے کی آواز کو قیاس کرنا صحیح نہیں۔

۴:...اور جناب کا یہ ارشاد ہے کہ: ''قرآن مجید کی آیتِ سجدہ خواہ کسی بھی ذریعے سے کسی مسلمان کے کانوں تک پہنچے یا وہ خود تلاوت کرے، اس پر سجدۂ تلاوت واجب ہو جائے گا۔'' تلاوتِ صحیحہ کی حد تک تو صحیح ہے، مطلقاً صحیح نہیں، مثلاً: کسی سوئے ہوئے شخص نے آیتِ سجدہ تلاوت کی، نہ اس پر سجدہ واجب ہے، نہ اس کے سننے والے پر، کیونکہ سونے والے کی تلاوت، تلاوتِ صحیحہ نہیں۔ اسی طرح اگر کسی پرندے کو آیتِ سجدہ رٹا دی گئی تو اس کے پڑھنے سے بھی سننے والوں پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں، چونکہ پرندے کا پڑھنا تلاوتِ صحیحہ نہیں۔ اسی طرح اگر کسی نے آیتِ سجدہ تلاوت کی، کسی شخص نے خود اس کی تلاوت تو نہیں سنی، مگر اس کی آواز پہاڑ یا دیوار یا گنبد سے ٹکرا کر اس کے کان میں پڑی تو اس صدائے بازگشت کے سننے سے بھی سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوگا۔ الغرض اُصول یہ ہے کہ تلاوتِ صحیحہ کے سننے سے سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے، ٹیپ ریکارڈ کی آواز تلاوتِ صحیحہ نہیں، اس لئے اس کے سننے سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا ہے۔[2]

۵:...آپ نے جو لاؤڈ اسپیکر کا حوالہ دیا ہے، وہ بھی یہاں بے محل ہے، کیونکہ لاؤڈ اسپیکر آواز کو دُور تک پہنچاتا ہے، اور مقتدیوں تک جو آواز پہنچتی ہے وہ بعینہٖ اِمام کی تلاوت و تکبیر کی آواز ہوتی ہے، ٹیپ ریکارڈر اس آواز کو محفوظ کرلیتا ہے، اب جو ٹیپ ریکارڈ بجایا جائے گا وہ اس تلاوت کا عکس ہوگا جو اس پر کی گئی، وہ بذاتِ خود تلاوت نہیں، اس لئے ایک کو دُوسرے پر قیاس کرنا صحیح نہیں۔

جو باتیں اس ناکارہ نے گزارش کی ہیں، اگر اہلِ علم اور اہلِ فتویٰ ان کو غلط قرار دیں تو اس ناکارہ کو ان سے رُجوع کرلینے میں کوئی عار نہیں ہوگی، اور اگر حضراتِ اہلِ علم اور اہلِ فتویٰ ان کو صحیح فرماتے ہیں تو میرا مؤدبانہ مشورہ ہے کہ ہم عامیوں کو ان کی بات مان لینی چاہئے، فقہ کے بہت سے مسائل ایسے باریک ہیں کہ ان کی وجہ ہر شخص کو آسانی سے سمجھ میں نہیں آسکتی، واللہ الموفق!

---

(۱) عن أنس بن مالک رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: صوتان ملعونان فی الدنیا والآخرة: مزمار عند نعمة ورنة عند مصیبة۔ رواه البزار ورواته ثقات۔ (الترغیب والترهیب ج:۴ ص:۳۵۰، جامع الصغیر ص:۳۱۱ طبع دار الکتب العلمیة بیروت)۔

(۲) فینظر إلی أهلیة التالی وأهلیته بالتمییز وقد وجد فوجد سماع تلاوة صحیحة فتجب السجدة بخلاف السماع من الببغاء والصدیٰ فإن ذالک لیس بتلاوة وکذا إذا سمع من المجنون لأن ذالک لیس بتلاوة صحیحة لعدم أهلیته لإنعدام التمییز۔ (البدائع الصنائع ج:۱ ص:۱۸۲، کتاب الصلاة، واما بیان من تجب علیه السجدة، طبع سعید)۔

پی آئی اے کو فلائٹ میں بجائے موسیقی کے تلاوت سنانی چاہئے

سوال:... میں نے طویل عرصہ قبل ایک تجویز پی آئی اے کو پیش کی تھی کہ اندرونِ ملک ہر پرواز کے شروع میں کچھ منٹ (کم سے کم) پندرہ منٹ اور پرواز کے آخری وقت میں کچھ منٹ (کم سے کم) پندرہ منٹ کے لئے قرآنِ کریم کی تلاوت کے ٹیپ مسافروں کو سنائے جائیں، کیونکہ اب تک ان وقتوں میں موسیقی کی فرسودہ دُھنیں سنائی جاتی رہی ہیں۔ جبکہ ان وقتوں میں اگر مسافروں کو قرآن پاک کی تلاوت کے ٹیپ سنائے جائیں تو ان سے ایمان کو تقویت حاصل ہوگی اور سفر بخیر و خوبی گزر جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کا فضل شاملِ سفر رہے گا۔ یہ تھی میری تجویز جو کہ ایک اسلامی مملکت کی فضائی سروس سے متعلق ادارے کو پیش کی گئی تھی جو کہ اسلامی شعائر کی ترویج کے سلسلے میں ایک اچھی کوشش ثابت ہوسکتی ہے، لیکن اس کا جواب پی آئی اے نے جو دیا ہے اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس ادارے میں کس قسم کے ذہن مسلط ہیں جو یہ تو چاہتے ہیں کہ موسیقی کی دُھنیں بجتی رہیں، لیکن یہ نہیں چاہتے کہ خدا کا کلام مسافروں کو سنایا جائے، بلکہ یہ عذر پیش کیا جارہا ہے کہ اس سے بے حرمتی کا اندیشہ ہے، کیونکہ مسافروں میں سارے مسلمان تو سفر نہیں کرتے، چند غیرمذہب لوگوں کے سفر کرنے کی بنا پر باقی تمام مسلمانوں کو اس نیک عمل سے محروم رکھنا تو سمجھ میں نہیں آتا ہے، اگر یہی طریقہ ہے اسلامی نظام اور اسلامی سوچ رائج کرنے کا تو اس پورے پاکستان میں بھی غیرمذہب کے لوگ رہتے ہیں، چنانچہ ان کی بنا پر اسلامی نظام بھی رائج نہ کیا جائے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس سے بے حرمتی کا اندیشہ ہو، یہ کمزور دلیل سمجھ میں نہیں آئی۔ براہِ کرم آپ میری تجویز کا مطالعہ کریں اور اگر میں دُرست ہوں تو اس کو رائج کروانے کے لئے آپ بھی کوشش کریں کہ آپ کی تحریر میری تحریر سے بہت مضبوط ہے، اس کارِ نیک میں ضرور حصہ لیں، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے، آمین!

جواب:... آپ کی تجویز بہت اچھی ہے، بے حرمتی کا عذر تو بالکل ہی لغو اور مہمل ہے، البتہ یہ عذر ہوسکتا ہے کہ شاید غیرمسلم اس کو پسند نہ کریں، مگر یہ عذر بھی کچا ہے۔ قرآنِ کریم کی حلاوت و شیرینی کا یہ عالم ہے کہ اگر کوئی صحیح انداز میں پڑھنے والا ہو تو غیرمسلم برادری بھی اسے نہ صرف پسند کرتی ہے بلکہ اس سے لطف اندوز ہوتی ہے۔ پی آئی اے کے اعلیٰ حکام کو اس پر ضرور توجہ دینی چاہئے۔ اور موسیقی شرعاً ناجائز اور گناہ ہے،[1] اس کا سلسلہ بند کردینا چاہئے۔

قرآن کی تعلیم پر اُجرت

سوال:... میں جمعیت تعلیم القرآن کی طرف سے لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیتی ہوں، لوگوں کو تعلیم مفت دی جاتی ہے اور قاعدے بھی مفت تقسیم کئے جاتے ہیں، لیکن مجھے تنخواہ جمعیت کی طرف سے ملتی ہے، جبکہ میں قرآن پڑھانے کا پیسہ لینا حرام سمجھتی ہوں۔ میرا کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے، مجھے لوگوں نے کہا کہ تم بچوں کو قرآن کی تعلیم دو، ہر بچے سے دس دس روپے لو، تمہارا گزارا ہوجائے گا۔ لیکن میرا ضمیر کہتا ہے کہ میں بھوکی رہوں گی لیکن کبھی پیسے لے کر قرآن نہیں پڑھاؤں گی۔ اب جبکہ میں ایک اسلامی

(۱) وفی البزازیة استماع صوت الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق والتلذذ بها کفر. (درمختار مع الشامی ج:۶ ص:۳۴۹، کتاب الحظر والإباحة، وأیضًا فی الهندیة ج:۵ ص:۳۵۱، کتاب الکراهیة، الباب السابع عشر ...الخ).

ادارے کی طرف سے لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیتی ہوں، تو میرا اس طرح قرآن کی تعلیم پر تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ میرا دِل مطمئن نہیں ہے اس تنخواہ سے، میں اللہ سے دُعا کرتی ہوں کہ اللہ پاک تو اپنی رحمت سے مجھے کہیں اور سروس دِلا دے، تو جتنے عرصے میں نے تنخواہ لے کر قرآن کی تعلیم دی ہے، اتنے عرصے بغیر تنخواہ کے تعلیم دوں گی۔ آپ مجھے یہ بتائیے کہ قرآن کی تعلیم کے پیسے لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:...قرآن مجید کی تعلیم پر تنخواہ لینا جائز ہے، اس لئے آپ کو جو جمعیت تعلیم القرآن کی طرف سے تنخواہ ملتی ہے، اس کو وظیفہ سمجھ کر قبول کرلیا کریں اور قرآن مجید رضائے الٰہی کے لئے پڑھائیں۔ [1]

مرد اُستاذ کا عورتوں کو قرآن مجید پڑھانے کی عملی تربیت دینا

سوال:...خواتین اساتذہ کو ناظرہ قرآن مجید کے پڑھانے کی عملی تربیت مرد اساتذہ سے دِلوائی جاسکتی ہے یا نہیں، جبکہ اُستاذ اور شاگرد کے درمیان کسی قسم کا پردہ بھی حائل نہ ہو؟ نیز یہ کہ کیا اس سلسلے میں یہ عذر معقول ہے کہ خواتین کی تربیت کے لئے خواتین اساتذہ موجود نہیں ہیں، لہٰذا مرد اساتذہ سے تعلیم دِلوائی جارہی ہے۔

جواب:...اگر ناظرہ تعلیم دینا اس قدر ضروری ہے، تو کیا پردہ کا خیال رکھنا اس سے زیادہ ضروری نہیں؟ ایک ضروری کام کو انجام دینے کے لئے شریعت کے اتنے اہم اُصول کی خلاف ورزی سمجھ میں نہیں آتی۔ [2] اگر ناظرہ تعلیم اس قدر اہم ہے اور یقیناً ہے، تو پردہ اور دیگر اسلامی اور اخلاقی اُمور کا خیال رکھتے ہوئے کسی دیندار، متقی اور بڑی عمر کے بزرگ سے چند عورتوں کو ناظرہ تعلیم کی تربیت اس طرح دے دی جائے کہ آگے چل کر وہ خواتین دُوسری عورتوں کو اس تعلیم کی تربیت دے سکیں۔

نامحرَم حافظ سے قرآنِ کریم کس طرح پڑھے؟

سوال:...مولانا صاحب! قاری صاحب سے جو کہ نامحرَم ہوتا ہے، اگر کوئی لڑکی ان سے قرآنِ پاک حفظ کرنا چاہے، تو آپ قرآن وسنت کی روشنی میں یہ بتائیں کہ گناہ تو نہیں ہوگا؟ کیونکہ میری کزن قاری صاحب سے قرآن شریف حفظ کر رہی ہے۔

جواب:...نامحرَم حافظ سے قرآنِ کریم یاد کرنا، پردہ کے ساتھ ہو تو گنجائش ہے، بشرطیکہ کسی فتنے کا اندیشہ نہ ہو، مثلاً: دونوں کے درمیان تنہائی نہ ہو، اگر فتنے کا احتمال ہو تو جائز نہیں۔ [3]

---

(۱) قوله ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن قال في الهداية وبعض مشائخنا رحمهم الله تعالىٰ استحسنوا الإستئجار على تعليم القرآن اليوم لظهور التواني في الأمور الدينية ففي الإمتناع تضييع حفظ القرآن وعليه الفتوىٰ. (شامي ج:۶ ص:۵۵).

(۲) وفي الدر المختار: وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين رجال لا لأنه عورة بل لخوف الفتنة. وفي الرد: والمعنى تمنع من الكشف لخوف أن يرى الرجال وجهها فتقع الفتنة لأنه مع الكشف قد يقع النظر إليها بشهوة. (الدر المختار مع ردالمحتار ج:۱ ص:۴۰۶، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مطلب في ستر العورة).

(۳) دیکھئے: كفاية المفتي ج:۲ ص:۵۱، كتاب العلم، تیسرا باب تعلیم زنان۔

قریب البلوغ لڑکی کو بغیر پردے کے پڑھانا دُرست نہیں

سوال:... مرابقہ لڑکی کو قرآن مجید پڑھانا کیسا ہے؟ آج کل جو حفاظِ کرام یا مولوی صاحبان مسجد میں بیٹھ کر مرابقہ لڑکیوں کو پڑھاتے ہیں، ان کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب:... قریب البلوغ لڑکی کا حکم جوان ہی کا ہے، بغیر پردے کے پڑھانا موجبِ فتنہ ہے۔

بُری جگہ پر قرآن خوانی کا ہر شریک گناہگار اور معاوضہ والی قرآن خوانی کا ثواب نہیں

سوال:... ایک سوال کے جواب میں آپ نے صرف گناہ کے کام کے لئے قرآن خوانی کرانے والوں کے بارے میں لکھا تھا، میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ ایسے مولوی یا دُوسرے لوگ جو ایسی جگہوں پر قرآن خوانی کے لئے جاتے ہیں، وہ کس گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں؟ نیز یہ کہ مدرسہ وغیرہ میں پڑھانے والے مولوی پیسے لے کر بچوں کو قرآن خوانی میں لے جائیں تو کیا یہ جائز ہے؟ اور اس کا ثواب مرحوم کو پہنچتا ہے کہ نہیں؟

جواب:... پہلے مسئلہ کا جواب تو یہ ہے کہ قرآن خوانی کرانے والے اور کرنے والے دونوں کا ایک ہی حکم ہے اور دونوں گناہگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں۔ اور ایصالِ ثواب کے لئے معاوضہ لے کر قرآن خوانی کرنا صحیح نہیں، اور ایسی قرآن خوانی کا نہ پڑھنے والے کو ثواب ہوتا ہے، نہ میت کو پہنچتا ہے۔[1]

ناجائز کاروبار کے لئے آیاتِ قرآنی آویزاں کرنا ناجائز ہے

سوال:... وِڈیو گیمز کی ایک دُکان میں تیز میوزک کی آواز، نیم عریاں تصویریں دیواروں پر لگی ہوئیں، جدید دور کے ترجمان لڑکے لڑکیاں گیمز کھیلنے میں مصروف اور کھلے ہوئے قرآن کا فریم لگا ہوا، دُکان کے مالک لڑکے سے کہا کہ یہ قرآن کی بے حرمتی ہے کہ ان تمام چیزوں کے ہوتے ہوئے تم نے اس کا فریم بھی لگایا ہوا ہے؟ کہنے لگا کہ یہ ان تمام چیزوں سے اُوپر ہے۔ پوچھا: کیوں لگایا؟ بولا: برکت کے لئے! اس سے پہلے کہ میں کوئی قدم اُٹھاؤں آپ سے عرض ہے کہ کیا ایسے مقامات پر قرآن یا اس کی آیات کا لگانا جائز ہے؟ اگر یہ بے حرمتی ہے تو مسلمان کی حیثیت سے ہماری کیا ذمہ داری ہوگی؟ کیونکہ یہ چیزیں اب اکثر جگہوں پر دیکھی جاتی ہیں۔

جواب:... ناجائز کاروبار میں "برکت" کے لئے قرآن مجید کی آیات لگانا، بلاشبہ قرآنِ کریم کی بے حرمتی ہے۔ مسلمان کی حیثیت سے تو ہمارا فرض ہے کہ ایسے گندے اور حیا سوز کاروبار ہی کو نہ رہنے دیا جائے، جس گلی، جس محلے میں ایسی دُکان ہو لوگ اس کو برداشت نہ کریں۔ قرآنِ کریم کی اس بے حرمتی کو برداشت کرنا، پورے معاشرے کے لئے اللہ تعالیٰ کے قہر کو دعوت دینا ہے۔

---

(۱) فمن جملة كلامه قال تاج الشريعة في شرح الهداية إن القرآن بالأجرة لَا يستحق الثواب لَا للميت ولَا للقارئ وقال العيني في شرح الهداية ويمنع القارئ للدنيا والآخذ والمعطي آثمان فالحاصل أن ما شاع في زماننا من قراءة الأجزاء بالأجرة لَا يجوز لأن فيه الأمر بالقراءة وإعطاء الثواب .... فإذا لم يكن للقارئ الثواب .... فأين يصل الثواب إلى المستأجر. (شامي ج:۶ ص:۵۶، باب الإجارة الفاسدة).

سینما میں قرآن خوانی اور سیرتِ پاک کا جلسہ کرنا خدا اور اس کے رسول سے مذاق ہے

سوال:... کیا سینما گھروں میں قرآن شریف رکھا جاسکتا ہے؟ اور کیا وہاں پر سیرتِ پاک کا کوئی جلسہ منعقد ہوسکتا ہے؟ اور کیا وہاں پر قرآن خوانی ہوسکتی ہے؟

جواب:... سینماؤں میں قرآن خوانی اور سیرت کے جلسے کرنا خدا اور اس کے رسول... صلی اللہ علیہ وسلم... کا مذاق اُڑانے کے مترادف ہے۔[1]

میوزک اور تلاوتِ قرآن پاک

سوال:... مسئلہ دریافت طلب یہ ہے کہ ہماری برادری کی ایک انتظامیہ کمیٹی ہے، جو کہ ہر سال طلبہ و طالبات کو اِنعامات تقسیم کرتی ہے، اور یہ تقسیمِ اِنعامات کا پروگرام تلاوت، حمد و نعت، میوزک، قومی نغمے اور تقاریر وغیرہ پر مبنی ہوتا ہے۔ کیا یہ پروگرام قرآن پاک کی تلاوت سے شروع کرنا جائز ہے؟ اور اگر جائز نہیں تو اس ناجائز اَمر کا گناہ صرف انتظامیہ کمیٹی کو ہوگا یا پروگرام میں شرکت کرنے والے تمام اس گناہ میں شریک ہوں گے؟ برائے مہربانی قرآن و حدیث کی روشنی میں مسئلے کا حل فرمائیں۔

جواب:... یہ بھی آج کل کا جدید فیشن بن گیا ہے کہ ہر طرح کی خرافات و لغویات سے قبل قرآنِ کریم کی تلاوت کی جاتی ہے۔ درحقیقت یہ کلامِ اِلٰہی کی توہین اور مقدس کتاب کا اِستہزا ہے، جو ایک مسلمان کی شان سے بہت بعید ہے۔[2] چنانچہ مسلمانوں کو اپنی تقریبات اور دیگر پروگرام شرعی حدود میں رہ کر کرنے چاہئیں۔ غیرشرعی تقریبات سے قبل تلاوتِ قرآن موجبِ توہین ہے، اور ایسا کرنے والے گناہگار ہیں۔ غیرشرعی تقریبات میں شریک حضرات بھی باوجود جاننے کے اس گناہ میں پورے شامل ہیں۔

گناہ کا کام تلاوتِ قرآن سے شروع کرنا

سوال: جیسے جیسے معاشرے کی قدریں بدل رہی ہیں، ویسے ویسے عجیب و غریب باتیں نظر آتی ہیں، جن پر بعض اوقات غصہ بھی آتا ہے اور افسوس بھی ہوتا ہے۔ مثلاً: آج کل دیکھنے میں آتا ہے کہ جب صبح صبح ریڈیو کیسٹ کی دُکانیں کھلتی ہیں تو سب سے پہلے دُکان دار حضرات کسی خوش الحان قاری کی تلاوت کی کیسٹ لگادیتے ہیں، پھر اس کے بعد نعتوں کا نمبر آتا ہے، اور پھر قوالیوں کا اور پھر... جی ہاں پھر وہ کچھ بجتا ہے کہ جسے کوئی بھی غیرمند شخص اپنی ماں بہنوں کے درمیان نہیں سن سکتا۔ جب دُکان دار حضرات سے پوچھا جاتا ہے کہ تلاوت وغیرہ کیوں لگاتے ہو تو وہ حیرت سے پہلے تو دیکھتے ہیں، پھر بڑے یقین سے فرماتے ہیں کہ اس سے کاروبار میں برکت ہوتی ہے۔ کیا واقعی ایسا ہوتا ہے؟ میرا تو خیال ہے کہ ایک ایسے کاروبار میں جو سراسر اللہ کی مرضی کے خلاف ہے، اس انداز سے برکت کی توقع کرنا سراسر جاہلیت ہے، آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب:... کسی گناہ کے کام کو قرآنِ کریم کی تلاوت سے شروع کرنا گستاخی ہے۔[3] اور گناہ کے کام میں برکت کا تصوّر بھی عجیب و غریب ہے...!

(۱ تا ۳) ومن حرمة القرآن ان لا یقرأ فی الأسواق، وفی موضع اللغو، کذا فی القنیة۔ (فتاویٰ عالمگیری ج:۵ ص:۳۱۶)۔

دفتری اوقات میں قرآن مجید کی تلاوت اور نوافل کا ادا کرنا

سوال:... سرکاری ملازمت میں دفتری اوقاتِ کار میں قرآن شریف کا پڑھنا پڑھانا یا نفل نمازیں پڑھنا کس حد تک جائز ہے؟

جواب:... اگر دفتر کے کام میں حرج ہوتا ہو تو جائز نہیں،[1] اور اگر کام نمٹا کر فارغ بیٹھا ہو تو جائز بلکہ مستحسن ہے۔

قرآن یاد کرکے بھول جانا بڑا گناہ ہے

سوال:... اگر کوئی شخص اپنے بچپن میں قرآن شریف پڑھ لے اور پھر چند ناگزیر وجوہات کی بنا پر پابندی سے نہ پڑھنے کی صورت میں قرآن شریف بھول جائے تو اس کے لئے لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر کوئی قرآن شریف پڑھ کر بھول جاتا ہے اور اسے دوبارہ یاد نہ کرے تو وہ حشر کے دن نابینا ہوکر اُٹھے گا اور یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ اگر یہ بالکل صحیح ہے تو اس گناہ کا کفارہ کیسے ادا کیا جائے؟ اور اس کا شرعی حل کیا ہے؟ ذرا جواب وضاحت سے تحریر کریں۔

جواب:... قرآن مجید یاد کرکے بھول جانا بڑا سخت گناہ ہے، اور احادیث میں اس کا سخت وبال آیا ہے۔ اس کا تدارک یہی ہے کہ ہمت کرکے دوبارہ یاد کرے اور ہمیشہ پڑھتا رہے، اور جب بھول جانے کے بعد دوبارہ پڑھ لیا اور پھر ہمیشہ پڑھتا رہا، مرتے دَم تک نہ بھولا تو قرآن مجید بھولنے کا وبال نہیں ہوگا۔[2]

قرآن مجید حفظ کروانا چاہئے

سوال:... میری سات سال کی بیٹی ہے جو ''اِقرأ روضۃ الاطفال'' میں حفظ کر رہی ہے، اور میں خود بھی اس اِدارے سے وابستہ ہوں۔ بیٹی کے ماشاء اللہ نو پارے ہوچکے ہیں اور دسواں کر رہی ہے، کچھ جگہوں پر میں نے سنا ہے کہ لڑکی کا حفظ کرانا بہتر نہیں، کیونکہ شادی کے بعد وہ اس قدر مصروف ہوجاتی ہے کہ دُہرائی کا وقت نہیں ملتا، اس طرح قرآن بھول جانے کا اندیشہ رہتا ہے، یہ بات کہاں تک دُرست ہے؟ دُوسرے آج کل اس بیٹی کا دِل کچھ اُچاٹ سا ہو رہا ہے، آپ کوئی چیز بتادیں کہ دِل حفظ کی روشنی سے منوّر ہوجائے۔

جواب:... بیٹی کا حفظ کروانا بہت بڑی نعمت ہے، لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ حفظ کرنے کے بعد اس کو یاد رکھنے کا اِہتمام بھی کرے، ورنہ اس کا وبال بھی بہت سخت ہے۔[3]

---

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: معارف القرآن ج:۸ ص:۶۹۴ لمفتی محمد شفیع رحمہ اللہ، طبع ادارۃ المعارف کراچی۔

(۲) إذا حفظ الإنسان القرآن ثم نسيه فإنه يأثم وتفسير النسيان أن لا يمكنه القراءة من المصحف ...إلخ۔ (هندية ج:۵ ص:۳۱۷، كتاب الكراهية، الباب الثالث في الرجل رأى رجلًا يقتل أباه وما يتصل به)۔

(۳) ومن تعلم القرآن ثم نسيه يأثم لقوله عليه السلام عرضت عليّ اجور أمّتي حتى القذاة يخرجها الرجل من المسجد وعرضت عليّ ذنوب أمّتي فلم أر ذنبا أعظم من سورة من القرآن أو آية أوتيها رجل ثم نسيها۔ رواه ابوداؤد۔ (حلبي كبير ص:۴۹۷، أيضًا: مشكوة المصابيح، كتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة، الفصل الثاني، طبع قديمي كتب خانه كراچي)۔

یاد کرکے باوجود کوشش کے بھول جائے تو گناہ نہیں

سوال:... میں نے تقریباً سات سال پہلے دو سپارے یاد کئے تھے، لیکن اب بھول گیا ہوں، اب تبلیغ میں وقت لگانے کے بعد پتا چلا ہے کہ قرآن پاک یاد کرکے بھول جانا سخت گناہ ہے، اب میں کوشش کرتا ہوں، لیکن یاد نہیں کرسکتا، کند ذہن ہوں، اور یہ بھی چاہتا ہوں کہ سورۂ یٰسین، تبارک الذی بھی یاد کرلوں۔

جواب:... اگر دِماغ کمزور ہے، تو تم معذور ہو،[1] اِن شاء اللہ اس کا گناہ نہیں، لیکن ہمت کرکے یاد کرتے رہو۔

حرم میں قرآنِ کریم کی تلاوت، باوجود پیٹھ ہونے کے کرنا

سوال:... حرم شریف/مسجدِ نبوی میں چاروں طرف لوگ قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں، پیٹھ بھی ہوتی ہے؟

جواب:... مجبوری ہے، اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں۔

قرآن مجید ہاتھ سے گر جائے تو کیا کرے؟

سوال:... اگر قرآنِ پاک ہاتھ سے گر جائے تو اس کے برابر گندم خیرات کردینا چاہئے، اگر کوئی دینی کتاب مثلاً: حدیث، فقہ وغیرہ ہاتھ سے گر جائے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب:... قرآنِ کریم ہاتھ سے گر جانے پر اس کے برابر گندم خیرات کرنے کا مسئلہ جو عوام میں مشہور ہے، یہ کسی کتاب میں نہیں۔ اس کوتاہی پر توبہ و اِستغفار کرنا چاہئے اور صدقہ خیرات کرنے کا بھی مضائقہ نہیں۔

قبر میں قرآن رکھنا بے ادبی ہے

سوال:... کیا میّت کے ساتھ قبر میں قرآن مجید یا قرآن مجید کا بعض حصہ یا کوئی دُعا یا کلمہ طیبہ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن و حدیث، فقہِ حنفی اور سلف صالحین کے تعامل کی روشنی میں تفصیل سے وضاحت فرمائیں، مہربانی ہوگی۔

جواب:... قبر میں مردے کے ساتھ قرآن مجید یا اس کا کچھ حصہ دفن کرنا ناجائز ہے، کیونکہ مردہ قبر میں پھول پھٹ جاتا ہے، قرآن مجید ایسی جگہ رکھنا بے ادبی ہے۔ یہی حکم مقدس کلمات کا ہے، سلف صالحین کے یہاں اس کا تعامل نہیں تھا۔[2]

تلاوت کی کثرت مبارک ہے اور سورتوں کے مؤکل ہونے کا عقیدہ غلط ہے

سوال:... میں قرآن پاک کی تلاوت کے ساتھ ساتھ صبح و شام چند سورتوں یٰسین، رحمٰن، مزمل، النساء، فجر اور اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارکہ کی تلاوت کرتی ہوں۔ شام میں سورۂ یٰسین، سجدہ اور ملک، مغرب میں واقعہ، مزمل کی۔ میری والدہ مجھے اکثر ٹوکتی ہیں کہ

---

(۱) لَا يُكَلِّفُ اللهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا. (البقرة: ۲۸۶).

(۲) وقد أفتى ابن الصلاح بأنه لا يجوز أن يكتب على الكفن يٰسين والكهف ونحوهما خوفا من صديد الميت ...إلخ. (شامي ج:۲ ص:۲۴۶، مطلب فيما يكتب على كفن الميت، قبيل باب الشهيد).

اتنی عمر میں اتنا زیادہ نہیں پڑھتے، کیونکہ میری بڑی بہن نے میری والدہ کے ذہن میں یہ بات ڈال دی ہے کہ جب کنواری لڑکیاں اتنی عبادت کرنے لگتی ہیں تو پھر ان کی شادی اتنی جلدی نہیں ہوتی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اس وقت تو اس کا دھیان میری طرف ہے، شادی کے بعد اس کا دھیان بٹ جائے گا۔ دُوسرے ایک صاحب نے یہ کہا کہ ہر سورۃ کا ایک مؤکل ہوتا ہے، اور یٰسین کا مؤکل شیر کی شکل کا ہوتا ہے، یہ مؤکل پڑھنے والے پر یا اس کے آس پاس رہتے ہیں جس سے دُوسروں پر اس کی ہیبت سوار ہوجاتی ہے، اور اس کے کاموں میں رُکاوٹ پیدا ہوتی ہے، یعنی رشتے والے آنے سے پہلے ہی بھاگ جاتے ہیں۔

اس قسم کی باتوں سے میں نے اپنی تلاوت صرف قرآنِ پاک تک محدود کرلی ہے، لیکن میرا دِل مطمئن نہیں ہے، کیونکہ جو چیزیں ہمارا دین ایمان اور سب کچھ ہیں، وہ کیسے ہمارے کاموں میں رُکاوٹ بن سکتی ہے؟ لیکن یہ سوچ کر میں نے اپنی تلاوت محدود کرلی ہے کہ والدہ کی ناراضگی کے باعث پتا نہیں یہ شرفِ قبولیت بھی حاصل کرتی ہیں یا نہیں؟ مہربانی فرماکر آپ اس مشکل کو حل کردیجئے، جتنا جلدی ممکن ہوسکے، آپ کی مہربانی ہوگی، تاکہ میری والدہ کی غلط فہمی دُور ہوجائے اور وہ مجھے پڑھنے سے منع کرنا چھوڑ دیں، آپ کی تاحیات مشکور رہوں گی۔

جواب:... آپ کی بہن اور والدہ کا خیال صحیح نہیں، البتہ تلاوت و عبادت میں اپنی صحت اور تحمل کا لحاظ ازبس ضروری ہے، اتنا کام نہ کیا جائے جس سے صحت پر اثر پڑے۔ اور باقی جن صاحب نے یہ کہا کہ ہر سورۃ کا ایک مؤکل ہوتا ہے اور سورۂ یٰسین کا مؤکل شیر ہے، یہ بالکل ہی لغو اور غلط بات ہے، اور اس کی جو خاصیت ذکر کی ہے، وہ بالکل من گھڑت ہے۔

گجراتی رسم الخط میں قرآنِ کریم کی طباعت جائز نہیں

سوال:... ہماری برادری میں گجراتی زبان کا رواج عام ہے، یعنی لوگ زیادہ تر گجراتی زبان میں ہی لکھتے ہیں اور پڑھتے ہیں، حتیٰ کہ قرآنی سورتیں مثلاً: سورۂ یٰسین وغیرہ گجراتی زبان میں لکھ لیتے ہیں، اور اس کی تلاوت کرتے ہیں۔ ایک صاحب پورا قرآن شریف گجراتی میں چھپوانا چاہتے ہیں، یعنی اس کی زبان تو عربی ہو، مگر اسکرپٹ یا حروفِ تہجی گجراتی ہوں، تو اس طرح قرآن شریف چھپوانا اور اس کی تلاوت کرنا شرعی نقطۂ نظر سے کیسا ہے؟ کیونکہ کچھ لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ اس طرح تلفظ میں فرق آنے کا امکان ہے۔ لہٰذا آپ سے مؤدّبانہ گزارش ہے کہ اس مسئلے کا واضح جواب قرآن وسنت کی روشنی میں مرحمت فرمائیں، تاکہ اگر یہ جائز ہو تو ہم چھپوائیں۔ بہت سے لوگ عربی نہیں پڑھ سکتے لیکن یہی متن گجراتی حروف میں ہو تو بآسانی تلاوت کرسکتے ہیں، واضح رہے کہ سورۂ یٰسین، سورۂ رحمٰن اور دیگر دُعائیں وغیرہ اسی طرح شائع ہورہی ہیں، یعنی حروف گجراتی اور متن عربی۔

جواب:... قرآنِ کریم کا رسم الخط متعین ہے، اس رسم الخط کو چھوڑ کر کسی دُوسرے رسم الخط میں قرآنِ کریم چھاپنا جائز نہیں، اور یہ عذر کہ لوگ عربی نہیں پڑھ سکتے، فضول ہے، اگر تھوڑی سی محنت کی جائے تو آدمی قرآنِ کریم سیکھ سکتا ہے۔ (۱)

---

(۱) وینبغی لمن أراد کتابة القرآن أن یکتبهٔ بأحسن خط .... کما هو مصحف الإمام عثمان بن عفان رضی الله عنه کذا فی القنیة. (هندیة ج:۵ ص:۳۲۳، الباب الخامس فی آداب المسجد ...الخ). تفصیل کے لئے دیکھئے: جواهر الفقه ج:۱ ص:۷۴۔

مونوگرام میں قرآنی آیات لکھنا جائز نہیں

سوال:... انسٹیٹیوٹ آف کاسٹ اینڈ مینجمنٹ (سولجر بازار)، انسٹیٹیوٹ آف چارٹرڈ اکاؤنٹینٹ آف پاکستان (کلفٹن) اور نہ جانے کئی تعلیمی اداروں کے مونوگرام میں قرآنی آیات اور کسی مونوگرام میں احادیثِ مبارکہ لکھی جاتی ہیں۔ یہ مونوگرام کم وبیش ہر دستاویزات، خطوط وغیرہ پر چسپاں کئے جاتے ہیں یا چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔ جس پر بے وضو ہاتھ لگائے جاتے ہیں، کئی کاغذات کو ردّی سمجھ کر پھینک دیا جاتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ آیا اسلامی تاریخ میں کبھی مونوگرام پر قرآنی آیات لکھی جاتی تھیں؟ کیا اس طرح اس کا استعمال بے ادبی نہیں؟ کیا اس بے ادبی کی ذمہ دار کونسل ممبر انسٹیٹیوٹ وغیرہ نہیں؟ کیا حکومتِ پاکستان نہیں؟ کیا اس بے ادبی کا عذاب ان پر نازل نہ ہوگا؟

جواب:... مونوگرام پر قرآنی آیات لکھنا، جبکہ ان کی بے ادبی کا اندیشہ غالب ہے، صحیح نہیں۔[1] جو ادارہ بھی اس بے ادبی کا مرتکب ہوگا، وبال اسی کے ذمہ ہے۔

قرآن شریف کی خطاطی میں تصویر بنانا حرام ہے

سوال:... ہماری یونیورسٹی یعنی جامعہ کراچی کی مرکزی لائبریری میں کچھ روز پیشتر دیوارگیر خطاطی کے دو نمونے آویزاں کئے گئے ہیں، دونوں نمونے کافی دیدہ زیب ہیں، اور خطاط نے ان پر کافی محنت کی ہے، لیکن ان میں سے ایک نمونے میں سورۃ العادیات کی آیات نمبر ایک تا پانچ کو اس طرح پینٹ کیا گیا ہے کہ ان سے گھوڑوں کی مکمل اَشکال کا اظہار ہوتا ہے، جو سرپٹ دوڑ رہے ہوں۔ فنکار نے غالباً ان آیات کے مفہوم کو تصویری شکل دینے کی کوشش کی ہے۔ آپ سے میرا سوال یہ ہے کہ آیا قرآنی آیات کو حیوانی اَشکال کی صورت میں تحریر کیا جاسکتا ہے؟ آیا یہ ان اَحکام کی رُو سے غلط نہیں جن کے مطابق جاندار اشیاء کی تصاویر بنانے کو حرام قرار دیا گیا ہے؟ اور اگر ایسا ہے تو کیا اس قسم کی تصویر کو یونیورسٹی کی مرکزی لائبریری میں آویزاں کرنا مناسب ہوگا؟ اس سوال کا جواب وضاحت سے دے کر ممنون فرمائیں۔

جواب:... قرآنِ کریم کی آیاتِ شریفہ کی تصویری خطاطی حرام ہے، اور قرآنِ کریم کی بے ادبی بھی ہے، جیسے کسی ناپاک چیز پر آیات لکھنا خلافِ ادب اور ناجائز ہے۔[2] یونیورسٹی کی انتظامیہ کو چاہئے کہ اس کو صاف کردیں۔

قرآنی آیات کی کتابت میں مبہم آرٹ بھرنا صحیح نہیں

سوال:... اکثر و بیشتر ٹیلیویژن، اخباروں اور رسالوں میں قرآن شریف کی آیات کو مصوّری اور فنِ خطاطی کے ساتھ

---

(۱) وقدمنا قبيل باب المياه عن الفتح أنه تكره كتابة القرآن وأسماء الله تعالى على الدراهم والمحاريب والجدران وما يفرش وما ذاك إلّا لِاحترامه وخشية وطئه ونحوه مما فيه إهانة فالمنع هنا بالأولى ... إلخ. (شامي ج:۳ ص:۲۴۶، ۲۴۷).

(۲) وفي الهندية عن الحسن عن أبي حنيفة رحمه الله أنه يكره ان يصغر المصحف وأن يكتب بقلم دقيق ... إلخ. (هندية ج:۵ ص:۳۲۳، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة ... إلخ). نیز حوالہ بالا ملاحظہ ہو۔

مختلف ڈیزائنوں میں تحریر کیا جاتا ہے، جس سے پڑھنے والے اکثر آیاتِ قرآنی کو غلط پڑھنے کے مرتکب ہوجاتے ہیں، اور وہ آیاتِ قرآنی سمجھ میں مشکل سے آتی ہیں۔ اکثر و بیشتر میرے ساتھ یہ ہوا ہے کہ آیات کچھ ہیں اور پڑھی کچھ اور جاتی ہیں، ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

جواب:... آیاتِ کریمہ کو اس انداز سے لکھنا کہ غلط پڑھی جائیں جائز نہیں۔[1]

مسجد کے قرآن مجید گھر لے جانا دُرست نہیں

سوال:... جیسا کہ آپ کو بھی علم ہے کہ مساجد میں قرآنِ حکیم لاتعداد الماریوں میں رکھے ہوتے ہیں، لیکن ان کی تلاوت کم کی جاتی ہے، اگر کوئی آدمی اپنے لئے یا اپنے بچوں کے لئے مسجد سے قرآن مجید لے آتا ہے، اس صورت میں اس کے لئے کیا حکم ہے؟ قرآنِ حکیم مسجد سے لانے کے لئے متولی سے اجازت لینی ہوگی یا نہیں؟ کیا قرآنِ حکیم کا ہدیہ جو بازار میں ملتا ہے، اس کا ہدیہ مسجد میں دینا ہوگا یا نہیں؟

جواب:... مسجد میں رکھے ہوئے قرآن مجید کے نسخے اگر مسجد کی ضرورت سے زیادہ ہوں تو کسی اور مسجد یا مدرسہ میں منتقل کردیئے جائیں، ان کو گھر لے جانا دُرست نہیں ہے۔[2]

مسجد سے قرآن گھر لے جانے کا حکم

سوال:... ہماری مسجد میں ۷۰۰ قرآن ہیں، پڑھنے والے یومیہ صرف ۱۳ آدمی ہوتے ہیں، رمضان میں لوگ نئے قرآن لاکر رکھ دیتے ہیں، الماری میں جگہ نہیں ہوتی، لہٰذا پچھلے سال کے قرآن بوری میں ڈال دیتے ہیں تاکہ سمندر میں ڈال دیا جائے۔ ہر مسجد میں کم و بیش یہی حال ہے۔ قرآن ضرورت سے زائد ہیں جن کو بوری میں ڈالنے کے بجائے اگر لوگوں کے گھروں میں تقسیم کردیئے جائیں تو لوگ منع کرتے ہیں کہ مسجد کا مال آپ گھروں میں کیوں تقسیم کرتے ہیں؟ سوال یہ ہے کہ کیا ہم مسجد سے قرآن اُٹھاکر لوگوں میں تقسیم کرسکتے ہیں تاکہ بوری میں ڈالنے اور ضائع ہوجانے سے بچ جائیں جبکہ یہ قرآن مکمل محفوظ ہوتے ہیں۔

جواب:... جو قرآن مجید مسجد کی ضرورت سے زائد ہیں، باہر چھوٹے دیہات میں بھجوادیئے جائیں جہاں قرآن مجید کی کمی ہوتی ہے۔[3]

---

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۲ ملاحظہ ہو۔

(۲) **وان وقف على المسجد جاز ويقرأ فيه ولا يكون محصورًا على هذا المسجد وبه عرف حكم نقل كتب الأوقاف ... إلخ. (درمختار مع الشامي ج:۴ ص:۳۶۵، كتاب الوقف، مطلب متى ذكر للوقف مصرفا ... إلخ).**

(۳) **وفي الدرر وقف مصحفًا على أهل مسجد للقراءة إن يحصون جاز وان وقف على المسجد جاز ويقرأ فيه ولا يكون محصورًا على هذا المسجد وبه عرف حكم نقل كتب الأوقاف من محالها للإنتفاع بها. (شامي ج:۴ ص:۳۶۵).**

گٹر کے ڈھکن کے نیچے اخبار لگانا

سوال:... کارپوریشن گٹر کے ڈھکن سیمنٹ کے بنواکر لگاتی ہے، جبکہ سیمنٹ کے ڈھکن کے نیچے کی طرف اخبار چپکا ہوتا ہے، اور اس کو اُکھاڑنا بھی ناممکن ہوتا ہے، ان اخباروں میں اکثر اللہ کا نام اور آیات بھی ہوتی ہیں۔ کیا یہ آیات کی بے ادبی نہیں؟ ان گٹر کے ڈھکنوں کے اُوپر جوتے رکھ کر چلنا جائز ہے؟

جواب:... ایسے اخبار جن پر خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھا ہو گٹر کے ڈھکن کے لئے ان کا استعمال جائز نہیں۔[1]

حاجیوں کے چھوڑے ہوئے قرآنِ کریم رکھنا چاہیں تو ان کی قیمت کا صدقہ کردینا چاہئے

سوال:... ان دنوں حاجی حضرات حج کر کے واپس آرہے ہیں، سعودی عرب میں ان حاجیوں کو قرآن شریف کا ایک نادر تحفہ ملتا ہے، جو حاجی صاحبان ساتھ پاکستان لے آتے ہیں، بعض حاجی ان قرآن شریف کو ہوائی جہاز پر ہی بھول جاتے ہیں یا پھر چھوڑ جاتے ہیں۔ کیونکہ میں جہاز پر کام کرتا ہوں اس لئے یہ قرآن شریف مجھے ملا، پی آئی اے سیکورٹی بھی ان کو نہیں لیتی، کیونکہ ان پر نام تو ہوتا ہی نہیں، اس لئے یہ قرآن ان حاجیوں کو واپس کرنا ممکن نہیں، اور پھر قرآن شریف کو جہاز پر چھوڑ دینا بھی مناسب نہیں، کیونکہ بے حرمتی ہوتی ہے۔ لہٰذا ان قرآن شریفوں میں سے ایک قرآن میں اپنے گھر لے آیا ہوں پڑھنے کے لئے۔ اب سوال اس بات کا ہے کہ میرے ساتھ جو میرے ساتھ کام کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ یہ قرآن شریف گھر لے جانا جائز نہیں، بلکہ کسی مسجد میں رکھ دیں، مجھے وہ قرآن شریف جو سعودی عرب کا چھپا ہوا ہے، بہت پسند ہے، اس لئے پڑھنے کی غرض سے میں گھر لے گیا ہوں، اب میرے دِل میں ساتھیوں نے یہ شک ڈال دیا ہے کہ ثواب نہیں ملے گا اور ناجائز بھی ہے۔ آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ بتائیں کہ یہ جائز ہے کہ نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو مجھے کیا کرنا چاہئے؟

جواب:... غالب خیال یہ ہے کہ بعض حاجی صاحبان قرآنِ کریم کے ان نسخوں کو قصداً چھوڑ جاتے ہیں یا تو اس لئے کہ وہ پڑھے ہوئے نہیں ہوتے، یا اس وجہ سے کہ وہ اس رسم الخط سے مانوس نہیں ہوتے۔ اس صورت میں تو ان نسخوں کو جو شخص بھی اُٹھائے اس کے لئے جائز ہے، مگر چونکہ یہ بھی احتمال ہے کہ کوئی بھول گیا ہو، اس صورت میں ان کا مالک کی طرف سے صدقہ کرنا ضروری ہے، اس لئے احتیاط کی بات یہ ہے کہ آپ اس قرآنِ کریم کو رکھنا چاہیں تو اس کی قیمت صدقہ کردیں۔[2]

---

(۱) ویکرہ أن یجعل شیئًا فی کاغذۃ فیھا إسم اللہ تعالٰی کانت الکتابۃ علٰی ظاھرھا أو باطنھا۔ (عالمگیری ج:۵ ص:۳۲۲، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلۃ والمصحف وما کتب فیہ شیء من القرآن ... إلخ)۔

(۲) فإن کانت اللقطۃ شیئًا یعلم إن صاحبھا لَا یطلبھا کالنواۃ وقشر الرمان یکون القاؤہ إباحۃ حتّٰی جاز الْإنتفاع بہ من غیر تعریف ولٰـکنہ یبقٰی علٰی ملک مالکہ لأن التملیک من المجھول لَا یصح وفی البزازیۃ لو وجدھا مالکھا فی یدہ لہ أخذھا۔ (البحر الرائق ج:۵ ص:۱۶۵، طبع دار المعرفۃ بیروت، شامی، کتاب اللقطۃ ج:۴ ص:۲۸۰)۔

روزہ رکھنے کے فضائل

آدابِ رمضان

(ذیل کی تحریر ایک مستقل اور جامع مضمون ہے، جس میں روزے کے ضروری فضائل بھی ہیں اور مسائل بھی، اور روزے کے سلسلے میں بعض کوتاہیوں کی نشاندہی بھی کی گئی ہے، مناسب معلوم ہوا کہ اس کو ''آپ کے مسائل'' میں شامل کردیا جائے)

ماہِ رمضان کی فضیلت:

ارشادِ خداوندی ہے:

''شهر رمضان الذی انزل فیه القراٰن هدًی للناس وبینٰت من الهدٰی والفرقان، فمن شهد منکم الشهر فلیصمه، ومن کان مریضًا او علٰی سفر فعدة من ایامٍ اخر، یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر ولتکملوا العدة ولتکبروا الله علٰی ما هدٰکم ولعلکم تشکرون۔''
(البقرة:۱۸۵)

ترجمہ:... ''ماہِ رمضان ہے جس میں قرآن مجید بھیجا گیا، جس کا وصف یہ ہے کہ لوگوں کے لئے (ذریعہ) ہدایت ہے اور واضح الدلالت ہے، من جملہ ان کتب کے جو (ذریعہ) ہدایت (بھی) ہیں اور (حق وباطل میں) فیصلہ کرنے والی (بھی) ہیں۔ سو جو شخص اس ماہ میں موجود ہو اس کو ضرور اس (ماہ) میں روزہ رکھنا چاہئے، اور جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دُوسرے ایام کا (اتنا ہی) شمار (کرکے ان میں روزہ) رکھنا (اس پر واجب) ہے۔ اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ (اَحکام میں) آسانی کرنا منظور ہے اور تمہارے ساتھ (اَحکام وقوانین مقرّر کرنے میں) دُشواری منظور نہیں، اور تاکہ تم لوگ (ایامِ ادا یا قضا کی) شمار کی تکمیل کرلیا کرو (کہ ثواب میں کمی نہ رہے) لہٰذا تم لوگ اللہ تعالیٰ کی بزرگی (وثنا) بیان کیا کرو اس پر کہ تم کو (ایک ایسا) طریقہ بتلادیا (جس سے تم برکات وثمراتِ رمضان سے محروم نہ رہوگے) اور (عذر سے خاص رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت

اس لئے دے دی) تاکہ تم لوگ (اس نعمتِ آسانی پر اللہ کا) شکر ادا کیا کرو۔'' (ترجمہ: حضرت تھانویؒ)

احادیثِ مبارکہ:

حدیث:... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب رمضان داخل ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں (اور ایک روایت میں ہے کہ: جنت کے دروازے۔ اور ایک اور روایت میں ہے کہ: رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں)، اور جہنم کے دروازے بند ہوجاتے ہیں، اور شیاطین پابندِ سلاسل کردیئے جاتے ہیں'' (بخاری و مسلم)۔[1]

اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم پر رمضان کا مبارک مہینہ آیا ہے، اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کا روزہ فرض کیا ہے، اس میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور دوزخ کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں، اور سرکش شیطان قید کردیئے جاتے ہیں، اس میں اللہ کی (جانب سے) ایک ایسی رات (رکھی گئی) ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جو شخص اس کی خیر سے محروم رہا، وہ محروم ہی رہا'' (احمد، نسائی، مشکوٰۃ)۔[2]

اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جن قید کردیئے جاتے ہیں، اور دوزخ کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں، پس اس کا کوئی دروازہ کھلا نہیں رہتا، اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، پس اس کا کوئی دروازہ بند نہیں رہتا، اور ایک منادی کرنے والا (فرشتہ) اعلان کرتا ہے کہ: اے خیر کے تلاش کرنے والے! آگے آ، اور اے شر کے تلاش کرنے والے! رُک جا۔ اور اللہ کی طرف سے بہت سے لوگوں کو دوزخ سے آزاد کردیا جاتا ہے، اور یہ رمضان کی ہر رات میں ہوتا ہے'' (احمد، ترمذی، ابنِ ماجہ، مشکوٰۃ)۔[3]

حدیث:... حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری دن ہمیں خطبہ دیا، اس میں فرمایا: ''اے لوگو! تم پر ایک بڑی عظمت والا، بڑا بابرکت مہینہ آرہا ہے، اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینے سے بہتر ہے، اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کا روزہ فرض کیا ہے، اور اس کے قیام (تراویح) کو نفل (یعنی سنتِ مؤکدہ) بنایا ہے، جو شخص اس میں کسی بھلائی کے (نفلی) کام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا تقرّب حاصل کرے، وہ ایسا ہے کہ کسی نے غیرِ رمضان میں فرض ادا کیا، اور جس نے اس

---

(۱) عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا دخل رمضان فُتِحَتْ أبواب السماء، وفي رواية: فتحت أبواب الجنّة وغُلِّقَتْ أبواب جهنم وسُلْسِلَت الشياطين، وفي رواية: فتحت أبواب الرحمة. متفق عليه. (مشكوٰة المصابيح، كتاب الصوم، الفصل الأوّل ص:۱۷۳).

(۲) عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أتاكم رمضان شهر مبارك فرض الله عليكم صيامه تفتح فيه أبواب السماء وتغلق فيه أبواب الجحيم وتُغَلّ فيه مَرَدة الشياطين لله فيه ليلة خير من ألف شهر من حُرِم خيرها فقد حُرِم. رواه أحمد والنسائی. (مشكوٰة المصابيح، كتاب الصوم، الفصل الثالث ص:۱۷۳، طبع قديمی كتب خانه).

(۳) عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا كان أوّل ليلة من شهر رمضان صُفِّدَت الشياطين ومردة الجن وغلقت أبواب النار فلم يفتح منها باب وفتحت أبواب الجنة فلم يغلق منها باب وينادی مناد يا باغی الخير أقبِلْ ويا باغی الشر أقصر ولله عتقاء من النار وذلك كل ليلة. رواه الترمذی وابن ماجة. (مشكوٰة المصابيح، كتاب الصوم، الفصل الثانی ص:۱۷۳ طبع قديمی كتب خانه).

میں فرض ادا کیا، وہ ایسا ہے کہ کسی نے غیرِ رمضان میں ستر فرض ادا کئے، یہ صبر کا مہینہ ہے، اور صبر کا ثواب جنت ہے، اور یہ ہمدردی و غمخواری کا مہینہ ہے، اس میں مؤمن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے، اور جس نے اس میں کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرایا تو وہ اس کے لئے اس کے گناہوں کی بخشش اور دوزخ سے اس کی گلوخلاصی کا ذریعہ ہے، اور اس کو بھی روزہ دار کے برابر ثواب ملے گا، مگر روزہ دار کے ثواب میں ذرا بھی کمی نہ ہوگی۔'' ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص کو تو وہ چیز میسر نہیں جس سے روزہ افطار کرائے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی عطا فرمائیں گے جس نے پانی ملے دُودھ کے گھونٹ سے، یا ایک کھجور سے، یا پانی کے گھونٹ سے روزہ افطار کرادیا، اور جس نے روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھلایا پلایا اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض (کوثر) سے پلائیں گے جس کے بعد وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا، یہاں تک کہ جنت میں داخل ہوجائے (اور جنت میں بھوک پیاس کا سوال ہی نہیں)، یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا پہلا حصہ رحمت، درمیان حصہ بخشش اور آخری حصہ دوزخ سے آزادی (کا) ہے۔ اور جس نے اس مہینے میں اپنے غلام (اور نوکر) کا کام ہلکا کیا، اللہ تعالیٰ اس کی بخشش فرمائیں گے، اور اسے دوزخ سے آزاد کردیں گے'' (بیہقی شعب الایمان، مشکوٰۃ)۔[1]

حدیث:... ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''رمضان کی خاطر جنت کو آراستہ کیا جاتا ہے، سال کے سرے سے اگلے سال تک، پس جب رمضان کی پہلی تاریخ ہوتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے (جو) جنت کے پتوں سے (نکل کر) جنت کی حوروں پر (سے گزرتی ہے) تو وہ کہتی ہیں: اے ہمارے رَبّ! اپنے بندوں میں سے ہمارے ایسے شوہر بنا جن سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ہم سے ان کی آنکھیں'' (رواه البيهقي في شعب الإيمان، كما في مشكوة، ورواه الطبراني في الكبير والأوسط كما في المجمع ج:۳ ص:۱۴۲)۔[2]

حدیث:... حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے خود سنا ہے کہ: ''یہ رمضان آچکا ہے، اس میں جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں، دوزخ کے دروازے بند ہوجاتے ہیں، اور شیاطین کو طوق پہنا دیئے جاتے ہیں، ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو رمضان کا مہینہ پائے اور پھر اس کی بخشش نہ ہو۔'' جب اس مہینے میں بخشش نہ ہوئی تو کب

---

(۱) وعن سلمان الفارسي رضي الله عنه قال: خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يا أيها الناس! قد أظلكم شهر عظيم شهر مبارك شهر فيه ليلة خير من ألف شهر جعل الله صيامه فريضة وقيام ليله تطوعا من تقرب فيه بخصلة من الخير كان كمن أدّى فريضة فيما سواه ومن أدّى فريضة فيه كان كمن أدّى سبعين فريضة فيما سواه وهو شهر الصبر والصبر ثوابه الجنة وشهر المواساة وشهر يزاد فيه رزق المؤمن من فطّر فيه صائمًا كان له مغفرة لذنوبه وعتق رقبته من النار وكان له مثل أجره من غير أن ينتقص من أجره شيء. قلنا: يا رسول الله! ليس كلنا نجد ما نفطر به الصائم. فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يعطى الله هذا الثواب من فطر صائما على مَذْقَةِ لبن أو تمرة أو شربة من ماء ومن أشبع صائما سقاه الله من حوضي شربة لا يظمأ حتى يدخل الجنة وهو شهر أوّله رحمة وأوسطه مغفرة وآخره عتق من النار، ومن خفّف عن مملوكه فيه غفر الله له وأعتقه من النار. (مشكوة المصابيح، كتاب الصوم، الفصل الثالث، ص:۱۷۳، ۱۷۴، طبع قديمي كتب خانه).

(۲) وعن ابن عمر أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إن الجنّة تزخرف لرمضان من رأس الحول إلى حول قابل، قال: فإذا كان أوّل يوم من رمضان هبّت ريحٌ تحت العرش من ورق الجنّة على الحور العين فيقلن: يا ربّ! اجعل لنا من عبادك أزواجًا تَقَرُّ بهم أعيننا وتَقَرُّ أعينهم بنا. رواه البيهقي الأحاديث الثلاثة في شعب الإيمان. (مشكوة المصابيح، كتاب الصوم، الفصل الثالث ص:۱۷۴، طبع قديمي كتب خانه).

ہوگی؟ (رواہ الطبرانی فی الأوسط، وفیہ الفضل بن عیسیٰ الرقاشی وھو ضعیف کما فی مجمع الزوائد ج:۳ ص:۱۴۳)۔

روزے کی فضیلت:

حدیث:... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے ایمان کے جذبے سے اور طلبِ ثواب کی نیت سے رمضان کا روزہ رکھا، اس کے گزشتہ گناہوں کی بخشش ہوگئی'' (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ)۔ (۱)

حدیث:... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' (نیک) عمل جو آدمی کرتا ہے تو (اس کے لئے عام قانون یہ ہے کہ) نیکی دس سے لے کر سات سو گنا تک بڑھائی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مگر روزہ اس (قانون) سے مستثنیٰ ہے (کہ اس کا ثواب ان اندازوں سے عطا نہیں کیا جاتا) کیونکہ وہ میرے لئے ہے اور میں خود ہی اس کا (بے حد و حساب) بدلہ دوں گا، (اور روزے کے میرے لئے ہونے کا سبب یہ ہے کہ) وہ اپنی خواہش اور کھانے (پینے) کو محض میری (رضا) کی خاطر چھوڑتا ہے، روزہ دار کے لئے دو فرحتیں ہیں، ایک فرحت اِفطار کے وقت ہوتی ہے، اور دُوسری فرحت اپنے رَبّ سے ملاقات کے وقت ہوگی۔ اور روزہ دار کے منہ کی بو (جو خلوِ معدہ کی وجہ سے آتی ہے) اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک (وعنبر) سے زیادہ خوشبودار ہے... الخ'' (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ)۔ (۲)

حدیث:... عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''روزہ اور قرآن بندے کی شفاعت کرتے ہیں (یعنی قیامت کے دن کریں گے)، روزہ کہتا ہے: اے رَبّ! میں نے اس کو دن بھر کھانے پینے سے اور دیگر خواہشات سے روکے رکھا، لہٰذا اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرمائیے۔ اور قرآن کہتا ہے کہ: میں نے اس کو رات کی نیند سے محروم رکھا (کہ رات کی نماز میں قرآن کی تلاوت کرتا تھا) لہٰذا اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرمائیے، چنانچہ دونوں کی شفاعت قبول کی جاتی ہے'' (بیہقی شعب الایمان، مشکوٰۃ)۔ (۳)

رُؤیتِ ہلال:

حدیث:... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان (کی تاریخوں) کی جس قدر نگہداشت فرماتے تھے، اس قدر دُوسرے مہینوں کی نہیں (کیونکہ شعبان کے اختتام پر رمضان کے آغاز کا مدار ہے)، پھر رمضان کا چاند

---

(۱) وعن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من صام رمضان إیمانًا واحتسابًا غُفِرَ لہ ما تقدّم من ذنبہ۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصوم، الفصل الأوّل ص:۱۷۳، طبع قدیمی کتب خانہ)۔

(۲) وعن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: کل عمل ابن آدم یضاعف الحسنۃ بعشر أمثالھا إلٰی سبعمائۃ ضعف، قال اللہ تعالٰی: إلّا الصوم، فإنہ لی وأنا أجزی بہ، یدع شھوتہ وطعامہ من أجلی۔ للصائم فرحتان، فرحۃ عند فطرہ وفرحۃ عند لقاء ربہ، ولخلوف فم الصائم أطیب عند اللہ من ریح المسک ...إلخ۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصوم، الفصل الأوّل ص:۱۷۳ طبع قدیمی کتب خانہ)۔

(۳) وعن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: الصیام والقرآن یشفعان للعبد یقول الصیام: ای ربّ! إنّی منعتہ الطعام والشھوات بالنھار فشَفِّعْنی فیہ، ویقول القرآن: منعتہ النوم باللیل فشَفِّعْنی فیہ، فیشفعان۔ رواہ البیھقی فی شعب الإیمان۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصوم، الفصل الثالث ص:۱۷۳، طبع قدیمی کتب خانہ)۔

نظر آنے پر روزہ رکھتے تھے، اور اگر مطلع ابرآلود ہونے کی وجہ سے (۲۹ رشعبان کو چاند) نظر نہ آتا تو (شعبان کے) تیس دن پورے کرکے روزہ رکھتے تھے (ابوداؤد، مشکوٰۃ)۔[۱]

حدیث:... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رمضان کی خاطر شعبان کے چاند کا اہتمام کیا کرو'' (ترمذی، مشکوٰۃ)۔[۲]

سحری کھانا:

حدیث:... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سحری کھایا کرو، کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے'' (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ)۔[۳]

حدیث:... حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہمارے اور اہلِ کتاب کے روزے کے درمیان سحری کھانے کا فرق ہے (کہ اہلِ کتاب کو سوجانے کے بعد کھانا پینا ممنوع تھا، اور ہمیں صبحِ صادق کے طلوع ہونے سے پہلے تک اس کی اجازت ہے'' (مسلم، مشکوٰۃ)۔[۴]

غروب کے بعد اِفطار میں جلدی کرنا:

حدیث:... حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگ ہمیشہ خیر پر رہیں گے جب تک کہ (غروب کے بعد) اِفطار میں جلدی کرتے رہیں گے'' (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ)۔[۵]

حدیث:... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دین غالب رہے گا، جب تک کہ لوگ اِفطار میں جلدی کرتے رہیں گے، کیونکہ یہود و نصاریٰ تأخیر کرتے ہیں'' (ابوداؤد، ابنِ ماجہ، مشکوٰۃ)۔[۶]

حدیث:... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نقل فرمایا ہے

---

(۱) وعن عائشة رضی الله عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتحفظ من شعبان ما لا يتحفظ من غيره ثم يصوم لرؤية رمضان فإن غمّ عليه عدّ ثلاثين يومًا ثم صام. رواه أبو داؤد. (مشكوٰة المصابيح، كتاب الصوم، باب رُؤية الهلال، الفصل الثالث ص: ۱۷۴، طبع قديمی كتب خانه).

(۲) وعن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أحصوا هلال شعبان لرمضان. رواه الترمذی. (مشكوٰة المصابيح، كتاب الصوم، باب رُؤية الهلال، الفصل الثانی ص: ۱۷۴، طبع قديمی كتب خانه).

(۳) عن أنس رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تسحروا فإن فی السحور بركة. متفق عليه. (مشكوٰة المصابيح، كتاب الصوم، باب الفصل الأوّل، ص: ۱۷۴، طبع قديمی كتب خانه).

(۴) وعن عمرو بن العاص رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: فصل ما بين صيامنا وصيام أهل الكتاب أكلة السحر. رواه مسلم. (مشكوٰة المصابيح، كتاب الصوم، باب الفصل الأوّل ص: ۱۷۴).

(۵) وعن سهل رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يزال الناس بخير ما عجلوا الفطر. متفق عليه. (مشكوٰة المصابيح، كتاب الصوم، بابٌ الفصل الأوّل ص: ۱۷۵).

(۶) عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يزال الدّين ظاهرًا ما عجّل الناس الفطر لأن اليهود والنصارىٰ يؤخرون. رواه أبوداؤد وابن ماجة. (مشكوٰة المصابيح، كتاب الصوم، بابٌ الفصل الثالث ص: ۱۷۵).

کہ: "مجھے وہ بندے سب سے زیادہ محبوب ہیں جو افطار میں جلدی کرتے ہیں" (ترمذی، مشکوٰۃ)۔[1]

روزہ کس چیز سے اِفطار کیا جائے؟

حدیث:... سلمان بن عامرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں کوئی شخص روزہ اِفطار کرے تو کھجور سے اِفطار کرے، کیونکہ وہ برکت ہے، اگر کھجور نہ ملے تو پانی سے اِفطار کرلے، کیونکہ وہ پاک کرنے والا ہے" (احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابنِ ماجہ، دارمی، مشکوٰۃ)۔[2]

حدیث:... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز (مغرب) سے پہلے تازہ کھجوروں سے روزہ اِفطار کرتے تھے، اور اگر تازہ کھجوریں نہ ہوتیں تو خشک خرما کے چند دانوں سے افطار فرماتے تھے، اور اگر وہ بھی میسر نہ آتے تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے (ابوداؤد، ترمذی، مشکوٰۃ)۔[3]

اِفطار کی دُعا:

حدیث:... ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب روزہ اِفطار کرتے تو فرماتے:

"ذهب الظمأ وابتلت العروق وثبت الأجر ان شاء الله۔"[4]

ترجمہ:... "پیاس جاتی رہی، انتڑیاں تر ہوگئیں، اور اَجر ان شاء اللہ ثابت ہوگیا۔"

حدیث:... حضرت معاذ بن زہرہ فرماتے ہیں کہ: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزہ اِفطار کرتے تو یہ دُعا پڑھتے:

"اللّٰهم لک صمت وعلٰی رزقک افطرت۔"[5] (ابوداؤد مرسلاً، مشکوٰۃ)

ترجمہ:... "اے اللہ! میں نے تیرے لئے روزہ رکھا، اور تیرے رزق سے اِفطار کیا۔"

حدیث:... حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ: "رمضان میں اللہ

---

(۱) وعن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: قال الله تعالٰی: أحب عبادی إلیّ أعجلهم فطرًا. رواه الترمذی۔ (مشكوٰة المصابيح، كتاب الصوم، بابٌ الفصل الثانی ص:۱۷۵، طبع قديمی)۔

(۲) وعن سلمان بن عامر رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: إذا فطر أحدكم فليفطر علٰی تمر فإنه بركة فإن لم يجد فليفطر علٰی ماء فإنه طهور۔ رواه أحمد والترمذی وأبوداوٗد وابن ماجة والدارمی۔ (مشكوٰة المصابيح، كتاب الصوم، باب الفصل الثانی ص:۱۷۵)۔

(۳) وعن أنس رضی الله عنه قال: كان النبی صلی الله عليه وسلم يفطر قبل أن يصلی علٰی رطبات فإن لم تكن رطبات فتُمَيْرات فإن لم تكن تميرات حسا حسوات من ماء۔ رواه الترمذی وأبو داوٗد۔ (مشكوٰة المصابيح، كتاب الصوم، بابٌ الفصل الثانی، ص:۱۷۵)۔

(۴) وعن ابن عمر رضی الله عنه قال: كان النبی صلی الله عليه وسلم إذا أفطر قال: ذهب الظمأ وابتلّت العروق وثبت الأجر إن شاء الله۔ رواه أبوداوٗد۔ (مشكوٰة المصابيح، كتاب الصوم، بابٌ الفصل الثانی ص:۱۷۵)۔

(۵) وعن معاذ بن زهرة رضی الله عنه قال: إن النبی صلی الله عليه وسلم كان إذا أفطر قال: لک صُمْتُ وعلٰی رزقک أفطرتُ۔ رواه أبوداوٗد مرسلًا۔ (مشكوٰة المصابيح، كتاب الصوم، بابٌ الفصل الثانی ص:۱۷۵)۔

تعالیٰ کا ذکر کرنے والا بخشا جاتا ہے، اور اس مہینے میں اللہ تعالیٰ سے مانگنے والا بے مراد نہیں رہتا'' (رواہ الطبرانی فی اوسط، وفیہ ھلال بن عبدالرحمن وھو ضعیف کما فی المجمع ج:۳ ص:۱۴۳)۔

حدیث:... ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک رمضان کے ہر دن رات میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے بہت سے لوگ (دوزخ سے) آزاد کئے جاتے ہیں، اور ہر مسلمان کی دن رات میں ایک دُعا قبول ہوتی ہے (رواہ البزار وفیہ ابان بن عیاش وھو ضعیف، مجمع الزوائد ج:۳ ص:۱۴۳)۔

حدیث:... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تین شخصوں کی دُعا رَدّ نہیں ہوتی، روزہ دار کی، یہاں تک کہ اِفطار کرے، حاکمِ عادل کی، اور مظلوم کی۔ اللہ تعالیٰ اس کو بادلوں سے اُوپر اُٹھا لیتے ہیں اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں، اور ربّ تعالیٰ فرماتے ہیں: میری عزّت کی قسم! میں ضرور تیری مدد کروں گا، خواہ کچھ مدّت کے بعد کروں'' (احمد، ترمذی، ابنِ حبان، مشکوٰۃ، ترغیب)۔[1]

حدیث:... عبداللہ بن ابی ملیکہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''روزہ دار کی دُعا اِفطار کے وقت رَدّ نہیں ہوتی۔'' اور حضرت عبداللہؓ اِفطار کے وقت یہ دُعا کرتے تھے:

''اللّٰھم انی اسئلک برحمتک التی وسعت کل شیء ان تغفر لی۔''[2]

(بیہقی، ترغیب)

ترجمہ:... ''اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں آپ کی اس رحمت کے طفیل جو ہر چیز پر حاوی ہے، کہ میری بخشش فرمادیجئے۔''

رمضان کا آخری عشرہ:

حدیث:... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں ایسی عبادت و محنت کرتے تھے جو دُوسرے اوقات میں نہیں ہوتی تھی (صحیح مسلم، مشکوٰۃ)۔[3]

حدیث:... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لنگی

---

(۱) وعن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ثلاثة لَا تردّ دعوتهم: الصائم حين يفطر والإمام العادل ودعوة المظلوم يرفعها الله فوق الغمام وتفتح لها أبواب السماء ويقول الرّبّ: وعزّتی وجلالی! لأنصرنک ولو بعد حين. رواه الترمذی. (مشکوٰة المصابيح، کتاب الدعوات، الفصل الثانی ص:۱۹۵).

(۲) عن عبدالله يعنی ابن أبی مليكة عن عبدالله يعنی ابن عمرو ابن العاص رضی الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن للصائم عند فطره لدعوة ما تردّ. قال: وسمعت عبدالله يقول عند فطره: اللّٰهم إنّی أسألک برحمتک التی وسعت کل شیء أن تغفر لی. رواه البيهقی. (الترغيب والترهيب ج:۲ ص:۸۹، طبع دار إحياء التراث العربی، بيروت).

(۳) وعن عائشة رضی الله عنها قالت: کان رسول الله صلى الله عليه وسلم يجتهد فی العشر الأواخر ما لَا يجتهد فی غيره. رواه مسلم. (مشکوٰة المصابيح، باب ليلة القدر، الفصل الأوّل ص:۱۸۲).

مضبوط باندھ لیتے (یعنی کمر ہمت چست باندھ لیتے) خود بھی شب بیدار رہتے اور اپنے گھر کے لوگوں کو بھی بیدار رکھتے (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ)۔[1]

لیلۃ القدر:

حدیث:... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رمضان المبارک آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک یہ مہینہ تم پر آیا ہے، اور اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینے سے بہتر ہے، جو شخص اس رات سے محروم رہا، وہ ہر خیر سے محروم رہا، اور اس کی خیر سے کوئی شخص محروم نہیں رہے گا، سوائے بدقسمت اور حرمان نصیب کے" (ابن ماجہ، واسنادہ حسن، انشاء اللہ، ترغیب)۔[2]

حدیث:... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو!" (صحیح بخاری، مشکوٰۃ)۔[3]

حدیث:... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب لیلۃ القدر آتی ہے تو جبریل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ نازل ہوتے ہیں، اور ہر بندہ جو کھڑا یا بیٹھا اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا ہو (اس میں تلاوت، تسبیح و تہلیل اور نوافل سب شامل ہیں، الغرض کسی طریقے سے ذکر و عبادت میں مشغول ہو) اس کے لئے دُعائے رحمت کرتے ہیں" (بیہقی شعب الایمان، مشکوٰۃ)۔[4]

لیلۃ القدر کی دُعا:

حدیث:... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ فرمایئے کہ اگر مجھے یہ معلوم ہوجائے کہ یہ لیلۃ القدر ہے تو کیا پڑھوں؟ فرمایا: یہ دُعا پڑھا کرو:

"اللّٰهم انک عفو تحب العفو فاعف عني۔"[5] (احمد، ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

---

(۱) عن عائشة رضي الله عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا دخل العشر شدّ ميزره وأحيٰى ليله وأيقظ أهله. متفق عليه. (مشكٰوة المصابيح، كتاب الصوم، باب ليلة القدر، الفصل الأوّل ص: ۱۸۲).

(۲) وعن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: دخل رمضان فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إنّ هٰذا الشهر قد حضركم، وفيه ليلة خير من ألف شهر، من حُرمها فقد حُرم الخير كله، ولَا يحرم خيرها إلّا محروم. رواه ابن ماجة وإسناده حسن إن شاء الله. (الترغيب والترهيب ج:۲ ص:۹۹، طبع دار إحياء التراث العربي، بيروت).

(۳) عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تحرّوا ليلة القدر في الوتر من العشر الأواخر من رمضان. رواه البخاري. (مشكٰوة المصابيح، كتاب الصوم، باب ليلة القدر، الفصل الأوّل ص: ۱۸۱).

(۴) وعن أنس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا كان ليلة القدر نزل جبريل عليه السلام في كبكبة من الملائكة يصلون على كل عبد قائم أو قاعد يذكر الله عزّ وجلّ ... إلخ. رواه البيهقي في شعب الإيمان. (مشكٰوة المصابيح، كتاب الصوم، باب ليلة القدر، الفصل الثالث ص:۱۸۲).

(۵) عن عائشة رضي الله عنها قالت: قلت: يا رسول الله! أرأيت إن علمت اىّ ليلةٍ لَيْلَةُ القدر ما أقول فيها؟ قال: قولي: اللّٰهم إنّك عفوّ تحت العفو فاعف عنّي. رواه أحمد وابن ماجة والترمذي وصححه. (مشكٰوة المصابيح، كتاب الصوم، باب ليلة القدر، الفصل الثاني ص:۱۸۲، طبع قديمي كتب خانه).

ترجمہ:... ”اے اللہ! آپ بہت ہی معاف کرنے والے ہیں، معافی کو پسند فرماتے ہیں، پس مجھ کو بھی معاف کردیجئے۔“

بغیر عذر کے رمضان کا روزہ نہ رکھنا:

حدیث:... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص نے بغیر عذر اور بیماری کے رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑ دیا تو خواہ ساری عمر روزے رکھتا رہے، وہ اس کی تلافی نہیں کرسکتا (یعنی دُوسرے وقت میں روزہ رکھنے سے اگرچہ فرض ادا ہوجائے گا، مگر رمضان المبارک کی برکت وفضیلت کا حاصل کرنا ممکن نہیں)“ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابنِ ماجہ، دارمی، بخاری فی ترجمۃ الباب، مشکوٰۃ)۔[1]

رمضان کے چار عمل:

حدیث:... حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ: ”رمضان مبارک میں چار چیزوں کی کثرت کیا کرو، دو باتیں تو ایسی ہیں کہ تم ان کے ذریعہ اپنے ربّ کو راضی کروگے، اور دو چیزیں ایسی ہیں کہ تم ان سے بے نیاز نہیں ہوسکتے، پہلی دو باتیں جن کے ذریعہ تم اللہ تعالیٰ کو راضی کروگے، یہ ہیں: "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ" کی گواہی دینا اور اِستغفار کرنا، اور وہ دو چیزیں جن سے تم بے نیاز نہیں، یہ ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو اور جہنم سے پناہ مانگو“ (ابنِ خزیمہ، ترغیب)۔[2]

تراویح:

حدیث:... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے ایمان کے جذبے سے اور ثواب کی نیت سے رمضان کا روزہ رکھا، اس کے پہلے گناہ بخش دیئے گئے، اور جس نے رمضان (کی راتوں) میں قیام کیا، ایمان کے جذبے اور ثواب کی نیت سے، اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے گئے، اور جس نے لیلۃ القدر میں قیام کیا، ایمان کے جذبے اور ثواب کی نیت سے، اس کے پہلے گناہ بخش دیئے گئے“ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ)۔[3]

---

(۱) وعن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: من أفطر يومًا من رمضان من غير رخصة ولَا مرض لم يقض عنه صوم الدهر كله وإن صامه. رواه أحمد والترمذی وأبوداوُد وابن ماجة والدارمی والبخاری فی ترجمة باب. (مشكٰوة المصابيح، كتاب الصوم، باب تنزيه الصوم، الفصل الثانی ص:۱۷۷، طبع قديمی).

(۲) وعن سلمان رضی الله عنه قال: خطبنا رسول الله صلی الله عليه وسلم فی آخر يوم من شعبان قال .... واستكثروا فيه من أربع خصال، خصلتين ترضون بهما ربكم، وخصلتين لَا غِنَاء بكم عنهما، فأما الخصلتان اللتان ترضون بهما ربكم: فشهادة أن لَا إله إلّا الله وتستغفرونه، وأما الخصلتان اللتان لَا غِناء بكم عنهما: فتسألون الله الجنّة، وتعوذون به من النار ... إلخ. رواه ابن خزيمة فی صحيحه. (الترغيب والترهيب ج:۲ ص:۹۵، طبع دار إحياء التراث العربی، بيروت).

(۳) وعن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: من صام رمضان إيمانًا واحتسابًا غفر له ما تقدم من ذنبه، ومن قام رمضان إيمانًا واحتسابًا غفر له ما تقدم من ذنبه، ومن قام ليلة القدر إيمانًا واحتسابًا غفر له ما تقدم من ذنبه. متفق عليه. (مشكٰوة المصابيح، كتاب الصوم، الفصل الأوّل ص:۱۷۳، طبع قديمی كتب خانه).

اور ایک روایت میں ہے کہ: ''اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے گئے'' (نسائی، ترغیب)۔ [1]

اِعتکاف:

حدیث:... حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے رمضان میں (آخری) دس دن کا اِعتکاف کیا، اس کو دو حج اور دو عمرے کا ثواب ہوگا'' (بیہقی، ترغیب)۔ [2]

حدیث:... حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کی خاطر ایک دن کا بھی اِعتکاف کیا، اللہ تعالیٰ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایسی تین خندقیں بنادیں گے کہ ہر خندق کا فاصلہ مشرق و مغرب سے زیادہ ہوگا'' (طبرانی اوسط، بیہقی، حاکم، ترغیب)۔ [3]

روزہ اِفطار کرانا:

حدیث:... حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''جس نے روزہ دار کا روزہ اِفطار کرایا یا کسی غازی کو سامانِ جہاد دیا، اس کو بھی اتنا ہی اجر ملے گا'' (بیہقی شعب الایمان، بغوی شرح السنۃ، مشکوٰۃ)۔ [4]

رمضان میں قرآنِ کریم کا دور اور جود و سخاوت:

حدیث:... حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جود و سخا میں تمام انسانوں سے بڑھ کر تھے، اور رمضان المبارک میں جبکہ جبریل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت بہت ہی بڑھ جاتی تھی، جبریل علیہ السلام رمضان کی ہر رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآنِ کریم کا دور کرتے تھے، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیاضی و سخاوت اور نفع رسانی میں بادِ رحمت سے بھی بڑھ کر ہوتے تھے (صحیح بخاری)۔ [5]

---

(۱) وفی روایة النسائی: .... قال: وفی حدیث قتیبة: وما تأخرَ. (الترغیب والترهیب ج:۲ ص:۹۰).

(۲) روی عن علی بن حسین عن أبیه رضی الله عنهم قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من اعتکف عشرًا فی رمضان کان کحجتین وعمرتین. رواه البیهقی. (الترغیب والترهیب ج:۲ ص:۱۴۹، طبع بیروت).

(۳) وعن ابن عباس رضی الله عنهما .... ومن اعتکف یومًا ابتغاء وجه الله تعالٰی جعل الله بینه وبین النار ثلاث خنادق أبعد مما بین الخافقین. رواه الطبرانی فی الأوسط والبیهقی واللفظ لهٗ والحاکم مختصرًا. (الترغیب والترهیب ج:۲ ص:۱۵۰، طبع دار إحیاء التراث العربی، بیروت).

(۴) وعن زید بن خالد رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من فطّر صائمًا أو جهّز غازیًا فله مثل أجره. رواه البیهقی فی شعب الإیمان ومحی السنة فی شرح السنة وقال صحیح. (مشکٰوة المصابیح، کتاب الصوم، بابٌ الفصل الثانی ص:۱۷۵، طبع قدیمی کتب خانه).

(۵) عن ابن عباس رضی الله عنه قال: کان النبی صلی الله علیه وسلم أجود الناس وأجود ما یکون فی رمضان حین یلقاه جبریل کان جبریل یلقاه فی کل لیلة من رمضان فیدارسه القرآن فلرسول الله صلی الله علیه وسلم أجود بالخیر من الریح المرسلة. (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی صلی الله علیه وسلم ج:۱ ص:۵۰۲، طبع نور محمد کراچی).

روزہ دار کے لئے پرہیز:

حدیث:... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''جس شخص نے (روزے کی حالت میں) بیہودہ باتیں (مثلاً: غیبت، بہتان، تہمت، گالی گلوچ، لعن طعن، غلط بیانی وغیرہ) اور گناہ کا کام نہیں چھوڑا، تو اللہ تعالیٰ کو کچھ حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ ے'' (بخاری، مشکوٰۃ)۔ (۱)

حدیث:... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''کتنے ہی روزہ دار ہیں کہ ان کو اپنے روزے سے سوائے (بھوک) پیاس کے کچھ حاصل نہیں (کیونکہ وہ روزے میں بھی بدگوئی، بدنظری اور بدعملی نہیں چھوڑتے)، اور کتنے ہی (رات کے تہجد میں) قیام کرنے والے ہیں، جن کو اپنے قیام سے ماسوا جاگنے کے کچھ حاصل نہیں'' (دارمی، مشکوٰۃ)۔ (۲)

حدیث:... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''روزہ ڈھال ہے (کہ نفس و شیطان کے حملے سے بھی بچاتا ہے، اور گناہوں سے بھی باز رکھتا ہے، اور قیامت میں دوزخ کی آگ سے بھی بچائے گا)، پس جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو نہ تو ناشائستہ بات کرے، نہ شور مچائے، پس اگر کوئی شخص اس سے گالی گلوچ کرے یا لڑائی جھگڑا کرے تو (دِل میں کہے یا زبان سے اس کو) کہہ دے کہ: میں روزے سے ہوں! (اس لئے تجھ کو جواب نہیں دے سکتا کہ روزہ اس سے مانع ہے)'' (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ)۔ (۳)

حدیث:... حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''روزہ ڈھال ہے، جب تک کہ اس کو پھاڑے نہیں'' (نسائی، ابنِ خزیمہ، بیہقی، ترغیب)۔ (۴)

اور ایک روایت میں ہے کہ: عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! یہ ڈھال کس چیز سے پھٹ جاتی ہے؟ فرمایا: ''جھوٹ اور غیبت سے!'' (طبرانی الاوسط عن ابی ہریرۃؓ، ترغیب)۔ (۵)

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من لم يدع قول الزور والعمل به فليس لله حاجة في أن يدع طعامه وشرابه. رواه البخاري. (مشكوة المصابيح، باب تنزيه الصوم، الفصل الأوّل ص:۱۷۶).

(۲) وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كم من صائم ليس له من صيامه إلّا الظمأ وكم من قائم ليس له من قيامه إلّا السهر. رواه الدارمي. (مشكوة المصابيح، باب تنزيه الصوم، الفصل الثاني ص:۱۷۷).

(۳) وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم .... والصيام جُنّة وإذا كان يوم صوم أحدكم فلا يرفث ولا يصخب فإن سابّه أحد أو قاتله فليقل: إنّي امرؤ صائم. متفق عليه. (مشكوة المصابيح، كتاب الصوم، الفصل الأوّل ص:۱۷۳، أيضًا: الترغيب والترهيب ج:۲ ص:۱۴۷).

(۴) عن أبي عبيدة قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: الصيام جُنّة ما لم يخرقها. رواه النسائي باسناد حسن، وابن خزيمة في صحيحه ورواه الطبراني في الأوسط من حديث أبي هريرة. (الترغيب والترهيب ج:۲ ص:۱۴۷).

(۵) ورواه الطبراني في الأوسط من حديث أبي هريرة، وزاد: قيل وبم يخرقها؟ قال: بكذب أو غيبة. (الترغيب والترهيب ج:۲ ص:۱۴۷، طبع دار إحياء التراث العربي، بيروت).

حدیث:... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے رمضان کا روزہ رکھا، اور اس کی حدود کو پہچانا، اور جن چیزوں سے پرہیز کرنا چاہئے ان سے پرہیز کیا، تو یہ روزہ اس کے گزشتہ گناہوں کا کفار ہوگا'' (صحیح ابنِ حبان، بیہقی، ترغیب)۔[1]

دو عورتوں کا قصہ:

حدیث:... حضرت عبید رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزادشدہ غلام، کہتے ہیں کہ: ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ: یہاں دو عورتوں نے روزہ رکھا ہوا ہے، اور وہ پیاس کی شدّت سے مرنے کے قریب پہنچ گئی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت اور اِعراض فرمایا، اس نے دوبارہ عرض کیا (غالباً دوپہر کا وقت تھا) کہ: یا رسول اللہ! بخدا! وہ تو مرچکی ہوں گی یا مرنے کے قریب ہوں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑا پیالہ منگوایا، اور ایک سے فرمایا کہ اس میں قے کرے، اس نے خون، پیپ اور تازہ گوشت وغیرہ کی قے کی، جس سے آدھا پیالہ بھر گیا، پھر دُوسری کو قے کرنے کا حکم فرمایا، اس کی قے میں بھی خون، پیپ اور گوشت نکلا، جس سے پیالہ بھر گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں سے تو روزہ رکھا، اور حرام کی ہوئی چیز سے روزہ خراب کرلیا کہ ایک دُوسری کے پاس بیٹھ کر لوگوں کا گوشت کھانے لگیں (یعنی غیبت کرنے لگیں)'' (مسندِاحمد ج:۵ ص:۴۳۰، مجمع الزوائد ج:۳ ص:۱۷۱)۔[2]

روزے کے درجات:

حجۃ الاسلام اِمام غزالی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ: روزے کے تین درجے ہیں۔ ۱: عام۔ ۲: خاص۔ ۳: خاص الخاص۔ عام روزہ تو یہی ہے کہ شکم اور شرم گاہ کے تقاضوں سے پرہیز کرے، جس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔ اور خاص روزہ یہ ہے کہ کان، آنکھ، زبان، ہاتھ، پاؤں اور دیگر اعضاء کو گناہوں سے بچائے، یہ صالحین کا روزہ ہے، اور اس میں چھ باتوں کا اہتمام لازم ہے:

اوّل:... آنکھ کی حفاظت، کہ آنکھ کو ہر مذموم و مکروہ اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرنے والی چیز سے بچائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ''نظر، شیطان کے تیروں میں سے ایک زہر میں بجھا ہوا تیر ہے، پس جس نے اللہ تعالیٰ کے خوف سے نظرِ بد

---

(۱) وعن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من صام رمضان وعرف حدوده وتحفظ مما ينبغي له أن يتحفظ كفر ما قبله. رواه ابن حبان في صحيحه والبيهقي. (الترغيب والترهيب ج:۲ ص:۹۱، طبع بيروت).

(۲) عن عبيد مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن امرأتين صامتا وأن رجلًا قال: يا رسول الله! إنّ هٰهنا امرأتين قد صامتا وإنهما قد كادتا أن تموتا من العطش. فأعرض عنه أو سكت، ثم عاد وأراه قال بالهاجرة قال: يا نبي الله! إنهما والله قد ماتتا أو كادتا أن تموتا، قال: ادعهما، قال: فجاءتا، قال: فجيء بقدح أو عسّ فقال لِإحداهما: قيئ! فقاءت قيحًا أو دمًا وصديدًا ولحمًا حتّى ملأت نصف القدح، ثم قال للأخرى: قيئ! فقاءت من قيح ودم وصديدٍ ولحم عبيط وغيره حتّى ملأت القدح، ثم قال: إن هاتين صامتا عمّا أحلّ الله لهما وأفطرتا على ما حرّم الله عزّ وجلّ عليهما، جلست إحداهما إلى الأخرىٰ فجعلتا تأكلان لحوم الناس. (مسند أحمد ج:۵ ص:۴۳۰، مجمع الزوائد ج:۳ ص:۱۷۱).

کوترک کردیا، اللہ تعالیٰ اس کو ایسا ایمان نصیب فرمائیں گے کہ اس کی حلاوت (شیرینی) اپنے دِل میں محسوس کرے گا'' (رواہ الحاکم ج:۴ ص:۳۱۴، وصححہ من حدیث حذیفة رضی اللہ عنه وتعقبه الذهبی فقال اسحاق رواہ وعبدالرحمن ہو الوسطی ضعفوہ، ورواہ الطبرانی من حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنه، قال الهیثمی وفیه عبداللہ بن اسحاق الواسطی وهو ضعیف، مجمع الزوائد ج:۳ ص:۶۳)۔

دوم:... زبان کی حفاظت، کہ بیہودہ گوئی، جھوٹ، غیبت، چغلی، جھوٹی قسم اور لڑائی جھگڑے سے اسے محفوظ رکھے، اسے خاموشی کا پابند بنائے اور ذکر و تلاوت میں مشغول رکھے، یہ زبان کا روزہ ہے۔ سفیان ثوریؒ کا قول ہے کہ: غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، مجاہدؒ کہتے ہیں کہ: غیبت اور جھوٹ سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ''روزہ ڈھال ہے، پس جب تم میں کسی کا روزہ ہو تو نہ کوئی بیہودہ بات کرے، نہ جہالت کا کوئی کام کرے، اور اگر اس سے کوئی شخص لڑے جھگڑے یا اسے گالی دے تو کہہ دے کہ میرا روزہ ہے'' (صحاح)۔

سوم:... کان کی حفاظت، کہ حرام اور مکروہ چیزوں کے سننے سے پرہیز رکھے، کیونکہ جو بات زبان سے کہنا حرام ہے، اس کا سننا بھی حرام ہے۔

چہارم:... بقیہ اعضاء کی حفاظت، کہ ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضاء کو حرام اور مکروہ کاموں سے محفوظ رکھے، اور افطار کے وقت پیٹ میں کوئی مشتبہ چیز نہ ڈالے، کیونکہ اس کے کوئی معنی نہیں کہ دن بھر تو حلال سے روزہ رکھا اور شام کو حرام چیز سے روزہ کھولا۔

پنجم:... افطار کے وقت حلال کھانا بھی اس قدر نہ کھائے کہ ناک تک آجائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ''پیٹ سے بدتر کوئی برتن نہیں، جس کو آدمی بھرے۔'' (رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ والحاکم من حدیث مقدام بن معدیکربؓ) اور جب شام کو دن بھر کی ساری کسر پوری کرلی تو روزہ سے شیطان کو مغلوب کرنے اور نفس کی شہوانی قوت توڑنے کا مقصد کیونکر حاصل ہوگا؟

ششم:... افطار کے وقت اس کی حالت خوف و رجا کے درمیان مضطرب رہے کہ نہ معلوم اس کا روزہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہوا یا مردود؟ پہلی صورت میں یہ شخص مقرّبِ بارگاہ بن گیا، اور دُوسری صورت میں مطرود و مردود ہوا، یہی کیفیت ہر عبادت کے بعد ہونی چاہئے۔

اور خاص الخاص روزہ یہ ہے کہ دُنیوی افکار سے قلب کا روزہ ہو، اور ماسوا اللہ سے اس کو بالکل ہی روک دیا جائے، البتہ جو دُنیا کہ دین کے لئے مقصود ہو وہ تو دُنیا ہی نہیں، بلکہ توشۂ آخرت ہے۔ بہرحال ذکرِ الٰہی اور فکرِ آخرت کو چھوڑ کر دیگر اُمور میں قلب کے مشغول ہونے سے یہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اربابِ قلوب کا قول ہے کہ دن کے وقت کاروبار کی اس واسطے فکر کرنا کہ شام کو افطاری مہیا ہوجائے، یہ بھی ایک درجے کی خطا ہے، گویا اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے رزقِ موعود پر اس شخص کو وثوق اور اعتماد نہیں، یہ انبیاء، صدیقین اور مقربین کا روزہ ہے (احیاء العلوم ج:۲ ص:۱۶۸، ۱۶۹ ملخصاً)۔

روزے میں کوتاہیاں:

حضرت حکیم الاُمت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ نے ''اصلاح انقلاب'' میں تفصیل سے ان کوتاہیوں کا بھی ذکر فرمایا ہے جو روزے کے بارے میں کی جاتی ہیں، اس کتاب کا مطالعہ کرکے ان تمام کوتاہیوں کی اصلاح کرنی چاہئے، یہاں بھی اس کے ایک

دو اقتباس نقل کئے جاتے ہیں، راقم الحروف کے سامنے مولانا عبدالباری ندوی کی ''جامع المجددین'' ہے، ذیل کے اقتباسات اسی سے منتخب کئے گئے ہیں:

''بہت سے لوگ بلا کسی قوی عذر کے روزہ نہیں رکھتے، ان میں سے بعض تو محض کم ہمتی کی وجہ سے نہیں رکھتے، ایسے ہی ایک شخص کو، جس نے عمر بھر روزہ نہ رکھا تھا اور سمجھتا تھا کہ پورا نہ کر سکے گا، کہا گیا کہ تم بطور امتحان ہی رکھ کر دیکھ لو، چنانچہ رکھا اور پورا ہو گیا، پھر اس کی ہمت بندھ گئی اور رکھنے لگا۔ کیسے افسوس کی بات ہے کہ رکھ کر بھی نہ دیکھا تھا اور پختہ یقین کر بیٹھا تھا کہ کبھی رکھا ہی نہ جاوے گا۔ یہ لوگ سوچ کر دیکھیں کہ اگر طبیب کہہ دے کہ آج دن بھر نہ کچھ کھاؤ نہ پیو، ورنہ فلاں مہلک مرض ہو جائے گا، تو اس نے ایک ہی دن کے لئے کہا، یہ دو دن نہ کھاوے گا، کہ احتیاط اسی میں ہے۔ افسوس! خدا تعالیٰ صرف دن دن کا کھانا چھڑا دیں اور کھانے پینے سے عذابِ مہلک کی وعید فرمائیں اور ان کے قول کی طبیب کے برابر بھی وقعت نہ ہو؟ اناللہ!''

''بعضوں کی یہ بے وقعتی اس بدعقیدگی تک پہنچ جاتی ہے کہ روزہ کی ضرورت ہی کا طرح طرح سے انکار کرنے لگتے ہیں، مثلاً: روزہ قوتِ بہیمیہ کے توڑنے یا تہذیبِ نفس کے لئے ہے، اور ہم علم کی بدولت یہ تہذیب حاصل کر چکے ہیں......''

''اور بعضے تہذیب سے بھی گزر کر گستاخی اور تمسخر کے کلمات کہتے ہیں، مثلاً: ''روزہ وہ شخص رکھے جس کے گھر کھانے کو نہ ہو'' یا ''بھائی ہم سے بھوکا نہیں مرا جاتا'' سو یہ دونوں فریق بوجہ انکارِ فرضیتِ صوم، زُمرۂ کفار میں داخل ہیں، اور پہلے فریق کا قول محض ''ایمان شکن'' ہے، اور دُوسرے کا ''ایمان شکن'' بھی اور ''دِل شکن'' بھی......''

''اور بعض بلا عذر تو روزہ ترک نہیں کرتے، مگر اس کی تمیز نہیں کرتے کہ یہ عذر شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟ ادنیٰ بہانے سے اِفطار کر دیتے ہیں، مثلاً: خواہ ایک ہی منزل کا سفر ہو، روزہ اِفطار کر دیا، کچھ محنت مزدوری کا کام ہوا، روزہ چھوڑ دیا۔ ایک طرح سے یہ بلا عذر روزہ توڑنے والوں سے بھی زیادہ قابلِ مذمت ہیں، کیونکہ یہ لوگ اپنے کو معذور جان کر بے گناہ سمجھتے ہیں، حالانکہ وہ شرعاً معذور نہیں اس لئے گناہگار ہوں گے۔''

''بعضے لوگوں کا اِفطار تو عذرِ شرعی سے ہوتا ہے، مگر ان سے یہ کوتاہی ہوتی ہے کہ بعض اوقات اس عذر کے رفع ہونے کے وقت کسی قدر دن باقی ہوتا ہے، اور شرعاً بقیہ دن میں اِمساک، یعنی کھانے پینے سے بند رہنا واجب ہوتا ہے، مگر وہ اس کی پروا نہیں کرتے، مثلاً: سفرِ شرعی سے ظہر کے وقت واپس آ گیا، یا عورت حیض سے ظہر کے وقت پاک ہو گئی، تو ان کو شام تک کھانا پینا نہ چاہئے۔ علاج اس کا مسائل واَحکام کی تعلیم وتعلّم ہے۔''

''بعض لوگ خود تو روزہ رکھتے ہیں، لیکن بچوں سے (باوجود ان کے روزہ رکھنے کے قابل ہونے کے) نہیں رکھواتے۔ خوب سمجھ لینا چاہئے کہ عدمِ بلوغ میں بچوں پر روزہ رکھنا تو واجب نہیں، لیکن اس سے یہ لازم

نہیں آتا کہ ان کے اولیاء پر بھی رکھوانا واجب نہ ہو، جس طرح نماز کے لئے باوجود عدمِ بلوغ کے ان کو تاکید کرنا بلکہ مارنا ضروری ہے، اسی طرح روزے کے لئے بھی..... اتنا فرق ہے کہ نماز میں عمر کی قید ہے اور روزہ میں تحمل پر مدار ہے (کہ بچہ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہو)، اور راز اس میں یہ ہے کہ کسی کام کا دفعۃً پابند ہونا دُشوار ہوتا ہے، تو اگر بالغ ہونے کے بعد ہی تمام اَحکام شروع ہوں تو ایک بارگی زیادہ بوجھ پڑ جائے گا، اس لئے شریعت کی رحمت ہے کہ پہلے ہی سے آہستہ آہستہ سب اَحکام کا خوگر بنانے کا قانون مقرّر کیا۔''

''بعض لوگ نفسِ روزہ میں تو اِفراط وتفریط نہیں کرتے، لیکن روزہ محض صورت کا نام سمجھ کر صبح سے شام تک صرف جوفین (پیٹ اور شرم گاہ) کو بند رکھنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ حالانکہ روزے کی نفسِ صورت کے مقصود ہونے کے ساتھ اور بھی حکمتیں ہیں، جن کی طرف قرآن مجید میں اشارہ بلکہ صراحت ہے کہ: ''**لعلکم تتقون**'' ان سب کو نظرانداز کرکے اپنے صوم کو ''جسدِ بے رُوح'' بنالیتے ہیں۔ خلاصہ ان حکمتوں کا معاصی ومنہیات سے بچنا ہے، سو ظاہر ہے کہ اکثر لوگ روزہ میں بھی معاصی سے نہیں بچتے، اگر غیبت کی عادت تھی، تو وہ بدستور رہتی ہے، اگر بدنگاہی کے خوگر تھے، وہ نہیں چھوڑتے، اگر حقوق العباد کی کوتاہیوں میں مبتلا تھے، ان کی صفائی نہیں کرتے، بلکہ بعض کے معاصی تو غالباً بڑھ جاتے ہیں، کہیں دوستوں میں جابیٹھے کہ روزہ بہلے گا، اور باتیں شروع کیں، جن میں زیادہ حصہ غیبت کا ہوگا، یا چوسر، گنجفہ، تاش، ہارمونیم، گراموفون لے بیٹھے اور دن پورا کردیا۔ بھلا اس روزے کا کوئی معتد بہ حاصل کیا؟ اتنی بات عقل سے سمجھ میں نہیں آتی کہ کھانا پینا، جو فی نفسہٖ مباح ہے، جب روزے میں وہ حرام ہوگیا، تو غیبت وغیرہ دُوسرے معاصی، جو فی نفسہٖ بھی حرام ہیں، وہ روزے میں کس قدر سخت حرام ہوں گے! حدیث میں ہے کہ: ''جو شخص بدگفتاری وبدکرداری نہ چھوڑے، خدا تعالیٰ کو اس کی کچھ پروا نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔'' اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ بالکل روزہ ہی نہ ہوگا، لہٰذا رکھنے ہی سے کیا فائدہ؟ روزہ تو ہوجائے گا، لیکن ادنیٰ درجے کا۔

جیسے اندھا، لنگڑا، کانا، گنجا، اپاہج آدمی، آدمی تو ہوتا ہے، مگر ناقص۔ لہٰذا روزہ نہ رکھنا اس سے بھی اشد ہے، کیونکہ ذات کا سلب، صفات کے سلب سے سخت تر ہے۔''

پھر حضرتؒ نے روزے کو خراب کرنے والے گناہوں (غیبت وغیرہ) سے بچنے کی تدبیر بھی بتلائی جو صرف تین باتوں پر مشتمل ہے، اور ان پر عمل کرنا بہت ہی آسان ہے:

''خلق سے بلاضرورت تنہا اور یکسو رہنا، کسی اچھے شغل مثلاً: تلاوت وغیرہ میں لگے رہنا اور نفس کو سمجھانا، یعنی وقتاً فوقتاً یہ دھیان کرتے رہنا کہ ذرا سی لذّت کے لئے صبح سے شام تک کی مشقت کو کیوں ضائع کیا جائے؟ اور تجربہ ہے کہ نفس پھسلانے سے بہت کام کرتا ہے، سو نفس کو یوں پھسلا دے کہ ایک مہینے کے لئے تو ان باتوں کی پابندی کرلے، پھر دیکھا جائے گا۔ پھر یہ بھی تجربہ ہے کہ جس طرز پر آدمی ایک مدّت رہ چکا ہو، وہ آسان

ہو جاتا ہے، بالخصوص اہلِ باطن کو رمضان میں یہ حالت زیادہ مدرک ہوتی ہے کہ اس مہینے میں جو اعمالِ صالحہ کئے ہوتے ہیں، سال بھر ان کی توفیق رہتی ہے۔''

رمضان المبارک کی افضل ترین عبادت

سوال:... رمضان المبارک میں سب سے افضل کون سی عبادت ہے؟

جواب:... رمضان المبارک میں روزہ تو فرض ہے، جو اعمالِ رمضان میں سب سے افضل عمل ہے، اور چونکہ قرآن مجید کا نزول رمضان میں ہوا ہے، اس لئے اس کی تلاوت سب سے اہم عبادت ہے، اس کے علاوہ ذکر اللہ اور استغفار کی کثرت ہونی چاہئے، صلوٰۃ التسبیح اور نمازِ تہجد کا بھی اہتمام کرنا چاہئے۔

رمضان المبارک کی مسنون عبادات

سوال:... ماہِ صیام میں دن اور رات میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی عبادتیں ایسی ہیں جن پر ہم کو عمل کرنے کی تاکید کی گئی ہے؟

جواب:... تراویح، تلاوتِ کلامِ پاک، تہجد اور صدقہ وخیرات کے اہتمام کی ترغیب دی گئی ہے۔

رمضان المبارک میں سرکش شیاطین کا قید ہونا

سوال:... ماہِ رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے شیاطین کو پابندِ سلاسل کر دیا جاتا ہے، اور سنا ہے کہ پھر وہ رمضان کے بعد ہی رہائی پاتے ہیں اور دُنیا میں نازل ہوتے ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ مثلاً: بعض ممالک میں بعض جگہ سے پہلے رمضان ختم ہو جاتا ہے (جیسے اکثر پاکستان سے پہلے عرب ممالک میں) تو کیا پھر وہاں کی سرحدیں شیاطین کے لئے پہلے کھول دی جاتی ہیں اور پاکستان میں شیاطین ان ممالک کے دو روز بعد داخل ہوتے ہیں؟ یا شیاطین چھوڑنے اور پابند کرنے کا کیا سسٹم ہے؟

جواب:... جہاں رمضان المبارک ہوگا وہاں سرکش شیاطین پابندِ سلاسل ہوں گے، اور جہاں ختم ہو جائے گا وہاں پر سے یہ پابندی بھی ختم ہو جائے گی۔ اس میں اِشکال کیا ہے...؟

رُؤیتِ ہلال

خود چاند دیکھ کر روزہ رکھیں، عید کریں یا رُؤیتِ ہلال کمیٹی پر اعتماد کریں

سوال:... موجودہ دور میں جس کو سائنسی فوقیت حاصل ہے، رُؤیتِ ہلال کمیٹی کے اعلان پر عموماً رمضان المبارک کے روزے رکھتے ہیں اور عید منائی جاتی ہے، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے، روزہ رکھا جائے یا نہیں؟ عید کی جائے یا نہیں؟ جبکہ صحیح احادیث میں حکم وارد ہے: "چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو" دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ کمیٹی کے اعلان پر کیا روزہ رکھنا یا عید کرنا واجب ہے؟

جواب:... حدیث کا مطلب تو ظاہر ہے کہ یہ نہیں ہے کہ ہر شخص چاند دیکھ کر روزہ رکھا کرے اور چاند دیکھ کر چھوڑا کرے، بلکہ حدیث کی مراد یہ ہے کہ رُؤیت کے ثبوت سے رمضان اور عید ہوگی۔[1] رُؤیتِ ہلال کمیٹی اگر شرعی قواعد کے مطابق چاند کی رُؤیت ہونے کے بعد اعلان کرے تو عوام کو اس کے اعلان پر روزہ یا عید کرنا ہوگی۔ باقی رُؤیتِ ہلال کمیٹی اہلِ علم پر مشتمل ہے، یہ حضرات ثبوتِ رُؤیت کے مسائل ہم سے تو بہرحال زیادہ ہی جانتے ہیں، اس لئے ہمیں ان پر اعتماد کرنا چاہئے۔[2]

رُؤیتِ ہلال کمیٹی کا فیصلہ

سوال:... موجودہ رُؤیتِ ہلال کمیٹی کا فیصلہ چاند کے بارے میں خصوصاً رمضان اور عیدین کے بارے میں جو ریڈیو اور ٹیلیویژن پر نشر ہوتا ہے، پورے ملک پاکستان کے لئے واجب العمل ہے یا ملک کا کوئی حصہ اس سے خارج ہے، اور موجود رُؤیتِ ہلال کمیٹی کے ارکان جنابِ والا کے نزدیک معتبر ہیں یا نہیں؟

جواب:... جہاں تک مجھے معلوم ہے رُؤیتِ ہلال کا فیصلہ شرعی قواعد کے مطابق ہوتا ہے، اور یہ پورے ملک کے لئے

---

(۱) ویثبت رمضان برؤیة هلاله أو بعدّ شعبان ثلاثین یومًا لحدیث الصحیحین صوموا لرؤیته وأفطروا لرؤیته فإن غم علیکم فأکملوا عدّة شعبان ثلاثین یومًا۔ (البحر الرائق ج:۲ ص:۲۸۳، کتاب الصوم)۔

(۲) وأما فی السواد إذا رأی أحدهم هلال رمضان یشهد فی مسجد قریته وعلی الناس أن یصوموا بقوله بعد أن یکون عدلًا إذا لم یکن هناک حاکم یشهد عنده کذا فی المحیط۔ (هندیة ج:۱ ص:۱۹۷)۔ وفی البحر الرائق: لو أخبر رجل عدل القاضی بمجیٔ رمضان یقبل ویأمر الناس بالصوم یعنی فی یوم الغیم ولا یشترط لفظ الشهادة وشرائط القضاء أما فی العید فیشترط لفظ الشهادة۔ (البحر الرائق ج:۲ ص:۲۸۳، کتاب الصوم)۔

واجب العمل ہے، اور جب تک یہ کام لائقِ اعتماد ہاتھوں میں رہے اور وہ شرعی قواعد کے مطابق فیصلے کریں، ان کے اعلان پر عمل لازم ہے۔[1]

رُؤیتِ ہلال کا مسئلہ

سوال:... ہم نے یہی پڑھا ہے اور سنا ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ شروع کرو اور چاند دیکھ کر بند کرو، اور میں نے ایک نہایت بزرگ صاحبِ شریعت سے یہ سنا ہے کہ جو لوگ صائم الدہر ہوتے ہیں، یعنی ہمیشہ روزے رکھتے ہیں، ان کو سال میں پانچ دن کے روزے حرام ہیں، عید الفطر کا روزہ، اور ذی الحجہ کی ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳ تاریخ کے روزے۔ اور عام لوگوں کے لئے یہ ہدایت ہے کہ شعبان کی ۲۹، ۳۰ تاریخ کو روزہ نہ رکھیں، تاکہ رمضان کے روزے کے ساتھ اس کا اتصال نہ ہو، لیکن ہمیشہ سے مردان اور پشاور صوبہ سرحد کے اکثر اضلاع میں ایک دن پہلے روزہ شروع کردیتے ہیں، حالانکہ وہاں بھی ہلال کمیٹیاں قائم ہیں، اور کسی جگہ سے تصدیق نہیں ہوتی ہے کہ چاند ہوگیا ہے، اور جب کبھی ان لوگوں سے بات کرو تو یہ جاہلانہ جواب ملتا ہے کہ آپ لوگوں کے ۲۹ ہوئے اور ہمارے تو پورے ۳۰ ہوگئے۔

جواب:... مردان وغیرہ علاقوں میں ایک دو دن پہلے رُؤیت کیسے ہوجاتی ہے؟ یہ معما ہماری سمجھ میں بھی نہیں آیا، بہرحال جب ملک میں رُؤیتِ ہلال کمیٹی مقرّر ہے اور سرکاری طور پر مرکزی رُؤیتِ ہلال کمیٹی کو چاند ہونے یا نہ ہونے کے فیصلے کا اختیار دیا گیا ہے، تو مرکزی رُؤیتِ ہلال کمیٹی کے فیصلے کے خلاف کسی عالم کا فیصلہ شرعاً حجتِ ملزمہ نہیں، اس لئے ان علاقوں کے لوگوں کا فرض ہے کہ مرکزی رُؤیتِ ہلال کمیٹی کے فیصلے کی پابندی کریں اور اگر ان علاقوں میں چاند نظر آجائے تو باضابطہ شہادت مرکزی رُؤیتِ ہلال کمیٹی یا اس کے نامزد کردہ نمائندہ کے سامنے پیش کرکے اس کے فیصلے کی پابندی کریں۔

چاند کی رُؤیت میں مطلع کا فرق

سوال:... بوقتِ درس و تدریس اُستاذ صاحب (مرحوم) نے چاند سے متعلق مسائل کی وضاحت بحوالہ معتبر کتب نیچے دیئے گئے بیانات سے کی ہے، آپ نے فرمایا:

"۱:... وشرط مع غيم للفطر نصاب الشهادة لَا الدعوىٰ (ولَا عبرة لِاختلاف في المطالع)۔

۲:... ويلزم حكم اهل احدى البلدتين لأهل بلدة اخرىٰ۔

۳:... وجه قول المعتبرين ان سبب الوجوب وهو شهود الشهر لم يوجد في حقهم، فلا يوجب وجود في حق غيرهم۔

---

(۱) فيلزم أهل المشرق برؤية أهل المغرب إذا ثبت عندهم بطريق موجب كما مر درمختار۔ وفي الشامية: قوله بطريق موجب كأن يتحمل اثنان الشهادة أو يشهدا على حكم القاضي أو يستفيض الخبر ... إلخ۔ • شامی ج:۲ ص:۳۹۴)۔

۴:... فقد ثبت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اجازۃ شھادۃ الواحد فی رمضان، اخرجہ اصحاب السنن، وفی سنن الدارقطنی بسند ضعیف ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لَا یجزی فی الْإفطار الّا شھادۃ الرجلین۔"

ترجمہ:... "۱:...اور اگر مطلع ابر آلود ہو تو عیدالفطر کے چاند کے لئے نصابِ شہادت شرط ہے، مگر دعویٰ شرط نہیں، اور اختلافِ مطالع کا کوئی اعتبار نہیں۔

۲:...اور ایک شہر کے فیصلے کی پابندی دُوسرے شہر والوں کو بھی لازم ہے۔

۳:...جو حضرات اختلافِ مطالع کا اعتبار کرتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ روزہ واجب ہونے کا سبب ماہِ رمضان کی آمد ہے اور وہ (اختلافِ مطالع کی وجہ سے) دُوسرے لوگوں کے حق میں نہیں پایا گیا، لہٰذا ایک مطلع میں چاند کا نظر آنا، دُوسرے مطلع میں ہلالِ رمضان کے وجود کو ثابت نہیں کرتا۔

۴:... چنانچہ یہ ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلالِ رمضان میں ایک آدمی کی شہادت کو قبول فرمایا، یہ حدیث سنن میں ہے۔ اور سننِ دارقطنی میں بہ سندِ ضعیف مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیدالفطر میں صرف دو مردوں کی شہادت قبول فرماتے تھے۔"

درج بالا بیانات صحیح ہیں یا غلط ہیں؟ چاند سے متعلقہ اعلان کے معتبر اور غیرمعتبر ہونے کے بارے میں بحوالہ بیانات کتبِ معتبرہ ومستند وضاحت فرمائیں۔ آپ کا فتویٰ ہمارے لئے سند کی حیثیت رکھتا ہے، اس سے پیشتر بھی غیرمعترضانہ وغیرمعروف طریقہ پر بہت سے متنازع فیہ مسائل کے حل کے بارے میں آپ سے استفادہ کیا گیا، اور آپ کے فتاویٰ ہر لحاظ سے قابلِ عمل سمجھے گئے ہیں۔

جواب:... آپ نے جو عبارتیں لکھی ہیں، وہ صحیح ہیں، لیکن بہت مجمل نقل کی ہیں، میں ان سے متعلقہ مسائل کی آسان الفاظ میں وضاحت کردیتا ہوں۔

۱:...اگر مطلع صاف ہو اور چاند دیکھنے سے کوئی چیز مانع نہ ہو تو رمضان اور عید دونوں کے چاند کے لئے بہت سے لوگوں کی شہادت ضروری ہے، جن کی خبر سے قریب قریب یقین ہوجائے کہ چاند ہوگیا ہے،[1] البتہ اگر کوئی ثقہ مسلمان باہر سے آیا ہو یا کسی بلند جگہ سے آیا ہو تو رمضان کے چاند کے بارے میں اس کی شہادت قبول کی جائے گی۔[2]

۲:...اگر مطلع ابر آلود یا غبار آلود ہو تو رمضان کے چاند کے لئے صرف ایک مسلمان کی خبر کافی ہے کہ اس نے چاند دیکھا ہے، لیکن عید کے چاند کے لئے یہ شرط ہے کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دیں کہ انہوں نے خود چاند دیکھا ہے، نیز یہ بھی شرط ہے کہ

---

(۱) وان لم یکن بالسماء علۃ لم تقبل اِلّا شھادۃ جمع کثیر یقع العلم بخبرھم وھو مفوض اِلٰی رأی الْإمام من غیر تقدیر وھو الصحیح کذا فی الْإختیار شرح المختار۔ (ھندیۃ ج:۱ ص:۱۹۸، الباب الثانی فی رؤیۃ الھلال)۔

(۲) وذکر الطحاوی انہ تقبل شھادۃ الواحد اِذا جاء من خارج المصر وکذا اِذا کان علٰی مکان مرتفع کذا فی الھدایۃ۔ (ھندیۃ ج:۱ ص:۱۹۸، الباب الثانی فی رؤیۃ الھلال، وأیضًا فی الدر المختار مع رد المحتار ج:۲ ص:۳۸۵ تا ۳۸۸)۔

یہ گواہ لفظ "اشہد" کے ساتھ گواہی دیں، یعنی جس طرح عدالت میں گواہی دی جاتی ہے، اسی طرح یہاں بھی یہ الفاظ کہیں کہ: "میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے چاند دیکھا ہے۔" جب تک نصابِ شہادت (دو عادل ثقہ مسلمان مردوں کا، یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہی دینا) اور لفظِ شہادت کے ساتھ گواہی نہ ہو، عید کا چاند ثابت نہیں ہوگا۔[1]

۳:... جب ایک شہر میں شرعی شہادت سے رُؤیت کا ثبوت ہوجائے تو دُوسرے شہروں کے حق میں بھی یہ رُؤیت واجب العمل ہوگی یا نہیں؟

اس ضمن میں تین اُصول کا سمجھ لینا ضروری ہے:

اوّل یہ کہ ایک شہر کی رُؤیت کا ثبوت دُوسرے شہر والوں کے لئے درج ذیل تین طریقوں میں سے کسی ایک طریقے سے ہوسکتا ہے:

۱:- شہادت علی الشہادت: یعنی دُوسرے شہر میں دو عاقل بالغ عادل مسلمان یہ گواہی دیں کہ فلاں شہر میں ہمارے سامنے دو عاقل بالغ عادل گواہوں نے رُؤیت کی گواہی دی۔

۲:- شہادت علی القضاء: یعنی دُوسرے شہر میں دو عاقل بالغ عادل مسلمان یہ گواہی دیں کہ ہمارے سامنے فلاں شہر کے قاضی نے رُؤیت ہوجانے کا فیصلہ کیا۔

۳:- تواتر و استفاضہ: یعنی دُوسرے شہر میں متفرق جماعتیں آکر یہ بیان کریں کہ فلاں شہر میں رُؤیت ہوئی ہے، اور یہ جماعتیں اتنی زیادہ ہوں کہ اس شہر کے حاکم کو قریب قریب یقین ہوجائے کہ واقعی فلاں شہر میں چاند ہوگیا ہے۔

اگر ان تین طریقوں میں سے کسی ایک طریقے سے ایک شہر کی رُؤیت دُوسرے شہر میں ثابت ہوجائے تو دُوسرے شہر والوں کے حق میں بھی یہ رُؤیت حجت ہوگی۔[2]

دُوسرا اُصول یہ ہے کہ ایک قاضی کا فیصلہ صرف اس کے زیرِ ولایت علاقوں اور شہروں کے حق میں حجت ہے، جو علاقے اور شہر اس کے زیرِ ولایت نہیں، ان پر اس قاضی کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا، البتہ اگر ثبوتِ رُؤیت سے مطمئن ہوکر دُوسرے شہر یا علاقے کا قاضی بھی رُؤیت کا فیصلہ کردے تو اس کے زیرِ حکومت علاقوں میں بھی رُؤیت ثابت ہوجائے گی۔[3]

تیسرا اُصول یہ ہے کہ جن علاقوں میں اختلافِ مطالع کا فرق نہیں ہے، ان میں تو ایک شہر کی رُؤیت کا دُوسرے شہر والوں

---

(۱) لو أخبر رجل عدل القاضی بمجیئ رمضان یقبل ویأمر الناس بالصوم یعنی فی یوم الغیم ولا یشترط لفظ الشهادة وشرائط القضاء أما فی العید فیشترط لفظ الشهادة. (البحر الرائق ج:۲ ص:۲۸۳)۔ أیضًا وان کانت السماء متغیمة تقبل شهادة الواحد بلا خلاف بین أصحابنا ...إلخ. (وبعد أسطر) وأما هلال شوال .... وان کان بالسماء علة فلا تقبل فیه إلّا شهادة رجلین أو رجل وامرأتین ...إلخ. (البدائع الصنائع ج:۲ ص:۸۱، وأیضًا فی الهندیة ج:۱ ص:۱۹۸)۔

(۲) فیلزم أهل المشرق برؤیة أهل المغرب إذا ثبت عندهم بطریق موجب کأن یتحمل إثنان الشهادة أو یشهد علی حکم القاضی أو یستفیض الخبر ...إلخ. (شامی ج:۲ ص:۳۹۴، إختلاف المطالع، وأیضًا فی الهندیة ج:۱ ص:۱۹۹)۔

(۳) ولو شهدوا ان قاضی بلدة کذا شهد عنده اثنان برؤیة الهلال فی لیلة کذا وقضی بشهادتهما جاز لهٰذا القاضی أن یحکم بشهادتهما لأن قضاء القاضی حجة وقد شهدوا به ...إلخ. (هندیة ج:۱ ص:۱۹۹، الباب الثانی فی رؤیة الهلال)۔

کے حق میں لازم العمل ہونا (بشرطیکہ مندرجہ بالا دونوں اُصولوں کے مطابق اس دُوسرے شہر تک رُؤیت کا ثبوت پہنچ گیا ہو) سب کے نزدیک متفق علیہ ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں، لیکن جو شہر ایک دُوسرے سے اتنے دُور واقع ہوں کہ دونوں کے درمیان اختلافِ مطالع کا فرق ہے، ایسے شہروں میں ایک کی رُؤیت دُوسرے کے حق میں لازم ہوگی یا نہیں؟

اس میں ظاہر مذہب یہ ہے کہ اختلافِ مطالع کا کوئی اعتبار نہیں، اس لئے اگر دو شہروں کے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہو تب بھی ایک شہر کی رُؤیت دُوسرے کے حق میں حجتِ ملزمہ ہے، بشرطیکہ رُؤیت کا ثبوت شرعی طریقے سے ہوجائے، یہی مالکیہ اور حنابلہ کا مذہب ہے، لیکن بعض متأخرین نے اس کو اختیار کیا ہے کہ جہاں اختلافِ مطالع کا فرق واقعی ہے، وہاں اس کا شرعاً بھی اعتبار ہونا چاہئے، حضراتِ شافعیہ کا بھی یہی قول ہے، لیکن فتویٰ ظاہر مذہب پر ہے کہ اختلافِ مطالع کا مطلقاً اعتبار نہیں، نہ بلادِ قریبہ میں اور نہ بلادِ بعیدہ میں۔ (۱)

رُؤیتِ ہلال کمیٹی کا دیر سے چاند کا اعلان کرنا

سوال:... آپ کو علم ہے کہ اس بار رُؤیتِ ہلال کمیٹی نے تقریباً رات ساڑھے گیارہ بجے رمضان المبارک کے چاند کے ہونے کا اعلان کیا، جبکہ آبادی کا بیشتر حصہ عشاء کی نماز ادا کرکے اس اطمینان کے ساتھ سوگیا کہ چاند نہیں ہوا، (یاد رہے کہ کراچی میں چاند ہونے کی کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی)، اس طرح ہزاروں افراد نہ تو نمازِ تراویح ادا کرسکے اور نہ ہی صبح روزہ رکھ سکے، اس سلسلے میں آپ سے مندرجہ ذیل سوالات کے شرعی جوابات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔

الف:... اتنی رات گئے چاند کے ہونے کی اطلاع کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب:... رُؤیتِ ہلال کمیٹی کو پہلے شہادتیں موصول ہوتی ہیں، پھر وہ ان پر غور کرتی ہے کہ یہ شہادتیں لائقِ اعتماد ہیں یا نہیں؟ غور و فکر کے بعد وہ جس نتیجے پر پہنچتی ہے اس کا اعلان کردیتی ہے، اس میں بعض اوقات دیر لگ جانا بعید نہیں، کام کرنا مشکل ہوتا ہے، اس پر تنقید آسان ہوتی ہے۔

ب:... کیا اس صورت میں عوام پر قضا روزہ لازم ہوگا، جبکہ انہوں نے یہ روزہ جان بوجھ کر نہیں چھوڑا یا حکومتِ وقت پر اس روزے کا کفارہ ادا کرنا واجب ہوگا؟

جواب:... جب لوگوں کو رُؤیتِ ہلال کے فیصلے کا علم ہوجائے تو ان پر روزہ رکھنا لازم ہے، اور جن لوگوں کو علم نہ ہوسکے، وہ

---

(۱) قال في التنوير: واختلاف المطالع غير معتبر على المذهب وقال في العلائية: وعليه أكثر المشائخ وعليه الفتوىٰ بحر عن الخلاصة وفي الشامية: وانما الخلاف في إعتبار إختلاف المطالع بمعنى انه هل يجب على كل قوم إعتبار مطلعهم ولَا يلزم أحدا العمل بمطلع غيره أم لَا يعتبر إختلافا بل يجب العمل بالأسبق رؤية حتى لو رؤى في المشرق ليلة الجمعة وفي المغرب ليلة السبت وجب على أهل المغرب العمل بما رآه أهل المشرق فقيل بالأوّل واعتمده الزيلعي وصاحب الفيض وهو الصحيح عند الشافعية لأن كل قوم مخاطبون بما عندهم .... وظاهر الرواية الثاني وهو المعتمد عندنا وعند المالكية والحنابلة ...إلخ. شامي ج:۲ ص:۳۹۳، كتاب الصوم، مطلب في إختلاف المطالع، أيضًا في الهندية ج:۱ ص:۱۹۹).

روزہ کی قضا کرلیں، جو روزہ رہ جائے اس کا کفارہ نہیں ہوتا، صرف قضا ہوتی ہے، حکومت پر قضا نہیں۔[1]

قمری مہینے کے تعین میں رُؤیت شرط ہے

سوال:... مختلف مذہبی و غیرمذہبی تنظیمیں اِفطار و سحری کے نظام الاوقات سائنسی طریقے سے حاصل کئے ہوئے اوقات شائع کرکے ثواب کماتی ہیں، اسی حساب سے اِفطار اور سحری کرتے ہیں، کیا سائنسی طریقے سے نیا چاند نکلنے کے وقت کو تسلیم کرنا مذہباً منع ہے؟ اگر نہیں تو پھر سائنسی حساب سے ہر ماہ کا آغاز کیوں نہیں کرتے؟ اگر کرتے تو پچھلے سال سعودی عرب میں اٹھائیس کا عید کا چاند نہ ہوتا۔

جواب:... قمری مہینے کا شروع ہونا چاند دیکھنے پر موقوف ہے، فلکیات کے فن سے اس میں اتنی مدد تو لی جاسکتی ہے کہ آج چاند ہونے کا امکان ہے یا نہیں؟ لیکن جب تک رُؤیت کے ذریعہ چاند ہونے کا ثبوت نہ ہوجائے محض فلکیات کے حساب سے چاند ہونے کا فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ مختصر یہ کہ چاند ہونے میں رُؤیت کا اعتبار ہے، فلکیات کے حساب کا اعتبار بغیر رُؤیت کے نہیں۔[2]

کیا رُؤیتِ ہلال کمیٹی چاند کا صحیح فیصلہ نہیں کرتی؟

سوال:... ایک انگریزی اخبار میں ایک صاحب کا ایک خط شائع ہوا ہے، جس میں انہوں نے کہا ہے کہ ۲۹ رشوال ۱۴۱۸ھ کو مطلع ابرآلود ہونے کی وجہ سے ذیقعدہ کا چاند نظر نہیں آیا، مگر اگلے دن ۳۰ رشوال کو غروبِ آفتاب سے ۳۵ منٹ قبل چاند صاف نظر آرہا تھا، جس کا مطلب یہ ہوا کہ اس دن دراصل ذیقعدہ کی پہلی تاریخ تھی۔ یہ بات میرے خیال میں بہت اہم ہے، رُؤیتِ ہلال کمیٹی کو اگلے دن یعنی ۲۹ رکو چاند نظر نہ آنے کی صورت میں ۳۰ رکو بھی نشست کرنا چاہئے، یہی حل مناسب نظر آتا ہے۔ جس چیز کی طرف ان صاحب نے اپنے خط میں نشاندہی کی ہے، اس کا کیا حل ہونا چاہئے؟ میری آپ سے درخواست ہے کہ آپ بحیثیت ایک عالمِ دِین کے رُؤیتِ ہلال کمیٹی کے چیئرمین کو خط تحریر کریں، کیونکہ ایک عام شہری کے مقابلے میں آپ عالمانہ طور پر ان کو خط لکھیں گے۔

جواب:... قمری مہینوں کا اِعتبار چاند کے نظر آنے پر ہے، چونکہ پورے ملک میں چاند نظر نہیں آیا، اس لئے محض اپنے قیاس اور اَندازے سے نیا مہینہ شروع نہیں کیا جاسکتا تھا۔ باقی رُؤیتِ ہلال میں ہر مکتبۂ فکر کے علماء شامل ہیں، اور وہ حضرات علم و فہم میں مجھ سے فائق ہیں، اس لئے میں ان کو کیا مشورہ دے سکتا ہوں؟ ورنہ ''حکمت بلقمان آموختن'' کا مضمون صادق آئے گا۔

---

(۱) وإذا صام أهل مصر شهر رمضان على غير رؤية ثمانية وعشرين يومًا ثم رأو هلال شوال ان عدّو شعبان برؤيته ثلاثين يومًا ولم يرو هلال رمضان قضوا يومًا واحدًا. (هندية ج:۱ ص:۱۹۹، الباب الثاني في رؤية الهلال).

(۲) قوله ولَا عبرة بقول المؤقتين أي في وجوب الصوم على الناس بل في المعراج لَا يعتبر قولهم بالإجماع ولَا يجوز للمنجم ان يعمل بحساب نفسه ... إلخ. (شامي ج:۲ ص:۳۸۷، كتاب الصوم، مطلب لَا عبرة بقول المؤقتين في الصوم).

کیا رُؤیتِ ہلال میں فلکیات پر اعتماد کیا جاسکتا ہے؟

سوال:... "رُؤیتِ ہلال کا مسئلہ" کے عنوان سے مولانا محمد جعفر پھلواری کا ایک مضمون اپریل ۱۹۶۷ء کے ماہنامہ "ثقافت" لاہور میں چھپا تھا، جسے اب ابتدائی تعارفی نوٹ کے اضافے کے ساتھ ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ لاہور، نے کتابچے کی شکل میں "رُؤیتِ ہلال" کے نام سے شائع کیا ہے۔ کیا آنجناب کے نزدیک پھلواری صاحب کی تحقیق لائقِ اعتماد ہے؟ نیز یہ کہ رُؤیتِ ہلال کے بارے میں ان کے موقف سے اتفاق کرتے ہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ مدلل تحریر کریں۔

جواب:...مولانا موصوف کے رُؤیتِ ہلال کے موقف اور ان کے استدلال کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے آپ کے سوال کا جواب دینے کی کوشش کرتا ہوں۔

موصوف کے اس کتابچے کا موضوع یہ بتانا ہے کہ "رُؤیتِ ہلال کا حکم فنِ فلکیات پر اعتماد کرنے سے بھی پورا ہوسکتا ہے۔"

موصوف نے اپنی بحث کا آغاز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی سے کیا ہے:

"**صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته فان غم عليكم فاقدروا له.**" (رواه السنة إلّا الترمذي)

ترجمہ:... "چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر اِفطار (عید) کرو، اگر مطلع غبار آلود ہو تو اس کا اندازہ کرلو۔"

موصوف کا خیال ہے کہ "یہاں اگر "رُؤیت" کے معنی کی وضاحت ہوجائے تو مسئلہ بڑی حد تک صاف ہوسکتا ہے۔" چنانچہ وہ المنجد، اقرب الموارد، البستان، القاموس، لسان العرب، منتہی الارب اور مفرداتِ راغب وغیرہ کے حوالوں سے اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ:

"اس میں شک نہیں کہ رُؤیت کے حقیقی معنی چشمِ سر ہی سے دیکھنے کے ہیں، لیکن دُوسرے مجازی معنوں میں بھی اس کا استعمال کثرت سے ہوا ہے.....اس لئے گویا رُؤیت کے معنی ہیں "علم ہوجانا"، چنانچہ کوئی تیس چالیس جگہ قرآن میں بھی لفظِ رُؤیت کا استعمال حقیقی معنی کے علاوہ مجازی معنوں میں ہوا ہے۔"

اس لئے فاضل مؤلف کے نزدیک "رُؤیتِ ہلال کو چشمِ سر کے ساتھ مخصوص کردینے کی کوئی معقول وجہ معلوم نہیں ہوتی" بلکہ ان کی رائے میں: "فنِ فلکیات پر اعتماد کرکے بھی وہ اپنا ایمان بالکل محفوظ کرسکتے ہیں۔"

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر رُؤیتِ ہلال کو چشمِ سر کے ساتھ مخصوص کردینا موصوف کے نزدیک "غیر معقول" ہے، تو کیا یہ طرزِ فکر معقول کہلائے گا کہ ایک شخص لغت کی کتابیں کھول کر بیٹھ جائے اور یہ دعویٰ کرے کہ چونکہ فلاں لفظ حقیقی معنی کے علاوہ متعدّد مجازی معنوں کے لئے بھی آتا ہے، اس لئے عرفاً وشرعاً اس کے جو حقیقی معنی مراد لئے جاتے ہیں وہ صحیح نہیں بلکہ "غیر معقول" ہیں، مثلاً: "ضرب" کا لفظ لغت کے مطابق کوئی پچاس ساٹھ معنوں کے لئے آتا ہے، اس لئے "ضرب زيد عمروا" کے جملے سے عرفِ عام میں جو معنی لئے جاتے ہیں (یعنی زید نے عمرو کو مارا) وہ غیر معقول اور غلط ہیں۔ کیا اسے صحت مندانہ استدلال کہا جاسکتا ہے؟ اور کیا یہ

اندازِ فکر اور طرزِ استدلال اہم ترین مسائل کے صحیح حل کی طرف راہ نمائی کرسکتا ہے؟ اس بات سے کس کو انکار ہے کہ رُؤیت کا لفظ حقیقی معنی کے علاوہ مختلف قرائن کی مدد سے، دُوسرے مجازی معنوں میں بھی کبھی بولا جاتا ہے، مگر رُؤیتِ ہلال کی احادیث میں یہ لفظ کس معنی میں استعمال ہوا ہے؟ اس کے لئے لغت کی کتابوں کا بوجھ لادنے کے بجائے سب سے پہلے تو اس سلسلے کی تمام احادیث کو سامنے رکھ کر یہ دیکھنا چاہئے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کس سیاق میں؟ کس معنی کے لئے استعمال فرمایا ہے؟ پھر یہ دیکھنا تھا کہ صحابہؓ، تابعینؒ اور ائمہ مجتہدینؒ نے اس سے کون سے معنی سمجھے ہیں؟ اُمتِ اسلامیہ نے قرناً بعد قرنٍ اس سے کیا مراد لی ہے؟ اور عرفِ عام میں ''چاند دیکھنے'' کے کیا معنی سمجھے جاتے ہیں؟

لغت سے استفادہ کوئی شجرۂ ممنوعہ نہیں، بلکہ بڑی اچھی بات ہے، کسی زبان کی مشکلات میں لغت ہی سے مدد لی جاتی ہے، اور کسی غیر معروف لفظ کی تحقیق کے لئے ہر شخص کو ہر وقت ڈکشنری کھولنے کا حق حاصل ہے، لیکن جو الفاظ ہر عام و خاص کی زبان پر ہوں، ان کے معنی عامی سے عامی شخص بھی جانتا ہو، اور روزمرّہ کی بول چال میں لوگ سینکڑوں بار انہیں استعمال کرتے ہوں، ان کے لئے ڈکشنری کے حوالے تلاش کرنا کوئی مفید کام نہیں بلکہ شاید اہلِ عقل کے نزدیک اسے بے معنی مشغلہ، بے سود کاوش اور ایک لغو حرکت کا نام دیا جائے، اور اگر کوئی دانشمند لغت بینی کے شوق میں لغت کے مجازی معنوں کی منطق سے شرعی اور عرفی معنوں کو غیر معقول قرار دینے لگے تو ایسے شخص کے لئے بھی ڈکشنری میں جو لفظ وضع کیا گیا ہے، اس سے بھی سب واقف ہیں۔

تاہم اگر رُؤیت جیسے معروف اور بدیہی لفظ کے لئے ''کتاب کھولنے'' کی ضرورت و افادیت کو تسلیم بھی کرلیا جائے تو اس کی کیا توجیہ کی جاسکتی ہے کہ رُؤیت کا ''ست'' نکالتے وقت فاضل مؤلف نے لغت سے بھی صحیح استفادہ نہیں کیا، نہ ان قواعد کو ملحوظ رکھنا ضروری سمجھا جو ائمہ لغت نے ''رُؤیت'' کے مواقعِ استعمال کے سلسلے میں ذکر کئے ہیں۔ کیونکہ موصوف نے لغت کی مدد سے رُؤیت کا ست یہ نکالا ہے کہ: ''گویا رُؤیت کے معنی ہیں علم ہوجانا۔'' گویا اہلِ لغت نے اس کے معانی اور ان کے مواقعِ استعمال کے تفصیلی بیان کی جو سردردی مول لی ہے وہ سب فضلہ ہے۔ خلاصہ، مغز اور ''ست'' صرف اتنا برآمد ہوا ہے کہ: ''رُؤیت کے معنی ہیں علم ہوجانا'' جبکہ وہ ان ہی کتابوں میں موجود ہیں جن کا حوالہ موصوف نے دیا ہے، مثلاً: لفظ ''رُؤیت'' مفعولِ واحد کی طرف متعدی ہو تو وہاں عینی رُؤیت یعنی سر کی آنکھوں سے دیکھنا مراد ہوتا ہے، اور جب دو مفعولوں کی طرف متعدی ہو تو اس کے معنی ہوں گے جاننا، معلوم کرنا۔ چنانچہ صحاحِ جوہری، تاج العروس اور لسان العرب میں ہے:

''الرؤية بالعين تتعدى الى مفعول واحد وبمعنى العلم تتعدى الى مفعولين۔'' (الصحاح للجوهرى ج:۶ ص:۲۳۴۸، تاج العروس للزبيدى ج:۱۰ ص:۱۳۹، لسان العرب لابن منظور الأفريقى مادّة: راى)

ترجمہ:... ''اگر رُؤیت سے مراد رُؤیت بالعین ہو تو رُؤیت ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے، اور اگر رُؤیت بمعنی علم کے ہو تو وہ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوگا۔''

اسی طرح منتہی الارب میں ہے:

''رُؤیت: دیدن بچشم، واین متعدی بیک مفعول است، ودانستن، واین متعدی بدو مفعول۔''

(منتہی الارب ص:۶۲۴، عبدالرحیم بن عبدالکریم صفی پوری)

صراح میں ہے:

''رای رؤیة: دیدن بچشم متعدالیٰ مفعول ودانستن متعدالیٰ مفعولین'' (الصراح من الصحاح ص:۵۵۹)

یا یہ کہ رُؤیت کا متعلق کوئی محسوس اور مشاہد چیز ہو تو وہاں حسی رُؤیت مراد ہوگی، یعنی بچشمِ سر دیکھنا، اور جب اس کا متعلق کوئی سامنے کی چیز نہ ہو تو وہاں وہمی، خیالی یا عقلی رُؤیت مراد ہوگی، چنانچہ اِمام راغب اصفہانیؒ کی "المفردات فی غریب القراٰن" میں ہے:

"ذٰلک الضرب بحسب قوی النفس الأولی بالحاسة وما یجری مجراها .... الخ۔"

عجیب اتفاق ہے کہ یہ عبارت فاضل مؤلف نے بھی نقل کی ہے، مگر شاید عجلت میں اسے سمجھنے یا اس تفصیل کو ملحوظ رکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔

یا یہ کہ "رای" کے مادّہ سے مصدر جب "رؤیة" آئے تو اس کے معنی ہوں گے: ''آنکھوں سے دیکھنا''، اور اگر "رای" آئے تو اس کے معنی ہوں گے: ''دِل سے دیکھنا اور جاننا''۔ اور اگر "رؤیا" آئے تو عموماً اس کے معنی ہوں گے: ''خواب میں دیکھنا'' اور کبھی ''بیداری کی آنکھوں سے دیکھنا'' چنانچہ اساس البلاغہ میں ہے:

"رای رایته یعنی رؤیة، ورایته فی المنام رؤیا، ورایته رای العین، فارایته ارائة ورایت الهلال، فترائینا الهلال .... ومن المجاز فلان یری الفلان رایا۔"

(اساس البلاغہ ص:۳۱۱، لجاراللہ ابوالقاسم محمود بن عمر الزمخشری)

ترجمہ:... ''رای، رایته کے معنی دیکھنے کے آتے ہیں جیسے (ورئیته فی المنام رؤیا) میں نے اس کو نیند میں دیکھا، اور (رایته رای العین) میں نے اس کو آنکھ سے دیکھا، اور (فارایته ارائة) میں نے اس کو دِکھلایا دِکھلانا، (ورایت الهلال) اور میں نے چاند کو دیکھا، (فترائینا الهلال) ہم نے دُوسرے کو چاند دِکھلایا۔ اور مجازاً کہا جاتا ہے کہ: فلاں نے فلاں کو خواب میں دیکھا۔''

ممکن ہے مواقعِ استعمال کے یہ قواعد کلیہ نہ ہوں، لیکن عربیت کا صحیح ذوق شاہد ہے کہ یہ اکثر و بیشتر صحیح ہیں۔ یوں بھی فنی قواعد عموماً کلی نہیں، اکثری ہی ہوتے ہیں۔ ان تینوں قواعد کے مطابق ''رُؤیتِ ہلال'' کے معنی سر کی آنکھوں سے چاند دیکھنا بنتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جن ائمہ لغت نے حقیقی اور مجازی معنوں کو الگ الگ ذکر کرنے کا التزام کیا ہے انہوں نے رُؤیتِ ہلال کو حقیقی معنی یعنی چشمِ سر سے دیکھنے کے تحت درج کیا ہے۔

اسی طرح جن حضرات نے ''فروقِ الفاظ'' کا اہتمام کیا ہے انہوں نے تصریح کی ہے کہ ''رُؤیتِ ہلال'' اور ''تبصر'' کے معنی ہیں چاند دیکھنے کے لئے اُفقِ ہلال کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھنا، جیسا کہ فقہ اللغہ میں ہے:

"فان نظر الٰی أفق الهلال لليلة ليراه قيل مبصر۔"

(فقه اللغة ص:۱۰۴، للإمام ابومنصور عبدالملک بن محمد الثعالبی)

ترجمہ:... "اگر کوئی آدمی رات کو اُفقِ ہلال کی طرف چاند دیکھنے کے لئے نظر اُٹھا کر دیکھے تو بھی کہا جاتا ہے کہ وہ آدمی چاند کو دیکھنے والا ہے۔"

فاضل مؤلف کے علم و تفقہ کے پیشِ نظر ان کے بارے میں یہ بدگمانی نہیں کی جاسکتی کہ یہ تمام اُمور ان کی نظر سے نہیں گزرے ہوں گے، یا یہ کہ وہ ائمہ لغت کی صحیح مراد سمجھنے سے قاصر رہے ہوں گے، مگر حیرت ہے کہ موصوف ان تمام چیزوں سے آنکھیں بند کرکے اس ادھوری بات کو لے اُڑے کہ "رُؤیت کا لفظ چونکہ متعدّد معانی کے لئے آتا ہے، لہٰذا رُؤیتِ ہلال کو چشم سر سے مخصوص کردینا غیرمعقول ہے"۔ جو حضرات کسی موضوع پر تحقیق کے لئے قلم اُٹھائیں اور اتنے بڑے پندار کے ساتھ کہ "ہم کسی رائے کو، خواہ وہ اپنی ہو یا قدمائے اہلِ علم کی، حرفِ آخر نہیں سمجھتے" ان کی طرف سے کم نظری، تساہل پسندی یا پھر مطلب پرستی کا یہ مظاہرہ بڑا ہی افسوس ناک اور تکلیف دہ ہے، جب "رُؤیت" جیسے بدیہی اور "چشم دید" اُمور میں ہمارے نئے محققین کا یہ حال ہو تو عملی، نظری اور پیچیدہ مباحث میں ان سے دقیقہ رسی، بالغ نظری اور اصابتِ رائے کی توقع ہی عبث ہے۔

یہ تو خیر ائمہ لغت کی تصریحات تھیں، دِلچسپ بات یہ ہے کہ خود ماہرینِ فلکیات، جن کے قول پر اعتماد کرنا فاضل مؤلف کے نزدیک حفاظتِ ایمان کا ذریعہ ہے، ان کے یہاں بھی رُؤیتِ ہلال کے معنی سر کی آنکھوں سے دیکھنا ہی آتے ہیں، مزید یہ کہ ان کے یہاں اس رُؤیت کے دو درجے ہیں، ۱:-طبعی، ۲:-ارادی۔ اگر ہلال، اُفق سے اتنی بلندی پر ہو کہ وہ بلاتکلف دیکھا جاسکے اسے وہ "طبعی رُؤیت" قرار دیتے ہیں، اور اگر اتنی بلندی پر نہ ہو بلکہ اتنا نیچے اور باریک ہو کہ اعلیٰ قسم کی دُوربینوں کے بغیر اس کا دیکھنا ممکن نہ ہو اسے "رُؤیتِ ارادی" کا نام دیا جاتا ہے، فلکیات کی تصریح کے مطابق قابلِ اعتبار طبعی رُؤیت ہے نہ کہ ارادی، مجلّہ اسلامیہ بہاول پور میں ہے:

"مراد از رُؤیت طبعی است، نہ ارادہ کہ بتوسط منظار ہائے جیدہ بہ بیند، چہ دریں حالت ہلال قبل از انکہ بحدِ رُؤیت رسیدہ باشد، دیدہ مے شود۔" (زیچ بہادر خانی باب ہفتم در رُؤیتِ ہلال ص:۵۵۶، طبع بنارس ۱۸۵۸ء بحوالہ سہ ماہی مجلّہ جامعہ اسلامیہ بہاول پوری، اپریل ۱۹۶۸ء ص:۵۱، مقالہ مولانا عبدالرشید نعمانی، و ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ مارچ ۱۹۶۳ء ص:۱۸۸)

ترجمہ:... "رُؤیتِ ہلال سے مراد طبعی رُؤیت ہے نہ کہ رُؤیتِ ارادی کہ اعلیٰ قسم کی دُوربینوں کے ذریعہ ہلال کو دیکھا جائے، کیونکہ اس حالت میں تو ہلال کو اس کے حدِ رُؤیت پر پہنچنے سے قبل بھی دیکھا جاسکتا ہے۔"

اور حضراتِ فقہائے کرامؒ جو شریعتِ اسلامیہ کے حقیقی ترجمان ہیں، وہ بھی اسی پر متفق ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: "صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته" میں رُؤیتِ حسی یعنی سر کی آنکھوں سے دیکھنا ہی مراد ہے، "بداية المجتهد" میں ہے:

"فان النبی صلی الله علیه وسلم قد أوجب الصوم والفطر للرؤیة، والرؤیة انما یکون بالحس، ولو لَا الْإجماع علی الصیام بالخبر علی الرؤیة لبعد وجوب الصوم بالخبر بظاهر هٰذا الحدیث۔" (بدایة المجتهد لِابن رشد ص:۲۸۵)

ترجمہ:... "حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم اور فطر کو رُؤیت کے ساتھ خاص کیا ہے اور رُؤیت صرف آنکھ ہی کے ذریعہ سے ہوسکتی ہے، اور اگر روزوں کے لئے رُؤیت پر حدیث پاک کے ساتھ ساتھ اُمت کا اجماع ثابت نہ ہوتا تو صرف خبر کے ساتھ روزوں کو واجب کرنا (اس حدیث کے ظاہر کی بنیاد پر) مشکل ہوتا۔"

اور اسی پر تمام مسلمانوں کا اجماع و اتفاق ہے، جیسا کہ "اَحکام القرآن" میں ہے:

"قال أبوبکر: قول رسول الله صلی الله علیه وسلم: "صوموا لرؤیته" موافق لقوله تعالٰی: "یسئلونک عن الأهلة، قل هی مواقیت للناس والحج" واتفق المسلمون علٰی أن معنی الآیة والخبر فی اعتبار رؤیة الهلال فی صوم رمضان، فدل ذٰلک علٰی أن رؤیة الهلال هی شهود الشهر۔" (احکام القرآن لابی بکر الجصاص ج:۱ ص:۲۰۱ طبع ۱۳۳۵ھ)

ترجمہ:... "ابوبکر کہتے ہیں کہ: حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ: "صوموا لرؤیته" یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول: "یسئلونک عن الأهلة قل هی مواقیت للناس والحج" کے موافق ہے، اور مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آیت اور حدیث رمضان کے روزوں سے رُؤیتِ ہلال کے متعلق ہے، تو یہ قول بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ رُؤیتِ ہلال سے مراد مہینے کا موجود ہونا ہے۔"

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ "رُؤیتِ ہلال" کے معنی سر کی آنکھوں سے دیکھنا قطعی طور پر متعین ہیں، اس میں کسی قسم کے شک وشبہ اور تردّد کی گنجائش نہیں، یہی معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عہد سے آج تک لئے جاتے رہے ہیں، یہی ائمہ لغت کی تصریحات سے میل کھاتے ہیں، یہی فلکیات کی اصطلاح کے مطابق ہیں، یہی معنی مزاج شناسانِ نبوّت - فقہائے کرامؒ - نے حدیث سے سمجھے ہیں، اور چودہ صدیوں کی اُمتِ مسلمہ بھی اسی پر متفق ہے۔ مگر فاضل مؤلف کے کمال کی داد دیجئے کہ وہ ڈکشنری کی ناقص، ادھوری اور ہلکی پھونک سے آسمان وزمین کی ہر چیز کو اُڑا دینا چاہتے ہیں۔ کاش! فاضل مؤلف سے یہ عرض کیا جاسکتا، طنز وتشنیع کے طور پر نہیں بلکہ محض دینی خیرخواہی، اسلامی اخوت اور اِخلاص کے طور پر، کہ آپ نے اس مقام پر جو آسان راستہ اختیار کیا ہے، یعنی لغت کھول کر کسی لفظ کے متعدّد معانی نکالو، اور پھر بلاتکلف اس لفظ کے شرعی معنی کو مشکوک کرڈالو، یہ راستہ جتنا آسان اور مختصر ہے، اس سے کہیں زیادہ پُرخطر بھی ہے، کیونکہ یہ تحقیق و اجتہاد کی طرف نہیں بلکہ - گستاخی معاف - سیدھا تلبیس و اِلحاد کی طرف جاتا ہے۔ اُمتِ مسلمہ میں خدانہ کردہ اسی کی چلت ہوجائے تو ملاحدہ کی جماعت اسی غلط منطق سے صوم وصلوٰۃ، حج، زکوٰۃ اور تمام اصطلاحاتِ شرعیہ کو مسخ کرسکتی ہے، کہا جاسکتا ہے کہ "صلوٰۃ" کے معنی لغت میں یہ یہ آتے ہیں، لہٰذا ارکانِ مخصوصہ کے ساتھ اسے خاص کردینا غیرمعقول ہے، وقس علیٰ ہٰذا، اس سے ظاہر ہے کہ اس کا انجام دُنیا میں امن و اصلاح نہیں، انتشار اور فساد ہوگا، اور آخرت میں دارالقرار نہیں، دارالبوار ہوگا، اللہ

تعالیٰ اہلیت دیں تو اِجتہاد ضرور کیجئے! مگر خدا کے لئے پہلے اِجتہاد اور اِلحاد کے درمیان اچھی طرح سے فرق کرلیجئے! تحقیق نئی ہو یا پُرانی، اس کا حق مُسلَّم! لیکن، خدارا تحقیق اور تلبیس دونوں کے حدود کو جدا جدا رکھئے۔

رُؤیتِ ہلال کی احادیث حضرات عمر، علی، ابنِ مسعود، عائشہ، ابو ہریرہ، جابر بن عبداللہ، براء بن عازب، حذیفہ بن الیمان، سمرۃ بن جندب، ابوبکرہ، طلق بن علی، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، رافع بن خدیج وغیرہم صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی روایت سے حدیث کے مستند مجموعوں میں موجود ہیں، جنھیں اس مسئلے میں کسی صحیح نتیجے پر پہنچنے کے لئے پیشِ نظر رکھنا ضروری تھا، مگر موصوف نے اپنے خاص مقصد کا پردہ رکھنے کے لئے ان سے استفادہ کی ضرورت نہیں سمجھی، صرف ایک روایت کے جس کے آخری جملے میں قدرے اجمال پایا جاتا ہے، نقل کرکے فوراً لغت کا رُخ کرلیا۔ آیئے! چند روایات پر نظر ڈالیں اور پھر دیکھیں کہ صحابہؓ و تابعینؒ اور فقہائے مجتہدینؒ نے ان سے کیا سمجھا ہے؟ صحیحین میں ہے:

۱:... **"عن عبدالله بن عمر (رضی الله عنهما) ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: الشهر تسع وعشرون لیلة، فلا تصوموا حتی تروه، فان غم علیکم فأکملوا العدة ثلاثین۔"** (متفق علیہ، مشکوٰۃ ص:۱۷۴)

ترجمہ:... ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مہینہ اُنتیس کا بھی ہوتا ہے، مگر تم ''چاند دیکھے بغیر'' روزہ نہ رکھا کرو، اور اگر (اُنتیس کا) چاند اَبر یا غبار کی وجہ سے نظر نہ آئے تو تیس کی گنتی پوری کرلیا کرو۔''

۲:... **"عن عبدالله بن عمر رضی الله عنهما ان رسول الله صلی الله علیه وسلم ذکر رمضان، فقال: لَا تصوموا حتی تروا الهلال، ولَا تفطروا حتی تروه، فان غم علیکم فاقدروا له۔"** (متفق علیہ، مشکوٰۃ ص:۱۷۴)

ترجمہ:... ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: (اُنتیس کا) چاند دیکھے بغیر نہ روزے رکھنا شروع کرو اور نہ چاند دیکھے بغیر روزے موقوف کرو، اور اَبر یا غبار کی وجہ سے نظر نہ آئے تو اس کے لئے (تیس دن کا) اندازہ رکھو۔''

۳:... **"کتب عمر بن عبدالعزیز (رضی الله عنه) الٰی أهل البصرة بلغنا عن رسول الله صلی الله علیه وسلم ..... نحو حدیث ابن عمر عن النبی صلی الله علیه وسلم زاد: وان أحسن ما یقدر لهٗ اذ رأینا هلال شعبان لکذا وکذا فالصوم ان شاء الله لکذا وکذا إلّا ان یروا الهلال قبل ذٰلک۔"** (ابوداوٗد ص:۳۱۸)

ترجمہ:... ''خلیفۂ راشد عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اہلِ بصرہ کو خط لکھا کہ: ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پہنچی ہے۔ یہاں اسی مذکورہ بالا حدیثِ ابنِ عمرؓ کا مضمون ذکر کیا اور اتنا اضافہ کیا: اور

بہترین اندازہ یہ ہے کہ ہم نے شعبان کا چاند فلاں دن دیکھا تھا، اس لئے (تیس تاریخ کے حساب سے) روزہ ان شاء اللہ فلاں دن ہوگا، ہاں! چاند اس سے پہلے (اُنتیس کو) نظر آجائے تو دُوسری بات ہے۔"

۴:... "حدثنا حسين بن الحارث الجدلي ..... ان أمير مكة خطب ثم قال: عهد الينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان ننسك للرّؤية فان لم نره وشهد شاهدا عدل نسكنا بشهادتهما ..... ان فيكم من هو أعلم بالله ورسوله منّي، وشهد هذا من رسول الله صلى الله عليه وسلم واومأ بيده الى رجل قال الحسين: فقلت لشيخ الى جنبي: من هذا الذى اومأ اليه الأمير؟ قال: هذا عبدالله بن عمر وصدق كان أعلم بالله منه، فقال: بذالك أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم." (ابوداوٗد ج:۱ ص:۳۱۹)

ترجمہ:... "حسین بن حارث جدلی فرماتے ہیں: امیرِ مکہ نے خطبہ دیا، پھر فرمایا کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تاکیداً یہ حکم دیا تھا کہ ہم عید، بقرعید صرف چاند دیکھ کر کیا کریں، اور اگر (اَبر یا غبار کی وجہ سے) ہم نہ دیکھ سکیں (یعنی رُؤیتِ عامہ نہ ہو) مگر دو معتبر اور عادل گواہ رُؤیت کی شہادت دیں، تو ہم ان کی شہادت پر عید، بقرعید کرلیا کریں، اور ایک صاحب جو حاضرِ مجلس تھے، ان کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: آپ کی اس مجلس میں یہ صاحب موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اَحکام مجھ سے زیادہ جانتے ہیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حکم الٰہی میں نے ذکر کیا ہے، یہ اس کے گواہ ہیں۔ حارث کہتے ہیں: میں نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے ایک بزرگ سے دریافت کیا کہ: یہ کون صاحب ہیں جن کی طرف امیر صاحب نے اشارہ کیا؟ کہا کہ: یہ عبداللہ بن عمرؓ ہیں، اور امیر صاحب نے صحیح کہا تھا، یہ واقعی خدا اور رسول کے اَحکام کے بڑے عالم تھے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسی کا حکم فرمایا ہے۔"

۵:... "عن ابن عمر رضى الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: جعل الله الأهلة مواقيت للناس، فصوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته فان غم عليكم فعدوا ثلاثين يوما." (رواه الطبراني كما في تفسير ابن كثير ج:۱ ص:۳۲۵، دار احياء الكتب العربية مصر، وأخرجه الحاكم في المستدرك بمعناه وقال: صحيح الاسناد، وأقره عليه الذهبي)

ترجمہ:... "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہلالوں (نئے چاند) کو لوگوں کے لئے اوقات کی تعیین کا ذریعہ بنایا ہے، پس چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر اِفطار کرو، اور اگر مطلع اَبرآلود ہو تو تیس دن شمار کرلو۔"

۶:... "عن ابن عباس رضى الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته فان حال بينكم وبين منظره سحاب أو قترة فعدوا ثلاثين۔"

(احکام القرآن للجصاص ج:۱ ص:۲۰۱)

ترجمہ:... "حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر ہی افطار کرو، اور اگر تمہارے اور اس کے نظر آنے کے درمیان اَبر یا سیاہی حائل ہوجائے تو تیس دن شمار کرلو۔"

۷:... "عن ابن عباس رضی الله عنهما ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: صوموا رمضان لرؤيته فان حال بينكم غمامة أو ضبابة فأكملوا عدة شهر شعبان ثلاثين ولا تستقبلوا رمضان بصوم يوم من شعبان۔" (احکام القرآن ج:۱ ص:۲۰۲)

ترجمہ:... "حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رمضان کا روزہ چاند دیکھ کر رکھا کرو، پھر اگر تمہارے درمیان اَبر یا دُھند حائل ہوجائے تو ماہ شعبان کی گنتی تیس دن پوری کرلو، اور رمضان کے استقبال میں شعبان ہی کے دن کا روزہ شروع نہ کردیا کرو۔"

۸:... "عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لا تصوموا قبل رمضان، صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته، فان حالت دونهٗ غيابة فأكملوا ثلاثين يوما۔" (ترمذی ج:۱ ص:۸۷)

ترجمہ:... "حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رمضان سے پہلے ہی روزہ شروع نہ کردیا کرو، بلکہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو، اور چاند دیکھ کر روزہ افطار کرو، اور اگر اس کے دیکھنے میں اَبر حائل ہوجائے تو تیس دن پورے کرلیا کرو۔"

۹:... "عن أبی البختری قال: خرجنا للعمرة فلما نزلنا ببطن نخلة ترآئينا الهلال فقال بعض القوم: هو ابن ثلاث، وقال بعض القوم: هو ابن ليلتين، فلقينا ابن عباس (رضی الله عنهما) فقلنا: انا رآئينا الهلال فقال بعض القوم: هو ابن ثلاث، وقال بعض القوم: هو ابن ليلتين۔ فقال: أی ليلة رأيتموه؟ قلنا: ليلة كذا وكذا، فقال: ان رسول الله صلی الله عليه وسلم مده للرؤية فهو لليلة رأيتموه۔ وفی رواية عنه: قال: أهللنا رمضان ونحن بذات عرق فأرسلنا رجلًا الی ابن عباس يسأله، فقال ابن عباس (رضی الله عنهما): قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ان الله تعالٰی قد امده لرؤيته فان اغمی عليكم فأكملوا العدة۔"

(مسلم ج:۱ ص:۳۴۸، مشکوٰۃ ص:۱۷۴، ۱۷۵)

ترجمہ:... "ابوالبختری کہتے ہیں کہ: ہم عمرہ کے لئے نکلے، بطنِ نخلہ پہنچے تو چاند دیکھنے لگے، کسی

نے کہا: تیسری رات کا ہے، اور کسی نے کہا: دُوسری رات کا ہے، بعد ازاں جب ہماری ملاقات ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے ہوئی تو ہم نے ان سے عرض کیا کہ: ہم نے چاند دیکھا تھا، مگر بعض کی رائے تھی کہ دُوسری رات کا ہے اور بعض کا خیال تھا کہ تیسری رات کا ہے۔ فرمایا: تم نے کس رات دیکھا؟ ہم نے عرض کیا: فلاں رات! فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہینے کی مدّت کا مدار رُؤیت پر رکھا ہے، لہٰذا یہ چاند اسی رات کا تھا جس رات تم نے دیکھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ہم نے رمضان کا چاند ذاتِ عرق میں دیکھا (اور ہمارے درمیان اختلافِ رائے ہوا کہ کس تاریخ کا ہے؟) چنانچہ ہم نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آدمی اس کی تحقیق کے لئے بھیجا، ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا مدار رُؤیت پر رکھا ہے، پس اگر نظر نہ آسکے تو گنتی پوری کرلی جائے۔"

۱۰:... **"عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته فان غم عليكم فأكملوا العدة ثلاثين"** (متفق علیہ، مشکوٰۃ ص:۱۷۴)

ترجمہ:... "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر اِفطار کرو، پھر اگر وہ اَبر و غبار کی وجہ سے نظر نہ آئے تو تیس دن کی گنتی پوری کرو۔"

۱۱:... **"عن ابن عمر رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: إنّا أُمّة أُمّيّة لَا نكتب ولَا نحسب، الشهر هٰكذا وهٰكذا وعقد الْابهام فی الثالثة. ثم قال: الشهر هٰكذا وهٰكذا يعنی تمام الثلاثين يعنی مرة تسعًا وعشرين ومرة ثلاثين۔"**

(متفق علیہ، مشکوٰۃ ص:۱۷۴)

ترجمہ:... "حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہم تو اُمتِ اُمیہ ہیں، ہمیں اوقات کی تعیین کے لئے حساب کتاب کی ضرورت نہیں، بس (اتنا جان لو کہ) مہینہ کبھی اتنا، اتنا ہوتا ہے، دونوں ہاتھوں سے اشارہ فرمایا، اور تیسری مرتبہ ایک اُنگلی بند فرمائی (یعنی اُنتیس کا)، اور کبھی اتنا، اتنا، اتنا ہوتا ہے، یعنی پورے تیس کا، کبھی اُنتیس کا اور کبھی تیس کا۔"

۱۲:... **"عن جابر بن عبدالله رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: اذا رأيتم الهلال فصوموا واذا رأيتموه فأفطروا فان غم عليكم فعدوا ثلاثين يوما۔"**

(الفتح الربانی تبویب مسندِ احمد ج:۹ ص:۲۴۸)

ترجمہ:... "حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم چاند دیکھ لو تو روزہ رکھو اور جب چاند دیکھ لو تب اِفطار کرو، پھر اگر مطلع اَبر آلود ہو تو تیس دن گن لو۔"

۱۳:... "عن قیس بن طلق عن أبیه رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ان الله عزّ وجلّ جعل هٰذه الأهلة مواقیت للناس، صوموا لروّیته وأفطروا لرؤیته فان غم علیکم فاتموا العدة۔" (الفتح الربانی ج:۹ ص:۲۴۷)

ترجمہ:... "طلق بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان ہلالوں (نئے چاند) کو لوگوں کے لئے تعیینِ اوقات کا ذریعہ بنایا ہے، پس چاند دیکھ کر روزہ رکھا کرو، اور چاند دیکھ کر اِفطار کیا کرو، پھر اگر مطلع اَبر آلود ہونے کی بنا پر وہ نظر نہ آئے تو (تیس دن کی) گنتی پوری کرلو۔"

۱۴:... "عن عائشة رضی الله عنها تقول: کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یتحفظ من شعبان ما لَا یتحفظ من غیره ثم یصوم لرؤیة رمضان، فان غم علیه عد ثلاثین یوما ثم صام۔" (ابوداؤد ص:۳۱۸)

ترجمہ:... "اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جتنا شعبان کے چاند کا اہتمام فرماتے تھے اتنا کسی دُوسرے ماہ کا نہیں فرماتے تھے، پھر چاند دیکھ کر رمضان کا روزہ رکھا کرتے تھے، لیکن مطلع غبار آلود ہونے (اور کہیں سے رُؤیت کی اطلاع نہ ملنے) کی صورت میں (شعبان کے) تیس دن پورے کیا کرتے تھے۔"

۱۵:... "عن أبی هریرة رضی الله عنه قال: قال النبی صلی الله علیه وسلم: لَا تقدموا الشهر بیوم ولَا بیومین إلّا أن یوافق ذٰلک صوما کان یصوم أحدکم۔ صوموا لرؤیته وأفطروا لرؤیته فان غم علیکم فعدوا ثلاثین ثم أفطروا۔ رواه الترمذی وقال حدیث أبی هریرة حسن صحیح والعمل علٰی هٰذا عند أهل العلم۔" (ترمذی ج:۱ ص:۱۴۷)

ترجمہ:... "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مہینے کی آمد سے ایک دو دن پہلے ہی روزہ شروع نہ کردیا کرو، البتہ اس دن کا روزہ رکھنے کی کسی کو عادت ہو تو دُوسری بات ہے، بلکہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر اِفطار کرو، اور اگر مطلع غبار آلود ہونے کی وجہ سے وہ نظر نہ آئے تو تیس دن پورے کرکے پھر اِفطار کرو۔"

۱۶:... "عن حذیفة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لَا تقدموا الشهر حتی تروا الهلال أو تکملوا العدة، ثم صوموا حتی تروا الهلال أو تکملوا العدة۔" (ابوداؤد ص:۳۱۸)

ترجمہ:... "حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مہینے

کی آمد سے پہلے ہی روزہ شروع نہ کردیا کرو جب تک کہ چاند نہ دیکھ لو یا گنتی پوری نہ کرلو، پھر برابر روزے رکھتے رہو، جب تک کہ چاند نہ دیکھ لو یا گنتی پوری نہ کرلو۔"

۱۷:... "عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لَا تقدموا الشهر بصیام یوم ولَا یومین إلّا أن یکون شیء یصومه أحدکم، ولَا تصوموا حتی تروه ثم صوموا حتی تروه، فان حال دونه غمامة فأتموا العدة ثلاثین ثم أفطروا، والشهر تسع وعشرون۔" (ابوداؤد ص:۳۱۸)

ترجمہ:... "حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رمضان سے ایک دو دن پہلے ہی روزہ شروع نہ کردیا کرو، اِلَّا یہ کہ اس دن روزہ رکھنے کی کسی کی عادت ہو (مثلاً: دوشنبہ یا پنجشنبہ کا دن ہو)، بہرحال چاند دیکھے بغیر روزہ نہ رکھو، پھر چاند نظر آنے تک برابر روزے رکھتے رہو، اور اگر اس کے ورے بادل حائل ہوں تو تیس کی گنتی پوری کرلو، تب اِفطار کرو، ویسے مہینے اُنتیس کا بھی ہوتا ہے۔"

۱۸:... "عن عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب یقول: انا صحبنا أصحاب النبی صلی الله علیه وسلم وتعلمنا منهم وانهم حدثونا أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: صوموا لرؤیته وأفطروا لرؤیته، فان أغمی علیکم فعدوا ثلاثین، فان شهد ذوا عدل، فصوموا وأفطروا وأنسکوا۔" (سننِ دارقطنی ج:۲ ص:۱۶۸)

ترجمہ:... "حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن خطابؒ فرماتے ہیں: ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صحبت میں رہے ہیں، اور ان ہی سے علم سیکھا ہے، انہوں نے ہمیں بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر اِفطار کرو، اور اگر اَبر وغبار کی وجہ سے نظر نہ آئے تو تیس دن شمار کرلو، لیکن اگر اس حالت میں دو معتبر اور عادل شخص رُؤیت کی شہادت دیں، تب بھی روزہ، عید اور قربانی کرو۔"

ان تمام احادیث کا مضمون مشترک ہے، مگر ہر حدیث کسی نئے افادے پر مشتمل ہے، اس لئے سب کا سامنے رکھنا ضروری ہے، ان احادیث سے حسبِ ذیل اُمور اوّل نظر میں واضح طور پر مستفاد ہوتے ہیں:

۱:... اسلامی اَحکام میں قمری مہینوں اور سالوں کا اعتبار ہوگا۔

۲:... قمری مہینہ کبھی اُنتیس کا ہوتا ہے، کبھی تیس کا۔

۳:... رُؤیتِ ہلال میں سر کی آنکھوں سے چاند دیکھنے کا مفہوم قطعی طور پر متعین ہے، ان احادیث میں کسی دُوسرے معنی کے احتمال کی گنجائش نہیں، چنانچہ "بدایة المجتهد" لابن رشد القرطبیؒ میں ہے:

"فان العلماء أجمعوا أن الشهر العربی یکون تسعًا وعشرین، ویکون ثلاثین، وعلی أن الإعتبار فی تحدید شهر رمضان انما هو الرؤیة، لقوله علیه الصلٰوة والسلام: "صوموا لرؤیته وأفطروا لرؤیته" وعنی بالرؤیة أول ظهور القمر بعد السؤال۔"

(بدایة المجتهد لابن الرشد القرطبیؒ ج:۱ ص:۲۰۷)

ترجمہ:... "علماء کا اس پر اجماع ہے کہ عربی مہینہ اُنتیس کا بھی ہوتا ہے اور تیس کا بھی، اور اس پر بھی اجماع ہے کہ رمضان کے مہینے کی تحدید صرف رُؤیت سے ہوتی ہے، اس لئے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: "چاند کو دیکھ کر تم روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر ہی روزہ اِفطار کرو" اور (سائل کے) سوال پر رُؤیت سے چاند کا اوّل ظہور ہی مراد ہے۔"

۴:... قمری مہینوں کی تبدیلی کا مدار چاند نظر آنے یا تیس دن پورے ہونے پر ہے، اگر اُنتیس کا چاند نظر آجائے تو نیا مہینہ شروع ہوجائے گا، ورنہ سابقہ ماہ کے تیس دن شمار کرنا لازم ہوگا۔

اَحکام القرآن، ابوبکر جصاص رازیؒ میں ہے:

"وقوله صلی الله علیه وسلم: "صوموا لرؤیته وأفطروا لرؤیته، فان غم علیکم فأکملوا العدة ثلاثین" هو أصل فی اعتبار الشهر ثلاثین، إلّا أن یری قبل ذٰلک الهلال، فان کان شهر غم علینا هلاله فعلینا أن نعده ثلاثین، هذا فی سائر الشهور التی تتعلق بها الأحکام، وانما یصیر الی أقل من ثلاثین برؤیة الهلال۔" (ج:۱ ص:۲۰۲)

ترجمہ:... "حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ: "چاند دیکھ کر روزہ رکھو، اور چاند دیکھ کر اِفطار کرو، اور اگر (بادلوں کی وجہ سے) چاند نظر نہ آئے تو تیس دن کی گنتی مکمل کیا کرو۔" یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ مہینہ تیس دن کا ہوتا ہے، اِلَّا یہ کہ اس سے پہلے چاند نظر آجائے۔ اگر کوئی مہینہ ایسا ہے کہ اس میں بادلوں کی وجہ سے چاند نہ نظر آئے تو ہم پر لازم ہے کہ ہم اس کو تیس کا شمار کریں، اور یہ اُصول ان تمام مہینوں کے بارے میں ہے جن کے ساتھ اَحکام متعلق ہوتے ہیں اور مہینے کے تیس سے کم ہونے کا اعتبار صرف چاند دیکھنے پر ہوگا۔"

۵:... اگر اُفق پر اَبر، غبار، سیاہی یا اور کوئی چیز مانعِ رُؤیت نہ ہو تو اُنتیس کے چاند کا ثبوت "رُؤیتِ عامہ" سے ہوگا، جب پورے علاقے یا ملک کے لوگ چاند دیکھنے میں کوشاں ہوں، اور اس کے باوجود عام رُؤیت نہ ہوسکے، تو علاقے اور ملک کے صرف دو چار افراد کے دعوے سے "رُؤیت" کا ثبوت نہیں ہوگا۔ چنانچہ ان احادیثِ طیبہ میں انفرادی شہادت قبول کرنے کا حکم مطلع اَبر آلود ہونے کی صورت میں دیا گیا ہے، اور مطلع صاف ہونے کی صورت میں انفرادی شہادت کی بجائے: "اذا رأیتم" (جب تم دیکھ لو) فرماکر "رُؤیتِ عامہ" پر ثبوتِ ہلال کا مدار رکھا گیا ہے، اور عقلاً بھی یہ بات بدیہی ہے کہ جب مطلع صاف ہو، سب لوگ سراپا اشتیاق بن کر اُفق پر ٹکٹکی باندھے ہوئے ہوں، اور کوئی چیز مانعِ رُؤیت نہ ہو، اس کے باوجود رُؤیتِ عامہ نہ ہوسکے، تو ایسی صورت میں ایک دو

افراد کا یہ دعویٰ کہ: ''ہم نے چاند دیکھا ہے'' پوری قوم کی آنکھوں میں دُھول جھونکنے کے مترادف ہے، ظاہر ہے کہ پوری قوم کو اندھا یا ضعیف البصر قرار نہیں دیا جاسکتا ہے، بلکہ اس کی بجائے اس انفرادی بیان ہی کو غلط ماننا ہوگا، بالخصوص جبکہ بلند و بالا چوٹیوں پر دُوربینوں کی مدد سے بھی چاند نظر نہ آئے تو ان لوگوں کی غلطی یا غلط بیانی اور بھی واضح ہوجائے گی۔

اَحکام القرآن، ابوبکر جصاص رازیؒ میں ہے:

''قال أبوبكر: انما اعتبر أصحابنا اذا لم يكن بالسماء علة شهادة الجمع الكثير الذين يقع العلم بخبرهم، لأن ذٰلك فرض قد عمت الحاجة اليه، والناس مأمورون بطلب الهلال فغير جائز أن يطلبه الجمع الكثير ولا علة بالسماء مع توافي هممهم وحرصهم علىٰ رؤيته ثم يراه النفر اليسير منهم دون كافتهم، علمنا أنهم غالطون غير مصيبين، فاما أن يكونوا راؤا خيالًا فظنوه هلالًا، أو تعمدوا الكذب، وجواز ذٰلك غير ممتنع، وهٰذا أصل صحيح تقضي العقول بصحته، وعليه مبنىٰ أمر الشريعة. والخطاء فيه يعظم ضرره ويتوصل الملحدون الىٰ ادخال الشبهة علىٰ الأغمار والحشو وعلىٰ من لم يتيقن ما ذكرنا من الأصل۔''
(اَحکام القرآن ج:۱ ص:۲۰۲ طبع ۱۳۳۵ھ)

ترجمہ:... ''امام ابوبکر جصاصؒ فرماتے ہیں: جب آسمان پر کوئی بادل وغیرہ نہ ہو تو ہلالِ رمضان کی رُؤیت کے لئے ایک ایسی کثیر جماعت کی شہادت ضروری ہے جس کی خبر سے یہ یقین حاصل ہوجائے کہ انہوں نے چاند دیکھا ہے، اس لئے کہ روزوں کی فرضیت کی وجہ سے چاند کا دیکھنا فرض ہے اور تمام لوگوں کی ضرورت اس سے متعلق ہے اور لوگ چاند دیکھنے کے لئے مأمور ہیں، پس یہ ممکن نہیں کہ سب لوگ اپنی بھرپور کوشش، ہمت اور رُؤیت کی حرص کے باوجود چاند نہ دیکھ سکیں، لیکن ان میں سے ایک قلیل جماعت کو چاند نظر آجائے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ تھوڑی سی جماعت غلطی پر ہے، بہت ممکن ہے کہ اس جماعتِ قلیل نے کوئی خیالی چیز دیکھی ہو اور اس کو انہوں نے چاند خیال کرلیا ہو، یا جان بوجھ کر جھوٹ بول رہے ہوں، اور یہ اُصول اپنی جگہ ایک صحیح اُصول ہے جس کی صحت کا عقلِ سلیم بھی تقاضا کرتی ہے، اور اس پر شریعت کا اُصول وضع ہوا ہے اور اس میں غلطی کرنا بہت بڑے نقصان کا سبب ہوسکتا ہے، اور اس سے ملحدین، اسلام میں شبہات اور قطع برید پیدا کرسکتے ہیں۔''

۶:... مطلع غبار آلود ہو تو جیسا کہ احادیثِ بالا میں تصریح ہے، ہلالِ عید کا ثبوت کم از کم دو معتبر عادل اور دیانت دار گواہوں کی چشم دید شہادت سے ہوگا (اور دو عینی شاہدوں کی گواہی پر دو معتبر اشخاص کی گواہی جسے ''شہادت علی الشہادت'' کہا جاتا ہے، اسی طرح قاضی کے فیصلے پر دو عادلوں کی گواہی (شہادت علیٰ قضاء القاضی) کا حکم بھی یہی ہے، کیونکہ یہ دونوں بھی ''حجت ملزمہ'' ہیں، کما صرح بہ القوم)، صرف ایک شخص کی شہادت یا محض افواہی خبروں کا اعتبار نہ ہوگا۔ جو حضرات اختلافِ مطالع کے قائل نہیں (اور ہمارے فاضل مؤلف ان ہی کے مؤید ہیں) ان کے نزدیک مندرجہ ذیل حدیث کا محمل بھی یہی ہے:

"عن کریب أن أمّ الفضل بنت الحارث بعثته الی معاویة بالشام قال: فقدمت الشام، فقضیت حاجتها واستهل علیّ هلال رمضان وأنا بالشام فرأینا الهلال لیلة الجمعة، ثم قدمت المدینة فی اٰخر الشهر فسألنی ابن عباس ثم ذکر الهلال، فقال: متی رأیتم الهلال؟ فقلت: رأیناه لیلة الجمعة. فقال: أنت رأیته لیلة الجمعة؟ فقلت: راٰه الناس وصاموا وصام معاویة. فقال: لٰکن رأیناه لیلة السبت، فلا نزال نصوم حتی نکمل ثلاثین یوما أو نراهُ. فقلت: ألَا تکتفی برؤیة معاویة وصیامه؟ قال: لَا! هٰکذا أمرنا رسول الله صلی الله علیه وسلم." (ابوداؤد ص:۳۱۹، ترمذی ج:۱ ص:۸۷)

ترجمہ:... "حضرت کریب فرماتے ہیں: اُمّ الفضلؓ بنت حارث (والدہ ابنِ عباسؓ) نے انہیں حضرت معاویہؓ کے پاس شام بھیجا، میں شام گیا اور اپنے کام سے فارغ ہوا تو رمضان کا چاند مجھے شام ہی میں ہوا، چنانچہ ہم نے جمعہ کی رات کو چاند دیکھا، پھر رمضان مبارک کے آخر میں، میں مدینہ طیبہ واپس آیا، حضرت ابنِ عباسؓ نے مجھ سے حال احوال دریافت کئے، پھر چاند کا ذکر آیا تو دریافت فرمایا: تم نے چاند کب دیکھا تھا؟ میں نے کہا: ہم نے جمعہ کی رات کو دیکھا۔ فرمایا: تو نے جمعہ کی رات کو خود دیکھا تھا؟ میں نے کہا: لوگوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا اور حضرت معاویہؓ نے بھی روزہ رکھا۔ فرمایا: لیکن ہم نے سنیچر کی رات کو دیکھا ہے، اس لئے ہم تو اپنے حساب سے تیس روزے پورے کریں گے، اِلَّا یہ کہ خود اُنتیس کا چاند دیکھ لیں۔ میں نے کہا: کیا آپ حضرت معاویہؓ کی رُؤیت اور روزہ رکھنے (کے فیصلے کو) کافی نہیں سمجھتے؟ فرمایا: نہیں! (کیونکہ ہمیں وہاں کی رُؤیت کا ثبوت دو ثقہ گواہوں کی شہادت سے نہیں ملا، صرف تمہاری ایک آدمی کی اطلاع ہمارے اِفطار کے لئے حجت نہیں) ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح حکم فرمایا ہے۔"

اور جن حضرات کے نزدیک مطالع کا اختلاف معتبر ہے، وہ اس کی توجیہ یہ کریں گے کہ چونکہ ہر علاقے کا مطلع الگ ہے اس لئے ایک مطلع کی رُؤیت دُوسرے علاقے والوں کے لئے کافی نہیں، خواہ اس کا ثبوت صحیح شہادت سے بھی ہوجائے۔

اور مطلع غبار آلود ہونے کی صورت میں ہلالِ رمضان کے لئے، دُوسری احادیث کے مطابق صرف ایک مسلمان عادل یا مستور الحال کی خبر بھی کافی ہوگی، جیسا کہ ابوداؤد میں ہے:

۱:... "عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: جاء أعرابی الی النبی صلی الله علیه وسلم فقال: انی رأیت الهلال یعنی هلال رمضان، فقال: أتشهد أن لَا إلٰه إلَّا الله؟ قال: نعم! قال: أتشهد أن محمدًا رسول الله؟ قال: نعم! قال: یا بلال! أذّن فی الناس أن یصوموا غدًا."

(رواه ابو داوٗد والترمذی والنسائی وابن ماجة والدارمی، مشکوٰۃ ص:۱۷۴)

ترجمہ:... "حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: ایک دیہاتی، آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا: میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے (عام رُؤیت نہیں ہوئی تھی)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اللہ کی توحید کے قائل ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! فرمایا: کیا تم میری رسالت کو مانتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! فرمایا: بلال! لوگوں میں اعلان کردو کہ کل روزہ رکھیں۔''

۲:... ''وعن ابن عمر رضی اللہ عنهما قال: تراء الناس الهلال، فأخبرت رسول الله صلى الله عليه وسلم انى رأيته، فصام وأمر الناس بصيامه۔''

(رواه ابوداؤد والدارمی والروایتان فی المشکوٰة ص:۱۷۴)

ترجمہ:... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: لوگ چاند دیکھ رہے تھے (مگر اَبر کی وجہ سے عام لوگوں کو نظر نہیں آیا)، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ میں نے دیکھ لیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری خبر پر خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔''

۷:... ان احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ارشاد فرمودہ ہدایات پر نظر ڈالئے تو واضح ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثبوتِ ہلال کے لئے ایک قطعی اُصول اور ضابطہ مقرّر فرمایا، یعنی اُنتیس کو مطلع صاف ہونے کی صورت میں رُؤیتِ عامہ کا اعتبار ہوگا اور مطلع کے غبار آلود ہونے کی صورت میں شہادت کا اعتبار کیا جائے گا، اور دونوں مفقود ہوں تو تیس دن پورے کئے جائیں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خود اپنا عمل اسی ضابطے پر تھا، صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین اسی اُصول کے پابند تھے، اور اُمتِ مسلمہ کو اسی قاعدے کی پابندی کا بار بار تاکیدی حکم فرمایا۔ اور الحمدللہ! اُمتِ مسلمہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے بموجب اس کا خوب خوب التزام بھی کیا۔ لیکن کسی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ادنیٰ سے ادنیٰ اور ہلکے سے ہلکا اشارہ اس طرف نہیں فرمایا کہ اس اُصول کو چھوڑ کر اُمت کسی مرحلے میں، کسی دُوسرے طریقے پر بھی اعتماد کرسکتی ہے، کسی حسابی فن سے بھی اس سلسلے میں مدد لے سکتی ہے، یا روزہ و اِفطار کے اوقات متعین کرنے کے لئے کسی دُوسرے اُصول کی طرف بھی رُجوع کرسکتی ہے۔ اب اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وضع فرمودہ اُصولِ رُؤیت کو چھوڑ کر کسی فن پر اعتماد کرنے اور اس کے ماہرین کی طرف رُجوع کرنے سے بھی منشائے نبوّت پورا ہوسکتا تھا، جیسا کہ فاضل مؤلف اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر تھوپنا چاہتے ہیں، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہمیں اس کا کوئی معمولی اشارہ تو ملنا چاہئے تھا؟ یا کم از کم صحابہؓ و تابعینؒ اور ائمہ ہدیٰ کی طرف اس اُصولِ نبوی سے ہٹ کر کسی دُوسری راہ کو اختیار کرنے کی گنجائش کا کہیں سراغ ملتا؟

دورِ حاضر کی کم سوادی اور ستم ظریفی کا ایک مظہر یہ بھی ہے، کہ جو چیز اپنے ذہنِ عالی میں آئے اسے کھینچ تان کر بڑوں کی طرف منسوب کرو، اور جو چیز بڑوں سے صراحتاً ثابت ہو، اس سے صاف مکر جاؤ، اور اگر اس طرح نہ بن آتی ہے تو اسے تأویل کے خراد پر چڑھاؤ۔ ''خاندانی منصوبہ بندی'' سے لے کر ''سوشل ازم'' تک جو بات کسی کے ذہن نے اچھی سمجھی، فٹ سے اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرڈالا۔ صحابہ کرامؓ کا حال یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو ارشادات انہوں نے ایک دو بار نہیں، بیسیوں بار اپنے کانوں سے سنے ہوتے تھے، ان کی روایت میں بھی حد درجہ محتاط تھے، مگر ہمارے یہاں اپنے ذہنی وساوس کو آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم سے منسوب کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے۔

لیکن ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُصولِ رُویت کو اپنانے اور اختیار کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے کہیں: "لَا نکتب ولَا نحسب" (ہم حساب کتاب نہیں کیا کرتے) کہہ کر اوقات کی تعیین کے باب میں حسابی تخمینوں کی حوصلہ شکنی فرمائی، کہیں دونوں ہاتھوں کے اشارے سے: "الشھر ھٰکذا وھٰکذا وھٰکذا" (مہینہ اتنا، اتنا اور اتنا ہوتا ہے) کہہ کر ماہ و سال کے سلسلے میں حساب پر بالکلیہ بے اعتمادی کا اظہار فرمایا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اس مضمون کو سمجھانے کے لئے کہ مہینہ کبھی ۲۹ کا ہوتا ہے، کبھی ۳۰ کا، دونوں ہاتھوں کو چھ دفعہ اُٹھانے اور "ھٰکذا" کا لفظ چھ دفعہ دُہرانے کی بہ نسبت ۲۹، ۳۰ کا عدد مختصر بھی تھا اور واضح بھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطب ان دو ہندسوں سے ناآشنا بھی نہ تھے۔

چنانچہ صحیح مسلم کی شرح "اکمال اکمال المعلم" المعروف "شرح اُبیّ" میں ہے:

"وفی أحادیث الْاشارة هٰذه الْإرشاد الٰی تقریب الأشیاء بالتمثیل وهو الذی قصده صلی الله علیه وسلم ولم یصنع ذٰلک لأجل ما وصفهم به من الأمیة: "لَا یحسبون لَا یکتبون" لأنهم لَا یجهلون الثلاثین والتسع وعشرین، مع ان التعبیر عنهما باللفظ أخف من الْإشارة المکررة وانما وصفهم بذٰلک سدًّا لباب الْاعتداد بحساب المنجمین الذی تعتمده العجم فی صومها، وفطرها، وفصولها۔" (ج:۳ ص:۲۲۳ طبع مصر ۱۳۲۸ھ)

ترجمہ:... "اور جن احادیث میں اشارے سے مہینے کے تیس اور اُنتیس کے ہونے کی مقدار سمجھائی گئی ہے، اس میں یہ بتانا مقصود ہے کہ مثالوں کے ذریعہ سے بات کو سمجھنا آسان ہوتا ہے، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کے اشارے سے یہ بات سمجھائی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ (اشارے سے سمجھانے کا طریقہ) اس لئے نہیں اپنایا کہ وہ لوگ وصفِ اُمیّت سے موصوف تھے اور حساب و کتاب کرنا نہیں جانتے تھے، کیونکہ وہ لوگ تیس اور اُنتیس کے لفظ سے جاہل نہیں تھے، حالانکہ بار بار کے اشارے کی بجائے تیس اور اُنتیس کے لفظ سے تعبیر کرنا آسان تھا، لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارے سے بات سمجھائی، اس لئے کہ منجم لوگوں کے حساب کی لوگوں میں عادت پڑ چکی تھی اور اسی پر عجمی لوگ اپنے روزہ اور اِفطار کرنے، اور سالوں کی گنتی کا اعتماد کرتے تھے، اس سے ان کے حساب وغیرہ کا دروازہ بند کرنا مقصود تھا۔"

اسی طرح کہیں: "فلا تصوموا حتی تروه ولَا تفطروا حتی تروه" (روزہ نہ رکھو جب تک چاند نہ دیکھ لو، اور افطار نہ کرو جب تک چاند نہ دیکھ لو) فرما کر رُویت کے بغیر کسی نوع کے حسابی تخمینے پر اعتماد کرتے ہوئے روزہ و اِفطار کرنے سے اُمت کو صاف صاف منع فرمایا۔ اور کہیں چاند دیکھ کر: "دُوسری تاریخ کا ہے" کا نعرہ لگانے کو قربِ قیامت کی علامت بتلا کر، حسابی طریقوں پر اعتماد سے نفرت دِلائی، اور اسے ذہنی انحطاط اور دینی تنزل کا مظہر قرار دیا، جیسا کہ "کنزالعمال" میں ہے:

"عن ابن مسعود رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم: من اقتراب الساعة

أن یری الهلال قبلا فیقال: للیلتین، وأن تتخذ المساجد طرقا، وأن یظهر موت الفجائة۔"

(رواه الطبرانی فی الأوسط، کنز العمال ج:۷ ص:۱۷۶)

ترجمہ:... "حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ: من جملہ قربِ قیامت کی علامات کے یہ ہے کہ چاند کو سامنے دیکھ کر کہا جائے گا: "یہ تو دُوسری رات کا ہے"، اور مساجد کو گزرگاہ بنالیا جائے گا اور اچانک موتیں عام ہوں گی۔"

اور کہیں بلا استثناء اہلِ نجوم کی تصدیق کو "کفر" سے تعبیر فرمایا، مگر کسی موقع پر بھی یہ تصریح نہیں فرمائی کہ اہلِ نجوم کی تقویم پر اعتبار کرتے ہوئے بھی چاند کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے، چنانچہ ابوداؤد کی شرح "المنهل العذب المورود" میں ہے:

"وحسبک فی ابطال العمل بالحساب والتنجیم قوله تعالٰی: "قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والأرض الغیب الّا الله"، وقوله صلی الله علیه وسلم: "من أتی عرافا أو کاهنا فصدقه بما یقول، فقد کفر بما أنزل علٰی محمد صلی الله علیه وسلم۔" (احمد والحاکم)

ومن أحادیث المصابیح: من اقتبس علمًا من النجوم اقتبس شعبة من السحر۔"

(ج:۱۰ ص:۳۷)

ترجمہ:... "تیرے لئے علمِ اعداد اور علمِ نجوم کے باطل ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ کا یہی قول کافی ہے کہ: "آپ فرمادیجئے آسمان اور زمین میں غیب سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔" اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ: "جو آدمی علمِ نجوم جاننے والے یا کاہن کے پاس گیا اور جو کچھ اس نے کہا اور اس نے اس کی تصدیق کی، تو اس نے کفر کیا اس دین کا جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتارا گیا ہے۔"

اور مصابیح کی احادیث میں ہے کہ: جس نے علومِ نجوم سے کچھ سیکھا، اس نے جادُو کے ایک حصے کو حاصل کیا۔"

اِدھر قرآنِ حکیم نے شرعی اُصولِ اوقات کو چھوڑ کر کسی خودساختہ اصطلاح سے ماہ و سال کی اَدل بدل کو، جو جاہلیتِ اُولیٰ کا شعار تھا: "زیادة فی الکفر" (التوبة:۲) اور زینۂ گمراہی قرار دیا۔

ان تمام اُمور کو سامنے رکھ کر ہر شخص جس کی چشمِ انصاف بند نہ ہوگئی ہو، آسانی سے فیصلہ کرسکتا ہے کہ ثبوتِ ہلال کے شرعی اُصول اور نبوی ضابطے کو چھوڑ کر صرف جنتری کے بھروسے پر روزہ افطار کرنا مزاجِ نبوّت سے کہاں تک میل کھاتا ہے؟ منشائے نبوّت کو کہاں تک پورا کرتا ہے؟ اور فاضل مؤلف کے بقول اسے "رُؤیت کی ترقی یافتہ تعبیر" کہنا اور اس بدعت کو "حفاظتِ ایمان" کا ذریعہ بتلاکر اس کا پرچار کرنا کہاں تک بجا ہے...؟

علامہ ابنِ عربیؒ شرح ترمذی میں اُصولِ رُؤیت کو چھوڑنے اور حسابی طریقوں سے رُؤیت کو ثابت کرنے کی مذمت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اوہ یا ابن شریح، أین مسألتک الشریحیة؟ وأین صوارمک السریحیة؟ تسلک هٰذا المضیق فی غیر الطریق، وتخرج الی الجهل عن العلم والتحقیق، ما لمحمد والنجوم؟ .... وکأنک لم تقرأ قوله: "أما نحن أُمّة أُمّیة لا نحسب ولا نکتب، الشهر هٰکذا وهٰکذا وهٰکذا" وأشار بیدیه الکریمتین ثلاث اشارات وخنس بأبهامه فی الثالثة، فاذا کان یتبرأ من الحساب الأقل بالعقد المصطلح علیه مبینا بالیدین تنبیها علی التبری عن أکثر منهُ فما ظنک بمن یدعی علیه بعد ذٰلک أن یحیل علٰی حساب النیرین، وینزلهما علٰی درجات فی أفلاک غائبا ویقرنهما باجتماع واستقبال حتی یعلم بذٰلک استهلال۔"

(ج:۳ ص:۲۰۸)

ترجمہ:... "اے ابنِ شریح! کہاں ہے تیرا مسئلہ شرعیہ؟ تو کشادہ راستہ چھوڑ کر ان تنگ راستوں پر جاتا ہے اور تو علم اور تحقیق سے نکل کر جہالت کی طرف جاتا ہے..... حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اور نجوم کی آپس میں کیا نسبت ہے؟ گویا تو نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں پڑھا کہ: "ہم اُمی اُمت ہیں، ہم حساب و کتاب کو نہیں جانتے، مہینہ اتنے، اتنے، اتنے کا ہوتا ہے" اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ مبارک سے تین بار اشارہ کیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار اپنے انگوٹھے کو بند کرلیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصطلاحی گنتی اور حساب کا مختصر طریقہ چھوڑ کر ہاتھوں کے اشارے سے یہ بات بیان فرمادی تو اس میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ اس سے زیادہ کو چھوڑ دیا جائے۔ آپ کا کیا گمان ہے اس آدمی کے بارے میں جو اس کے بعد بھی دعویٰ کرتا ہے کہ یہ چیز علمِ نجوم کے حوالے کی جائے اور وہ ان دونوں کو آسمان کے پوشیدہ درجات پر لاتا ہے اور ان دونوں کو جوڑتا ہے اجتماع اور استقبال کے ساتھ تاکہ اس طریقے سے چاند کو جان سکے۔"

ان احادیث میں صحابہ و تابعین (رضی اللہ عنہم اجمعین) کے طرزِ عمل کی وضاحت بھی موجود ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم کردہ "اُصولِ رُؤیت" پر سختی سے کاربند تھے، اور وہ بار بار خطبوں میں، خطوط میں اور نجی مجلسوں میں: "عهد إلینا رسول الله صلی الله علیه وسلم"، "هٰکذا أمرنا رسول الله صلی الله علیه وسلم" کہہ کر اُمت کو اسی اُصول پر کاربند رہنے کی تلقین فرماتے تھے۔ چنانچہ پورا ذخیرۂ حدیث و سیر، چھان جائیے، مگر آپ کو کسی صحابی کے بارے میں یہ نہیں ملے گا کہ انہوں نے اُصولِ رُؤیت کو چھوڑ کر کسی حسابی تخمینے پر اعتماد کرنے کا فتویٰ دیا ہو، یہی وجہ ہے کہ باتفاقِ اُمت، شریعتِ اسلامیہ نے ثبوتِ ہلال کے باب میں اہلِ حساب و فلکیات کی رائے کا اعتبار نہیں کیا، بلکہ ان کی تحقیق کو سرے سے کالعدم اور لغو قرار دیا ہے۔ مثلاً: ماہرینِ فلکیات کی رائے ہو کہ فلاں تاریخ کو چاند ہوگا، لیکن رُؤیتِ شرعیہ نہ ہوسکے تو باجماعِ اُمت اس رُؤیت پر اَحکامِ ہلال جاری نہیں ہوں گے اور ماہرینِ فلکیات کی رائے لغو ہوگی۔

چنانچہ حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ "فتح الباری" ج:۴ ص:۹۸، "عمدة القاری" للعینیؒ ج:۵ ص:۱۸۲، ج:۵:

ص:۱۹۹، "زرقانی علی المؤطا" ج:۲ ص:۱۵۴، ردالمحتار لابن عابدین الشامیؒ ج:۲ ص:۱۰۰، أحکام القرآن للجصاصؒ وغیرہ وغیرہ حضرات اکابرؒ کا موقف بھی یہی ہے، یہاں سب کا نام دینا بھی ممکن نہیں، چہ جائیکہ ان کی تصریحات نقل کی جائیں، البتہ اِمام جصاص رازیؒ کی تصریح تو سن ہی لیجئے! فرماتے ہیں:

"فالقائل باعتبار منازل القمر وحساب المنجمین خارج عن حکم الشریعة ولیس هٰذا القول مما یسوغ الاجتهاد فیه، لدلالته الکتاب ونص السنة واجماع الفقهاء بخلافه۔"

(ج:۱ ص:۲۰۲)

ترجمہ:... "منازلِ قمر اور فلکیات کے حساب پر اعتماد کرنا حکمِ شریعت سے خارج ہے، اور یہ ایسی چیز نہیں جس میں اجتہاد کی گنجائش ہو، کیونکہ کتاب اللہ، سنتِ نبویہ اور اجماعِ فقہاء کے دلائل اس کے خلاف ہیں۔"

رہا یہ سوال کہ شریعت نے اَحکامِ ہلال کا مدار رُؤیت پر کیوں رکھا؟ فلکیاتی تحقیقات پر کیوں نہیں رکھا؟ ہمارے نزدیک یہ سوال ہی بے محل ہے، بحیثیت مسلمان ہمارا کام یہ ہے کہ ہم اچھی طرح یہ تحقیق کریں کہ فلاں باب میں شارع نے کیا حکم دیا ہے؟ یہ معلوم ہوجانے کے بعد ہمیں شارع سے یہ پوچھنے کا حق نہیں کہ: "یہ حکم آپ نے کیوں دیا ہے؟" کیونکہ ہمارے مسلمان ہونے کا پہلا نتیجہ اس بات کا قطعی یقین ہے کہ شارع کی طرف سے جو حکم بھی دیا جاتا ہے، اس سے خود شارع کی کوئی غرض وابستہ نہیں، بلکہ وہ سراسر بندوں ہی کی مصلحت کے پیشِ نظر دیا گیا ہے، کبھی اس مصلحت کا اظہار مناسب ہوتا ہے، کبھی نہیں ہوتا، لیکن وہ مصلحت بہرحال اس حکم پر مرتب ہوگی، خواہ بندوں کو اس کا علم ہو یا نہ ہو، اس لئے وہ خود کسی مصلحت کا اظہار فرمادیں تو ان کی غایت عنایت ہے، ورنہ بندے کو یہ حق کب حاصل ہے؟ کہ وہ اس بات پر اصرار کرے کہ پہلے اس حکم کی مصلحت بتلایئے تب مانوں گا، (اور آپ جانتے ہیں کہ اگر کوئی مصلحت بتلانے کی ہو، تب بھی اس ذہنیت کے شخص کو تو کبھی نہیں بتلائی جاسکتی)۔

بہرحال ہمیں یہ تحقیق کرنے کا حق ہے کہ شریعت نے ہلال کا مدار فلکیات پر رکھا ہے یا نہیں؟ اور اسے کسی درجے میں قابلِ اعتبار قرار دیا ہے یا بالکلیہ ناقابلِ اعتماد؟ لیکن یہ سوال ہم نہیں کرسکتے کہ شریعت نے ہلال کا مدار رُؤیت پر کیوں رکھا اور فلکیات وغیرہ پر کیوں نہیں رکھا؟ ہوسکتا ہے کہ اس میں شارع کے پیشِ نظر بندوں کی بہت سی مصلحتیں ہوں، اور وہ صرف رُؤیت پر مرتب ہوسکتی ہوں اور فلکیات پر نہیں۔ مثلاً: دُوسری قوموں کے ماہ و سال کا مدار تقویمی حسابوں پر تھا، شارع نے اس اُمت کی انفرادیت کو محفوظ رکھنے کے لئے جس طرح اور بہت سی چیزوں میں ان کی مشابہت سے اُمت کو بچانا چاہا، اسی طرح ان کی تقویمی مشابہت سے بھی اُمت کو محفوظ رکھنا چاہا، اس لئے ان کو ایک مستقل نظامِ تقویم دیا۔

علامہ اُبّی رحمہ اللہ کی شرحِ مسلم میں ہے:

"سدًّا لباب الاعتداد بحساب المنجمین الذی تعتمده العجم فی صومها وفطرها وفصولها۔" (اکمال اکمال المعلم شرح مسلم للأبیّ ص:۲۲۷)

ترجمہ:... "عجم کے لوگ اپنے روزہ اور افطار اور سالوں کی گنتی میں منجم لوگوں کے حساب پر جو اعتماد

کرتے تھے اور عادت بنائے ہوئے تھے اس عادت کو ختم کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا۔''

یا ہوسکتا ہے، کہ چونکہ دُوسرے حسابی طریقوں سے ماہ و سال کی تعیین فطری اور تحقیقی نہیں تھی بلکہ اختراعی اور تقریبی تھی، چنانچہ انہیں اس کمی بیشی کو برابر کرنے کے لئے ''لیپ'' کی اصطلاح ایجاد کرنا پڑی، اس کے برعکس اسلام دینِ فطرت تھا، اس نے چاہا کہ اُمتِ اسلامیہ کے ماہ و سال کی تعیین کے لئے ''رُؤیت'' اور مشاہدہ کا فطری طریقہ مقرّر کیا جائے، کیونکہ یہ اختراعی اور تقریبی طریقے اس کی فطرت سے میل نہیں کھاتے تھے۔ یا ممکن ہے کہ اس اَمر کی رعایت رکھی گئی ہو کہ چونکہ اسلام کے پورے نظام کی بنیاد تکلف اور تعمق پر نہیں بلکہ سادگی اور سہولت پر رکھی گئی ہے اس لئے ''اسلام کے نظامِ تقویم'' کو بھی مشاہدہ اور رُؤیت جیسے آسان اور سادہ اُصول پر مبنی کیا گیا، تاکہ اس نظام کے ''جز و کل'' میں مناسبت رہے، اور اس باب میں اُمت تکلف اور مشقت میں مبتلا نہ ہوجائے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حکمت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"أقول: لما كان أوقات الصوم مضبوطًا بالشهر القمري باعتبار رؤية الهلال وهو تارةً ثلاثون يومًا وتارةً تسعة وعشرون وجب في صورة الإشتباه أن يرجع الى هٰذا الأصل، وأيضًا مبنى الشرائع على الأمور الظاهرة، عند الأمّيّين دون التعمق والحسابات النجومية بل الشريعة واردة باخمال ذكرها وهو قوله صلى الله عليه وسلم: إنّا أُمّة أُمّيّة لا نكتب ولا نحسب۔" (حجة الله البالغة للشيخ المحدث الدهلويؒ ج:۲ ص:۵۱)

ترجمہ:...''میں کہتا ہوں کہ: جب روزوں کے اوقات کا انضباط قمری مہینوں پر رُؤیتِ ہلال کے اعتبار سے ہے، اور یہ مہینہ کبھی تیس دن کا ہوتا ہے اور کبھی اُنتیس دن کا، تو اشتباہ کی صورت میں اسی اُصول کی طرف لوٹنا واجب ہے، اور نیز اُمّیّین کے نزدیک شریعت کی بنیاد اُمورِ ظاہرہ پر ہوتی ہے نہ کہ گہرائی اور علم نجوم کے حساب پر، بلکہ شریعت تو اس کے ذکر سے بھی اعراض کرنے کا حکم دیتی ہے، جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ہم اُمی اُمت ہیں، ہم حساب و کتاب کو نہیں جانتے۔''

یا ممکن ہے کہ اس چیز کا لحاظ رکھا گیا، کہ نظامِ تقویم بہرحال اوقات کی تعیین کا ایک ذریعہ ہے اور جو قوم ذرائع میں منہمک ہوکر رہ جائے، اکثر و بیشتر مقاصد اس کی نظر سے اوجھل ہوجاتے ہیں، اور فطری طور پر ان کی صلاحیتیں ذرائع ہی میں کھپ کر ضائع ہوجاتی ہیں، اس لئے چاہا گیا کہ اُمتِ مسلمہ کو نظامِ تقویم ایسا دیا جائے جس میں منہمک ہوکر مقصدی صلاحیتیں کھو بیٹھنے کا ذرا بھی اندیشہ نہ ہو، بس آنکھ کھولی، چاند دیکھ لیا، تقویم دُرست ہوگئی، اور سب اپنے اپنے کام میں لگ گئے، نہ ضرب کی ضرورت، نہ تقسیم کی، نہ محکمہ موسمیات قائم کرنے کی ضرورت، نہ اس پر ریسرچ کی۔

یا ممکن ہے یہ اَمر پیشِ نظر ہو کہ اس اُمت میں امیر بھی ہوں گے، غریب بھی، عالم بھی، جاہل بھی، مرد بھی اور عورتیں بھی، اور بیشتر عبادات و معاملات کا مدار نظامِ تقویم پر ہے، اس لئے چاہا گیا کہ جس طرح نظامِ تقویم سے متعلقہ اَحکام کے مکلّف اُمت کے سبھی طبقات ہیں، اسی طرح ان کو نظامِ تقویم ایسا دیا جائے جس پر ہر شخص اپنے مشاہدے کی روشنی میں پورے شرحِ صدر کے

ساتھ یقین کر سکے۔

یا ممکن ہے کہ شارع کو جو یقین ہلال کے باب میں مطلوب ہے وہ رُؤیت اور مشاہدے پر ہی مرتب ہوسکتا ہو، اس کی نظر میں حسابی جنتری اس یقین کے پیدا کرنے میں ناکافی ہو۔ یا ہوسکتا ہے کہ شارع نے اس اَمر کو پسند نہ فرمایا ہو کہ روزہ و اِفطار تو سب کریں، مگر ان کے اوقات کی تعیین ایک خاص گروہ کے رحم و کرم پر ہو، اس لئے نظامِ تقویم ایسا مقرّر فرمایا کہ ایک عامی بھی اپنے وقت کی تعیین ٹھیک اسی طرح کرسکتا ہے جس طرح ایک ماہرِ فلکیات۔ اور ایک بدوی بھی اسی طرح اپنے اوقات کا حساب لگا سکتا ہے، جس طرح ایک شہری۔ بلکہ بعید نہیں کہ ماہرِ فلکیات یا عالم کی نظر کمزور ہو، اور ایک عامی بدوی کی نظر تیز، اس صورت میں خود ماہرِ فلکیات یا عالم کو مسکین اَن پڑھ کی طرف رُجوع کرنا پڑے۔

الغرض! شارع کے پیشِ نظر بیسیوں حکمتیں ہوسکتی ہیں، اس لئے ہمارا کام یہ نہیں کہ چوں و چرا کا سوال اُٹھائیں اور شارع سے بحث و تکرار میں مشغول ہوکر فرصت اور وقت کے ساتھ دین و ایمان بھی ضائع کریں، ہمارا کام تو یہ ہے کہ شارع کی حکمت و شفقت پر ایک دفعہ ایمان لے آئیں، پھر اس کی جانب سے جو حکم دیا جائے اسے اپنے حق میں سراسر خیر و برکت کا موجب اور عین حکمت و مصلحت کا مظہر سمجھ کر اس پر فوراً عمل پیرا ہوجائیں:

زباں تازہ کردن باقرارِ تو
نینگیختن علت از کارِ تو

آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ راقم الحروف کا وہ تبصرہ جو موصوف جعفر شاہ پھلواری کی اس کتاب پر "ماہنامہ" بینات شعبان ۱۳۸۸ھ کے "نقد و نظر" میں شائع ہوا تھا درج کردیا جائے۔

"**رُؤیتِ ہلال**":... مولانا محمد جعفر شاہ پھلواری ہمارے ملک کے مشہور صاحبِ قلم اور ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ کے رفیق ہیں، زیرِ نظر کتابچے میں انہوں نے "رُؤیتِ ہلال اور فلکیات" کے موضوع پر گفتگو کی ہے۔ کتابچے کے مندرجات پر نظر کرنے سے پہلے اس کی "شانِ نزول" کو سمجھ لینا ضروری ہے۔ موصوف کا تعلق یہاں کے "حشویہ فرقہ" سے ہے، جس کا نعرہ موصوف کے الفاظ میں یہ ہے:

> "حضرات! ہمارے خیال میں ہم پاکستانیوں کی اس وقت کوئی معین شریعت نہیں ہے، پچھلے ادوار کی شریعتوں پر چل رہے ہیں..... جب ہم ان "خام مواد" سے استفادہ کرتے ہوئے ایک بات متعین کرلیں گے اور حکومت اسے نافذ کردے گی تو ہمارے لئے وہی شریعت ہوگی اور پھر وہ ہمیشہ کے لئے نہیں ہوگی، ضرورت کے وقت مجالسِ قانون ساز یا کوئی اور مقرّر کردہ کمیٹی اس میں بھی ترمیم کرسکتی ہے۔"[1]

---

(۱) مولانا جعفر شاہ کا مقالہ "تعقل و تدبر کے لئے قرآن حکیم کی تاکید" مشمولہ ماہنامہ "فکر و نظر" راولپنڈی (ازص:۲ ۸۳ تا ۸۴۰) ماہِ مئی ۱۹۶۸ء۔ یہ مقالہ راولپنڈی کی بین الاقوامی کانفرنس کے لئے لکھا گیا تھا مگر بروقت گم ہوجانے کی وجہ سے وہاں پڑھا نہیں گیا۔

ان حضرات کے نزدیک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اسلام میں ''دین'' اور ''شریعت'' دو الگ الگ چیزوں کے جدا جدا نام ہیں، چنانچہ:

''دین تو وہ رُوح اور اِسپرٹ ہے جو تبدیل نہیں ہوسکتی اور شریعت اسی رُوح کی تشکیل کا نام ہے، مقصد اِسپرٹ کو باقی رکھنا ہے اور شکل بدلنے سے اِسپرٹ نہیں بدل جاتی۔'' (حوالہ مذکورہ ص:۸۴۳)

قرآنِ کریم اور سنتِ نبوی نے عبادات و معاملات میں حلال و حرام، جائز و ناجائز، فرض و واجب، سنت و مستحب اور صحیح و فاسد کے جو اَحکام نافذ فرمائے ہیں، عام مسلمانوں کے نزدیک وہ واجب التسلیم ہیں، مگر ''حشویہ'' کا خیال ہے کہ یہ صرف اسی دور کی شریعت تھی جس میں دین کی رُوح اور اِسپرٹ کو اس دور کے تقاضوں کے مطابق ملحوظ رکھا گیا تھا، اور ہمیں اسی رُوح اور اِسپرٹ کو باقی رکھتے ہوئے اپنے دور کے تقاضوں کے مطابق اسے بدل کر اس کی جگہ ''نئی شریعت'' وضع کرنی ہے اور وقتی تقاضوں کے مطابق شریعتِ محمدیہ میں قطع و برید، کانٹ چھانٹ، ترمیم و تنسیخ اور ردّ و بدل کا نام ''اِجتہاد'' ہے، موصوف کے لفظوں میں:

''ناقابلِ ترمیم صرف دین (بمعنی رُوح، اِسپرٹ) ہے، اور شریعت ہر دور میں ترمیم قبول کرسکتی ہے، اور یہیں ''اِجتہاد'' کی ضرورت ہوتی ہے۔ ترمیم کا یہ مطلب نہیں کہ شروع سے آخر تک سب کچھ بدل دیا جائے بلکہ (الف) ان شریعتوں میں جو چیز اپنے عصری تقاضوں کے مطابق ہوگی وہ باقی رکھی جائے گی۔ (ب) جس کی ضرورت نہیں اسے ترک کردیا جائے گا۔ (ج) جس جدید شے کی ضرورت ہوگی اس کا اضافہ کردیا جائے گا، اور اس وقت صرف عالمی مصالحِ اُمت کو پیشِ نظر رکھا جائے گا۔'' (حوالہ مذکورہ ص:۸۴۴)

مطلب یہ کہ شریعتِ خداوندی کے اَحکام ''پختہ عقل'' مسلمانوں کے لئے ''خام مواد'' کی حیثیت رکھتے ہیں۔ (شریعت کے لئے ''خام مواد'' کی اصطلاح موصوف نے اس مقالے میں کئی جگہ استعمال کی ہے۔ ناقل) ان کا برتاؤ شریعت کے ساتھ بھی وہی ہوگا جو ایک اجنبی تہذیب کے رسوم و قانون کے ساتھ ہوتا ہے، وہ جتنی شریعت کو مفید مطلب پائیں گے باقی رکھیں گے، اور جتنی کو چاہیں ترک کردیں گے، اور جتنا چاہیں اس میں اضافہ کرلیں گے، عبادات میں بھی اور معاملات میں بھی۔

اب صرف یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ ''عالمی مصالحِ اُمت'' کی تعیین کا حق کس کو حاصل ہے؟ اس کا جواب ''حشویہ'' کے پاس یہ ہے کہ دین میں اِجتہاد پر کسی گروہ کی اجارہ داری نہیں بلکہ یہ پوری قوم کا حق ہے، جو وہ اپنے منتخب نمائندوں (مرکزی حکومت اور پارلیمنٹ کے ارکان) کو تفویض کرتی ہے، ان ہی کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی صوابدید کے مطابق ''وقتی تقاضوں'' اور ''مصالحِ اُمت'' کی تشخیص کریں، اگر وہ بھولے سے دن کو ''شب است ایں'' کہہ بیٹھیں تو تمام قوم کا فرض ہے کہ وہ ''اینک ماہ و پروین'' کا اقرار کرے۔

اس تشریح سے معلوم ہوا ہوگا کہ مولانا جعفر شاہ صاحب جس ''اِجتہادی حشویت'' یا نئی شریعت کے داعی ہیں، وہ مسٹر پرویز کے نظریۂ ''مرکزِ ملت'' اور مغربی نقالوں کے نظریۂ ''تعمیرِ اسلام'' کا معجونِ مرکب ہے، جس کا مقصدِ وحید پورے اسلام پر نظرِ ثانی کرنا ہے، مگر سرِ دست جو شرعی مسائل اِجتہادی ترمیم کے لئے زیرِ غور ہیں، ان کی مختصر فہرست موصوف نے یہ پیش کی ہے:

''مثلاً: انشورنس کا جوا، بینکوں کا سود، خاندانی منصوبہ بندی، انتقالِ خون کا مسئلہ، اعضائے انسانی کے

دُوسرے جسم میں منتقل کرنے کا مسئلہ، ذرائعِ پیداوار کو قومیانے کا جواز، جنتری کے مطابق چاند کا اعلان، عورتوں کے پردے کی نئی حد بندی، تعدّدِ ازدواج، شادی، طلاق، دعوت، ذبیحہ اور سفرِ حج جیسی "جائز" چیزوں پر پابندی کا جواز، جہیز کی اصلیت، حضانت کی مدّت، مفقود الخبر کی میعاد، یتیم پوتے کی وراثت، فوٹو، راگ گانے اور تصویر کشی کے جواز کا مسئلہ وغیرہ وغیرہ۔" (حوالہ بالا ص:۸۴۶)

مولانا موصوف اپنے رفقاء سمیت اس خدمت پر مأمور ہیں کہ قومی راہ نماوٴں کو شریعتِ محمدیہ کے جن اُصول و فروع کو منسوخ کرکے ان کی جگہ "وقتی تقاضوں" کے مطابق نئی شریعت وضع کرنے کا الہام ہوجائے اس کے لئے رائے عامہ کو ہموار کریں اور علمی سطح پر لوگوں کو اس کا قائل کریں۔ اس سلسلے میں موصوف جن اِجتہادی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہیں، جس قسم کے دلائل فراہم کرتے ہیں، اور جس تکنیک کو استعمال کرتے ہیں، زیرِ نظر کتابچہ اس کی اچھی مثال ہے۔

اسلامی اُصول یہ ہے کہ قمری ماہ و سال کا مدار رُوٴیتِ ہلال پر ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے اب تک اُمت اسی اُصول پر کاربند رہی ہے، اور روزہ، عید، اعتکاف، زکوٰة، حج، قربانی، عدّت وغیرہ وغیرہ بہت سے اَحکام اسی اُصول سے طے کئے جاتے ہیں، اس کے برعکس مولانا موصوف کا موقف یہ ہے کہ ان چیزوں کے لئے چاند دیکھنے کے بکھیڑے اس ترقی یافتہ دور سے میل نہیں کھاتے۔ "اس کے لئے نہ رُوٴیتِ ہلال کی ضرورت، نہ علماء کمیٹی کی، نہ گواہیاں گزارنے کی، نہ ٹیلی فون پر تصدیق کرتے پھرنے کی۔" (ص:۴۱) پس یہ حکومت کا کام ہے کہ وہ جنتری دیکھ کر بہت پہلے ہی سے عید وغیرہ کا اعلان کردیا کرے اور ہم آنکھیں بند کرکے اس پر آمنا وصدقنا کہا کریں۔ موصوف کے خیال میں "اس میں کسی قسم کا کوئی شرعی نقصان نہیں، بلکہ شرعی نقصان تو اختلاف کرنے میں ہے۔" (ص:۴۸)۔

اب دیکھئے کہ اس شرعی اُصول میں ترمیم کے لئے جس سے بیسیوں اَحکامِ شرعیہ مسخ ہوجاتے ہیں، موصوف نے کیا اِجتہادی اُصول وضع کئے ہیں:

"یہ واضح رہے کہ ہم کسی رائے کو، خواہ وہ اپنی ہو یا قدمائے اہلِ علم کی، حرفِ آخر نہیں سمجھتے۔" (ص:۵)

اپنا ذکر تو موصوف نے بطورِ تبرک کیا ہے، کہنا یہ ہے کہ شریعت کا کوئی مسئلہ خواہ کتنا ہی صریح اور قطعی کیوں نہ ہو، اور تمام اہلِ علم اس پر متفق ہی کیوں نہ ہوں، اس میں بھی کوئی نہ کوئی نئی اُپج نکالی جاسکتی ہے، چنانچہ زیرِ نظر مسئلے میں علمائے اُمت متفق ہیں کہ رُوٴیتِ ہلال کے معنی ہیں سر کی آنکھوں سے چاند دیکھنا، مگر مولانا موصوف کے اِجتہاد میں:

"یہاں رُوٴیت کے معنی وہ علم ہے جو تاریخی یا فنی شواہد سے حاصل ہوتا ہے یا خواب کی طرح قلب وخیال سے.....پس رُوٴیتِ ہلال کو صرف چشمِ سر کے ساتھ مخصوص کردینے کی کوئی معقول وجہ نہیں معلوم ہوتی۔" (ص:۱۰)

اسی طرح تمام علمائے قانون کے نزدیک شہادت کے معنی ہیں:

"کسی شخص کا حاضرِ عدالت ہوکر گواہی دینا۔"

لیکن مولانا موصوف کے نزدیک یہ صحیح نہیں، بلکہ وہ ''بصیرت بھی کافی ہے جو گمانِ غالب پیدا کردے۔'' (ص:۳۴)
اور مسلمانوں کی شریعت اس کا اعتبار کرے نہ کرے، اور اسے مانے یا نہ مانے، مگر موصوف کے خیال میں:

''محض گواہوں کی شرعی گواہی سے جو غلبۂ ظن پیدا ہوسکتا ہے اس سے کہیں زیادہ موجودہ دور کے فلکیاتی علم سے حاصل ہوجاتا ہے۔'' (ص:۳۴)

الغرض! جب یہ اُصول ایک دفعہ طے ہوجائے کہ: ''پہلوں نے قرآن وسنت اور دین وشریعت کا جو مفہوم سمجھا وہ یا تو سرے سے غلط ہے، یا ان کے دور کے لحاظ سے صحیح ہو تو ہو، کم از کم ہمارے لئے صحیح نہیں''، اس کے بعد شریعتِ الٰہیہ کے ردّ وبدل کے لئے اچھی خاصی گنجائش نکل آتی ہے، اور اس سے اسلامی قطعیات کو بڑی آسانی سے ''حشوی اِجتہاد'' کی زد میں لایا جاسکتا ہے۔ دین کے کسی بھی مسئلے کو لے کر اس کے بارے میں کہا جاسکتا ہے: ''قدیم مسلمانوں کے دور میں یا ان کے خیال میں ایسا ہوگا، لیکن اب ایسا نہیں ہے۔'' موصوف نے فلکیات پر اعتماد کو اسی منطق سے ثابت کرنا چاہا ہے (ص:۲۳)۔

۲:...اس ''حشوی اِجتہاد'' کا دُوسرا اُصول یہ ہے کہ اُمت کے کروڑوں علماء وفقہاء کے خلاف اگر کسی کا قول کہیں مل جائے، اس کی نقل خواہ کتنی ہی شاذ ومردُود، غلط اور ناقابلِ اعتبار ہو، لیکن اسے وحیٔ آسمانی کی طرح صحیح سمجھ کر اعلان کردو کہ یہ مسئلہ پہلے ہی سے مختلف فیہ چلا آیا ہے، اور ہم فلاں قول کو اختیار کرتے ہیں۔ چنانچہ زیرِ نظر مسئلے میں مولانا موصوف نے مطرف بن عبداللہ، علامہ سبکی، قاضی عبدالجبار، ابنِ مقاتل اور مصنف جمع العلوم کے نام دیئے ہیں، کہ وہ اس فن پر مکمل یا ''غیرمکمل'' اعتماد کرتے تھے (ص:۱۱ تا ۱۳)۔ حالانکہ اوّل الذکر کی طرف اس کی نسبت غلط ہے (فتح الباری ج:۴ ص:۹۴)، علامہ سبکی کا قول مردُود ہے (شامی ج:۲ ص:۱۰۰)، اور باقی بزرگوں کے بارے میں اوّل تو موصوف کو یہی معلوم نہیں کہ وہ کون تھے؟ (حد یہ ہے کہ مصنف جمع العلوم کے نام تک کا اَتا پتا نہیں) علاوہ ازیں ان کا یہ قول بحوالہ شامی، زاہدی کی ''قنیہ'' سے نقل کیا گیا ہے، جس کے بارے میں خود علامہ شامیؒ کی تصریح یہ ہے کہ وہ ناقابلِ اعتبار ہے (شامی ج:۱ ص:۵۲)۔ لیجئے! چند مجاہیل کے غلط، مردُود، ناقابلِ اعتبار اور گرے پڑے اقوال ''اِجتہادی قلعہ'' تعمیر ہوگیا، اور چودہ صدیوں کو غلط فہمی کا شکار کہنے کا جواز پیدا ہوگیا۔

۳:...''حشویت'' کا تیسرا اُصول یہ ہے کہ موقع پڑے تو جعل وتلبیس اور بعض دفعہ صریح غلط بیانی سے بھی گریز نہ کرو۔ چنانچہ سب کو معلوم ہے اِمام شافعیؒ اس مسئلے میں پوری اُمت کے ساتھ متفق ہیں، لیکن مولانا موصوف نے اِمام شافعیؒ سے بھی منوالیا کہ رُؤیتِ ہلال کے بجائے صرف جنتری دیکھ کر چاند کا پیشگی اعلان کیا جاسکتا ہے (ص:۲۵)۔

اور موصوف کی اس تلبیس کا منشا یہ ہے کہ ''یوم شک'' میں روزہ رکھنا چاہئے یا نہیں؟ اس کے بارے میں اِمام شافعیؒ کے نہیں بلکہ بعد کے مشائخِ شافعیہ کے متعدّد اقوال ہیں جو اِمام نوویؒ کی ''شرح مہذب'' اور حافظ ابن حجرؒ کی ''فتح الباری'' میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ ان ہی میں ایک قول بعض محتاط شافعیہ کا یہ ہے کہ اگر حسابی تخمینہ اس کی تائید کرتا ہو تو جس شخص کو اس کی صحت پر اعتماد ہو، اس کے لئے روزہ رکھ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اسی کو موصوف نے، غلط فہمی یا جعل سازی کی وجہ سے، یوں مسخ کرلیا کہ اِمام شافعیؒ اور تمام شافعیہ فنِ فلکیات پر اعتماد کے قائل ہیں (ص:۱۲)۔

۴:... "حشویت" کا چوتھا اُصول یہ ہے کہ مختلف قسم کے مغالطوں اور خوش گپیوں کو "قیاس" کا نام دیا جائے، مولانا موصوف کو اس اُصول سے بھرپور استفادہ کی خاصی مشق ہے، مثلاً:

۱:... "اگر ٹیلی فون کی اطلاع پر آج شام کی دعوت قبول کی جاسکتی ہے، تو رُؤیت کی شہادت کیوں قبول نہیں؟" (ص:۳۸)

۲:... "اگر کرنسی نوٹ نقدی کے قائم مقام ہیں تو فلکیات کا فن، رُؤیت کے قائم مقام کیوں نہیں؟" (ص:۵)

۳:... "اگر ٹینک چلانا شہسواری کی تعبیر ہے، تو رُؤیت کی تعبیر جنتری سے کیوں نہیں ہوسکتی؟" (ص:۵)

۴:... "اگر میراث کی تقسیم میں حساب کتاب پر اعتماد کیا جاسکتا ہے تو چاند میں کیوں نہیں کیا جاسکتا؟"

۵:... "اگر مشکیزے کے بجائے پمپنگ سے وضو کے لئے پانی لیا جاسکتا ہے، تو ہوائی جہاز سے چاند کیوں نہیں دیکھا جاسکتا؟"

۶:... "اگر گوشت کے معاملے میں قصائی پر اعتماد کیا جاسکتا ہے تو چاند کے معاملے میں حکومت پر کیوں نہیں کیا جاتا؟" (ص:۴۲)

ان زٹلیات کو نقل کرتے ہوئے بھی قلم کو گھن آتی ہے، مگر ان حضرات کا جگر گردہ ہے کہ وہ شرعی مسائل کو ان بچکانہ پہیلیوں سے حل کرنا چاہتے ہیں، جس کے لئے نہ علم کی ضرورت، نہ عقل کی، نہ فہم کی، نہ دانش کی۔

ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ سے اسلامی موضوعات پر اسی "معیار" کی کتابیں نکلتی رہیں، تو یقین کرنا چاہئے کہ وہ اپنی نیک نامی میں "ادارۂ طلوعِ اسلام" اور "ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی" سے بھی آگے نکل جائے گا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

انگلستان میں نمازِ عید

سوال:... انگلستان میں مسلمانوں کے لئے عید کا مسئلہ سب سے اہم ہے، مسلمان اس سلسلے میں ہمیشہ اختلافات کا شکار رہتے ہیں، ہر شہر میں کئی کئی عیدیں ہوتی ہیں، اس سلسلے میں آپ کچھ فرمائیں گے کہ مسلمان کس طرح ایک دن عید منائیں؟

جواب:... دراصل رمضان المبارک اور عید کا تعلق رُؤیتِ ہلال سے ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "چاند دیکھ کر روزہ رکھو، اور چاند دیکھ کر عید کرو۔"[1] عیسوی سن متعین سن ہے، اس کی تاریخیں مقرّر ہیں، لیکن قمری تاریخوں کا تعین ہر ماہ ہوتا ہے،

---

(۱) عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الشهر تسع وعشرون فلا تصوموا حتّى تروه، ولا تفطروا حتّى تروه. (سنن أبي داوٗد ج:۱ ص:۳۱۷، كتاب الصوم، باب الشهر يكون تسعًا وعشرين). أيضًا: ويثبت رمضان برؤية هلاله أو بعدّ شعبان ثلاثين يومًا لحديث الصحيحين: صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته، فإن غم عليكم فأكملوا عدة شعبان ثلاثين يومًا. (البحر الرائق ج:۲ ص:۲۸۳، كتاب الصوم).

کبھی ۲۹ر تاریخ کو، کبھی ۳۰ر تاریخ کو، چاند کی اطلاع پر روزے یا عید کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ یورپ کے موسمی حالات کی وجہ سے عام طور پر یہاں چاند کا دیکھا جانا ایک ناممکن سی بات ہے، اس لئے عام طور پر اس سلسلے میں اختلاف پایا جاتا ہے، جبکہ فقہی مسائل کی رُو سے ان جیسے ممالک کے لئے مسائل موجود ہیں، اگر ان مسائل کے مطابق اَحکام بتائے جائیں تو اِختلاف کی کوئی وجہ نہیں، فقہ کی رُو سے جن ممالک میں چاند نہیں دیکھا جاتا، تو وہاں سے جو قریب ترین اسلامی ملک ہوتا ہے اس کی ''رُؤیت'' (چاند دیکھنے) کا اِعتبار ہوتا ہے، اور اس کی چاند کی اِطلاع پر عید یا رمضان المبارک کا اِعلان کیا جاتا ہے، اس اِعتبار سے انگلینڈ سے قریب ترین ملک مراکش ہے، اس لئے مراکش کے چاند پر انگلینڈ کے لوگ روزے رکھیں گے اور عید کریں گے۔[1] ہماری رائے میں انگلینڈ میں مختلف ملکوں کے فقہی اَحکامات کو مدنظر رکھنے ہی کی وجہ سے اِختلاف ہوتا ہے، علمائے کرام کو ایک متفقہ ضابطہ طے کرکے پورے انگلینڈ میں ایک ہی دن عید کرنی چاہئے، تاکہ مسلمانوں کی اِجتماعیت نظر آئے اور لوگ دِین کے خلاف پروپیگنڈا نہ کریں۔

جن کے نزدیک شرعی شہادت سے چاند ثابت ہوگیا تھا اُنہیں ایک روزے کی قضا کرنی چاہئے

سوال:... اخبار میں خبر شائع ہوئی کہ رمضان المبارک کا چاند ۲۸ر مارچ کو نظر آگیا تھا، جبکہ شہادتیں بھی موجود تھیں، جیسا کہ چاندرات کی شام کو چاند سے ظاہر تھا کہ چاند ایک دن پہلے کا تھا، اور ہلال کمیٹی نے چاند نظر آنے کا اعلان نہ کیا، چونکہ چاند کی پہلی غلطی کو چھپانے کے لئے علماء نے عورت کی سربراہی میں حکومت کو خوش کرنے کے لئے دِین کی چوری کی، اور حق بات کو چھپایا، اگر ۲۹ روزے ہوئے تو کیا پہلا روزہ جو ہلال کمیٹی کی وجہ سے رہ گیا، کیا وہ روزہ رکھنا پڑے گا؟ جواب سے نوازیں؟

جواب:... مجھے تو اہلِ علم سے ایسی بدگمانی نہیں کہ فرضِ شرعی کو محض حکومت کی خوشنودی کے لئے غارت کرڈالیں، اور پھر اس میں حکومت کا کیا مفاد ہوسکتا ہے کہ رمضان ایک دن بعد میں شروع ہو۔ بہرحال جن لوگوں کے نزدیک شرعی شہادت سے رمضان ثابت ہوگیا تھا، ان کو روزے کی قضا ضرور کرنی چاہئے۔[2]

---

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے: شامی ج:۱ ص:۳۶۲ مطلب فی فاقد وقت العشاء کأھل بلغار۔ ایضاً ملاحظہ فرمائیں: نظام الفتاویٰ، ازمولانا مفتی نظام الدین اعظمی رحمہ اللہ ج:۱ ص:۱۳۸، مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

(۲) رجل رأی ھلال رمضان وحدہ فشھد ولم تقبل شھادتہ کان علیہ أن یصوم وإن أفطر فی ذٰلک الیوم کان علیہ القضاء دون الکفارۃ۔ عالمگیری ج:۱ ص:۱۹۸، الباب الثانی فی رؤیۃ الھلال۔

روزے کی نیت

روزے کی نیت کب کرے؟

سوال:... رمضان المبارک کے روزے کی نیت کس وقت کرنی چاہئے؟

جواب:... ۱: بہتر یہ ہے کہ رمضان المبارک کے روزے کی نیت صبحِ صادق سے پہلے پہلے کرلی جائے۔ (۱)

۲:... اگر صبحِ صادق سے پہلے رمضان شریف کا روزہ رکھنے کا ارادہ نہیں تھا، صبحِ صادق کے بعد ارادہ ہوا کہ روزہ رکھ ہی لینا چاہئے، تو اگر صبحِ صادق کے بعد کچھ کھایا پیا نہیں تو نیت صحیح ہے۔ (۲)

۳:... اگر کچھ کھایا پیا نہ ہو تو دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے (یعنی نصف النہار شرعی سے پہلے) تک رمضان شریف کے روزے کی نیت کرسکتے ہیں۔ (۳)

۴:... رمضان شریف کے روزے میں بس اتنی نیت کرلینا کافی ہے کہ آج میرا روزہ ہے، یا رات کو نیت کرے کہ صبح روزہ رکھنا ہے۔ (۴)

نصف النہار شرعی سے پہلے روزے کی نیت کرنا چاہئے

سوال:... کیا نصف النہار شرعی کے وقت روزے کی نیت کرسکتے ہیں اور نماز پڑھ سکتے ہیں؟

جواب:... پہلے یہ سمجھ لیا جائے کہ ''نصف النہار شرعی'' کیا چیز ہے؟ نصف النہار دن کے نصف کو کہتے ہیں، اور روزہ دار کے لئے صبحِ صادق سے دن شروع ہوجاتا ہے، پس صبحِ صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک پورا دن ہوا، اس کے نصف کو ''نصف النہار شرعی'' کہا جاتا ہے۔ اور سورج نکلنے سے لے کر غروب ہونے تک کو عرفاً ''دن'' کہتے ہیں۔ اس کا نصف ''نصف النہار عرفی''

---

(۱) ووقتها بعد الغروب ولا يجوز قبله والتسحر نية كذا في الظهيرية. (البحر الرائق ج:۲ ص:۲۷۹).

(۲، ۳) وانما تجوز النية قبل الزوال إذا لم يوجد قبل ذٰلک بعد طلوع الفجر ما ينافي الصوم ... إلخ. (هندية ج:۱ ص:۱۹۶، كتاب الصوم، الباب الأوّل في تعريفه وتقسيمه وسببه ووقته وشرطه).

(۴) وعرفها في المحيط بأن يعرف بقلبه انه صوم ... إلخ. (البحر الرائق ج:۲ ص:۲۷۹). وأيضًا اما القسم الذي لا يشترط فيه تعيين النية لما يصومه .... فهو أداء رمضان .... وحقيقة النية قصده عازمًا بقلبه صوم غدٍ ولا يخلو مسلم عن هذا في ليالي شهر رمضان. (مراقي الفلاح على هامش الطحطاوي، فصل فيما يشترط ثبت النية ص:۳۵۲ طبع نور محمد).

کہلاتا ہے۔ ''نصف النہار شرعی''، ''نصف النہار عرفی'' سے کم و بیش چالیس منٹ پہلے ہوتا ہے۔[1]

جب یہ معلوم ہوا تو اب سمجھنا چاہئے کہ روزے کی نیت میں ''نصف النہار شرعی'' کا اعتبار ہے، اس لئے روزۂ رمضان اور روزۂ نفل کی نیت ''نصف النہار شرعی'' سے پہلے کرلینا صحیح ہے (جبکہ کچھ کھایا پیا نہ ہو)، اس کے بعد صحیح نہیں، اور نماز میں ''نصف النہار عرفی'' کا اعتبار ہے، کہ اس وقت نماز جائز نہیں۔ ''نصف النہار شرعی'' (جس کو ''ضحوۂ کبریٰ'' بھی کہتے ہیں) کے وقت نماز دُرست ہے۔[2]

روزہ رکھنے اور اِفطار کرنے کی دُعائیں

سوال:... نفلی روزے کی نیت اور روزہ رکھنے اور اِفطار کرنے کی دُعائیں کیا ہیں؟

جواب:... نفل روزے کے لئے مطلق روزے کی نیت کافی ہے،[3] اور وہ یہ ہے:

''وبصوم غد نویت''

ترجمہ:... ''اور میں کل کے روزے کی نیت کرتا ہوں۔''

اور اِفطار کی دُعا یہ ہے:

---

(۱) (فیصح أداء صوم رمضان .... والنفل سنة من اللیل إلی الضحوة الکبریٰ لَا عندھا تنویر الأبصار۔ وفی الشامیة: (قوله إلی الضحوة الکبریٰ) المراد بھا نصف النھار الشرعی والنھار الشرعی من استطارة الضوء فی أفق المشرق إلٰی غروب الشمس والغایة غیر داخلة فی المغیا کما أشار إلیه المصنف بقوله لَا عندھا .... وفی الجامع الصغیر قبل النصف النھار وھو الأصح لأنه لَابد من وجود النیة فی أکثر النھار ونصفه من وقت طلوع الفجر إلٰی وقت الضحوة الکبریٰ لَا وقت الزوال فتشترط النیة قبلھا لتحقق فی الأکثر اھـ۔ (شامی ج:۲ ص:۳۷۷، کتاب الصوم)۔

(۲) (فیصح أداء صوم رمضان .... والنفل سنة من اللیل إلی الضحوة الکبریٰ لَا عندھا تنویر الأبصار۔ وفی الشامیة: قوله إلی الضحوة الکبریٰ المراد بھا نصف النھار الشرعی والنھار الشرعی من استطارة الضوء فی أفق المشرق إلٰی غروب الشمس والغایة غیر داخلة فی المغیا کما أشار إلیه المصنف بقوله لَا عندھا .... وفی الجامع الصغیر قبل النصف النھار وھو الأصح لأنه لَابد من وجود النیة فی أکثر النھار ونصفه من وقت طلوع الفجر إلٰی وقت الضحوة الکبریٰ لَا وقت الزوال فتشترط النیة قبلھا لتحقق فی الأکثر اھـ۔ (شامی ج:۲ ص:۳۷۷)۔ وأیضًا: أما القسم الذی لَا یشترط فیه نیته فھو أداء رمضان .... وأداء النفل .... فتصح النیة ولو نھارًا إلٰی ما قبل نصف النھار لأن الشرط وجود النیة فی أکثر النھار إحتیاطًا وبه توجد فی کله حکمًا لأکثر وخص ھٰذا بالصوم فخرج الحج والصلاة لأنھما أرکان .... ونصف النھار من ابتداء طلوع الفجر إلٰی قبیل وقت الضحوة الکبریٰ لَا عندھا لأن النھار قد یطلق علٰی ما عند طلوع الشمس إلٰی غروبھا لغة وعند الزوال نصفه فیفوت شرط صحة النیة بوجودھا قبیل الزوال۔ (مراقی الفلاح مع الحاشیة الطحطاویة ص:۳۵۲، ۳۵۳، طبع میر محمد)۔

(۳) ویصح أیضًا .... النفل بمطلق النیة من غیر تقیید .... وبنیة النفل أیضًا۔ (مراقی الفلاح علٰی ھامش الطحطاوی، فصل فیما لَا یشترط تثبیت النیة ص:۳۵۳ طبع میر محمد کتب خانه)۔

"اللّٰهم لک صمت وعلٰی رزقک افطرت" [1]

ترجمہ:... "اے اللہ! میں نے آپ کے لئے روزہ رکھا، اور آپ کے رِزق پر اِفطار کیا۔"

اور روزۂ رمضان کی نیت میں یوں کہے:

"وبصوم غد نویت من شهر رمضان" [2]

ترجمہ:... "اور میں کل کے رمضان کے روزے کی نیت کرتا ہوں۔"

اِفطار کی کون سی دُعا حدیث سے ثابت ہے؟

سوال:... اخبار "جنگ" ۱۵ر مارچ ۱۹۹۱ء میں آپ کا مضمون رمضان المبارک کی فضیلت اور اہمیت پر بہت معلوماتی مضمون ہے۔ اس میں ایک بات معلوم کرنا چاہتا ہوں، اِفطار کی دُعا میں آپ نے دو دُعائیں لکھی ہیں:

۱:... پیاس جاتی رہی، انتڑیاں تر ہوگئیں اور اَجر اِن شاء اللہ ثابت ہوگیا۔

۲:... اے اللہ! میں نے تیرے لئے روزہ رکھا اور تیرے رزق سے اِفطار کیا۔

آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ دونوں دُعاؤں میں کونسی صحیح احادیث سے ثابت ہے؟ نیز دُوسری دُعا میں ہم ہمیشہ یہ سنتے اور پڑھتے آئے ہیں کہ اے اللہ! میں نے تیرے لئے روزہ رکھا، اور تجھ پر اِیمان لایا، اور تجھ پر توکل کیا، اور تیرے رزق سے اِفطار کیا۔ آپ سے یہ معلوم کرنا ہے کہ کونسی دُعا پڑھنی چاہئے جو صحیح احادیث سے ثابت ہو؟

جواب:... میں نے اپنے مضمون میں جو دو دُعائیں نقل کی ہیں، وہ تو مشکوٰۃ (ص:۱۷۵) میں ابوداوٗد شریف کے حوالے سے مذکور ہیں، اور جو اَلفاظ آپ سنتے اور پڑھتے آئے ہیں، یہ مجھے کسی حدیث میں معلوم نہیں۔ گو مضمون صحیح ہے۔ [3]

روزے کی نیت کس وقت کریں؟

سوال:... مجھے بے خوابی کی شکایت ہے، نیز میرے ذمے کافی قضا روزے ہیں، اگر میں سحری کے وقت اُٹھوں تو بے خوابی کے مرض کی وجہ سے نیند کے وقت میں مزید کمی ہوجانے کا اندیشہ ہے۔ اس صورتِ حال میں کیا میں ایسا کرسکتی ہوں کہ رات ۱۱ بجے تک نیت کرلوں اور جب فجر کے وقت اُٹھوں تو میرا روزہ ہو؟

---

(۱) وعن معاذ بن زهرة قال: ان النبی صلی الله علیه وسلم کان إذا أفطر قال: اللّٰهم لک صمت وعلٰی رزقک أفطرت. رواه أبوداوٗد مرسلًا. (مشکوٰة ص:۱۷۵، کتاب الصوم، وأیضًا فی الهندیة ج:۱ ص:۲۰۰، کتاب الصوم، الباب الثالث).

(۲) هندیة ج:۱ ص:۲۰۰، کتاب الصوم، الباب الثالث فیما یکره للصائم وما لَا یکره.

(۳) عن ابن عمر رضی الله عنه قال: کان النبی صلی الله علیه وسلم إذا أفطر قال: ذهب الظمأ وابتلت العروق وثبت الأجر إن شاء الله. رواه أبوداوٗد. وعن معاذ بن زهرة رضی الله عنه قال: ان النبی صلی الله علیه وسلم کان إذا أفطر قال: اللّٰهم لک صمت وعلٰی رزقک أفطرت. رواه أبوداوٗد مرسلًا. (مشکوٰة ص:۱۷۵، کتاب الصوم، بابٌ، الفصل الثانی).

جواب:... اگر آپ سونے سے پہلے نیت کرلیں کہ صبح مجھے روزہ رکھنا ہے تو نیت صحیح ہوجائے گی۔ [1]

رات سے روزے کی نیت کرنے سے کیا مراد ہے؟

سوال:... میں نے ایک کتاب میں پڑھا تھا کہ قضا اور نفل روزے کی نیت رات سے کرنی چاہئے، اور اگر ایسا نہ کیا تو روزہ دوبارہ رکھنا ہوگا۔ رات سے نیت کرنے سے کیا مراد ہے؟ کیا رات سے نیت کرنے کے بعد صبح فجر کی اَذان سے پہلے سحری نہیں کرسکتے یا کچھ پی بھی نہیں سکتے؟

جواب:... رات سے نیت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ صبح صادق ہونے سے پہلے روزے کی نیت کرلے۔ [2]

نفل روزے کی نیت

سوال:... نفلی روزے رکھنے، کھولنے کی نیت کیا ہے؟ اگر بطور نذر نفلی روزے مانے ہوں کہ میرا فلاں کام ہوگیا تو اتنے روزے رکھوں گا، نیت رکھنے اور اِفطار کرنے کی کیا ہے؟

جواب:... نیت دِل کے ارادے کو کہتے ہیں، نفل روزہ مطلق روزے کی نیت سے بھی صحیح ہے، اور نفل کی نیت سے بھی، یعنی دِل میں ارادہ کرلے کہ میں روزہ رکھ رہا ہوں۔ مگر نذر کے روزے کے لئے نذر کی نیت کرنا ضروری ہے، یعنی دِل میں یہ ارادہ کرے کہ میں نذر کا روزہ رکھ رہا ہوں۔ [3] غالباً آپ کی مراد نیت سے وہ دُعائیں ہیں جو روزہ رکھتے وقت اور اِفطار کرتے وقت پڑھی جاتی ہیں، ان دُعاؤں کا پڑھنا مستحب ہے، ضروری نہیں، روزہ ان کے بغیر بھی صحیح ہے، البتہ ان دُعاؤں کا زبان سے کہہ لینا مستحب ہے۔ [4]

سحری کھائے بغیر روزے کی نیت دُرست ہے

سوال:... میں آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ روزے کی سحری کھانا ضروری ہوتا ہے یا نہیں؟ میں بہت پریشان ہوں، کوئی کچھ کہتا ہے، کوئی کچھ، اس لئے آپ ہماری اصلاح فرمائیے۔

---

(۱) ولو نوىٰ من الليل ثم رجع عن نيته قبل طلوع الفجر صح رجوعه في الصيامات كلها كذا في السراج الوهاج ولو قال نويت أن أصوم غدًا إن شاء الله تعالىٰ صحت نيته هو الصحيح كذا في الظهيرية. ووقت النية كل يوم بعد غروب الشمس ولَا يجوز قبله كذا في محيط السرخسي. (عالمگيري ج:۱ ص:۱۹۵، كتاب الصوم). فيصح كل من هٰذه الثلاثة (أي أداء رمضان والنفل والنذر) بنية معينة من الليل. (مراقي الفلاح ص:۳۵۲، كتاب الصوم، فصل فيما لَا يشترط تثبيت النية).

(۲) أما القسم الذي لَا يشترط فيه تعيين النية لما يصومه ولَا تبييتها أي النية فيه فهو أداء رمضان .... فيصح بنية معينة مبينة من الليل وهو أفضل. (مراقي الفلاح ص:۳۵۲، كتاب الصوم، فصل فيما لَا يشترط تثبيت النية).

(۳) وأما القسم الثاني وهو ما يشترط له تعيين النية وتبيينها يتأدى به ويسقط عن المكلف .... والنذر المطلق عن تقييده بزمان .... لأنها ليس لها وقت معين فلم تتأدىٰ إلّا بنية مخصوصة مبينة. (مراقي الفلاح علىٰ هامش الطحطاوي ص:۳۵۴، كتاب الصوم، طبع مير محمد كتب خانه).

(۴) فيصح أداء صوم رمضان والنذر المعين والنفل بنية من الليل .... وبمطلق النية أي نية الصوم .... وبنية نفل درمختار. وفي الشامية: النية شرط في الصوم وهي أن يعلم بقلبه أنه يصوم ...إلخ. (شامي ج:۲ ص:۳۷۷).

جواب:...روزے کے لئے سحری کھانا بابرکت ہے، کہ اس سے دن بھر قوت رہتی ہے۔[1] مگر یہ روزے کے صحیح ہونے کے لئے شرط نہیں، پس اگر کسی کو سحری کھانے کا موقع نہیں ملا، اور اس نے سحری کھائے بغیر روزہ رکھ لیا تو روزہ صحیح ہے۔[2]

قضا روزے کی نیت

سوال:...رمضان میں جب روزے رکھتے ہیں تو روزے کی نیت پڑھ کر روزہ رکھتے ہیں، آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ اگر ہمارے رمضان میں روزے رہ جائیں اور بعد میں ہم قضا روزے رکھیں تو یہی نیت کریں گے؟

جواب:...نیت دِل کے ارادے کو کہتے ہیں، پس جب آپ نے صبح صادق سے پہلے قضا کے روزے کی نیت کر کے روزہ رکھ لیا تو روزہ صحیح ہے، اگر زبان سے بھی: "**وبصوم غد نویت من قضاء رمضان**" (صبح کو قضائے رمضان کا روزہ رکھنے کی نیت کرتا/کرتی ہوں) کہہ لے تو اچھا ہے، مگر روزے کی نیت ان الفاظ کو زبان سے کہے بغیر بھی ہو جائے گی۔[3]

رمضان کا روزہ رکھ کر توڑ دیا تو قضا اور کفارہ لازم ہوں گے

سوال:...کیا قضا روزے بغیر سحری کے اس طرح رکھے جاسکتے ہیں کہ میں رات کو سونے سے پہلے نیت کر کے سوؤں کہ میرا صبح روزہ ہے، کیونکہ میں نے سنا ہے کہ نفل روزہ اور قضا روزے بغیر سحری کے نہیں رکھے جاسکتے۔ اگر صبح اُٹھنے کے فوراً بعد یعنی صبح کے وقت اُٹھ کر نیت کی جائے تو کیا روزہ ادا ہو جائے گا؟ کیونکہ روزے کی نیت زوال سے پہلے کی جاتی ہے، اور اگر صبح اُٹھ کر ارادہ بدل جائے یا کسی مجبوری کی وجہ سے روزہ رکھنے کی ہمت نہ ہو تو ایسے روزہ کے لئے قضا لازم ہوگی یا کفارہ؟ براہِ کرم اس مسئلے کی تفصیل کے ساتھ وضاحت فرمادیں، کیونکہ مجھے نفل اور قضا دونوں روزے رکھنے ہیں اور میں کیونکہ صبحِ صادق سے پہلے اُٹھ نہیں سکتی، اس لئے ابھی تک اپنا یہ فرض ادا نہیں کرسکی۔

جواب:... یہاں چند مسائل ہیں:

۱:...قضائے رمضان کا روزہ بھی بغیر سحری کے رکھ سکتے ہیں، مگر شرط یہ ہے کہ قضا کے روزے کی نیت صبحِ صادق سے پہلے کرلی جائے۔[4]

---

(۱) عن أنس بن مالک رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: تسحروا فإن فی السحور برکة۔ (سنن ابن ماجة، باب ما جاء فی السحور ص: ۱۲۱، طبع نور محمد)۔

(۲) ولو قال نویت أن أصوم غدًا إن شاء الله تعالٰی صحت نیته هو الصحیح .... جاز صوم رمضان والنذر المعین والنفل بنیة ذٰلک الیوم أو بنیة مطلق الصوم أو بنیة النفل من اللیل إلٰی ما قبل نصف النهار۔ (فتاویٰ هندیة، کتاب الصوم، الباب الأوّل ج:۱ ص:۱۹۵، طبع رشیدیه)۔

(۳) والنیة معرفته بقلبه أن یصوم کذا فی الخلاصة ومحیط السرخسی والسنة أن یتلفظ بها کذا فی النهر الفائق۔ (هندیة ج:۱ ص:۱۹۵، وأیضًا فی الدر مع الشامی ج:۲ ص:۳۸۰)۔

(۴) وشرط القضاء والکفارات ان یبیت ویعین کذا فی النقایة۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۱۹۶، کتاب الصوم، الباب الأوّل فی تعریفه وتقسیمه وسببه ووقته وشرطه، طبع رشیدیه، وأیضًا فی الشامیة ج:۲ ص:۳۸۵، کتاب الصوم)۔

۲:... اگر صبح ہوگئی تو نفلی روزے کی (اسی طرح رمضان مبارک کے ادائی روزے) کی نیت تو نصف النہار شرعی سے پہلے کرنا صحیح ہے۔[1] مگر قضا روزے کی نیت صحیح نہیں، اسی طرح نذر کے روزے کی نیت بھی صبحِ صادق کے بعد صحیح نہیں، کیونکہ قضا اور نذر کے روزے کی نیت صبحِ صادق سے پہلے کرلینا شرط ہے۔[2]

۳:... اگر رات کو روزے کی نیت کرکے سوئے تو اگر صبحِ صادق ہونے سے پہلے آنکھ کھل گئی تو نیت بدلنے کا اختیار ہے،[3] خواہ روزہ رکھے یا نہ رکھے، لیکن اگر رات کو نیت کرنے کے بعد اس وقت آنکھ کھلی جبکہ صبحِ صادق ہوچکی تھی تو اب نیت بدلنے کا اختیار نہیں رہا، کیونکہ رات کی نیت کی وجہ سے روزہ شروع ہوچکا ہے۔ اب نیت بدلنے کے معنی روزہ توڑنے کے ہوں گے، اس صورت میں اگر صبحِ صادق کے بعد کچھ کھایا پیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

پھر اگر یہ رمضان کا روزہ تھا تو قضا اور کفارہ دونوں لازم آئیں گے،[4] اور اگر نفل کا روزہ تھا تو اس کی قضا لازم آئے گی۔[5]

---

(۱) فيصح أداء صوم رمضان والنذر المعين والنفل بنية من الليل إلى الضحوة الكبرىٰ (درمختار) وفي الشامية: قوله إلى الضحوة الكبرىٰ المراد بها نصف النهار الشرعي ... إلخ. (شامي ج:۲ ص:۳۷۷، كتاب الصوم).

(۲) والشرط للباقي من الصيام قران النية للفجر ولو حكمًا وهو تبييت النية للضرورة وتعيينها (درمختار) وفي الشامية: (قوله: والشرط للباقي من الصيام) أي من أنواعه أي الباقي منها بعد الثلاثة المتقدمة في المتن وهو قضاء رمضان والنذر المطلق ... إلخ. (شامي ج:۲ ص:۳۸۰، كتاب الصوم).

(۳) ولو نوىٰ من الليل ثم رجع عن نيته قبل طلوع الفجر صح رجوعه في الصيامات كلها ... إلخ. (هندية ج:۱ ص:۱۹۵، كتاب الصوم، الباب الأوّل في تعريفه وتقسيمه).

(۴) وفي التنوير: وإن جامع في رمضان أداء .... عمدًا فظن فطره به فأكل عمدًا قضى وكفر. (درمختار مع الشامي ج:۲ ص:۴۰۹-۴۱۱، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، وأيضًا في العالمگيرية ج:۱ ص:۱۹۵).

(۵) قوله لما مر أي من ان الكفارة إنما وجبت لهتك حرمة شهر رمضان فلا تجب بإفساد قضائه ولا بإفساد صوم غيره. (شامي ج:۲ ص:۴۰۹، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، مطلب في جواز الإفطار بالتحري).

سحری اور اِفطار

سحری کھانا مستحب ہے، اگر نہ کھائی تب بھی روزہ ہوجائے گا

سوال:... سوال یہ ہے کہ کیا روزہ رکھنے کے لئے سحری کھانا ضروری ہے؟ اگر کوئی سحری نہ کھائے تو کیا اس کا روزہ نہیں ہوگا؟ روزے کی نیت بھی بتلا دیجئے جس کو پڑھ کر روزہ رکھتے ہیں۔

جواب:... روزے کے لئے سحری کھانا مستحب اور باعثِ برکت ہے، اور اس سے روزے میں قوت رہتی ہے۔[1] اور سحری کھا کر یہ دُعا پڑھنی چاہئے: ''**وبصوم غد نویت من شهر رمضان**''[2]، لیکن اگر کسی کو یہ دُعا یاد نہ ہو، تب بھی روزے کی دِل سے نیت کرلینا کافی ہے۔[3]

اگر آپ نے صبحِ صادق سے لے کر غروب تک کچھ نہیں کھایا پیا اور گیارہ بجے (یعنی شرعی نصف النہار) سے پہلے روزے کی نیت کرلی تو آپ کا روزہ صحیح ہے، قضا کی ضرورت نہیں۔[4]

سحری میں دیر اور اِفطاری میں جلدی کرنی چاہئے

سوال:... ہمارے ہاں بعض لوگ سحری میں بہت جلدی کرتے ہیں، اور اِفطاری کے وقت دیر سے اِفطار کرتے ہیں، کیا ان کا یہ عمل صحیح ہے؟

جواب:... سورج غروب ہونے کے بعد روزہ اِفطار کرنے میں تأخیر نہیں کرنی چاہئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ''میری اُمت خیر پر رہے گی، جب تک سحری کھانے میں تأخیر اور (سورج غروب ہونے کے بعد) روزہ اِفطار کرنے میں جلدی

---

(۱) **التسحر مستحب** ...إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۲۰۰)، **وعن أنس رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تسحروا فإن في السحور بركة.** (ابن ماجة ص:۱۲۱، باب ما جاء في السحور، طبع نور محمد).

(۲) **قوله أن يتلفظ بها فيقول نويت أصوم غدًا** .... **من فرض رمضان** ...إلخ. (شامی ج:۲ ص:۳۸۰، كتاب الصوم، والهندية، كتاب الصوم ج:۱ ص:۲۰۰، الباب الثالث فيما يكره للصائم وما لا يكره، طبع رشيديه).

(۳) **قوله والشرط فيها** .... **يكفيه ان يعلم بقلبه أن يصوم** ...إلخ. (شامی ج:۲ ص:۳۸۰، كتاب الصوم، والهندية ج:۱ ص:۱۹۵، كتاب الصوم، الباب الأوّل في تعريفه وتقسيمه وسببه ووقته وشرطه).

(۴) **فيصح أداء صوم رمضان والنفل بنية من الليل إلى الضحوة الكبرىٰ** (درمختار) **وفي الشامية قوله إلى الضحوة الكبرىٰ المراد بها نصف النهار الشرعي** ...إلخ. (شامی ج:۲ ص:۳۷۷، كتاب الصوم، والهندية ج:۱ ص:۱۹۶).

کرتے رہیں گے'' (مسندِاحمد ج:۵ ص:۱۷۲)۔[1]

ایک اور حدیث میں ہے کہ: ''لوگ ہمیشہ خیر پر رہیں گے جب تک کہ روزہ اِفطار کرنے میں جلدی کریں گے'' (صحیح بخاری ومسلم، مشکوٰۃ ص:۱۷۵)۔[2]

ایک اور حدیث میں ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: مجھے اپنے بندوں میں سے وہ لوگ زیادہ محبوب ہیں جو اِفطار میں جلدی کرتے ہیں'' (ترمذی، مشکوٰۃ ص:۱۷۵)۔[3]

ایک اور حدیث میں ہے کہ: ''دین ہمیشہ غالب رہے گا، جب تک کہ لوگ اِفطار میں جلدی کریں گے، کیونکہ یہود ونصاریٰ تأخیر کرتے ہیں'' (ابوداؤد، ابنِ ماجہ، مشکوٰۃ ص:۱۷۵)۔[4]

مگر یہ ضروری ہے کہ سورج کے غروب ہوجانے کا یقین ہوجائے تب روزہ کھولنا چاہئے۔[5]

صبحِ صادق کے بعد کھاپی لیا تو روزہ نہیں ہوگا

سوال:...روزہ کتنے وقت کے لئے ہوتا ہے؟ کیا صبحِ صادق کے بعد کھاسکتے ہیں؟

جواب:...روزہ صبحِ صادق سے لے کر سورج غروب ہونے تک ہوتا ہے، پس صبحِ صادق سے پہلے پہلے کھانے پینے کی اجازت ہے، اگر صبحِ صادق کے بعد کچھ کھایا پیا تو روزہ نہیں ہوگا۔[6]

سحری کے وقت نہ اُٹھ سکے تو کیا کرے؟

سوال:...اگر کوئی سحری کے لئے نہ اُٹھ سکے تو اس کو کیا کرنا چاہئے؟

جواب:...بغیر کچھ کھائے پیئے روزے کی نیت کرلے۔[7]

---

(۱) عن أبی ذر رضی الله عنه أن النبی صلی الله علیه وسلم قال .... لَا تزال أُمّتی بخیر ما أخّروا السحور وعجّلوا الفطر۔ (مسند احمد بن حنبل ج:۵ ص:۱۷۲ طبع بیروت)۔

(۲) وعن سهل رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لَا یزال الناس بخیر ما عجّلوا الفطر۔ متفق علیه۔ (مشکوٰة، کتاب الصوم ج:۱ ص:۱۷۵، بابٌ الفصل الثانی، طبع قدیمی)۔

(۳) وعنه (أی أبی هریرة) قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: قال الله تعالیٰ: أحب عبادی إلیّ أعجلهم فطرًا۔ رواه الترمذی۔ (مشکوٰة، کتاب الصوم ج:۱ ص:۱۷۵، طبع قدیمی)۔

(۴) عن أبی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لَا یزال الدّین ظاهرًا ما عجّل الناس الفطر، لأن الیهود والنصاریٰ یؤخرون۔ رواه أبوداوٗد وابن ماجة۔ (مشکوٰة، کتاب الصوم ج:۱ ص:۱۷۵)۔

(۵) ولَا یفطر ما لم یغلب علیٰ ظنه غروب الشمس وإن أذّن المؤذّن بحر عن البزازیة۔ (رد المحتار، کتاب الصوم ج:۲ ص:۴۲۰)۔

(۶) فهو عبارة عن ترک الأکل والشرب والجماع من الصبح إلی غروب الشمس ...إلخ۔ (هندیة ج:۱ ص:۱۹۴، کتاب الصوم، الباب الأوّل فی تعریفه ...إلخ، والشامی ج:۲ ص:۳۷۱، کتاب الصوم)۔

(۷) ولو نویٰ قبل أن تغیب الشمس أن یکون صائمًا غدًا ثم نام .... لم یجز وإن نویٰ بعد غروب الشمس جاز کذا فی الخلاصة۔ (هندیة ج:۱ ص:۱۹۵، کتاب الصوم، الباب الأوّل، وأیضًا فی الشامی ج:۲ ص:۳۷۷، کتاب الصوم)۔

سونے سے پہلے روزے کی نیت کی اور صبحِ صادق کے بعد آنکھ کھلی تو روزہ شروع ہوگیا، اب اس کو توڑنے کا اختیار نہیں

سوال:... ایک شخص نے روزے کی نیت کی اور سو گیا، مگر سحری کے وقت نہ اُٹھ سکا، تو کیا صبح کو اپنی مرضی سے فیصلہ کرسکتا ہے کہ روزہ رکھے یا نہ رکھے؟

جواب:... جب اس نے رات کو سونے سے پہلے روزے کی نیت کرلی تھی تو صبحِ صادق کے بعد اس کا روزہ (سونے کی حالت میں) شروع ہوگیا، اور روزہ شروع ہونے کے بعد اس کو یہ فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں رہتا کہ وہ روزہ رکھے یا نہ رکھے؟ کیونکہ روزہ رکھنے کا فیصلہ تو وہ کرچکا ہے، اور اس کے اسی فیصلے پر روزہ شروع بھی ہوچکا ہے، اب روزہ شروع کرنے کے بعد اس کو توڑنے کا اختیار نہیں،[1] اگر رمضان کا روزہ توڑ دے گا تو اس پر قضا اور کفارہ دونوں لازم آئیں گے۔[2]

رات کو روزے کی نیت کرنے والا سحری نہ کھا سکا تو بھی روزہ ہوجائے گا

سوال:... کوئی شخص اگر رات ہی کو روزے کی نیت کرکے سو جائے، کیونکہ اس کو اندیشہ ہے کہ سحری کے وقت اس کی آنکھ نہیں کھلے گی تو کیا اس کا روزہ ہوجائے گا؟

جواب:... ہوجائے گا۔[3]

سوال:... اور اگر اتفاق سے اس کی آنکھ کھل جائے تو کیا وہ نئے سرے سے سحری کھاکے نیت کرسکتا ہے؟

جواب:... کرسکتا ہے۔[4]

کیا نفل روزہ رکھنے والے اَذان تک سحری کھاسکتے ہیں؟

سوال:... نفل روزہ جب رکھتے ہیں تو فجر کی اَذان کے وقت (یعنی جب فجر کی نماز ہوتی ہے) روزہ بند کردیتے ہیں، جبکہ روزہ اَذان سے دس یا پندرہ منٹ پہلے بند کردینا چاہئے، جو مسلمان بھائی اَذان کے وقت روزہ بند کرتے ہیں تو کیا ان کا روزہ

---

(۱) وقت النية فالأفضل في الصيامات كلها أن ينوى وقت طلوع الفجر إن أمكنه ذالك أو من الليل لأن النية عند طلوع الفجر تقارن أوّل جزء من العبادة حقيقة ومن الليل تقارنه تقديرًا وإن نوى بعد طلوع الفجر فإن كان الصوم دينا لَا يجوز بالإجماع وإن كان عينًا وهو صوم رمضان وصوم التطوع خارج رمضان والنذور المعين يجوز۔ (بدائع الصنائع ج:۲ ص:۸۵، كتاب الصوم، فصل وأما شرائطها فنوعان، طبع ايچ ايم سعيد)۔

(۲) إذا أكل متعمدًا ما يتغذى به أو يتداوى به يلزمه الكفارة وهٰذا إذا كان مما يؤكل للغذاء أو للدواء فاما إذا لم يقصد لهما فلا كفارة وعليه القضاء كذا فى خزانة المفتين۔ فالصائم إذا أكل الخبز أو الأطعمة أو الأشربة .... عليه القضاء والكفارة عندنا هكذا فى فتاوىٰ قاضيخان۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۲۰۵، الباب الرابع فيما يفسد وما لَا يفسد)۔

(۳) فيصبح صوم رمضان .... بنية من الليل إلى الضحوة الكبرىٰ ...إلخ۔ (درمختار مع الشامی ج:۲ ص:۳۷۷)۔

(۴) ایضاً۔

ہوگیا یا نہیں؟

جواب:... اگر صبحِ صادق ہوجانے کے بعد کھایا پیا تو روزہ نہ ہوگا، خواہ اُذان ہوچکی ہو یا نہ ہوئی ہو، اور اُذانیں عموماً صبحِ صادق کے بعد ہوتی ہیں، اس لئے اُذان کے وقت کھانے پینے والوں کا روزہ نہیں ہوگا، عموماً مسجدوں میں اوقات کے نقشے لگے ہوتے ہیں، ابتدائے فجر کا وقت دیکھ کر اس سے چار پانچ منٹ پہلے سحری کھانا بند کردیا جائے۔ [1]

اَذان کے وقت سحری کھانا پینا

سوال:... اگر کوئی آدمی صبح کی اَذان کے وقت بیدار ہو تو وہ روزہ کس طرح رکھے؟

جواب:... اگر اَذان صبحِ صادق کے بعد ہوئی ہو (جیسا کہ عموماً صبحِ صادق کے بعد ہی ہوا کرتی ہے) تو اس شخص کو کھانا پینا نہیں چاہئے، ورنہ اس کا روزہ نہیں ہوگا، بغیر کچھ کھائے پیئے روزے کی نیت کرے۔ [2] ہاں! اگر اَذان وقت سے پہلے ہوئی ہو تو دُوسری بات ہے۔

سحری کا وقت سائرن پر ختم ہوتا ہے یا اَذان پر

سوال:... رمضان المبارک میں سحری کا آخری وقت کب تک ہوتا ہے؟ یعنی سائرن تک ہوتا ہے یا اَذان تک؟ ہمارے یہاں بہت سے لوگ آنکھ دیر سے کھلنے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے اَذان تک سحری کرتے رہتے ہیں، کیا ان کا یہ طرزِ عمل صحیح ہے؟

جواب:... سحری ختم ہونے کا وقت متعین ہے، سائرن، اَذان اس کے لئے ایک علامت ہے، آپ گھڑی دیکھ لیں، اگر سائرن وقت پر بجا ہے تو وقت ختم ہوگیا، اب کچھ کھا پی نہیں سکتے۔ [3]

سائرن بجتے وقت پانی پینا

سوال:... ہمارے یہاں عموماً لوگ سائرن بجنے سے کچھ وقت پہلے سحری کھا کر فارغ ہوجاتے ہیں اور سائرن بجنے کا انتظار کرتے رہتے ہیں، جیسے ہی سائرن بجتا ہے ایک ایک گلاس پانی پی کر روزہ بند کرلیتے ہیں، کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟ میرا مطلب یہ ہے کہ کہیں سائرن بجنے کا مطلب یہ تو نہیں ہوتا کہ سحری کا وقت ختم ہوچکا ہے؟

جواب:... سائرن ایک منٹ پہلے شروع ہوتا ہے، اس لئے اس دوران پانی پیا جاسکتا ہے، بہرحال احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ

---

(۱) ولو تسحر علٰى ظن ان الفجر لم يطلع فإذا هو طالع .... فعليه القضاء ولا كفارة عليه ... إلخ. (البدائع الصنائع، كتاب الصوم ج:۲ ص:۱۰۰، طبع ايچ ايم سعيد، وأيضًا في الهندية، كتاب الصوم ج:۱ ص:۱۹۴ طبع رشيديه).

(۲) ايضاً.

(۳) وان أراد أن يتسحر بصوت الطبل السحرى فإن كثر ذٰلك الصوت من كل جانب وفى جميع أطراف البلدة فلا بأس به وان كان يسمع صوتًا واحدًا فإن علم عدالته يعتمد عليه وان لم يعرف حاله يحتاط ولا يأكل ... إلخ. (هندية، كتاب الصوم، الباب الأوّل ج:۱ ص:۱۹۵، طبع رشيديه).

سائرن بجنے سے پہلے پانی پی لیا جائے۔[1]

سحری کا وقت ختم ہونے کے دس منٹ بعد کھانے پینے سے روزہ نہیں ہوگا

سوال:... کراچی میں سحری کا آخری وقت تقریباً سوا چار بجے ہے، لیکن اگر ہم کسی وقت دس منٹ بعد (چار بج کر پچیس منٹ تک) سحری کرتے رہیں، تو کیا اس سے روزہ مکروہ ہوجاتا ہے یا نہیں؟

جواب:... نقشوں میں صبح صادق کا جو وقت لکھا ہوتا ہے، اس سے دو چار منٹ پہلے کھانا پینا بند کردینا چاہئے، ایک دو منٹ آگے پیچھے ہوجائے تو روزہ ہوجائے گا، لیکن دس منٹ بعد کھانے کی صورت میں روزہ نہیں ہوگا۔[2]

روزہ کھولنے کے لئے نیت شرط نہیں

سوال:... میں نے یکم رمضان کو (پہلا) روزہ رکھا تھا، اور کیونکہ سحری میں، میں نے صرف اور صرف دو گلاس پانی پیا تھا، جس کی وجہ سے مجھے روزہ بہت لگ رہا تھا، اِفطار کے وقت میں نے جلدی میں بغیر نیت کے کھجور منہ میں رکھ لی، لیکن اسے دانتوں سے چبایا نہیں تھا کہ اچانک مجھے یاد آگیا کہ میں نے نیت نہیں کی ہے، اس لئے میں نے کھجور کو منہ میں رکھے ہی رکھے نیت کی اور روزہ اِفطار کیا، تو آیا میرا روزہ اس صورت میں ہوگیا یا مکروہ ہوگیا؟

جواب:... روزہ کھولنے کے لئے نیت شرط نہیں، غالباً ''اِفطار کی نیت'' سے آپ کی مراد وہ دُعا ہے جو روزہ کھولتے وقت پڑھی جاتی ہے، اِفطار کے وقت کی دُعا مستحب ہے، شرط نہیں، اگر دُعا نہ کی اور روزہ کھول دیا تو روزہ بغیر کراہت کے صحیح ہے، البتہ اِفطار کے وقت دُعا قبول ہوتی ہے، اس لئے دُعا کا ضرور اہتمام کرنا چاہئے، بلکہ اِفطار سے چند منٹ پہلے خوب توجہ کے ساتھ دُعائیں کرنی چاہئیں۔[3]

روزہ دار کی سحری و اِفطار میں اسی جگہ کے وقت کا اعتبار ہوگا جہاں وہ ہے

سوال:... میرے بھائی جان عرب امارات سے روزہ رکھ کر آئے، اور یہاں کراچی کے وقت کے مطابق روزہ اِفطار کیا، حالانکہ وہ علاقہ کراچی سے ایک گھنٹہ پیچھے ہے، کیا اس طرح انہوں نے ایک گھنٹہ پہلے روزہ اِفطار کرلیا؟ روزہ کا اِفطار صحیح ہوا کہ غلط؟ اگر غلط ہوا تو کیا روزہ کی قضا ہوگی؟

جواب:... اُصول یہ ہے کہ روزہ رکھنے اور اِفطار کرنے میں اس جگہ کا اعتبار ہے جہاں آدمی روزہ رکھتے اور اِفطار کرتے

---

(۱) إذا شک في الفجر فالأفضل أن يدع الأكل ولو أكل فصومه تام ما لم يتيقن أنه أكل بعد الفجر فيقضي حينئذ كذا في فتح القدير۔ (هندية، كتاب الصوم، الباب الأوّل ج:۱ ص:۱۹۴، طبع رشيديه كوئٹه)۔

(۲) تسحر على ظن أن الفجر لم يطلع وهو طالع .... قضاه ولا كفارة عليه ...إلخ۔ (هندية، كتاب الصوم، الباب الأوّل ج:۱ ص:۱۹۴، طبع رشيديه)۔

(۳) ومن السنة أن يقول عند الإفطار: اللّٰهم لك صمت وبك آمنت وعليك توكلت وعلى رزقك أفطرت ...إلخ۔ (هندية ج:۱ ص:۲۰۰، كتاب الصوم، الباب الثالث فيما يكره للصائم وما لا يكره، طبع رشيديه)۔

وقت موجود ہو، پس جو شخص عرب ممالک سے روزہ رکھ کر کراچی آئے اس کو کراچی کے وقت کے مطابق اِفطار کرنا ہوگا، اور جو شخص پاکستان سے روزہ رکھ کر مثلاً: سعودی عرب گیا ہو، اس کو وہاں کے غروب کے بعد روزہ افطار کرنا ہوگا، اس کے لئے کراچی کے غروب کا اعتبار نہیں۔[1]

ریڈیو کی اَذان پر روزہ اِفطار کرنا دُرست ہے

سوال:... ہمارے گھروں کے قریب کوئی مسجد نہیں ہے، جس کی وجہ سے ہم لوگ اَذان آسانی سے نہیں سن سکتے، تو کیا رمضان شریف میں ہم لوگ اِفطاری ریڈیو کی اُذان سن کر کرلیں؟ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ریڈیو والے اعلان کرتے ہیں: "کراچی اور اس کے مضافات میں اِفطاری کا وقت ہوا چاہتا ہے" ٹائم بھی بتاتے ہیں، اور اس کے بعد فوراً اُذان شروع ہوجاتی ہے، گزشتہ رمضان میں بھی ہم لوگ جونہی شام کو ریڈیو پر اللہ اکبر سنتے تھے تو روزہ افطار کرلیتے تھے، آپ مہربانی فرماکر کتاب وسنت کی روشنی میں ہمیں بتائیں کہ آیا ہماری اِفطاری صحیح ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب:... ریڈیو پر صحیح وقت پر اطلاع اور اُذان دی جاتی ہے، اس لئے اِفطار کرنا صحیح ہے۔[2]

مسجد میں سائرن بجانا نیز اس سے روزہ اِفطار کرنا

سوال:... رمضان کے مہینے میں روزانہ اِفطار کے ساتھ اُذان سے پہلے مسجد والے سائرن بجاتے ہیں، کیا سائرن بجانا مسجد میں صحیح ہے؟ روزہ سائرن سے کھولنا چاہئے یا کہ اُذان سے؟

جواب:... بہتر تو یہ ہے کہ اُذان کہی جائے، اور سائرن بجانا ہو تو مسجد سے باہر بجایا جائے۔

کیا روزہ نماز پڑھ کر اِفطار کیا جاتا ہے؟

سوال:... میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے والد اِنڈیا ہتھیارہ شریف سے مرید ہیں، اور سارے تہوار صحیح گزر جاتے ہیں، لیکن رمضان کے مہینے میں بڑی مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے، وہ اس لئے کہ والد صاحب کہتے ہیں کہ رمضان میں نماز پڑھ کر اِفطار کیا کرو۔ وہ قرآن بھی کھول کر پڑھواتے ہیں، مجھے ان کی باتوں پر یقین نہیں آتا، آخر ساری دُنیا میں اتنے بڑے بڑے مولانا معلم گزرے ہیں، خانۂ کعبہ میں بھی لوگ اَذان کے فوراً بعد اِفطار کرتے ہیں۔ مولانا صاحب! کیا میرے والد صاحب کا یہ طریقہ صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو پوری دُنیا کے لوگ اس طرح کیوں نہیں کرتے؟

---

(۱) قال الشامي قبيل فصل في العوارض (تنبيه) قال في الفيض: ومن كان على مكان مرتفع كمنارة اسكندرية لَا يفطر ما لم تغرب الشمس عنده ولأهل البلدة الفطر إن غربت عندهم قبله ...إلخ. (شامي ج:۲ ص:۴۲۰).

(۲) وإن أراد أن يتسحر بصوت الطبل السحري فإن كثر ذالك الصوت من كل جانب وفي جميع أطراف البلدة فلا بأس به وإن كان يسمع صوتًا واحدًا فإن علم عدالته يعتمد عليه وإن لم يعرف حاله احتاط ولَا يأكل. (هندية ج:۱ ص:۱۹۵، كتاب الصوم، الباب الأوّل). ولَا يفطر ما لم يغلب على ظنه غروب الشمس وإن أذّن المؤذّن، بحر عن البزازية. (ردالمحتار، كتاب الصوم ج:۲ ص:۴۲۰، طبع سعيد).

جواب:... آپ کے والد صاحب کو غلط مسئلہ بتایا گیا، شریعت کا حکم یہ ہے کہ غروب کے فوراً بعد روزہ اِفطار کرلیا جائے۔ [1]

ہوائی جہاز میں اِفطار کس وقت کے لحاظ سے کیا جائے؟

سوال:... طیارے میں روزہ اِفطار کرنے کا کیا حکم ہے؟ جبکہ طیارہ ۳۵ ہزار فٹ کی بلندی پر محوِ پرواز ہو اور زمین کے اعتبار سے غروبِ آفتاب کا وقت ہوگیا ہو، مگر بلندیٔ پرواز کی وجہ سے سورج موجود سامنے دِکھائی دے رہا ہو، تو ایسے میں زمین کا غروب معتبر ہوگا یا طیارے کا؟

جواب:... روزہ دار کو جب آفتاب نظر آرہا ہے تو اِفطار کرنے کی اجازت نہیں ہے، طیارے کا اعلان بھی مہمل اور غلط ہے، روزہ دار جہاں موجود ہو وہاں کا غروب معتبر ہے، پس اگر وہ دس ہزار فٹ کی بلندی پر ہو اور اس بلندی سے غروبِ آفتاب دِکھائی دے تو روزہ اِفطار کرلینا چاہئے، جس جگہ کی بلندی پر جہاز پرواز کر رہا ہے وہاں کی زمین پر غروبِ آفتاب ہو رہا ہو تو جہاز کے مسافر روزہ اِفطار نہیں کریں گے۔

ہوائی جہاز کے عملے کے لئے سحری و اِفطاری کے اَحکام

سوال:... ہوائی جہاز کے عملے کے لئے ماہِ رمضان کے روزوں سے متعلق چند سوالات ہیں جن کی وضاحت مطلوب ہے۔ جس طرح ایک مضبوط عمارت کے لئے مضبوط بنیاد ضروری ہے اسی طرح ایمان کے لئے صحیح عقائد اور ان پر عمل ضروری ہے۔ اس ضمن میں علمائے راسخ ہی صحیح نمائندگی کرسکتے ہیں، آپ سے گزارش ہے کہ ان سوالات کے تفصیلی جوابات شریعت اور حنفی علمِ فقہ کی روشنی میں عنایت فرماکر مشکور کریں۔

ہوائی جہاز کے عملے کی مختلف قسم کی ڈیوٹی ہوتی ہے، ایک قسم کی ڈیوٹی کی نوعیت اس طرح کی ہے کہ وہ گھر پر ہی Standby Duty رہتا ہے، اور اسی صورت میں ڈیوٹی پر چلا جاتا ہے، جبکہ دُوسرا عملہ جو ڈیوٹی پر جارہا تھا Operating Crew عین وقت پر بیمار ہوجائے یا اور کسی وجہ سے اپنی ڈیوٹی پر جانے سے قاصر ہے، ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے اور زیادہ تر اس قسم کی ڈیوٹی والا Standby Duty گھر ہی پر رہتا ہے، اس شکل میں اگر عملہ روزہ رکھنا چاہے تو وہ دیر سے دیر کب تک روزہ کی نیت کرسکتا ہے؟

جواب:... رمضان کے روزے کی نیت نصف النہار شرعی سے پہلے کرلی جائے تو روزہ صحیح ہے، ورنہ صحیح نہیں۔ ابتدائے صبحِ صادق سے غروب تک کا وقت، اگر برابر دو حصوں میں تقسیم کردیا جائے تو اس کا عین وسط یعنی درمیانی حصہ ''نصف النہار شرعی'' کہلاتا ہے، اور یہ زوال سے قریباً پون گھنٹہ پہلے شروع ہوتا ہے۔ اگر روزہ رکھنا ہو تو روزہ کی نیت اس سے پہلے کرلینا ضروری ہے، اگر عین

---

(۱) وتعجيل الإفطار أفضل فيستحب أن يفطر قبل الصلاة. (عالمگيری ج: ۱ ص: ۲۰۰). عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: قال الله تعالٰى: أحب عبادی إلیّ أعجلهم فطرًا. (مشكوة ج: ۱ ص: ۱۷۵، كتاب الصوم، بابٌ، الفصل الثانی، طبع قديمی كتب خانه كراچی).

نصف النہار شرعی کے وقت نیت کی یا اس کے بعد نیت کی تو روزہ نہیں ہوگا۔ (۱)

سوال:... نیت کرنے کے بعد اگر فلائیٹ پر جانا پڑے اور عملے نے روزہ توڑ دیا تو اس کا کیا کفارہ ادا کرنا ہوگا؟

جواب:... کفارہ صرف اس صورت میں لازم آتا ہے جبکہ روزہ کی نیت رات میں یعنی صبحِ صادق سے پہلے کی ہو، اگر صبحِ صادق کے بعد اور نصف النہار شرعی سے پہلے روزے کی نیت کی تھی اور پھر روزہ توڑ دیا تو کفارہ لازم نہیں ہوگا (درمختار، شامی)۔ (۲)

سوال:... دو قسم کی فلائٹ ہوتی ہیں، ایک چھوٹی فلائٹ ہوتی ہے مثلاً کراچی سے لاہور یا اسلام آباد وغیرہ، اور واپسی کراچی، صبح جاکر دوپہر تک واپسی یا دوپہر جاکر رات میں واپسی۔ اور دُوسری فلائٹ لمبے دوران کی ہوتی ہے جو ملک سے باہر جاتی ہے، اس صورت میں عملے کو روزہ رکھنا مستحب ہے یا نہ رکھنا؟ زیادہ تر عملہ چھوٹی فلائٹ پر روزہ رکھنا چاہتا ہے۔

جواب:... سفر کے دوران روزہ رکھنے سے اگر کوئی مشقت نہ ہو تو مسافر کے لئے روزہ رکھنا افضل ہے، اور اگر اپنی ذات کو یا اپنے رفقاء کو مشقت لاحق ہونے کا اندیشہ ہو تو روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔ (۳)

سوال:... ہوائی جہاز کا عملہ دو قسم کے مسافروں میں آتا ہے، دونوں قسم کا عملہ ڈیوٹی پر شمار ہوتا ہے، ایک قسم کا وہ عملہ ہے جس پر جہاز یا مسافروں کی ذمہ داری نہیں ہوتی، وہ سفر اس لئے کر رہا ہے کہ اسے آدھے راستے یا دوتہائی راستے پر اُتر کر ایک دو دن آرام کے بعد پھر جہاز آگے کی منزل کی طرف لے جانا ہے۔ دُوسری قسم کا عملہ وہ ہوتا ہے جس پر جہاز اور مسافروں کی ساری ذمہ داری ہوتی ہے، ان دو قسم کے عملے پر روزے کے کیا اَحکام ہیں؟

جواب:... جس عملے پر جہاز اور اس کے مسافروں کی ذمہ داری ہے، اگر ان کو یہ اندیشہ ہو کہ روزہ رکھنے کی صورت میں ان سے اپنی ذمہ داری کے نبھانے میں خلل آئے گا تو ان کو روزہ نہیں رکھنا چاہئے، بلکہ دُوسرے وقت قضا رکھنی چاہئے، خصوصاً اگر روزہ کی

---

(۱) فيصح أداء صوم رمضان والنذر المعين والنفل بنية من الليل، فلا تصح قبل الغروب ولَا عنده إلى الضحوة الكبرىٰ لَا بعدها ولَا عندها إعتبارًا لأكثر اليوم (قوله إلى الضحوة الكبرىٰ) المراد بها نصف النهار الشرعي، والنهار الشرعي من استطارة الضوء في أفق المشرق إلى غروب الشمس والغاية غير داخلة في المغيا كما أشار إليه المصنف بقوله لَا عندها ...إلخ۔ (رد المحتار مع الدر المختار ج:۲ ص:۳۷۷ كتاب الصوم، طبع ايچ ايم سعيد كراچى)۔

(۲) أو لم ينو في رمضان كله صومًا ولَا فطرًا مع الإمساك لشبهة خلاف زفر أو أصبح غير ناو للصوم فأكل عمدًا، ولو بعد النية قبل الزوال لشبهة خلاف الشافعي، وفي الشامية: (قوله لشبهة قول زفر) .... وأما عندنا فلا بد من النية لأن الواجب الإمساك بجهة العبادة، ولَا عبادة بدون النية .... ويلزمه القضاء دون الكفارة .... (قوله قبل الزوال) هٰذا عند أبي حنيفة .... ثم المراد بالزوال نصف النهار الشرعي وهو الضحوة الكبرىٰ (قوله لشبهة خلاف الشافعي) فإن الصوم لَا يصح عنده بنية النهار كما لَا يصح بمطلق النية، وهٰذا تعليل لوجوب القضاء دون الكفارة إذا أكل بعد النية۔ (رد المحتار مع الدر المختار ج:۲ ص:۴۰۳، كتاب الصوم، مطلب في حكم الإستمناء بالكف)۔

(۳) فمن كان منكم مريضًا أو علىٰ سفر فعدة من أيامٍ أُخَر .... وأن تصوموا خير لكم إن كنتم تعلمون۔ (البقرة:۱۸۴)۔ وللمسافر الذي انشاء السفر قبل طلوع الفجر .... الفطر لقوله تعالىٰ فمن كان منكم مريضًا أو علىٰ سفر فعدة من أيام أُخَر ولما رويناه وصومه أي المسافر أحب إن لم يضر لقوله تعالىٰ: وأن تصوموا خير لكم وهٰذا إذا لم تكن عامة رفقته مفطرين ولَا مشتركين في النفقة، فإن كانوا مشتركين أو مفطرين فالأفضل فطره أي المسافر، موافقة للجماعة كما في الجوهرة۔ (مراقي الفلاح علىٰ هامش الطحطاوي ص:۳۷۴، ۳۷۵، كتاب الصوم، فصل في العوارض، طبع ميرمحمد)۔

وجہ سے جہاز اور اس کے مسافروں کی سلامتی کو خطرہ لاحق ہو تو ان کے لئے روزہ رکھنا ممنوع ہوگا۔ مثلاً: جہاز کے کپتان نے روزہ رکھا ہو اور اس کی وجہ سے جہاز کو کنٹرول کرنا مشکل ہوجائے۔ (۱)

سوال:... سفر دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک سفر مغرب سے مشرق کی طرف، جس میں دن بہت چھوٹا ہے، جبکہ دُوسرے سفر میں جو مشرق سے مغرب کی طرف ہے اس میں دن بہت لمبا ہوجاتا ہے، سورج تقریباً جہاز کے ساتھ ساتھ رہتا ہے اور روزہ بیس بائیس گھنٹے کا ہوجاتا ہے، اس صورت میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ لوگ روزہ گھنٹوں کے حساب سے کھول لیتے ہیں، مثلاً پاکستان کے حساب سے روزہ رکھا تھا اور پاکستان میں جب روزہ کھلا اسی حساب سے انہوں نے بھی روزہ کھول لیا۔ اس صورت میں بعض مرتبہ سورج بالکل اُوپر ہوتا ہے اور جس مقام سے جہاز گزر رہا ہوتا ہے وہاں ظہر کا وقت ہی ہوتا ہے، کیا اس طرح سے روزہ کھول لینا صحیح ہے؟

جواب:... گھنٹوں کے حساب سے روزہ کھولنے کی جو صورت آپ نے لکھی ہے یہ صحیح نہیں ہے۔ اِفطار کے وقت روزہ دار جہاں موجود ہو وہاں کا غروب معتبر ہے، جو لوگ پاکستان سے روزہ رکھ کر چلیں ان کو پاکستان کے غروب کے مطابق روزہ کھولنے کی اجازت نہیں، جن لوگوں نے ایسا کیا ہے ان کے وہ روزے ٹوٹ گئے اور ان کے ذمہ ان کی قضا لازم ہے۔

سوال:... اُوپر کے اِستواء (Higher Latitudes) میں جہاں سورج ۲۰-۲۲ گھنٹے تک رہتا ہے یا اور اُوپر جانے سے چھ ماہ تک سورج غروب نہیں ہوتا اور اگلے چھ ماہ جہاں اندھیرا رہتا ہے وہاں کے لئے کیا اَحکامات ہیں نماز اور روزے کے بارے میں؟ اکثر لوگ ان جگہوں پر مدینہ منوّرہ یا مکہ معظمہ کے اوقات کا اعتبار کرتے ہوئے نماز اور روزہ اختیار کرتے ہیں، کیا اس طرح کرنا دُرست ہے؟

جواب:... مدینہ منوّرہ یا مکہ معظمہ کے اوقات کا اعتبار کرنا تو بالکل غلط ہے۔ جن مقامات پر طلوع و غروب تو ہوتا ہے لیکن دن بہت لمبا اور رات بہت چھوٹی ہوتی ہے ان کو اپنے ملک کے صبحِ صادق سے غروبِ آفتاب تک روزہ رکھنا لازم ہے۔ (۲) البتہ ان میں جو لوگ ضعف کی وجہ سے اتنے طویل روزے کو برداشت نہیں کرسکتے وہ معتدل موسم میں قضا رکھ سکتے ہیں۔ (۳) ان علاقوں میں نماز کے اوقات بھی معمول کے مطابق ہوں گے۔ اور جن علاقوں میں طلوع و غروب ہی نہیں ہوتا، وہاں دو صورتیں ہوسکتی ہیں، ایک یہ کہ وہ چوبیس گھنٹے میں گھڑی کے حساب سے نماز کے اوقات کا تعین کرلیا کریں اور اسی کے مطابق روزوں میں سحر اور اِفطار کا تعین کرلیا

---

(۱) وللمسافر الذی انشاء السفر قبل طلوع الفجر .... الفطر لقوله تعالٰی: فمن کان منکم مریضًا أو علٰی سفر فعدة من أیام أُخر، ولما رویناه، وصومه أی المسافر أحب إن لم یضره، وفی حاشیة الطحاوی: (فعدة من أیام أُخر) أی فافطر فعلیه عدة الأیام التی أفطرها من أیام أُخر. (ولما رویناه) أی من قوله صلی الله علیه وسلم إن الله وضع عن المسافرین الصوم، (إن لم یضره) أی أراد بالضرر، الضرر الذی لیس فیه خوف الهلاک، لأن ما فیه خوف الهلاک بسبب الصوم فالإفطار فی مثله واجب لا أنه أفضل، بحر. (حاشیة الطحطاوی مع مراقی الفلاح ص:۳۷۴).

(۲) کتاب الصوم .... هو لغة إمساک عن المفطرات الآتیة حقیقة أو حکمًا .... فی وقت مخصوص وهو الیوم ... إلخ. (قوله وهو الیوم) أی الیوم الشرعی من طلوع الفجر إلی الغروب. (رد المحتار علی الدر المختار ج:۲ ص:۳۷۱ کتاب الصوم).

(۳) المریض إذا خاف علٰی نفسه التلف أو ذهاب عضو یفطر بالإجماع وإن خاف زیادة العلة وامتداده فکذالک عندنا وعلیه القضاء إذا أفطر، کذا فی المحیط. (هندیة ج:۱ ص:۲۰۷، الباب الخامس فی الأعذار التی تبیح الإفطار).

کریں۔[1] دُوسری صورت یہ ہے کہ وہاں سے قریب تر شہر جس میں طلوع و غروب معمول کے مطابق ہوتا ہے، اس کے اوقاتِ نماز اور اوقاتِ سحر و اِفطار پر عمل کیا کریں۔[2]

سوال:... بعض حضرات درمیانی استواء (Mid Letitudes) میں بھی اپنی نمازیں اور روزہ مدینہ منوّرہ کی نمازوں اور روزہ کے اوقات کے ساتھ ادا کرتے ہیں، یہ کہاں تک دُرست ہے؟

جواب:... اُوپر معلوم ہوچکا ہے کہ ہر شہر کے لئے اس کے طلوع و غروب کا اعتبار ہے، نماز کے اوقات میں بھی اور روزہ کے لئے بھی۔ مدینہ منوّرہ کے اوقات پر نماز روزہ کرنا بالکل غلط ہے اور یہ نمازیں اور روزے ادا نہیں ہوئے۔

سوال:... کراچی سے لاہور/اسلام آباد جاتے ہوئے گو کہ لاہور/اسلام آباد میں سورج غروب ہوچکا ہوتا ہے اور روزہ کھولا جارہا ہوتا ہے، مگر جہاز میں اُونچائی کی وجہ سے سورج نظر آتا رہتا ہے، اس صورت میں روزہ زمین کے وقت کے مطابق کھولا جائے یا کہ سورج جب تک جہاز سے غروب ہوتا ہوا نہ دیکھا جائے تب تک ملتوی کیا جائے؟

جواب:... پرواز کے دوران جہاز سے طلوع و غروب کے نظر آنے کا اعتبار ہے، پس اگر زمین پر سورج غروب ہوچکا ہو مگر جہاز کے اُفق سے غروب نہ ہوا ہو تو جہاز والوں کو روزہ کھولنے یا مغرب کی نماز پڑھنے کی اجازت نہ ہوگی، بلکہ جب جہاز کے اُفق سے غروب ہوگا تب اجازت ہوگی۔[3]

سوال:... دُوسری صورت میں جب عین روزہ کھلتے ہی اگر سفر شروع ہو تو جہاز کے کچھ اُونچائی پر جانے کے بعد پھر سے سورج نظر آنے لگتا ہے اور مسافروں میں بے چینی پیدا ہوجاتی ہے کہ روزہ گڑبڑ ہوگیا یا مکروہ ہوگیا، اس کے متعلق کیا اَحکام ہیں؟

جواب:... اگر زمین پر روزہ کھل جانے کے بعد پرواز شروع ہوئی اور بلندی پر جاکر سورج نظر آنے لگا تو روزہ مکمل ہوگیا۔ روزہ مکمل ہونے کے بعد سورج نظر آنے کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص تیس روزے پورے کرکے اور عید کی نماز پڑھ کر پاکستان آیا تو دیکھا کہ یہاں رمضان ختم نہیں ہوا، اس کے ذمہ یہاں آکر روزہ رکھنا فرض نہیں ہوگا۔

سوال:... اگر عملے نے سفر کے دوران یہ محسوس کیا کہ روزہ رکھنے سے ڈیوٹی میں خلل پڑ رہا ہے اور روزہ توڑ دیا تو اس کا کیا کفارہ ادا کرنا ہوگا؟

جواب:... اگر روزے سے صحت متأثر ہو رہی ہو اور ڈیوٹی میں خلل آتے اور جہاز کے یا مسافروں کے متأثر ہونے کا اندیشہ ہو تو روزہ توڑ دیا جائے، اس کی صرف قضا لازم ہوگی، کفارہ لازم نہیں ہوگا، واللہ اعلم!

---

(۱) عن النواس ابن سمعان قال: ذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم الدجال ذات غداة .... قال: أربعون يومًا، يوم كسنة، ويوم كشهر، ويوم كجمعة، وسائر أيامه كأيامكم، قلنا: يا رسول الله! فذالك اليوم الذى كسنة أتكفينا فيه صلٰوة يوم؟ قال: لا، اقدروا له قدره. (مسلم ج:۲ ص:۴۰۰، ۴۰۱، باب ذكر الدجال).

(۲) فإن قلنا بوجوب الصوم يلزم القول بالتقدير، وهل يقدر ليلهم بأقرب البلاد إليهم كما قاله الشافعية هنا أيضًا، أم يقدر لهم بما يسع الأكل والشرب، أم يجب عليهم القضاء فقط دون الأداء؟ كل محتمل، فليتأمل. (شامى ج:۱ ص:۳۶۲ طبع ايچ ايم سعيد).

(۳) والمراد بالغروب زمان غيبوبة جرم الشمس بحيث تظهر الظلمة حسا فى جهة المشرق قال صلى الله عليه وسلم إذا أقبل الليل من هٰهنا فقد أفطر الصائم. أى إذا وجدت الظلمة حسًا فى جهة المشرق فقد ظهر وقت الفطر أو صار مفطرًا فى الحكم لأن الليل ليس ظرفًا للصوم. (شامى ج:۲ ص:۳۷۱، كتاب الصوم، طبع ايچ ايم سعيد).

کن وجوہات سے روزہ توڑ دینا جائز ہے؟ کن سے نہیں؟

بیماری بڑھ جانے یا اپنی یا بچے کی ہلاکت کا خدشہ ہو تو روزہ توڑنا جائز ہے

سوال:... مسئلہ یہ معلوم کرنا ہے کہ ایک شخص کو قے آجاتی ہے، اب اس کا روزہ رہا کہ نہیں؟ یا اگر کوئی مرد یا عورت روزہ رکھنے میں بیماری بڑھ جانے یا جان کا خطرہ محسوس کرے تو کیا وہ روزہ توڑ سکتا ہے؟

جواب:... اگر آپ سے آپ قے آگئی تو روزہ نہیں گیا، خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ، اور اگر خود اپنے اختیار سے قے کی اور منہ بھر کر ہوئی تو روزہ ٹوٹ گیا، ورنہ نہیں۔ (۱)

اگر روزہ دار اچانک بیمار ہو جائے اور اندیشہ ہو کہ روزہ نہ توڑا تو جان کا خطرہ ہے، یا بیماری کے بڑھ جانے کا خطرہ ہے، ایسی حالت میں روزہ توڑنا جائز ہے۔

اسی طرح اگر حاملہ عورت کی جان کو یا بچے کی جان کو خطرہ لاحق ہو جائے تو روزہ توڑ دینا دُرست ہے۔ (۲)

بیماری کی وجہ سے اگر روزے نہ رکھ سکے تو قضا کرے

سوال:... میں شروع سے ہی رمضان شریف کے روزے رکھتی تھی، لیکن آج سے پانچ سال قبل یرقان ہو گیا، جس کی وجہ سے میں آٹھ نو ماہ تک بستر پر رہی، ویسے میں تقریباً بارہ سال سے معدہ میں خرابی اور گیس کی مریض ہوں، لیکن یرقان ہونے کے بعد مجھے پیاس اتنی لگتی ہے کہ روزہ رکھنا محال ہو گیا ہے، جس کی وجہ سے میں بہت پریشان ہوں، پچھلے سال میں نے رمضان کا پہلا روزہ رکھا، لیکن صبح نو بجے ہی پیاس کی وجہ سے بدحال ہو گئی، اس وجہ سے مجھے روزہ توڑنا پڑا، آپ براہِ مہربانی مجھے یہ بتائیں کہ روزہ توڑنے کا کفارہ کیا ہے؟ اور جو روزے نہیں رکھے گئے ان کا کفارہ کیا ہے؟

جواب:... آپ نے رمضان کا جو روزہ توڑا وہ عذر کی وجہ سے توڑا، اس لئے اس کا کفارہ آپ کے ذمہ نہیں، بلکہ صرف قضا

---

(۱) إذا قاء أو استقاء ملء الفم أو دونه عاد بنفسه أو عاد أو خرج فلا فطر على الأصح إلّا في الإعادة والإستقاء بشرط ملء الفم ...إلخ۔ (هندية ج:۱ ص:۲۰۴، كتاب الصوم، الباب الرابع، وفي الشامية ج:۲ ص:۴۱۴، مطلب في الكفارة)۔

(۲) ومنها المرض: المريض إذا خاف على نفسه التلف أو ذهاب عضو يفطر بالإجماع ...إلخ۔ ومنها حبل المرأة وإرضاعها الحامل والمرضع إذا خافتا على أنفسهما أو ولدهما أفطرتا وقضاء ولا كفارة عليهما كذا في الخلاصة۔ (هندية، كتاب الصوم، الباب الخامس في الأعذار التي تبيح الإفطار ج:۱ ص:۲۰۷، والشامي ج:۲ ص:۴۲۲، كتاب الصوم)۔

لازم ہے، اور جو روزے آپ بیماری کی وجہ سے نہیں رکھ سکیں ان کی جگہ بھی قضا روزے رکھ لیں۔[1] آئندہ بھی اگر آپ رمضان مبارک میں بیماری کی وجہ سے روزے نہیں رکھ سکتیں تو سردیوں کے موسم میں قضا رکھ لیا کریں۔[2] اور اگر چھوٹے دنوں میں بھی روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رہی تو اس کے سوا چارہ نہیں کہ ان روزوں کا فدیہ ادا کردیں، ایک دن کے روزے کا فدیہ صدقۂ فطر کے برابر ہے۔[3]

روزہ بیماری کی وجہ سے مجبوراً توڑ دیا تو صرف قضا ہے کفارہ نہیں

سوال:... میں نے پچھلے رمضانوں میں ایک روزہ بحالتِ مجبوری توڑ دیا تھا، وجہ معدے میں تکلیف تھی، یہ درد تقریباً سحری کے بعد ساڑھے چھ بجے اُٹھا، جو بڑھتے بڑھتے ناقابلِ برداشت ہوگیا۔ (اس قسم کا درد اکثر میرے معدے میں اُٹھتا رہتا ہے جو ایک دوا کھانے پر ٹھیک ہوتا ہے)۔ بالآخر جب درد کی شدّت میں کوئی کمی نہیں ہوئی تو مجبوراً سوا سات کے قریب میں نے روزہ توڑ دیا اور وہ دوا لے لی، اس کے بعد پورے دِن میں کچھ نہیں کھایا پیا۔ بہرحال اب یہ بتایئے کہ اس طرح روزہ توڑنے کا مجھ پر گناہ ہے؟ میں نے ایک جگہ روزہ توڑنے کا کفارہ دو ماہ کے مسلسل روزے پڑھا ہے، کیا واقعی یہ دُرست ہے؟ مگر میں نے روزہ بہت مجبوری میں توڑا تھا، اپنی مرضی سے نہیں، کیا کفارے کی کوئی اور صورت نہیں ہوسکتی؟

جواب:... ایسی مجبوری سے جو روزہ توڑا جائے اس پر صرف قضا لازم ہوتی ہے، کفارہ نہیں۔[4]

بیہوشی کی کیفیت میں کسی نے پانی پلادِیا تو کفارہ نہیں صرف قضا ہے

سوال:... آج سے دو تین سال قبل رمضان میں میری طبیعت اچانک خراب ہوگئی، نیم بے ہوشی کی سی کیفیت تھی، مگر مجھے یاد ہے کہ امی نے مجھے پانی پلایا تو میں نے دو تین گھونٹ پی لیا تھا، جبکہ میں روزے کی حالت میں تھی۔ یہ واقعہ نمازِ فجر وغیرہ سے فارغ ہوکر سونے اور پھر صبح تقریباً آٹھ بجے اُٹھنے کا ہے۔ اب مجھے معلوم یہ کرنا ہے کہ آیا ایسی صورت میں مجھے کفارہ دینا ہوگا یا قضا روزہ رکھوں؟ جبکہ میری حالت ایسی نہیں تھی کہ خدانخواستہ جان پر بن گئی ہو، البتہ طبیعت میں گھبراہٹ بہت تھی، سو اسی لئے پانی منہ سے لگالیا تھا، آپ مجھے بتایئے کہ آیا ایسی صورت میں روزہ ٹوٹ جانے پر قضا لازم ہے یا کفارہ؟

جواب:... تمہاری امی نے یہ سمجھ کر پانی پلایا ہوگا کہ تمہاری طبیعت زیادہ خراب نہ ہوجائے، اس لئے تمہارے ذمے صرف قضا واجب ہے، کفارہ واجب نہیں۔[5]

---

(۱) المريض إذا خاف على نفسه التلف أو ذهاب عضو يفطر بالإجماع وإن خاف زيادة العلة وامتداده فكذلك عندنا وعليه القضاء ... إلخ. (هندية ج:۱ ص:۲۰۷، كتاب الصوم، الباب الخامس في الأعذار التي تبيح الإفطار).

(۲) ولو لم يقدر لشدة الزمان كالحر فله أن يفطر وينتظر الشتاء فيقضي كذا في فتح القدير. (هندية ج:۱ ص:۲۰۹).

(۳) فالشيخ الفاني الذي لا يقدر على الصيام يفطر ويطعم لكل يوم مسكينًا كما يطعم في الكفارة. (هندية، كتاب الصوم، الباب الخامس في الأعذار التي تبيح الإفطار ج:۱ ص:۲۰۷، أيضًا: ردالمحتار ج:۲ ص:۴۲۲-۴۲۴، فصل في العوارض).

(۴) ایضاً حاشیہ نمبر ۱ ملاحظہ فرمائیں۔

(۵) ایضاً حاشیہ نمبر ۱ ملاحظہ فرمائیں۔

کن وجوہات سے روزہ نہ رکھنا جائز ہے؟

کن وجوہات سے روزہ نہ رکھنا جائز ہے؟

سوال:... کون سے عذرات کی بنا پر روزہ نہ رکھنا جائز ہے؟

جواب ا:... رمضان شریف کے روزے ہر عاقل بالغ مسلمان پر فرض ہیں، اور بغیر کسی صحیح عذر کے روزہ نہ رکھنا حرام ہے۔[1]

۲:... اگر نابالغ لڑکا، لڑکی روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہوں تو ماں باپ پر لازم ہے کہ ان کو بھی روزہ رکھوائیں۔[2]

۳:... جو بیمار روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہو، اور روزہ رکھنے سے اس کی بیماری بڑھنے کا اندیشہ نہ ہو، اس پر بھی روزہ رکھنا لازم ہے۔[3]

۴:... اگر بیماری ایسی ہو کہ اس کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتا یا روزہ رکھنے سے بیماری بڑھ جانے کا خطرہ ہو تو اسے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے، مگر جب تندرست ہوجائے تو بعد میں ان روزوں کی قضا اس کے ذمہ فرض ہے۔[4]

۵:... جو شخص اتنا ضعیف العمر ہو کہ روزے کی طاقت نہیں رکھتا، یا ایسا بیمار ہو کہ نہ روزہ رکھ سکتا ہے اور نہ صحت کی اُمید ہے، تو وہ روزے کا فدیہ دے دیا کرے، یعنی ہر روزے کے بدلے میں صدقۂ فطر کی مقدار غلہ یا اس کی قیمت کسی مسکین کو دے دیا کرے، یا صبح وشام ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کرے۔[5]

۶:... اگر کوئی شخص سفر میں ہو، اور روزہ رکھنے میں مشقت لاحق ہونے کا اندیشہ ہو تو وہ بھی قضا کرسکتا ہے، دُوسرے وقت میں

---

(۱) يٰٓـأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ ...الآية سورة البقرة. وأيضًا شرط وجوبه (أي الصوم) الإسلام والعقل والبلوغ ...إلخ. (هندية ج:۱ ص:۱۹۵، كتاب الصوم، الباب الأوّل في تعريفه).

(۲) ويؤمر الصبي بالصوم إذا أطاقه ...إلخ. (درمختار مع الشامي ج:۲ ص:۴۰۹، كتاب الصوم، طبع سعيد).

(۳) وأطلق الخوف ابن الملك في شرح المجمع وأراد الوهم حيث قال لو خاف من المرض لا يفطر ...إلخ. (البحر الرائق، فصل في العوارض ص:۳۰۳ طبع بيروت).

(۴) المريض إذا خاف على نفسه أو ذهاب عضو يفطر بالإجماع وإن خاف زيادة العلة وامتداده فكذلك عندنا وعليه القضاء إذا أفطر كذا في المحيط. (هندية ج:۱ ص:۲۰۷، كتاب الصوم، الباب الخامس في الأعذار التي تبيح الإفطار).

(۵) قال في التنوير: وللشيخ الفاني العاجز عن الصوم الفطر ويفدي. وفي الشامية: المريض إذا تحقق اليأس من الصحة فعليه الفدية لكل يوم من المرض ...إلخ. (شامي ج:۲ ص:۴۲۷، أيضًا: عالمگيری ج:۱ ص:۱۹۱، كتاب الصوم).

اس کو روزہ رکھنا لازم ہوگا، اور اگر سفر میں کوئی مشقت نہیں تو روزہ رکھ لینا بہتر ہے، اگرچہ روزہ نہ رکھنے اور بعد میں قضا کرنے کی بھی اس کو اجازت ہے۔[1]

۷:...عورت کو حیض و نفاس کی حالت میں روزہ رکھنا جائز نہیں، مگر رمضان شریف کے بعد اتنے دنوں کی قضا اس پر لازم ہے۔[2]

۸:...بعض لوگ بغیر عذر کے روزہ نہیں رکھتے اور بیماری یا سفر کی وجہ سے روزہ چھوڑ دیتے ہیں اور پھر بعد میں قضا بھی نہیں کرتے، خاص طور پر عورتوں کے جو روزے ماہواری کے ایام میں رہ جاتے ہیں وہ ان کی قضا رکھنے میں سستی کرتی ہیں، یہ بہت بڑا گناہ ہے۔[3]

کام کی وجہ سے روزہ چھوڑنے کی اجازت نہیں

سوال:...ہم گلف میں رہنے والے پاکستانی باشندے رمضان المبارک کے روزے صرف اس وجہ سے پورے نہیں رکھ سکتے کہ یہاں رمضان کے دوران شدید ترین گرمی ہوتی ہے، اور کام بھی محنت کا ہوتا ہے کہ عام حالت میں دو گھنٹے کے کام میں دس بارہ گلاس پانی پی لیا جاتا ہے، اگر ہم روزے نہ رکھیں تو کیا حکم ہے؟

جواب:...کام کی وجہ سے روزے چھوڑنے کا حکم نہیں،[4] البتہ مالکوں کو حکم دیا گیا ہے کہ رمضان میں مزدوروں اور کارکنوں کا کام ہلکا کردیں۔[5] آپ لوگ جس کمپنی میں ملازم ہیں، اس سے اس کا مطالبہ کرنا چاہئے۔

سخت کام کی وجہ سے روزہ چھوڑنا

سوال:...ہمارے چند مسلمان بھائی ابوظہبی، متحدہ عرب امارات میں صحرا کے اندر تیل نکالنے والی کمپنی میں کام کرتے ہیں، اور کمپنی کا کام چوبیس گھنٹے چلتا رہتا ہے۔ لوہا، مشینوں اور تپتی ریت کی گرمی کی وجہ سے روزہ دار کی زبان منہ سے باہر نکل آتی ہے اور گلا

---

(۱) (قوله وللمسافر وصومه أحب إن لم يضره) اى جاز للمسافر الفطر لأن السفر لا يخلو عن المشقة فجعل نفسه عذرا بخلاف المرض فإنه قد يخف بالصوم ...إلخ. (البحرا الرائق ج:۲ ص:۳۰۴، كتاب الصوم، فصل فى العوارض، طبع بيروت، وأيضًا الشامى ج:۲ ص:۴۲۱، فصل فى العوارض، هندية ج:۱ ص:۲۰۶، كتاب الصوم، الباب الخامس).

(۲) ويمنع صلاة مطلقًا ولو سجدة شكر وصومًا وجماعًا وتقضيه لزومًا دونها للحرج (قوله يمنع) اى الحيض وكذا النفاس .... (قوله وتقضيه) اى الصوم على التراخى فى الأصح. (رد المحتار مع الدر المختار، باب الحيض والنفاس والإستحاضة ج:۱ ص:۲۹۰، ۲۹۱). فتقضى الحائض والنفساء الصوم دون الصلاة لحديث عائشة رضى الله عنه كان يصيبنا ذٰلك فنؤمر بقضاء الصوم ولَا نؤمر بقضاء الصلاة وعليه الإجماع. (مراقى الفلاح علٰى هامش الطحطاوى ص:۴۷).

(۳) فالإثم إذا أفسد بغير عذر لأنه أبطل عمله من غير عذر وإبطال العمل من غير عذر حرام لقوله تعالٰى: ولَا تبطلوا أعمالكم ...إلخ. (البدائع الصنائع ج:۲ ص:۹۴، فصل: وأما حكم فساد الصوم).

(۴) المحترف المحتاج إلٰى نفقته علم انه لو اشتغل بحرفته يلحقه ضرر مبيح للفطر يحرم عليه الفطر قبل أن يمرض كذا فى القنية. (هندية ج:۲ ص:۲۰۸، كتاب الصوم، الباب الخامس فى الأعذار التى تبيح الإفطار).

(۵) عن سلمان الفارسى رضى الله عنه .... ومن خفف عن مملوكه فيه غفر الله له وأعتقه من النار. (مشكٰوة المصابيح ص:۱۷۴، كتاب الصوم، الفصل الثالث).

خشک ہوجاتا ہے، اور بات تک کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔ اور کمپنی کے مالکان مسلمان اور غیرمسلم ہیں، اور کام کرنے والے بھی اکثر غیرمسلم ہیں، جوکہ رمضان المبارک کے بابرکت مہینے کی رعایت ملازمین کو نہیں دیتے، یعنی کام کے اوقات کو کم نہیں کرتے، تو اس حالت میں شریعتِ مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

جواب:... کام کی وجہ سے روزہ چھوڑنے کی تو اجازت نہیں، اس لئے روزہ تو رکھ لیا جائے، لیکن جب روزے میں حالت مخدوش ہوجائے تو روزہ توڑ دے، اس صورت میں قضا واجب ہوگی، کفارہ لازم نہیں آئے گا۔

فتاویٰ عالمگیریہ (ج:۱ ص:۲۰۸) میں ہے:

"المحترف المحتاج الی نفقته علم انه لو اشتغل بحرفته یلحقه ضرر مبیح للفطر یحرم علیه الفطر قبل ان یمرض، کذا فی القنیة۔"

امتحان کی وجہ سے روزے چھوڑنا اور دُوسرے سے رکھوانا

سوال:... اگر کوئی شخص طالبِ علم ہو اور وہ رمضان کی وجہ سے امتحان کی تیاری نہ کرسکتا ہو تو اس کے والدین، بہن بھائی اور دوست اسے ہدایت کریں کہ وہ روزہ نہ رکھے اور اس کے عوض تیس کے بجائے چالیس روزے کسی دُوسرے سے رکھوادیئے جائیں گے تو کیا ایسے طالبِ علم کو روزے چھوڑ دینے چاہئیں؟ کیا جو روزے اس کا عزیز اس کو رکھ دے گا، وہ دربارِ خداوندی میں قبول ہوجائیں گے؟ اس بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب:... امتحان کے عذر کی وجہ سے روزہ چھوڑنا جائز نہیں۔[1] اور ایک شخص کی جگہ دُوسرے کا روزہ رکھنا دُرست نہیں، نماز اور روزہ دونوں خالص بدنی عبادتیں ہیں، ان میں دُوسرے کی نیابت جائز نہیں۔ جس طرح ایک شخص کے کھانا کھانے سے دُوسرے کا پیٹ نہیں بھرتا، اسی طرح ایک شخص کے نماز پڑھنے یا روزہ رکھنے سے دُوسرے کے ذمہ کا فرض ادا نہیں ہوتا۔[2]

امتحان اور کمزوری کی وجہ سے روزہ قضا کرنا گناہ ہے

سوال:... پچھلے دنوں میں نے انٹر سائنس کا امتحان دیا، اور ان دنوں میں نے بہت محنت کی، اس کے فوراً بعد رمضان شروع ہوگیا، اب چند دنوں بعد پریکٹیکل ٹیسٹ شروع ہونے والے ہیں، لیکن میری تیاری نہیں ہو رہی، کیونکہ روزہ رکھنے کے بعد مجھ پر ذہنی غنودگی چھائی رہتی ہے اور ہر وقت سخت نیند آتی ہے، کچھ پڑھنا چاہوں بھی تو نیند کی وجہ سے ممکن نہیں ہوتا۔ اصل میں اب مجھ میں اتنی قوت اور توانائی نہیں ہے کہ میں روزے کے ساتھ ساتھ ذہنی طور پر کچھ پڑھ سکوں، کیا اس حالت میں، میں روزہ رکھ سکتی ہوں؟ اگر روزہ

---

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۳ ملاحظہ ہو۔

(۲) وان صام أو صلّى عنه ولی لا لحدیث النسائی لا یصوم أحد عن أحد ولا یصلی أحد عن أحد ولٰکن یطعم عنه ولیه. (درمختار) وفی الشامی وقال مالک: لم أسمع عن أحد من الصحابة ولا من التابعین بالمدینة أن أحدًا منهم أمر أحدًا یصوم عن أحد وهٰذا مما یؤید النسخ وأنه الأمر الذی استقر الشرع علیه وتمامه فی الفتح وشرح النقایة للقاری. (رد المحتار مع الدر المختار، فصل فی العوارض ج:۲ ص:۴۲۵)۔

رکھتی ہوں تو پڑھائی نہیں ہوسکتی ہے، کیونکہ کمزوری بہت ہوجاتی ہے اور مجھ میں توانائی بہت کم ہے۔

جواب:...کیا پڑھائی، روزے سے بڑھ کر فرض ہے...؟[1]

سوال:...کیا اس حالت میں (کمزوری کی حالت) مجھ پر روزہ فرض ہے؟

جواب:...اگر روزہ رکھنے کی طاقت ہے تو روزہ فرض ہے۔[2]

سوال:...اور اگر میں روزہ نہ رکھوں تو اس کا کفارہ کیا ادا کرنا ہوگا؟

جواب:...قضا کا روزہ بھی رکھنا ہوگا،[3] اور روزہ قضا کرنے کی سزا بھی برداشت کرنی ہوگی۔[4]

کیا اِمتحان کی وجہ سے روزہ چھوڑ سکتے ہیں؟

سوال:...ایک پروفیسر صاحبہ سے سوال کیا گیا کہ ہم بی ایس سی کی طالبات ہیں، اِمتحانات بہت سخت ہوتے ہیں، شدید محنت کرنی پڑتی ہے، کیا ہم دورانِ اِمتحان روزہ چھوڑ سکتی ہیں؟ تو پروفیسر صاحبہ نے جواب دیا: "لَا یکلف الله نفسًا إلّا وسعها" آپ روزہ چھوڑ سکتی ہیں۔ آپ مسئلے کی وضاحت فرمادیں گے تو بہت سے لوگوں کو مسئلہ معلوم ہوجائے گا، کیا طلباء دورانِ اِمتحان روزہ چھوڑ سکتے ہیں یا کہ نہیں؟

جواب:...یہ مسئلہ بھی غلط ہے، روزۂ رمضان فرض ہے،[5] اور بی ایس سی کا اِمتحان فرض و واجب نہیں کہ اس کے لئے روزۂ رمضان کو چھوڑ دِیا جائے۔ اور پھر پروفیسر صاحبہ نے یہ بھی نہیں بتایا کہ اگر روزے کو چھوڑ دیا جائے تو اس کی جگہ کیا کرنا چاہئے؟ آیا قضا روزے رکھیں، یا فدیہ دِیا کریں، یا بی ایس سی کی برکت سے رمضان کے روزے ان کو ویسے ہی معاف ہوگئے...؟ اور پروفیسر صاحبہ نے آیت کا جو حوالہ دیا ہے وہ بھی بے موقع ہے، روزے میں مشقت تو ضرور ہوتی ہے، لیکن روزہ آدمی کی طاقت سے باہر نہیں، آیت

---

(۱) قال في الإيضاح: اعلم ان الصوم من أعظم أركان الدِّين وأوثق قوانين الشرع المتين ... إلخ. (شامي، كتاب الصوم ج:۲ ص:۳۶۹، طبع سعيد).

(۲) وشرط وجوبه الأداء الصحة والإقامة. (هندية ج:۱ ص:۱۹۵، كتاب الصوم، الباب الأوّل).

(۳) وقضوا لزومًا ما قدروا بلا فدية وبلا ولاء ... إلخ. (درمختار مع الشامي ج:۲ ص:۴۲۳). وفي شرح مختصر الطحاوي (ج:۲ ص:۴۶۴) قال أبو جعفر: ومن أصبح في يوم من شهر رمضان ولم يكن نوى الصوم، ثم أكل أو شرب أو جامع متعمدًا، فإن أبا حنيفة كان يقول: عليه القضاء بلا كفارة. أيضًا: مراقي الفلاح ص:۲۳۷ طبع نور محمد.

(۴) عن أبي هريرة رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من أفطر يومًا من رمضان من غير رخصة ولا مرض لم يقضه صوم الدهر كله وإن صامه. رواه الترمذي واللفظ لهٗ. (الترغيب والترهيب ج:۲ ص:۱۰۸).

(۵) إعلم أن صوم رمضان فريضة، لقوله تعالىٰ: كتب عليكم الصيام، وعلى فرضية انعقد الإجماع، ولهٰذا يكفر جاحده (وفي البناية) لقوله تعالىٰ: كتب عليكم الصيام أي فرض عليكم الصوم كما كتب على الذين من قبلكم يعني على الأنبياء عليهم الصلاة والسلام والأُمم من لدن آدم عليه الصلاة والسلام إلى عهدكم ... إلخ. (البناية في شرح الهداية، كتاب الصوم ج:۴ ص:۲۴۸، طبع حقانيه).

شریفہ میں تو یہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو ایسے کام کا حکم نہیں دیتے جو اس کی طاقت سے باہر ہو، یہ تو نہیں فرمایا کہ جس کام میں ذرا سی مشقت ہو وہ بھی معاف ہے۔ ریڈیو اور ٹی وی پر جب اس قسم کے غلط فتوے جاری کئے جائیں گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ عوام ان مسائل پر اعتماد نہیں کریں گے۔

سفر یا بیماری میں روزہ چھوڑنا

سوال:... سفر یا بیماری کی حالت میں روزہ چھوڑنا کس حد تک جائز ہے؟ کیونکہ انسان سفر دُنیاوی کاموں کے لئے کرتا ہے، اگر وہ اس کے لئے روزہ چھوڑتا ہے تو گویا اس نے دُنیا کے کام کو دِین کے فرض پر فوقیت دی؟

جواب:... اللہ تعالیٰ نے انسان کو کمزور پیدا کیا ہے، اور اس کی کمزوری کی رعایت فرمائی ہے، اس لئے دُنیاوی ضرورت کے لئے اگر سفر کیا جائے تو بھی رُخصت ہے۔[1]

نماز اور قرآن نہ پڑھنے والی عورت کا فرض روزے رکھنا کیسا ہے؟

سوال:... میری مشکل یہ ہے کہ میں نے قرآن پاک اور نماز نہیں یاد کی، باقی اُردو کی تعلیم حاصل کی، میں رمضان المبارک میں روزے رکھتی ہوں، جس کی بنا پر اہلِ خانہ خفا ہوتے ہیں کہ یہ جائز نہیں تم نماز اور قرآن نہیں پڑھتی، تمہارے روزے قبول نہیں ہوں گے۔ تو میں پھر بھی روزے رکھتی ہوں، میں یہی کہتی ہوں میں نے دِل سے روزہ رکھا ہے، مگر گھر والے بضد ہیں کہ یہ ثواب نہیں گناہ ہے، آپ بتلائیں کیا کتنا گناہ اور کیا کتنا ثواب ہے؟

جواب:... آپ کا روزے رکھنا تو گناہ نہیں بلکہ ثواب ہے، اور اس کا اَجر آپ کو ضرور ملے گا۔ مگر آپ کو نماز نہیں چھوڑنی چاہئے، نماز کا چھوڑنا بڑا گناہ ہے، اگر آپ کو نماز نہیں آتی تو اس کو سیکھ لینا کچھ مشکل نہیں، اور جب تک نماز کی سورتیں نہ سیکھ لیں نماز میں ''سبحان اللہ، سبحان اللہ'' پڑھتی رہا کریں۔[2]

حاملہ عورتیں اپنے بچے کے نقصان کے خوف سے روزہ چھوڑ سکتی ہیں

سوال:... جو عورتیں حاملہ ہیں یعنی اوقات کے لحاظ سے نزدیک یا وسط میں اگر روزہ رکھیں تو کمزوری کا قوی خدشہ ہے، کیونکہ خون کم ہے یا بعض کو کمزوری ہوسکتی ہے، جس سے بچے کو یا بعد ولادت ماں کو کمزوری کا سامنا کرنا ہوگا، اس موقع پر ان عورتوں پر روزہ رکھنا ضروری ہے یا نہیں؟

---

(۱) فَمَنْ كَانَ مِنكُمْ مَّرِيضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ۔ (البقرة: ۱۸۴).

(۲) عن عبدالله بن أبي أوفى رضي الله عنه قال: جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: إني لا أستطيع أن آخذ من القرآن شيئًا، فعلّمني ما يجزئني! قال: قل: سبحان الله والحمد لله ولا إله إلّا الله والله أكبر ...إلخ۔ (مشكوة ص: ۸۱).

جواب:... جو حاملہ روزے کی طاقت نہ رکھتی ہو، بایں وجہ کہ بچے کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، وہ روزہ نہ رکھے، دُوسرے وقت پر قضا کرلے۔[1]

اگر روزہ رکھنے سے دُودھ کم آئے یا بند ہونے کا خوف ہو تو کیا روزہ چھوڑ سکتی ہے؟

سوال:... جو عورتیں بعد ولادت بچے کو دُودھ پلانے والی ہیں، ان میں وہ عورتیں جن کے دُودھ کم آتا ہو، اگر روزہ رکھیں، دُودھ نہ آنے کا یا قلیل ہونے کا گمان ہو جائے ایسی صورت میں روزہ رکھیں یا کیا حکم ہے؟

جواب:... اگر بچہ اُوپر کا دُودھ پی سکتا ہے یا کسی اور عورت کا دُودھ پی سکتا ہے، اس کی ماں کو تو روزہ چھوڑنے کی اجازت نہیں، لیکن اگر بچے کے لئے کوئی اور اِنتظام نہیں ہوسکتا، تو وہ بھی روزہ قضا کرسکتی ہے، دُوسرے وقت رکھ لے۔[2]

دُودھ پلانے والی عورت کا روزہ کا قضا کرنا

سوال:... ایک ایسی ماں جس کا بچہ سوائے دُودھ کے کوئی غذا نہ کھا سکتا ہو، اس کے لئے ماہِ رمضان میں روزے رکھنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیونکہ ماں کے روزے کی وجہ سے بچے کے لئے دُودھ کی کمی ہو جاتی ہے، اور وہ بھوکا رہتا ہے۔

جواب:... اگر ماں یا اس کا دُودھ پیتا بچہ روزے کا تحمل نہیں کرسکتے تو عورت روزہ چھوڑ سکتی ہے، بعد میں قضا رکھ لے۔[3]

سخت بیماری کی وجہ سے فوت شدہ روزوں کی قضا اور فدیہ

سوال:... میرا مسئلہ یہ ہے کہ میری اکثر ناک بند رہتی ہے، اس کا تقریباً دو بار آپریشن بھی ہو چکا ہے، لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا، ڈاکٹری اور حکمت کا علاج بھی کافی کروا چکا ہوں، لیکن ان سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا، گرم چیز کھانے سے تقریباً ایک طرف کی ناک کھل جاتی ہے اور سانس پھنس کر آنے لگتا ہے، لیکن لیٹ جانے کی صورت میں وہ بھی بند ہو جاتی ہے، اور سانس پھنس کر آنے لگتا ہے، جس سے نیند نہیں آتی، دوا ڈالنے سے ناک کھل جاتی ہے صرف پانچ گھنٹے کے لئے، واضح رہے کہ دوا ناک میں ڈالتے ہوئے اکثر حلق میں بھی آجاتی ہے، برائے مہربانی اب آپ یہ تحریر کریں کہ روزہ ہونے کی صورت میں کیا میں ناک میں دوا ڈال سکتا ہوں؟ یاد رہے اگر وہ ناک میں نہ ڈالی تو ایک پل بھی سو نہ سکوں گا، برائے مہربانی اس کا وظیفہ بھی تحریر کردیجئے گا، تاکہ یہ تکلیف دُور ہو جائے، اور میرے دِل سے بے اختیار آپ کے لئے دُعائیں نکلیں۔

(۱،۲،۳) أو حامل أو مرضع أُمًّا كانت أو ظئرًا على الظاهر خافت بغلبة الظن على نفسها أو ولدها ... إلخ. (الدر المختار مع الرد ج:۲ ص:۴۲۲، كتاب الصوم، فصل في العوارض). أيضًا: الحامل والمرضع إذا خافتا على أنفسهما أو ولدهما أفطرتا وقضتا ولَا كفارة عليهما. (فتاوىٰ عالمگيري ج:۱ ص:۲۰۷، أيضًا خلاصة الفتاوىٰ ج:۱ ص:۲۶۵، كتاب الصوم، طبع رشيديه). أيضًا: قال: ومن خاف إن تزاد عينه وجعًا، أو يزداد حمّاه شدة، أفطر وقضى، وذالك لقول الله تعالىٰ: ومن كان مريضًا أو على سفر فعدة من أيّام أُخر. يقتضي ظاهره إباحة الإفطار لكل مريض، إلّا أنه قد إتفق أهل العلم على أن المرض الذي لا يضر معه الصوم لَا يبيح الإفطار، فخصصناه من الظاهر وبقي حكم اللفظ فيما عداه، وأباح النبي صلى الله عليه وسلم الإفطار للحامل والمرضع، لما يخافان على الولد من الضرر فضرر نفسه أولٰى بإباحة الإفطار من أجله. (شرح مختصر الطحاوي ج:۲ ص:۴۴۶، ۴۴۷، كتاب الصيام).

جواب:... روزے کی حالت میں ناک میں دوا ڈالنا دُرست نہیں، اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے،[1] اگر آپ اس بیماری کی وجہ سے روزہ پورا نہیں کرسکتے تو آپ کو روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے،[2] اور اگر چھوٹے دنوں میں آپ روزہ رکھ سکتے ہیں تو ان روزوں کی قضا لازم ہے،[3] اور اگر کسی موسم میں بھی روزہ رکھنے کا اِمکان نہیں تو روزوں کا فدیہ لازم ہے،[4] تاہم جن روزوں کا فدیہ ادا کیا گیا، اگر پوری زندگی میں کسی وقت بھی روزہ رکھنے کی طاقت آگئی تو یہ فدیہ غیرمعتبر ہوگا، اوران روزوں کی قضا لازم ہوگی۔[5]

پیشاب کی بیماری روزے میں رُکاوٹ نہیں

سوال:... میرا مسئلہ یہ ہے کہ میں عرصہ دراز سے پیشاب کی مہلک بیماری میں مبتلا ہوں، اور اس میں چوبیس گھنٹے آدمی کا پاک رہنا بہت ہی مشکل ہے، ایسی حالت میں جبکہ مندرجہ بالا صورتِ حال درپیش ہو تو کیا آدمی روزہ نماز کرسکتا ہے یا نہیں؟ اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ پاکی ناپاکی سے کچھ نہیں ہوتا، نیت صاف ہونا چاہئے، قبول کرنے والا خداوندکریم ہے، اور یہی وجہ ہے کہ میں نماز وغیرہ بالکل نہیں پڑھتا، کیا آپ مجھے اس سلسلے میں مفید مشورہ دیں گے؟ مہربانی ہوگی۔

جواب:... یہ بیماری روزے میں تو رُکاوٹ نہیں، البتہ اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، مگر چونکہ آپ معذور ہیں، اس لئے ہر نماز کے وقت کے لئے نیا وضو کرلیا کیجئے، جب تک اس نماز کا وقت رہے گا آپ کا وضو اس عذر کی وجہ سے نہیں ٹوٹے گا، جب ایک نماز کا وقت نکل جائے پھر وضو کرلیا کیجئے،[6] نماز روزہ چھوڑ دینا جائز نہیں۔

مرض کے عود کرآنے کے خوف سے روزے کا فدیہ دینے کا حکم

سوال:... مجھے عرصہ پانچ سال سے گردے کے درد کی تکلیف رہتی ہے، پچھلے سال میں نے پاکستان جاکر آپریشن کرایا ہے اور پتھری نکلی ہے، آپریشن کے تقریباً چار ماہ بعد پھر پتھری ہوگئی، یہاں پر (بحرین میں) میں نے ایک قابل ڈاکٹر کے پاس علاج کرانا

---

(۱) وما وصل إلى الجوف أو إلى الدماغ من المخارق الأصلية كالأنف والأذن والدبر بأن إستعط أو احتقن أو أقطر في أذنه فوصل إلى الجوف أو إلى الدماغ فسد صومه ... إلخ. (البدائع الصنائع ج:۲ ص:۹۳، (فصل) وأما ركنه).

(۲) المريض إذا خاف على نفسه التلف أو ذهاب عضو يفطر بالإجماع وإن خاف زيادة العلة وامتداده فكذلك عندنا وعليه القضاء إذا أفطر كذا في المحيط. (هندية ج:۱ ص:۲۰۷، درمختار مع الشامي ج:۲ ص:۴۲۲، فصل في العوارض).

(۳) ولو لم يقدر لشدة الزمان كالحر فله أن يفطر وينتظر الشتاء فيقضي كذا في فتح القدير. (هندية ج:۱ ص:۲۰۹، وفي الشامية ج:۲ ص:۴۲۷، فصل في العوارض).

(۴) المريض إذا تحقق اليأس من الصحة فعليه الفدية لكل يوم من المرض ... إلخ. (شامي ج:۲ ص:۴۲۷).

(۵) ولو قدر على الصيام بعد ما فدى بطل حكم الفداء الذي فداه حتّى يجب عليه الصوم هكذا في النهاية. (هندية ج:۱ ص:۲۰۷، والشامية ج:۲ ص:۴۲۷، فصل في العوارض).

(۶) المستحاضة ومن به سلس البول .... يتوضؤن لوقت كل صلاة ويصلون بذلك الوضوء في الوقت ما شاؤا من الفرائض والنوافل هكذا في البحر الرائق. (هندية ج:۱ ص:۴۱، كتاب الطهارة، ومما يتصل بذالك أحكام المعذور).

شروع کیا، ڈاکٹر نے مجھے صرف پانی پینے کو کہا، میں دن میں تقریباً چالیس گلاس پانی کے پیتا رہا، اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے پتھری خودبخود پیشاب کے ساتھ نکل گئی۔

ڈاکٹر نے مجھے کہا ہے کہ کئی آدمیوں کے گردے ایک پوڈر سا بناتے ہیں جو کہ پتھر کی شکل اختیار کرلیتے ہیں، اگر تم روزانہ اسی طرح پانی پیتے رہو تو پتھری نہیں ہوگی، اگر پانی کم کروگے تو دوبارہ پتھری ہوجائے گی، ڈاکٹر مسلمان ہے اور بہت ہی اچھا آدمی ہے، اس نے مجھے منع کیا ہے کہ مجھے معلوم ہے کہ پاکستانی روزہ نہیں چھوڑتے، مگر تم بالکل روزہ نہ رکھنا، کیونکہ اس طرح تم پانی پینا چھوڑ دوگے اور پتھری دوبارہ ہوجائے گی۔ اب میں سخت پریشانی میں ہوں کہ کیا کروں؟

جواب:... اگر اندیشہ ہے کہ روزہ رکھا گیا تو مرض عود کرآئے گا، تو آپ ڈاکٹر کے مشورے پر عمل کرسکتے ہیں[1]، اور جو روزے آپ کے رہ جائیں گے اگر سردیوں کے دنوں میں ان کی قضا ممکن ہو تو سردیوں کے دنوں میں یہ روزے پورے کریں[2]، ورنہ روزوں کا فدیہ ادا کریں[3]۔

(۱) ص:۵۶۷ کا حاشیہ نمبر ۱، ۲، ۳ دیکھیں۔
(۲) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۳ ملاحظہ ہو۔
(۳) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۴ ملاحظہ ہو۔

رمضان میں (عورتوں کے) مخصوص ایام کے مسائل

مجبوری کے ایام میں عورت کو روزہ رکھنا جائز نہیں

سوال:...رمضان میں عورت جتنے دن مجبوری میں ہو، اس حالت میں روزے کھانے چاہئیں یا نہیں؟ اگر کھائیں تو کیا بعد میں ادا کرنے چاہئیں یا نہیں؟

جواب:...مجبوری (حیض و نفاس) کے دنوں میں عورت کو روزہ رکھنا جائز نہیں، بعد میں قضا رکھنا فرض ہے۔ [1]

دوائی کھا کر ایام روکنے والی عورت کا روزہ رکھنا

سوال:...رمضان شریف میں بعض خواتین دوائیاں وغیرہ کھا کر اپنے ایام کو روک لیتی ہیں، اس طرح رمضان شریف کے پورے روزے رکھ لیتی ہیں، اور فخریہ بتاتی ہیں کہ ہم نے تو رمضان کے پورے روزے رکھے، کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟

جواب:...یہ تو واضح ہے کہ جب تک ایام شروع نہیں ہوں گے، عورت پاک ہی شمار ہوگی، اور اس کو رمضان کے روزے رکھنا صحیح ہوگا۔ رہا یہ کہ روکنا صحیح ہے یا نہیں؟ تو شرعاً روکنے پر کوئی پابندی نہیں، مگر شرط یہ ہے کہ اگر یہ فعل عورت کی صحت کے لئے مضر ہو تو جائز نہیں۔

روزے کے دوران اگر ''ایام'' شروع ہوجائیں تو روزہ ختم ہوجاتا ہے

سوال:...ماہِ رمضان میں روزہ رکھنے کے بعد اگر دن میں کسی وقت ایام شروع ہوجائیں تو کیا اسی وقت روزہ کھول لینا چاہئے یا نہیں؟

جواب:...ماہواری کے شروع ہوتے ہی روزہ خود ہی ختم ہوجاتا ہے، کھولیں یا نہ کھولیں۔ [2]

---

(۱) ومنها الحيض والنفاس وإذا حاضت المرأة أو نفست أفطرت. (هندية ج:۱ ص:۲۰۷). وتشترط لوجوب الأداء الصحة .... والطهارة عن الحيض والنفاس. (مجمع البحرين وملتقى النيرين، كتاب الصوم ص:۲۰۳، طبع مكتبه اسلاميه كوئٹه)، وتقضى الحائض والنفساء الصوم دون الصلاة لحديث عائشة رضى الله عنها، كان يصيبنا ذالك فنؤمر بقضاء الصوم ولا نؤمر بقضاء الصلاة، وعليه الإجماع ...إلخ. (مراقى الفلاح، باب الحيض والنفاس ص:۷۹، طبع نور محمد كتاب خانه).

(۲) الحيض والنفاس يفسدان الصوم فيوجب القضاء دون الكفارة. (عالمگيرى ج:۱ ص:۲۰۹، كتاب الصوم).

غیر رمضان میں روزوں کی قضا ہے، تراویح کی نہیں

سوال:... ماہِ رمضان میں مجبوری کے تحت جو روزے رہ جاتے ہیں، تو کیا ان کو قضا کرتے وقت نمازِ تراویح بھی پڑھی جاتی ہے کہ نہیں؟

جواب:... تراویح صرف رمضان میں پڑھی جاتی ہے،[1] قضائے رمضان کے روزوں میں تراویح نہیں ہوتی۔[2]

چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا چاہے مسلسل رکھیں، چاہے وقفے وقفے سے

سوال:... جو روزے چھوٹ جاتے ہیں ان کی قضا لازم ہے، آج تک ہم اس سمجھ سے محروم رہے، اب اللہ نے دِل میں ڈالی ہے تو یہ پتا چلا تھا کہ مسلسل روزے رکھنا منع ہے، کیا میں ایک دن چھوڑ کے ایک دن یا ہفتہ میں دو دن روزہ رکھ کر اپنے روزوں کی قضا کرسکتی ہوں؟ کیونکہ زندگی کا تو کوئی بھروسا نہیں، جتنی جلدی ادا ہوجائے بہتر ہے۔

جواب:... جو روزے رہ گئے ہوں ان کی قضا فرض ہے، اگر صحت وقوت اجازت دیتی ہو تو ان کو مسلسل رکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں، بلکہ جہاں تک ممکن ہو جلد سے جلد قضا کرلینا بہتر ہے، ورنہ جس طرح سہولت ہو رکھ لئے جائیں۔[3]

تمام عمر میں بھی قضا روزے پورے نہ ہوں تو اپنے مال میں سے فدیہ کی وصیت کرے

سوال:... رمضان المبارک میں ہمارے جو روزے مجبوراً چھوٹ جاتے ہیں وہ میں نے آج تک نہیں رکھے، انشاء اللہ اس بار رکھوں گی، اور پچھلے روزے چھوٹ گئے ہیں اس کے لئے میں خدا سے معافی مانگتی ہوں۔ پوچھنا یہ ہے کہ پچھلے روزے جو چھوٹ گئے ہیں ان کے لئے صرف توبہ کرلینا کافی ہے یا کفارہ ادا کرنا ہوگا؟ یا پھر وہ روزے رکھنا ہوں گے؟ مجھے تو یہ بھی یاد نہیں کہ کتنے ہوں گے؟

جواب:... اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، آپ نے ایک ایسا مسئلہ پوچھا ہے جس کی ضرورت تمام مسلم خواتین کو ہے، اور جس میں عموماً ہماری بہنیں کوتاہی اور غفلت سے کام لیتی ہیں۔ عورتوں کے جو روزے ''خاص عذر'' کی وجہ سے رہ جاتے ہیں، ان کی قضا واجب ہے، اور سستی وکوتاہی کی وجہ سے اگر قضا نہیں کئے تب بھی وہ مرتے دَم تک ان کے ذمے رہیں گے، توبہ واستغفار سے روزوں میں تأخیر کرنے کا گناہ تو معاف ہوجائے گا، لیکن روزے معاف نہیں ہوں گے، وہ ذمے رہیں گے، ان کا ادا کرنا فرض ہے، البتہ اس

---

(۱) فصلاة التراويح في ليالي رمضان ...إلخ. (البدائع الصنائع ج: ۱ ص: ۲۸۸، (فصل) وأما بيان أن السنة).

(۲) (فصل) وأما بيان أدائها إذا فاتت عن وقتها هل تقضى أم لا .... والصحيح انها لا تقضى لأنها ليست بآكد من سنة المغرب والعشاء وتلك لا تقضى فكذلك هذه. (البدائع الصنائع ج: ۱ ص: ۲۹۰، (فصل) وأما بيان أدائها).

(۳) تتابع القضاء: اتفق أكثر الفقهاء على أنه يستحب موالاة القضاء أو تتابعه لٰكن لا يشترط التتابع والفور في قضاء رمضان فإن شاء فرقه وإن شاء تابعه لإطلاق النص القرآني الموجب للقضاء ...إلخ. (الفقه الإسلامي وأدلته ج: ۲ ص: ۶۸۰، وكذا في فتح القدير ج: ۲ ص: ۸۱).

تأخیر اور کوتاہی کی وجہ سے کوئی کفارہ لازم نہیں ہوگا۔[1] جب سے آپ پر نماز روزہ فرض ہوا ہے، اس وقت سے لے کر جتنے رمضانوں کے روزے رہ گئے ہوں ان کا حساب لگالیجئے اور پھر ان کو قضا کرنا شروع کیجئے، ضروری نہیں کہ لگاتار ہی قضا کئے جائیں، بلکہ جب بھی موقع ملے قضا کرتی رہیں، اور نیت یوں کیا کریں کہ سب سے پہلے رمضان کا جو پہلا روزہ میرے ذمہ ہے اس کی قضا کرتی ہوں۔ اور اگر خدانخواستہ پوری عمر میں بھی پورے نہ ہوں تو وصیت کرنا فرض ہے کہ میرے ذمہ اتنے روزے باقی ہیں، ان کا فدیہ میرے مال سے ادا کردیا جائے۔[2] اور اگر آپ کو یہ یاد نہیں کہ کب سے آپ کے ذمہ روزے فرض ہوئے تھے تو اپنی عمر کے دسویں سال سے روزوں کا حساب لگائیے، اور ہر مہینے جتنے دنوں کے روزے آپ کے رہ جاتے ہیں اتنے دنوں کو لے کر گزشتہ تمام سالوں کا حساب لگالیجئے۔

اگر ''ایام'' میں کوئی روزے کا پوچھے تو کس طرح ٹالیں؟

سوال:... خاص ایام میں جب میری بہنیں اور میں روزہ نہیں رکھتے تو والد، بھائی یا کوئی اور پوچھتا ہے تو ہم کہہ دیتے ہیں کہ روزہ ہے، ہم باقاعدہ سب کے ساتھ سحری کرتے ہیں، دن میں اگر کچھ کھانا پینا ہو تو چھپ کر کھاتے ہیں یا کبھی نہیں بھی کھاتے، تو کیا ہمیں اس طرح کرنے سے جھوٹ بولنے کا گناہ ملے گا جبکہ ہم ایسا صرف شرم و حیا کی وجہ سے کرتے ہیں؟

جواب:... ایسی باتوں میں شرم و حیا تو اچھی بات ہے، مگر بجائے یہ کہنے کے کہ: ''ہمارا روزہ ہے'' کوئی ایسا فقرہ کہا جائے جو جھوٹ نہ ہو، مثلاً یہ کہہ دیا جائے کہ: ''ہم نے بھی تو سب کے ساتھ سحری کی تھی۔''

عورت کے کفارے کے روزوں کے دوران ''ایام'' کا آنا

سوال:... ایک عورت نے رمضان میں جان بوجھ کر روزہ توڑ دیا، اب کفارہ دینا تھا، کفارے کے روزے شروع کئے تو درمیان میں ایامِ حیض شروع ہوگئے، کیا اسے پھر سے روزے شروع کرنے ہوں گے؟

جواب:... کفارے کے ساٹھ روزے لگاتار رکھنا ضروری ہے، اگر درمیان میں ایک دن کا بھی ناغہ ہوگیا تو گزشتہ تمام روزے کالعدم ہوجائیں گے، اور نئے سرے سے شروع کرکے ساٹھ روزے پورے کرنے ضروری ہوں گے۔ لیکن عورتوں کے ایامِ حیض کی وجہ سے جو جبری ناغہ ہوجاتا ہے وہ معاف ہے، ایامِ حیض میں روزے چھوڑے، اور پاک ہوتے ہی بغیر وقفے کے روزہ شروع کردیا کرے، یہاں تک کہ ساٹھ روزے پورے ہوجائیں۔[3]

---

(۱) والحيض والنفاس يفسدان الصوم فيوجب القضاء دون الكفارة. (قاضى خان على هامش الهندية ج:۱ ص:۲۰۹).

(۲) وقضوا لزومًا ما قدروا بلا فدية وبلا ولاء ...إلخ. .... ولو ماتوا بعد زوال العذر وجبت الوصية بقدر إدراكهم عدة من أيام أخر ...إلخ. (درمختار مع الشامى ج:۲ ص:۴۲۳، ۴۲۴، أيضًا مراقى الفلاح، فصل فى إسقاط الصلاة والصوم ص:۲۳۷).

(۳) قوله ككفارة المظاهر مرتبط بقوله وكفر .... فإن لم يجد صام شهرين متتابعين .... فلو أفطر ولو لعذر استأنف إلّا لعذر الحيض. (شامى، مطلب فى الكفارة ج:۲ ص:۴۱۲). صام شهرين متتابعين .... فإن أفطر ولو بعذر غير الحيض استأنف ويلزمها الوصل بعد طهرها من الحيض حتّى لو لم تصل استأنف ذكره السيد. (حاشية الطحطاوى، فصل فى الكفارة وما يسقطها ص:۳۶۶).

کن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا مکروہ ہوجاتا ہے؟

بھول کر کھانے والا اور قے کرنے والا اگر قصداً کھاپی لے تو صرف قضا ہوگی

سوال:... فرض کریں زید نے بھول کر کھانا کھالیا بعد میں یاد آیا کہ وہ تو روزے سے تھا، اب اس نے یہ سمجھ کر کہ روزہ تو رہا نہیں، کچھ اور کھاپی لیا، تو کیا قضا کے ساتھ کفارہ بھی ہوگا؟ اسی طرح اگر کسی نے قے کرنے کے بعد کچھ کھاپی لیا تو کیا حکم ہے؟

جواب:... کسی نے بھولے سے کچھ کھاپی لیا تھا، اور یہ سمجھ کر کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا ہے، قصداً کھاپی لیا تو قضا واجب ہوگی۔ اسی طرح اگر کسی کو قے ہوئی، اور پھر یہ خیال کرکے کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا ہے، کچھ کھاپی لیا، تو اس صورت میں قضا واجب ہوگی، کفارہ واجب نہ ہوگا۔ لیکن اگر اسے یہ مسئلہ معلوم تھا کہ قے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اس کے باوجود کچھ کھاپی لیا تو اس صورت میں اس کے ذمہ قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔[1]

اگر غلطی سے اِفطار کرلیا تو صرف قضا واجب ہے کفارہ نہیں

سوال:... اس مرتبہ رمضان المبارک میں میرے ساتھ ایک حادثہ پیش آیا، وہ یہ کہ میں روزے سے تھا، عصر کی نماز پڑھ کر آیا تو تلاوت کرنے بیٹھ گیا، پانچ بجے تلاوت ختم کی اور اِفطاری کے سلسلے میں کام میں لگ گیا، واضح ہو کہ میں گھر میں اکیلا رہ رہا ہوں، سالن وغیرہ بنایا، کچھ حسبِ معمول شربت دُودھ وغیرہ بناکر رکھا، باورچی خانے سے واپس آیا تو گھڑی پر ساڑھے پانچ بجے تھے، اب میرے خیال میں آیا کہ چونکہ روزہ پانچ بج کر پچاس منٹ پر اِفطار ہوتا ہے، چالیس منٹ پر کچھ پکوڑے بنالوں گا۔ خیر اپنے خیال کے مطابق چالیس منٹ پر باورچی خانے میں گیا پکوڑے بنانے لگ گیا، پانچ بج کر پچاس منٹ پر تمام اِفطاری کا سامان رکھ کر میز پر بیٹھ گیا، مگر اَذان سنائی نہ دی، ایئرکنڈیشن بند کیا، کوئی آواز نہ آئی، پھر فون پر وقت معلوم کیا تو ۵:۵۵ ہوچکے تھے، میں نے سمجھا اَذان سنائی نہیں دی، ممکن ہے مائیک خراب ہو، یا کوئی اور عذر ہو، اور روزہ اِفطار کرلیا، پھر مغرب کی نماز پڑھی۔ یہاں کویت اُردو سروس سات بجے شروع ہوتی ہے، روزانہ اِفطاری کے بعد ریڈیو لگاتا تھا، مگر وہ بھی نہ لگا، اسی اثناء میں بی بی سی لگ گیا اور مجھے

---

(۱) أو أكل .... ناسيًا أو ذرعه القيء فظن أنه أفطر فأكل عمدًا للشبهة ولو علم عدم فطره لزمته الكفارة ...إلخ. (درمختار مع الشامي ج:۲ ص:۴۰۱، ۴۰۲). لو أكل أو شرب أو جامع ناسيًا وظن أن ذٰلك فطره فأكل متعمدًا لَا كفارة عليه وإن علم أن صومه لَا تفسد بالنسيان عند أبي حنيفة رحمه الله لَا تلزمه وهو الصحيح. ولو ذرعه القئ فظن أنه يفطره فأفطر لَا كفارة عليه، وإن علم أن ذٰلك لَا يفطره فعليه الكفارة كذا في البحر الرائق. (فتاوىٰ عالمگيري ج:۱ ص:۲۰۶، كتاب الصوم، الباب الرابع فيما يفسد وما لَا يفسد ومما يتصل بذٰلك مسائل، طبع رشيديه).

اچانک خیال آیا کہ روزہ تو چھ بج کر پچاس منٹ پر افطار ہوتا ہے، بس افسوس اور پشیمانی کے سوا کیا کرسکتا ہوں، پھر کلی کی، چند منٹ باقی تھے، دوبارہ روزہ افطار کیا، مغرب کی نماز پڑھی۔

براہِ کرم آپ مجھے اس کوتاہی کے متعلق بتائیں کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا ہے تو صرف قضا واجب ہے یا کفارہ؟ اور اگر کفارہ واجب ہے تو کیا میں صحت مند ہوتے ہوئے بھی ساٹھ مسکینوں کو بطور کفارہ کھانا کھلاسکتا ہوں؟ مفصل جواب سے نوازیں۔ مولانا صاحب! مجھے سمجھ نہیں آرہی، میں نے کس طرح ۶:۵۰ کے بجائے ۵:۵۰ کو اِفطاری کا وقت سمجھ لیا، اور اپنے خیال کے مطابق لیٹ افطار کیا۔

جواب:... آپ کا روزہ تو ٹوٹ گیا، مگر چونکہ غلط فہمی کی بنا پر روزہ توڑ لیا، اس لئے آپ کے ذمہ صرف قضا واجب ہے، کفارہ نہیں۔ (۱)

اگر خون حلق میں چلا گیا تو روزہ ٹوٹ گیا

سوال:... اگر کوئی روزے کی حالت میں ہے اور مسوڑھوں سے خون آئے اور حلق کے پار ہوجائے تو ایسی حالت میں روزے پر کوئی اثر خراب تو نہیں پڑے گا؟ خاص کر نیت کی حالت میں۔

جواب:... اگر یقین ہو کہ خون حلق میں چلا گیا، تو روزہ فاسد ہوجائے گا، دوبارہ رکھنا ضروری ہوگا۔ (۲)

روزے میں مخصوص جگہ میں دوا رکھنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

سوال:... چند دوائیں ایسی ہیں جو مقامِ مخصوص میں رکھی جاتی ہیں بعد طہر کے، جسے طب کی اصطلاح میں شیاف کہا جاتا ہے، دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ اس کے استعمال سے روزے پر کیا اثر پڑتا ہے؟ کیا روزہ ہوجاتا ہے؟

جواب:... روزے کی حالت میں یہ عمل دُرست نہیں، اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (۳)

نہاتے وقت منہ میں پانی چلے جانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

سوال:... کیا نہاتے وقت منہ میں پانی چلے جانے کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ خواہ یہ غلطی جان بوجھ کر نہ ہو۔

جواب:... وضو، غسل یا کلی کرتے وقت غلطی سے پانی حلق سے نیچے چلا جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے، مگر اس صورت میں

---

(۱) أو تسحر أو أفطر يظن اليوم أى الوقت الذى أكل فيه ليلا والحال أن الفجر طالع والشمس لم تغرب (درمختار) وفي الشامية: أى يجب عليه القضاء دون الكفارة لأن الجناية قاصرة ...إلخ. (درمختار مع الشامي ج:۲ ص:۴۰۵، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، وأيضًا عالمگيرى ج:۱ ص:۲۰۲، كتاب الصوم، طبع رشيديه).

(۲) أو خرج الدم من بين أسنانه ودخل حلقه يعني ولم يصل إلى جوفه أما إذا وصل فإن غلب الدم أو تساويا فسد وإلّا لا ...إلخ. (درمختار مع الشامي ج:۲ ص:۳۹۴، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده).

(۳) ومن احتقن أو استعط أو أقطر فى أذنه دهنا أفطر ولا كفارة عليه هكذا فى الهداية. (هندية ج:۱ ص:۲۰۴).

صرف قضا لازم ہے، کفارہ نہیں۔[1]

اگر روزے میں بھول کر کھا پی لیا تو روزہ نہیں ٹوٹا

سوال:... اگر روزے میں غلطی سے پانی پی لے یا دُوسری چیزیں کھالے اور اس کو خیال نہیں رہا کہ اس کا روزہ ہے، لیکن بعد میں اس کو یاد آ جائے کہ اس کا روزہ ہے تو اس کا کیا کفارہ ادا کرنا ہوگا؟

جواب:... اگر بھول کر کھا پی لے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔[2] ہاں! اگر کھاتے کھاتے یاد آ جائے تو یاد آنے کے بعد فوراً چھوڑ دے، لیکن اگر روزہ تو یاد ہو مگر غلطی سے پانی حلق کے نیچے چلا جائے تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔[3]

روزے میں فرض غسل کرتے ہوئے ناف یا کان میں پانی ڈالنا

سوال:... روزے میں فرض غسل کرتے وقت ناف اور کان کے اندر پانی ڈالنے سے روزہ تو نہیں ٹوٹتا؟

جواب:... ناف میں پانی ڈالنے سے تو کچھ نہیں ہوتا، اگر پانی کان کے اندر چلا گیا اور دِماغ میں پہنچ گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔[4]

روزے میں غرغرہ کرنا اور ناک میں اُوپر تک پانی چڑھانا ممنوع ہے

سوال:... روزے کی حالت میں غرغرہ اور ناک میں پانی چڑھانا ممنوع ہے، اب پوچھنا یہ ہے کہ وہ بالکل معاف ہے یا کسی وقت کرنا چاہئے؟

جواب:... روزے کی حالت میں غرغرہ کرنا اور ناک میں زور سے پانی ڈالنا ممنوع ہے، اس سے روزے کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ قوی ہے، اگر غسل فرض ہو تو کلی کرے، ناک میں پانی بھی ڈالے، مگر روزے کی حالت میں غرغرہ نہ کرے، نہ ناک میں اُوپر تک پانی چڑھائے۔[5]

---

(۱) لو أكل مكرهًا أو مخطئًا عليه القضاء دون الكفارة كذا في فتاوىٰ قاضي خان .... وإن تمضمض واستنشق فدخل الماء جوفه إن كان ذاكرًا لصومه فسد صومه وعليه القضاء .... وكذا إذا اغتسل فدخل الماء حلقه كذا في السراج الوهّاج. (هندية ج: ۱ ص: ۲۰۲، كتاب الصوم، الباب الرابع فيما يفسد وما لَا يفسد).

(۲) إذا أكل الصائم أو شرب أو جامع ناسيًا لم يفطر. (عالمگیری ج: ۱ ص: ۲۰۲، كتاب الصوم، الباب الرابع).

(۳) وإن تمضمض أو استنشق فدخل الماء جوفه إن كان ذاكرًا لصومه فسد صومه وعليه القضاء ...إلخ. (عالمگیری ج: ۱ ص: ۲۰۲، كتاب الصوم، الباب الرابع فيما يفسد وما لَا يفسد).

(۴) في الدر المختار: أو دخل الماء في أذنه وإن كان بفعله على المختار. وفي الشرح: اختاره في الهداية والتبيين وصححه في المحيط وفي الولوالجية أنه المختار وفصل في الخانية بأنه إن دخل لَا يفسد وإن أدخله يفسد في الصحيح لأنه وصل إلى الجوف بفعله فلا يعتبر فيه صلاح البدن، ومثله في البزازية واستظهره في الفتح والبرهان شرنبلالية ملخصًا. والحاصل الإتفاق على الفطر بصب الدهن وعلى عدمه بدخول الماء واختلف الصحيح في إدخاله نوح. (شامي ج: ۲ ص: ۳۹۶).

(۵) وكذا تكره المبالغة في المضمضة والإستنشاق ...إلخ. (هندية ج: ۱ ص: ۱۹۹، الباب الثالث فيما يكره للصائم...).

روزے کی حالت میں سگریٹ یا حقہ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

سوال:... روزہ دار اگر سگریٹ یا حقہ پی لے تو کیا اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا؟

جواب:... روزے کی حالت میں حقہ پینے یا سگریٹ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اور اگر یہ عمل جان بوجھ کر کیا ہو تو قضا وکفارہ دونوں لازم ہوں گے۔(۱)

اگر ایسی چیز نگل لی جائے جو غذا یا دوا نہ ہو تو صرف قضا واجب ہوگی

سوال:... زید روزے سے تھا، اس نے سکہ نگل لیا، اب معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا روزہ ٹوٹ گیا؟ کیا صرف قضا واجب ہوگی؟

جواب:... کوئی ایسی چیز نگل لی جس کو بطورِ غذا یا دوا کے نہیں کھایا جاتا تو روزہ ٹوٹ گیا، اور صرف قضا واجب ہوگی، کفارہ واجب نہیں۔(۲)

سحری ختم ہونے سے پہلے کوئی چیز منہ میں رکھ کر سو گیا تو روزے کا حکم

سوال:... میں رمضان شریف کے مہینے میں چھالیہ اپنے منہ میں رکھ کر بستر پر لیٹ گیا، خیال یہ تھا کہ میں اس کو اپنے منہ سے نکال کر روزہ رکھوں گا، اچانک آنکھ لگ گئی اور نیند غالب آگئی، جب سحری کا ٹائم نکل چکا تھا، اس وقت بیداری ہوئی، پھر چھالیہ اپنے منہ سے نکال کر پھینک دی اور کلی کر کے روزہ رکھ لیا، کیا میرا روزہ ہوگیا؟

جواب:... روزہ نہیں ہوا، صرف قضا کریں۔(۳)

چنے کے دانے کی مقدار دانتوں میں پھنسے ہوئے گوشت کے ریشے نگلنے سے روزہ ٹوٹ گیا

سوال:... میں نے ایک دن سحری گوشت کے ساتھ کی، دانتوں میں کچھ ریشے پھنسے رہ گئے، صبح نو بجے کچھ ریشے میں نے دانتوں سے نکال کر نگل لئے، اب آپ بتائیں کیا میرا روزہ ٹوٹ گیا؟

جواب:... دانتوں میں گوشت کا ریشہ یا کوئی چیز رہ گئی تھی، اور وہ خود بخود اندر چلی گئی، تو اگر چنے کے دانے کے برابر یا اس سے زیادہ ہو تو روزہ جاتا رہا، اور اگر اس سے کم ہو تو روزہ نہیں ٹوٹا۔(۴) اور اگر باہر سے کوئی چیز منہ میں ڈال کر نگل لی تو خواہ تھوڑی ہو یا

---

(۱) ویفطر بتناول الدخان المعروف ونحوه کالتمباک والنشرق ...إلخ. (الفقه الإسلامی وأدلّته ج:۲ ص:۲۶۵، کتاب الصوم، وفی الشامیة ج:۲ ص:۳۹۵، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده).

(۲) أو ابتلع ما لا یتغذی به ولا یتداوی به عادة فسد صومه ولزمه القضاء ولا کفارة علیه ...إلخ. (البحر الرائق ج:۲ ص:۲۹۵، وکذا فی الهندیة ج:۲ ص:۲۰۲، الباب الرابع فیما یفسد الصوم وما لا یفسد، کتاب الصوم).

(۳) إذا بقیت لقمة السحور فی فیه فطلع الفجر .... وإن أخرجها .... لا کفارة علیه ...إلخ. (هندیة ج:۱ ص:۲۰۳، کتاب الصوم، الباب الرابع).

(۴) وإن أکل ما بین أسنانه لم یفسد إن کان قلیلًا وإن کان کثیرًا یفسد والحمصة وما فوقها کثیر وما دونها قلیل ...إلخ. (هندیة ج:۱ ص:۲۰۲، کتاب الصوم، الباب الرابع).

زیادہ اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔[1]

روزے کی حالت میں پانی میں بیٹھنا یا تازہ مسواک کرنا

سوال:... کیا روزے کی حالت میں بار بار یا زیادہ دیر تک پانی میں بیٹھے رہنے یا بار بار کلیاں کرنے یا تازہ مسواک مثلاً: نیم، کیکر، پیلو وغیرہ کی کرنے یا منجن کرنے سے روزے کو نقصان کا احتمال تو نہیں؟

جواب:... اِمام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مسواک تو مکروہ نہیں،[2] مگر بار بار کلی کرنا، دیر تک پانی میں بیٹھے رہنا مکروہ ہے۔[3]

کسی عورت کو دیکھنے یا بوسہ دینے سے اِنزال ہوجائے تو روزے کا حکم

سوال:... بغیر جماع کے اِنزال ہوجائے تو کیا روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب:... اگر صرف دیکھنے سے اِنزال ہوجائے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا،[4] لیکن لمس، مصافحہ اور تقبیل (بوسہ لینے) سے اِنزال ہوجائے تو روزہ فاسد ہوجائے گا، اور صرف قضا واجب ہوگی، کفارہ لازم نہیں آئے گا۔[5]

روزہ دار اگر اِستمناء بالید کرے تو کیا کفارہ ہوگا؟

سوال:... رمضان المبارک کے مہینے میں کفارہ صرف جان بوجھ کر جماع کرنے سے ہوگا؟ اور اگر کوئی شخص ہاتھ کے ذریعے روزے کی حالت میں منی نکال دے تو صرف قضا لازم ہوگی یا کفارہ بھی؟

جواب:... کفارہ صرف کھانے پینے سے یا جماع سے لازم آتا ہے،[6] ہاتھ کے استعمال سے اگر روزہ خراب کیا ہو تو صرف قضا لازم ہے۔[7]

---

(۱) وان ابتلع من الخارج يفسد ... إلخ. (هندية ج:۱ ص:۲۰۳، كتاب الصوم، وكذا في الشامية ج:۲ ص:۴۱۵).

(۲) ولا بأس بالسواك الرطب واليابس في الغداة والعشي عندنا ... إلخ. (هندية ج:۱ ص:۱۹۹، الباب الثالث).

(۳) وعن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ أنه يكره للصائم المضمضة والإستنشاق بغير وضوء وكره الإغتسال وصب الماء على الرأس ... إلخ. (هندية ج:۱ ص:۱۹۹، الباب الثالث فيما يكره للصائم، كتاب الصوم).

(۴) وإذا نظر إلى امرأة بشهوة في وجهها أو فرجها كرر النظر أولا لا يفطر إذا انزل كذا في فتح القدير. (هندية ج:۱ ص:۲۰۴، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد).

(۵) وإذا قبّل امرأته وانزل فسد صومه من غير كفارة كذا في المحيط .... والمس المباشرة والمصافحة والمعانقة كالقبلة كذا في البحر الرائق. (هندية ج:۱ ص:۲۰۴، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد، كتاب الصوم).

(۶) من جامع عمدًا في أحد السبيلين فعليه القضاء والكفارة .... إذا أكل متعمدًا ما يتغذىٰ به أو يتداوىٰ به يلزمه الكفارة ... إلخ. (هندية ج:۱ ص:۲۰۵، أيضًا: فتاوىٰ شامي ج:۲ ص:۳۹۴، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده).

(۷) الصائم إذا عالج ذكره حتى امنى فعليه القضاء وهو المختار وبه قال عامة المشائخ كذا في البحر الرائق. (هندية ج:۱ ص:۲۰۵، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد، كتاب الصوم).

کن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا؟

انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا

سوال:... گزشتہ رمضان میں کانچ سے میرا ہاتھ زخمی ہوگیا تھا، زخم گہرا تھا، لہٰذا ڈاکٹر نے ٹانکے لگانے کے لئے مجھے ایک انجکشن بھی لگایا، اور کوئی چیز بھی سنگھائی، پانی پینے کے لئے ڈاکٹر نے اصرار کیا، مگر میں نے روزے کی وجہ سے پانی نہیں پیا، وہاں سے فراغت کے بعد میں ایک مولوی صاحب کے پاس گیا، جن سے ذکر کیا کہ مجھے انجکشن دیا گیا اور پھر ٹانکے لگائے گئے، تو انہوں نے کہا کہ تمہارا روزہ ٹوٹ گیا ہے، خود ہی میرے لئے دُودھ اور ڈبل روٹی لائے اور کہا کہ کھاؤ، اور میں نے کھالیا، تو کیا اب اس روزے کے بدلے ایک روزے کی قضا ہوگی؟ اور میرا یہ عمل ٹھیک ہوا یا نہیں؟

جواب:... انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا،[1] لیکن آپ نے چونکہ مولوی صاحب کے "فتوے" پر عمل کیا ہے، اس لئے آپ کے ذمہ صرف قضا ہے، کفارہ نہیں۔[2]

روزہ دار نے زبان سے چیز چکھ کر تھوک دی تو روزہ نہیں ٹوٹا

سوال:... اگر کسی نے روزے کی حالت میں کوئی چیز چکھ لی تو اس کے روزے کا کیا حکم ہے؟

جواب:... زبان سے کسی چیز کا ذائقہ چکھ کر تھوک دیا تو روزہ نہیں ٹوٹا، مگر بے ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے۔[3]

منہ سے نکلا ہوا خون مگر تھوک سے کم، نگل لیا تو روزہ نہیں ٹوٹا

سوال:... ایک دفعہ رمضان کے مہینے میں میرے منہ سے خون نکل آیا اور میں اسے نگل گیا، مجھے کسی نے کہا کہ تمہارا روزہ نہیں رہا، کیا واقعی میرا روزہ نہیں رہا؟

جواب:... اگر خون منہ سے نکل رہا تھا، اس کو تھوک کے ساتھ نگل لیا تو روزہ ٹوٹ گیا، البتہ اگر خون کی مقدار تھوک سے کم ہو

---

(۱) وما يدخل من مسام البدن من الدهن لا يفطر هكذا في شرح المجمع. (هندية ج:۱ ص:۲۰۳، كتاب الصوم، الباب الرابع).

(۲) وإذا اكتحل أو دهن نفسه أو شاربه ثم أكل متعمدًا فعليه الكفارة إلّا إذا كان جاهلًا فأُفتي له بالفطر فلا تلزمه الكفارة هكذا في فتاوىٰ قاضيخان. (هندية ج:۱ ص:۲۰۶، كتاب الصوم).

(۳) وكره ذوق شيء ومضغه بلا عذر كذا في الكنز. (فتاوىٰ هندية ج:۱ ص:۱۹۹، كتاب الصوم، الباب الثالث).

اور حلق میں خون کا ذائقہ محسوس نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔[1]

روزے میں تھوک نگل سکتے ہیں

سوال:...روزے کی حالت میں اکثر اوقات بے حد تھوک آتا ہے، کیا ایسی حالت میں تھوک نگل سکتے ہیں؟ کیونکہ نماز پڑھنے کے دوران ایسی حالت میں بے حد مشکل پیش آتی ہے۔

جواب:...تھوک نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، مگر تھوک جمع کرکے نگلنا مکروہ ہے۔[2]

بلغم پیٹ میں چلا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا

سوال:...کسی شخص کو نزلہ ہے اور اس شخص نے روزہ بھی رکھا ہوا ہے، اور لازمی ہے کہ نزلے میں بلغم بھی ضرور آئے گا، اگر اتفاق سے بلغم اس کے پیٹ میں چلا جائے تو کیا اس صورت میں اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا؟

جواب:...نہیں![3]

بلاقصد حلق کے اندر مکھی، دُھواں، گرد و غبار چلا گیا تو روزہ نہیں ٹوٹا

سوال:...اگر کسی کے حلق کے اندر مکھی چلی جائے تو کیا اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا؟

جواب:...اگر حلق کے اندر مکھی چلی گئی یا دُھواں خود بخود چلا گیا، یا گرد و غبار چلا گیا تو روزہ نہیں ٹوٹا، اور اگر قصداً ایسا کیا تو روزہ جاتا رہا۔[4]

ناک اور کان میں دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

سوال:...آنکھ، ناک اور کان میں دوائی ڈالنے سے روزے پر کیا اثر پڑتا ہے؟ زخم پر دوائی لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ خواہ دوائی خشک ہو یا مرہم کی طرح ہو۔

جواب:...آنکھ میں دوائی ڈالنے[5] یا زخم پر مرہم لگانے یا دوائی لگانے سے روزے میں کوئی فرق نہیں آتا، لیکن ناک اور کان

---

(۱) الدم إذا خرج من الأسنان ودخل حلقه إن كانت الغلبة للبزاق لَا يضره وإن كانت الغلبة للدم يفسد صومه ...إلخ. (هندية ج:۱ ص:۲۰۳، كتاب الصوم، الباب الرابع فيما يفسده وما لَا يفسد).

(۲) ويكره للصائم أن يجمع ريقه في فمه ثم يبتلعه كذا في الظهيرية. (هندية ج:۱ ص:۱۹۹، كتاب الصوم).

(۳) ولو دخل مخاط أنفه من رأسه ثم استشمه فأدخل حلقه عمدًا لم يفطره لأنه بمنزلة ريقه كذا في محيط السرخسي. (هندية ج:۱ ص:۲۰۳، كتاب الصوم، الباب الرابع).

(۴) أو دخل حلقه غبار أو ذباب أو دخان ولو ذاكرًا استحسانًا لعدم إمكان التحرز عنه، ومفاده أنه لو أدخل حلقه الدخان أفطر أيّ دخان كان ...إلخ. (درمختار مع الشامي ج:۲ ص:۳۹۵، كتاب الصوم، وكذا في الهندية ج:۱ ص:۲۰۳).

(۵) ولو أقطر شيئًا من الدواء في عينه لَا يفطر صومه عندنا وإن وجد طعمه في حلقه ...إلخ. (هندية ج:۱ ص:۲۰۳).

میں دوائی ڈالنے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے،[1] اور اگر زخم پیٹ میں ہو یا سر پر ہو اور اس پر دوائی لگانے سے دماغ یا پیٹ کے اندر دوائی سرایت کرجائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔[2]

روزے کی حالت میں کان میں دوائی ڈالنے سے قضا لازم ہے

سوال:...میں نے سحری کا وقت ختم ہونے کے تقریباً آدھے گھنٹے بعد فجر کی نماز سے پہلے مسئلہ معلوم نہ ہونے کے سبب کان میں دوائی ڈلوالی، اس پر قضا لازم آئے گی یا کفارہ بھی؟

جواب:...صرف قضا لازم آئے گی، کفارہ نہیں۔[3]

روزے کی حالت میں آنکھ کھول کر وضو کرنا

سوال:...کیا روزے کی حالت میں آنکھ کھول کر وضو کرنا جائز اور دُرست ہے؟

جواب:...جائز ہے۔

آنکھ میں دوا ڈالنے سے روزہ کیوں نہیں ٹوٹتا؟

سوال:...آپ نے کسی سائل کے جواب میں فرمایا تھا کہ آنکھ میں دوا ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، جبکہ کان میں دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اس سلسلے میں عرض ہے کہ آنکھ میں دوا ڈالنے سے اس کی بو اور دوا تک حلق میں جاتی ہے، جبکہ کان میں دوا ڈالنے سے حلق اثر انداز نہیں ہوتا، لہٰذا درخواست ہے کہ اس مسئلے پر نظرِ ثانی فرماکر جواب سے سرفراز فرمادیں۔

جواب:...نظرِ ثانی کے بعد بھی وہی مسئلہ ہے، فقہ کی کتابوں میں یہی لکھا ہے، آنکھ میں ڈالی گئی دوا براہِ راست حلق یا دماغ میں نہیں پہنچتی، اس لئے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا،[4] اور کان میں دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔[5]

روزے میں بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

سوال:...اگر کوئی روزے میں غلطی سے پانی پی لے یا دُوسری چیزیں کھالے اور اس کو خیال نہیں رہا کہ اس کا روزہ ہے، لیکن بعد میں اس کو یاد آجائے کہ اس کا روزہ ہے، تو بتائیے کہ اس کا کیا کفارہ ادا کرنا ہوگا؟

---

(۱) ومن احتقن أو استعط أو أقطر في أذنه دهنا أفطر ولا كفارة عليه كذا في الهداية. (هندية ج:۱ ص:۲۰۴).

(۲) وفي دواء الجائفة والآمّة أكثر المشائخ على أن العبرة للوصول إلى الجوف والدماغ ...إلخ. (هندية ج:۱ ص:۲۰۴، كتاب الصوم، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد).

(۳) أو أقطر في أذنه أفطر ولا كفارة عليه هكذا في الهداية. (عالمگیری ج:۱ ص:۲۰۴، كتاب الصوم، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد، طبع مكتبه رشيديه كوئٹه).

(۴) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۵ ملاحظہ فرمائیں۔

(۵) ایضاً حاشیہ نمبر۱ ملاحظہ ہو۔

جواب:... اگر بھول کر کھاپی لے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، ہاں! اگر کھاتے کھاتے یاد آجائے تو یاد آنے کے بعد فوراً چھوڑ دے۔[1] لیکن اگر روزہ تو یاد ہو، مگر غلطی سے پانی حلق کے نیچے چلا جائے تو روزہ فاسد ہوجاتا ہے۔[2]

روزہ دار بھول کر ہم بستری کرلے تو روزے کا کیا حکم ہے؟

سوال:... ایک مولانا صاحب کا ایک مضمون ''فضائل و مسائل رمضان المبارک'' شائع ہوا ہے، جس میں اور باتوں کے علاوہ جہاں مولانا نے ان چیزوں کے بارے میں لکھا ہے جس سے روزہ فاسد ہوتا ہے اور نہ مکروہ، وہاں فرمایا ہے کہ بھول کر ہم بستری کرلینے سے روزہ فاسد ہوتا ہے، نہ مکروہ۔ میری ذاتی رائے میں ہم بستری ایک آدمی کی بھول نہیں، اس میں دو افراد کی شرکت ہوتی ہے، اور جہاں بھی ایک سے زائد افراد کی شرکت ہو اور اس قسم کا عمل روزے کی حالت میں کیا جائے تو اس کو گناہ ضرور کہا جاسکتا ہے، بھول نہیں۔ اس بارے میں آپ کی رائے اسلامی قوانین کی رُو سے لوگوں کو مطمئن کرسکے گی، شکریہ۔

جواب:... بھول کے معنی یہ ہیں کہ یہ یاد نہ رہے کہ میرا روزہ ہے، بھول کر ہم بستری اسی صورت میں ہوسکتی ہے کہ دونوں کو یاد نہ رہے، ورنہ ایک دُوسرے کو یاد دِلاسکتا ہے، اور یاد آنے کے بعد ''بھول کر کرنے'' کے کوئی معنی نہیں، اس لئے مسئلہ تو مولانا کا صحیح ہے۔ مگر یہ صورت شاذ و نادر ہی پیش آسکتی ہے، اس لئے آپ کو اس سے تعجب ہو رہا ہے۔[3]

بازو اور رگ والے انجکشن کا حکم

سوال:... جو انجکشن ڈاکٹر حضرات بازو میں لگاتے ہیں، کیا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ اور یہ کہ بازو والا انجکشن اور رگ والا انجکشن ان دونوں کا ایک ہی حکم ہے یا الگ الگ؟

جواب:... کسی بھی انجکشن لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اور رگ اور بازو دونوں میں انجکشن لگانے کا ایک ہی حکم ہے۔[4]

روزے کے دوران انجکشن لگوانا اور سانس سے دوا چڑھانا

سوال:... میں سانس کے علاج کے لئے ایک دوا استعمال کر رہی ہوں، جو کہ پاؤڈر کی شکل میں ہوتی ہے، اور اسے دن میں چار مرتبہ سانس کے ساتھ چڑھانا ہوتا ہے، اس عمل سے زیادہ تر دوا سانس کے ساتھ پھیپھڑوں میں داخل ہوجاتی ہے، لیکن کچھ مقدار حلق میں چپک جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ بعد میں پیٹ میں جاتی ہے، براہِ کرم آپ یہ بتائیے کہ روزے کی حالت میں اس دوا کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) إذا أكل الصائم أو شرب أو جامع ناسيًا لم يفطر .... كذا في الهداية. (هندية ج:۱ ص:۲۰۲).

(۲) وكذا إذا اغتسل فدخل الماء حلقه (فسد صومه) كذا في السراج الوهاج. (هندية ج:۱ ص:۲۰۲، كتاب الصوم، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد، وكذا في الدر مع الرد ج:۲ ص:۳۹۴، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده).

(۳) ایضاً حاشیہ نمبر۱ ملاحظہ ہو۔

(۴) وما يدخل من مسام البدن من الدهن لا يفطر هكذا في شرح المجمع. (هندية ج:۱ ص:۲۰۳).

مزید یہ کہ روزے کی حالت میں اگر سانس کا حملہ ہو تو اس کے لئے انجکشن لیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ (اس انجکشن سے روزہ برقرار رہے گا یا ٹوٹ جائے گا؟)

جواب:... یہ دوا آپ سحری بند ہونے سے پہلے استعمال کرسکتی ہیں، دوائی کھاکر خوب اچھی طرح منہ صاف کرلیا جائے، پھر بھی کچھ حلق کے اندر رہ جائے تو کوئی حرج نہیں۔[1] البتہ حلق کے بیرونی حصے میں لگی ہو تو اسے حلق میں نہ لے جایئے۔ روزہ کی حالت میں اس دوا کا استعمال صحیح نہیں، اس سے روزہ فاسد ہوجائے گا۔[2] انجکشن کی دوا اگر براہِ راست معدہ یا دماغ میں نہ پہنچے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اس لئے سانس کی تکلیف میں آپ انجکشن لے سکتی ہیں۔[3]

روزہ دار کو گلوکوز چڑھانا یا انجکشن لگوانا

سوال:... گلوکوز جو ایک بڑے تھیلے کی شکل میں ہوتا ہے، اس کو ڈاکٹر صاحبان انسان کی رگ میں لگاتے ہیں، کیا اس کے لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ خواہ لگوانے والا مریض ہو یا جسم کی طاقت کے لئے لگوائے؟

جواب:... گلوکوز لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، بشرطیکہ یہ گلوکوز کسی عذر کی وجہ سے لگایا جائے، بلاعذر گلوکوز چڑھانا مکروہ ہے۔[4]

سوال:... رگ میں دُوسرے قسم کے انجکشن لگائے جاتے ہیں، کیا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ خواہ طاقت کے لئے لگوائے یا مرض کے لئے۔

جواب:... عذر کی وجہ سے رگ میں بھی انجکشن لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، صرف طاقت کا انجکشن لگوانے سے روزہ مکروہ ہوجاتا ہے، گلوکوز کے انجکشن کا بھی یہی حکم ہے۔[5]

خود سے قے آنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

سوال:... اگر اُلٹی ہوجائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اور ڈکار کے ساتھ پانی یا اُلٹی حلق تک آئے اور پھر واپس جانے پر روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ مجھے کوئی تو کہتا ہے کہ روزہ ہوگیا اور کوئی روزہ پھر رکھنے کا مشورہ دیتا ہے۔

جواب:... قے اگر خود سے آئے تو روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ اگر قے قصداً لوٹالے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اور بلاقصد لوٹ

---

(۱) (قوله نطعم أدوية) أى لو ذاق دواء فوجد طعمه فى حلقه زيلعى وغيره فى القهستانى طعم الأدوية وريح العطر إذا وجد فى حلقه لم يفطر كذا فى المحيط. (شامى ج:۲ ص:۳۹۲، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده).

(۲) ولو ابتلع حصاة أو نواة أو حجرا أو مدرا أو قطنا أو حشيشا أو كاغذة فعليه القضاء ولا كفارة عليه كذا فى الخلاصة. (هندية ج:۱ ص:۲۰۳، كتاب الصوم، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد).

(۳) وما يدخل من مسام البدن من الدهن لا يفطر. (عالمگيرى ج:۱ ص:۲۰۳، كتاب الصوم، الباب الرابع).

(۴) ایضاً۔

(۵) ایضاً۔

جائے تو بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔[1]

نماز اور روزے میں قے کا آنا

سوال:... نماز یا روزے کے دوران ڈکار آنے سے جس کی وجہ سے غذا کا کچھ حصہ حلق سے اُوپر آکر لوٹ جائے یا قصداً لوٹا دیا جائے، اس سے نماز یا روزے پر اثر پڑے گا؟

جواب:... نماز کا حکم یہ ہے کہ اگر خود لوٹ جائے تو نماز فاسد نہیں ہوگی، اور اگر قصداً لوٹالے تو اِمام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق فاسد نہیں ہوگی۔ اور امام محمدؒ کے قول کے مطابق فاسد ہوجائے گی۔ عالمگیری میں قاضی خان کے حوالے سے امام محمدؒ کے قول کو اَحوَط (زیادہ محتاط) لکھا ہے۔[2] یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ قے منہ بھر کر نہ ہو (اور یہی صورت آپ کے سوال میں ذکر کی گئی ہے)، اور اگر منہ بھر کے قے آئی اور نکل گئی تو وضو ٹوٹ جائے گا، دوبارہ وضو کرکے نماز پڑھے۔[3] اور روزے کا حکم یہ ہے کہ اگر قے بلاقصد لوٹ جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا، اور اگر قصداً لوٹالے تو اِمام محمدؒ کے نزدیک خواہ منہ بھر کر ہو یا نہ ہو، دونوں صورتوں میں روزہ ٹوٹ جائے گا، اور اِمام ابو یوسفؒ کے نزدیک قصداً لوٹانے کی صورت میں اگر قے منہ بھر کر ہو تو روزہ فاسد ہوجائے گا، ورنہ نہیں۔ ''بحر'' میں اس کو ''اَصح'' (زیادہ صحیح) کہا ہے۔[4]

خون دینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

سوال:... اگر کسی نے روزے کی حالت میں جان بوجھ کر خون دیا تو اس کا روزہ صحیح رہے گا یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس پر قضا لازم ہوگی یا کفارہ؟

جواب:... خون دینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔[5]

---

(۱) إذا قاء أو استقاء ملء الفم أو دونه عاد بنفسه أو أعاد أو خرج فلا فطر على الأصح إلّا فى الإعادة والإستقاء بشرط ملء الفم هٰكذا فى النهر الفائق. (هندية ج:۱ ص:۲۰۳، ۲۰۴، كتاب الصوم، وأيضًا فى الدر مع الرد ج:۲ ص:۴۱۴).

(۲) وإن قاء ملء الفم وابتلعه وهو يقدر على أن يمجه تفسد صلاته وإن لم يكن ملء الفم لا تفسد صلاته فى قول أبى يوسف رحمه الله تعالٰى وتفسد فى قول محمد رحمه الله تعالٰى والأحوط قوله كذا فى فتاوىٰ قاضيخان. (عالمگيرى ج:۱ ص:۱۰۳، كتاب الصلاة، الباب السابع فيما يفسد الصلاة).

(۳) وينقضه قئ ملأ فاه بأن يضبط بتكلف من مرة ... إلخ. (الدر المختار مع الرد ج:۱ ص:۱۳۷، نواقض الوضوء).

(۴) (قوله وإن أعاده أو استقاء أو ابتلع حصاة أو حديد قضى فقط) أى أعاد القئ .... فسد صومه ولزمه القضاء ولا كفارة عليه وأطلق فى الإعادة فشمل ما إذا لم يملأ الفم وهو قول محمد لوجود الصنع وقال أبويوسف لا يفسد لعدم الخروج شرعا وهو المختار فلا بد من التقييد بملء الفم .... وإن صومه لا يفسد على الأصح. (البحر الرائق ج:۲ ص:۲۹۵).

(۵) (قوله وكذا لا تكره حجامة) أى الحجامة التى لا تضعفه عن الصوم ... إلخ. (شامى ج:۲ ص:۴۱۹، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، والهندية ج:۱ ص:۱۹۹، كتاب الصوم، الباب الثالث).

خون نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

سوال:...کیا خون نکلنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ میرا روزہ تھا، تقریباً دو بجے میرا ہاتھ کٹ جانے سے کافی خون نکل گیا، کیا میرا روزہ ہوگیا ہے؟

جواب:...خون نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔[1]

روزے میں دانت سے خون نکلنے کا حکم

سوال:...دانت سے کسی وجہ سے خون نکل پڑے تو کیا روزہ اور وضوٹوٹ جائے گا؟

جواب:...وضوتو خون نکلنے سے ٹوٹ جائے گا،[2] اور روزے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر خون حلق سے نیچے چلا جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، ورنہ نہیں۔[3]

دانتوں سے اگر خون آتا ہو تو کیا پھر بھی روزہ رکھے؟

سوال:...اگر دانتوں سے خون آتا ہو، اس کا علاج بھی اپنی طاقت کے مطابق کیا ہو، اور پھر بھی دانتوں کا خون بند نہیں ہوا، تو کیا اس حالت میں روزہ رکھا جائے یا نہیں؟ خون کی مقدار تھوک میں برابر ہوتی ہے۔

جواب:...خون اگر اندر نہ جائے تو روزہ صحیح ہے۔[4]

دانت نکالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

سوال:...اگر روزے کی نیت بھول جائے تو کیا روزہ نہیں ہوگا؟ دانت میں تکلیف کے باعث دانت نکالنا پڑا، تو کیا یہ روزہ پھر رکھنا پڑے گا یا ہوگیا؟

جواب:...نیت دِل کے ارادے کو کہتے ہیں، جب روزہ رکھنے کا ارادہ کرلیا تو نیت ہوگئی، زبان سے نیت کے الفاظ کہنا کوئی ضروری نہیں۔[5] دانت نکالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، بشرطیکہ خون حلق میں نہ گیا ہو۔[6]

---

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۵ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) ومنها (أی من نواقض الوضوء) ما يخرج من غير السبيلين ويسيل إلى ما يظهر من الدم ...إلخ۔ (هندية ج:۱ ص:۱۰)۔

(۳) الدم إذا خرج من الأسنان ودخل حلقه إن كانت الغلبة للبزاق لا يضره وإن كانت الغلبة للدم يفسد صومه ...إلخ۔ (هندية ج:۱ ص:۲۰۳، كتاب الصوم، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد)۔

(۴) ایضاً۔

(۵) النية قصده عازمًا بقلبه صوم غد .... وليس النطق باللسان شرطًا۔ (مراقی الفلاح على هامش الطحطاوی ص:۳۵۲)، والنية معرفته بقلبه أن يصوم كذا فی الخلاصة ومحيط السرخسی۔ (هندية ج:۱ ص:۱۹۵، كتاب الصوم)۔

(۶) الدم إذا خرج من الأسنان ودخل حلقه إن كانت الغلبة للبزاق لا يضره وإن كانت الغلبة للدم يفسد صومه ...إلخ۔ (عالمگيری ج:۱ ص:۲۰۳، كتاب الصوم، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد، طبع رشيديه)۔

سرمہ لگانے اور آئینہ دیکھنے سے روزہ مکروہ نہیں ہوتا

سوال:... رمضان المبارک کے مہینے میں سرمہ لگانے اور شیشہ دیکھنے سے روزہ مکروہ ہوسکتا ہے؟

جواب:... نہیں![1]

روزے کی حالت میں ناخن تراشنا

سوال:... بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ روزے کی حالت میں ناخن تراشنا جائز نہیں ہے، کیونکہ ناخنوں کا بھی روزہ ہوتا ہے، میری ایک سہیلی ہے، وہ روزے کی حالت میں ناخن بالکل نہیں تراشتی۔

جواب:... یہ مسئلہ شرعی نہیں، ان کا خودساختہ ہے، روزے میں ناخن تراشنے میں کوئی کراہت نہیں۔

سر یا پورے جسم پر تیل لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

سوال:... سر یا پورے جسم پر تیل لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

جواب:... سر پر یا بدن کے کسی اور حصے پر تیل لگانے سے روزے میں کوئی فرق نہیں آتا۔[2]

سوتے میں غسل کی ضرورت پیش آنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

سوال:... روزے کی حالت میں آنکھوں میں سرمہ ڈالنے، سر میں تیل لگانے اور سوتے میں غسل کی ضرورت پیش آجانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا کہ نہیں؟

جواب:... ان چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔[3]

روزہ دار دن میں غسل کی ضرورت کس طرح پوری کرے؟

سوال:... اگر کسی کو دن کے وقت غسل واجب ہوجائے تو اس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا کہ نہیں؟ اگر نہیں ٹوٹتا تو غسل کیسے کیا جائے؟

جواب:... اگر روزے کی حالت میں احتلام ہوجائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا،[4] روزہ دار کو غسل کرتے وقت اس بات کا اہتمام کرنا چاہئے کہ پانی نہ تو حلق سے نیچے اُترے، اور نہ دماغ میں پہنچے، اس لئے اس کو کلی کرتے وقت غرغرہ نہیں کرنا چاہئے، اور ناک

---

(۱) ولا یکره کحل ...إلخ۔ (هندیة ج:۱ ص:۱۹۹، کتاب الصوم، الباب الثالث فیما یکره للصائم وما لا یکره)۔

(۲) وما یدخل من مسام البدن من الدهن لا یفطر هکذا فی شرح المجمع۔ (هندیة ج:۱ ص:۲۰۳، کتاب الصوم)۔

(۳) الغیبة لا تفسد صومه وکذا الإحتلام ...إلخ۔ (قاضی خان علی هامش الهندیة ج:۱ ص:۲۰۸)۔ نیز دیکھئے حاشیہ نمبر۱،۲۔

(۴) وإن نام فاحتلم أو نظر إلى امرأة .... فانزل .... لم یفطر لعم المنافی صورة ومعنًی۔ (اللباب فی شرح الکتاب، ما لا یفطر به الصائم ج:۱ ص:۱۵۷، طبع قدیمی کتب خانه)۔ (قوله فإن نام فاحتلم) لم یفطر لقوله علیه السلام ثلاث لا یفطرن الصائم القیئ والحجامة والإحتلام۔ (الجوهرة النیرة، کتاب الصوم ج:۱ ص:۱۷۰، طبع حقانیه ملتان)۔

میں پانی بھی زور سے نہیں چڑھانا چاہئے۔[1]

روزے کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنا

سوال:... ٹوتھ پیسٹ سے دانت صاف کرنے سے کیا روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب:... ٹوتھ پیسٹ کا استعمال روزے کی حالت میں مکروہ ہے، تاہم اگر حلق میں نہ جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔[2]

بچے کو پیار کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

سوال:... ایک بات میں یہ جاننا چاہوں گی کہ روزے کی حالت میں کسی بچے کی پپی (بوسہ) لینے سے کیا روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب:... اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔[3]

روزے میں کھارے پانی سے وضو

سوال:... کیا روزے کی حالت میں سمندر کے پانی سے وضو کرسکتے ہیں؟

جواب:... کرسکتے ہیں، کوئی حرج نہیں۔

روزے میں کڑوے پانی کا اِستعمال

سوال:... میں ایک مسجد کا امام ہوں، اور کچی آبادی کورنگی کے علاقے میں واقع ہے، وہاں کڑوا (کھارا) پانی وضو میں استعمال ہوتا ہے، میٹھے پانی کا بندوبست نہیں ہے، تو لوگ پوچھتے ہیں کہ کیا اس کھارے پانی کے منہ میں ڈالنے سے روزہ مکروہ تو نہیں ہوتا ہے؟ اس لئے مجبوری ہے کوئی صورت نہیں، آپ سے عرض یہ ہے کہ اس مسئلے کے جواب کو جمعہ کے دن اخبار میں دے دیں، تاکہ سب لوگوں کو اس مسئلے کا پتا چل جائے، کیونکہ کئی اور نئی آبادیاں بھی اس میں ملوّث ہیں۔

جواب:... کھارے پانی کے ساتھ کلی کرنے سے روزہ مکروہ نہیں ہوتا۔

روزے میں وضو کرتے وقت احتیاط کریں، وہم نہ کریں

سوال:... میں بہت شکی وہمی قسم کی لڑکی ہوں، ہر وقت ایک اذیت اور ذہنی کرب کا شکار رہتی ہوں، نماز پڑھتی ہوں تو دھڑکا لگا رہتا ہے کہ وضو ٹھیک سے کیا تھا یا نہیں؟ کچھ غلطی تو نہیں ہوگئی، تو تقریباً آدھا، آدھا گھنٹہ وضو کرتی رہتی ہوں، اور ایک ایک نماز کوئی کئی

---

(۱) وکذا (تکره) المبالغة فی المضمضة والإستنشاق ...إلخ. (هندية ج:۱ ص:۱۹۹، کتاب الصوم، الباب الثالث).

(۲) أو ذاق شيئًا بفمه وإن كره لم يفطر ...إلخ. (درمختار مع الشامی ج:۲ ص:۴۰۰، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده).

(۳) ولا بأس بالقبلة ...إلخ. (هندية ج:۱ ص:۲۰۱). ولا بأس بالقبلة إذا أمن على نفسه أى من الجماع أو الإنزال. (الجوهرة النيرة ج:۱ ص:۱۷۰، کتاب الصوم، طبع حقانيه ملتان).

دفعہ پڑھتی تھی، اب بھی سجدۂ سہو بہت ہی کرتی ہوں کہ مبادا کوئی غلطی ہوگئی ہو تو اللہ معاف کردے۔ رمضان المبارک میں نماز کے لئے وضو کرتی ہوں تو کلی کرنے کے بعد دیر تک تھوکتی رہتی ہوں، یہاں تک کہ میرا گلا بالکل خشک اور عجیب سا ہوجاتا ہے، تھوک تھوک کر کراہیت ہونے لگتی ہے، براہِ کرم آپ اس مسئلے کو حل کردیں کہ روزے کے دوران وضو کس طرح سے کیا جائے؟ ناک میں پانی ڈالتے ڈر لگتا ہے کہ حلق تک نہ پہنچ جائے، اور اگر ذرا بھی شک ہوجائے کہ پانی غلطی سے بھی نیچے تک پہنچ گیا ہے تو کیا روزہ جاتا رہا، اسی ڈر کی وجہ سے میں فجر کے لئے وضو سحری ختم ہونے سے پہلے کرتی ہوں۔

جواب:... کلی کرکے پانی گرادینا کافی ہے، بار بار تھوکنا فضول حرکت ہے، اسی طرح ناک کے نرم حصے میں پانی پہنچانے سے پانی دماغ تک نہیں پہنچتا، اس سلسلے میں بھی وہم کرنا فضول ہے۔ آپ کے وہم کا علاج یہ ہے کہ اپنے وہم پر عمل نہ کریں خواہ طبیعت میں کتنا ہی تقاضا ہو، اس طرح رفتہ رفتہ وہم کی بیماری جاتی رہے گی۔

زہریلی چیز کے ڈس لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

سوال:... اگر کسی شخص کو کوئی زہریلی چیز ڈس لے تو کیا اس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ یا مکروہ ہوجاتا ہے؟

جواب:... نہ ٹوٹتا ہے، نہ مکروہ ہوتا ہے۔[1]

مرگی کے دورے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

سوال:... اگر مرگی کا مریض روزے سے ہو اور اسے دورہ پڑ جائے تو کیا روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ مرگی کا دورہ چند منٹ رہتا ہے اور مریض پر بے ہوشی طاری رہتی ہے۔

جواب:... اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔[2]

روزہ دار ملازم اگر اپنے افسر کو پانی پلائے تو اس کے روزے کا حکم

سوال:... میں ایک پرائیویٹ فرم میں چپڑاسی ہوں، ہمارے منیجر صاحب روزے نہیں رکھتے، اور رمضان شریف میں مجھ سے پانی اور چائے منگواتے ہیں، جبکہ میرا روزہ ہوتا ہے۔ مولانا صاحب! میں بہت پریشان ہوں، خداوند کریم سے بہت ڈرتا ہوں، ہر وقت یہی دِل میں پریشانی رہتی ہے، کیونکہ اب رمضان شریف آرہا ہے، اس لئے میں نے آپ سے پہلے گزارش کردی ہے، کیا میرا روزہ ٹوٹ جاتا ہے کہ نہیں؟ میں گناہگار ہوں یا کہ منیجر صاحب گناہگار ہیں؟ کیونکہ نوکری کا معاملہ ہے یا کہ نوکری چھوڑ دوں؟ کیونکہ مجبوری ہے، بہت ہی پریشان ہوں۔ براہِ کرم یہ میرا مسئلہ حل کریں کہ مجھے کیا کرنا چاہئے؟ میں آپ کا بہت مشکور رہوں گا۔ خداوند کریم سے بہت ڈرتا ہوں کہ قیامت والے دن میرا کیا حشر ہوگا؟ قیامت والے دن مجھ سے پوچھ گچھ ہوگی یا کہ نہیں؟

---

(۱) وما يدخل من مسام البدن من الدهن لا يفطر هكذا في شرح المجمع. (هندية ج:۱ ص:۲۰۳، كتاب الصوم).

(۲) قال في الدر وأما البلوغ والإفاقة فليسا من شرط الصحة لصحة صوم الصبي ومن جن أو أغمي عليه بعد النية ...إلخ. (درمختار مع الشامي ج:۲ ص:۳۷۱، كتاب الصوم، وأيضًا في الهندية ج:۱ ص:۱۹۶، كتاب الصوم).

جواب:... آپ کا روزہ تو نہیں ٹوٹے گا، مگر گناہ میں فی الجملہ شرکت آپ کی بھی ہوگی۔[1] آپ کے منیجر صاحب اگر مسلمان ہیں تو ان کو اتنا لحاظ کرنا چاہئے کہ روزہ دار سے پانی نہ منگوائیں۔ بہرحال اگر وہ اپنے طرزِ عمل کو نہیں چھوڑتے تو بہتر ہے کہ آپ وہاں کی نوکری چھوڑ دیں، بشرطیکہ آپ کو کوئی ذریعہ معاش مل سکے، ورنہ نوکری کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں کہ پیٹ کی خاطر مجھے اس گناہ میں شریک ہونا پڑ رہا ہے۔

رمضان میں روزہ نہ رکھنے والے افسر کے لئے پانی وغیرہ لانا

سوال:... آج کل دفتروں میں عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے کہ زیادہ تر اَفسر روزے نہیں رکھتے، جبکہ چھوٹا عملہ خاص طور پر چپڑاسی سارے مہینے کے روزے رکھتے ہیں، دورانِ ڈیوٹی بغیر روزے دار اَفسر گھنٹی بجاکر چپڑاسی سے پانی منگاتے ہیں، جبکہ اس کا روزہ ہوتا ہے، حالانکہ ان افسروں کو معلوم ہوتا ہے کہ اس چپڑاسی کا روزہ ہے، اور پانی کا کولر یا گھڑا ان کے کمرے میں بھی رکھا ہوتا ہے۔ سگریٹ وغیرہ بھی بازار سے منگاتے ہیں، اگر کام کرنے سے انکار کیا جائے تو یہ افسر دھمکیاں دیتے ہیں، ایسے میں بتائیں کہ چپڑاسی کو کیا کرنا چاہئے؟ اور اس افسر کے لئے اللہ کا کیا حکم ہے؟

جواب:... ایسے افسران اس لائق ہیں کہ ان کو عبرت ناک سزا دی جائے (قبر میں تو ان کو ملے گی ہی)۔ اور چپڑاسی بے چارا معذور ہے، اگر زبان سے اِنکار کرنے پر قادر نہیں تو اس فعل کو دِل سے بُرا جانے۔[2]

روزے والی عورت دِن کو کسی کو کھانا پکا کر دے سکتی ہے؟

سوال:... اگر عورت روزے سے ہو اور گھر کے دُوسرے افراد مثلاً: شوہر، جیٹھ اور نند وغیرہ روزہ نہ رکھتے ہوں، تو کیا روزے کی حالت میں عورت گھر کے ان دُوسرے اَفراد یعنی جیٹھ وغیرہ کا کھانا پکا کر دے سکتی ہے جبکہ گھر میں ایک کھانے پکا کر دینے والی ایک کنواری نند ہے؟

جواب:... مسلمانوں کے گھر میں سوائے بیماروں اور معذوروں اور بچوں کے دِن کے وقت کھانا پکا کر کے دینا صحیح نہیں، لیکن اگر گھر کے لوگ بے دِین ہیں اور ان کو اللہ اور اللہ کے رسول سے حیا نہ ہو، تو عورت بے چاری مجبور ہے۔

روزے، نمازیں قضا کرنے والے کے کیا آئندہ کے روزے قضا ہوں گے؟

سوال:... ایک شخص جس کے دس سال کے نماز روزے چھوٹے ہوئے ہیں، اب وہ توبہ کر کے نماز اور روزے باقاعدگی سے ادا کر رہا ہے، اور قضا نماز اور روزے بھی ادا کر رہا ہے، اس کے علاوہ تہجد کی نماز بھی پڑھتا ہے، آیا اس کی نمازیں قبول ہوں گی کہ

---

(۱) وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ (المائدة:۲)۔ وأيضًا في الدر المختار ج:۲ ص:۴۲۳۔

(۲) عن أبي سعيدٍ الخدري رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من رأى منكم منكرًا فليغيره بيده فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه وذٰلك أضعف الإيمان۔ (مشكوة ص:۴۳۶)، ولو أكل عمدًا شهرة بلا عذر يقتل۔ (الدر المختار مع الرد ج:۲ ص:۴۱۳)۔

نہیں؟ اور نفل روزے جو رَجب، شعبان کے روزے رکھتے ہیں، وہ قبول ہوں گے کہ نہیں؟ سنا ہے کہ جن کے فرض نماز اور روزے قضا ہوتے ہیں ان کی نفل عبادت قبول نہیں ہوتی، یہ بات صحیح ہے کہ نہیں؟

جواب:... گزشتہ نمازوں اور روزوں کو قضا کرے، آئندہ کے قبول ہوں گے۔

کیا رمضان میں کئے گئے خرچ کا حساب نہیں ہوتا؟

سوال:... میں نے کسی سے یہ کہتے سنا ہے کہ رمضان میں کئے گئے خرچ کا کوئی حساب نہیں ہوگا، اس لئے بھی بہت سے لوگ اس ماہ میں زیادہ نئی چیزوں کا اِستعمال شروع کرتے ہیں تاکہ حساب سے بچ سکیں، کیا یہ بات بھی دُرست ہے؟

جواب:... میں نے یہ نہیں سنا...!

قضا روزوں کا بیان

بلوغت کے بعد اگر روزے چھوٹ جائیں تو کیا کیا جائے؟

سوال:... بچپن میں مجھے والدین روزہ رکھنے کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ تم پر روزے ابھی فرض نہیں ہیں، میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ میں بالغ تھا، اور میرے خیال کے مطابق میں نے چار پانچ سال کے بعد روزے رکھنے شروع کئے۔

جواب:... بالغ ہونے کے بعد سے جتنے روزے آپ نے نہیں رکھے، ان کی قضا لازم ہے۔[1] اگر بالغ ہونے کا سال ٹھیک سے یاد نہ ہو تو اپنی عمر کے تیرہویں سال سے اپنے آپ کو بالغ سمجھتے ہوئے تیرہویں سال سے روزے قضا کریں۔[2]

کئی سالوں کے قضا روزے کس طرح رکھیں؟

سوال:... اگر کئی سال کے روزوں کی قضا کرنا چاہے تو کس طرح کرے؟

جواب:... اگر یاد نہ ہو کہ کس رمضان کے کتنے روزے قضا ہوئے ہیں تو اس طرح نیت کرے کہ سب سے پہلے رمضان کا پہلا روزہ جو میرے ذمہ ہے اس کی قضا کرتا ہوں۔[3]

قضا روزے ذمہ ہوں تو کیا نفل روزے رکھ سکتا ہے؟

سوال:... میں نے سنا ہے کہ فرض روزوں کی قضا جب تک پوری نہ کریں تب تک نفل روزے رکھنے نہیں چاہئیں، کیا یہ بات دُرست ہے؟ مہربانی فرما کر اس کا جواب دیجئے۔

---

(۱) وقضوا لزومًا ما قدروا بلا فدية وبلا ولاء لأنه على التراخي. (درمختار مع الشامي ج:۲ ص:۴۲۳).

(۲) وأدنى مدته له اثنتا عشرة سنة ولها تسع سنين هو المختار كما في أحكام الصغار. (الدر المختار ج:٦ ص:۱۵۴). ثم يحسب سن الميت فيطرح منه اثنا عشر سنة لمدة بلوغه إن كان الميت ذكر، أو تسع سنين إن كانت أنثى، لأن أقل مدة بلوغ الرجل اثنا عشر سنة ومدة بلوغ المرأة تسع سنين. (منحة الخالق على البحر الرائق ج:۲ ص:۹۸).

(۳) إذا وجب عليه قضاء يومين من رمضان واحد ينبغي أن ينوي أوّل يوم وجب عليه قضاؤه من هذا الرمضان وإن لم يعين الأول يجوز وكذا لو كان عليه قضاء يومين من رمضانين هو المختار ولو نوى القضاء لا غير يجوز وإن لم يعين كذا في الخلاصة. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۹۶). أيضًا: وإذا كثرت الفوائت يحتاج لتعيين كل صلاة يقضيها لتزاحم الفروض والأوقات .... فإذا أراد تسهيل الأمر عليه نوى أوّل ظهر .... وكذا الصوم الذي عليه من رمضانين إذا أراد قضاءه يفعل مثل هذا ...إلخ. (مراقي الفلاح على هامش الطحطاوي، باب قضاء الفوائت ص:۲۴۲).

جواب:... دُرست ہے، کیونکہ اس کے حق میں فرض کی قضا زیادہ ضروری اور اہم ہے، تاہم اگر فرض قضا کو چھوڑ کر نفل روزے کی نیت سے روزہ رکھا تو نفل روزہ ہوگا۔[1]

کیا قضا روزے مشہور نفل روزوں کے دن رکھ سکتے ہیں؟

سوال:... رمضان شریف میں جو روزے مجبوری کے دنوں میں چھوٹ جاتے ہیں، ان کو ہم شمار کر کے دُوسرے دنوں میں رکھتے ہیں، اگر ان روزوں کو ہم کسی بڑے دن جس دن روزہ افضل ہے یعنی ۱۴؍شعبان، ۷؍رجب وغیرہ کے روزے، اس دن اپنے قضا روزے کی نیت کرلیں تو یہ طریقہ ٹھیک ہے یا پھر وہ روزے الگ رکھیں اور ان چھوٹے ہوئے روزوں کو کسی اور دن شمار کریں؟ مہربانی کر کے اس کا حل بتایئے، کیونکہ میں نے ۲۷؍رجب کو عبادت کی اور روزے کے وقت اپنے قضا روزے کی نیت کرلی تھی۔

جواب:... قضا روزوں کو سال کے جن دنوں میں بھی قضا کرنا چاہیں قضا کرسکتے ہیں،[2] صرف پانچ دن ایسے ہیں جن میں روزہ رکھنے کی اجازت نہیں، دو دن عیدین کے اور تین دن ایامِ تشریق یعنی ذوالحجہ کی گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں تاریخ۔[3]

روزے چھوڑ دیئے تو قضا کرے ورنہ مرتے وقت فدیے کی وصیت کرے

سوال:... میری طبیعت کمزوری ہے، کبھی تو سارے روزے رکھ لیتی ہوں، اور کبھی دس چھوڑ دیتی ہوں، اب تک ستر (۷۰) روزے مجھ پر فرض چھوٹ چکے ہیں، میں نے حساب لگا کر بتایا ہے۔ خدا مجھے ہمت دے کہ ان کو بخوبی ادا کرسکوں، آمین۔ لیکن اگر خدانخواستہ اتنے روزے نہ رکھ سکوں تو اس کے لئے مجھے کیا کرنا چاہئے کہ مجھے کوئی گناہ نہ ہو؟ پچھلے ہفتے ایک بہن کے اس قسم کے سوال کا جواب سنا، مجھے بہت فکر ہوئی کہ واقعی ہم کتنے بے خبر ہیں۔

جواب:... جو روزے ذمہ ہیں، ان کی قضا کرنا چاہئے،[4] خواہ چھوٹے دنوں میں قضا کرلئے جائیں، لیکن اگر خدانخواستہ قضا نہ ہوسکیں تو مرتے وقت وصیت کردینی چاہئے کہ ان کا فدیہ ادا کردیا جائے۔[5]

''ایام'' کے روزوں کی قضا ہے، نمازوں کی نہیں

سوال:... ''ایام'' کے دنوں کے روزوں اور نمازوں کی قضا لازم ہے یا نہیں؟

---

(۱) ولَا یکرہ صوم التطوع لمن علیہ قضاء رمضان۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۲۰۱، کتاب الصوم، الباب الثالث)۔

(۲) وقضوا لزومًا ما قدروا بلا فدیۃ وبلا ولَاء لأنہ علی التراخی ولذا جاز التطوع قبلہ ...إلخ۔ (الدر المختار مع الرد ج:۲ ص:۴۲۳، کتاب الصوم، فصل فی العوارض المبیحۃ لعدم الصوم)۔

(۳) ویکرہ صوم یوم العیدین وأیام التشریق وإن صام فیھا کان صائما عندنا۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۲۰۱)۔

(۴) ایضاً حاشیہ نمبر ۲۔

(۵) فإن برئ المریض .... فإن لم یصم حتّی أدرکہ الموت فعلیہ أن یوصی بالفدیۃ کذا فی البدائع۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۲۰۷، کتاب الصوم، الباب الخامس فی الأعذار التی تبیح الإفطار)۔

جواب:... عورت کے ذمہ خاص ایام کی نمازوں کی قضا لازم نہیں، روزوں کی قضا لازم ہے۔[1]

"ایام" کے روزوں کی صرف قضا ہے، کفارہ نہیں

سوال:... "ایام" کے دنوں میں جو روزے ناغہ ہوتے ہیں، کیا ان کی قضا اور کفارہ دونوں ادا کرنا پڑیں گے؟

جواب:... نہیں! بلکہ صرف قضا لازم ہے۔[2]

"نفاس" سے فراغت کے بعد قضا روزے رکھے

سوال:... میری بیوی نے رمضان سے ایک ہفتہ قبل جڑواں بچوں کو جنم دیا، اس نے چلہ نہانا تھا، ظاہر ہے روزے نہ رکھ سکی، اب بتایئے کہ اگر وہ بعد میں قضا روزے نہ رکھ سکے، سستی کرے یا نہ رکھنا چاہے یا بچوں کو دُودھ پلانے کے چکر میں معذوری کا اظہار کرے تو کیا وہ روزے کا فدیہ دے سکتی ہے؟

جواب:... فدیہ دینے کی اجازت صرف اس شخص کو ہے جو بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکتا ہو، اور نہ آئندہ پوری زندگی میں یہ توقع ہو کہ وہ روزہ رکھنے پر قادر ہوگا۔[3] آپ کی اہلیہ اس معیار پر پوری نہیں اُترتیں، اس لئے ان پر روزوں کی قضا لازم ہے،[4] خواہ سردیوں کے موسم میں رکھ لیں، فدیہ دینا ان کے لئے جائز نہیں۔

نفل روزہ توڑنے کی قضا ہے، کفارہ نہیں

سوال:... میں نے ۹ محرم الحرام کا روزہ رکھا تھا، لیکن ظہر کے بعد مجھے "قے" آنی شروع ہوگئی، اور بہت زیادہ حالت خراب ہونے لگی، اناج وغیرہ کچھ نہیں نکلا، صرف پانی اور تھوک نکلا، ایسی صورت میں والد صاحب نے گلوکوز کا پانی پلوادیا، اور مجھے بھی بحالت مجبوری روزہ کھولنا پڑا، تو اب سوال یہ ہے کہ ایسی صورت میں قضا واجب ہوگی یا کفارہ؟ اور مجھے کوئی گناہ تو نہیں ملے گا؟

---

(۱) الفصل الرابع فی أحکام الحیض والنفاس .... ومنها أن یسقط عن الحائض والنفساء الصلاة فلا تقضی .... منها أن یحرم علیهما الصوم فتقضیانه۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۳۸، کتاب الطهارة)۔ أیضًا: وتقضی الحائض والنفساء الصوم دون الصلاة لحدیث عائشة رضی الله عنها کان یصیبنا ذالک فنؤمر بقضاء الصوم، ولَا نؤمر بقضاء الصلاة، وعلیه الإجماع۔ وفی الحاشیة: (ولَا نؤمر بقضاء الصلاة) للحرج فی قضائها لتکرار الحیض کل شهر غالبًا بخلاف الصوم۔ (حاشیة الطحطاوی مع مراقی الفلاح ص:۷۹، کتاب الطهارة، طبع نور محمد آرام باغ، أیضًا فی رد المحتار ج:۱ ص:۲۹۰)۔

(۲) الحیض والنفاس یفسدان الصوم فیوجب القضاء دون الکفارة۔ (فتاویٰ قاضیخان علیٰ هامش الهندیة، الفصل السادس ج:۱ ص:۲۰۹)۔

(۳) فالشیخ الفانی الذی لَا یقدر علی الصیام یفطر ویطعم لکل یوم مسکینًا کما یطعم فی الکفارة کذا فی الهدایة۔ (عالگمیری ج:۱ ص:۲۰۷)، أیضًا المریض إذا تحقق الیأس من الصحة فعلیه الفدیة لکل یوم من المرض۔ (شامی ج:۲ ص:۴۲۷)۔

(۴) ایضاً حاشیہ نمبر ۳ ملاحظہ ہو۔

جواب:... صرف قضا واجب ہے، کفارہ نہیں۔ کفارہ صرف رمضان مبارک میں روزہ توڑنے سے لازم آتا ہے۔[۱] اور اگر بیماری کی شدّت کی وجہ سے روزہ توڑا جائے تو رمضان کے روزے میں بھی کفارہ نہیں، صرف قضا ہے۔[۲]

نفلی روزہ اگر عذر کے بغیر توڑ دے تو کیا اس کا گناہ ہے؟

سوال:... کیا نفلی روزے کو کسی عذر کے بغیر توڑ دے تو اس کا گناہ ہوگا یا نہیں؟ اور اس کی قضا ہوگی؟

جواب:... بغیر عذر کے روزہ توڑ دینا گناہ ہے،[۳] اور اس کی قضا لازم ہے۔[۴]

تندرست آدمی قضا روزوں کا فدیہ نہیں دے سکتا

سوال:... زید کی بیوی نے رمضان شریف کے روزے نہیں رکھے، کیونکہ بیماری اور حاملہ ہونے کے بعد سے، میری معلومات کے مطابق ایسے روزوں کی قضا ہوتی ہے۔ ایک رمضان کے بعد دُوسرے رمضان سے پہلے یہ قضا پوری کی جاتی ہے، جبکہ زید کی بیوی کہتی ہے کہ جب رمضان میں ہی روزے نہیں رکھے گئے تو عام دنوں میں کیسے رکھ سکتے ہیں؟ ان روزوں کے بدلے مسکینوں کو کھانا کھلادو۔ اس طرح انہوں نے تقریباً ۷۵ روپے ایک غریب عورت کو دے دیئے، کیا یہ جائز ہے؟ کیا یہ روزوں کا بدل ہوسکتا ہے؟ کیا اس کے دینے سے روزوں کی قضا معاف ہوگئی؟ کون سے لوگ روزوں کے بدلے مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہیں؟

جواب:... روزے کا فدیہ صرف وہ شخص دے سکتا ہے جو روزہ رکھنے پر نہ تو فی الحال قادر ہو اور نہ آئندہ توقع ہو۔ مثلاً: کوئی اتنا بوڑھا ہے کہ روزے کا تحمل نہیں کرسکتا، یا ایسا بیمار ہے کہ اس کے شفایاب ہونے کی کوئی توقع نہیں۔[۵] زید کی بیوی روزہ رکھ سکتی ہے، محض غفلت اور تساہل کی وجہ سے نہیں رکھتی، اس کا روزے کے بدلے فدیہ دینا صحیح نہیں، بلکہ روزوں کی قضا لازم ہے،[۶] اس نے جو پیسے کسی محتاج کو دیئے یہ خیرات کی مد میں شمار ہوں گے، جتنے روزے اس کے ذمہ ہیں سب کی قضا کرے۔

---

(۱) أو أفسد غير صوم رمضان أداء لِاختصاصها بهتک رمضان ... إلخ. قوله لِاختصاصها) أي الكفارة وفي الشرح: يهتک رمضان أي بخرق حرمة شهر رمضان فلا تجب (أي الكفارة) بافساد قضائه أو إفساد صوم غيره لأن الإفطار في رمضان أبلغ في الجناية فلا يلحق به غيره لورودها فيه علٰى خلاف القياس. (شامي ج:۲ ص:۴۰۵، كتاب الصوم).

(۲) المريض إذا خاف علٰى نفسه التلف أو ذهاب عضو يفطر بالإجماع وإن خاف زيادة العلة وامتداده فكذٰلک عندنا وعليه القضاء إذا أفطر كذا في المحيط. (عالمگيري ج:۱ ص:۲۰۷، كتاب الصوم، الباب الخامس في الأعذار ... إلخ).

(۳) ذكر الرازي عن أصحابنا ان الإفطار بغير عذر في صوم التطوع لَا يحل هكذا في الكافي. (عالمگيري ج:۱ ص:۲۰۸، كتاب الصوم، الباب الخامس في الأعذار التي تبيح الإفطار، طبع رشيديه).

(۴) إذا نوى الصوم للقضاء بعد طلوع الفجر حتّى لَا تصح نيته عن القضاء يصير شارعًا في التطوع فإن أفطر يلزمه القضاء كذا في الذخيرة. (عالمگيري ج:۱ ص:۱۹۷)، ومن دخل في صلٰوة التطوع أو في صوم التطوع ثم أفسده قضاه. (هداية ج:۱ ص:۲۲۳، كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة).

(۵) ومتى قدر قضى لأن الإستمرار العجز شرط الخلفية ... إلخ. قوله ومتى قدر أي الفاني الذي أفطر وفدى. (شامي ج:۲ ص:۴۲۷، فصل في العوارض المبيحة لعدم الصوم، كتاب الصوم).

(۶) وقضوا لزومًا ما قدروا بلا فدية وبلا ولَاءٍ لأنه على التراخي ... إلخ. (الدر المختار ج:۲ ص:۴۲۳، كتاب الصوم).

دُوسرے کی طرف سے نماز روزے کی قضا نہیں ہوسکتی

سوال:... کیا بیوی اپنے خاوند کے قضا روزے، یا خاوند اپنی بیوی کے قضا روزے یا والدین اپنی اولاد کے قضا روزے یا اولاد اپنے والدین کے قضا روزے رکھ سکتی ہے؟

جواب:... کوئی شخص دُوسرے کی طرف سے نہ نماز کی قضا کرسکتا ہے، نہ روزے کی۔ [1]

غروب سے پہلے اگر غلطی سے روزہ افطار کرلیا تو صرف قضا لازم ہے

سوال:... یہ آج سے تقریباً ۲۰ سال پہلے کی بات ہے، جب ہم ایک ایسی جگہ رہتے تھے جہاں بجلی نہیں تھی، اور اَذان کی آواز ہم تک نہیں پہنچ سکتی تھی، رمضان شریف میں ایسا ہوتا تھا کہ محلے کے سب بچے مسجد کے پاس چلے جاتے، اَذان کی آواز آتے ہی شور مچاتے اَذان ہوگئی روزہ کھولو، میری عمر اس وقت دس سال کی تھی جب میں روزے سے تھی، دروازے سے باہر کھڑی ہوئی اَذان کا انتظار کر رہی تھی کہ میں نے تین چار بچوں کی آواز سنی: ''روزہ کھولو اَذان ہوگئی'' میں گھر میں آئی، امی سے کہا اَذان ہوگئی۔

امی نے کھجور ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا اتنی جلدی اَذان ہوگئی؟ میں نے کہا ہاں بچے شور مچا رہے ہیں، میں نے اور امی نے روزہ کھول دیا، اس کے تین چار منٹ بعد پھر بچے شور مچاتے ہوئے بھاگے، معلوم کیا تو پتا چلا اَذان اب ہوئی ہے، وہ تو شرارتی بچے تھے جو شور مچا رہے تھے، چونکہ یہ آبادی بالکل نئی تھی، لوگ بھی غریب تھے، نہ لوگوں کے پاس ریڈیو تھے، نہ گھڑیاں تھیں، آبادی میں بجلی نہ ہونے کی وجہ سے اَذان کی آواز ہم تک نہیں آتی تھی۔

میں نے جان کر روزہ نہیں کھولا، یہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے، لیکن مجھے اپنی کم عقلی پر افسوس ہوتا ہے کہ کاش میں تھوڑا سا انتظار کرلیتی یا اَذان ہونے کی لوگوں سے تصدیق کرلیتی، اس بات کا احساس مجھے دُوسری بار شور سننے پر ہوا کہ یہ میں نے کیا کیا؟ اس بات کا ذکر میں نے اپنی امی سے نہیں کیا، مجھے ڈر تھا کہ وہ مجھے ڈانٹیں گی۔ لیکن میں دِل میں اللہ تعالیٰ سے بہت شرمندہ ہوئی، میں نے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی، یہ سب کرنے کے بعد مجھے لگتا ہے جب تک اس کا کفارہ ادا نہ کیا جائے مجھے سکون نہیں ملے گا، آپ بتائیے کہ کفارہ کس طرح ادا کیا جائے؟ اور روزے کی قضا ہوگی یا نہیں؟ اس گناہ کی سزا میرے لئے ہے یا میری امی کو بھی اس ناکردہ گناہ کی سزا ہے؟

جواب:... اگر غلطی سے غروب سے پہلے روزہ کھول لیا جائے تو قضا واجب ہوتی ہے، کفارہ نہیں۔ [2] اگر آپ پر اس وقت روزہ فرض ہوچکا تھا تو آپ وہ روزہ خود بھی قضا کرلیں اور اپنی امی کو بھی رکھوادیں، اور اگر وہ فوت ہوچکی ہوں تو ان کے اس روزے کا

---

(۱) وان صام أو صلّى عنه الولي لا، لحديث النسائي: لا يصوم أحد عن أحد ولا يصلّي أحد عن أحد ولٰكن يطعم عنه وليه. (الرد المحتار مع الرد ج:۲ ص:۴۲۵، فصل في العوارض المبيحة لعدم الصوم).

(۲) أو تسحر أو أفطر يظن اليوم أي الوقت الذي أكل فيه ليلًا الحال أن الفجر طالع والشمس لم تغرب .... قضى ..... فقط. (الدر المختار مع الرد ج:۲ ص:۴۰۵، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده).

فدیہ ادا کردیں[1]، اور فدیہ یہ ہے کسی محتاج کو دو وقت کھانا کھلانا، یا پونے دو کلو گندم کی قیمت نقد دے دیں۔[2]

غلطی سے وقت سے پہلے روزہ کھلوانے والے پر قضا ہے، کفارہ نہیں

سوال:... مسئلہ یہ ہے کہ چودھویں روزے کو ہمارے محلے کی مسجد میں پانچ منٹ پہلے اَذانِ مغرب دی گئی، تفصیل یہ ہے کہ چودھویں روزے کو مسجد سے آدھی اَذان موٴذِن کی غلطی سے ہوگئی، جبکہ روزہ کھلنے میں پانچ منٹ باقی تھے، پانچ منٹ پہلے سب لوگ دسترخوان پر بیٹھ جاتے ہیں، جیسے ہی اَذان کی آواز آئی لوگوں نے روزہ کھول لیا، جس میں میں بھی شامل ہوں، آدھی اَذان کے بعد مولانا نے کہا کہ غلطی سے اَذان ہوگئی ہے، آپ لوگ روزہ نہ کھولیں، جس نے کھول لیا ہے وہ رُک جائے، مغرب کی نماز کے بعد مولوی صاحب نے کہا جس نے روزہ کھول لیا ہے وہ عید کے بعد روزہ رکھے گا، یا مسکینوں کو کھانا کھلائے گا، جبکہ لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ یہ غلطی موٴذِن سے ہوئی ہے، وہی کفارہ ادا کرے گا، آپ تفصیل سے جواب دیجئے۔

جواب:... جن لوگوں نے وقت سے پہلے روزہ کھول لیا، ان کا یہ روزہ نہیں ہوا، بعد میں اس کی قضا کریں۔ چونکہ یہ سمجھ کر کہ وقت ہوچکا ہے، غلطی سے روزہ اِفطار کیا، اس لئے اس کا کوئی کفارہ یا فدیہ نہیں ہے۔[3]

دمہ کی دوائی روزے کی حالت میں اِستعمال کرنے سے روزہ جاتا ہے، قضا لازم ہے

سوال:... بندے کو سانس کی تکلیف ہے، جس کو عرفِ عام میں دمہ کہتے ہیں، لہٰذا ایک دن روزے کی حالت میں مجھے دمے کا دورہ پڑا، بہت سخت تکلیف ہو رہی تھی، لہٰذا میں نے اس وقت اس مرض کا علاج جس کو اِستعمال کرنے سے فوراً آرام آجاتا ہے، استعمال کیا، اس دوا کا نام ''وینٹولین انہیلر'' ہے جس میں آکسیجن گیس بھرا ہوا ہوتا ہے اس گیس کو منہ کے ذریعے اِستعمال کیا جاتا ہے، لہٰذا اس کے اِستعمال سے روزہ ٹوٹ گیا یا نہیں؟ اور روزہ ٹوٹنے کی صورت میں قضا واجب ہے یا کفارہ؟ اور کفارہ کی صورت میں کفارہ کی رقم کسی ایک مسکین کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور رقم کی کتنی مقدار ہوگی؟

جواب:... اس دوا کا حلق پر پمپ کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، آپ پر قضا واجب ہے، کفارہ نہیں۔[4]

---

(۱) وإن لم یوص وتبرع ولیه به جاز إن شاء الله۔ وفی الشامیة: وإن لم یوص لا یجب علی الورثة الإطعام لأنها عبادة .... وإن فعلوا ذٰلک جاز ویکون له ثواب .... لأن الوصی إنما تصدق عن المیت لا عن نفسه فیکون الثواب للمیت۔ (رد المحتار مع الدر المختار ج:۲ ص:۴۲۵، فصل فی العوارض المبیحة لعدم الصوم)۔

(۲) یعطی لکل صلاة نصف صاع من بر کالفطرة وکذا حکم الوتر والصوم (قوله نصف صاع من بر) أی أو من دقیق أو سویق أو صاع تمر أو زبیب أو شعیر أو قیمته وهی أفضل عندنا لإسراعها بسد حاجة الفقیر۔ (رد المحتار مع الدر المختار، مطلب فی اسقاط الصلاة عن المیت ج:۲ ص:۷۲، ۷۳)۔

(۳) إذا شهد اثنان أن الشمس غابت وشهدان آخران أنها لم تغب فأفطر ثم ظهر أنها لم تغب فعلیه القضاء دون الکفارة کذا فی فتاویٰ قاضیخان۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۱۹۵، کتاب الصوم، الباب الأوّل فی تعریفه)۔

(۴) ومن أوجر أو احتقن أو استعط أو أقطر فی أذنیه أفطر لوجود صب الماء أو اللبن أو الدواء فی الفم .... أوجر مکرها أو نائمًا أفطر ولا کفارة علیه۔ (الجوهرة النیرة ج:۱ ص:۱۴۵)۔

بچپن کے توڑے ہوئے روزے کی قضا نہیں، نیز جب تک دو ماہ کے روزے رکھنے کی طاقت ہے، فدیہ دینا جائز نہیں

سوال:… میرے پچھلے سالوں کے رمضان کے کچھ روزے رہتے ہیں، جو اس وقت خاص ایام کی وجہ سے نہیں رکھے، میرے حساب کے مطابق تمام سالوں کے روزوں کو ملا کر دو مہینے بنتے ہیں، اور دو مہینے کے علاوہ وہ رمضان کے روزے ہیں، جب میں چھوٹی تھی اور روزہ رکھ کر نمک کے غرارے کرلیتی تھی، میرے والد کہتے کہ اس طرح روزہ نہیں ٹوٹتا، تو اَب مجھے معلوم ہوا کہ نمک سے تو روزہ اِفطار کیا جاتا ہے اِسلام میں، تو اَب اگر میں ان چار مہینوں کے روزے کو رکھنے کے بجائے اگر فدیہ دے دوں تو کیا یہ اسلام میں جائز ہے؟ اور مجھے دوبارہ تو نہیں رکھنے پڑیں گے؟ کیونکہ زندگی کا کچھ نہیں معلوم، اور بھی میں روزہ نہیں رکھ سکتی، کیونکہ حاملہ ہوں۔ دُوسرے بچے کی پیدائش کے بعد دو سال دُودھ پلانا ہوگا۔ اور تیسری بات میرا پہلے آپریشن ہوا تھا ایک پہلے بچہ ضائع ہوگیا تھا، تو اَب ڈاکٹر کہتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ اس آپریشن کی وجہ سے اب بھی آپریشن کرنا پڑے، تو اگر آپریشن سے بچہ ہوا تو مکمل صحت یاب ہونے میں اور زخم بھرنے میں بہت عرصہ لگتا ہے، اور ایسے بڑے آپریشن میں خون بہت ضائع ہوتا ہے، پتا نہیں کتنے سال میں طاقت بحال ہو۔ ایسی صورتِ حال میں اگر میں فدیہ دے دوں تو کیا جتنے بھی سال بعد طاقت بحال ہوگی اور میں چار مہینے کے روزے رکھنے کے قابل ہوں گی تو کیا دوبارہ رکھنے پڑیں گے فدیہ دینے کے بعد؟

جواب:… جب تک آپ دو مہینے کے روزے رکھنے کے قابل ہیں، فدیہ دینا جائز نہیں۔ روزے رکھنے ضروری ہیں۔ بچپن میں جو روزے توڑے، ان کی قضا ضروری نہیں۔[1]

---

(۱) مریض خاف بالإجتهاد أو الطبيب زيادة مرضه الكائن أو امتداده أو وجع العين أو جراحة أو صداع أو غيره .... أفطروا .... وقضوا ما أفطروا قبل رمضان آخر أو بعده بلا فدية ...إلخ. (جامع الرموز، فصل موجب الإفساد ج:۲ ص:۳٦۸، طبع مكتبة الإسلامية، إيران).

قضا روزوں کا فدیہ

کمزور یا بیمار آدمی روزے کا فدیہ دے سکتا ہے

سوال:... اگر کوئی شخص کمزور یا بیمار ہو اور جو روزہ رکھنے سے نقاہت محسوس کرے تو کیا وہ کسی دُوسرے کو سحری اور اِفطاری کا سامان دے کر روزہ رکھواسکتا ہے؟ اور کیا اس طرح اس کے سر سے روزے کا کفارہ اُتر جائے گا؟ کوئی گناہ تو نہیں ہوگا؟

جواب:... اگر اتنا بوڑھا یا بیمار ہے کہ نہ روزہ رکھ سکتا ہے، نہ یہ توقع ہے کہ وہ آئندہ رکھ سکے گا، اس کے لئے فدیہ ادا کردینا جائز ہے،[1] ہر روزے کے فدیے کے لئے کسی مسکین کو دو وقت کا کھانا کھلادے یا دو سیر غلہ یا اس کی قیمت دیا کرے۔[2] باقی وہ کسی دُوسرے سے اپنے لئے روزہ نہیں رکھواسکتا۔[3] شریعت میں کمزور شخص کے لئے فدیہ دینے کا حکم ہے۔

نہایت بیمار عورت کے روزوں کا فدیہ دینا جائز ہے

سوال:... میری والدہ محترمہ نے بوجہ بیماری چھ مہینے روزے چھوڑے ہیں، اور اب بھی بیمار ہیں، اور روزے رکھنے کے قابل نہیں، ان کا تین مرتبہ رسولی کا آپریشن ہوچکا ہے، اب ان کو یہ فکر لاحق ہے کہ ان روزوں کو کیسے ادا کیا جائے؟ آپ سے درخواست ہے کہ اس کا حل بتاکر مشکور فرمائیں، نیز روزوں کی ادائیگی کا طریقہ کیا ہے؟ کس چیز سے ادا ہوسکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، آمین۔

جواب:... آپ کی والدہ کو چونکہ روزے رکھنے کی طاقت نہیں ہے، اس لئے جتنے روزے ان کے ذمے ہیں ان کا فدیہ ادا کردیں، ایک روزے کا فدیہ صدقۂ فطر کے برابر ہے، یعنی دو سیر گندم یا اس کی قیمت، اس حساب سے قضا شدہ روزوں کا فدیہ دیں اور

---

(۱) فالشیخ الفانی الذی لَا یقدر علی الصیام یفطر ویطعم لکل یوم مسکینا کما یطعم فی الکفارة کذا فی الهدایة. (عالمگیری ج:۱ ص:۲۰۷، وأیضًا الجوهرة ج:۱ ص:۱۴۷)، المریض إذا تحقق الیأس من الصحة فعلیه الفدیة لکل یوم من المرض۔ (شامی ج:۲ ص:۴۲۷، وأیضًا الجوهرة النیرة ج:۱ ص:۱۴۷)۔

(۲) والفدیة لکل یوم مد حنطة کما فی البدائع۔ (شامی ج:۲ ص:۴۲۳)۔ وجاز دفع القیمة فی زکاة .... وفطرة ...إلخ۔ (الدر المختار ج:۲ ص:۲۸۶، وأیضًا الجوهرة النیرة ج:۱ ص:۱۴۷)۔

(۳) وإن صام أو صلّی عنه الولی لَا، لحدیث النسائی: لَا یصوم أحد عن أحد ولَا یصلّی أحد عن أحد ولٰکن یطعم عنه ولیه۔ (الدر المختار ج:۲ ص:۴۲۵، فصل فی العوارض المبیحة)۔

آئندہ بھی جتنے روزے ان کی زندگی میں آئیں، اسی حساب سے ان کا فدیہ دیتی رہیں۔[1]

کوئی اگر قضا کی طاقت بھی نہ رکھے تو کیا کرے؟

سوال:... میری والدہ کے بچپن میں کافی روزے چھوٹ گئے (یعنی جب سے روزے فرض ہوئے ہیں)، ذرا بھی طبیعت خراب ہوتی ان کے گھر کے بڑے افراد ان کو روزہ رکھنے سے منع کردیتے، اور ان کو ایسا ماحول نہیں ملا جو ان کو معلوم ہوتا کہ فرض روزے رکھنا ضروری ہیں، چاہے وہ قضا ہی کیوں نہ رکھے جائیں۔

اب والدہ کو پوری حقیقت کا علم ہوا ہے اور وہ بڑی پریشان ہیں، کیونکہ اب وہ پچھلے روزوں کی قضا رکھنا چاہتی ہیں، لیکن جونہی روزے رکھنا شروع کرتی ہیں، تین یا چار گھنٹے بعد سر میں اتنا شدید درد شروع ہوجاتا ہے کہ وہ کسی کام کرنے کے قابل نہیں رہتیں، بہت علاج کروایا مگر افاقہ نہیں ہوا۔ اب آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ والدہ صاحبہ اپنے قضا روزے کیسے رکھیں یا پھر اس کا فدیہ ادا کریں؟ فدیہ اگر دیں تو فدیہ فی روزہ کتنا دیا جائے؟

جواب:... اگر وہ اپنے ضعف اور مرض کی وجہ سے قضا نہیں کرسکتیں، تو فدیہ ادا کردیں، ہر روزے کے بدلے صدقۂ فطر کی مقدار نقد یا غلہ دے دیا جائے۔[2]

اگر کسی کو اُلٹیاں آتی ہوں تو روزوں کا کیا کرے؟

سوال:... حمل کے دوران مجھ کو پورے نو مہینے تک اُلٹیاں ہوتی رہتی ہیں، اور کوشش کے باوجود کسی طرح بھی کم نہیں ہوتیں، اب میں بہت کوشش کرتی ہوں کہ خدا میرے روزے پورے کروائے، اُٹھ کر سحری کھاتی ہوں، اگر نہ کھاؤں تو ہاتھ پیروں میں دَم نہیں رہتا، اور بچوں کے ساتھ کام کاج ضروری ہے۔ مگر صبح ہوتے ہی منہ بھر کر اُلٹی ہوجاتی ہے اور پھر اتنی جان نہیں ہوتی کہ روزہ رکھ سکوں۔ تو اب مولانا صاحب! کیا میں یہ کرسکتی ہوں کہ ایک مسکین کا کھانا روزانہ دے دیا کروں جس سے میرے روزے کا کفارہ پورا ہوجائے؟

جواب:... حمل کی حالت تو عارضی ہے،[3] اس حالت میں اگر آپ روزے نہیں رکھ سکتیں تو صحت کی حالت میں ان روزوں کی قضا لازم ہے، فدیہ دینے کا حکم اس شخص کے لئے ہے جو نہ فی الحال روزہ رکھ سکتا ہو، اور نہ آئندہ پوری زندگی میں یہ توقع ہو کہ وہ ان

---

(۱) والشيخ الفاني الذي لا يقدر على الصوم يفطر ويطعم لكل يوم مسكينًا نصف صاع من بر .... الفاني الذي قرب إلى الفناء أو فنيت قوته وكذا العجوز مثله .... ان الإباحة في التغذية والتعشية والقيمة في ذلك جائز. (الجوهرة النيرة، كتاب الصوم ج:۱ ص:۱۴۷، طبع مجتبائی دهلی).

(۲) فإن الشيخ الفاني الذي يعجز عنه في الحال بسبب الهرم ويزاد كل يوم .... وفي حكمه كل من يعجز عن الصوم في الحال وييئس عنه في الإستقبال أفطر وأطعم تمليكًا أو اباحةً .... لكل يوم أفطر فيه مسكينًا أي مصرفًا من المصارف كما اشرنا إليه، كالفطرة نصف صاع من البر. (جامع رموز الرواية في شرح مختصر الوقاية، فصل موجب الإفساد، ج:۲ ص:۳۶۶، ۳۶۷، طبع مكتبة إسلامية إيران، أيضًا الجوهرة ج:۱ ص:۱۴۷).

(۳) وقضوا لزومًا ما قدروا بلا فدية وبلا ولاء ... إلخ. (الدر المختار ج:۲ ص:۴۲۳)، ويقضي ما أفطر وأطعم ان قدر على الصوم لأنه يشترط لجواز الخلف دوام العجز. (جامع الرموز ج:۲ ص:۳۶۷، طبع إيران).

روزوں کی قضا رکھ سکے گا، آپ چونکہ دُوسرے وقت میں ان روزوں کو قضا کرسکتی ہیں، اس لئے آپ کی طرف سے روزوں کا فدیہ ادا کرنا صحیح نہیں۔ (۱)

روزے کا فدیہ کتنا اور کس کو دیا جائے؟ اور کب دیا جائے؟

سوال:... میں بیمار ہونے کی وجہ سے روزے نہیں رکھ سکتا، اس لئے فدیہ دینا چاہتا ہوں، فدیہ کس حساب سے دیا جاتا ہے؟ یہ آپ بتادیں۔ اگر روزانہ مسکین کو کھانا کھلانا ضروری ہے تو یہ سہولت مجھے میسر نہیں ہے، اس لئے فدیہ کی کل رقم بتادیں تاکہ میں پورے روزوں کی پوری رقم مسکین کو دے سکوں۔ اگر کوئی مستحق نہ مل سکا تو کیا یہ فدیہ کی رقم کسی یتیم خانے یا کسی فلاحی ادارے کو دے سکتے ہیں؟ فدیہ رمضان شریف میں دینا ضروری ہے یا کوئی مجبوری ہو تو رمضان گزر جانے کے بعد بھی دے سکتے ہیں؟

جواب:... ہر روزے کا فدیہ صدقۂ فطر کے برابر ہے، یعنی پونے دو کلو غلہ یا اس کی قیمت۔ (۲) فدیہ کی رقم کسی دینی مدرسہ میں بھی جمع کرادی جائے۔ فدیہ رمضان مبارک میں ادا کرنا بہتر ہے، اگر رمضان میں ادا نہ کیا تو بعد میں بھی دیا جاسکتا ہے۔ (۳)

روزے کا فدیہ اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کو دینا جائز نہیں

سوال:... روزے کا فدیہ اپنی بیٹی، نواسی، پوتا، پوتی، داماد وغیرہ کو دینا چاہئے یا نہیں؟

جواب:... روزے کا فدیہ اپنی اولاد، اور اولاد کی اولاد کو دینا جائز نہیں۔ (۴)

دینی مدرسہ کے غریب طلبہ کے کھانے کے لئے روزے کا فدیہ دیں

سوال:... میری والدہ ماجدہ ضعیف العمر ہیں، وہ انتہائی کمزور ہیں کہ روزے رکھنے کی ان میں طاقت نہیں ہے، وہ آزاد کشمیر راولاکوٹ کے ایک دیہات میں رہائش پذیر ہیں، میں ان کے روزوں کے بدلے میں کفارہ ادا کرنا چاہتا ہوں، ہمارے دیہات میں ایسا کوئی مسکین نہیں ہے کہ جسے روز دو وقت کا کھانا کھلایا جائے، ہمارے مرکز میں ایک مسجد اور اس کے ساتھ دینی مدرسہ ہے، میں اس مدرسہ میں رقم بھیجنا چاہتا ہوں۔ برائے مہربانی تفصیل سے جواب دیجئے کہ میں ساٹھ روزوں کی پاکستان کے حساب سے کل کتنی رقم بھیجوں؟

---

(۱) ومتی قدر قضی لأن الإستمرار العجز شرط الخلفیة ...إلخ۔ (الدر المختار ج:۲ ص:۴۲۷، کتاب الصوم)۔

(۲) وان عجز عن الصوم أطعم ستین مسکینًا کالفطرة قوله کالفطرة أی نصف صاع من بر أو صاع من تمر أو شعیر۔ (ردالمحتار ج:۲ ص:۴۷۸، وأیضًا فی جامع الرموز ج:۲ ص:۳۶۶، ۳۶۷، والجوهرة ج:۱ ص:۱۴۷)۔

(۳) ثم إن شاء أعطی الفدیة فی أوّل رمضان بمرّة وان شاء أخّرها إلٰی آخره کذا فی النهر الفائق۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۲۰۷، کتاب الصوم، الباب الخامس فی الأعذار التی تبیح الإفطار، طبع رشیدیه)۔

(۴) ولا إلٰی من بینهما ولاد ...إلخ۔ وفی الشرح: .... وفرعه وإن سفل .... کأولاد الأولاد وشمل الولاد بالنکاح والسفاح ...إلخ۔ (شامی ج:۲ ص:۳۴۶، باب المصرف، طبع ایچ ایم سعید)۔

جواب:... دینی مدرسہ کے غریب طلبہ کو فدیے کی رقم دی جاسکتی ہے۔[1] مدرسہ کی کسی دُوسری مد میں اس رقم کا استعمال جائز نہیں۔[2] ہر روزے کا فدیہ صدقۂ فطر کے برابر ہے۔

ساٹھ روزوں کا فدیہ ساٹھ صدقۂ فطر کے برابر ہوا، جس دن آپ یہ فدیہ ادا کریں، اس دن کی قیمت کے لحاظ سے رقم دے دیں۔[3]

قضا روزوں کا فدیہ ایک ہی مسکین کو ایک ہی وقت میں دینا جائز ہے

سوال:... رمضان المبارک کے چند قضا روزوں کا فدیہ ایک غریب یا مسکین کو بھی ایک ہی دن میں دے سکتے ہیں؟

جواب:... چند روزوں کا فدیہ ایک ہی مسکین کو ایک ہی وقت میں دے دینا جائز ہے، مگر اس میں اختلاف ہے، اس لئے احتیاط تو یہی ہے کہ کئی روزوں کا فدیہ ایک کو نہ دے، لیکن دے دینے کی بھی گنجائش ہے۔[4]

مرحومین کے قضا شدہ روزوں کا فدیہ ادا کرنا اشد ضروری ہے

سوال:... مسلمانوں کی اکثریت بے نمازی اور روزہ خور ہے، جب وہ مرجاتے ہیں تو ان کا سوم، دسواں، چالیسواں، برسی وغیرہ عام طور سے کی جاتی ہے، قرآن خوانی بھی ہوتی ہے، جس میں خوشی بے خوشی لوگ شریک ہوتے ہیں، پڑوس کی مسجد مدرسہ کے طلبہ جلدی سے کلام پاک کی تلاوت نمٹا دیتے ہیں، چنوں پر کلمہ طیبہ کا ورد ہوتا ہے، کھانے کھلائے جاتے ہیں، کچھ خیر خیرات بھی کردی جاتی ہے، لیکن مرحومین نے جو بے شمار نمازیں اور روزے قضا کئے، ان کا کفارہ ادا کرنے کا کہیں تذکرہ نہیں آتا۔ میں نے دیکھا ہے کہ مرحوم

---

(۱) مصرف الزكاة والعشر .... هو فقير .... ومسكين .... وعامل .... ولو غنيا لا هاشميًا لأنه فرغ نفسه لهٰذا العمل فيحتاج إلى الكفاية والغنى لا يمنع من تناولها عند الحاجة .... وبهٰذا التعليل يقوى ما نسب للواقعات من ان طالب العلم يجوز له أخذ الزكاة ولو غنيًا إذا فرغ نفسه لإفادة العلم واستفادته لعجزه عن الكسب والحاجة داعية إلى ما لَا بد منه .... وفي سبيل الله. (الدر المختار) وفي الشامية (قوله أى مصرف الزكاة) وهو مصرف أيضًا لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذٰلك من الصدقات الواجبة .... (قوله وقيل طلبة العلم) كذا في الظهيرية .... قد قال في البدائع: في سبيل الله جميع القرب فيدخل فيه كل من سعٰى في طاعة الله وسبيل الخيرات إذا كان محتاجًا. (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الزكاة، باب المصرف ج:۲ ص:۳۳۹ تا ۳۴۳، وأيضًا في البحر، كتاب الزكوة، باب المصرف ج:۲ ص:۴۲۴).

(۲) ويشترط أن يكون الصرف تمليكًا لا إباحة كما مر لا يصرف إلى بناء ... إلخ. وفي الشرح: نحو مسجد كبناء القناطر والسقيات واصلاح الطرقات وكرى الأنهار ... إلخ. (شامي ج:۲ ص:۳۴۴، كتاب الزكاة، باب المصرف).

(۳) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۲ ملاحظہ فرمائیں۔

(۴) وللشيخ الفاني العاجز عن الصوم الفطر ويفدى وجوبًا .... بلا تعدد فقير كالفطرة (قوله وبلا تعدد فقير) أى بخلاف نحو كفارة اليمين للنص فيها على التعدد، فلو أعطى هنا مسكينا صائمًا عن يومين جاز لٰكن في البحر عن القنية أن عن أبي يوسف فيه روايتين، وعند أبي حنيفة لا يجزيه ... إلخ. (رد المحتار مع الدر المختار ج:۲ ص:۴۲۷)، ويجوز إعطاء فدية صلٰوت وصيام أيام ونحوها لواحد من الفقراء جملة. (مراقي الفلاح مع الطحطاوى، فصل في إسقاط الصلاة والصوم ص:۲۳۹، طبع مير محمد، وأيضًا في مراقي الفلاح، فصل في الكفارة ص:۳۶۷).

لاکھوں کی جائیداد چھوڑ گئے اور مرحوم کے ورثاء یعنی بیٹے، بیٹی، بیوی وغیرہ کو اپنے اپنے حصے ملے، لیکن مرحوم باپ کے قضا روزوں اور قضا نمازوں کا بقایا کوئی ادا نہیں کرنا چاہتا۔ میں بہت شوق سے ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' ۱۹۷۸ء سے پڑھ رہا ہوں، اسی سے معلوم ہوا کہ قضا روزوں کا ''فدیہ'' دینا چاہئے، لیکن آپ نے ایک سوال کے جواب میں یہ بھی لکھ دیا کہ مرنے والا وصیت کر جائے کہ قضا شدہ نماز، روزوں کا فدیہ اس کے وارث ادا کریں۔ اور آپ نے کہیں اس پر زور نہیں دیا کہ نالائق وارث از خود اپنے مرحوم باپ کی قضا نماز، روزوں کا فدیہ ادا کریں، میں نے حال ہی میں ایک کتاب فتاویٰ قادریہ پڑھی ہے، جو ایک فرنگی محلی عالم کی لکھی ہوئی ہے، اس میں تیس چالیس سال پہلے کسی سعادت مند وارث نے اپنے کسی مرحوم کی زندگی کی تمام نمازوں کا فدیہ معلوم کیا تھا، تو عالم صاحب نے دو چار لاکھ روپے فدیہ کی رقم بتائی تھی۔ یہ تو بہت اہم مسئلہ ہوا، اب آپ یہ بتائیے کہ مرحوم کے قضا شدہ روزوں اور نمازوں کا فدیہ ادا کرنے کا کوئی چرچا نہیں ہوتا، تو کیا فوت شدہ نمازیں اور روزے روزِ حشر معاف ہو جائیں گے؟

جواب:...مرحوم کی طرف سے فدیہ کے چند مسائل ذکر کرتا ہوں، تمام مسلمانوں کو ان مسائل کا علم ہونا چاہئے۔

اوّل:...جو شخص ایسی حالت میں مرے کہ اس کے ذمہ روزے ہوں یا نمازیں ہوں، اس پر فرض ہے کہ وصیت کر کے مرے کہ اس کی نمازوں کا اور روزوں کا فدیہ ادا کر دیا جائے، اگر اس نے وصیت نہیں کی تو گناہگار ہوگا۔[1]

دوم:...اگر میت نے فدیہ ادا کرنے کی وصیت کی ہو تو میت کے وارثوں پر فرض ہوگا کہ مرحوم کی تجہیز و تکفین اور ادائے قرضہ جات کے بعد اس کی جتنی جائیداد باقی رہی، اس کی تہائی میں سے اس کی وصیت کے مطابق اس کی نمازوں اور روزوں کا فدیہ ادا کریں۔[2]

سوم:...اگر مرحوم نے وصیت نہیں کی یا اس نے مال نہیں چھوڑا، لیکن وارث اپنی طرف سے مرحوم کی نماز، روزوں کا فدیہ ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے توقع ہے کہ یہ فدیہ قبول کرلیا جائے گا۔[3]

چہارم:...ایک روزے کا فدیہ صدقۂ فطر کے برابر ہے، یعنی تقریباً پونے دو کلو غلہ، پس ایک رمضان کے تیس روزوں کا فدیہ ساڑھے باون کلو ہوا، اور تین رمضانوں کے نوّے روزوں کا فدیہ ۱۵۷.۵ کلو غلہ ہوا، اسی کے مطابق مزید حساب کرلیا جائے۔[4]

---

(۱) وللشيخ الفاني العاجز عن الصوم الفطر ويفدي وجوبًا ...إلخ. وفي شرحه: لأن عذره ليس بعرضي للزوال حتّى يصير إلى القضاء فوجبت الفدية .... وعند العجز بالموت تجب الوصية بالفدية. (شامي ج:۲ ص:۴۲۷).

(۲) وفدى لزومًا عنه أي الميت وليه الذي يتصرف في ماله كالفطرة قدرا بعد قدرته عليه أي على قضاء الصوم .... بوصيته من الثلث ...إلخ. (قوله من الثلث) أي ثلث ماله بعد تجهيزه وتكفينه وايفاء ديون العباد. (رد المحتار على الدر المختار ج:۲ ص:۴۲۴، فصل في العوارض المبيحة لعدم الصوم، كتاب الصوم).

(۳) وإن لم يوص وتبرع وليه به جاز إن شاء الله ويكون الثواب للولي. (الدر المختار مع الرد ج:۲ ص:۴۲۵).

(۴) ص:۵۹۹ کا حاشیہ نمبر۲ ملاحظہ فرمائیں۔ وأيضًا (قوله نصف صاع من بر) أي من دقيقه أو سويقه .... أو قيمته وهي أفضل عندنا لإسراع سد حاجة الفقير. (ردالمحتار، باب قضاء الفوائت ج:۲ ص:۷۳، مراقي الفلاح ص:۳۶۷).

اسی طرح ہر نماز کا فدیہ بھی صدقۂ فطر کے مطابق ہے، اور وتر سمیت دن رات کی چھ نمازیں ہیں (پانچ فرض اور ایک واجب)،[1] پس ایک دن کی نمازوں کا فدیہ ساڑھے دس کلو ہوا، اور ایک مہینے کی نمازوں کا فدیہ ۳۱۵ کلو ہوا، اور ایک سال کی نمازوں کا فدیہ ۳۸۰۷ کلو ہوا۔ مرحوم کے ذمہ جتنی نمازیں اور جتنے روزے رہتے ہیں، اسی حساب سے ان کا فدیہ ادا کیا جائے۔

پنجم:... جو حکم رمضان کے فرض روزوں کا ہے، وہی نذر (منّت) کے واجب روزوں کا بھی ہے،[2] پس اگر کسی نے کچھ روزوں کی منّت مانی تھی، پھر ان کو ادا نہیں کرسکا تھا کہ انتقال ہوگیا، تو ہر روزے کا فدیہ مندرجہ بالا شرح کے مطابق ادا کیا جائے۔[3]

ششم:... اگر وارث کے پاس اتنا مال نہیں کہ مرحوم کی جانب سے نمازوں اور روزوں کے سارے فدیے یک مشت ادا کرسکے تو تھوڑا تھوڑا کرکے ادا کرنا بھی جائز ہے۔

تنگ دست مریض روزے کا فدیہ کیسے ادا کرے؟

سوال:... مجھے ذیابیطس کا مرض ہے جس کی وجہ سے میں فرض روزے رمضان کے رکھ نہیں سکتی، میں نے کوشش کی لیکن چکر آنے شروع ہوجاتے ہیں اور میں بہت بیمار ہوجاتی ہوں، میرے گھر کا خرچ بھی مشکل سے پورا ہوتا ہے، لہٰذا میں کفارہ بھی ادا نہیں کرسکتی، مہربانی فرماکر آپ میری رہنمائی فرمائیں۔

جواب:... جیسا روکھا سوکھا خود کھاتی ہیں، ویسا ہی کسی محتاج کو بھی روزانہ دو وقت کھلا دیا کریں۔[4]

اور جو شخص روزہ بھی نہ رکھ سکتا ہو، اور اس کے پاس فدیہ ادا کرنے کے لئے بھی کچھ نہ ہو، وہ صرف اِستغفار کرے اور یہ نیت رکھے کہ جب بھی اس کو گنجائش میسر آئے گی، وہ روزوں کا فدیہ ادا کرے گا۔[5]

---

(۱) وفدية كل صلاة ولو وترا كما في قضاء الفوائت كصوم يوم على المذهب ...إلخ۔ (الدر المختار مع الرد ج:۲ ص:۴۲۶)، يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر كالفطرة وكذا حكم الوتر والصوم۔ (درمختار، باب قضاء الفوائت ج:۲ ص:۷۲، وكذا في البحر، باب قضاء الفوائت ج:۲ ص:۱۰۲، وكذا في رشيديه ج:۱ ص:۱۲۵)۔

(۲) الصوم ضربان واجب ونفل والواجب ضربان ما يتعلق بزمان بعينه كصوم رمضان والنذر المعين۔ (هداية ج:۱ ص:۲۱۱- كتاب الصوم)

(۳) إذا نذر أن يصوم كل خميس يأتي عليه فأفطر خميسًا واحدًا فعليه قضاؤه، كذا في المحيط۔ ولو أخر القضاء حتّى صار شيخا فانيا أو كان النذر بصيام الأبد فعجز لذالك أو باشتغاله بالمعيشة لكون صناعة شاقة فله أن يفطر ويطعم لكل يوم مسكينا على ما تقدم۔ (عالمگيرى ج:۱ ص:۲۰۹، كتاب الصوم، الباب السادس في النذر)۔

(۴) والشرط إذا أباح الطعام ن يشبعهم ولو بخبز البر من غير أدم۔ (مراقي الفلاح، فصل في الكفاره ص:۳۶۷، طبع مير محمد)۔

(۵) كذا لو نذر صوم الأبد فضعف عن الصوم لإشتغاله بالمعيشة له أن يفطر ويطعم لأنه استيقن أن لا يقدر على قضائه فإن لم يقدر على الإطعام لعسرته يستغفر الله ويستقيله ...إلخ۔ (فتح القدير ج:۲ ص:۸۳)، فإن لم يقدر من تجوز له الفدية على الفدية لعسرته يستغفر الله سبحانه ويستقيله أى يطلب منه العفو عن تقصيره في حقه۔ (مراقى الفلاح على هامش الطحطاوى، باب ما يفسد الصوم ويوجب القضاء، ص:۳۷۶)۔

کیا میّت کی طرف سے اُس کا ولی روزہ رکھ سکتا ہے؟

سوال:... کیا میّت کی طرف سے اس کا ولی روزہ رکھ سکتا ہے؟

جواب:... میّت کی طرف سے نماز، روزہ کوئی دُوسرا نہیں کرسکتا،(۱) بلکہ نمازوں اور روزوں کا فدیہ دینا ضروری ہے۔ ایک روزے کا فدیہ صدقۂ فطر کے برابر ہوتا ہے،(۲) اسی طرح ہر نماز کا فدیہ صدقۂ فطر کے برابر ہے، دن میں چھ نمازیں (وترسمیت) ہوتی ہیں، ایک دن کی نمازوں کے چھ فدیے ہوئے۔(۳)

کیا مرحوم کی طرف سے کفارے کے روزے رکھ سکتے ہیں؟

سوال:... ایک آدمی کے اُوپر روزوں کا کفارہ تھا، کیا اس کی اولاد یہ کفارہ ادا کرسکتی ہے کہ نہیں؟ یا پھر اس کی اولاد روزے رکھ لے تو کفارہ ادا ہوجائے گا؟

جواب:... کسی کی جگہ نماز نہیں پڑھ سکتے، نہ اس کی جگہ روزے رکھ سکتے ہیں،(۴) البتہ اولاد اگر ماں باپ کے نماز، روزوں کا فدیہ ادا کرے تو توقع ہے کہ قبول ہوجائے گا۔(۵)

کیا دُوسرے کی طرف سے روزہ رکھنا جائز ہے؟

سوال:... ریڈیو پاکستان سے دِینی مسائل پر مبنی پروگرام ”آپ نے پوچھا ہے“ نشر ہوتا ہے، اس میں ایک ڈاکٹر صاحب نے سائل کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ رمضان کے فرض روزے ایک شخص دُوسرے کی طرف سے رکھ سکتا ہے، جبکہ ہم نے آپ جیسے جید علمائے کرام سے سنا ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نہ تو نماز پڑھ سکتا ہے اور نہ ہی روزہ رکھ سکتا ہے۔ تو کیا کوئی شخص دُوسرے شخص کی طرف سے روزہ رکھ سکتا ہے یا نماز پڑھ سکتا ہے؟

جواب:... بدنی عبادت... نماز اور روزہ... کسی دُوسرے کی طرف سے ادا نہیں کی جاسکتی۔ جو شخص خود روزہ نہ رکھ سکتا ہو،

---

(۱) عن مالک بلغه ان ابن عمر كان يسأل هل يصوم أحد عن أحد أو يصلي أحد عن أحد؟ فقال: لَا يصوم أحد عن أحد ولَا يصلي أحد عن أحد۔ (مشكوة، كتاب الصوم ص:۱۷۸)۔

(۲) من مات وعليه قضاء رمضان فأوصى به أطعم عنه وليه لكل يوم مسكينا نصف صاع من بر أو صاعا من تمر أو شعير۔ (هداية ج:۱ ص:۲۲۲، باب ما يوجب القضاء والكفارة)۔

(۳) ولو مات وعليه صلوات فائتة وأوصى بالكفارة يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر كالفطرة وكذا حكم الوتر والصوم۔ (الدر المختار مع الرد ج:۲ ص:۷۲، باب قضاء الفوائت)۔

(۴) لَا يصوم عنه الولي ولَا يصلي لقوله عليه السلام: لَا يصوم أحد عن أحد ولَا يصلي أحد عن أحد۔ (هداية ج:۱ ص:۲۲۳، باب ما يوجب القضاء والكفارة، وأيضًا مشكوة ج:۱ ص:۱۷۸)۔

(۵) فإن لم يوص وتبرع عنه الورثة جاز۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۲۰۷، كتاب الصوم، طبع رشيديه)۔

شریعت نے اس کے لئے فدیہ کا حکم تجویز کیا ہے۔ آپ نے ریڈیو پاکستان کے جس مسئلے کا ذکر کیا ہے، وہ غلط ہے۔[1]

روزہ رکھنے پر گیس ہونے کی وجہ سے سخت تکلیف ہوجائے تو کیا روزہ چھوڑ سکتا ہے؟

سوال:... عرض یہ ہے کہ میں تقریباً ۴۳ سال عمر کا ہوں، اور بچپن سے آج تک میں نے رمضان شریف کے روزے رکھے ہیں، مگر ایک خاص بات یہاں پر ذکر کر رہا ہوں کہ رمضان شریف کے مہینے میں کافی تکلیف میں مبتلا ہوجاتا ہوں، چونکہ روزہ رکھنے کی وجہ سے معدہ گیس پکڑ لیتا ہے، جس کی وجہ سے دِماغ پر گیس چڑھ جاتا ہے، دِماغ پھٹ جانے کو آجاتا ہے، سر چکراتا ہے، منہ کا ذائقہ خراب ہوجاتا ہے، مختصر اَلفاظ میں کہ بعض اوقات تو اُلٹی محسوس کرتا ہوں، حالانکہ کاروبار باقاعدگی سے کرتا ہوں، صحت مند ہوں، مگر رمضان شریف میں منہ بند ہونے کی وجہ سے کافی تکلیف ہوجاتی ہے۔

جواب:... اگر روزے کی وجہ سے شدید تکلیف ہوجاتی ہے جسے برداشت کرنا دُشوار ہے، تو آپ روزے کے بدلے صدقۂ فطر کی مقدار کسی محتاج کو دے دیا کریں، آپ کو روزہ نہ رکھنے کی رُخصت ہے، صدقۂ فطر کی قیمت آج کل قریباً آٹھ روپے ہے۔[2]

گردوں کی بیماری کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکیں تو کیا کریں؟

سوال:... میری والدہ جن کی عمر ۴۵ سال ہے، ماہِ رمضان کے روزے ہمیشہ سے پورے رکھتی ہیں، لیکن گزشتہ تین سالوں سے گردوں کی بیماری کی وجہ سے رمضان کے روزے نہیں رکھ سکیں۔ اِرادہ تھا کہ صحت ٹھیک ہوجانے پر قضا روزے رکھ لیں گی، مگر صحت ٹھیک نہیں ہوسکی، ان روزوں کی قضا یا کفارہ کس طرح ادا کیا جائے؟

جواب:... آپ کی والدہ جس سال کے جتنے روزے نہیں رکھ سکیں، ان کا حساب کرکے ایک روزے کا فدیہ صدقۂ فطر کے مطابق ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ معذوری اور بیماری کی وجہ سے جو روزے نہیں رکھے جاسکتے ان کا فدیہ ادا کردینا چاہئے۔[3]

چارپائی پر پڑی رہنے والی کے اس دوران چھوٹے ہوئے روزوں کا کیا ہو جبکہ وہ فوت ہوگئی ہے

سوال:... میری والدہ صاحبہ اس سال اتنی بیمار تھیں کہ تقریباً چھ ماہ چارپائی پر رہی اور پھر اس دُنیا کو الوداع کہہ دیا۔ اسی

---

(۱) من مات وعليه قضاء رمضان فأوصى به أطعم عنه وليه لكل يوم مسكينًا نصف صاع من بر أو صاع من تمر أو شعير .... ولَا يصوم عنه الولي ولَا يصلي لقوله صلى الله عليه وسلم لَا يصوم أحد عن أحد ولَا يصلي أحد عن أحد. (هداية مع فتح القدير ج:۲ ص:۸۳ تا ۸۵، طبع مصر).

(۲) وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ. (البقرة:۱۸۴). فصل في العوارض المبيحة لعدم الصوم .... أو مريض خاف الزيادة لمرضه وصحيح خاف المرض ...إلخ. وفي الشرح: قوله خاف الزيادة أو ابطاء البرء أو فساد عضو بحر أو وجع العين أو جراحة أو صداعًا أو غيره ...إلخ. (الدر المختار مع الرد ج:۲ ص:۴۲۲).

(۳) والشيخ الفاني الذي لَا يقدر على الصيام يفطر ويطعم لكل يوم مسكينا كما يطعم في الكفارات، والأصل فيه قوله تعالىٰ وعلى الذين يطيقونه فديةُ طعام مسكين قيل معناه: لَا يطيقونه. (هداية مع فتح القدير ج:۲ ص:۸۲، كتاب الصوم، طبع دار صادر بيروت).

دوران رمضان کے روزے ان سے نہیں رکھے گئے، آپ بتائیں کہ میں ان کے روزوں کا کتنا فدیہ دُوں اور کیا اگر میں فدیہ نہ دُوں تو ان پر روزوں کا بوجھ ہوگا کہ نہیں؟ نیز فدیہ کی شرح بھی بتائیں۔

جواب:... آپ اپنی والدہ کی طرف سے ہر روزے کے بدلے دو سیر گندم یا اس کی قیمت کسی محتاج کو دے دیں، اِن شاء اللہ ان کے ذمے کا قرض ادا ہوجائے گا۔ (۱)

اگر روزہ رکھنے سے گردے کی تکلیف ہوجاتی ہو تو کیا چھوڑنا جائز ہے؟

سوال:... مجھے ۱۹۶۸ء سے گردے کے درد کی تکلیف ہے، سخت پریشانی کے بعد مارچ ۱۹۷۱ء میں اس کی وجہ سے آپریشن کرایا، اس کے بعد جب رمضان میں روزے رکھتی تو پیشاب ظہر کے بعد سے بالکل لال رنگ کا آتا اور مجھے بے حد کمزوری لگتی، لیکن بہرحال روزوں کی پابندی کرتی۔ پھر اس کے بعد جانے کس طرح دائیں گردے میں بھی بڑے سائز کی پتھری تھی اور اس نے ایسا کیا کہ گردے کی کارکردگی میں بھی فرق ڈالا، اس کا آپریشن ایمرجنسی میں جون ۱۹۸۰ء میں کرایا، یہ دونوں آپریشن شادی سے پہلے ہوئے اور اس کے بعد بھی کبھی دائیں، کبھی بائیں گردے میں درد ہوجاتا، اور کبھی انفکشن ہوجاتا، بہرحال یہ تکلیف سارا سال وقفے وقفے سے رہتی، پھر میری شادی ہوگئی، اس کے بعد دورانِ حمل مستقل گردے میں تکلیف رہتی، دُوسرے بچے کی پیدائش کے بعد بھی گردے میں مستقل تکلیف رہتی ہے، یا تو درد یا پھر انفکشن۔ اب جناب پھر روزوں کی آمد ہے، یہ تمام تر تفصیل بتلانے کا مقصد یہ ہے کہ میں آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ میں روزے پابندی سے رکھوں یا نہ رکھوں؟ اب اگر یہ اس تکلیف میں بھی مجھ پر فرض ہیں تو پھر خواہ کچھ بھی ہو، میں بہرحال روزے رکھوں گی، ورنہ اگر کوئی دُوسری صورت ہو تو وہ آپ تفصیل سے بتلادیں کہ پھر اس کا بدل کیا ہے؟

جواب:... اگر آپ روزے کا تحمل نہیں کرسکتیں یا ڈاکٹر روزے سے منع کرتے ہیں، تو روزے کے بجائے فدیہ ادا کردیا کیجئے۔ یعنی ہر روزے کے بدلے کسی محتاج کو کھانا کھلادیا کریں، یا کسی محتاج کو نقد سات روپے روزانہ دے دیا کریں۔ (۲)

روزہ رکھ کر دَوائی کھالی تو کیا کفارہ بھی آئے گا؟

سوال:... میری عمر ۱۷ سال ہے، میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے دِل میں پیدائشی سوراخ ہے، میرا آپریشن نہیں ہوا، کیونکہ اِستخارے میں منع آگیا تھا۔ میں اپنی بیماری کی وجہ سے ایک دوا کھاتی ہوں، جو آکسیجن کے لئے ہے، اور میں اسے چھوڑ نہیں سکتی، جس کی وجہ سے میں روزے نہیں رکھ سکتی۔ ایک مرتبہ میں نے ضد کر کے رکھے تھے تو بیچ میں دوا کھالی۔ یہ دوا گولی ہے، اور دن میں چار مرتبہ کھانا ضروری ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ بارہ سے سترہ سال تک روزہ نہ رکھنے کا کتنا کفارہ ادا کرنا ہے؟ یا اتنے روزے رکھنے پڑیں گے؟

---

(۱) ولو فات صوم رمضان بعذر المرض .... حتّى مات لَا قضاء عليه لٰكنه إن أوصى بأن يطعم عنه صحت وصيته .... فإن لم يوص وتبرع عنه الورثة جاز۔ (عالمگيرى فى الأعذار التى تبيح الإفطار ج: ۱ ص: ۲۰۷)۔

(۲) كل من يعجز عن الصوم فى الحال وينس عنه فى الإستقبال أفطر وأطعم .... لكل يوم أفطر فيه مسكينا أى مصرفًا من المصارف كما أشرنا إليه، كالفطرة نصف صاع من بر۔ (جامع الرموز ج: ۲ ص: ۳۶۶، ۳۶۷، وأيضًا فى الجوهرة النيرة ج ۱ ص: ۱۴۷، كتاب الصوم، هداية مع الفتح)۔

کیا میں روزے نہ رکھنے کی وجہ سے گناہگار ہوں؟ وہ روزے جن کے بیچ میں میں نے دوا کھائی تھی، کیا وہ ٹوٹ گئے؟ اگر وہ ٹوٹ گئے تو ان کا کیا کفارہ ہے؟ ایک مرتبہ میں نے روزے رکھے تھے اور بیچ میں دوا نہیں کھائی تھی تو میں بہت بیمار ہوگئی تھی اور ایک مہینہ اسپتال جا کر آکسیجن لگواتی رہی۔

جواب:... روزہ رکھنے کے دوران دوائی کھانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے،[1] اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ روزہ قضا بھی کیا جائے، اور ساٹھ روزے متواتر بلاناغہ رکھے جائیں، اور تم ایک روزہ بھی مشکل سے رکھ سکتی ہو، تو ساٹھ روزے کہاں رکھوگی۔ اس کی جگہ ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلادو۔[2] سترہ روپے ایک محتاج کا کھانا بنتا ہے، تم سترہ روپے کو ساٹھ کے ساتھ ضرب دے کر جتنے پیسے بنتے ہیں، وہ کسی دینی ادارے میں جمع کراؤ۔

۲:... تمہارے لئے روزہ رکھنا مشکل ہے، اس لئے رمضان میں اگر کوئی روزہ رکھ سکو تو رکھ لو، باقی روزوں کا فدیہ ادا کرو، اور فدیہ وہی ایک روزے کا صدقۂ فطر کے برابر سترہ روپے۔ واللہ اعلم۔

بچے کے چھت سے گرنے کی وجہ سے ماں کی حالت غیر ہوگئی اور اُس کا روزہ تڑوادیا تو صرف قضا واجب ہے

سوال:... میں نے اپنے لڑکے کے لئے جو کہ اس وقت بارہ سال کا تھا، چھت پر سے پتنگ بازی کے شوق میں گر گیا تھا، اس وقت رمضان کا مہینہ تھا اور میں روزے سے تھی، صبح کا کوئی ساڑھے نو بجے کا ٹائم تھا، بچے کی حالت بگڑی تو گھر والوں نے میرا روزہ کھلوادیا اور جب میری حالت کچھ بہتر ہوئی تو میں نے منت کے طور پر دس روزے مانے، ان دس روزوں میں سے چھ روزے دو دو کر کے رکھ چکی ہوں، اب سے تین سال پہلے تک، لیکن اب مجھے دمے کی بیماری بھی ہے، بلڈ پریشر بھی ہے، اور اس کے علاوہ اور بھی بیماریاں ہیں، اور دوائیوں کے بغیر چند گھنٹے بھی نہیں رہ سکتی، کیا میرا لڑکا جو اَب جوان ہے، وہ یہ روزے رکھ سکتا ہے؟ یا کفارہ ادا کرنا ہوگا؟ میں رمضان کے فرض روزے بھی نہیں رکھ سکتی، اتنی میری حالت خراب ہے۔

جواب:... جو روزہ آپ کا تڑوادیا تھا، اگر آپ کی حالت غیر ہوگئی تھی تو اس کی صرف قضا واجب ہے، کفارہ نہیں۔[3] لیکن

---

(۱) أكل أو شرب غذاء .... أو دواء .... عمدًا .... قضى .... وكفر ... إلخ. (الدر المختار ج:۲ ص:۴۰۹، ۴۱۱، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، طبع سعيد).

(۲) فيعتق أولًا فإن لم يجد صام شهرين متتابعين فإن لم يستطع أطعم ستين مسكينا. (حاشية رد المحتار ج:۲ ص:۴۱۲). إذا أكل متعمدًا ما يتغذى به أو يتداوى يلزمه الكفارة. (فتاوىٰ هندية، كتاب الصوم، النوع الثاني ما يوجب القضاء والكفارة ج:۱ ص:۲۰۵، طبع رشيديه كوئٹه).

(۳) وفي الظهيرية رضيع مبطون يخاف موته من هذا الدواء وزعم الأطباء ان الظئر إذا شربت دواء كذا برئ الصغير وتحتاج الظئر إلى أن تشرب ذالك نهارًا في رمضان قيل لها ذالك إذا قال الأطباء الحذاق وكذالك الرجل إذا لدغته حيّة فأفطر بشرب الدواء قالوا إن كان ذالك ينفعه فلا بأس به. (البحر الرائق ج:۲ ص:۳۰۳، فصل في العوارض).

اگر آپ کی حالت ٹھیک تھی اور بے ضرورت روزہ توڑ دیا تھا تو آپ پر اس کا کفارہ بھی واجب ہے،[1] اور کفارے کے طور پر دو مہینے کے لگاتار روزے واجب ہیں، اگر ان کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ محتاجوں کو دو دفعہ کھانا کھلا دیا جائے۔[2]

جن روزوں کی آپ نے منت مانی تھی، اور اَب روزے رکھنے کی طاقت نہیں رہی، ان کا فدیہ ادا کردیجئے، ایک روزے کا فدیہ صدقۂ فطر کے برابر ہے، اسی طرح جو روزہ آپ نے توڑا تھا، اگر ابھی تک اس کو قضا نہیں کیا، اس کا بھی فدیہ ادا کردیجئے۔[3]

بلڈ پریشر اور شوگر کا مریض اگر روزے نہ رکھ سکے تو کیا کرے؟

سوال:... میری عمر اس وقت تقریباً ۷۲ سال سے زیادہ ہے، میں بلڈ پریشر اور شوگر کا مریض ہوں، لیکن رمضان کے روزے برابر رکھتا رہا۔ کبھی زیادہ تکلیف کی وجہ سے روزے قضا ہوجاتے تھے، اس کا فدیہ دیتا رہا۔ لیکن اب بالکل ہی کمزور ہوگیا ہوں، کیا میں قضا روزوں کا فدیہ دے سکتا ہوں؟

جواب:... بظاہر اتنی عمر میں روزے رکھنا مشکل ہے، اس لئے آپ حساب کرکے اپنی زندگی میں جتنے روزے رہ گئے ہیں، ان کا فدیہ ادا کردیں۔ اور نیت یہ رکھیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی تو اِن شاء اللہ یہ روزے رکھوں گا۔[4]

---

(۱) ومن جامع .... أو أكل أو شرب ما يتغذى به أو يُتداوىٰ به فعليه القضاء والكفارة لكمال الجناية بقضاء شهوة الفرج أو البطن مثل كفارة الظهار ...إلخ. (اللباب فى شرح الكتاب، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم ج:۱ ص:۱۵۷، طبع قديمى كتب خانه).

(۲) فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا، فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ...الآية. (المجادلة:۴).

(۳) إذا نذر أن يصوم كل خميس يأتى عليه فأفطر خميسًا واحدًا فعليه قضاؤه كذا فى المحيط، ولو أخر القضاء حتّى صار شيخًا فانيًا أو كان النذر بصيام الأبد فعجز لذٰلك أو باشتغاله بالمعيشة لكون صناعة شاقة فله أن يفطر ويطعم لكل يوم مسكينًا علىٰ ما تقدم ...إلخ. (الفتاوى الهندية، كتاب الصوم، الباب السادس في النذر ج:۱ ص:۲۰۹).

(۴) ويجوز الفطر لشيخ فان وعجوز فانية سمى فانيا لأنه قرب إلى الفناء أو فنيت قوته وعجز عن الأداء وتلزمها الفدية .... لكل يوم نصف صاع من بر أو قيمته بشرط دوام عجز الفانى والفانية إلى الموت. (مراقى الفلاح علىٰ هامش الطحطاوى، كتاب الصوم، فصل فيما يكره للصائم ص:۳۷۶).

روزہ توڑنے کا کفارہ

روزہ توڑنے والے کے متعلق کفارہ کے مسائل

سوال:... مولانا صاحب! یہ بتائیے کہ قضا روزے کے بدلے میں تو صرف ایک روزہ رکھنے کا حکم ہے، لیکن کفارہ کی صورت میں ساٹھ مسکینوں کو جو کھانا کھلانے کا حکم ہے اس کے بارے میں وضاحت کریں کہ ساٹھ مسکینوں کا اکٹھا کھانا کھلانے کا حکم ہے یا پھر ایک وقت کے کھانے کا حساب لگاکر اتنی ہی رقم ساٹھ مسکینوں میں تقسیم کی جائے یا پھر کھانا کھلانے کا ہی حکم ہے؟ مثلاً پانچ روپے فی کس فی کھانے کے حساب سے ساٹھ مسکینوں میں رقم تقسیم کی جائے؟

جواب:... کفارہ کے مسائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱:... جو شخص روزے رکھنے کی طاقت رکھتا ہو، اس کے لئے روزہ توڑنے کا کفارہ دو مہینے کے پے در پے روزے رکھنا ہے، اگر درمیان میں ایک روزہ بھی چھوٹ گیا تو دوبارہ نئے سرے سے شروع کرے۔ (۱)

۲:... اگر چاند کے مہینے کی پہلی تاریخ سے روزے شروع کئے تھے تو چاند کے حساب سے دو مہینے کے روزے رکھے، خواہ یہ مہینے ۲۹، ۲۹ کے ہوں یا ۳۰، ۳۰ کے، لیکن اگر درمیان مہینے سے شروع کئے تو ساٹھ دن پورے کرنے ضروری ہیں۔ (۲)

۳:... جو شخص روزے رکھنے پر قادر نہ ہو وہ ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلائے یا ہر مسکین کو صدقۂ فطر کی مقدار کا غلہ یا اس کی قیمت دے دے۔ (۳)

---

(۱) ومن جامع فی أحد السبیلین عامدًا فعلیه القضاء .... والکفارة .... ولو أکل أو شرب ما یتغذی به أو ما یتداویٰ به فعلیه القضاء والکفارة .... والکفارة مثل کفارة الظهار لما روینا ولحدیث الأعرابی رضی الله عنه وفی البنایة: (ثم قال والکفارة مثل کفارة الظهار) .... وهی عتق رقبة فإن لم یجد فصیام شهرین متتابعین، فإن لم یستطع فإطعام ستین مسکینًا لکل مسکین نصف صاع من بر أو صاع من تمر ... إلخ. (البنایة فی شرح الهدایة، کتاب الصوم ج:۴ ص:۳۰۰ تا ۳۰۸، طبع حقانیة). ککفارة المظاهر مرتبط بقوله وکفر ای مثلها فی الترتیب فیعتق أوّلًا فإن لم یجد صام شهرین متتابعین فإن لم یستطع أطعم ستین مسکینًا لحدیث الأعرابی المعروف فی الکتب الستّة فلو أفطر ولو لعذر إستأنف إلّا لعذر الحیض. (شامی ج:۲ ص:۴۱۲، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده).

(۲) إذا صام المظاهر شهرین بالأهلة أجزأه وإن کان کل شهر تسعة وعشرین یومًا، وإن صام بغیر الأهلة ثم أفطر لتمام تسعة وخمسین یومًا فعلیه الإستقبال. (عالمگیری ج:۱ ص:۵۱۲، الباب العاشر فی الکفارة).

(۳) وللشیخ الفانی .... ومثله .... المریض إذا تحقق الیأس من الصحة فعلیه الفدیة لکل یوم من المرض. (ج:۲ ص:۴۲۷). کل من یعجز عن الصوم فی الحال وییئس عنه فی الإستقبال أفطر وأطعم .... لکل یوم أفطر فیه مسکینا أی مصرفا من المصارف .... کالفطرة نصف صاع من بر. (جامع الرموز ج:۲ ص:۳۶۷).

۴:...اگر ایک رمضان کے روزے کئی دفعہ توڑے تو ایک ہی کفارہ لازم ہوگا، اور اگر الگ الگ رمضانوں کے روزے توڑے تو ہر روزے کے لئے مستقل کفارہ ادا کرنا ہوگا۔[1]

۵:...اگر میاں بیوی نے رمضان کے روزے کے درمیان صحبت کی تو دونوں پر الگ الگ کفارہ لازم ہوگا۔[2]

رمضان کا روزہ توڑنے پر کفارہ ہے، مسئلہ معلوم نہ ہونا کوئی عذر نہیں

سوال:...اگر ہمیں کسی مسئلے کا علم نہیں ہو، اور مسئلہ ہم خلافِ شرعی کردیں، پھر جب ہمیں اس مسئلے کے خلافِ شرعی ہونے کا علم ہوجائے تو کیا مجھے اس مسئلے (جب مجھے مسئلے کے خلافِ شرعی ہونے کا علم نہ تھا) کو خلافِ شرعی کرنے کا گناہ ہوگا یا نہیں؟ مثال کے طور پر میں نے رمضان کے فرض روزوں میں سے ایک روزہ جان بوجھ کر توڑ دیا اور مجھے صرف اتنا علم ہے کہ روزہ توڑنے کے بعد کسی اور دن یہ روزہ رکھ لوں گا، یا کہ جان بوجھ کر روزہ توڑنے سے قضا روزہ رکھنا ہوگا، تو وہ میں بعد میں رکھ لوں گا، البتہ مجھے یہ علم نہیں ہے کہ جان بوجھ کر روزہ توڑنے سے کفارہ ادا کرنا پڑتا ہے کہ جو کہ ۶۰ روزے رکھنا یا ۶۰ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے، اب جب مجھے جان بوجھ کر روزہ توڑنے کے بعد اس مسئلے کا علم ہوا ہو تو کیا کفارہ دینا پڑے گا یا صرف اللہ سے معافی مانگ لینا کافی ہے؟ اب مجھے اس مسئلے کا علم ہوگیا، لہٰذا اب میں کبھی جان بوجھ کر روزہ نہیں توڑوں گا۔

جواب:...رمضان مبارک کا روزہ جان بوجھ کر توڑ دینے پر کفارہ لازم ہے، اور وہ ہے ساٹھ دن کے لگاتار روزے رکھنا، اور جو شخص روزے رکھنے پر قادر نہ ہو، وہ ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلائے۔ اور کسی شخص کو مسئلہ کا علم نہ ہونا کوئی عذر نہیں،[3] اس لئے آپ کے ذمے ساٹھ روزے لگاتار رکھنا لازمی ہے خواہ سردیوں میں رکھ لیں۔[4]

قصداً رمضان کا روزہ توڑ دیا تو قضا اور کفارہ لازم ہیں

سوال:...مولانا صاحب! اگر کسی نے جان بوجھ کر روزہ توڑ دیا تو اس کا کفارہ کیا ہے؟ کفارہ کس طرح ادا کیا جائے، لگاتار روزے رکھنا ضروری ہیں؟

---

(۱) فإن أفطر فی رمضان مرارًا إن كان فی يوم واحد كفته كفارة واحدة بالإجماع وإن كان فی رمضانين لزمه لكل يوم كفارة بالإجماع وإن لم يكفر للأوّل فی الصحيح، وإن كان فی رمضان واحد فأفطر فی يوم ثم فی يوم آخر فإن كفر للأوّل لزمه كفارة للثانی بالإجماع وإن لم يكفر للأوّل كفته كفارة واحدة عندنا. (الجوهرة النيرة، كتاب الصوم ج:۱ ص:۱۴۵، وكذا فی ردالمحتار ج:۲ ص:۴۱۳، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده).

(۲) من جامع عمدًا فی أحد السبيلين فعليه القضاء والكفارة ولا يشترط الإنزال فی المحلين كذا فی الهداية وعلى المرأة مثل ما على الرجل إن كانت مطاوعة ...إلخ. (عالمگيری ج:۱ ص:۲۰۵، وكذا فی الجوهرة ج:۱ ص:۱۴۴).

(۳) ومن جامع عامدًا فی أحد السبيلين أو أكل أو شرب .... فعليه القضاء والكفارة لأن الجناية متكاملة لقضاء الشهوة .... والكفارة مثل كفارة الظهار. (الجوهرة النيرة، كتاب الصوم ج:۱ ص:۱۴۳، طبع بمبئی).

(۴) (والكفارة مثل كفارة الظهار) .... وهی عتق رقبة، فإن لم يجد فصيام شهرين متتابعين فإن لم يجد فإطعام ستين مسكينا، لكل مسكين نصف صاع من بر أو صاع من تمر ...إلخ. (البناية فی شرح الهداية ج:۴ ص:۳۰۸، كتاب الصوم، طبع حقانية).

جواب:... رمضان شریف کا روزہ توڑنے پر قضا بھی لازم ہے، اور کفارہ بھی۔ رمضان شریف کے روزے توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے، درمیان میں وقفہ کرنا دُرست نہیں، اگر کسی وجہ سے درمیان میں ایک دن کا روزہ بھی رہ گیا تو دوبارہ نئے سرے سے شروع کرے، یہاں تک کہ دو مہینے کے روزے بغیر وقفے کے پورے ہوجائیں۔ اور جو بیماری، کمزوری یا بڑھاپے کی وجہ سے روزے رکھنے پر قادر نہ ہو وہ ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلائے۔[1]

قصداً کھانے پینے سے قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے

سوال:... جو آدمی رمضان کے روزے کے دوران قصداً کچھ کھا پی لے، کیا اس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ اگر ٹوٹ جاتا ہے تو صرف قضا ہوگی یا کفارہ بھی؟

جواب:... اگر کسی نے رمضان شریف کا روزہ جان بوجھ کر توڑ دیا، مثلاً: قصداً کھانا کھالیا یا پانی پی لیا یا وظیفۂ زوجیت ادا کرلیا تو اس پر قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔[2]

سرمہ لگانے اور سر کو تیل لگانے والے نے سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا، پھر کچھ کھالیا تو قضا اور کفارہ دونوں ہوں گے

سوال:... میں روزے سے تھا، اور سر کو تیل لگالیا، کسی نے کہا کہ سر کو تیل لگانے سے روزہ ٹوٹ گیا، میں نے کھانا کھالیا، اب کیا میرے اُوپر صرف قضا ہے یا کفارہ بھی؟

جواب:... اگر روزے میں سرمہ لگایا یا سر میں تیل لگایا اور پھر یہ سمجھ کر کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا ہے، کچھ کھا پی لیا تو اس صورت میں قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔ اور اگر روزے میں تیل اور سرمہ لگایا اور کسی نے کہا کہ اس سے تیرا روزہ ٹوٹ گیا ہے، پھر اس نے جان بوجھ کر کھا پی لیا اور روزہ توڑ دیا تو اس پر صرف قضا ہوگی، کفارہ نہیں ہوگا۔[3]

دو روزے توڑنے والا شخص کتنا کفارہ دے گا؟

سوال:... مجھ پر دو روزے توڑنے کا کفارہ تھا، جس میں سے میں نے ایک روزے کا کفارہ ادا کردیا ہے، جو ساٹھ مسکینوں کا دو وقت کھانا یانی کس دو سیر اناج ہے، اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا دُوسرے روزے کا کفارہ بھی اسی طرح ادا کرنا ہوگا جبکہ میں نے یہ کفارہ

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۳، ۴ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) من جامع عمدًا فی أحد السبیلین فعلیه القضاء والکفارة .... إذا أکل متعمدًا ما یتغذی به أو یتداوی به یلزمه الکفارة ...إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۲۰۵)، وأیضًا ومن جامع عامدًا فی أحد السبیلین أو أکل أو شرب .... فعلیه القضاء والکفارة لأن الجنایة متکاملة لقضاء الشهوة ...إلخ. (الجوهرة النیرة ج:۱ ص:۱۴۳).

(۳) إذا اکتحل أو أدهن نفسه أو شاربه ثم أکل متعمدًا فعلیه الکفارة إلّا إذا کان جاهلًا فأفتی له بالفطر فلا تلزمه الکفارة هکذا فی فتاوی قاضیخان. (الفتاوی الهندیة ج:۱ ص:۲۰۶، وکذلک فی فتح القدیر مع الهدایة ج:۲ ص:۹۶).

تقریباً تیس سال بعد ادا کیا ہے، اور یہ اناج میں نے آٹے کی صورت میں تقسیم کیا ہے، اور اس کی تقسیم میں کافی دقت پیش آئی کیونکہ بھکاری اور مسکین میں امتیاز بہت مشکل ہوگیا تھا، کیا اناج کے بدلے اس کی قیمت ادا کرسکتے ہیں؟

جواب:... رمضان مبارک کا روزہ توڑ دینے پر جو کفارہ لازم ہے، وہ یہ ہے کہ دو مہینے کے پے در پے روزے رکھے، جو شخص روزے رکھنے کی طاقت رکھتا ہو اس کے لئے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دینا کافی نہیں۔[1] ہاں! جو شخص روزے رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ اگر دونوں روزے ایک ہی رمضان کے توڑے تھے تو دونوں کا کفارہ ادا ہوگیا، اور اگر الگ الگ دو رمضان کے تھے تو دُوسرے کا کفارہ الگ لازم ہے۔[2] مساکین کو تلاش کرنے کی خواہ مخواہ زحمت کی، کسی دینی مدرسہ میں اتنی رقم بھیج دیتے کہ طلبہ کو کھلا دیا جائے۔

روزہ دار نے اگر جماع کرلیا تو اس پر کفارہ لازم ہوگا

سوال:... ایک شخص کی شادی ہوئی اور رمضان آگیا، دن میں میاں بیوی کو تخلیہ نصیب ہوگیا، انہوں نے جماع کرلیا، اور اس طرح تقریباً چار دن جماع کیا، صورتِ مسئولہ میں قضا و کفارہ اکٹھے ہوں گے یا علیحدہ علیحدہ ہوسکتے ہیں؟ اب کیا کفارہ کی صورت میں ان کو ۴×۶۰ = ۲۴۰ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہوگا اور ایسے ہی روزے کی صورت میں ۲۴۰ روزے رکھنے ہوں گے؟

جواب الف:... قضا روزے تو جب چاہیں رکھیں،[3] مگر کفارہ کے روزے جب شروع کریں تو مسلسل ہوں، اگر درمیان میں وقفہ ہوگیا تو پھر نئے سرے سے شروع کریں، البتہ عورت کو حیض کی وجہ سے جو وقفہ کرنا پڑے وہ معاف ہے۔[4]

ب:... اگر پہلے روزے کا کفارہ نہیں دیا تھا تو سب کے لئے ایک ہی کفارہ کافی ہے، مگر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی اجازت اس صورت میں ہے کہ جبکہ آدمی روزے رکھنے پر قادر نہ ہو۔[5]

روزے کے دوران اگر میاں بیوی نے صحبت کرلی تو کفارہ دونوں پر لازم ہوگا

سوال:... آج سے تقریباً پندرہ سال پہلے ہم میاں بیوی روزے کی حالت میں تھے کہ شیطان سوار ہوگیا، اور ہم نے ہم بستری کرلی، مولانا! اللہ ہمارا گناہ بخشے، ایسا ایک مرتبہ نہیں تین مرتبہ ہوا، دو مرتبہ صبح ۹ بجے سے پہلے ہوا، ہم نے سحری کھاکر نیت کرلی

---

(۱) ولو قدر على الصوم يبطل حكم الفداء لأن شرط الخليفة إستمرار العجز. (فتح القدير ج:۲ ص:۸۳).

(۲) فإن أفطر في رمضان مراراً إن كان في يوم واحد كفته كفارة واحدة بالإجماع وإن كان في رمضانين لزمه لكل يوم كفارة بالإجماع وإن لم يكفر للأوّل في الصحيح. (الجوهرة النيرة ج:۱ ص:۱۴۵، شامي ج:۲ ص:۴۱۳).

(۳) ثم إذا كان مخيّرًا في قضاء رمضان فالمتابعة مستحقة مسارعة إلى إسقاطه عن ذمّته كذا في السّراج الوهّاج. (عالمگيري ج:۱ ص:۲۱۵، الباب السابع في الإعتكاف).

(۴) فإن لم يجد صام شهرين متتابعين فإن لم يستطع أطعم ستين مسكينًا لحديث الأعرابي المعروف في الكتب الستة فلو أفطر ولو لعذر إستأنف إلّا لعذر الحيض. (رد المحتار ج:۲ ص:۴۱۲، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده).

(۵) ایضاً حاشیہ نمبر۱، ۲ ملاحظہ فرمائیں۔

تھی، مگر ہم بستری سے پہلے یہ طے کیا کہ آج روزہ نہیں ہے، بلکہ میں نے اپنی بیوی سے یہاں تک کہا کہ اگر اس نیت کے باوجود روزہ ٹوٹنے کا گناہ ہوگا تو میں کفارہ دے دوں گا۔ اور ایک مرتبہ دوپہر کے وقت غالباً ایک بجے ایسا ہوا، وہ جوانی کے دن تھے اور ہمیں تنہائی میسر تھی۔ اب یہ خیال میرے اور میری بیوی کے لئے سوہانِ رُوح بنا ہوا ہے، میں یہ بھی واضح کردوں کہ ہم نے ابھی تک کفارہ نہیں دیا، اب میں گناہگار اور عاجز بندہ آپ سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ اس گناہ کا کفارہ کیا ہے؟ آیا یہ دونوں طرف سے ہوگا یا ایک فریق کی جانب سے؟ اور کتنا؟ اور اگر اس کا کفارہ جیسا میں نے پڑھا ہے مسکینوں وغیرہ کو کھلانا ہے تو مسکینوں کی عدم دستیابی کی صورت میں آیا اتنی رقم یا کھانا کسی یتیم خانے میں بھیجا جاسکتا ہے؟

جواب:...آپ دونوں پر ان روزوں کی قضا بھی لازم ہے اور جان بوجھ کر روزہ توڑنے کی بنا پر کفارہ بھی لازم ہے۔[1] اگر آپ دونوں روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں تو دونوں کے ذمہ ساٹھ دن کے پے درپے روزے رکھنا لازم ہے، اور اگر روزے رکھنے کی طاقت نہیں تو آپ دونوں ساٹھ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائیں۔[2] اگر مسکین میسر نہ ہوں تو کسی مدرسہ یا یتیم خانے میں رقم جمع کرادیں اور ان کو واضح کردیں کہ یہ کفارۂ صوم کی رقم ہے۔

جان بوجھ کر روزہ توڑنے والے پر کفارہ لازم ہوگا

سوال:...اگر جان بوجھ کر (بھوک یا پیاس کی وجہ سے) روزہ توڑا جائے تو اس کا کفارہ کس طرح ادا کیا جائے گا؟

جواب:...اگر کوئی شخص کمزور ہو اور بھوک پیاس کی وجہ سے زندگی کا خطرہ لاحق ہوجائے تو روزہ کھول دینا جائز ہے،[3] اور اگر ایسی حالت نہیں تھی اور روزہ توڑ دیا تو اس کے ذمہ قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں، کفارہ یہ ہے کہ دو مہینے کے روزے پے درپے رکھے، اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلائے۔[4]

بیماری کی وجہ سے کفارہ کے روزے درمیان سے رہ جائیں تو پورے دوبارہ رکھنے ہوں گے

سوال:...کسی کے ذمہ کفارے کے روزے ہوں، اس نے کفارے کے روزے شروع کئے، درمیان میں بیمار ہوگیا، اب

---

(۱) من جامع عمدًا فی أحد السبیلین فعلیه القضاء والکفارة .... وعلی المرأة مثل ما علی الرجل إن کانت مطاوعة ... إلخ۔ (عالمگیری ص:۲۰۵، النوع الثانی ما یوجب القضاء والکفارة)۔

(۲) وللشیخ الفانی .... ومثله .... المریض إذا تحقق الیأس من الصحة فعلیه الفدیة لکل یوم من المرض۔ (شامی ج:۲ ص:۴۲۷، فصل فی العوارض المبیحة)۔

(۳) أو مریض خاف الزیادة لمرضه وصحیح خاف المرض ... إلخ۔ وفی الشرح: فی القهستانی عن الخزانة ما نصه إن الحر الخادم .... وخاف الهلاک فله الإفطار کحرة أو أمة ... إلخ۔ (شامی ج:۲ ص:۴۲۲، طبع سعید)۔

(۴) ومن جامع عامدًا فی أحد السبیلین، أو أکل أو شرب .... فعلیه القضاء والکفارة لأن الجنایة متکاملة لقضاء الشهوة۔ (الجوهرة النیرة ج:۱ ص:۱۴۳)۔ وفی البنایة: (ثم قال والکفارة مثل کفارة الظهار) .... وهی عتق رقبة فإن لم یجد، فصیام شهرین متتابعین، فإن لم یستطع فإطعام ستین مسکینًا، لکل مسکین نصف صاع من بر أو صاع من تمر ... إلخ۔ (البنایة فی شرح الهدایة، کتاب الصوم ج:۳ ص:۳۰۰ تا ۳۰۸ طبع حقانیه)۔

پوچھنا یہ ہے کہ کیا پھر سے دو مہینے کے روزے پورے کرنا ہوں گے؟

جواب:... اگر بیماری کی وجہ سے کفارے کے کچھ روزے درمیان میں رہ گئے تو تندرست ہونے کے بعد نئے سرے سے دو مہینے کے روزے پورے کرے، اسی طرح عورت کے نفاس کی وجہ سے کفارے کے کچھ روزے درمیان میں رہ گئے ہوں تو وہ بھی نئے سرے سے ساٹھ روزے پورے کرے۔[1]

عورت روزے کا کفارہ مسلسل روزے کس طرح رکھے؟

سوال:... میں نے ایک روزہ رکھ کر توڑ دیا تھا، جس کا کفارہ مجھ پر مسلسل ساٹھ روزے رکھنا ہے، آپ سے معلوم کرنا ہے کہ میں یہ روزے کس طرح رکھوں؟ کیونکہ بیچ میں روزے ٹوٹنے کا خدشہ ہے؟

جواب:... اگر روزہ رمضان کا توڑا تھا تو ساٹھ روزے مسلسل رکھنا ضروری ہیں، اگر درمیان میں ایک بھی ناغہ ہوگیا تو دوبارہ نئے سرے سے شروع کریں، یہاں تک کہ ساٹھ روزے پورے ہوجائیں، اور ایک روزہ قضا کا بھی رکھیں۔ (ایام درمیان میں آجائیں تو مجبوری ہے) یہ مسئلہ تو رمضان کا روزہ توڑنے کا ہے۔[2] اور اگر عام روزوں میں سے کسی روزے کو توڑ دیا ہو تو ایک روزہ رکھ لینا کافی ہے۔[3]

---

(۱) فإن لم یجد صام شهرین متتابعین .... فلو أفطر ولو لعذر إستأنف إلّا لعذر الحیض ...إلخ۔ (شامی ج:۲ ص:۴۱۲، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده)

(۲) وکفر أی مثلها فی الترتیب فیعتق أوّلًا فإن لم یجد صام شهرین متتابعین فإن لم یستطع أطعم ستین مسکینًا لحدیث الأعرابی المعروف فی الکتب الستة فلو أفطر ولو لعذر إستأنف إلّا لعذر الحیض۔ (شامی ج:۲ ص:۴۱۲، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده)۔

(۳) أو أفسد صوم غیر أداء رمضان بجماع أو غیره لعدم هتک حرمة الشهر ...إلخ۔ (مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی ص:۳۷۰، کتاب الصوم، طبع میر محمد کتب خانه)۔

نفل، نذر اور منّت کے روزے

نفل روزے کی نیت رات سے کی لیکن عذر کی وجہ سے نہ رکھ سکا تو کوئی حرج نہیں

سوال:... نفلی روزے کے لئے اگر رات کو نیت کرلی کہ میں کل روزہ رکھوں گا، لیکن سحری کے لئے آنکھ نہیں کھل سکی یا آنکھ تو کھلی لیکن طبیعت خراب ہوگئی، تو وہ روزہ بعد میں رکھنا پڑے گا یا نہیں؟ مطلب یہ ہے کہ اگر چھوڑ دیں تو کوئی حرج تو نہیں ہے؟

جواب:... اگر رات کو یہ نیت کرکے سویا کہ صبح نفلی روزہ رکھنا ہے تو صبحِ صادق سے پہلے اس کو نیت تبدیل کرنے کا اختیار ہے، پس اگر صبحِ صادق سے پہلے آنکھ کھل گئی اور روزہ نہ رکھنے کا ارادہ کرلیا تو اس کے ذمہ کچھ نہیں،[1] لیکن اگر رات کو روزے کی نیت کرکے سویا، پھر صبحِ صادق کے بعد آنکھ کھلی تو اب اس کا روزہ شروع ہوگیا،[2] اگر اس کو توڑ دے گا تو قضا لازم آئے گی۔[3]

منّت کے روزے کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟

سوال:... منّت کے مانے ہوئے روزے اگر نہ رکھیں تو کوئی حرج تو نہیں ہے؟ یا جب وہ کام ہوجائے تو روزہ رکھنا چاہئے؟ یا جب بھی رکھیں؟

جواب:... منّت کے روزے واجب ہوتے ہیں، ان کا ادا کرنا لازم ہے،[4] اور ان کو ادا نہ کرنا گناہ ہے، اگر معین دنوں کے روزوں کی منّت مانی تھی تب تو ان معین دنوں کے روزے رکھنا واجب ہے، تأخیر کرنے پر گناہگار ہوگا، اس کو تأخیر پر استغفار کرنا چاہئے، مگر تأخیر کرنے سے وہ روزے معاف نہیں ہوں گے بلکہ اتنے روزے دُوسرے دنوں میں رکھنا واجب ہے۔ اور اگر دن معین

---

(۱) ولو نوى من الليل ثم رجع عن نيته قبل طلوع الفجر صح رجوعه في الصيامات كلها كذا في السراج الوهاج. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۹۵، كتاب الصوم، الباب الأوّل في تعريفه).

(۲) ولو قال نويت أن أصوم غدًا إن شاء الله تعالى صحت نيته هو الصحيح كذا في الظهيرية. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۹۵). ولا تبطل بالمشيئة بل بالرجوع عنها بأن يعزم ليلًا على الفطر ونية الصائم الفطر لغو. (الدر المختار مع الرد ج:۲ ص:۳۸۰، كتاب الصوم).

(۳) أو أفسد غير صوم رمضان .... قضى .... فقط ... إلخ. (الدر المختار مع الرد ج:۲ ص:۴۰۴).

(۴) وواجب وهو نوعان: معين كالنذر المعين وغير معين كالنذر المطلق ... إلخ. (الدر المختار مع الرد ج:۲ ص:۳۷۳، كتاب الصوم).

نہیں کئے تھے، مطلقاً یوں کہا تھا کہ اتنے دن کے روزے رکھوں گا، تو جب بھی ادا کرلے ادا ہوجائیں گے، لیکن جتنی جلد ادا کرلے بہتر ہے۔[1]

نفل روزہ توڑنے سے صرف قضا واجب ہوگی کفارہ نہیں

سوال:... اگر کسی نے نفل روزہ توڑ دیا تو کیا کفارہ بھی لازم ہوگا؟

جواب:... کفارہ صرف رمضان شریف کا ادائی روزہ توڑنے پر واجب ہوتا ہے، کوئی اور روزہ توڑ دیا تو صرف قضا واجب ہوگی، کفارہ لازم نہیں۔[2]

اگر کوئی منّت کے روزے نہیں رکھ سکتا تو کیا کرے؟

سوال:... اگر کسی نے منّت کے روزے مانے ہوں کہ فلاں کام ہوجائے تو روزے رکھوں گا، پھر وہ کام ہوجائے، مگر وہ ضعیف العمری کے سبب یا شدید گرمی کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکے تو کیا اس کے عوض مسکینوں کو کھانا کھلایا جاسکتا ہے؟

جواب:... اگر گرمی کی وجہ سے نہیں رکھ سکتا تو سردیوں میں رکھ لے، اس کے لئے تو روزے رکھنا ہی لازم ہے،[3] اور بڑھاپا اگر ایسا ہے کہ سردیوں میں بھی روزے نہیں رکھ سکتا، تو ہر روزے کے بدلے کسی محتاج کو صدقۂ فطر کی مقدار غلہ یا اس کی قیمت دے دے۔[4]

کیا مجبوری کی وجہ سے منّت کے روزے چھوڑ سکتے ہیں؟

سوال:... میں نے کسی کام کے لئے منّت مانی تھی کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو میں چھ روزے رکھوں گی، اب میں وہ روزے نہیں رکھ سکتی، کیونکہ میں ایک ملازمت پیشہ لڑکی ہوں اور بہت محنت کا کام کرتی ہوں، لہٰذا آپ مجھے بتائیں کہ اس کا کفارہ کیا ہوگا؟

جواب:... اگر آدمی بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے لاچار ہوجائے اور روزہ رکھنے کی طاقت نہ رہے، تب روزے کا فدیہ

---

(۱) وفي الشرح: قوله متتابعًا أفاد لزوم التتابع إن صرّح به وكذا إذا نواه اما إذا لم يذكره ولم ينوه إن شاء تابع وإن شاء فرّق وهٰذا في المطلق أما صوم شهر بعينه أو أيام بعينها فيلزمه التتابع. (شامي ج:۲ ص:۴۳۵، فصل في العوارض المبيحة).

(۲) أو أفسد غير صوم رمضان .... قضى فقط. (الدر المختار ج:۲ ص:۴۰۴). وأيضًا: أو أفسد صوم غير أداء رمضان بجماع أو غيره لعدم هتك حرمة الشهر. (مراقي الفلاح على هامش الطحطاوي ص:۳۷۰، كتاب الصوم).

(۳) إذا نذر شيئًا من القربات لزمه الوفاء به لقوله تعالىٰ: وليوفوا نذورهم، وقوله صلى الله عليه وسلم: من نذر أن يطيع الله فليطعه ...إلخ. (مراقي الفلاح على هامش الطحطاوي، باب ما يلزم الوفاء به ص:۳۷۸). ولو لم يقدر لشدة الزمان كالحر فله أن يفطر وينتظر الشتاء فيقضي كذا في فتح القدير. (فتاوىٰ هندية، الباب السادس في النذر ج:۱ ص:۲۰۹).

(۴) ولو أخر القضاء حتّى صار شيخًا فانيًا أو كان النذر بصيام الأبد فعجز لذٰلك أو باشتغاله بالمعيشة لكون صاعته شاقة فله أن يفطر ويطعم لكل يوم مسكينًا على ما تقدم ...إلخ. (الفتاوى العالمگيرية، الباب السادس في النذر ج:۱ ص:۲۰۹، وكذا في الحاشية للطحطاوي على الدر المختار ج:۱ ص:۴۶۵، كتاب الصوم، طبع مكتبه رشيديه كوئٹه).

دے سکتا ہے، آپ کو خدانخواستہ ایسی کوئی لاچاری نہیں، اس لئے آپ کے ذمہ چھ روزے رکھنے ہی واجب ہیں، اتنے دنوں کی چھٹی لے لیجئے، آپ کے لئے فدیہ ادا کردینا کافی نہیں۔[1]

منّت کے روزے دُوسروں سے رکھوانا دُرست نہیں

سوال:... ایک شخص نے منّت مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہوا تو میں پندرہ روزے رکھوں گا، جب وہ کام ہوگیا تو وہ شخص روزوں کو اہلِ خانہ پر تقسیم کرتا ہے، جبکہ منّت کے شروع میں کسی فرد سے بھی اس کا ذکر نہیں کیا کہ اگر کام ہوا تو سب اہلِ خانہ روزے رکھیں گے، آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ بتائیں کہ وہ یہ روزے دُوسروں سے رکھواسکتا ہے یا صرف اسی کو رکھنے پڑیں گے؟ جبکہ دُوسرے بھی رکھنے کو تیار ہیں۔

جواب:... اسے یہ روزے خود رکھنے ہوں گے،[2] دُوسروں سے نہیں رکھواسکتا، کیونکہ نماز، روزہ خالص بدنی عبادات ہیں، اور جو وظیفہ کسی بدن کے لئے تجویز کیا جائے اس کا نفع خاص اسی کے کرنے سے ہوگا، دُوسرے کے کرنے سے وہ مخصوص نفع اس بدن کو حاصل نہیں ہوگا۔ اس لئے خالص بدنی عبادات (مثلاً: نماز اور روزہ) میں نیابت جائز نہیں، یعنی ایک کی جگہ دُوسرا آدمی ان کو ادا نہیں کرسکتا۔[3] ہاں! جب کوئی آدمی ان بدنی عبادات سے عاجز ہوجائے تو ان کے بدل کے طور پر شریعت نے فدیہ تجویز فرمایا، یعنی ہر نماز اور ہر روزے کے بدلے صدقۂ فطر کی مقدار کسی محتاج کو غلہ دے دیا جائے، (واضح رہے کہ نماز سے عاجز ہونا صرف موت کی صورت میں ہوسکتا ہے، اور روزے سے عاجز ہونا بڑھاپے کی وجہ سے بھی ہوسکتا ہے، اور کسی ایسی بیماری کی وجہ سے بھی جس سے شفا کی اُمید نہ رہے)۔[4]

روزہ رکھنے کی منّت مان کر پوری نہ کی تو گناہگار ہوگی

سوال:... میری ایک بہن ہے، جس کی شادی کو بہت عرصہ گزرنے سے بھی اس کو کوئی بھی اولاد نہیں ہوئی تھی، اس لئے اس نے منّت مانی تھی کہ میں ٹھیک بھی ہوجاؤں اور مجھے اولاد بھی ہو، تو میں ہر جمعہ مبارک کا روزہ رکھوں گی۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے وہ ٹھیک بھی ہوگئی اور اس کو اولاد بھی ہوگئی ہے۔ اب میری بہن کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں، گھر میں کام کاج بہت ہونے کی وجہ سے

---

(۱) ص:٦٠٨ کا حاشیہ نمبر۱، ۲ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) إذا نذر شیئًا من القربات لزمه الوفاء به لقوله تعالٰی: ولیوفوا نذورهم، ولقوله صلی الله علیه وسلم: من نذر أن یطیع الله فلیطعه. (مراقی الفلاح، باب ما یلزمه الوفاء به ص:٣٧٨).

(۳) وإن صام أو صلّی عنه الولی لا، لحدیث النسائی لا یصوم أحد عن أحد ولا یصلّی أحد عن أحد ولٰکن یطعم عنه ولیه. (الدر المختار مع الرد ج:۲ ص:٤٢٥، فصل فی العوارض المبیحة).

(۴) وللشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر ویفدی وجوبًا، (قوله وللشیخ الفانی) وهو الذی کل یوم فی نقص إلٰی أن یموت .... وإنما ابیح له الفطر لأجل الحرج وعذره لیس بعرض الزوال حتّٰی یصار إلی القضاء فوجبت الفدیة لکل یوم نصف صاع من بر .... کصدقة الفطر، بحر، وأفاد القهستانی عن الکرمانی أن المریض إذا تحقق الیأس من الصحة فعلیه الفدیة لکل یوم من المرض. (حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار ج:۱ ص:٤٦٥، طبع رشیدیه کوئٹه).

جمعہ کا روزہ بھی نہیں رکھ سکتی، اس لئے آپ سے گزارش ہے کہ اس مانی ہوئی منّت کا کوئی آسان کفارہ بتادیں تو میری بہن ادا کرکے اس گناہ سے بچ سکے۔ میری بہن کی مالی حالت بھی کمزور ہے۔

جواب:... ایسی منّت آدمی کو مانی ہی نہیں چاہئے جس کو بعد میں نبھا نہ سکے۔ گھر کا کام کاج تو عذر نہیں جس کی وجہ سے روزہ نہ رکھا جائے۔ اس لئے اس کے ذمے روزے رکھنا لازم ہے، البتہ اگر ایسی کمزور ہوجائے کہ روزہ رکھنے کی طاقت نہ رہے تو جس طرح معذور آدمی رمضان کے روزے کا فدیہ دیا کرتا ہے، وہ بھی فدیہ دے دیا کرے، اگر طاقت کے باوجود اس نے جمعہ کے روزے نہیں رکھے تو ان کی قضا اس کے ذمے واجب ہے، اور نہ رکھنے کی وجہ سے جو گناہ ہوا، اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی بھی مانگے۔[1]

جمعہ کے دن کو روزے کے لئے مخصوص کرنا

سوال:... ایک صاحب نے ہمارے بھائی صاحب کو بتایا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کو نفلی روزہ نہیں رکھتے تھے اور منع فرماتے ہیں، میں نے بحث کیا کہ عاشورا یا پندرہویں شعبان یا اَیامِ بیض قمری مہینے کی ١٣، ١٤ اور ١٥ تاریخ کو یا عرفہ کے روزہ رکھتے ہیں تو کیا جمعہ آجائے تو روزہ نہیں رکھنا چاہئے؟

جواب:... یہ صحیح ہے کہ جمعہ کے دن کو روزے کے لئے مخصوص کرنے کی ممانعت آئی ہے۔[2] اس لئے فقہاء نے روزے کے لئے جمعہ کے دن کو مخصوص کرنا مکروہ لکھا ہے۔ تاہم اگر کسی کے لئے دُوسرے دنوں میں مشغولی کی وجہ سے روزہ رکھنا مشکل ہو تو شش عید کے روزے جمعہ کو بھی رکھ سکتا ہے۔

کیا جمعۃ المبارک کا روزہ صرف رمضان میں رکھنا جائز ہے؟

سوال:... بعض لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ جمعۃ المبارک میں روزے صرف رمضان میں رکھنا جائز ہے، اور عام حالات میں جمعۃ المبارک میں نفل روزہ رکھنا جائز نہیں ہے، کیونکہ جمعۃ المبارک عید کا دِن ہے، اور عید کے دن روزہ رکھنا حرام ہے، یہ بات دُرست ہے یا غلط؟

---

(١) إذا نذر أن يصوم كل خميس يأتي عليه فأفطر خميسًا واحدًا فعليه قضاؤه كذا في المحيط ولو أخر القضاء حتّى صار شيخًا فانيًا أو كان النذر بصيام الأبد فعجز لذٰلك أو باشتغاله بالمعيشة لكون صناعته شاقة فله أن يفطر ويطعم لكل يوم مسكينًا. (عالمگيری ج:١ ص:٢٠٩)، ومتى قدر قضى لأن استمرار العجز شرط الخلفية (قوله ومتى قدر) أي الفاني ومن في حكمه على الصوم (قوله لأن استمرار العجز) اي إلى الموت ...إلخ. (حاشية الطحطاوي على الدر المختار ج:١ ص:٤٦٥، طبع رشيديه كوئٹه).

(٢) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لَا يصم أحدكم يوم الجمعة إلّا أن يصوم قبله بيوم أو بعده. (سنن أبي داؤد ج:١ ص:٣٢٩)، عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لَا تختصوا ليلة الجمعة بقيام من بين الليالي ولَا تختصوا يوم الجمعة بصيام من بين الأيام إلّا أن يكون في صوم يصومه أحدكم. رواه مسلم. (مشكوٰة ص:١٧٩).

جواب:... جمعہ کا روزہ بلا کراہت جائز ہے۔[1] جمعہ کے دن کے عید کے دن ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اس پر عید کے تمام اَحکام بھی لاگو ہوگئے۔

کیا اکیلے جمعہ کے دن کا روزہ رکھنا دُرست ہے؟

سوال:... میرا ایک دوست جو مذہب میں خاصی معلومات رکھتا ہے، اس نے ایک مسئلے کے بارے میں بتایا تھا کہ اگر جمعہ کے دن ہم نفل روزہ رکھنا چاہیں تو ساتھ میں ایک دن آگے یا پھر پیچھے یعنی جمعرات یا ہفتہ کو رکھنا ضروری ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟

جواب:... حدیث میں جمعہ کے دن کو روزہ کے لئے مخصوص کرنے کی ممانعت آئی ہے،[2] اس لئے صرف جمعہ کا روزہ نہیں رکھنا چاہئے، البتہ اگر رکھ لے تو آگے پیچھے دن ملانا ضروری نہیں ہے۔

خاص کرکے جمعہ کو روزہ رکھنا موجبِ فضیلت نہیں

سوال:... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اکیلا جمعہ کا روزہ منع فرمایا، مگر مجھے دُوسرے دنوں میں فرصت ہی نہیں ملتی، کیونکہ دُوسرے دنوں میں اللہ کے کام کے لئے جانا ہوتا ہے تو روزہ سے کمزوری ہوتی ہے، تو میں جمعہ کا اکیلا روزہ رکھ سکتی ہوں؟

جواب:... جمعہ کا تنہا روزہ مکروہ ہے، لیکن اگر آپ کو دُوسرے دن رکھنے کی گنجائش نہیں تو کوئی حرج نہیں، روزہ رکھ لیا کریں۔ مگر خاص اس دن روزہ رکھنے کو موجبِ فضیلت نہ سمجھا جائے۔[3]

کیا جمعۃ الوداع کے روزے کا دُوسرے روزوں سے زیادہ ثواب ملتا ہے؟

سوال:... رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو روزہ رکھنے کا زیادہ ثواب ہوتا ہے یا باقی دنوں کے روزوں کی طرح ثواب ملتا ہے؟ کیونکہ اس دن روزہ رکھنے کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے، اس دن خصوصیت کے ساتھ بچوں کو بھی روزہ رکھوایا جاتا ہے، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب:... رمضان المبارک کے آخری جمعہ کے روزے کی کوئی خصوصی فضیلت مجھے معلوم نہیں، شاید اس میں یہ غلط نظریہ کارفرما ہے کہ آخری جمعہ کا روزہ ساری عمر کے روزوں کے قائم مقام ہوجاتا ہے، مگر یہ محض جاہلانہ تصوّر ہے۔[4]

---

(۱) وصوم يوم الجمعة بإنفراده مستحب عند العامة كالإثنين والخميس. (البحر الرائق ج:۲ ص:۲۷۸).

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لَا يصوم أحدكم يوم الجمعة إلّا ان يصوم قبله أو يصوم بعده. (ترمذى ج:۱ ص:۹۳، طبع دهلى). ومنها: تخصيص ليلة الجمعة دون غيرها وقد ورد النهى عن تخصيص يوم الجمعة بصيام وليلة بقيام. (حلبى كبير ص:۴۳۳، تتمات من النوافل).

(۳) ايضاً، نيز وأيضًا وفى الخانية ولَا بأس بصوم يوم الجمعة عند أبى حنيفة ومحمد لما روى عن ابن عباس أنه كان يصومه ولَا يفطره. وظاهر الإستشهاد بالأثر أن المراد بلا بأس الإستحباب ... إلخ. (شامى ج:۲ ص:۳۷۵).

(۴) ولَا ينبغى ان يتكلف لِالتزام ما لم يكن فى الصدر الأوّل، كل هذا التكليف لِاقامة أمر مكروه. (غنية المتملى شرح منية المصلى ص:۴۳۳، طبع سهيل اكيڈمى لاهور). وهو .... فرض وهو نوعان: معين كصوم رمضان أداء وغير معين كصومه قضاء. (الدر المختار مع الرد ج:۲ ص:۳۸۳، طبع ايچ ايم سعيد).

کیا جمعۃ الوداع کا روزہ رکھنے سے پچھلے روزے معاف ہوجاتے ہیں؟

سوال:... بعض لوگ کہتے ہیں کہ جمعۃ الوداع کا روزہ رکھنے سے پہلے تمام روزے معاف ہوجاتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:... بالکل غلط اور جھوٹ ہے! پورے رمضان کے روزے رکھنے سے بھی پچھلے روزے معاف نہیں ہوتے، بلکہ ان کی قضا واجب ہے۔[1] شیطان نے اس قسم کے خیالات لوگوں کے دِلوں میں اس لئے پیدا کئے ہیں تاکہ وہ فرائض بجالانے میں کوتاہی کریں، ان لوگوں کو اتنا تو سوچنا چاہئے کہ اگر صرف جمعۃ الوداع کا ایک روزہ رکھ لینے سے ساری عمر کے روزے معاف ہوتے جائیں، تو ہر سال رمضان کے روزوں کی فرضیت تو... نعوذ باللہ... ایک فضول بات ہوئی۔

جمعۃ الوداع کے روزے کا حکم بھی دُوسرے روزوں کی طرح ہے

سوال:... اگر کوئی شخص جمعۃ الوداع کا روزہ رکھے اور بہت سخت بیمار ہوجائے اور اس کے لئے روزہ توڑ دینا ضروری ہو تو وہ کیا کرے؟ کیا روزہ توڑ دے؟ اور اگر روزہ توڑ دے تو اس کے کفارہ کے لئے کیا کرنا ہوگا؟ اور اگر کوئی شخص صرف گرمی کی وجہ سے جان بوجھ کر روزہ توڑ دے تو اس کا کفارہ دُوسرے روزوں سے زیادہ ہوگا یا ان کے برابر؟ صحیح صورتِ حال سے آگاہ کیجئے۔

جواب:... اس حالت میں جبکہ روزہ توڑنا ضروری ہوجائے تو روزہ افطار کرلے اور بعد میں اس کی قضا کرے، اور اس کا کوئی کفارہ نہیں ہے، صرف قضا واجب ہوگی۔[2]

اگر کوئی شخص جان بوجھ کر رمضان مبارک کا روزہ توڑ دے تو اس پر قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔[3] کفارہ یہ ہے کہ لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے۔[4] جمعۃ الوداع کے روزے کا حکم وہی ہے جو دُوسرے دنوں کے روزے کا ہے۔

رجب، شعبان، رمضان کے روزے رکھنے کا عہد کرنا

سوال:... رجب، شعبان اور رمضان تین مہینے کے روزے رکھ رہی ہوں، تو مجھے کسی سے معلوم ہوا کہ یہ روزے حرام ہیں، مگر روزے رکھ تو رہی ہوں لیکن دِل میں خوف ہے، اور عہد کیا تھا کہ تین مہینے رکھوں گی، اور سنا ہے کہ ہمارے پیارے نبی بھی تین مہینے

---

(۱) المریض إذا خاف علی نفسه التلف أو ذهاب عضو یفطر بالإجماع وإن خاف زیادة العلة وامتداده فکذٰلک عندنا وعلیه القضاء إذا أفطر کذا فی المحیط۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۲۰۷، الباب الثانی فی الأعذار التی تبیح الإفطار)۔

(۲) وفی الظهیریة رضیع مبطون یخاف موته من هٰذا الدواء وزعم الأطباء ان الظئر إذا شربت دواء کذا برئ الصغیر وتماثل وتحتاج الظئر إلٰی أن تشرب ذالک نهارًا فی رمضان قیل لها ذالک إذا قال الأطباء الحذاق وکذالک الرجل إذا لدغته حیّة فأفطر بشرب الدواء قالوا إن کان ذالک ینفعه فلا بأس به۔ (البحر الرائق ج:۲ ص:۳۰۳، فصل فی العوارض)۔

(۳) ومن جامع عامدًا فی أحد السبیلین أو أکل أو شرب .... فعلیه القضاء والکفارة لأن الجنایة متکاملة ...إلخ۔ (الجوهرة النیرة ج:۱ ص:۱۴۳، کتاب الصوم، طبع بمبئی)۔

(۴) (والکفارة مثل کفارة الظهار) .... وهی عتق رقبة، فإن لم یجد فصیام شهرین متتابعین، فإن لم یجد فإطعام ستین مسکینا، لکل مسکین نصف صاع من بر أو صاع من تمر ...إلخ۔ (البنایة فی شرح الهدایة ج:۴ ص:۳۰۸، طبع حقانیة)۔

کے روزے رکھتے تھے، اللہ نے مجھے اتنی قوت دی ہے کہ میں تین مہینے کے روزے رکھ سکتی ہوں، روزے رکھنے کی خاص وجہ ایک تو یہ ہے کہ مجھے ہر حالت میں تہجد کی عادت ڈالنی ہے، اگر میں تین مہینے کے روزے رکھوں گی تو نمازِ تہجد کی عادت بھی ہوجائے گی، اور اس طرح پھر ہمیشہ تہجد کی نماز کے لئے آنکھ کھل جائے گی، اگر یہ روزے رکھ سکتے ہیں تو کتنے گھنٹے پہلے روزہ بند کردینا چاہئے؟ ہم ویسے آدھے گھنٹے پہلے بند کردیتے ہیں۔

جواب:... اگر آپ نے رجب، شعبان کے روزوں کی نذر مان لی ہے (جیسا کہ آپ کے الفاظ "عہد کیا تھا" سے معلوم ہوتا ہے) تو آپ کے ذمے ان دو مہینے کے لگاتار روزے رکھنا واجب ہے۔[1] رجب اور شعبان کے روزوں کی فضیلت میں کوئی صحیح حدیث وارِد نہیں ہوئی۔[2] شعبان کی پندرھویں تاریخ کے روزے کی فضیلت آئی ہے،[3] مگر وہ روایت بھی کمزور ہے۔ اور جس مضمون کا آپ نے حوالہ دیا ہے، اس میں درج شدہ اکثر رِوایات موضوع یا نہایت ضعیف ہیں۔ رجب اور شعبان کے روزوں سے خصوصی فضیلت کا اعتقاد نہ رکھا جائے تو روزہ رکھنے کی اِجازت ہے۔ البتہ ایک حدیث میں ہے کہ نصف شعبان کے بعد روزہ نہ رکھا جائے۔[4] (مشکوۃ) اس حدیث کی بنا پر بعض اہلِ علم نے نصف شعبان کے بعد روزے کو مطلقاً ممنوع قرار دِیا ہے، اور بعض نے اس ممانعت کو شفقت پر محمول فرمایا ہے، تاکہ رمضان مبارک کے لئے قوت بحال رہے۔[5]

رجب وشعبان کے روزوں کی شرعی حیثیت

سوال:... میں آپ کے کالم "آپ کے مسائل" ہر جمعہ کو مطالعہ کرتا ہوں، جمعہ یعنی ۸ رفروری کو ایک مسئلہ آیا تھا "روزے کی فضیلت" یہ اس طرح سے شروع کیا گیا: "رجب، شعبان اور رمضان تین مہینے کے روزے رکھ رہی ہوں تو کسی سے معلوم ہوا کہ یہ روزے حرام ہیں" نہ تو آپ نے یہ وضاحت کی ہے کہ محترمہ نے رمضان المبارک کو بھی ساتھ ہی لکھ کر غلطی کی ہے، کیونکہ حرام کا لفظ تو بہت بڑا گناہ ہے، اس مہینے کے لئے جس کی اس کی فضیلت اور زینت تو ہے ہی روزے۔ بہرحال ہوسکتا ہے غلطی سے ایسا تحریر ہوگیا ہو، میرا اصل مسئلہ اور ہے، آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ رجب اور شعبان کے روزے میں کوئی حدیث وارِد نہیں ہے، اور ان کی خصوصی

---

(۱) إذا قال لله عليّ صوم شهر لزمه ثلاثون يومًا وتعيين الشهر إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۲۰۹، الباب السادس في النذر).

(۲) تفصیل کے لئے دیکھئے: اللآلئ المصنوعة في الأحاديث الموضوعة. ج:۲ ص:۱۱۴ تا ۱۱۷ طبع دار الفكر بيروت.
أيضًا: تنزيه الشريعة المرفوعة ج:۲ ص:۱۵۱ طبع دار الكتب العلمية بيروت.

(۳) عن علي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن كانت ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا يومها ... إلخ. (مشكوة ص:۱۱۵، ابن ماجة ص:۱۰۰، باب ما جاء في صلوة التسبيح، طبع مير محمد كتب خانه).

(۴،۵) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا انتصف شعبان فلا تصوموا. (مشكوة ج:۱ ص:۱۷۴)، وفي المرقاة شرح المشكوة: (فلا تصوموا) أي بلا انضمام شيء من النصف الأوّل .... وفي رواية: فلا يصام .... والنهي للتنزيه رحمة على الأمّة ان يضعفوا عن حق القيام بصيام رمضان على وجه النشاط ... إلخ.
(مرقاة شرح مشكوة ج:۲ ص:۵۰۵، طبع بمبئي).

فضیلت کا اِعتقاد نہ رکھا جائے تو روزے رکھنے کی اجازت ہے۔ ۱۸؍جنوری جمعہ کے جنگ میں آپ کے کالم کے ساتھ جناب اقبال احمد اختری قادری صاحب کا بھی مضمون تھا، جس میں انہوں نے مختلف احادیث کے حوالے سے رجب المرجب کی فضیلت بیان کی، خاص طور پر روزے رکھنے کی، آپ وضاحت سے جواب تحریر فرمائیں کہ ہمارے جیسے لوگ جو صرف علماء کے مضامین پڑھ کر اِستفادہ حاصل کرتے ہیں، آپ لوگوں کے مختلف جوابات سے ذہنی اُلجھن کا شکار ہوں گے، میں روزے رکھ رہا تھا ترک کردیئے ہیں، آپ اگلے جمعے کو جواب تحریر فرمائیں کہ کیا ٹھیک ہے اور کیا غلط ہے؟

جواب:...رمضان مبارک کے روزے تو ہر مسلمان جانتا ہے کہ فرض ہیں، سائلہ کا مقصد رمضان سے پہلے رجب اور شعبان کے روزوں کے بارے میں پوچھنا تھا۔

۲:...آپ نے جو سوال اُٹھایا ہے، اگر آپ نے غور سے پڑھا ہوتا تو اس کا جواب میرے ذِکر کردہ مسئلے میں پہلے سے آچکا ہے، چنانچہ میں نے لکھا تھا:

''جس مضمون کا آپ نے حوالہ دیا ہے، اس میں درج شدہ اکثر رِوایات نہایت ضعیف ہیں۔'' یہ فقرہ راقم الحروف نے ان روایات کی مفصل جانچ پڑتال کے بعد لکھا تھا۔ آپ کی یہ بات بہت صحیح ہے کہ اہلِ علم کے مختلف جوابات پڑھ کر ذہنی اُلجھن ہوتی ہے، اس اُلجھن کا حل یہ ہے کہ آپ کو جس عالم کی تحقیق پر اِعتماد ہو، اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ فضائل کے باب میں لوگوں نے ترغیب وترہیب کی غرض سے بہت سی روایات وضع کی ہیں، ان میں سے بہت سی چیزیں بعض بزرگوں کی کتابوں میں بھی نقل ہوگئی ہیں، اہلِ علم کا فرض ہے کہ کسی چیز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے میں اِحتیاط سے کام لیں، اگر کوئی روایت من گھڑت ہو، یا نہایت کمزور ہو، اس کو ذِکر نہ کیا جائے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی ایسی بات کو منسوب کرنا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ فرمائی ہو، نہایت سنگین گناہ ہے۔[۱]

رمضان کے روزوں کی قضا ۹، ۱۰ محرم کے نفلی روزے کے ساتھ رکھنا

سوال:...کیا رمضان کے روزے کی قضا ۹، ۱۰ محرم کے نفلی روزوں کے ساتھ ایک ہی نیت سے کی جاسکتی ہے؟

جواب:...رمضان کی قضا کی نیت کیا کریں، دونیتوں کو جمع کرنا صحیح نہیں۔[۲]

---

(۱) عن عبدالله بن عمرو رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: بلغوا عنّی ولو آیة، وحدثوا عن بنی اسرائیل ولَا حرج، ومن کذب علیّ متعمدًا فلیتبوأ مقعده من النار۔ رواه البخاری۔ (مشکوٰة ص:۳۲، کتاب العلم، الفصل الأوّل)۔

(۲) ومتی نویٰ شیئین مختلفین متساویین فی الوکادة والفریضة ولَا رجحان لأحدهما علی الآخر بطلا ومتی ترجح أحدهما علی الآخر ثبت الراجح کذا فی محیط السرخسی۔ وإذا نویٰ قضاء بعض رمضان والتطوع یقع عن رمضان فی قول أبی یوسف رحمه الله تعالٰی وهو روایة عن أبی حنیفة رحمه الله تعالٰی کذا فی الذخیرة۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۱۹۶، ۱۹۷)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر وحی کے عاشورا کا روزہ کیوں رکھا؟ نیز کیا آپ کو حضرت موسیٰ کا واقعہ معلوم نہیں تھا؟

سوال:... محترم چونکہ میں بھی مطالعے کا بے حد شوق رکھتی ہوں، میرے ذہن میں چند سوالات پیدا ہوئے ہیں، جن کے جوابات میں آپ سے چاہتی ہوں۔

پہلا سوال یہ ہے کہ قرآن مجید میں خدا فرماتا ہے کہ میرا نبی میری وحی کے بغیر زبان نہیں کھولتا، اب آپ بتائیے کہ رسالہ ''یومِ عاشورا تاریخ کے آئینے میں'' شائع کردہ صدیقی ٹرسٹ کراچی کے صفحہ نمبر ۲ اور ۳ پر یہ بات درج ہے کہ: ''حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینے تشریف لائے تو یہود عاشورا کا روزہ رکھتے تھے، حضور نے ان سے پوچھا کہ: تم لوگ روزہ کیوں رکھتے ہو؟ تو انہوں نے کہا کہ: ہمارے لئے بڑی خوشی کا دن ہے، حضرت موسیٰ اور ان کی قوم کو نجات ملی اور فرعون غرق ہوا تھا، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکر یہ کا روزہ رکھا تھا، اس لئے ہم لوگ بھی روزہ رکھتے ہیں۔ تو یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ تب تو ہم تمہاری نسبت حضرت موسیٰ سے زیادہ قرب کے مستحق ہیں۔ لہٰذا حضور نے روزہ رکھنا شروع کردیا اور دُوسروں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔'' میں آپ سے پوچھتی ہوں کہ کیا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جن کے لئے دُنیا بنی تھی حضرت موسیٰ کے واقعے سے (خدا معاف کرے) بے خبر تھے کہ یہود نے انہیں باخبر کیا اور دُوسرے یہ کہ کیا حضور پر اس وقت وحی نازل ہوئی تھی کہ تم بھی روزہ رکھو اور دُوسروں کو بھی حکم دو۔ جب حضور بغیر وحی کے بات نہیں کیا کرتے تھے، قرآن گواہ ہے تو پھر حضور نے ایسا کیوں کیا؟ آپ بتائیں بلکہ ثبوت دیں کہ وحی آئی تھی اور اگر نہیں نازل ہوئی تھی تو آپ نے یہ واقعہ کہاں سے نقل کیا؟ یا تو قرآن سے جواب دیں یا پھر حدیث قدسی سے، آپ کی بہت مہربانی ہوگی۔

جواب:... اس میں دو اِشکال ذکر کئے گئے ہیں، ایک یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعے کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے کیوں علم نہیں تھا؟ میں نہیں سمجھتا کہ یہ کیا اشکال ہوا؟ قرآنِ کریم میں ہے: ''آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے؟''[1] اگر کتاب و ایمان کی تفصیلات قبل اَز وحی معلوم نہ ہونا کوئی عیب نہیں، تو ایک تاریخی واقعے کا قبل اَز اطلاع معلوم نہ ہونا کیوں عیب ٹھہرا؟ اور اگر یہ عیب ہے تو وہ عیب کیوں نہیں؟

دُوسرا اِشکال یہ ہے کہ بغیر وحی کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کیسے شروع کردیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآنِ کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گزشتہ انبیائے کرام علیہم السلام کے اُمورِ خیر کی اقتدا کا حکم دِیا گیا ہے،[2] تاوقتیکہ وحیِ الٰہی سے اس کی ممانعت نہ کردی جائے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موافقت میں صوم یومِ عاشورا کو اِختیار کرنا اس آیتِ کریمہ کے ماتحت تھا اور اس کے لئے کسی جدید وحی کی نہ ضرورت تھی، نہ اس کا ثبوت پیش کرنے کی حاجت۔ اور اگر یہ اَمر اللہ تعالیٰ کے یہاں پسندیدہ نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے منع فرمادیا جاتا، واللہ اعلم!

---

(۱) وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِىْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِىْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا. (الشوریٰ: ۵۲).

(۲) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ. (الأنعام: ۹۰).

اِعتکاف کے مسائل

اِعتکاف کے مختلف مسائل

سوال:... اِعتکاف کیوں کرتے ہیں؟ اور اس کا کیا طریقہ ہے؟

جواب:... رمضان المبارک کے آخری دس دن مسجد میں اِعتکاف کرنا بہت ہی بڑی عبادت ہے، اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اِعتکاف فرمایا کرتے تھے (بخاری و مسلم)۔[1]

اس لئے اللہ تعالیٰ توفیق دے تو ہر مسلمان کو اس سنت کی برکتوں سے فائدہ اُٹھانا چاہئے، مسجدیں اللہ تعالیٰ کا گھر ہیں، اور کریم آقا کے دروازے پر سوالی بن کر بیٹھ جانا بہت ہی بڑی سعادت ہے۔ یہاں اِعتکاف کے چند مسائل لکھے جاتے ہیں، مزید مسائل حضراتِ علمائے کرام سے دریافت کرلئے جائیں۔

۱:... رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اِعتکاف سنتِ کفایہ ہے، اگر محلے کے کچھ لوگ اس سنت کو ادا کریں تو مسجد کا حق جو اہلِ محلّہ پر لازم ہے، ادا ہوجائے گا۔ اور اگر مسجد خالی رہی اور کوئی شخص بھی اِعتکاف میں نہ بیٹھا تو سب محلے والے لائقِ عتاب ہوں گے اور مسجد کے اِعتکاف سے رہنے کا وبال پورے محلے پر پڑے گا۔[2]

۲:... جس مسجد میں پنج وقتہ نماز باجماعت ہوتی ہو، اس میں اِعتکاف کے لئے بیٹھنا چاہئے، اور اگر مسجد ایسی ہو جس میں پنج وقتہ نماز باجماعت نہ ہوتی ہو اس میں نماز باجماعت کا انتظام کرنا اہلِ محلّہ پر لازم ہے۔[3]

---

(۱) عن عائشة أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يعتكف العشر الآواخر من رمضان حتّى توفّاه الله ثم اعتكف أزواجه من بعده. متفق عليه. (مشكوة ج:۱ ص:۱۸۳، باب الإعتكاف، الفصل الأوّل، طبع قديمي).

(۲) وسنّة مؤكدة في العشر الأخير من رمضان أي سنة كفاية كما في البرهان وغيره ...إلخ. وفي الشرح: نظيرها إقامة التراويح بالجماعة فإذا قام بها البعض سقط الطلب عن الباقين ...إلخ. (شامي ج:۲ ص:۴۴۲، باب الإعتكاف، وأيضًا في الفتاوى الهندية، كتاب الصوم، الباب السابع في الإعتكاف ج:۱ ص:۲۱۱، طبع رشيديه كوئٹه).

(۳) هو .... لبث .... ذكر ولو مميزا في مسجد جماعة هو ما له إمام ومؤذّن أديت فيه الخمس أولًا وعن الإمام اشتراط أداء الخمس فيه وصححه بعضهم ...إلخ. (قوله في مسجد جماعة) إنما شرط لقول حذيفة لا إعتكاف إلّا في مسجد جماعة ...إلخ. .... وينبغي ان لا يصح مسجد الحياض ومسجد قوارع الطريق وينبغي ان يصح في مصلى العيد والجنازة ...إلخ. (حاشية الطحطاوي مع الدر المختار، باب الإعتكاف ج:۱ ص:۴۷۲، ۴۷۳، وأيضًا هداية مع فتح القدير ج:۲ ص:۱۰۹، باب الإعتكاف، وأيضًا في العالمگيري ج:۱ ص:۲۱۱، كتاب الصوم، الباب السابع في الإعتكاف).

۳:...عورت اپنے گھر میں ایک جگہ نماز کے لئے مقرّر کر کے وہاں اعتکاف کرے، اس کو مسجد میں اعتکاف بیٹھنے کا ثواب ملے گا۔ [1]

۴:...اعتکاف میں قرآن مجید کی تلاوت، دُرود شریف، ذکر و تسبیح، دینی علم سیکھنا اور سکھانا اور انبیائے کرام علیہم السلام، صحابہ کرامؓ اور بزرگانِ دین کے حالات پڑھنا سننا اپنا معمول رکھے، بےضرورت بات کرنے سے احتراز کرے۔ [2]

۵:...اعتکاف میں بےضرورت اعتکاف کی جگہ سے نکلنا جائز نہیں، ورنہ اعتکاف باقی نہیں رہے گا، [3] (واضح رہے کہ اعتکاف کی جگہ سے مراد وہ پوری مسجد ہے جس میں اعتکاف کیا جائے، خاص وہ جگہ مراد نہیں جو مسجد میں اعتکاف کے لئے مخصوص کرلی جاتی ہے)۔

۶:...پیشاب، پاخانہ اور غسلِ جنابت کے لئے باہر جانا جائز ہے، اسی طرح اگر گھر سے کھانا لانے والا کوئی نہ ہو تو کھانا کھانے کے لئے گھر جانا بھی جائز ہے۔ [4]

۷:...جس مسجد میں معتکف ہے اگر وہاں جمعہ کی نماز نہ ہوتی ہو تو نمازِ جمعہ کے لئے جامع مسجد میں جانا بھی دُرست ہے، مگر ایسے وقت جائے کہ وہاں جا کر تحیۃ المسجد اور سنت پڑھ سکے، اور نمازِ جمعہ سے فارغ ہو کر فوراً اپنے اعتکاف والی مسجد میں واپس آجائے۔ [5]

۸:...اگر بھولے سے اپنی اعتکاف کی مسجد سے نکل گیا تب بھی اعتکاف ٹوٹ گیا۔ [6]

۹:...اعتکاف میں بےضرورت دُنیاوی کام میں مشغول ہونا، مکروہِ تحریمی ہے، مثلاً: بےضرورت خرید و فروخت کرنا، ہاں اگر

---

(۱) والمرأة تعتكف في مسجد بيتها إذا اعتكفت في مسجد بيتها فتلك البقعة في حقها كمسجد الجماعة في حق الرجل لا تخرج منه إلّا لحاجة الإنسان كذا في شرح المبسوط للإمام السرخسي. (عالمگيري ج:۱ ص:۲۱۱، كتاب الصوم، الباب السابع في الإعتكاف، وأيضًا حاشية الطحطاوي على الدر المختار ج:۱ ص:۴۷۳، باب الإعتكاف).

(۲) ويلازم التلاوة والحديث والعلم وتدريسه وسير النبي صلى الله عليه وسلم والأنبياء عليهم السلام وأخبار الصالحين وكتابة أمور الدين كذا في فتح القدير. (عالمگيري ج:۱ ص:۲۱۲، أيضًا فتح القدير ج:۲ ص:۱۱۲).

(۳) فلو خرج ولو ناسيًا ساعة .... بلا عذر فسد ...إلخ. (الدر المختار مع الرد ج:۲ ص:۴۴۷). وأيضًا: ولو خرج من المسجد ساعة بغير عذر فسد إعتكافه عند أبي حنيفة لوجود المنافي. (هداية مع فتح القدير ج:۲ ص:۱۱۰).

(۴) وحرم عليه أي على المعتكف .... الخروج إلّا لحاجة الإنسان طبيعية كبول وغائط وغسل لو احتلم ولا يمكنه الإغتسال في المسجد. (الدر المختار مع الرد ج:۲ ص:۴۴۵، باب الإعتكاف، وأيضًا حاشية طحطاوي على الدر المختار ج:۱ ص:۴۷۴، باب الإعتكاف، طبع رشيديه).

(۵) ويخرج للجمعة حين تزول الشمس .... يخرج في وقت يمكنه أن يأتي الجامع فيصلي أربع ركعات قبل الأذان عند المنبر وبعد الجمعة يمكث بقدر ما يصلي أربع ركعات أو ستا على حسب إختلافهم في سنة الجمعة كذا في الكافي. (عالمگيري ج:۱ ص:۲۱۲، وأيضًا فتح القدير ج:۲ ص:۱۱۰، حاشية الطحطاوي على الدر ج:۱ ص:۴۷۵).

(۶) حاشیہ نمبر ۳ ملاحظہ فرمائیں۔

کوئی غریب آدمی ہے کہ گھر میں کھانے کو کچھ نہیں، وہ اعتکاف میں بھی خرید و فروخت کرسکتا ہے، مگر خرید و فروخت کا سامان مسجد میں لانا جائز نہیں۔[1]

۱۰:... حالتِ اعتکاف میں بالکل چپ بیٹھنا دُرست نہیں، ہاں! اگر ذکر و تلاوت وغیرہ کرتے کرتے تھک جائے تو آرام کی نیت سے چپ بیٹھنا صحیح ہے۔[2]

بعض لوگ اعتکاف کی حالت میں بالکل ہی کلام نہیں کرتے، بلکہ سر منہ لپیٹ لیتے ہیں، اور اس چپ رہنے کو عبادت سمجھتے ہیں، یہ غلط ہے، اچھی باتیں کرنے کی اجازت ہے، ہاں! بُری باتیں زبان سے نہ نکالے۔ اسی طرح فضول اور بے ضرورت باتیں نہ کرے، بلکہ ذکر و عبادت اور تلاوت و تسبیح میں اپنا وقت گزارے، خلاصہ یہ کہ محض چپ رہنا کوئی عبادت نہیں۔

۱۱:... رمضان المبارک کے دس دن اعتکاف پورا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ بیسویں تاریخ کو سورج غروب ہونے سے پہلے مسجد میں اعتکاف کی نیت سے داخل ہوجائے، کیونکہ بیسویں تاریخ کا سورج غروب ہوتے ہی آخری عشرہ شروع ہوجاتا ہے، پس اگر سورج غروب ہونے کے بعد چند لمحے بھی اعتکاف کی نیت کے بغیر گزر گئے تو اعتکاف مسنون نہ ہوگا۔[3]

۱۲:... اعتکاف کے لئے روزہ شرط ہے، پس اگر خدانخواستہ کسی کا روزہ ٹوٹ گیا تو اعتکافِ مسنون بھی جاتا رہا۔[4]

۱۳:... معتکف کو کسی کی بیمار پُرسی کی نیت سے مسجد سے نکلنا دُرست نہیں،[5] ہاں! اگر اپنی طبعی ضرورت کے لئے باہر گیا تھا، اور چلتے چلتے بیمار پُرسی بھی کرلی تو صحیح ہے، مگر وہاں ٹھہرے نہیں۔[6]

۱۴:... رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اعتکاف تو مسنون ہے، ویسے مستحب یہ ہے کہ جب بھی آدمی مسجد میں جائے، تو

---

(۱) وخص المعتکف .... عقد احتاج إليه لنفسه أو عياله فلو لتجارة كره كبيع .... فلو خرج لأجلها فسد لعدم الضرورة وكره أى تحريمًا .... إحضار مبيع فيه كما كره فيه مبايعة غير المعتكف ...إلخ. (الدر المختار مع الرد ج:۲ ص:۴۴۸، ۴۴۹، باب الإعتكاف، وأيضًا حاشية طحطاوى على الدر ج:۱ ص:۴۷۶، طبع رشيديه).

(۲) قال ولا يتكلم إلّا بخير ويكره له الصمت لأن صوم الصمت ليس بقربة فى شريعتنا لكنه يتجانب ما يكون مأثمًا (قوله ويكره له الصمت) أى الصمت بالكلية تعبدًا فإنه ليس فى شريعتنا ...إلخ. (فتح القدير مع الهداية ج:۲ ص:۱۱۲، وأيضًا فتاوىٰ شامى ج:۲ ص:۴۴۹، باب الإعتكاف).

(۳) واعلم أن الليالى تابعة للأيام أى كل ليلة تتبع اليوم الذى بعدها .... فعلىٰ هٰذا إذا ذكر المثنى أو المجموع يدخل المسجد قبل الغروب، ويخرج بعد الغروب من آخر يوم. (شامى ج:۲ ص:۴۵۲، باب الإعتكاف).

(۴) (وأما شروطه) .... ومنها الصوم وهو شرط الواجب منه رواية واحدة. (فتاوىٰ عالمگيرى، الباب السابع فى الإعتكاف ج:۱ ص:۲۱۱، طبع رشيديه كوئٹه).

(۵) عنها أى عائشة قالت: السنة على المعتكف ان لا يعود مريضًا. (مشكوٰة ج:۱ ص:۱۸۳)، وأيضًا ولا يخرج لعيادة المريض كذا فى البحر الرائق. (عالمگيرى، باب الإعتكاف وأما مفسداته ج:۱ ص:۲۱۲).

(۶) لو خرج لحاجة الإنسان ثم ذهب لعيادة المريض أو لصلاة الجنازة من غير أن يكون لذٰلك قصد فإنه جائز ...إلخ. (البحر الرائق ج:۲ ص:۳۲۶، باب الإعتكاف، طبع بيروت).

جتنی دیر مسجد میں رہنا ہو اِعتکاف کی نیت کرلے۔[1]

۱۵:... اِعتکاف کی نیت دِل میں کرلینا کافی ہے، اگر زبان سے بھی کہہ لے تو بہتر ہے۔[2]

اِعتکاف کی تین قسمیں ہیں اور اس کی نیت کے الفاظ زبانی کہنا ضروری نہیں

سوال:... اب ماہِ رمضان کا مہینہ ہے، میں نے اِعتکاف میں بیٹھنا ہے، آخری دس دن، پوچھنا یہ ہے کہ ۱: اِعتکاف کی نیت کیسے کرنی چاہئے؟ ۲: اِعتکاف کتنی قسموں کا ہوتا ہے؟ ۳: اگر اِعتکاف کی نیت کرکے مسجد میں چلا جائے اور اگر پاخانہ کی حاجت ہو تو حاجت سے فارغ ہوکر دوبارہ نیت کرنی چاہئے یا نہیں؟

جواب:... اِعتکاف کی نیت یہی ہے کہ اِعتکاف کے ارادے سے آدمی مسجد میں داخل ہوجائے، اگر زبان سے بھی کہہ لے کہ مثلاً: میں دس دن کے اِعتکاف کی نیت کرتا ہوں، تو بہتر ہے۔

۲:... رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اِعتکاف سنت ہے، باقی دنوں کا اِعتکاف نفل ہے، اور اگر کچھ دنوں کے اِعتکاف کی منت مان لی ہو تو ان دنوں کا اِعتکاف واجب ہوجاتا ہے، پس اِعتکاف کی تین قسمیں ہیں: واجب، سنت اور نفل۔[3]

۳:... اگر رمضان المبارک کے آخری دس دن کا اِعتکاف کیا ہو تو ایک بار کی نیت کافی ہے، اپنی ضروری حاجات سے فارغ ہوکر جب مسجد میں آئے تو دوبارہ نیت کرنا ضروری نہیں۔

آخری عشرے کے علاوہ اِعتکاف مستحب ہے

سوال:... ماہِ مبارک میں اِعتکاف کے لئے آخری عشرہ مختص ہے، کیا ۱۰؍رمضان سے بھی اِعتکاف ہوسکتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غالباً ۱۰ھ میں ۱۰؍رمضان سے اِعتکاف فرمایا تھا۔

جواب:... رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اِعتکاف سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ ہے،[4] اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

(۱) وسنة مؤكدة في العشر الأخير من رمضان .... وأقله نفلا ساعة من ليل أو نهار عند محمد وهو ظاهر الرواية. (الدر المختار مع الرد ج:۲ ص:۴۴۲، ۴۴۳، باب الإعتكاف، طبع سعيد).

(۲) والنية معرفته بقلبه أن يصوم .... والسنة أن يتلفظ بها كذا في النهر الفائق. (عالمگيري ج:۱ ص:۱۹۵).

(۳) وينقسم إلى واجب وهو المنذور تنجيزًا أو تعليقًا وإلى سنة مؤكدة وهو في العشر الأخير من رمضان وإلى مستحب وهو ما سواهما هكذا في فتح القدير. (عالمگيري ج:۱ ص:۲۱۱، كتاب الصوم، الباب السابع في الإعتكاف).

(۴) وسنة مؤكدة في العشر الأخير من رمضان أي سنة كفاية كما في البرهان وغيره لإقترانها بعدم الإنكار على من لم يفعله من الصحابة، (قوله أي سنة كفاية) إذا قام بها البعض ولو فرد أسقطت عن الباقين ولم يتركه صلى الله عليه وسلم إلّا لعذر. (حاشية الطحطاوي مع الدر المختار، باب الإعتكاف ج:۱ ص:۴۷۳، وأيضًا في الشامية ج:۲ ص:۴۴۲، والهندية ج:۱ ص:۲۱۱، كتاب الصوم، الباب السابع في الإعتكاف، طبع رشيديه).

اس کے فضائل بیان فرمائے ہیں۔[1] تاہم اگر کوئی شخص پورے رمضان المبارک کا اعتکاف کرے یہ اعتکاف مستحب ہے،[2] بلکہ غیر رمضان میں بھی روزے کے ساتھ نفلی اعتکاف ہوسکتا ہے۔[3] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۹ھ میں آخری عشرے کا اعتکاف نہیں کر پائے تھے، اس لئے ۱۰ھ میں بیس دن کا اعتکاف کیا تھا۔[4]

اِعتکاف ہر مسلمان بیٹھ سکتا ہے

سوال:... اِعتکاف کے واسطے ہر شخص مسجد میں بیٹھ سکتا ہے یا صرف بزرگ؟

جواب:... اِعتکاف میں ہر مسلمان بیٹھ سکتا ہے،[5] لیکن نیک اور عبادت گزار لوگ اعتکاف کریں تو اِعتکاف کا حق زیادہ ادا کریں گے۔

کس عمر کے لوگوں کو اِعتکاف کرنا چاہئے؟

سوال:... عام تأثر یہ ہے کہ اِعتکاف میں صرف بوڑھے اور عمر رسیدہ افراد کو ہی بیٹھنا چاہئے، اس خیال میں کہاں تک صداقت ہے؟

جواب:... اِعتکاف میں جوان اور بوڑھے سب بیٹھ سکتے ہیں، چونکہ بوڑھوں کو عبادت کی زیادہ ضرورت محسوس ہوتی ہے، اس لئے سن رسیدہ بزرگ زیادہ اہتمام کرتے ہیں، اور کرنا چاہئے۔[6]

معتکف کو تقریر کے لئے دُوسری مسجد میں جانا

سوال:... کیا معتکف اپنی مسجد میں سے دُوسری مسجد تقریر کرنے کے لئے جاسکتا ہے جبکہ وہ اپنی دلیل میں کہتا ہے کہ یہ تقریر

---

(۱) وعنؓ ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فى المعتكف هو يعتكف الذنوب ويجزى له من الحسنات كعامل الحسنات كلها. رواه ابن ماجة. (مشكوٰة، باب الإعتكاف ج:۱ ص:۱۸۳، الفصل الأوّل، طبع قديمى).

(۲) الحق ان يقال: الإعتكاف ينقسم إلى واجب .... وإلى مستحب وهو ما سواهما ...إلخ. (فتح القدير، باب الإعتكاف ج:۲ ص:۱۰۶، وأيضًا فى الهندية، باب الإعتكاف ج:۱ ص:۲۱۱)، وأيضًا ومستحب فى غيره من الأزمنة (قوله فى غيره) أى غير المذكور من الواجب والمسنون. (حاشية طحطاوى مع الدر المختار ج:۱ ص:۴۷۳).

(۳) قال رحمه الله: الإعتكاف مستحب يعنى فى سائر الزمان .... وهو اللبث فى المسجد .... مع الصوم ونية الإعتكاف .... وأما الصوم فشرط .... والصوم شرط لصحة الواجب رواية واحدة ولصحة التطوع فيما روى الحسن عن أبى حنيفة لقوله عليه السلام لا إعتكاف إلّا بصوم فعلى هذه الرواية لا يكون أقل من يوم. (الجوهرة النيرة، باب الإعتكاف ج:۱ ص:۱۴۹، ۱۵۰).

(۴) عن أنس رضى الله عنه قال: كان النبى صلى الله عليه وسلم يعتكف فى العشر الأواخر من رمضان فلم يعتكف عامًا فلمّا كان العام المقبل إعتكف عشرين. رواه الترمذى. (مشكوٰة ص:۱۸۳، باب الإعتكاف، الفصل الأوّل، طبع قديمى).

(۵) وشرعًا اللبث فى المسجد مع نيته فالركن هو اللبث والكون فى المسجد والنية .... ومنها الإسلام والعقل .... وأما البلوغ فليس بشرط حتى يصح إعتكاف الصبى العاقل ...إلخ. (البحر الرائق ج:۲ ص:۳۲۲).

(۶) أيضًا.

کرنا اِعتکاف سے افضل ہے؟

جواب:... اگر اپنی مسجد کو چھوڑ کر دُوسری مسجد میں جائے گا تو اِعتکاف ختم ہوجائے گا۔ [1]

مجبوراً معتکف عورت اگر نویں دِن اُٹھ جائے تو اس کی قضا کیسے کرے؟

سوال:... میری والدہ آج سے چار پانچ سال پہلے اپنے گھر میں اِعتکاف میں بیٹھی تھیں، مجبوری کے تحت ۹ر دِن اُٹھنا پڑا، اس کی قضا کیسے کریں؟

جواب:... قضا کی ضرورت نہیں، اگر کرنا چاہیں تو روزے کے ساتھ ایک دن رات کا اِعتکاف کرلیں۔ [2]

دورانِ اِعتکاف عورتوں کے مخصوص ایام شروع ہوجائیں تو اِعتکاف ختم ہوجائے گا

سوال:... اگر دورانِ اِعتکاف خواتین کے مخصوص ایام شروع ہوجائیں تو اس صورت میں انہیں کیا کرنا چاہئے؟

جواب:... اِعتکاف ختم ہوجائے گا، باہر نکل آئیں۔ [3]

شادی شدہ اور غیرشادی شدہ دونوں اِعتکاف بیٹھ سکتی ہیں

سوال:... کیا شادی شدہ عورت اِعتکاف میں بیٹھ سکتی ہے؟

جواب:... شادی شدہ عورت اپنے شوہر کی اِجازت کے ساتھ اِعتکاف میں بیٹھ سکتی ہے۔ [4]

سوال:... کیا غیرشادی شدہ لڑکی اِعتکاف میں بیٹھ سکتی ہے؟

جواب:... غیرشادی شدہ لڑکی اپنے والدین کی اِجازت کے ساتھ اِعتکاف میں بیٹھ سکتی ہے۔

سوال:... مندرجہ بالا دونوں خواتین کے اِعتکاف میں بیٹھنے کے طریقے کیا ہیں؟

---

(۱) فلو خرج ساعةً بلا عذر فسد. (الدر المختار مع الرد المحتار ج:۲ ص:۴۴۷)، وأيضًا: ولا يخرج المعتكف من المسجد إلّا لحاجة لازمة شرعية كالجمعة أو لحاجة طبيعية كالبول والغائط .... ولا يعود مريضًا ولا يشهد جنازة فلو خرج المعتكف عن المسجد بغير عذر ساعة بطل إعتكافه في قول أبي حنيفة. (فتاوىٰ قاضي خان على هامش الهندية، باب الإعتكاف ج:۱ ص:۲۲۱، ۲۲۲). وأما مفسداته: فمنها الخروج من المسجد، فلا يخرج المعتكف من معتكفه ليلًا ونهارًا إلّا بعذر وإن خرج من غير عذر ساعة فسد إعتكافه. (فتاوىٰ عالمگيرى، باب الإعتكاف ج:۱ ص:۲۱۲).

(۲) وإذا فسد الإعتكاف الواجب وجب قضاؤه فإن كان إعتكاف شهر بعينه إذا أفطر يومًا يقضي ذٰلك اليوم. (فتاوىٰ عالمگيرى ج:۱ ص:۲۱۳، الباب السابع في الإعتكاف، طبع رشيديه).

(۳) وأما شروطه ...إلخ. منها الإسلام والعقل والطهارة من الجنابة والحيض والنفاس. (عالمگيرى ج:۱ ص:۲۱۱).

(۴) فيصح من المرأة والعبد بإذن المولى والزوج إن كان لها زوج. (عالمگيرى ج:۱ ص:۲۱۱، طبع رشيديه).

جواب:... ایک ہی طریقہ ہے کہ اپنے مکان کا کوئی حصہ اپنے اعتکاف کے لئے تجویز کرلیں، اور بغیر ضرورت کے وہاں سے نہ جایا کریں۔[1]

سوال:... کیا یہ مندرجہ بالا دونوں خواتین اپنے گھر میں ہی اعتکاف بیٹھ سکتی ہیں؟

جواب:... عورتیں گھر ہی میں اعتکاف میں بیٹھیں گی۔[2]

کیا مرد گھر میں اعتکاف بیٹھ سکتے ہیں؟

سوال:... کیا مرد حضرات مسجد کے بجائے اپنے گھر میں اعتکاف میں بیٹھ سکتے ہیں؟

جواب:... مردوں کے لئے گھر میں اعتکاف جائز نہیں۔[3]

عورتوں کا اعتکاف بھی جائز ہے

سوال:... میں صدقِ دِل سے یہ چاہتی ہوں کہ اس رمضان میں اعتکاف بیٹھوں، برائے مہربانی عورتوں کے اعتکاف کی شرائط اور طریقے سے آگاہ کریں۔

جواب:... عورت بھی اعتکاف کرسکتی ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ گھر میں جس جگہ نماز پڑھتی ہے اس جگہ کو یا کوئی اور جگہ مناسب ہو تو اس کو مخصوص کرکے وہیں دس دن سنت اعتکاف کی نیت کرکے عبادت میں مصروف ہوجائے، سوائے حاجاتِ شرعیہ کے اس جگہ سے نہ اُٹھے۔[4] اگر اعتکاف کے دوران عورت کے خاص ایام شروع ہوجائیں تو اعتکاف ختم ہوجائے گا، کیونکہ اعتکاف میں روزہ شرط ہے۔[5]

---

(۱) والمرأة تعتكف في مسجد بيتها إذا اعتكفت في مسجد بيتها فتلك البقعة في حقها كمسجد الجماعة في حق الرجل لَا تخرج منه إلّا لحاجة الإنسان. (عالمگیری ج:۱ ص:۲۱۱، الباب السابع في الإعتكاف).

(۲) ولو لم يكن في بيتها مسجد تجعل موضعا منه مسجدًا فتعتكف فيه. (عالمگیری ج:۱ ص:۲۱۱).

(۳) وأما شروطه .... منها مسجد الجماعة فيصح في كل مسجد له أذان وإقامة هو الصحيح كذا في الخلاصة. (عالمگیری ج:۱ ص:۲۱۱)، ومقتضاه أنه يندب للرجل أيضًا .... أما الفريضة والإعتكاف فهو في المسجد كما لَا يخفىٰ. (رد المحتار، كتاب الصوم، باب الإعتكاف ج:۲ ص:۴۴۱).

(۴) والمرأة تعتكف في مسجد بيتها إذا إعتكفت في مسجد بيتها فتلك البقعة في حقها كمسجد الجماعة في حق الرجل لَا تخرج منه إلّا لحاجة الإنسان كذا في شرح المبسوط للإمام السرخسي. (فتاویٰ عالمگیری ج:۱ ص:۲۱۱، الباب السابع في الإعتكاف، وأيضًا حاشية الطحطاوي على الدر المختار ج:۱ ص:۴۷۳).

(۵) وإذا فسد الإعتكاف الواجب وجب قضاءه .... سواء أفسده بصنعه .... أو بغير صنعه كالحيض ... إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۲۱۳، الباب السابع في الإعتكاف).

جس مسجد میں جمعہ نہ ہوتا ہو وہاں بھی اِعتکاف جائز ہے

سوال:... جس مسجد میں جمعہ ادا نہ کیا جاتا ہو، وہاں اعتکاف ہوسکتا ہے یا نہیں؟

جواب:... جامع مسجد میں اعتکاف کرنا بہتر ہے تاکہ جمعہ کے لئے مسجد چھوڑ کر جانا نہ پڑے،[1] اور اگر دُوسری مسجد میں اِعتکاف کرے تو جامع مسجد اتنی دیر پہلے جائے کہ خطبہ سے پہلے تحیۃ المسجد اور سنتیں پڑھ سکے، اور جمعہ سے فارغ ہوکر فوراً اپنی اعتکاف والی مسجد میں آجائے، جامع مسجد میں زیادہ دیر نہ ٹھہرے، لیکن اگر وہاں زیادہ دیر ٹھہر گیا تب بھی اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔[2]

قرآن شریف مکمل نہ کرنے والا بھی اِعتکاف کرسکتا ہے

سوال:... ایک شخص جس نے قرآن شریف مکمل نہیں کیا، یعنی چند پارے پڑھ کر چھوڑ دیئے مجبوری کے تحت، کیا وہ شخص اعتکاف میں بیٹھ سکتا ہے؟

جواب:... ضرور بیٹھ سکتا ہے، اس کو قرآن مجید بھی ضرور مکمل کرنا چاہئے، اعتکاف میں اس کا بھی موقع ملے گا۔

ایک مسجد میں جتنے لوگ چاہیں اِعتکاف کرسکتے ہیں

سوال:... کیا ایک مسجد میں صرف ایک اعتکاف ہوسکتا ہے یا ایک سے زائد بھی؟

جواب:... ایک مسجد میں جتنے لوگ چاہیں اعتکاف بیٹھیں، اگر سارے محلے والے بھی بیٹھنا چاہیں تو بیٹھ سکتے ہیں۔

معتکف پوری مسجد میں جہاں چاہے سو یا بیٹھ سکتا ہے

سوال:... حالتِ اِعتکاف میں جس مخصوص کونے میں پردہ لگاکر بیٹھا جاتا ہے، کیا دن کو یا رات کو وہاں سے نکل کر مسجد کے کسی پنکھے کے نیچے سوسکتا ہے یا نہیں؟ معتکف کسے کہتے ہیں، اس مخصوص کونے کو جس میں بیٹھا جاتا ہے یا پوری مسجد کو معتکف کہا جاتا ہے؟ اور بعض علماء سے سنا ہے کہ دورانِ اِعتکاف بلاضرورت گرمی دُور کرنے کے لئے غسل کرنا بھی دُرست نہیں، کیا یہ صحیح ہے؟ اور اگر بحالتِ ضرورت مسجد سے نکل کر جائے اور کسی شخص سے باتوں میں لگ جائے، تو کیا ایسی حالت میں اِعتکاف ٹوٹے گا یا نہیں؟

جواب:... مسجد کی خاص جگہ جو اعتکاف کے لئے تجویز کی گئی ہو اس میں مقید رہنا کوئی ضروری نہیں، بلکہ پوری مسجد میں

---

(۱) والإعتکاف فی المسجد الحرام أفضل .... ثم المسجد الجامع. (فتاویٰ قاضی خان علٰی هامش الهندية، فصل فی الإعتکاف ج: ۱ ص: ۲۲۱، وأيضًا رد المحتار ج: ۲ ص: ۴۱۱، باب الإعتکاف، طبع ایچ ایم سعید)۔

(۲) ولا يخرج المعتکف من المسجد إلّا لحاجة لازمة شرعية کالجمعة .... ويأتی الجمعة حين تزول الشمس فيصلی قبلها أربعًا وبعدها أربعًا أو ستًا ولا يمکث أکثر من ذٰلک أما بعدها أربعًا أو ستًا لأن الآثار قد اختلفت بالسنة بعد الجمعة فکان هذا مبلغ سننها وقال ابو الحسن الکرخی رحمه الله تعالٰی ويأتی الجمعة فی مقدار ما يصلی .... ورکعتان تحية المسجد وعن محمد رحمه الله تعالٰی إذا کان منزله بعيدًا من الجامع .... وإن قام فی المسجد الجامع يومًا وليلةً لا تفسد إعتکافه ويکره ذٰلک. (فتاوٰی قاضی خان علی الهندية ج: ۱ ص: ۲۲۱، ۲۲۲، طبع رشیدیه)۔

جہاں چاہے دن کو یا رات کو بیٹھ سکتا ہے اور سوسکتا ہے۔ ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے غسل کی نیت سے مسجد سے نکلنا جائز نہیں۔[1] البتہ اس کی گنجائش ہے کہ کبھی استنجا وغیرہ کے تقاضے سے باہر جائے تو وضو کے بجائے دو چار لوٹے پانی کے بدن پر ڈال لے۔ معتکف کو ضروری تقاضوں کے علاوہ مسجد سے باہر نہیں ٹھہرنا چاہئے،[2] بغیر ضرورت کے اگر گھڑی بھر بھی باہر رہا تو اِمام صاحبؒ کے نزدیک اِعتکاف ٹوٹ جائے گا، اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں ٹوٹتا، حضرت اِمام صاحبؒ کے قول میں احتیاط ہے، اور صاحبینؒ کے قول میں وسعت اور گنجائش ہے۔[3]

اِعتکاف میں چادریں لگانا ضروری نہیں

سوال:... کیا اِعتکاف میں بیٹھنے کے لئے جو چاروں طرف چادریں لگاکر ایک حجرہ بنایا جاتا ہے، ضروری ہے یا اس کے بغیر بھی اِعتکاف ہوجاتا ہے؟

جواب:... چادریں معتکف کی تنہائی و یکسوئی اور آرام وغیرہ کے لئے لگائی جاتی ہیں، ورنہ اِعتکاف ان کے بغیر بھی ہوجاتا ہے۔[4]

اِعتکاف کے دوران گفتگو کرنا

سوال:... اِعتکاف کے دوران گفتگو کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اگر کی جاسکتی ہے تو گفتگو کی نوعیت بتائیں؟

---

(۱) باب الْإعتكاف .... فهو اللبث في المسجد مع نية الْإعتكاف كذا في النهاية. (الفتاوى الهندية ج:۱ ص:۲۱۱، طبع رشيديه، وأيضًا اللباب في شرح الكتاب، باب الْإعتكاف ج:۱ ص:۱۶۲، طبع قديمي كتب خانه).

(۲) (وحرم عليه) أي على المعتكف إعتكافًا واجبًا .... الخروج إلّا لحاجة الْإنسان كبول وغائط وغسل لو احتلم ولَا يمكنه الْإغتسال في المسجد كذا في النهر. (قوله إلّا لحاجة الْإنسان) ولَا يمكث بعد فراغه من الطهور .... وليس كالمكث بعد ما لو خرج لها ثم ذهب لعيادة المريض أو صلاة جنازة من غير أن يكون خرج لذٰلك قصدًا فإنه جائز كما في البحر عن البدائع. (الدر المختار مع الرد المحتار ج:۲ ص:۴۴۵، باب الْإعتكاف، وأيضًا في الحاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب الْإعتكاف ج:۱ ص:۴۷۴، ۴۷۵، طبع رشيديه كوئٹه).

(۳) فإن خرج ساعة بلا عذر فسد لوجود المنافي أطلقه فشمل القليل والكثير وهٰذا عند أبي حنيفة وقالَا لَا يفسد إلّا بأكثر من نصف يوم وهو الْإستحسان لأن في القليل ضرورة كذا في الهداية. (البحر الرائق ج:۲ ص:۳۲۶، باب الْإعتكاف، وأيضًا في الحاشية الطحطاوي على الدر، باب الْإعتكاف، طبع رشيديه).

(۴) عن عائشة قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا أراد أن يعتكف أي إذا نوىٰ من أوّل الليل أن يعتكف وبات في المسجد صلى الفجر ثم دخل في معتكفه .... وتأولوا الحديث بأنه صلى الله عليه وسلم دخل المعتكف وانقطع وتخلى بنفسه فإنه كان في المسجد يتخلى عن الناس في موضع يستتر به عن أعين الناس كما ورد أنه اتخذ في المسجد حجرة من حصير. (مرقاة المفاتيح ج:۲ ص:۵۷۰، باب الْإعتكاف، الفصل الثاني).

جواب:... اعتکاف میں دِینی گفتگو کی جاسکتی ہے اور بقدرِ ضرورت دُنیوی بھی۔ [1]

اعتکاف کے دوران مُطالعہ کرنا

سوال:... دورانِ اعتکاف تلاوتِ کلامِ پاک کے علاوہ سیرت اور فقہ سے متعلق کتب کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے؟

جواب:... تمام دِینی علوم کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ [2]

اعتکاف کے دوران قوّالی سننا اور ٹیلیویژن دیکھنا اور دفتری کام کرنا

سوال:... مسئلہ یہ ہے کہ ہم لوگوں کی مسجد جو کہ مہران شوگر ملز ٹنڈو الہ یار ضلع حیدرآباد کی کالونی میں واقع ہے، اس مسجد میں ہر سال رمضان شریف میں ہماری مل کے ریذیڈنٹ ڈائریکٹر صاحب (جو کہ ظاہری طور پر انتہائی دِین دار آدمی ہیں) اعتکاف میں بیٹھتے ہیں۔ لیکن ان کے اعتکاف کا طریقہ یہ ہے کہ وہ جس گوشے میں بیٹھتے ہیں وہاں گاؤتکیہ اور قالین کے ساتھ ٹیلیفون بھی لگوالیتے ہیں، جو کہ اعتکاف مکمل ہونے تک وہیں رہتا ہے، اور موصوف سارا دن اعتکاف کے دوران اسی ٹیلیفون کے ذریعہ تمام کاروبار اور مل کے معاملات کو کنٹرول کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ تمام دفتری کارروائیاں، فائلیں وغیرہ مسجد میں منگواکر ان پر نوٹ وغیرہ لکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ موصوف ٹیپ ریکارڈ لگواکر مسجد میں ہی قوّالیوں کے کیسٹ سنتے ہیں، جبکہ قوّالیوں میں ساز بھی شامل ہوتے ہیں۔ کیا مسجد میں اس کی اجازت ہے کہ قوّالی سنی جائے؟ اس کے علاوہ موصوف مسجد میں ٹیلیویژن سیٹ بھی رکھواکر ٹیلی کاسٹ ہونے والے تمام دِینی پروگرام بڑے ذوق وشوق سے دیکھتے ہیں۔ اور موصوف کے ساتھ ان کے نوکر وغیرہ بھی خدمت کے لئے موجود رہتے ہیں۔ ہماری کالونی کے متعدد نمازی، موصوف کی ان حرکتوں کی وجہ سے مسجد میں نماز پڑھنے نہیں آتے، کیا ان نمازیوں کا یہ فعل صحیح ہے؟

جواب:... اعتکاف کی اصل رُوح یہ ہے کہ اتنے دنوں کو خاص انقطاع الی اللہ میں گزاریں اور حتی الوسع تمام دُنیوی مشاغل بند کردیئے جائیں۔ تاہم جن کاموں کے بغیر چارہ نہ ہو ان کا کرنا جائز ہے، لیکن مسجد کو اتنے دنوں کے لئے دفتر میں تبدیل کردینا بے جا بات ہے، [3] اور مسجد میں گانے بجانے کے آلات بجانا یا ٹیلیویژن دیکھنا حرام ہے، جو نیکی برباد گناہ لازم کے مصداق ہے۔ آپ کے ڈائریکٹر صاحب کو چاہئے کہ اگر اعتکاف کریں تو شاہانہ نہیں فقیرانہ کریں، اور محرّمات سے احتراز کریں، ورنہ اعتکاف ان کے لئے کوئی

---

(۱) لَا یتکلم إلّا بخیر .... واما التکلم بغیر خیر فإنه یکره لغیر المعتکف فما ظنّک للمعتکف اهـ۔ وظاهره ان المراد بالخیر هنا ما لَا إثم فیه فیشمل المباح ... إلخ۔ (البحر الرائق ج:۲ ص:۳۲۷، باب الإعتکاف)۔ ولَا بأس أن یتحدث بما لَا إثم فیه کذا فی شرح الطحاوی۔ (فتاویٰ عالمگیری ج:۱ ص:۲۱۲، الباب السابع فی الإعتکاف)۔

(۲) التلاوة والحدیث والعلم وتدریسه وسیر النبی صلی الله علیه وسلم والأنبیاء علیهم السلام وأخبار الصالحین وکتابة أمور الدین کذا فی فتح القدیر۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۲۱۲، الباب السابع فی الإعتکاف)۔

(۳) (وأما محاسنه فظاهرة) فإن فیه تسلیم المعتکف کلیة إلی عبادة الله تعالیٰ فی طلب الزلفی وتبعید النفس من شغل الدنیا التی هی مانعة عما یستوجب العبد من القربی واستغراق المعتکف أوقاته فی الصلاة أما حقیقة أو حکمًا لأن المقصد الأصلی من شرعیة انتظار الصلاة بالجماعات وتشبیه المعتکف نفسه بمن لَا یعصون الله ما أمرهم ویفعلون ما یؤمرون وبالذین یسبحون اللیل والنهار وهم لَا یسأمون۔ (فتاویٰ عالمگیری ج:۱ ص:۲۱۲، الباب السابع فی الإعتکاف)۔

فرض نہیں، خدا کے گھر کو معاف رکھیں، اس کے تقدس کو پامال نہ کریں۔

معتکف کا مسجد کے کنارے پر بیٹھ کر محض سستی دُور کرنے کے لئے غسل کرنا

سوال:... کیا حالتِ اِعتکاف میں معتکف (مسجد کے کنارے پر بیٹھ کر) حالتِ پاکی میں صرف سستی اور جسم کے بوجھل پن کو دُور کرنے کے لئے غسل کرسکتا ہے؟ اور کیا اس سے اِعتکاف سنت ٹوٹ جاتا ہے جبکہ یہ غسل مسجد کے حدود کے اندر ہو؟ اور کیا اس سے مسجد کی بے ادبی تو نہیں ہوتی؟

جواب:... غسل اور وضو سے مسجد کو ملوّث کرنا جائز نہیں، اگر صحن پختہ ہے اور وہاں سے پانی باہر نکل جاتا ہے تو گنجائش ہے کہ کونے میں بیٹھ کر نہالے، اور پھر جگہ کو صاف کردے۔ (۱)

معتکف کے لئے غسل کا حکم

سوال:... ہمارے محلے کی مسجد میں دو آدمی اِعتکاف میں بیٹھے تھے، زیادہ گرمی ہونے کی وجہ سے وہ مسجد کے غسل خانے میں غسل کرتے تھے، ایک صاحب نے یہ فرمایا کہ اس طرح غسل کرنے سے اِعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

جواب:... ٹھنڈک کے لئے غسل کی نیت سے جانا معتکف کے لئے جائز نہیں، البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ جب پیشاب کا تقاضا ہو تو پیشاب سے فارغ ہوکر غسل خانے میں دو چار لوٹے بدن پر ڈال لیا کریں، جتنی دیر میں وضو ہوتا ہے اس سے بھی کم وقت میں بدن پر پانی ڈال کر آجایا کریں، الغرض غسل کی نیت سے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں، طبعی ضرورت کے لئے جائیں تو بدن پر پانی ڈال سکتے ہیں، اور کپڑے بھی مسجد میں اُتار کر جائے تاکہ غسل خانے میں کپڑے اُتارنے کی مقدار بھی ٹھہرنا نہ پڑے۔ (۲)

کیا اِعتکاف میں غسل کرسکتے ہیں؟

سوال:... اِعتکاف میں غسل کے بارے میں کیا اَحکامات ہیں؟ برائے مہربانی مکمل معلومات ثبوت کے ساتھ وضاحت کریں، کتابوں کے حوالے بھی ضرور دیجئے گا۔

۲:... بیت الخلا اور وضوخانہ مسجد کی حدود میں آتا ہے یا نہیں؟ اور ہمیں کس حد تک اِحتیاط کرنی چاہئے؟ تفصیل کے ساتھ بیان فرمائیے گا۔

جواب:... اِعتکاف میں واجب غسل کیا جاسکتا ہے، ٹھنڈک کے لئے یا سنت غسل کے لئے مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں۔

---

(۱) فلو أمكنه من غير أن يتلوث المسجد فلا بأس به بدائع أی بأن كان فيه بركة ماء أو موضع معد للطهارة أو اغتسل في إناء بحيث لا يصيب المسجد الماء المستعمل، قال في البدائع: فإن كان بحيث يتلوث بالماء المستعمل يمنع منه، لأن تنظيف المسجد واجب. (شامی ج:۲ ص:۴۴۵، باب الإعتكاف، طبع ايچ ايم سعيد).

(۲) ص:۶۳۱ کا حاشیہ نمبر ۲ ملاحظہ فرمائیں۔

۲:... بیت الخلا اور وضوخانہ مسجد کی حدود میں شامل نہیں، ان جگہوں پر صرف حاجت کے لئے یا وضو کے لئے جانا جائز ہے۔[1]

دورانِ اِعتکاف علماء کی غیبت کرنا

سوال:... اس ماہ رمضان میں روزہ اور اِعتکاف کی حالت میں ایک گناہِ کبیرہ سرزد ہوگیا ہے، دراصل باتوں باتوں میں کھانے پینے کا ذِکر آیا تو میرے منہ سے نکلا کہ یہ بڑے بڑے مولوی حضرات کچھ زیادہ ہی کھاتے ہیں، اور ان کے بڑے بڑے پیٹ ہوتے ہیں۔ یہ تو تھی تمام بات، اس میں کسی کا نام شامل نہیں تھا کہ خاص طور پر آپ کا نام زبان پر آگیا کہ آپ بھی انہی میں شامل ہیں۔ اس وقت سے لے کر آج تک دِل بے چین ہے کہ آپ سے معافی مانگ لوں، آپ سے معافی کا خواستگار رہوں، اور جن دُوسرے علمائے کرام کے لئے الفاظ اِستعمال کئے ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ سے معافی کا طلب گار رہوں۔

جواب:... یہ ناکارہ اتنا گنہگار ہے کہ آپ نے جو باتیں ذکر فرمائی ہیں، ان سے شرم آتی ہے، اور شاید آپ کو معلوم نہیں کہ میں تو اپنے عذر کی وجہ سے ایک چپاتی بھی نہیں کھاسکتا ہوں۔ بہرحال اللہ تعالیٰ مجھے بھی معاف فرمائے اور آپ کو بھی معاف فرمائے۔ آپ اِطمینان رکھئے کہ میری وجہ سے اِن شاء اللہ آپ پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ لیکن یہ بات بتانا ضروری ہے کہ آپ نے علماء کی غیبت کرکے، اپنا اِعتکاف خراب کرلیا۔ مسجد میں اِعتکاف اور علماء کی غیبت...! اِنا للہ واِنا اِلیہ راجعون! اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اور تمام نمازیوں کو اور تمام معتکفین کو معاف فرمائے، والسلام۔

کیا مسجد کے مخصوص کردہ کونے میں اِعتکاف بیٹھنے والا دُوسری جگہ بیٹھ یا لیٹ سکتا ہے؟

سوال:... میں اپنے گاؤں کی مسجد میں اِعتکاف کرنا چاہتا ہوں، اگر میں اِعتکاف کے لئے مسجد میں کوئی کونہ مخصوص کرلوں تو صرف اس کونے میں بیٹھنا ضروری ہے؟ یا بوقتِ ضرورت کسی اور حصے میں بیٹھ یا لیٹ سکتا ہوں؟ نیز بغیر حاجتِ ضروریہ کے غسل کی نیت سے مسجد سے باہر جاؤں تو کیا اِعتکاف فاسد ہوجائے گا؟

جواب:... مسجد کی خاص جگہ جو اِعتکاف کے لئے تجویز کی گئی ہو، اس میں مقید رہنا کوئی ضروری نہیں، بلکہ پوری مسجد میں جہاں چاہے دِن کو یا رات کو بیٹھ سکتا ہے اور سوسکتا ہے۔ ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے غسل کی نیت سے مسجد سے نکلنا جائز نہیں، البتہ اس کی گنجائش ہے کہ کبھی اِستنجا وغیرہ کے تقاضے سے باہر آئے تو وضو کے بجائے دو چار لوٹے پانی کے بدن پر ڈال لے۔ معتکف کو ضروری تقاضوں کے علاوہ مسجد سے باہر نہیں ٹھہرنا چاہئے۔[2]

---

(۱) ولا یمکنہ الإغتسال فی المسجد .... فلو أمکنہ من غیر أن یتلوث المسجد فلا بأس بہ۔ (حاشیۃ رد المحتار ج:۲ ص:۴۴۵)۔ وإن خرج من غیر عذر ساعۃ فسد إعتکافہ فی قول أبی حنیفۃ۔ (عالمگیری ج:۱ ص:۲۱۲)۔

(۲) (وحرم علیہ) أی علی المعتکف إعتکافًا واجبًا .... الخروج إلّا لحاجۃ الإنسان کبول وغائط وغسل لو احتلم ولا یمکنہ الإغتسال فی المسجد کذا فی النہر۔ (قولہ إلّا لحاجۃ الإنسان) ولا یمکث بعد فراغہ من الطہور .... ولیس کالمکث بعد ما لو خرج لہا ثم ذہب لعیادۃ المریض أو صلاۃ جنازۃ من غیر أن یکون خرج لذٰلک قصدًا فإنہ جائز کما فی البحر عن البدائع۔ (الدر المختار مع الرد المحتار ج:۲ ص:۴۴۵، وأیضًا فی الحاشیۃ الطحطاوی علی الدر، باب الإعتکاف ج:۱ ص:۴۷۴، ۴۷۵، طبع رشیدیہ کوئٹہ)۔

اِعتکافِ مسنون میں مسجد کے اندر حجامت بنانا

سوال:... اعتکافِ مسنون میں مسجد کے اندر حجامت کرائی جاسکتی ہے؟ نیز زیرِ ناف بال مونڈنا (استنجاخانے میں جاکر) جائز ہے یا نہیں؟

جواب:... غیرضروری بالوں کی صفائی اعتکاف سے پہلے کرلینی چاہئے، بہرحال خط بنانا جائز ہے، کپڑا بچھالیا جائے تاکہ مسجد گندی نہ ہو۔[1]

بلاعذر اِعتکاف توڑنے والا عظیم دولت سے محروم ہے مگر قضا نہیں

سوال:... اگر کوئی شخص رمضان کے عشرۂ اخیرہ کے اِعتکاف میں بیٹھتا ہے، مگر بلاکسی عذر کے یا عذر کی وجہ سے اُٹھ جائے تو قضا لازم ہے یا نہیں؟

جواب:... رمضان مبارک کے عشرۂ اخیرہ کا اِعتکاف شروع کرکے درمیان میں چھوڑ دیا تو اس کی قضا میں تین قول ہیں:

اوّل:... کہ یہ رمضان مبارک کے آخری عشرے کا اِعتکاف سنت ہے، اگر کوئی شخص اس کو توڑ دے تو اس کی قضا نہیں، یہی کیا کم ہے کہ وہ اس عظیم دولت سے محروم رہا؟ عام کتابوں میں اسی کو اختیار کیا گیا ہے۔

دوم:... یہ کہ نفل عبادت شروع کرنے سے لازم ہوجاتی ہے، اور چونکہ ہر دن کا اِعتکاف ایک مستقل عبادت ہے، اس لئے جس دن کا اِعتکاف توڑا صرف اسی ایک دن کی قضا لازم ہے، بہت سے اکابر نے اس کو اختیار فرمایا ہے۔

سوم:... یہ کہ اس نے عشرۂ اخیرہ کے اِعتکاف کا التزام کیا تھا، چونکہ اس کو پورا نہیں کیا، اس لئے ان تمام دنوں کی قضا لازم ہے، یہ شیخ ابنِ ہمامؒ کی رائے ہے۔[2]

---

(۱) سئل أبوحنيفة رحمه الله تعالٰى عن المعتكف إذا احتاج إلى الفصد أو الحجامة هل يخرج فقال: لا۔ (عالمگيری ج:۵ ص:۳۲۰، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة والمصحف وما كتب فيه شيء من القرآن ...إلخ)۔

(۲) ثم رأيت المحقق ابن الهمام قال: ومقتضى النظر لو شرع في المسنون أعني العشر الأواخر بنيته ثم أفسده أن يجب قضاؤه تخريجًا على قول أبي يوسف في الشروع في نفل الصلاة تناويا أربعًا لا على قولهما اهـ. أي يلزمه قضاء العشر كله لو أفسد بعضه كما يلزمه قضاء أربع لو شرع في نفل ثم أفسد الشفع الأوّل عند أبي يوسف، لٰكن صحح في الخلاصة أنه لا يقضي لا ركعتين كقولهما نعم اختار في شرح المنية قضاء الأربع إتفاقًا في الراتبة كالأربع قبل الظهر والجمعة وهو إختيار الفضلي، وصححه في النصاب وتقدم تمامه في النوافل وظاهر الرواية خلافه. وعلى كل فيظهر من بحث ابن الهمام لزوم الإعتكاف المسنون بالشروع وإن لزوم قضاء جميعه أو باقيه فخرج على قول أبي يوسف أما على قول غيره فيقضي اليوم الذي أفسده لإستقلال كل يوم بنفسه وإنما قلنا أي باقيه بناء على أن الشروع ملزم كالنذر وهو لو نذر العشر يلزمه كلمه متتابعًا، ولو أفسد بعضه قضى باقيه على ما مر في نذر صوم شهر معين. والحاصل أن الوجه يقتضي لزوم كل يوم شرع فيه عندهما بناء على لزوم صومه بخلاف الباقي لأن كل يوم بمنزلة شفع من النافلة الرباعية وإن كان المسنون هو إعتكاف العشر بتمامه تأمل. (فتاوىٰ شامی، باب الإعتكاف ج:۲ ص:۴۴۴، طبع ايچ ايم سعيد)۔

اِعتکاف کی منّت پوری نہ کرسکے تو کیا کرنا ہوگا؟

سوال:... میں نے ایک منّت مانی تھی کہ اگر میری مراد پوری ہوگئی تو میں اِعتکاف میں بیٹھوں گا، مگر میں اس طرح نہ کرسکا، تو مجھے بتایئے کہ میں اس کے بدلے میں کیا کروں کہ میری یہ منّت پوری ہوجائے؟ باقی دو روزے نہ رکھنے کے لئے بتایئے کہ کتنے فقیروں کو کھانا کھلانا ہوگا؟

جواب:... آپ نے جتنے دن کے اِعتکاف کی منّت مانی تھی، اتنے دن اِعتکاف میں بیٹھنا آپ پر واجب ہے،[1] اور اِعتکاف روزے کے بغیر نہیں ہوتا، اس لئے ساتھ روزے رکھنا بھی واجب ہے۔[2] جب تک آپ یہ واجب ادا نہیں کریں گے، آپ کے ذمہ رہے گا۔ اور اگر اسی طرح بغیر کئے مرگئے تو قدرت کے باوجود واجب روزوں کے ادا نہ کرنے کی سزا بھگتنا ہوگی، اور آپ کے ذمہ روزوں کا فدیہ ادا کرنے کی وصیت بھی لازم ہوگی۔[3]

۲:... جتنے دن کے روزوں کی منّت مانی تھی اتنے دن کا روزہ رکھنا ضروری ہے، اس کا فدیہ ادا نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ اگر آپ اتنے بوڑھے ہوگئے ہوں کہ روزہ نہیں رکھا جاسکتا یا ایسے دائمی مریض ہوں کہ شفا کی اُمید ختم ہوچکی ہے، تو آپ ہر روزے کے عوض کسی محتاج کو دو وقتہ کھانا کھلا دیجئے یا صدقۂ فطر کی مقدار غلہ یا نقد روپے دے دیجئے۔[4]

---

(۱) ومن أوجب علٰی نفسه إعتكاف أيام بأن قال بلسانه عشرة أيام مثلًا لزمه إعتكافها بلياليها وكانت متتابعة ... إلخ. (فتح القدير ج:۲ ص:۱۱۴، باب الإعتكاف، طبع بيروت).

(۲) والصوم من شرطه عندنا .... ولنا قوله عليه الصلاة والسلام لا إعتكاف إلّا بالصوم. (فتح القدير ج:۲ ص:۱۰۷، باب الإعتكاف).

(۳) لأن نحو المرض والسفر في عرضة الزوال فيجب القضاء وعند العجز بالموت تجب الوصية بالفدية. (شامي ج:۲ ص:۴۲۷، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، طبع سعيد، فتح القدير ج:۲ ص:۱۱۵، طبع بيروت).

(۴) المريض إذا تحقق اليأس من الصحة فعليه الفدية لكل يوم من المرض. (شامي ج:۲ ص:۴۲۷).

روزے کے متفرّق مسائل

رمضان میں رات کو جماع کی اجازت کی آیت کا نزول

سوال:... ہمارے آفس میں ایک صاحب نے کہا کہ جب روزے فرض ہوئے تھے تو ساتھ ہی یہ شرط تھی کہ پورے رمضان شریف یعنی پورے مہینے رمضان کے میاں بیوی ہم بستری نہیں کرسکتے، مگر بعد میں کچھ لوگوں نے اس حکم کی خلاف ورزی کی، جس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور پھر عشاء کی نماز کے بعد سے لے کر سحری تک اجازت دی گئی۔ ان صاحب کا کہنا ہے کہ یہ غلطی حضرت عمر فاروقؓ سے سرزد ہوئی تھی، اور اس پر وحی اُتری، کیا واقعی حضرت عمرؓ سے غلطی ہوئی تھی؟

جواب:... پورے رمضان میں میاں بیوی کے اختلاط پر پابندی کا حکم تو کبھی نہیں ہوا، البتہ یہ حکم تھا کہ سونے سے پہلے پہلے کھانا پینا اور صحبت کرنا جائز ہے، سوجانے سے روزہ شروع ہوجائے گا، اور اگلے دن اِفطار تک روزے کی پابندی لازم ہوگی، آپ کا اشارہ غالباً اسی کی طرف ہے۔[1]

آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جس واقعے کا حوالہ دیا ہے وہ صحیح ہے، اور صحیح بخاری شریف[2] میں ہے کہ اس نوعیت کا واقعہ متعدّد حضرات کو پیش آیا تھا، لیکن اس واقعے سے سیّدنا عمر یا دُوسرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا، بلکہ ان

---

(۱) احل لکم لیلة الصیام الرفث إلٰی نسائکم ... إلخ. هٰذه رخصة من الله تعالٰی للمسلمین، ورفع لما کان علیه الأمر فی إبتداء الإسلام، فإنه کان إذا أفطر أحدهم إنما یحل له الأکل والشرب والجماع إلٰی صلاة العشاء أو ینام قبل ذٰلک فمتٰی نام أو صلی العشاء حرم علیه الطعام والشراب والجماع إلی اللیلة القابلة فوجدوا فی ذٰلک مشقة کبیرة .... فنزلت هٰذه الآیة. (تفسیر ابن کثیر ج:۱ ص:۳۴۹، سورة البقرة:۱۸۷)، وفیه أیضًا عن عبدالرحمٰن بن أبی لیلٰی قال: قام عمر بن الخطاب رضی الله عنه فقال: یا رسول الله! إنی أردت أهلی البارحة علٰی ما یرید الرجل أهله، فقالت: إنها قد نامت، فظننتها تعتل، فواقعتها، فنزل فی عمر: أحل لکم لیلة الصیام الرفث إلٰی نسائکم ... إلخ. (تفسیر ابن کثیر ج:۱ ص:۳۵۱، طبع رشیدیه کوئٹه، تفسیر قرطبی ج:۱ ص:۳۱۴).

(۲) عن البرآء قال: کان أصحاب محمد صلی الله علیه وسلم إذا کان الرجل صائمًا فحضر الإفطار فنام قبل أن یفطر لم یأکل لیلته ولَا یومه حتّٰی یمسی وإنّ قیس بن صرمة الأنصاری کان صائمًا فلما حضر الإفطار أتی امرأته فقال لها: أعندک طعام؟ قالت: لَا ولٰکن انطلق واطلب لک، وکان یومه یعمل فغلبته عینه فجآءت إمرأته فلما رأته قالت: خیبةً لک، فلما انتصف النهار غشی علیه فذکر ذالک للنبی صلی الله علیه وسلم فنزلت هٰذه الآیة: أُحلّ لکم لیلة الصیام الرفث إلٰی نسآئکم، ففرحوا بها فرحًا شدیدًا، ونزلت: وکلوا واشربوا حتّٰی یتبیّن لکم الخیط الأبیض من الخیط الأسود من الفجر. (بخاری ج:۱ ص:۲۵۶، باب قول الله: أُحلّ لکم لیلة الصیام الرفث ...... الآیة إلخ، طبع نور محمد کراچی).

حضرات کی ایک عظیم فضیلت اور بزرگی ثابت ہوتی ہے، اس لئے کہ ان حضرات کو اللہ تعالیٰ نے قوتِ قدسیہ عطا فرمائی تھی، اور وہ بتوفیقِ الٰہی ضبطِ نفس سے کام بھی لے سکتے تھے، لیکن آپ ذرا سوچئے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایسا کوئی واقعہ نہ پیش آتا اور قانون یہی رہتا کہ عشاء کی نماز کے بعد سے کھانا پینا اور بیوی کے پاس جانا ممنوع ہے، تو بعد کی اُمت کو کس قدر تنگی لاحق ہوتی؟ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت وعنایت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں ایسے واقعات پیش آئے کہ ان کی وجہ سے پوری اُمت کے لئے آسانی پیدا ہوگئی، اس لئے یہ حضرات لائقِ ملامت نہیں، بلکہ پوری اُمت کے محسن ہیں۔

جس آیت کا آپ نے حوالہ دیا ہے وہ سورۂ بقرہ کی آیت ۱۸۷ ہے، اس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:[1]

"تم لوگوں کے لئے روزہ کی رات میں اپنی بیبیوں سے ملنا حلال کر دیا گیا، وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو، اللہ کو علم ہے کہ تم اپنی ذات سے خیانت کرتے تھے سو اللہ نے تم پر عنایت فرمادی، اور تم کو تمہاری غلطی معاف کردی......"

قرآنِ کریم کے اصل الفاظ آپ قرآن مجید میں پڑھ لیں، آپ کو صرف اس طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کی اس غلطی کو "اپنی ذات سے خیانت" کے ساتھ تعبیر کرکے فوراً ان کی توبہ قبول کرنے، ان کی غلطی معاف کرنے اور ان پر نظرِ عنایت فرمانے کا اعلان بھی ساتھ ہی فرما دیا ہے، کیا اس کے بعد ان کی یہ غلطی لائقِ ملامت ہے؟ نہیں...! بلکہ یہ ان کی مقبولیت اور بزرگی کا قطعی پروانہ ہے۔ اُمید ہے کہ یہ مختصر سا اشارہ کافی ہوگا، ورنہ اس مسئلے پر ایک مستقل مقالہ لکھنے کی گنجائش ہے، جس کے لئے افسوس ہے کہ فرصت متحمل نہیں۔

روزے والا لغویات چھوڑ دے

سوال:... یوں تو رمضان المبارک میں مسلمانوں کی ایک بڑی اکثریت روزے رکھتی ہے، لیکن کچھ لوگ روزہ رکھنے کے بعد غلط حرکتیں کرتے ہیں، مثلاً: کسی نے روزہ رکھا اور دوپہر کو گیارہ بجے سے دو بجے یا سہ پہر کو تین بجے سے چھ بجے تک کے لئے کسی سینما ہاؤس میں فلم دیکھنے چلا گیا، کسی نے روزہ رکھا اور سارا دن سوتا رہا، اور کوئی روزہ رکھنے کے بعد سارا دن تاش، کیرم یا کوئی اور کھیل کھیلتا رہا، یا پھر سارا دن کوئی جاسوسی یا رُومانوی ناول پڑھتا رہتا ہے، اور ان تمام باتوں کی وجہ سے ہر شخص بغیر کسی شرم اور خوفِ خداوندی کے یہ بتاتا ہے کہ بھئی کیا کریں؟ آخر ٹائم بھی تو پاس کرنا ہوتا ہے، تین گھنٹے فلم دیکھنے، سارا دن سونے یا تاش وغیرہ کھیلنے سے ٹائم گزر جاتا ہے، اور روزے کا پتا ہی نہیں چلتا۔

محترم! روزہ رکھنے کے بعد روزے کی وجہ سے گناہ کرنے سے بہتر کیا یہ نہ ہوگا کہ روزہ رکھا ہی نہ جائے؟

جواب:... آپ کا یہ نظریہ تو صحیح نہیں کہ: "روزہ رکھ کر گناہ کرنے سے بہتر کیا یہ نہ ہوگا کہ روزہ رکھا ہی نہ جائے" یہ بات

---

(۱) احل لكم ليلة الصيام الرفث الى نسائكم هن لباس لكم وأنتم لباس لهن، علم الله أنكم كنتم تختانون أنفسكم فتاب عليكم وعفا عنكم ... الخ۔ (البقرة:۱۸۷)۔

حکمتِ شرعیہ کے خلاف ہے۔ شریعت، روزہ رکھنے والوں سے یہ مطالبہ ضرور کرتی ہے کہ وہ اپنے روزے کی حفاظت کریں، اور جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنا کھانا پینا تک چھوڑ دیا ہے تو بےلذّت گناہوں سے بھی احتراز کریں، اور اپنے روزے کے ثواب کو ضائع نہ کریں، مگر شریعت یہ نہیں کہے گی کہ جو لوگ گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں وہ روزہ ہی نہ رکھا کریں۔ آپ نے جن اُمور کا تذکرہ کیا ہے یہ روزے کی رُوح کے منافی ہیں، روزہ دار کو قطعی ان سے پرہیز کرنا چاہئے۔ البتہ واقعہ یہ ہے کہ رمضان مبارک کے معمولات اور روزے کے آداب کی پابندی کے ساتھ اگر ماہِ مبارک گزار دیا جائے تو آدمی کی زندگی میں انقلاب آسکتا ہے، جس کی طرف قرآنِ کریم نے "لعلکم تتقون" کے چھوٹے سے الفاظ میں اشارہ فرمایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے دار کو پرہیز کی بہت ہی تاکید فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ: ''بہت سے رات میں قیام کرنے والے ایسے ہیں جن کو رتجگے کے سوا کچھ نہیں ملتا، اور بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جن کو بھوک پیاس کے سوا کچھ نہیں ملتا۔[1]'' ایک اور حدیث میں ہے کہ: ''جو شخص جھوٹ بولنے اور غلط کام کرنے سے باز نہیں آتا، اللہ تعالیٰ کو اس کا کھانا پینا چھڑانے کی کوئی ضرورت نہیں۔[2]'' اکابرِ اُمت نے روزے کے بہت سے آداب ارشاد فرمائے ہیں، جن کا خلاصہ میرے حضرت شیخ مولانا محمد زکریا کاندھلوی ثم مدنی (نوّر اللہ مرقدہٗ وطاب ثراہ) کے رسالہ ''فضائلِ رمضان'' میں دیکھا جاسکتا ہے، رمضان مبارک میں یہ رسالہ اور اس کا تتمہ ''اکابر کا رمضان'' ضرور زیرِ مطالعہ رہنا چاہئے۔

نوٹ:... آپ نے لغویات کے ضمن میں سورہنے کا بھی ذکر فرمایا ہے، لیکن روزے کی حالت میں سوتے رہنا مکروہ نہیں، اس لئے آپ کے سوال میں یہ الفاظ لائقِ اصلاح ہیں۔

روزہ دار کا روزہ رکھ کر ٹیلیویژن دیکھنا

سوال:... رمضان المبارک میں اِفطار کے قریب جو لوگ ٹیلیویژن پر مختلف پروگرام دیکھتے ہیں، مثلاً: انگریزی فلم، موسیقی کے پروگرام وغیرہ، تو کیا اس سے روزے میں کوئی فرق نہیں آتا؟ جبکہ ہمارے ہاں اناؤنسر خواتین ہوتی ہیں، اور ہر پروگرام میں بھی عورتیں ضرور ہوتی ہیں۔ اس ضمن میں ایک بات یہ کہ جو مولانا صاحب اِفطار کے قریب تقریر (ٹیلیویژن پر) فرماتے ہیں، اور مسلمان بہو بیٹیاں جب انہیں دیکھتی ہیں تو کیا روزہ برقرار رہے گا؟ اور یہ کسی طرح قابلِ گرفت نہیں ہوگا؟

جواب:... روزہ رکھ کر گناہ کے کام کرنا، روزے کے ثواب اور اس کے فوائد کو باطل کردیتا ہے۔[3] ٹیلیویژن کی اصلاح تو عام لوگوں کے بس کی نہیں، جن مسلمانوں کے دِل میں خدا کا خوف ہے وہ خود ہی اس گناہ سے بچیں۔

---

(۱) عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: كم من صائم ليس له من صيامه إلّا الظمأ، وكم من قائم ليس له من قيامه إلّا السهر. (مشكوٰة ص:۱۷۷، باب تنزيه الصوم، الفصل الثانی).

(۲) عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: من لم يدع قول الزور والعمل به فليس لله حاجة فی أن يدع طعامه وشرابه. رواه البخاری. (مشكوٰة ص:۱۷۶، باب تنزيه الصوم، الفصل الأوّل).

(۳) قال الطيبی: كل صوم لا يكون خالصًا لله تعالٰی ولا مجتنبا عن قول الزور والكذب والبهتان والغيبة ونحوهما من المناهی يحصل له الجوع والعطش ولا يحصل له الثواب ... إلخ. (شرح الطيبی علٰی مشكوٰة المصابيح ج:۴ ص:۱۶۴).

کیا بچوں کو روزہ رکھنا ضروری ہے؟

سوال:... اکثر والدین بارہ سال سے کم عمر کے بچوں کو روزہ رکھنے سے منع کرتے ہیں، کیونکہ اگر وہ روزہ رکھتے ہیں تو بھوک اور پیاس خاص طور پر برداشت نہیں کرسکتے، جبکہ بچے شوقیہ روزہ رکھنے پر اصرار کرتے ہیں، نیز روزہ کس عمر میں فرض ہوجاتا ہے؟

جواب:... نماز اور روزہ دونوں بالغ پر فرض ہیں۔[۱] اگر بلوغ کی کوئی علامت ظاہر نہ ہو تو پندرہ سال پورے ہونے پر آدمی بالغ سمجھا جاتا ہے۔[۲] نابالغ بچہ اگر روزے کی برداشت رکھتا ہو تو اس سے روزہ رکھوانا چاہئے، اور اگر برداشت نہ رکھتا ہو تو منع کرنا دُرست ہے۔[۳]

عصر اور مغرب کے درمیان ''روزہ'' رکھنا کیسا ہے؟

سوال:... میری ایک سہیلی جو کسی کے کہنے کے مطابق عصر اور مغرب کے درمیانی وقفے کے دوران مختصر روزہ رکھتی ہیں، جس کی انہوں نے وجہ یہ بتائی کہ بعد مرنے کے فرشتے مردے کو کوئی ایسی شے کھلائیں گے جو مردے کے لئے باعثِ عذاب ہوگی، جو شخص اس دوران روزہ رکھتا ہوگا وہ کھانے سے انکار کردے گا، کیا یہ مختصر روزہ شریعت کے مطابق جائز ہے؟

جواب:... شرعی روزہ تو صبحِ صادق سے مغرب تک کا ہوتا ہے۔[۴] عصر و مغرب کے درمیان روزہ رکھنا شریعت سے ثابت نہیں، اور جو وجہ بتائی ہے وہ بھی من گھڑت ہے، ایسا عقیدہ رکھنا گناہ ہے۔[۵]

عصر تا مغرب روزے کی شرعی حیثیت

سوال:... بعض خواتین و حضرات عصر تا مغرب روزہ رکھتے ہیں، اور اس دوران کھانے پینے کی چیزوں سے اجتناب کرتے ہیں، اس فعل کی شرعی حیثیت سے مطلع فرمائیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟

---

(۱) اما شروطه فثلاثة أنواع: شرط وجوبه الإسلام والعقل والبلوغ. (فتاوى عالمگیری، كتاب الصوم ج:۱ ص:۱۹۵).

(۲) فإن لم يوجد فيهما شيء فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة به يفتى ...إلخ. (درمختار مع الشامي ج:۶ ص:۱۵۳، كتاب الحجر، فصل بلوغ الغلام بالإحتلام، طبع سعيد).

(۳) ويؤمر الصبي بالصوم إذا أطاقه (درمختار) وفي الشامية: قوله إذا اطاقه .... قلت يختلف ذلك باختلاف الجسم واختلاف الوقت صيفا وشتاء والظاهر أنه يؤمر بقدر الإطاقة إذا لم يطق جميع الشهر. (ردالمحتار على الدر المختار ج:۲ ص:۴۰۹).

(۴) هو .... إمساك عن المفطرات .... في وقت مخصوص وهو اليوم (درمختار) وفي الشامية: قوله وهو اليوم أي اليوم الشرعي من طلوع الفجر إلى الغروب ...إلخ. (ردالمحتار على الدر المختار ج:۲ ص:۳۷۱، كتاب الصوم).

(۵) عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد. متفق عليه. (مشكوة، باب الإعتصام بالكتاب والسنة ج:۱ ص:۲۷)، وعن جابر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أما بعد .... وشر الأمور محدثاتها وكل بدعة ضلالة. (مشكوة، كتاب الإيمان، باب الإعتصام بالكتاب والسنة ج:۱ ص:۲۷، طبع قديمي).

جواب:...عصر سے مغرب تک روزے کی کوئی شرعی حیثیت نہیں، شرعاً یہ روزہ نہیں۔[1]

عصر اور مغرب کے درمیان روزہ اور دس محرّم کا روزہ رکھنا کیسا ہے؟

سوال:...ایک مرتبہ ایک صاحب نے فرمایا کہ میں نے روزہ رکھا ہے، ہم نے تفصیل پوچھی تو انہوں نے کہا کہ روزہ عصر کی اَذان سے لے کر مغرب کی اَذان تک کا، جب ہم نے ایسے روزے رکھنے کے وجود کا انکار کیا تو ہم کو انہوں نے زبردست ڈانٹا اور کہا کہ تم پڑھے لکھے جنگلی ہو، تمہیں یہ بھی نہیں معلوم تھا۔

جواب:...شریعتِ محمدیہ میں تو کوئی روزہ عصر سے مغرب تک نہیں ہوتا۔[2] ان صاحب کی کوئی اپنی شریعت ہے تو میں اس سے بے خبر ہوں۔

سوال:...پھر انہوں نے مزید بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ دسویں محرّم کا روزہ رکھنا جائز نہیں، کیونکہ شمر کی ماں نے منّت مانی تھی کہ شمر، حضرت اِمام حسینؓ کو شہید کرے گا تو میں دسویں محرّم کا روزہ رکھوں گی، اور اس نے دسویں محرّم کو روزہ رکھا تھا۔

جواب:...عاشورا محرّم کی دسویں تاریخ کا نام ہے، انبیائے گزشتہ ہی کے زمانے سے یہ دن متبرک چلا آتا ہے، ابتدائے اسلام میں اس دن کا روزہ فرض تھا، بعد میں اس کی جگہ رمضان کے روزے فرض ہوئے، اور عاشورا کا روزہ مستحب رہا۔[3] بہرحال اس دن کے روزے اور اور دُوسرے اعمال کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے کوئی تعلق نہیں، اور اس خاتون نے شمر کی والدہ کی جو کہانی سنائی، وہ بالکل من گھڑت ہے۔

پانچ دن روزہ رکھنا حرام ہے

سوال:...ہمارے حلقے میں آج کل بہت چہ میگوئیاں ہورہی ہیں کہ روزے پانچ دن حرام ہیں (سال میں): ۱:عیدالفطر کے پہلے دن، ۲:عیدالفطر کے دُوسرے دن، ۳:عیدالاضحیٰ کے دن، ۴:عیدالاضحیٰ کے تیسرے دن۔ حالانکہ جہاں مجھے معلوم ہوا ہے کہ عید کے دُوسرے دن (عیدالفطر) روزہ جائز ہے، اصل بات واضح کیجئے۔

جواب:...عیدالفطر کے دُوسرے دن روزہ جائز ہے، اور عیدالاضحیٰ اور اس کے بعد تین دن (ایامِ تشریق) کا روزہ جائز

---

(۱) عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد. (مشكوة ج:۱ ص:۲۷، باب الإعتصام بالكتاب والسُّنَّة، الفصل الأوّل).

(۲) ایضاً۔

(۳) عن عائشة رضي الله عنها قالت: كان يوم عاشوراء تصومه قريش في الجاهلية وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصومه في الجاهلية فلما قدم المدينة صامه وأمر بصيامه فلما فرض رمضان ترك يوم عاشوراء فمن شاء صامه ومن شاء تركه. (صحيح بخاري، باب صيام يوم عاشوراء ج:۱ ص:۲۶۸ طبع قديمي، مختصر سنن أبي داؤد ج:۳ ص:۳۲۲ طبع المكتبة الأثرية).

نہیں۔ گویا پانچ دن کا روزہ جائز نہیں: عیدالفطر، عیدالاضحیٰ، اس کے بعد تین دن ایامِ تشریق۔ [۱]

کیا امیر وغریب اور عزیز کو اِفطار کروانے کا ثواب برابر ہے؟

سوال:... امیر، غریب، عزیز ان تینوں میں سب سے زیادہ فضیلت (ثواب) اِفطار کرانے کی کس میں ہے؟

جواب:... اِفطار کرانے کا ثواب تو یکساں ہے، [۲] غریب کی خدمت اور عزیز کے ساتھ حسنِ سلوک کا ثواب الگ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا روزہ کھولنے کا معمول

سوال:... رمضان المبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس چیز سے روزہ کھولتے تھے؟

جواب:... عموماً کھجور یا پانی سے۔ [۳]

تمباکو کا کام کرنے والے کے روزے کا حکم

سوال:... میں ایک بیڑی کا کاریگر ہوں، بیڑی کے کام میں تمباکو بھی چلتا ہے، چند لوگوں نے مجھ سے فرمایا کہ آپ روزے میں یہ کام کرتے ہیں چونکہ تمباکو نشہ آور چیز ہے، لہٰذا آپ کا روزہ مکروہ ہوجاتا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:... تمباکو کا کام کرنے سے روزہ مکروہ نہیں ہوتا، جب تک تمباکو کا غبار حلق کے نیچے نہ جائے۔ [۴]

روزہ دار کا مسجد میں سونا

سوال:... کیا روزہ دار کا فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد مسجد میں سونا جائز ہے؟

جواب:... غیر معتکف کا مسجد میں سونا مکروہ ہے، جو حضرات مسجد میں جائیں وہ اِعتکاف کی نیت کرلیا کریں، اس کے بعد ان کے سونے کی گنجائش ہے۔ [۵]

---

(۱) عن أبی سعید الخدری رضی الله عنه قال: نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن صوم یوم الفطر والنحر. متفق علیه. وعن نبشة الهذلی رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: أیام التشریق أیام أکل وشرب وذکر الله. رواه مسلم. (مشکوٰة، باب صیام التطوع ج:۱ ص:۱۷۹). والمکروه تحریمًا کالعیدین (درمختار) قوله کالعیدین ای وأیام التشریق نهر. (درمختار مع الشامی ج:۲ ص:۳۷۵، کتاب الصوم).

(۲) عن زید بن خالد رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من فطر صائمًا أو جهّز غازیًا فله مثل أجره. (مشکوٰة ج:۱ ص:۱۷۵، باب الفصل الثانی).

(۳) عن أنس رضی الله عنه قال: کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یفطر قبل أن یصلی علی رطبات فإن لم رطبات فتمیرات فإن لم تکن تمیرات حسا حسوات من ماء. رواه الترمذی وأبوداؤد. (مشکوٰة ج:۱ ص:۱۷۵).

(۴) ولو دخل حلقه غبار الطاحونة أو طعم الأدویة أو غبار الهرس وأشباههم أو الدخان أو ما سطع من غبار التراب بالریح أو بجوافر الأواب وأشباه ذٰلک لم یفطره. (عالمگیری ج:۱ ص:۲۰۳، الباب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد).

(۵) یکره النوم والأکل فی المسجد لغیر المعتکف وإذا أراد ذٰلک ینبغی أن ینوی الإعتکاف فیدخل ... إلخ. (شامی ج:۲ ص:۴۴۸، باب الإعتکاف، طبع سعید).

روزے کی حالت میں بار بار غسل کرنا

سوال:... کیا روزے کی حالت میں دن میں کئی بار گھر میں نہانا اور اس کے علاوہ نہر میں نہائے، لیکن باقی دُوسری بُرائیوں سے بچا رہے، تو کیا روزے کا ثواب پورا حاصل ہوگا؟

جواب:... روزے میں نہانے کا کوئی حرج نہیں، لیکن ایسا انداز اختیار کرنا جس سے گھبراہٹ اور پریشانی کا اظہار ہو، حضرت اِمامؒ کے نزدیک مکروہ ہے۔[1]

ناپاک آدمی نے اگر سحری کی تو کیا روزہ ہوجائے گا؟

سوال:... اگر کسی پر رات کے دوران غسل واجب ہوجائے تو اس جنابت کی حالت میں سحری کرسکتا ہے یا نہیں؟

جواب:... حالتِ جنابت میں سحری کی تو روزہ ہوجائے گا، اور اس میں کوئی تردّد نہیں، لیکن آدمی جتنی جلدی ہوسکے پاکی حاصل کرلے۔[2]

ناپاکی کی حالت میں روزہ رکھنا

سوال:... میں بیمار ہوں جس کی وجہ سے میں مہینے میں تین چار بار ناپاک رہتا ہوں، اب آپ سے گزارش ہے کہ کیا میں ناپاکی کی حالت میں روزہ رکھ سکتا ہوں جبکہ میں نے ایک نماز کی کتاب میں پڑھا تھا کہ اگر ناپاکی بیماری کی وجہ سے ہو تو وضو سے دُور ہوجاتی ہے؟ آپ یہ ارشاد فرمائیں کہ میں کیا وضو کرکے روزہ رکھ سکتا ہوں؟ ویسے تو میں روز غسل کرتا ہوں، لیکن روزہ رکھتے وقت اور فجر کی نماز سے پہلے تو غسل نہیں کرسکتا، اُمید ہے آپ تسلی بخش جواب دیں گے۔

جواب:... ناپاکی کی حالت میں ہاتھ منہ دھوکر روزہ رکھنا جائز ہے، غسل بعد میں کرلیا جائے، کوئی حرج نہیں۔[3]

سوال:... اگر کسی پر رات کو غسل واجب ہوگیا لیکن نہ اس نے صبح غسل کیا اور نہ دن بھر کیا، اور اِفطاری بھی اسی حالت میں کی، تو ایسے شخص کے روزے کے لئے کیا حکم ہے؟

---

(۱) وکذا لا تکره .... إغتسال للتبرد ...إلخ. (درمختار) وفي الشامية (تحت قوله وبه يفتي) وكرهها أبوحنيفة لما فيها من إظهار الضجر في العبادة ...إلخ. (شامي ج:۲ ص:۴۱۹، كتاب الصوم، وأيضًا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الهندية ج:۱ ص:۲۰۵، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد، كتاب الصوم).

(۲) ومن أصبح جنبا أو احتلم في النهار لم يضره كذا في محيط السرخسي. (هندية ج:۱ ص:۲۰۰، كتاب الصوم).

(۳) ولا بأس للجنب أن ينام .... وان أراد أن يأكل أو يشرب فينبغي أن يتمضمض ويغسل يديه ...إلخ. (هندية، كتاب الطهارة ج:۱ ص:۱۶، طبع رشيديه).

جواب:... روزے کا فرض تو ادا ہوجائے گا،[1] لیکن آدمی ناپاکی کی بنا پر گناہگار ہوگا، غسل میں اتنی تأخیر کرنا کہ نماز فوت ہوجائے سخت گناہ ہے۔[2]

شش عید کے روزے رکھنے سے رمضان کے قضا روزے ادا نہ ہوں گے

سوال:... کیا شوال کے چھ روزے دُوسرے دن سے رکھنے چاہئیں؟ یعنی پہلا (شش عید کا) روزہ ہر حال میں شوال کی دو تاریخ کو رکھا جائے، باقی روزے پورے مہینے میں کسی دن رکھے جاسکتے ہیں؟ اس کی بھی وضاحت کریں کہ یہ روزے رکھنے سے رمضان کے چھوٹے ہوئے روزے ادا ہوجاتے ہیں؟

جواب:... یہ مسئلہ جو عوام میں مشہور ہے کہ ''شش عید کے لئے عید کے دُوسرے دن روزہ رکھنا ضروری ہے'' بالکل غلط ہے، عید کے دُوسرے دن روزہ رکھنا کوئی ضروری نہیں، بلکہ عید کے مہینے میں، جب بھی چھ روزے رکھ لئے جائیں، خواہ لگاتار رکھے جائیں یا متفرق طور پر، پورا ثواب مل جائے گا، بلکہ بعض اہلِ علم نے تو عید کے دُوسرے دن روزہ رکھنے کو مکروہ کہا ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ مکروہ نہیں، دُوسرے دن سے بھی شروع کرسکتے ہیں۔[3] شوال کے چھ روزے رکھنے سے رمضان کے قضا روزے ادا نہیں ہوں گے، بلکہ وہ الگ رکھنے ہوں گے، کیونکہ یہ نفلی روزے ہیں، اور رمضان کے فرض روزے، جب تک رمضان کے قضا روزوں کی نیت نہیں کرے گا، وہ ادا نہیں ہوں گے۔[4]

عورت اپنے قضا روزے شوال میں رکھ سکتی ہے، لیکن شوال کے روزوں کا ثواب نہیں ملے گا

سوال:... ماہِ رمضان میں ہمارے جو روزے قضا ہوجاتے ہیں، انہیں شوال کے چھ روزوں میں ہی رکھ سکتے ہیں؟ یا شوال کے علیحدہ رکھنے ہوں گے اور قضا روزے بعد میں؟

جواب:... عورتوں کے جو روزے قضا ہوجاتے ہیں، ان کو شوال میں بھی رکھ سکتی ہیں، لیکن شوال کے چھ روزے رکھنے کی جو

---

(۱) گزشتہ صفحے کا حاشیہ نمبر ۳، ۴ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) وعن علی قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لَا تدخل الملائکة بیتًا فیه صورة ولا کلب، ولَا جنب. رواه أبو داؤد والنسائی. (مشکوة ج:۱ ص:۵۰، کتاب الطهارة، باب مخالطة الجنب، الفصل الثانی). وفی المرقاة: (ولَا جنب) أی الذی اعتاد ترک الغسل تهاونًا حتّٰی یمر علیه وقت صلاة فإنه مستخف بالشرع، لَا أیّ جنب کان. (مرقاة المفاتیح شرح مشکٰوة المصابیح ج:۱ ص:۳۳۵، طبع بمبئی هند).

(۳) وعن أبی یوسف کراهته متتابعًا لا متفرقا لکن عامة المتأخرین لم یرو به بأسا هکذا فی البحر الرائق والأصح أنه لَا بأس به کذا فی محیط السرخسی. (عالمگیری ج:۱ ص:۲۰۱، کتاب الصوم، کذا فی الشامی ج:۲ ص:۴۳۵).

(۴) وفی التنویر والشرط للباقی تثبیت النیة وتعیینها (درمختار) وفی الشامیة: والشرط للباقی من الصیام .... وهو قضاء رمضان والنذر المطلق ...إلخ. (شامی ج:۲ ص:۳۸۰، کتاب الصوم).

فضیلت ہے، وہ اس صورت میں حاصل ہوگی جبکہ فرض روزوں کے علاوہ شوال کے چھ نفلی روزے رکھیں۔[1]

چھ ماہ رات اور چھ ماہ دن والے علاقے میں روزہ کس طرح رکھیں؟

سوال:... دُنیا میں ایک جگہ ایسی ہے جہاں چھ ماہ رات ہوتی ہے اور چھ ماہ دن ہوتا ہے، تو وہاں مسلمان رمضان کے پورے روزے کیسے رکھیں گے؟

جواب:... وہ اپنے قریب ترین ملک جہاں دن رات کا نظام معمول کے مطابق ہو، اس کے طلوع وغروب کے اعتبار سے روزہ رکھیں گے۔[2]

سحری کھانے کے بعد سونے میں حرج نہیں، بشرطیکہ جماعت نہ چھوٹے

سوال:... سحری کھانے کے بعد سوجانا مکروہ ہے یا کہ نہیں؟ میں نے سنا ہے کہ سحری کے بعد سونا مکروہ ہے۔

جواب:... سحری آخری وقت میں کھانا مستحب ہے،[3] اور سحری کے بعد سوجانے میں اگر فجر کی جماعت فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو مکروہ ہے، ورنہ نہیں۔

لاؤڈاسپیکر کے ذریعہ سحری و اِفطاری کی اطلاع دینا دُرست ہے

سوال:... ہمارے شہر میں عموماً رمضان کے مہینے میں سحری کے وقت مسجدوں میں لاؤڈاسپیکر کے ذریعہ سحری کا اعلان کیا جاتا ہے، اور اس سلسلے میں کبھی تلاوتِ قرآن بھی کی جاتی ہے کہ لوگ صحیح وقت پر سحری کا انتظام کرسکیں، شرعاً اس کا جواز ہے؟

جواب:... سحری اور اِفطار کے اوقات کی اطلاع دینے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن لاؤڈاسپیکر پر اِعلانات کا اتنا شور کہ لوگوں کا سکون غارت ہوجائے اور اس وقت کوئی شخص اطمینان سے نماز بھی نہ پڑھ سکے، ناجائز ہے۔[4]

مؤذّن روزہ کھول کر اَذان دے

سوال:... مؤذّن کو روزہ کھول کر اَذان دینا چاہئے یا اَذان کے بعد روزہ کھولنا چاہئے؟

---

(۱) وإذا نوى قضاء بعض رمضان والتطوع يقع عن رمضان فى قول أبى يوسف رحمه الله تعالىٰ وهو رواية عن أبى حنيفة رحمه الله تعالىٰ كذا فى الذخيرة. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۹۷، كتاب الصوم، الباب الأوّل في تعريفه وتقسيمه ... إلخ).

(۲) قال الرملى فى شرح المنهاج: ويجرى ذٰلك فيما لو مكثت الشمس عند قوم مدة ... إلخ. قال فى إمداد الفتاح قلت: وكذٰلك يقدر لجميع الآجال كالصوم والزكوٰة والحج والعدة وآجال البيع والسلم والإجارة. وينظر ابتداء اليوم فيقدر كل فصل من الفصول الأربعة بحسب ما يكون كل يوم من الزيادة والنقص كذا فى كتاب الأئمة الشافعية ونحن نقول بمثله إذا ضل التقدير مقول به اجماعا فى الصلوات. (شامى، قبيل مطلب فى طلوع الشمس من مغربها ج:۱ ص:۳۶۵).

(۳) ثم تأخير السحور مستحب كذا فى النهاية. (هندية ج:۱ ص:۲۰۰، كتاب الصوم، الباب الثالث).

(۴) لَا يقرأ جهرًا عندا المشتغلين بالأعمال ... إلخ. (عالمگیری ج:۵ ص:۳۱۶، طبع رشيديه).

جواب:... روزہ کھول کر اَذان دے۔[۱]

عرب ممالک سے آنے پر تیس سے زائد روزے رکھنا

سوال:... اگر ایک شخص جو کہ عرب ممالک میں کام کرتا ہو اور رمضان کے روزے عرب ممالک کے حساب سے رکھتا ہو، یعنی کہ پاکستان سے ایک دو روز قبل ہی روزے شروع ہوجاتے ہیں، لہٰذا یہ شخص رمضان کے آخر میں چھٹیاں گزارنے پاکستان آتا ہے اس شخص کی عید ہم سے دو روز قبل ہوگی، تو یہ شخص عید کی نماز کے سلسلے میں کیا کرے؟ آیا یہ پاکستانی وقت کے مطابق عید منائے اور دو دن انتظار کرے کیونکہ عید پاکستان میں دو دن بعد ہے؟

جواب:... یہ شخص عید تو پاکستان کے مطابق ہی کرے گا، اور جب تک پاکستان میں رمضان ہے یہ شخص روزے بھی رکھے، اس کے تیس سے زائد روزے نفل شمار ہوں گے۔[۲]

کیا پاکستان والے بھی سعودی عرب کے حساب سے روزے رکھیں؟

سوال:... سعودی عرب اور پاکستان کے درمیان ہمیشہ سے ایک روزے کا فرق رہا ہے، ہمارے یہاں ایک عالم کا کہنا ہے کہ جس نے سعودی عرب کے ساتھ روزہ نہیں رکھا، اس پر کفارہ واجب ہوگیا۔ جبکہ دُوسرے علماء کا کہنا ہے کہ چونکہ ہم پاکستانی ہیں، ہماری رُؤیتِ ہلال کمیٹی ہوتی ہے، لہٰذا اس کے اعلان کے مطابق ہمیں روزہ رکھنا چاہئے۔ اس حالت میں ہم سعودی عرب کے لحاظ سے روزے رکھیں یا پاکستان کے لحاظ سے؟

جواب:... ہمارے ذمے ہمارے حساب سے روزے لازم ہوتے ہیں، ان مولوی صاحب کے ذمے سعودی عرب کے حساب سے لازم ہوتے ہوں گے، کیا وہ مولوی صاحب نمازیں بھی سعودی عرب کے لحاظ سے پڑھتے ہیں...؟[۳]

سعودی عرب میں روزہ شروع کرے اور عید کراچی میں منائے تو کیا زائد روزے رکھے؟

سوال:... زید کا دفتر ظہران سعودی عرب میں ہے، اور مستقل رہائش کراچی میں ہے، وہ روزہ سعودی عرب میں شروع کرتے ہیں اور عید کراچی میں مناتے ہیں، اس حساب سے کبھی ۳۱، کبھی ۳۲ روزے ہوجاتے ہیں، کیا وہ کراچی میں ۳۰ روزوں کے بعد افطار کرسکتے ہیں جبکہ چاند ایک یا دو دِن بعد دِکھائی دیتا ہے؟ یا انہیں اس وقت تک روزے رکھنے چاہئیں جب تک چاند نہ دِکھائی

---

(۱) هو لغة إمساک عن المفطرات .... في وقت مخصوص وهو اليوم (درمختار) وفي الشامية: قوله وهو اليوم أي اليوم الشرعي من طلوع الفجر إلى الغروب .... والمراد بالغروب زمان غيبوبة جرم الشمس ... إلخ. (ردالمحتار على الدر المختار ج:۲ ص:۳۷۱، كتاب الصوم، طبع ايچ ايم سعيد).

(۲ و ۳) (تنبيه) لو صام رائي هلال رمضان وأكمل العدة لم يفطر إلّا مع الإمام لقوله عليه الصلاة والسلام: صومكم يوم تصومون، وفطركم يوم تفطرون. رواه الترمذي. والناس لم يفطروا في مثل هذا اليوم فوجب أن لا يفطر. (ردالمحتار على الدر المختار، مبحث في صوم يوم الشک ج:۲ ص:۳۸۴، طبع سعيد).

دے؟ قرآن وحدیث کے حوالے سے وضاحت فرمائیں۔

جواب:... چونکہ کراچی میں رمضان ہوتا ہے، اس لئے اُن کو روزہ تو رکھنا چاہئے، البتہ ان کے زائد روزے نفل ہوجائیں گے۔ (۱)

اِختتامِ رمضان پر جس ملک میں پہنچے وہاں کی پیروی کرے

سوال:... ہم بحری جہاز میں ملازم ہیں، گزشتہ رمضان ہمارا جدہ میں شروع ہوا تھا، مختلف ممالک میں جانے کے بعد تیسویں روزے کو ہم انڈیا کے شہر ''وزاگاپٹم'' پہنچے، وہاں ۲۹واں روزہ تھا، ہمارے ساتھیوں میں سے ایک دو نے اگلے دن روزہ رکھا اور اکثر ساتھیوں نے اگلے دن جہاز میں عید کی نماز پڑھی، جبکہ اسی شہر میں اس دن تیسواں روزہ تھا، یہ بتایئے کہ ہم میں سے کس کا موقف صحیح تھا؟ ہمیں اس دن روزہ رکھنا چاہئے تھا کہ عید کی نماز پڑھنی چاہئے تھی؟

جواب:... یہ صورت ان بے شمار لوگوں کو پیش آتی ہے جو پاکستان یا سعودی عرب وغیرہ ممالک میں رمضان شروع کرکے عید سے پہلے پاکستان یا ہندوستان میں آجاتے ہیں، ان کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ پاکستان یا ہندوستان پہنچ کر یہاں کے رمضان کی گنتی پوری کریں اور اکتیسواں روزہ بھی رکھیں، یہ زائد روزہ ان کے حق میں نفل ہوگا، لیکن پاکستان اور ہندوستان کے تیسویں روزے کے دن ان کے لئے عید منانا جائز نہیں۔

ایک صورت اس کے برعکس یہ پیش آتی ہے کہ بعض لوگ پاکستان یا ہندوستان میں رمضان شروع ہونے کے بعد سعودی عرب یا دُوسرے ممالک میں چلے جاتے ہیں، ان کا اٹھائیسواں روزہ ہوتا ہے کہ وہاں عید ہوجاتی ہے، ان کو چاہئے کہ سعودی عرب کے مطلع کے مطابق عید کریں اور ان کا جو روزہ رہ گیا ہے اس کی قضا کریں۔ (۲)

عیدالفطر کی خوشیاں کیوں مناتے ہیں؟

سوال:... رمضان کے ختم ہوتے ہی عید کیوں مناتے ہیں؟

جواب:... رمضان المبارک ایک بہت بڑی نعمت ہے، اور ایک نعمت نہیں، بلکہ بہت سی نعمتوں کا مجموعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اس مہینے میں اپنے مالک کو راضی کرنے کے لئے دن رات عبادت کرتے ہیں، دن کو روزہ رکھتے ہیں، رات کو قیام کرتے ہیں اور ذکر و تسبیح، کلمہ اور دُرود شریف کا ورد کرتے ہیں، اس لئے روزہ دار کو روزہ پورا کرنے کی بہت ہی خوشی ہوتی ہے۔ حدیث میں فرمایا

---

(۱) (تنبیہ) لو صام رائی ھلال رمضان وأکمل العدة لم یفطر إلّا مع الإمام لقوله علیه الصلاة والسلام: صومکم یوم تصومون، وفطرکم یوم تفطرون. رواه الترمذی. والناس لم یفطروا فی مثل ھذا الیوم فوجب أن لا یفطر. (فتاویٰ شامی، مبحث فی صوم یوم الشک ج:۲ ص:۳۸۴).

(۲) ایضاً۔

گیا ہے کہ روزہ دار کو دو خوشیاں نصیب ہوتی ہیں، ایک خوشی جو اسے اِفطار کے وقت ہوتی ہے، اور دُوسری خوشی جو اسے اپنے رَبّ سے ملاقات کے وقت ہوگی۔[(۱)]

یہی وجہ ہے کہ جب رمضان شریف ختم ہوا تو اس سے اگلے دن کا کام عیدالفطر ہوا، ہر دن تو ایک ایک روزہ کا اِفطار ہوتا تھا، اور اس کی خوشی ہوتی تھی، مگر عیدالفطر کو پورے مہینے کا اِفطار ہوگیا اور پورے مہینے کے اِفطار ہی کی اکٹھی خوشی ہوئی۔

دُوسری قومیں اپنے تہوار کھیل کود میں یا فضول باتوں میں گزار دیتی ہیں، مگر اہلِ اسلام پر تو حق تعالیٰ شانہ کا خاص انعام ہے کہ ان کی خوشی کے دن کو بھی عبادت کا دن بنایا، چنانچہ رمضان شریف کے بخیر و خوبی اور بشوق عبادت گزارنے کی خوشی منانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے تین عبادتیں مقرّر فرمائیں: ایک نمازِ عید، دُوسرے صدقۂ فطر اور تیسرے حج بیت اللہ (حج اگرچہ ذوالحجہ میں ادا ہوتا ہے، مگر رمضان المبارک ختم ہوتے ہی یکم شوال سے موسمِ حج شروع ہوجاتا ہے)۔

روزہ ٹوٹ جائے تب بھی سارا دن روزہ داروں کی طرح رہے

سوال:... ایک آدمی کا روزہ ٹوٹ گیا، کیا اب وہ کھاپی سکتا ہے؟

جواب:... اگر رمضان شریف میں کسی کا روزہ ٹوٹ جائے تب بھی اس کو دن میں کچھ کھانا پینا جائز نہیں، سارا دن روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے۔[(۲)]

بیمار کی تراویح، روزہ

سوال:... اگر کوئی شخص بوجہ بیماری رمضان المبارک کے روزے نہ رکھ سکے تو وہ کیا کرے؟ نیز یہ بھی فرمائیے کہ ایسے شخص کی تراویح کا کیا بنے گا؟ وہ تراویح پڑھے گا یا نہیں؟

جواب:... جو شخص بیماری کی وجہ سے روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا، اسے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے، تندرست ہونے کے بعد روزوں کی قضا رکھ لے۔[(۳)] اور اگر بیماری ایسی ہو کہ اس سے اچھا ہونے کی اُمید نہیں، تو ہر روزے کے بدلے صدقۂ فطر کی مقدار

---

(۱) وعنه (أی أبی هريرة رضی الله عنه) .... للصائم فرحتان فرحة عند فطره وفرحة عند لقاء ربه ...إلخ. (مشكوة ص:۱۷۳، كتاب الصوم، الفصل الأوّل).

(۲) وكذا كل من وجب عليه الصوم لوجود سبب الوجوب والأهلية ثم تعذر عليه المضى بأن افطر متعمدًا .... فإنه يجب عليه الإمساك. (شامی، مطلب فی جواز الإفطار بالتحری ج:۲ ص:۴۰۸).

(۳) "فمن كان منكم مريضًا أو علٰى سفر فعدة من أيام أخر" (البقرة:۱۸۴). (ومنها المرض) المريض إذا خاف علٰى نفسه التلف أو ذهاب عضو يفطر بالإجماع وإن خاف زيادة العلة وامتداده فكذٰلک عندنا وعليه القضاء إذا أفطر كذا فی المحيط. (عالمگیری، ج:۱ ص:۲۰۷، الباب الخامس فی الأعذار التی تبيح الإفطار).

فدیہ دے دیا کرے۔[1] اور تراویح پڑھنے کی طاقت رکھتا ہو تو اسے تراویح ضرور پڑھنی چاہئے، تراویح مستقل عبادت ہے، یہ نہیں کہ جو روزہ رکھے وہی تراویح پڑھے۔

کیا غیرمسلم کو روزہ رکھنا جائز ہے؟

سوال:... میں ابوظہبی میں جس کیمپ میں رہ رہا ہوں، ہمارے ساتھ ہندو بھی رہتے ہیں، ایک ہندو ہمارا دوست ہے، پچھلے ماہِ رمضان میں اس نے بھی ہمارے ساتھ ایک روزہ رکھا، اور ہمارے ساتھ ہی بیٹھ کر افطار کیا، وہ اسلام کی باتوں میں دلچسپی لیتا ہے، اس نے اپنے خاندان والوں کے ڈر سے اسلام قبول نہیں کیا، کیا اس کا اس طرح روزہ رکھنا اور افطاری کرنا ہمارے ساتھ جائز ہے؟

جواب:... روزہ کے صحیح ہونے کے لئے اسلام شرط ہے،[2] غیرمسلم کا روزہ اس کے مسلمان نہ ہونے کی بنا پر قبول تو نہیں ہوگا، لیکن اگر اس طرح اس کا امکان ہے کہ وہ مسلمان ہوجائے گا تو پھر آپ کے ساتھ بیٹھ کر افطاری کرنے کی اجازت ہے، اس کو اسلام کی ترغیب دیجئے۔

رمضان المبارک کی ہر گھڑی مختلف عبادات کریں

سوال:... جمعۃ الوداع کے دن ہم لوگ کون سی عبادات کریں جو کہ زیادہ ثواب کا باعث ہوں؟

جواب:... جمعۃ الوداع کے لئے کوئی خصوصی عبادت شریعت نے مقرّر نہیں کی، رمضان المبارک کی ہر رات اور ہر دن ایک سے ایک اعلیٰ ہے، خصوصاً جمعہ کا دن اور جمعہ کی راتیں، اور علی الخصوص رمضان کے آخری عشرے کی راتیں، اور ان میں بھی طاق راتیں۔ ان میں تلاوت، ذکر، نوافل، اِستغفار، دُرود شریف کی جس قدر ممکن ہو کثرت کرنی چاہئے، خصوصاً یہ کلمات کثرت سے پڑھنے چاہئیں:

"لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ، نَسْتَغْفِرُ اللهَ، نَسْئَلُکَ الْجَنَّةَ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنَ النَّارِ"

ٹیلیویژن پر شبینہ موجبِ لعنت ہے

سوال:... رمضان المبارک میں غلط سلط اور کبھی کبھی بڑی رفتار کے ساتھ غلطیوں سے پُر شبینہ پڑھا گیا، اور ساتھ ہی بار بار فخریہ طور پر کہا گیا کہ پورے پاکستان میں قرآنِ عظیم کی تلاوت کی صدائیں گونج رہی ہیں، کیا یہ شبینہ خدا کے قہر کو نہیں للکار رہا ہے؟ کیا مسجدوں کو فلم خانوں میں تبدیل نہیں کیا گیا؟ آپ یقین کریں جب شبینہ کی فلم بنا کر ٹیلیویژن پر دکھائی گئی، اس وقت پیچھے نماز پڑھنے والوں کی توجہ اپنی فلم اُتروانے پر تھی، خدا ہم سب پر رحم کرے، اتنی مصیبتیں، پریشانیاں، آفتیں نازل ہو رہی ہیں، لیکن ہم گناہوں کے کام کو ثواب سمجھ کر کر رہے ہیں۔ مسجدوں میں اتنی روشنی کی گئی کہ بار بار اس کی بتیوں کی فلمیں نظر آئیں، کئی بار تو پیچھے سے ٹوکنے پر بھی

---

(۱) "وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين" (البقرة:۱۸۴)۔ ومنها كبر السن فالشيخ الفاني الذي لا يقدر على الصيام فيفطر ويطعم لكل يوم مسكينًا كما يطعم في الكفارة كذا في الهداية. (عالمگیری ج:۱ ص:۲۰۷، الباب الخامس)۔

(۲) شرط وجوبه الإسلام والعقل والبلوغ ...إلخ. (عالمگیری ج:۱ ص:۱۹۵، کتاب الصوم، في تعريفه ...إلخ)۔

حافظ صاحب نہیں رُکے، غلط پڑھتے چلے گئے، اس مبارک اور متبرک مہینے میں، جس میں ثواب نفلوں کا فرضوں کے برابر ہو جاتا ہے، ایسی رات ملی جس کی عبادت ہزار مہینوں سے بھی زیادہ ہے، اتنا ثواب دیا گیا لیکن اس اُمت میں یہ نظر آتا ہے کہ گیارہ ماہ کے گناہ بلکہ اس سے بھی زیادہ اس ماہ میں کرتے ہیں۔ کیونکہ رمضان المبارک میں ثواب دُگنا ہو جاتا ہے، اگر کوئی گناہ والا کام کرے تو اس کا گناہ بھی دُگنا ہو جاتا ہے۔ ان باتوں کو سوچ کر کبھی کبھی میرے دِل میں یہ خیال آتا ہے، اور میں بہت خدا سے معافی مانگتا ہوں کہ ایسی بات دِل میں نہ آئے، لیکن ہر دفعہ دِل سے نکلتا ہے کہ ٹیلیویژن پر ایسی ایسی باتیں شروع ہوگئی ہیں جو پہلے نہ تھیں، اب ان کو ثواب سمجھ کر کیا جارہا ہے، اس سے بہتر ہے کہ رمضان شریف ہی نہ آئیں، میں ایک دفعہ پھر خدا کے حضور معافی کا طالب ہوں کہ ایسی بات کہی۔ کیا ایسا سوچنا بُرا ہے؟

جواب:... آج کل اکثر شبینے بہت سی قباحتوں کے ساتھ ملوّث ہیں، ان کی تفصیل حکیم الاُمت تھانویؒ کی کتاب ''اصلاح الرسوم'' میں دیکھ لی جائے۔ اور شبینہ کا جو نقشہ آپ نے کھینچا ہے وہ تو سراسر ریاکاری ہے، اور پھر ٹیلیویژن پر ان کی نمائش کرنا تو موجب لعنت ہے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقل و ایمان نصیب فرمائے۔